



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رحمۃ اللعالمین

رحمۃ اللعالمین

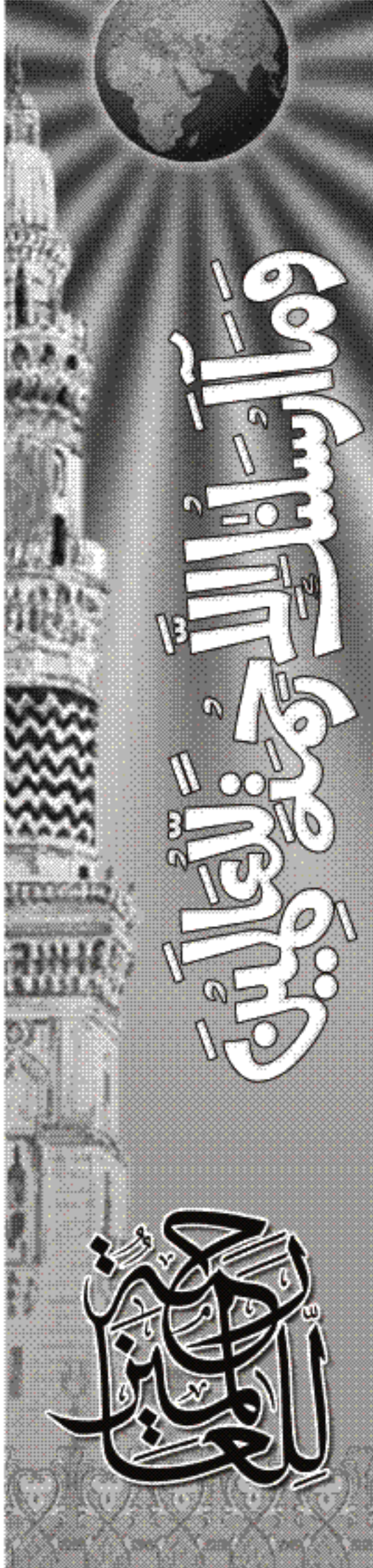
قاضی محمد سلیمان سہیل
منصور پوری

مؤلف
قاضی محمد سلیمان سہیل منصور پوری

تخریج و تعلیق
میان طاہر



مركز القرآن اسلام آباد



إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

حرمة العمارین

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور لوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجیح و تصانیف

میان طاہر



جلد اول

مركز الحرمین الاسلامی

فَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جملہ حقوق بحق ”الحرمین“ محفوظ ہیں۔

میان طاہرہ

محمد جاوید ناصر

ایم انور جاوید

حاجی خالد وقاص

رمضان المبارک / اکتوبر 2007ء

ناشر

اہتمام

طابع

ترجمین

الحرمین ایڈیشن

مرکز الحرمین الاسلامی

کمپوزنگ

کتاب وسنت کی ترویج و اشاعت کیلئے سرگرم عمل

مرکز الحرمین الاسلامی

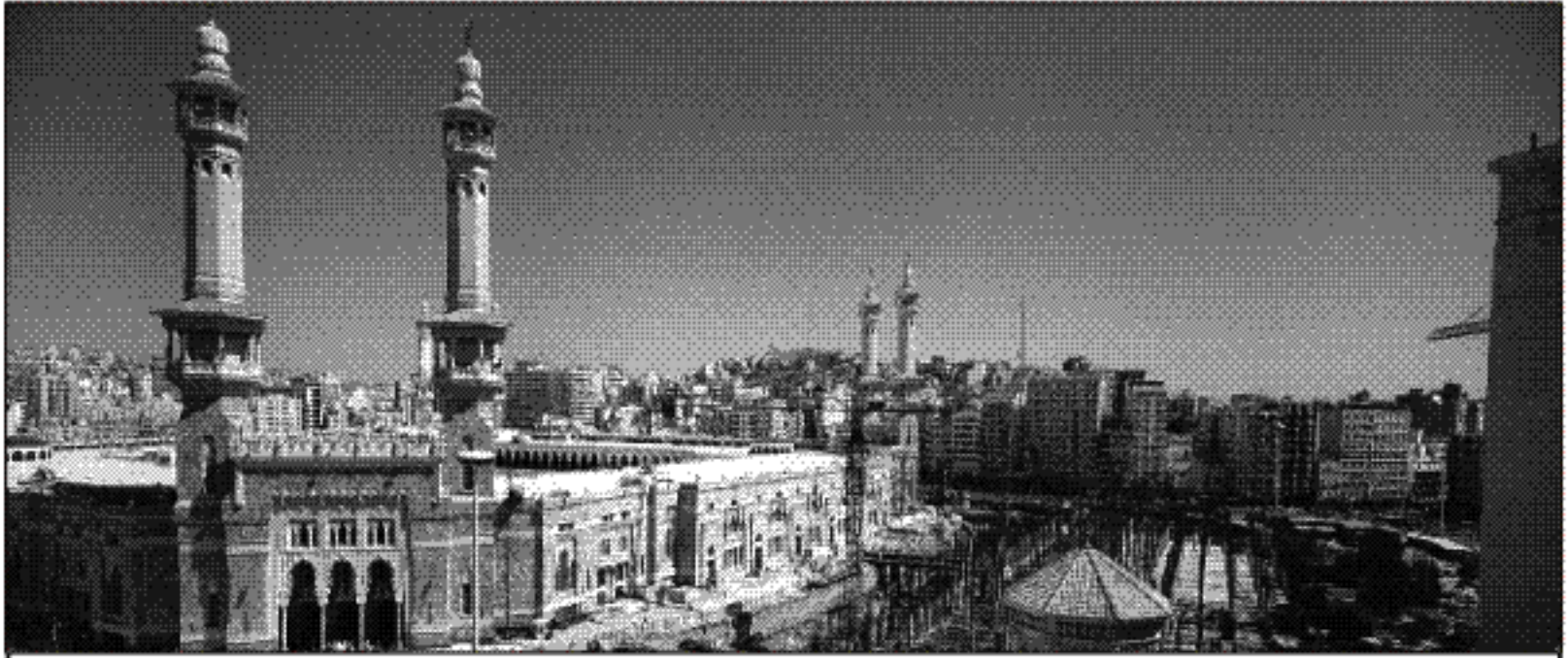
مین ستیانہ روڈ، فیصل آباد، پاکستان

MARKAZ

Al-Hrmain-ul-Islmai

GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777

یہ کتاب مبینی ستاسد کے لئے لاکھوں مسلمانوں کی تہذیب پر تقسیم کی جارہی ہے۔

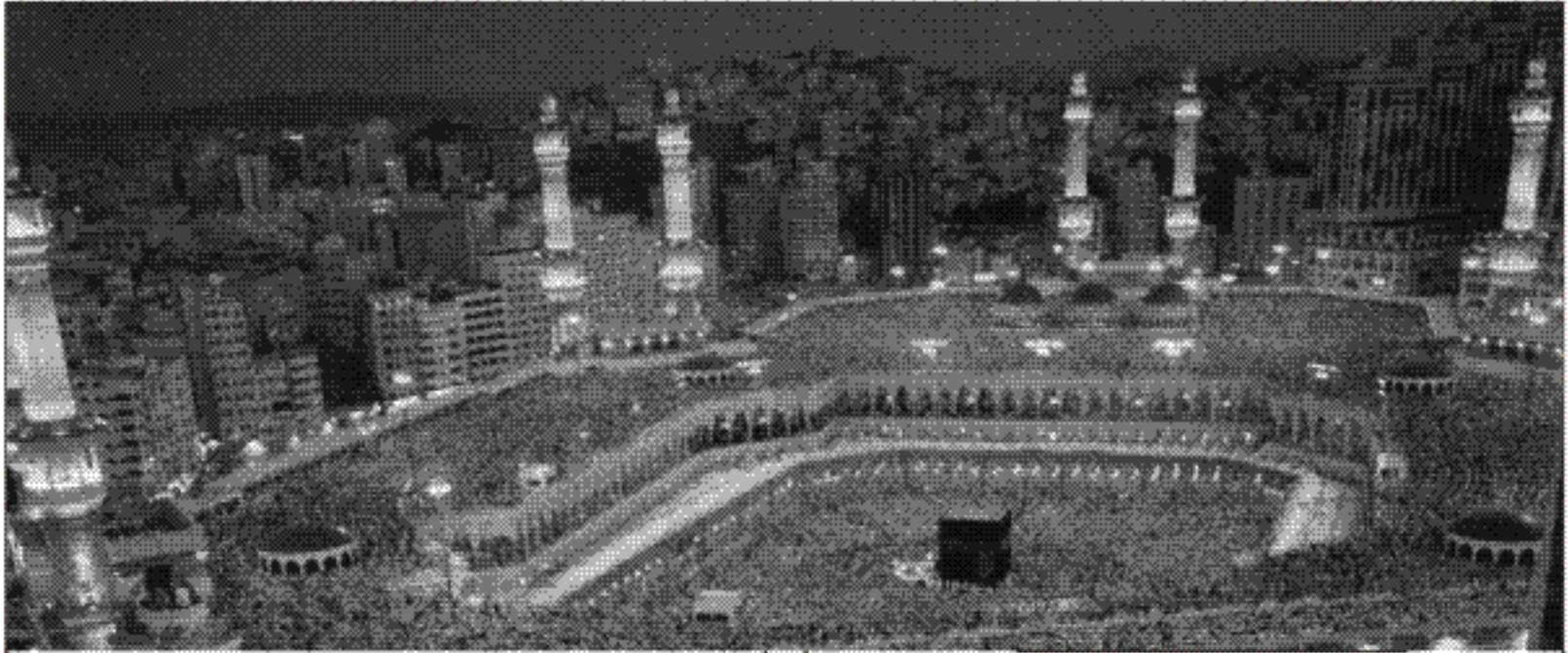


فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد اول

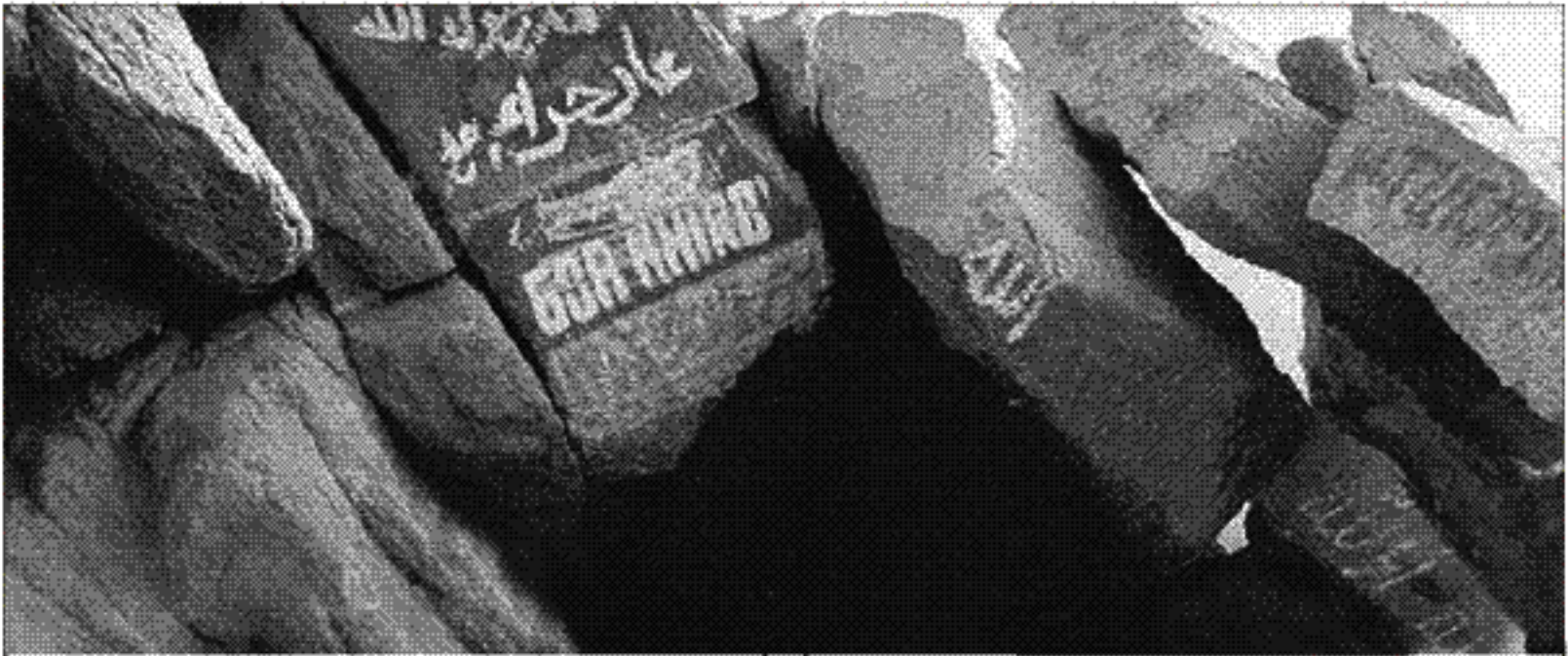
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیات اور زندگی کے	37	کلمۃ الحریمین
66	گونا گوں حالات	41	قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ
67	آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان	59	مقدمہ
70	”محمد ﷺ“ نام رکھا گیا قوم نے اس نام پر تعجب کیا	62	عرب کا محل وقوع
70	ایام رضاعت	62	عرب کی سرزمین
70	والدہ مکرمہ کا انتقال	62	عرب کی سیاسی حالت
71	ابوطالب کی تربیت	62	عرب کی اخلاقی حالت
71	بجیرہ راہب سے ملاقات	63	عرب کی مذہبی حالت
71	تجارت کا خیال	63	عرب کا کرۂ ارض کے وسط میں وقوع
72	نکاح	64	نبی ﷺ کے اعلیٰ کام
72	قیام امن و نگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد	64	وحدت تعلیم
	ملک کی طرف سے ”صادق“ و ”امین“ کا نام	64	اسلام اور مختلف طبقات
72	آنحضرت ﷺ کو ملنا	65	مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں
73	آنحضرت ﷺ کا تمام قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا	65	مساوات ظاہری و اخوت باطنی
75	قرب زمانہ بعثت	65	دشمنوں کا دوست بن جانا
75	غایہ حرام میں عبادتیں کرنا	66	معجزات مادی و معجزات علمی



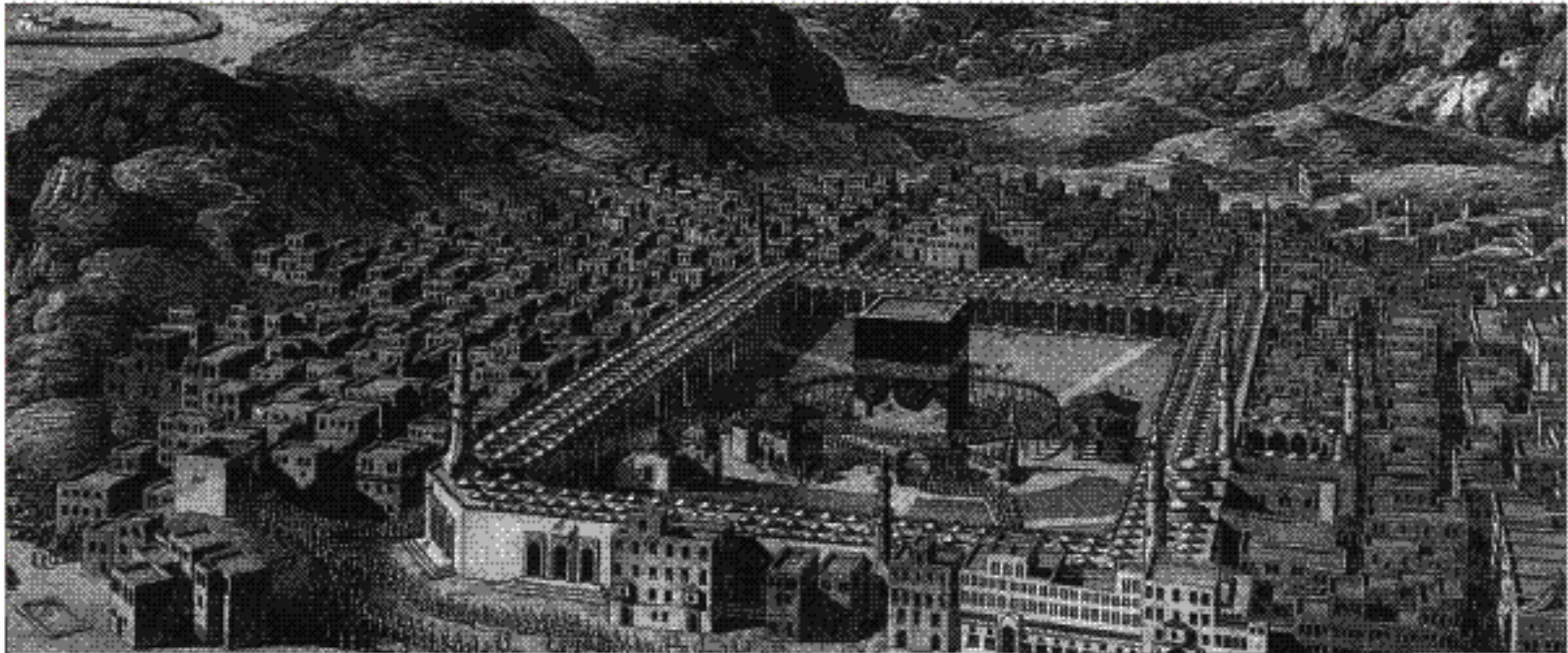
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
81	منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت ﷺ کا تبلیغ فرمانا	75	بعثت و نبوت
81	قریش کی مخالفت		خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت آنحضرت ﷺ
82	اسلام کے خلاف تدبیریں	75	کے اعلیٰ اخلاق پر
82	اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم		عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرت ﷺ
83	آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں	76	کی نبوت پر
84	ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں	76	ابتداء نزول قرآن
84	مستہزئین کی جماعت	77	نماز کا آغاز
	دشمنوں کا عجز آنحضرت ﷺ کی توصیف سے	77	تبلیغ کا آغاز
84	تعلیم نبوی ﷺ پر کفار کی شہادت	77	”سابقین الاولین“ کے مختصر نام
85	دشمنوں کے ریزولیشن آنحضرت ﷺ کے خلاف	77	پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز
85	ہجرت حبش	78	نبی ﷺ کی نبوت کے مقاصد
85	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت	78	تبلیغ کے پنجگانہ مراتب
85	قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا	79	بعثت کے وقت عالم کی حالت
85	دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر تقریر	80	اپنے کنبہ میں تبلیغ
90	امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	80	اپنے گھرانے میں آنحضرت ﷺ کی تقریر
90	عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	80	پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو عام تبلیغ
	نبی ﷺ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑ کی	81	تمثیلات نبوت ﷺ
91	گھاٹی کے اندر محصور رہے	81	تبلیغ میں آنحضرت ﷺ کی کوششیں
92	ابوطالب کا انتقال	81	آپ ﷺ کے وعظ کی بڑی بڑی باتیں



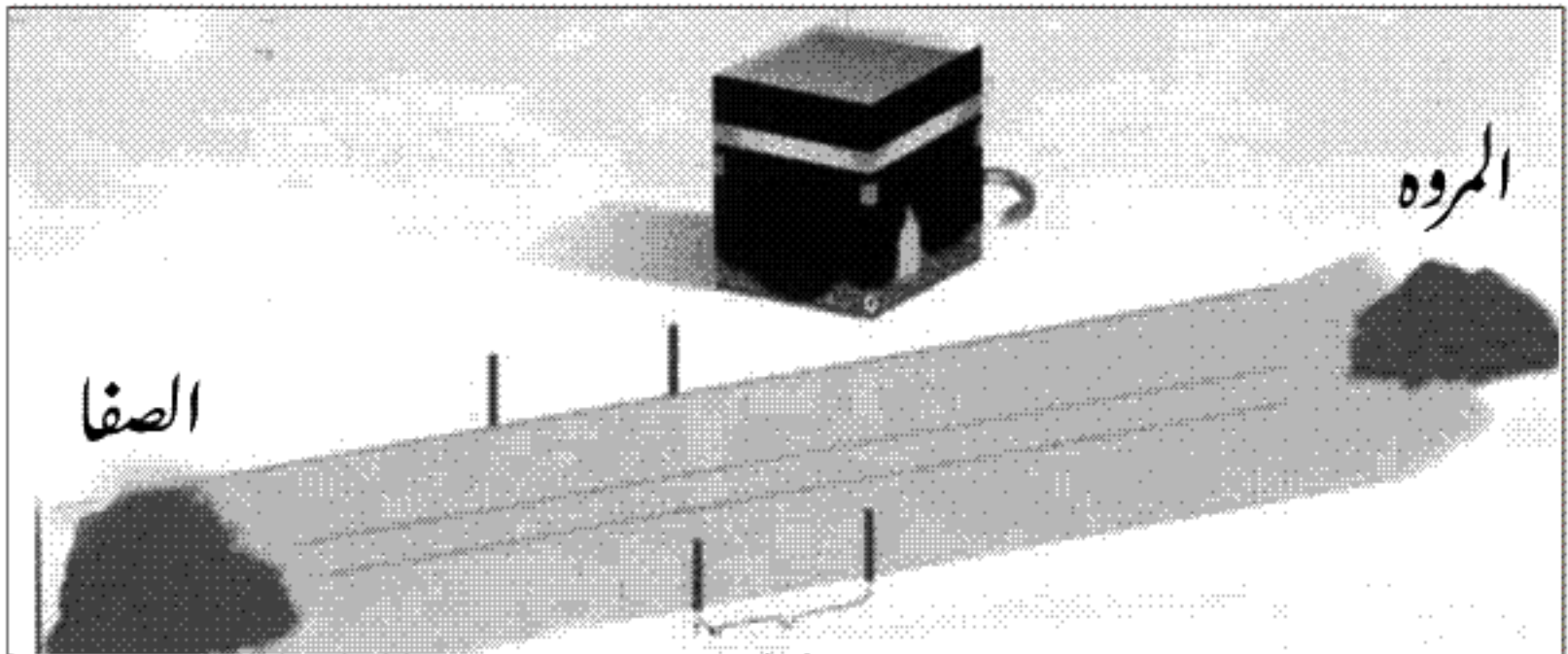
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
103	تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا	92	خدمتِ اکبر ﷺ کا انتقال
103	عقبہ ثانیہ پر آنحضرت ﷺ کا وعظ		نبی ﷺ کا تبلیغ کے لئے مختلف قبائل کی
104	نبی ﷺ کے بارہ نقیب	92	جانب سفر کرنا
104	قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا	94	مختلف مقامات پر نبی ﷺ کا تبلیغ کے لئے جانا
105	مسلمانوں کو ترک وطن کی اجازت مل گئی	94	سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا
105	ہجرت کی دشواریاں		سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا، ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ
107	ہجرت	95	کاراہ یاب ہونا
	آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لئے قریش کے	95	ضداد زوی رضی اللہ عنہ کی روئید قبول اسلام
107	سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس	96	معراج
108	نبی ﷺ کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق	99	طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا
108	انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الہی تدبیر	99	ابو زرقاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا
109	ایک لڑکی کی قوتِ ایمانی	100	اسبابِ ہجرت
109	غار کا قیام	101	وہ نبی ﷺ
109	غار سے روانگی	101	بیعت عقبہ اولیٰ
110	خیمہ ام معبد پر آنحضرت ﷺ کا آرام و قیام	101	بیعت کی شرطیں
111	حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ بزبان ام معبد	101	مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
112	نبوت کے تیرہ سال مکہ میں	102	بیعت عقبہ ثانیہ
112	سابقین و اولین کی شان	102	مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر اسید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا
113	اشاءِ راہ میں یریدہ رضی اللہ عنہ اور 70 اشخاص کا مسلمان ہونا	103	مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
124	دوسری وجہ	113	قبائیں پہنچنا
124	تیسری وجہ	114	خطبہ
125	مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر	116	مدینہ منورہ میں داخلہ
126	قریش کی تیسری سازش اور نبی ﷺ کے قتل کی تیاری	117	مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ
126	حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	118	یہود مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے
127	قریش کا تیسرا حملہ، غزوہ سوق یا قرقرۃ الکدر	118	عیسائیوں مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے
127	قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ احد		فصل اول 1
	فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی	120	استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ
128	خدمات میدان جنگ میں	121	گرد و نواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع
128	عورت کے دل میں شوہر کا درجہ	121	قریش نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا
128	مائی صفیہ رضی اللہ عنہا کا استقلال	122	مسلمانوں کی خلاف قریش کی پہلی سازش
128	انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا جوش و جان نثاری	122	دوسری سازش
129	جان توڑتے وقت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پیغام بجانب اہل اسلام	122	قریش مکہ کی دھمکی
129	عمارة بن زیاد رضی اللہ عنہ نے کس مزے سے جان دی	122	قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ
129	ابودجانہ، حظلہ، علی مرتضیٰ، طلحہ رضی اللہ عنہم کی شجاعت و مردانگی	123	لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین
129	بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال	123	اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی
130	رحمۃ للعالمین ﷺ کا درگزر، معافی اور ظالموں کیلئے دعا	123	حکم جہاد کی ضرورت
130	قریش کی چوتھی سازش اور دس واعظان اسلام کا مارا جانا	124	اجازت جہاد کا پہلا حکم
130	ضیب رضی اللہ عنہ و زید رضی اللہ عنہ قید میں	124	پہلی وجہ

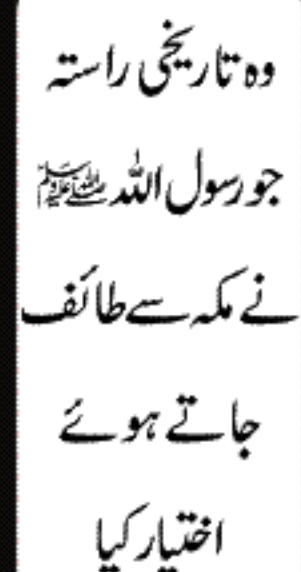


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	فصل	130	مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں
145	یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں	131	جان اور محبت رسول ﷺ کا موازنہ
145	یہودی کی پہلی شرارت بلوہ، قتل اور اخراج بنو قریظہ	132	ایک اور سازش اور ستر (70) معلمین اسلام کا قتل کیا جانا
145	یہودی کی دوسری شرارت، نبی ﷺ کے قتل کی سازش	132	قاتل کا مقتول کے آخری کلمہ پر اسلام لانا
145	یا جلاء بنو نضیر	133	قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ
146	یہودی کی تیسری سازش، ملک کی عام بغاوت اور اس کا انجام ”جنگ احزاب یا غزوہ خندق“	135	فوج کو ہدایت اور احکامِ رحم
148	بنو قریظہ کا انجام	137	حق بخمدار
	فصل		فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے
149	عیسائیوں سے جنگ	137	اسلام لانے والوں سے بیعت اور اس کی شرائط
149	داعی اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ	138	عورتوں سے مزید اقرار بیعت
150	جیشِ عسرت یا سفر تبوک	138	عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ
151	سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت		فتح مکہ کے نتائج، اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات
151	آپ ﷺ کا خطبہ	140	
154	ذوالجہادین رضی اللہ عنہ کی وفات	142	ہوازن وثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حنین
155	مخلص عرب کی تدفین میں نبی ﷺ کا اسوہ	144	بے نظیر فیاضی اور رحم
155	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان سخت طریق سے	144	دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت
		144	مخلصین کے اخلاص کا نمونہ



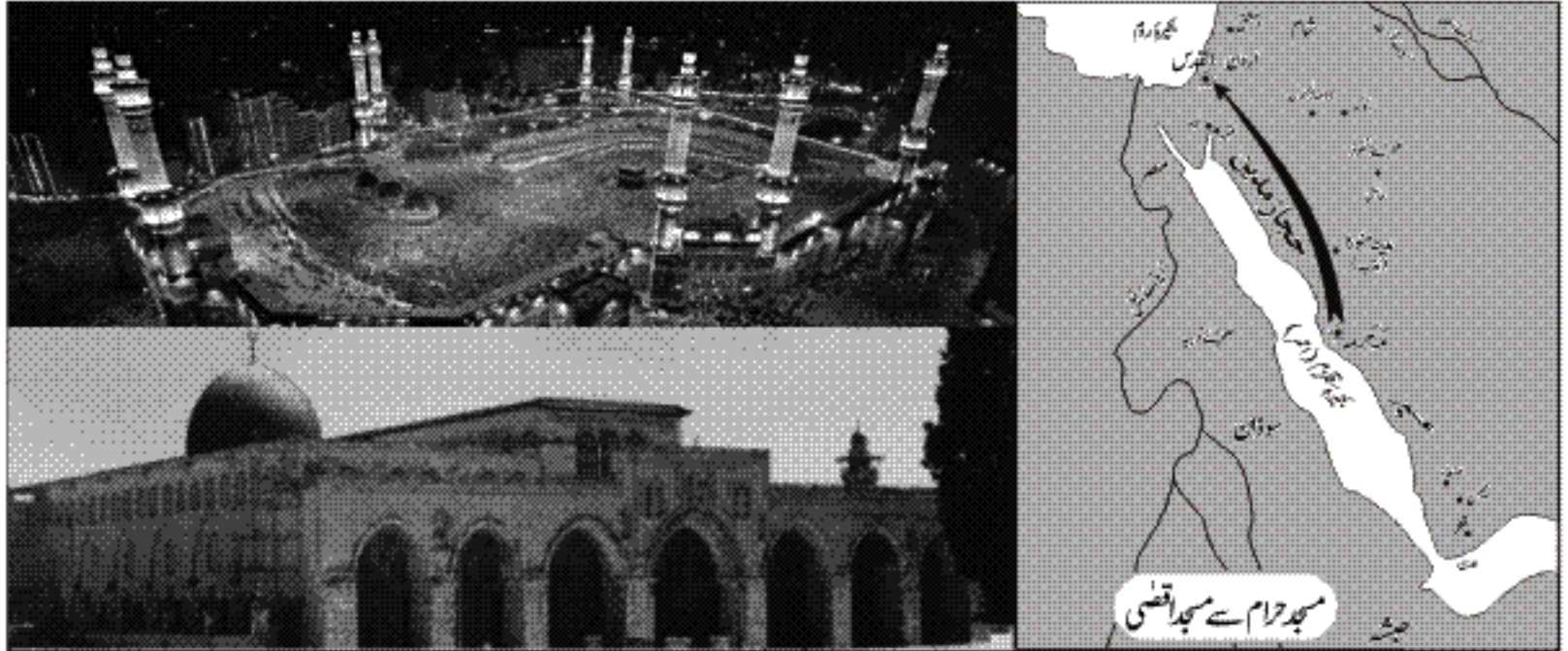
الصف

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
168	مقبوس کا جواب	157	کعب بن لؤی کے پاس والی غسان کا خط
169	ابوسفیان و ہرقل کے مابین گفتگو	157	کعب بن لؤی کا والی غسان کو جواب
171	کسریٰ (شاہ فارس) کو تبلیغ	158	خاتمہ حروب
171	گورنر یمن کا دستہ آپ ﷺ کی گرفتاری کیلئے	158	لاٹانی، فیاضی و رحمدلی
172	قتل خسرو کی آپ ﷺ کا باعلام الہی خبر دینا	158	مذہب اسلام میں جبر و اکراہ نہیں
172	چند والیان ملک کا مشرف باسلام ہونا	159	اسیران جنگ
	باب 3	159	اسیران جنگ اور اسلام
173	نبی ﷺ کے عہد میں اسلام کی اشاعت		باب 2
173	وفد دوس		مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کو.....
174	دعوت اسلام کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات	162	دعوت اسلام
174	وفد صداء	162	نبی ﷺ کا کل عالم کے لئے رسول ہونا
174	بے خبروں کو اسلام سیکھنے کی بہت ضرورت ہے	162	دعوت عامہ کی نظیر موجود نہ تھی
174	وفد ثقیف کا حال	163	بادشاہ حبش کے نام
176	قوم کی عزت کا سبق	165	شاہ بحرین کا اسلام
176	زنا حرام ہے	165	سفیر اسلام کی دربار عمان میں گفتگو
177	سود کا روپیہ لینا حرام ہے	167	بادشاہ عمان کا اسلام
177	شراب کا استعمال حرام ہے	168	گورنران دمشق و یمامہ کا انکار
179	وفد عبدالقیس کا حال	168	مبلغ اسلام کی دربار مصر میں تقریر



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
188	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ	180	وفد بنی حنیفہ
188	وفد مخارب	181	وفد طے کا بیان
189	اسلام سب پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے	181	وفد اشعریین کا حال
189	وفد غسان کا حال	181	وفد ازد کا حال
189	وفد بنی الحارث	181	ایمان کی حقیقت
189	مغلوب نہ ہونے کی باتیں	182	پانچ اور باتیں
189	وفد بنی عیش کا حال	182	فروہ بن عمرو الحبذلیؓ کی سفارت آنے کا ذکر
190	وفد عامہ کا بیان	183	وفد ہمدان
190	وفد بنی فزارہ	183	وفد طارق بن عبد اللہ
190	اللہ کسی کی سفارش نہیں کرتا	184	وفد نجیب
191	وفد سلامان	185	التماس دعا
191	وفد نجران	185	وفد بنی سعد ہذیم
192	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت	186	آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے
195	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں	186	وفد بنو اسد
197	وفد نضج کا بیان	186	وفد بہراء
197	چار خواب اور ان کی تعبیریں	187	طعام میں برکت
197	ایک خواب اور اس کی تعبیر	187	وفد عذرہ کا بیان
197	دوسرا خواب اور اس کی تعبیر	187	وفد خولان



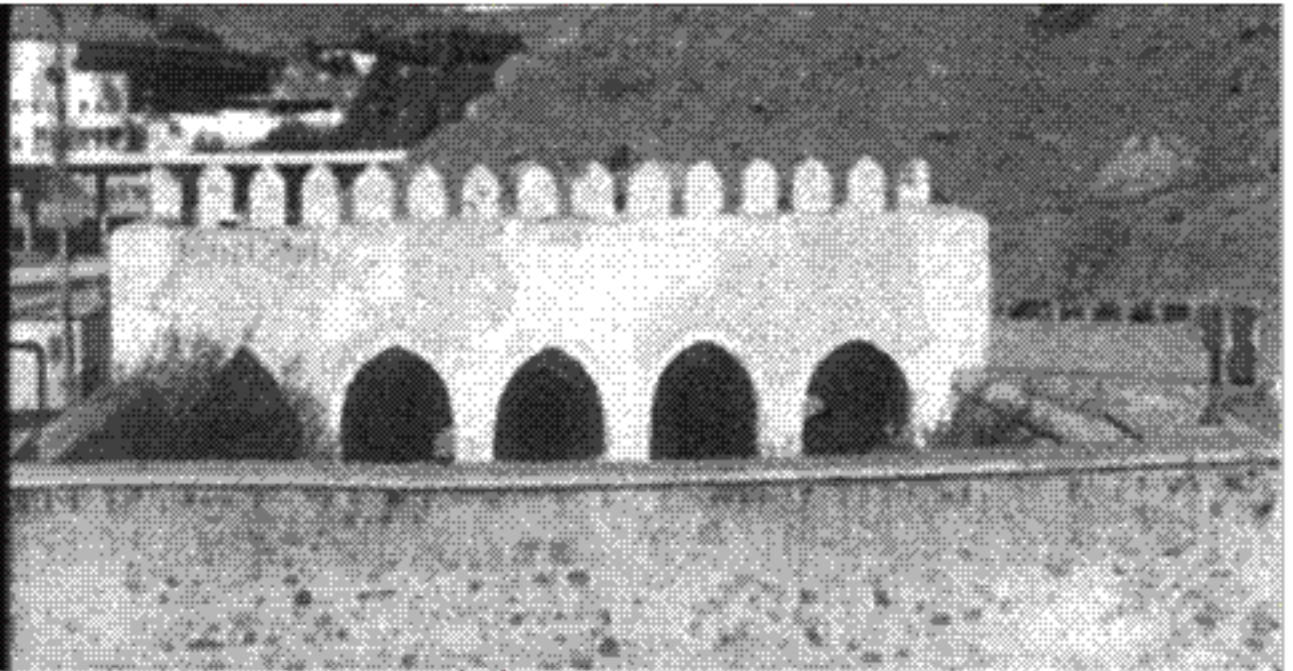


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	باب 5		
245	خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	227	حج کے فوائد عظیمہ
247	سکوت اور کلام	227	10 ہجری
247	ہنسارونا	227	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج
248	غذا کے متعلق ہدایت	230	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع
248	مرض اور مریض	237	خطبہ غدیر
248	طیب نادان	237	11ھ
249	عیادت بیمار	238	آغاز مرض
249	علاج	239	آخری ہفتہ
249	خطبہ خوانی	239	پانچ یوم قبل از رحلت
250	صدقہ و ہدیہ	240	چار یوم قبل از رحلت
250	اپنی تعریف	240	پنجشنبہ مغرب
250	اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح	240	پنجشنبہ عشاء
250	مصلحت عامہ کا لحاظ	240	دو یا ایک یوم قبل از رحلت
251	بشریت و رسالت	241	ایک یوم قبل از رحلت
251	بچوں پر شفقت	241	آخری دن
251	بوڑھوں پر عنایت	242	حالت نزع رواں
251	ارباب فضل کی قدر و منزلت	243	غسل و تکفین
		244	نماز جنازہ



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
259	اللہ کا حق بندوں پر بندوں کا حق اللہ پر	252	خادم کے لیے دعا
259	رحمت الہیہ کا بیان	252	ادب و تواضع
259	خدمت والدین	253	شفقت و رافت
259	نصرت باہمی	253	عدل و رحم
259	مسلمان کون ہے؟	254	اعداء پر رحم
259	ایمان کا کمال	254	جو دو کرم
260	شیرینی ایمان	255	شرم و حیا
260	پسندیدہ اعمال	255	صبر و حلم
260	اعمال شاقہ سے ممانعت	255	عفو و رحم
261	محنت کی تعریف مانگنے کی برائی	256	صدق و امانت
261	کن لوگوں پر رشک کرنا چاہئے؟	256	عفت و عصمت
261	بہترین اخلاق کی تعلیم	257	زہد
261	اخلاقِ رفیلہ سے نبی اور اخوت کا حکم	257	صنفِ ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور ان کی آسائش کا خیال
261	ہمسایہ اور مہمان کا حق	258	اسیرانِ جنگ کی خبر گیری
261	کلام اور خاموشی	258	مردانہ ورزشیں
262	نجات کے لیے رسول ﷺ کی ضمانت	258	تیرا فتنی
262	صبر و شکر کی تعلیم	258	گھوڑ دوڑ
262	پہلوان کون ہے؟	258	مردم شماری
262	منادیانِ اسلام کا فرض	259	تعلیماتِ رسالت

مکہ مکرمہ میں
عقبہ (گھاٹی)
کی مسجد جہاں
بیعت عقبہ
ہوئی

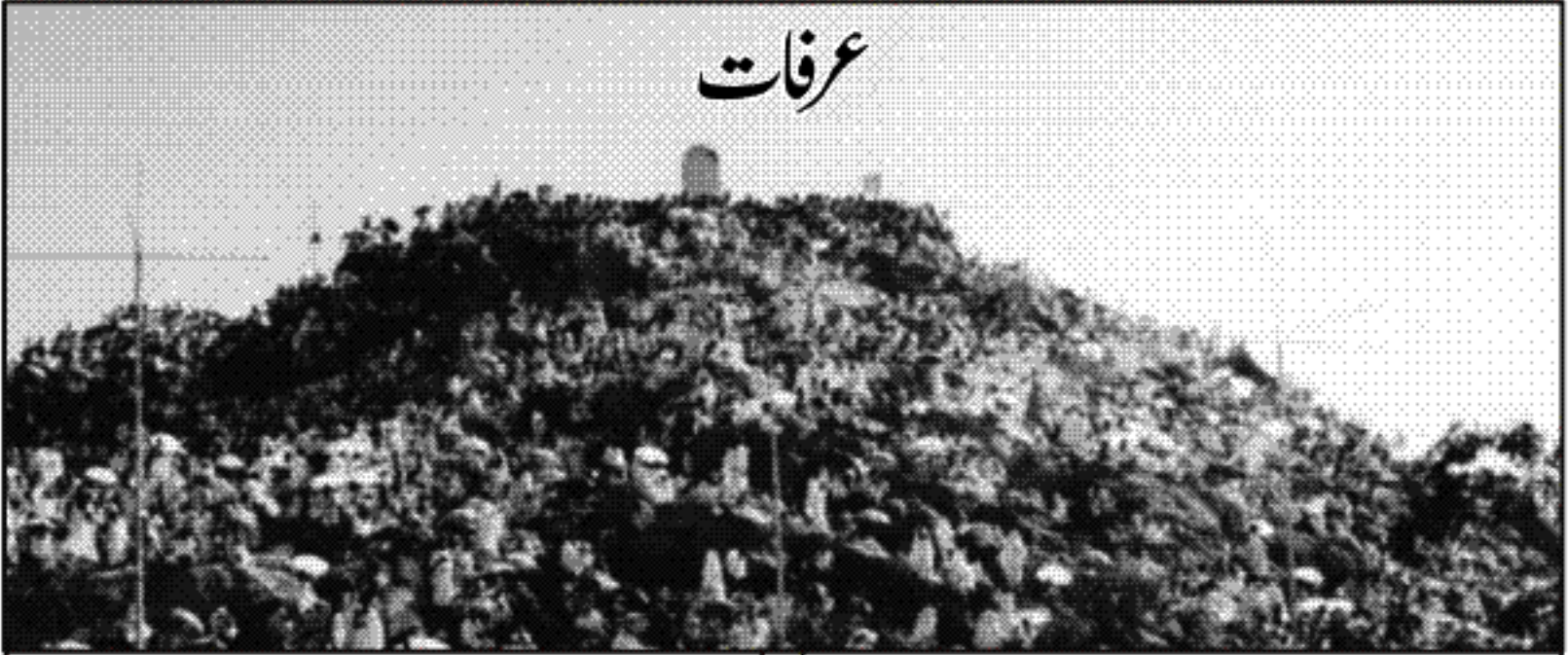


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
266	✽ وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت	262	✽ اثرِ محبت
266	✽ عورتوں کی مثال اور ان سے گزران کی ہدایت	262	✽ قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم
266	✽ عورت کا درجہ گھر میں	262	✽ درخت لگانے کا ثواب
266	✽ ماہر قرآن کا درجہ	263	✽ حیوانات سے ہمدردی کا حکم
266	✽ اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام	263	✽ لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر
267	✽ قرآن مجید	263	✽ لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر
268	✽ الہیات	263	✽ منافق کون؟
268	✽ ذاتِ الہی کا عرفان	263	✽ مہاجر کون؟
269	✽ سچے دین کی تعریف	264	✽ قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟
269	✽ بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟	264	✽ بادشاہ کی اطاعت کا حکم
269	✽ شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے	264	✽ سربراہِ وردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا
270	✽ نبی کے فرائض	264	✽ سربراہِ وردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے
	✽ اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت	265	✽ غیر مسلم زیرِ معاہدہ اقوام کی حفاظت
270	✽ کے بعد بھی	265	✽ زیست کا درجہ قدرِ زندگانی
270	✽ سنن الہیہ میں تبدیلی نہیں	265	✽ صحت اور فراخ دستی کا درجہ
271	✽ انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لئے مشربتی ہے	265	✽ ادائے قرضہ کی فضیلت
271	✽ صبر اور پرہیزگاری کا درجہ	265	✽ دولتِ مندی کی تعریف
271	✽ حکمت اور دانش کا درجہ	265	✽ مساواتِ عامہ
271	✽ صبر کا ثمرہ	266	✽ رحمِ عامہ



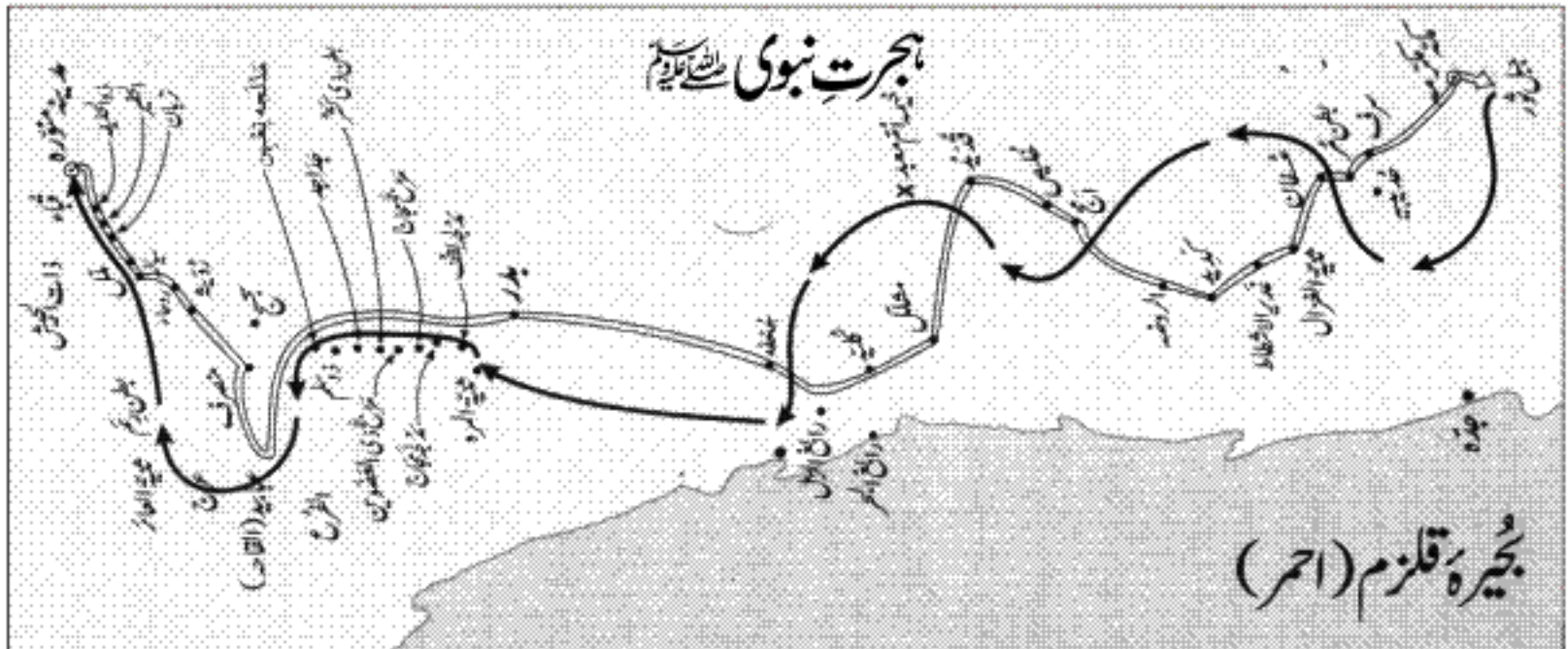
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
274	جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے	271	قطع طمع
274	ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا	272	دنوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا
275	تعلیم و تعلم	272	تہلکہ سے بچنا
	علم و حکمت کی باتوں کا سننا، ان پر غور کرنا،	272	افتر اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں
275	بہترین صورت کو اختیار کرنا	272	قطعی حرام چیزیں
275	غیر اقوام سے علم اخذ کرنا	272	اللہ کی عبادت الہی ہتسمہ ہے
275	نظام تبلیغ دین	272	تحریر و انشادانی کی تعریف
275	دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے	272	ارباب عقل و دانش کے لئے الہی نشانات
275	ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے	273	قسم کھانے کی ممانعت
276	تہذیب اخلاق	273	صلح کلی کی دعوت
276	جنس اناث کی تعریف	273	اصلاح باہمی کا حکم
276	میاں بیوی کی تعریف	273	عفو و درگزر کی تعلیم
276	میاں بیوی کے حقوق	273	سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے
276	کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں	274	سلطنت کے اصول
277	بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں	274	حاکمان عدالت کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے
	بروہ بحر پر تسلط کرنے بہترین و پاکیزہ اصول	274	نقض امن کی ممانعت
277	پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے	274	ظلم باعث زوال ہے
277	انسان کا اشرف ہونا ہی روضہ شرک کی دلیل ہے	274	نیکو کاری باعث قیام ہے

عرفات



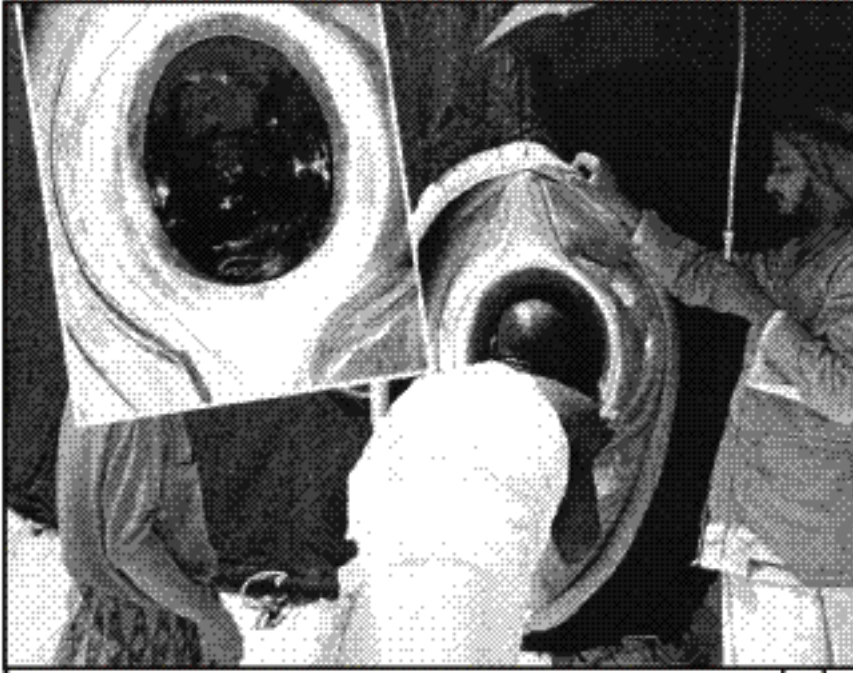
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
278	لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں	277	انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہئے
279	سیاست مدن کا قیام اور انتظام	277	دیکھنے والے کے لئے ہر چیز میں ایک نشان ہے
279	مساوات حقوق کا تاکید حکم، عدل کی تاکید	277	سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے
279	بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے	277	اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے
279	اخوت کی بنیاد	278	حرام چیزیں طیب نہیں، طیب چیزیں حرام نہیں
280	مال کی تعریف، دولت، قیام قومی کا سبب ہے	278	حلال طیب چیزوں کا ترک استعمال شیطانی ہے
280	فقر و تنگ دستی کی برائی	278	بصیرت اور ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے
280	اسراف کی برائی، بخل کا نہ ہونا بڑی بہبودی ہے	278	ایمان ہی کے ذریعہ سے ہر ایک اعلیٰ منزل پاسکتے ہیں
280	میانہ روی، رحمان کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے	278	تمدن
280	بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے		چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا، لوازم حیات میں
280	اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کیلئے ہیں؟	278	انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کار بند ہونا
282	قصیدہ در نعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم	278	موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں





فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد دوم

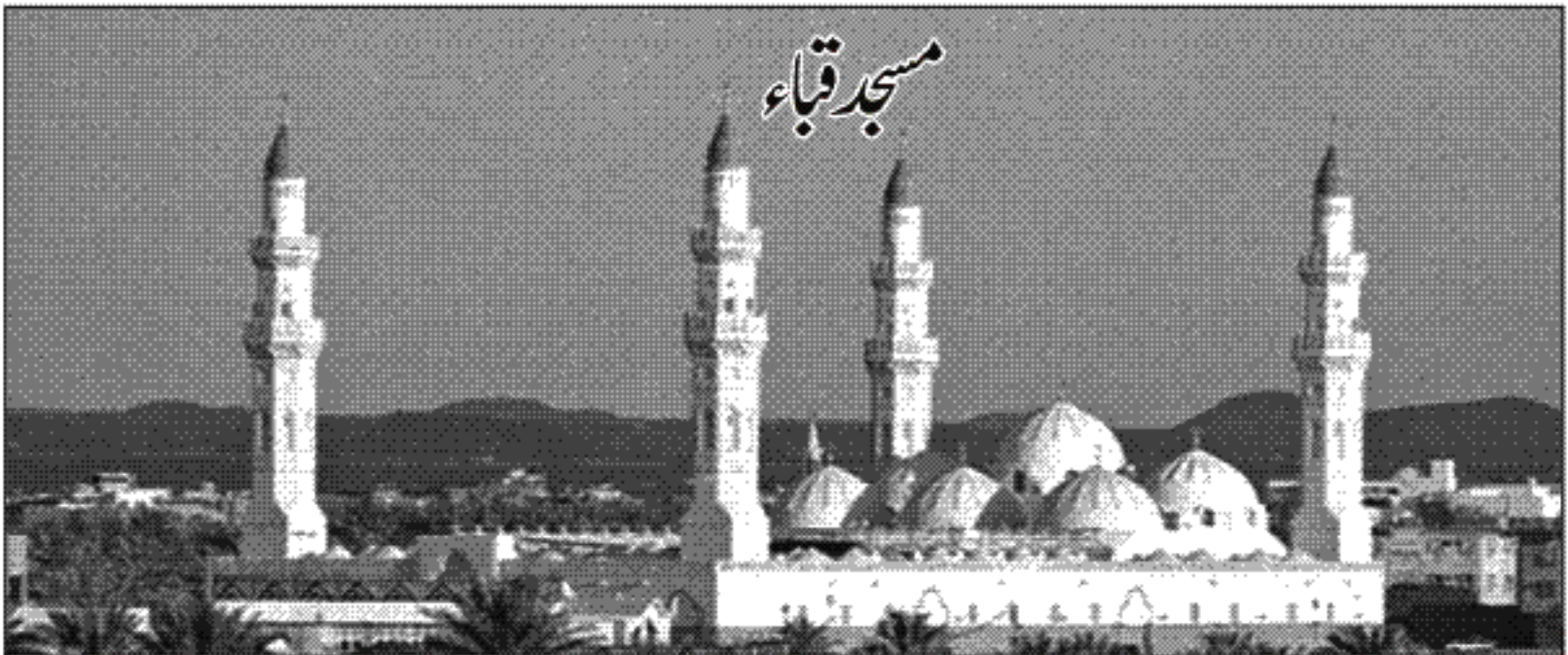
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
301	حصہ سوم: از داؤد علیہ السلام تا ابراہیم علیہ السلام	287	تمہید از مصنف
303	فصل دوم: اشہر المشاہیر کے حالات		باب 1
303	حضرت آدم علیہ السلام	289	النسب
303	حضرت نوح علیہ السلام	289	فصل اول: شجرہ طیبہ
304	فرزندان نوح علیہ السلام کی شاخیں		حصہ اول: از عبد اللہ تا عدنان کا بیان
305	سام کا حال اور سامی زبانوں پر بحث	289	ایسا شجرہ نسب تمام دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے
306	حضرت ابراہیم علیہ السلام	289	حصہ دوم: فوق عدنان روایت کرنے کا جواز
307	ام المسلمین ہاجرہ علیہا السلام (حرہ یا ائمہ کی بحث)		حصہ سوم: آدم علیہ السلام سے تارہ تک کی اعمار اور بائبل کے
311	حضرت اسمعیل علیہ السلام (ذبح اللہ کون تھا؟)	290	بیان پر بحث
314	بائبل میں اسحاق و اسمعیل علیہما السلام کے فضائل	290	شجرہ از عبد اللہ تک عدنان 21 پشت
315	اقوام اسماعیلی	294	شجرہ از او د تا قید از 22 تا 60 پشت
317	عدنان	296	شجرہ از اسماعیل علیہ السلام تا آدم علیہ السلام از 61 تا 80 پشت
317	معد	297	یسوع مسیح کا شجرہ
318	نزار (اسکی اولاد کا شجرہ، امام احمد رضا علیہ السلام کا نسب)	298	حصہ اول: لوقا ومتی کا مقابلہ از یوسف تا زرو بابل
318	مضر	299	حصہ دوم: لوقا ومتی و بائبل کا مقابلہ از سلاقی ایل تا داؤد
318	الیاس	301	نتیجہ



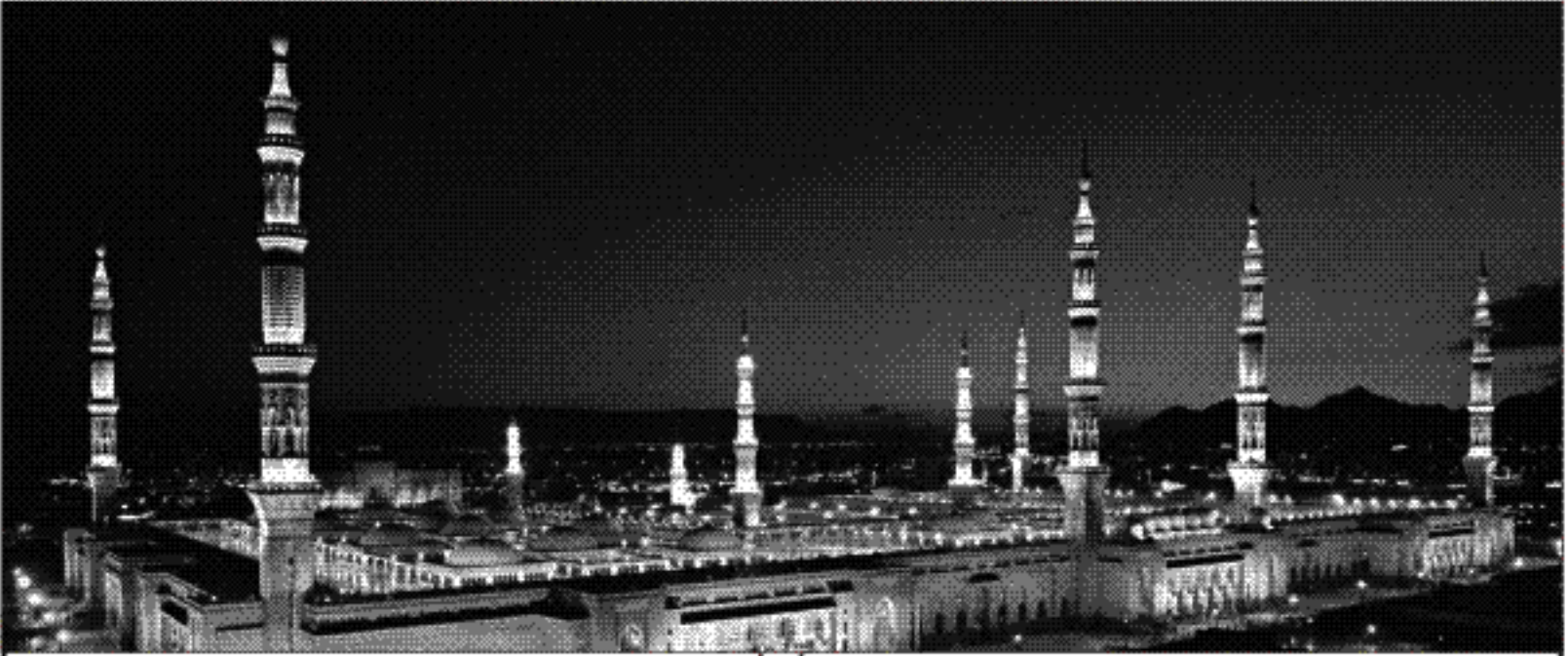
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
330	عبدال مطلب	319	مدرکہ
331	نقشہ اولاد عبدال مطلب	319	خزیمہ
332	حارث عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد	319	کنانہ (حدیث صحیح مسلم)
333	ابوسفیان مغیرہ ابن عم النبی ﷺ	320	نضر
333	ابوسفیان کے اشعار بروفات رسول ﷺ	320	مالک
334	ابوطالب عم النبی ﷺ اور ان کے فرزند ان و دختران	321	فہر (لفظ قریش کی وجہ تسمیہ)
335	عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	321	غالب
335	جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	321	لوی
336	سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور علوی فرزند	322	کعب (ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب)
	وفات علی رضی اللہ عنہ پر بکر بن حماد کے اشعار فاطمہ	322	مرہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نسب)
337	(والدہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	323	کلاب (سعد رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، سیدہ آمنہ کا نسب)
338	اولاد علی کا نقشہ مع اسماء زوجات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	323	قُصَی (بیت اللہ پر قبضہ اقوام - قصی کے اصول حکومت)
339	عباس علمدار اور ان کی اولاد کا شجرہ	324	شجرہ اولاد قصی
340	عمر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	324	عبد مناف (اشعار مدحیہ عبد مناف و شجرہ اولاد عبد مناف)
340	ابوالقاسم محمد بن علی و اولاد محمد بن الحنفیہ کا شجرہ	326	زکوٰۃ
341	ابوبکر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	327	غنیمت فے کی بحث آیات تقسیم
341	ام ہانی دختر ابی طالب	328	نقشہ (احکام تقسیم صدقات غنیمت، فے مع آیات قرآن مجید)
342	جمانہ دختر ابی طالب	329	ہاشم
342	حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ	330	نقشہ اولاد ہاشم



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
353	❦ ابناء النبی ﷺ		❦ دختر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حضانت پر زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور
353	❦ قاسم بن محمد النبی ﷺ	343	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دعاوی
353	❦ عبد اللہ (طیب و طاہر)	344	❦ ابولہب بن عبد المطلب اور اس کی اولاد
353	❦ ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ	344	❦ عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد
356	❦ جدول کسوف شمس	347	❦ زبیر عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد
	❦ بنات النبی ﷺ، بنت رسول اللہ ﷺ اور	347	❦ عمات النبی ﷺ
357	ان کی اولاد	347	❦ بیضاء عمۃ النبی ﷺ
358	❦ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	347	❦ امیمہ عمۃ النبی ﷺ
361	❦ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ (عبد اللہ سبط رسول اللہ ﷺ)	348	❦ عائکہ عمۃ النبی ﷺ (اس کا خواب)
362	❦ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ	348	❦ صفیہ عمۃ النبی ﷺ (قوت ایمانیہ صفیہ رضی اللہ عنہا)
363	❦ سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ	348	❦ برۃ عمۃ النبی ﷺ
363	❦ ولادت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخوں میں اختلاف (حاشیہ)	348	❦ ارویٰ عمۃ النبی ﷺ (ارویٰ کے اشعار)
366	❦ مرویات سیدہ رضی اللہ عنہا	349	❦ سردار عبد اللہ والد النبی ﷺ (ان کے ذبح کا قصہ)
367	❦ ابنائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	349	❦ ابوطالب کے اشعار
367	❦ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	350	❦ سیدہ آمنہ اور ان کا شجرہ نسب
370	❦ اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ	351	❦ سیدہ آمنہ کے اشعار و عاصیہ بشأن نبی ﷺ
371	❦ حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہ	352	❦ سیدہ آمنہ کے اشعار و وفات شوہر پر
371	❦ حضرت حسن ثنیٰ بن حسن رضی اللہ عنہ		فصل
371	❦ (سید الشیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا نسب)	353	❦ آل النبی ﷺ



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
377	حضرت حسن عسکری علیہ السلام	372	حضرت امام حسین علیہ السلام
	❖ باب 2 ❖	373	حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اشعار
378	امہات المؤمنین (از واج النبی ﷺ)	373	اہلبیت امام حسین علیہ السلام کے اشعار بر شہادت امام حسین علیہ السلام
378	ایشیاء کے مشہور مذاہب	374	اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام
379	منہاج نبوت اور تعداد زوجات	374	حضرت زین العابدین علیہ السلام اور ان کی اولاد
380	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویاں (3)	374	عبداللہ الباہر بن زین العابدین علیہ السلام
380	حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیویاں (4)	375	زید شہید بن زین العابدین علیہ السلام
380	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیویاں (4)	375	عمر الاشرف بن زین العابدین علیہ السلام
380	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیبیوں کا جواز	375	حسین الاصغر بن زین العابدین علیہ السلام
381	حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں (9) اور دیگر ازواج و حرم	375	علی الاصغر علیہ السلام
381	حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویاں (1000)	375	حضرت امام باقر علیہ السلام (صحیح مسلم میں ان کی ایک عجیب حدیث)
383	فصل اول: نبی ﷺ اور کثرت زوجات اور مصالح نکاح		حضرت جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے پانچ
383	نکاح ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا	376	فرزند جن سے نسل جاری ہے
384	نکاح ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا اور امن عام		حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ان کے دس فرزند
384	ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد	376	جن سے نسل جاری ہے
384	ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے دینی فوائد	376	حضرت علی الرضاء علیہ السلام
385	فصل دوم: ازواج النبی ﷺ کے فضائل	377	حضرت محمد الجواد علیہ السلام، ان کے فرزندوں کی نسل
392	فصل سوم: ازواج کے ساتھ نبی ﷺ کا حسن سلوک	377	حضرت علی النقی علیہ السلام
	فصل چہارم: ازواج النبی ﷺ کا نسب میں نبی ﷺ	377	حضرت ابو عبد اللہ جعفر کذاب

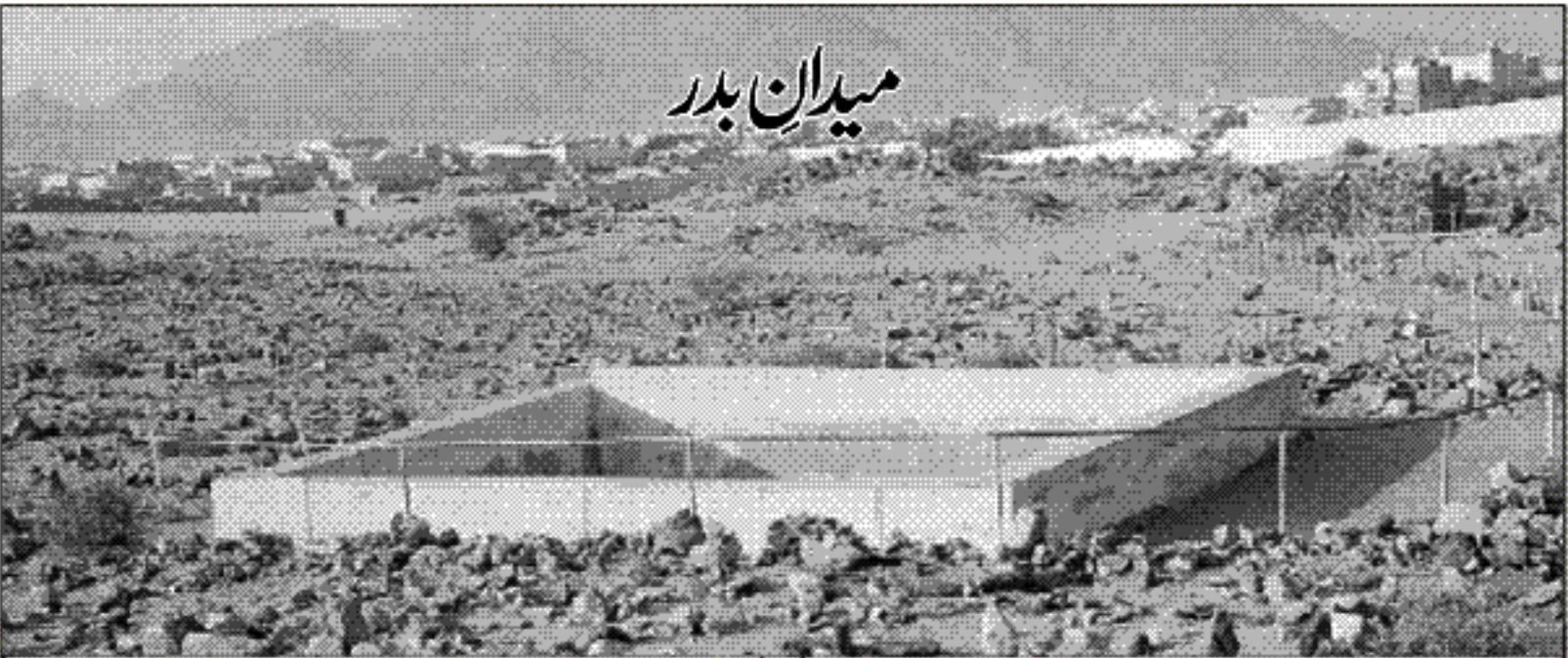


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
409	ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح	394	سے اتصال مع نقشہ
410	ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	395	فصل پنجم: امہات المؤمنین کے جداگانہ حالات
411	احادیث سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	395	ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
412	اقارب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	397	فرزندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
	خواجہ فرید شکر گنج رضی اللہ عنہ، مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ،	398	اقارب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
	حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ، شاہ ابوالخیر رضی اللہ عنہ،	398	ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا و اقارب سیدہ رضی اللہ عنہا
412	حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کا نسب	398	ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
412	ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	398	(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر حال)
412	ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	400	الشیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کا نسب (حاشیہ)
413	اقارب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	400	محبت کا امتحان
414	مرویات سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	401	فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
415	ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	404	مسئلہ فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
415	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر (نسب عالی)	404	احادیث مرویہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
415	ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے	405	جہاد فی سبیل اللہ
416	رسم تنہیت کے کڑے پھل (خرابیاں)	405	اشعار حسان رضی اللہ عنہا مدح صدیقہ رضی اللہ عنہا
417	خاوند بیوی کا رشتہ	406	امومت امت
418	جواز تنہیت اور تاویل	406	ایک لغزش
418	عیسائی اس قصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟	408	اقارب سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
455	غزوات و سرایا کی تقسیم بلحاظ مقاصد	419	اقارب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
457	فریق ثانی (قبائل)	422	خواہران ام المؤمنین رضی اللہ عنہا
458	قبائل کے باہمی تعلقات قرابت	422	ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
459	قبائل کی شرکت جنگ کی تاریخ نقصانات جنگ ہر دو فریق	423	مرویات سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
461	اسیران غزوات کا انجام	423	اقارب سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
462	یورپ کی جنگ عظیم اور ہلاکت نفوس	423	ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
462	مذہبی لڑائیاں اور اتلاف نفوس	424	خطبہ نکاح
	فہرست ان صحابہ پاک کی جو نبی ﷺ کے عہد مبارک	424	مرویات سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
464	میں شہید ہوئے	425	اقارب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
	❖ باب 4 ❖	425	ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا
481	اساطیر کے معنی	426	ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
	پادریوں کے اعتراض قرآن اور مبلغ قرآن پر اور	427	مرویات سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
481	اس مضمون کا سیرت سے تعلق	428	نقشہ متعلق احوال ازواج النبی ﷺ
481	حضرت آدم علیہ السلام، ان کا نسیان		❖ باب 3 ❖
482	قائِن و ہابیل فرزند ان آدم علیہ السلام	429	غزوات و سرایا
483	حضرت نوح علیہ السلام	431	نقشہ جس میں 82 غزوات و سرایا کا ذکر ہے
484	حضرت ابراہیم علیہ السلام	450	جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت النبی ﷺ
486	حضرت لوط علیہ السلام	453	غزوات و سرایا کی صراحت کہ وہ سب لڑائیاں ہی نہیں

میدان بدر

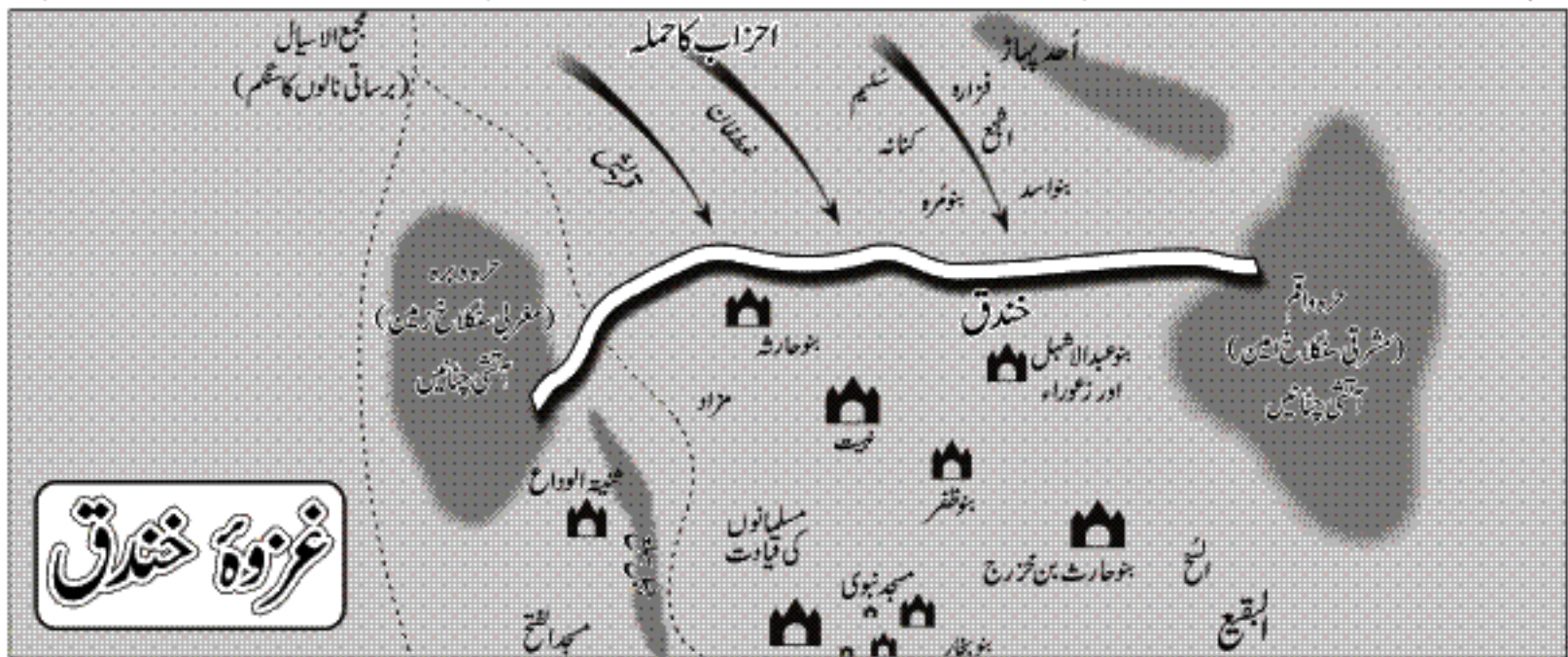


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
501	✽ اور یس علیہ السلام	486	✽ حضرت اسحاق علیہ السلام
501	✽ صدق اور یس علیہ السلام و صدق محمد ﷺ	487	✽ حضرت یعقوب علیہ السلام
501	✽ رفعت مکان اور یس علیہ السلام و رفعت ذکر محمد ﷺ	488	✽ حضرت یوسف علیہ السلام
501	✽ الیاس علیہ السلام اور اور یس علیہ السلام واحد شخص کے نام ہیں	490	✽ حضرت موسیٰ علیہ السلام
502	✽ بعل بت اور لات و مناتہ و عزی	494	✽ حضرت داؤد علیہ السلام
502	✽ نوح علیہ السلام	494	✽ حضرت سلیمان علیہ السلام
502	✽ انبیاء اولوالعزم کے اسماء اور نبی ﷺ کا تقدم	495	✽ حضرت ایوب علیہ السلام
503	✽ نبوت نوح علیہ السلام اور نبوت محمد ﷺ کی وسعت	496	✽ حضرت زکریا علیہ السلام
503	✽ نوح علیہ السلام اور محمد ﷺ کی جانب سے عدم اطراء و غرباء	497	✽ حضرت یحییٰ علیہ السلام
503	✽ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کی سلامتی و برکات	497	✽ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام
503	✽ امت محمدیہ اور صلوٰۃ و تطہیر و اتمام نعمت		✽ باب 4 ✽
504	✽ حضرت ہود علیہ السلام	498	✽ افضلیت سید المرسلین ﷺ (تخیر و فضیلت)
504	✽ ہود علیہ السلام اور محمد ﷺ کی بشریت	499	✽ آدم علیہ السلام
504	✽ مؤمنین عہد ہود و عہد نبوی ﷺ	499	✽ تعلم آدم علیہ السلام و تعلیم محمد ﷺ
504	✽ حضرت ہود علیہ السلام اور محمد ﷺ کا جواب	499	✽ نسیان آدم علیہ السلام، عدم نسیان محمد ﷺ
505	✽ صالح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے مواعظ کے مضامین	500	✽ کلمات بر آدم علیہ السلام و کلمات بر محمد ﷺ
505	✽ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام	500	✽ شجر آدم علیہ السلام و شجر محمد ﷺ
506	✽ اطفائے نار بر ابراہیم علیہ السلام و محمد ﷺ	500	✽ سجدہ بر آدم علیہ السلام و صلوات بر محمد ﷺ

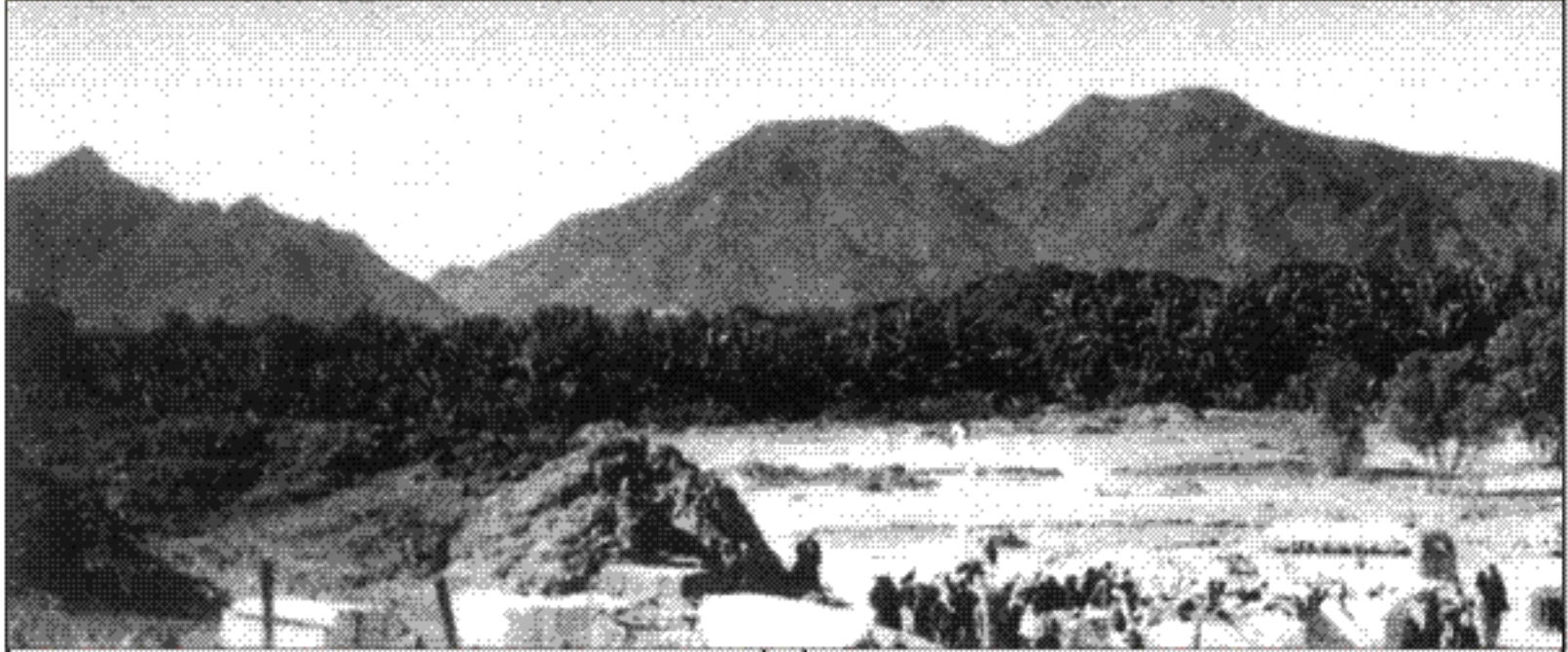
جبل اُحد



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
510	حضرت یعقوب علیہ السلام	506	تعمیر کعبہ وقلب جہت کعبہ
	حضرت یعقوب علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ تو حید یاس از	506	بت شکنی و بطلان صنم پرستی
510	رحمت کے خلاف یعقوب علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم	506	اذان برائے حج و فرضیت حج
	استغفار یعقوب علیہ السلام برائے فرزند ان واستغفار		ابراہیم علیہ السلام کا بغض اللہ کی صفت میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
511	محمد صلی اللہ علیہ وسلم برائے عاصیان	506	کالحب فی اللہ کی صفت میں اسوہ حسنہ ہونا
511	درود شریف کی فضیلت	507	ابراہیم علیہ السلام کا اوادہ حلیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک خلق عظیم ہونا
511	حضرت یوسف علیہ السلام	507	ابراہیم علیہ السلام کی دلیل بر قدرت الہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی براہیاء موتی
512	خواب یوسف علیہ السلام و خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم	508	حضرت لوط علیہ السلام
512	امراة العزیز اور امراة زیدری اللہ	508	قوم کی جانب سے اخراج لوط علیہ السلام و اخراج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دھمکیاں
	یوسف علیہ السلام کے قتل و اخراج اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قید، قتل	508	قوم لوط علیہ السلام کا عمل برخباثت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریم خباثت
512	اور اخراج کے مشورے	508	لوط علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کے لئے فرشتوں کا نزول
	قطب میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی	509	حضرت اسماعیل علیہ السلام
512	امداد برائے غرباء	509	صدق وعدہ اسماعیل علیہ السلام و تصدیق وعدہ نبوی
513	حضرت شعیب علیہ السلام	509	اسماعیل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح اہل بیت
513	شعیب علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کیل و وزن پر	509	طہارت بیت اللہ اور بیت اللہ کا قبلہ ہونا
513	اخراج امت شعیب علیہ السلام و اخراج مہاجرین بنی النضر	509	حضرت اسحاق علیہ السلام
513	انکار از فہم تعلیم شعیب علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم		حضرت اسحاق علیہ السلام کا فرزند بشارت ہونا اور
514	سودور باصلوۃ ایمان بعہد شعیب علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	509	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرزند بشارت ہونا



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
519	فقیہ موسیٰ علیہ السلام اور زید بن النضر کا ہم صفت ہونا	514	حضرت موسیٰ علیہ السلام
520	حضرت الیسع علیہ السلام	514	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یتیم ہونے کا گمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یتیم ہونا
520	خیریت الیسع علیہ السلام امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	514	موسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالفین میں سے سلامت نکلنا
521	حضرت داؤد علیہ السلام	515	دختر شعیب علیہ السلام اور خدیجہ الکبریٰ فیہما
521	علم داؤد علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	515	تجلی بر موسیٰ علیہ السلام و معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
521	فضیلت داؤد علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	516	تغاقب فرعون کے وقت کلام موسیٰ علیہ السلام
522	ارض موعود پر خلافت مومنین محمدیہ تلمین حدید و تلمین قلوب	516	تغاقب قریش کے وقت حدیث نبوی علیہ السلام
523	حضرت سلیمان علیہ السلام	516	جس کی روایت قرآن میں ہے
523	سلیمان علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غنی	517	تخلف بنی اسرائیل و تخلف اعراب از جہاد بعہد کلیسیا و نبوی اور نتائج انجام اعدائے موسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم
523	ریح السلیمان علیہ السلام و ریحاً و جنوداً محمد صلی اللہ علیہ وسلم	518	شرح صدر موسوی و محمدی
523	حضرت سلیمان علیہ السلام اور جن و انس و طیر	518	وزارت موسیٰ علیہ السلام و رفع وزر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
523	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ مخلوقات	518	رضا پر موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات
525	حضرت یونس علیہ السلام	519	حضرت ہارون علیہ السلام
525	یونس علیہ السلام اور شکم حوت	519	حضرت ہارون علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امام نماز ہونا
525	محمد علیہ السلام اور بطن غار	519	فصاحت ہارون علیہ السلام و فصاحت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
526	تسبیح یونس علیہ السلام و تقدیس محمد صلی اللہ علیہ وسلم	519	جوامع الکلم
526	حضرت ایوب علیہ السلام		
526	صبر ایوب علیہ السلام و صبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم		

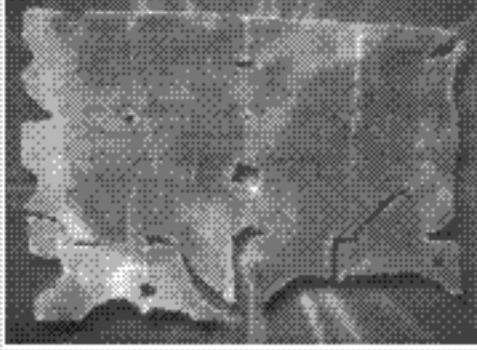


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
532	حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام	527	عبدیت ایوب علیہ السلام اور محمد ﷺ
532	جدہ مسیح علیہ السلام اور نبی ﷺ کی دعا و استعاذہ	527	ایوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کا راجع الی اللہ ہونا
532	مریم علیہ السلام و مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے ماویٰ کا ذکر	528	حضرت زکریا علیہ السلام
533	مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کی عبدیت اور اتیاء کتاب	528	رحمت بر زکریا علیہ السلام و رحمت بر محمد ﷺ
533	مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ اور برکت	528	دعا زکریا علیہ السلام و التجا محمد ﷺ
533	مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کو حکم عبادت تا حیات	528	حضرت یحییٰ علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام کا دعائے زکریا ہونا اور
533	عیسیٰ علیہ السلام اور تائید روح القدس اور محمد ﷺ اور تائید جنود الہی	529	محمد ﷺ کا دعائے ابراہیم ہونا
534	عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مقصد بشارت نبوی ﷺ تھا	529	حضرت یحییٰ علیہ السلام مصدق بکلمۃ اللہ تھے اور محمد ﷺ
535	اسم پاک احمد ﷺ پر احادیث نبوی	529	مصدق لِمَا بَیْنَ يَدَيْهِ
536	اسم پاک احمد ﷺ پر اشعار عرب	530	یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کا سید ہونا
536	قبل از بعثت	530	یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کا حضور ہونا
536	اسم پاک احمد پر حضرت حسان بن علیؓ و کعب بن علیؓ کے اشعار	530	یحییٰ علیہ السلام کو نبی فرمایا گیا اور
537	حیات نبوی ﷺ	531	محمد رسول اللہ ﷺ کو 33 بار نبی کہا گیا
537	صحابہ رضی اللہ عنہم اور علی مرتضیٰ وسیدہ فاطمہ کے اشعار اسم	531	یحییٰ علیہ السلام کا اخذ کتاب
538	پاک احمد ﷺ پر بعد از وفات نبوی ﷺ	531	نبی ﷺ کا تعلیم الکتاب
538	نبی کریم ﷺ سے پیشتر کسی شخص کا اسم احمد ﷺ	531	یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کی نرم خوئی
539	سے موسوم نہ کرنا	531	یحییٰ علیہ السلام و محمد ﷺ اور زکوٰۃ و ترک
539	بعد از نبی ﷺ اکثر اکابر امت کا اس نام سے موسوم	531	یحییٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ اور صفت تقویٰ
539	ہونا اور 53 مشہور اسماء کی فہرست نبی کریم ﷺ کی شاہد ہیں	532	احسان للوالدین

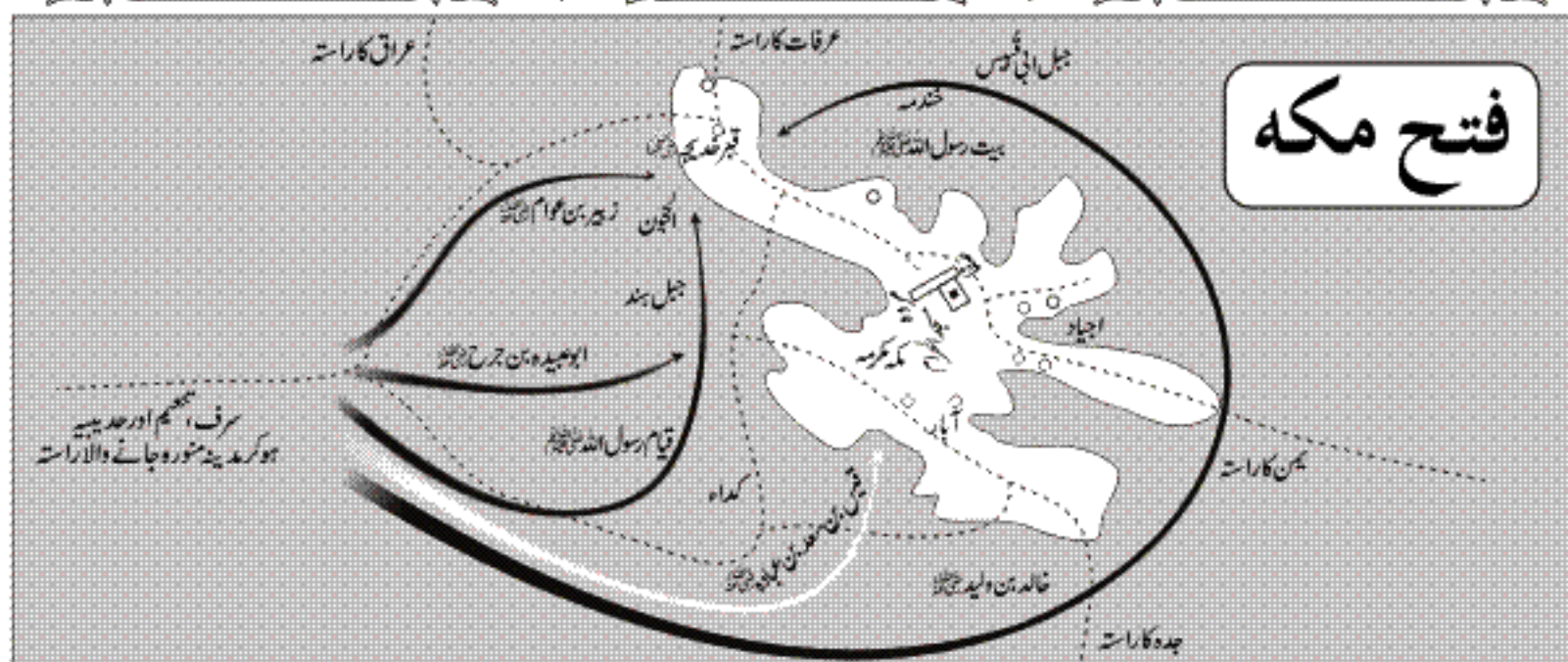


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
555	رحمۃ للعالمین ﷺ جنگ میں بھی رحیمانہ اصول قائم فرماتا ہے	542	نبی ﷺ شاہد ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم والدین کی اطاعت پر	543	نبی ﷺ مبشر و نذیر ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ نے معافی کی فلاسفی ظاہر فرمائی	544	نبی ﷺ داعیاً الی اللہ باذنہ ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ نے زنا کی برائی پر کیسی دلیل پیش کی	546	نبی کریم ﷺ سراجاً منیراً ہیں
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم حرمت شراب و قمار پر		باب 6
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت کا عالم کے لئے عام ہونا	548	رحمۃ للعالمین ﷺ
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت اور رافت کا خاص کیلئے خاص ہونا	548	قرآن مجید میں للعالمین کا لفظ کس کس کے لئے ہے؟
	باب 7	549	نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا قومی امتیازات سے بالاتر ہونا
558	حب النبی ﷺ	550	نبی کریم ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا
558	لفظ عشق کا استعمال قرآن وحدیث میں نہیں ہوا		نبی ﷺ کی رحمت مختلف اقوام پر و نبی کریم ﷺ کی
558	عشق کے لغوی معنی، محبت اور عشق میں فرق	550	رحمت مختلف طبقات پر
559	محبت کی صفت	551	نبی کریم ﷺ کی رحمت یہود پر
561	جو دو سخائے نبوی ﷺ	552	نبی کریم ﷺ کی رحمت عیسائیوں پر
562	عدل و انصاف	553	رحمۃ للعالمین ﷺ اخوت کی تعلیم دیتا ہے
563	نجدت و شجاعت	553	رحمۃ للعالمین ﷺ خالص انصاف کا حکم دیتا ہے
564	تواضع	553	رحمۃ للعالمین ﷺ شہادت کی توثیق فرماتا ہے
565	حیاء	554	رحمۃ للعالمین ﷺ نبوی کا درجہ اور حقوق بتاتا ہے
		554	رحمۃ للعالمین ﷺ انسان کی جان کی قدر و قیمت کا اندازہ ظاہر کرتا ہے

نبی کریم ﷺ کے خطوط کے عکس

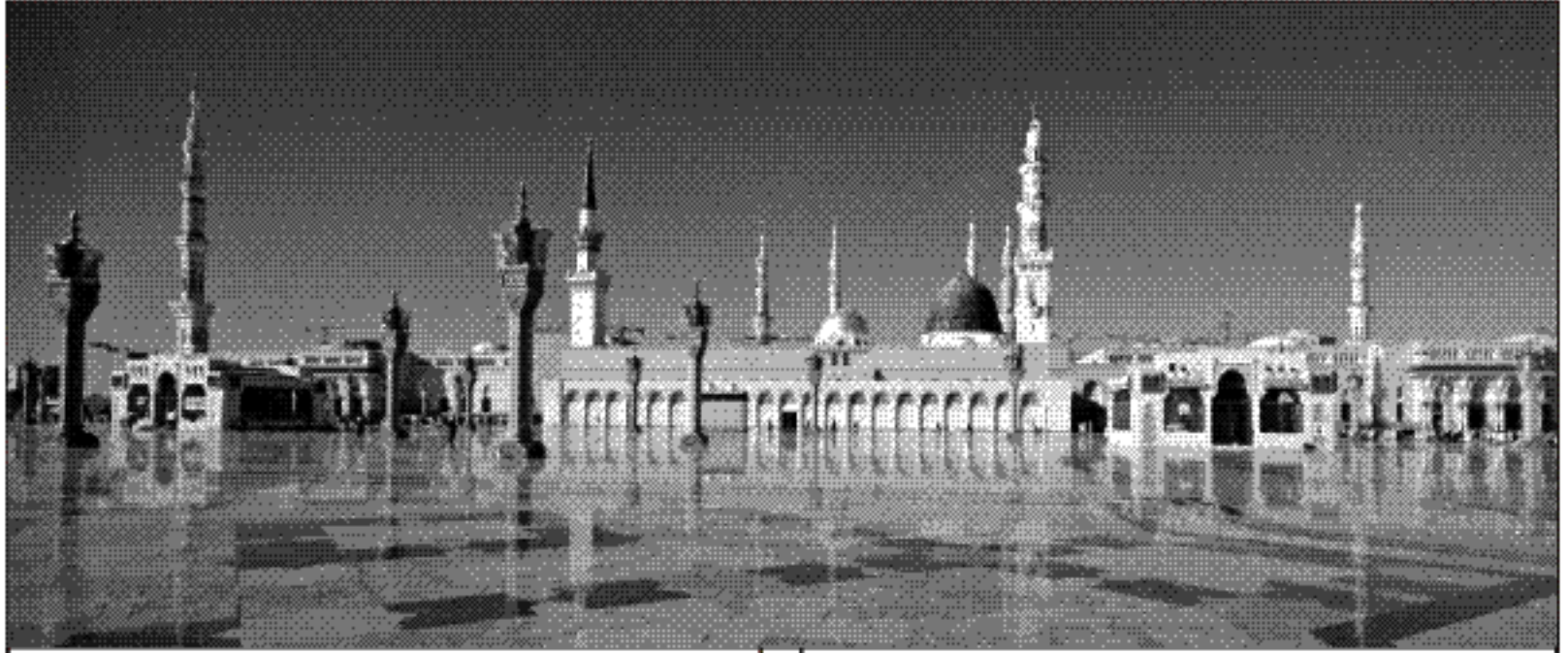


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
572	جذباتِ محبت	565	شفقت و رافت
575	کن بزرگوں کی محبت عین محبت نبوی ﷺ ہے	566	عفو و کرم
576	دعائے محبت	567	زہد فی الدنیا
	باب ششم	569	طریقہ نبوی کی جامع حدیث
577	لَتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ	569	عام اخلاق
	دنیا کے مشہور سنین کی تاریخیں اور ہر ایک تاریخ کا سنہ	571	محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بابت عروہ بن مسعود کا بیان
577	ہجری سے تطابق	571	محبت نبوی ﷺ پر زید کا حلفیہ بیان
578	جدول آغاز مشہور سنین نبوت ﷺ	571	عبید اللہ بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ اور محبت نبوی ﷺ
593	قصیدہ در حمدِ باری تعالیٰ	572	ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کی محبت
		572	انس و عثمان وغنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور محبت نبوی ﷺ



فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد سوم

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
635	خصوصیت نمبر 15	599	مقدمہ مولانا سید سلیمان ندوی علیہ السلام
640	خصوصیت نمبر 16	602	تمہید از مصنف
643	خصوصیت نمبر 17		❀ ❀ باب 1 ❀ ❀
643	عرب	603	خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم
646	یہود	603	خصوصیت نمبر 1
647	نصاری	607	خصوصیت نمبر 2
649	ہندو اقوام	608	خصوصیت نمبر 3
650	مجوس	609	خصوصیت نمبر 4
651	خصوصیت نمبر 18	611	خصوصیت نمبر 5
652	خصوصیت نمبر 19	613	خصوصیت نمبر 6
656	خصوصیت نمبر 20	615	خصوصیت نمبر 7, 8, 9
657	خصوصیت نمبر 21	618	خصوصیت نمبر 10
659	خصوصیت نمبر 22	621	خصوصیت نمبر 11
661	خصوصیت نمبر 23	624	خصوصیت نمبر 12
664	خصوصیت نمبر 24	631	خصوصیت نمبر 13
667	خصوصیت نمبر 25	634	خصوصیت نمبر 14

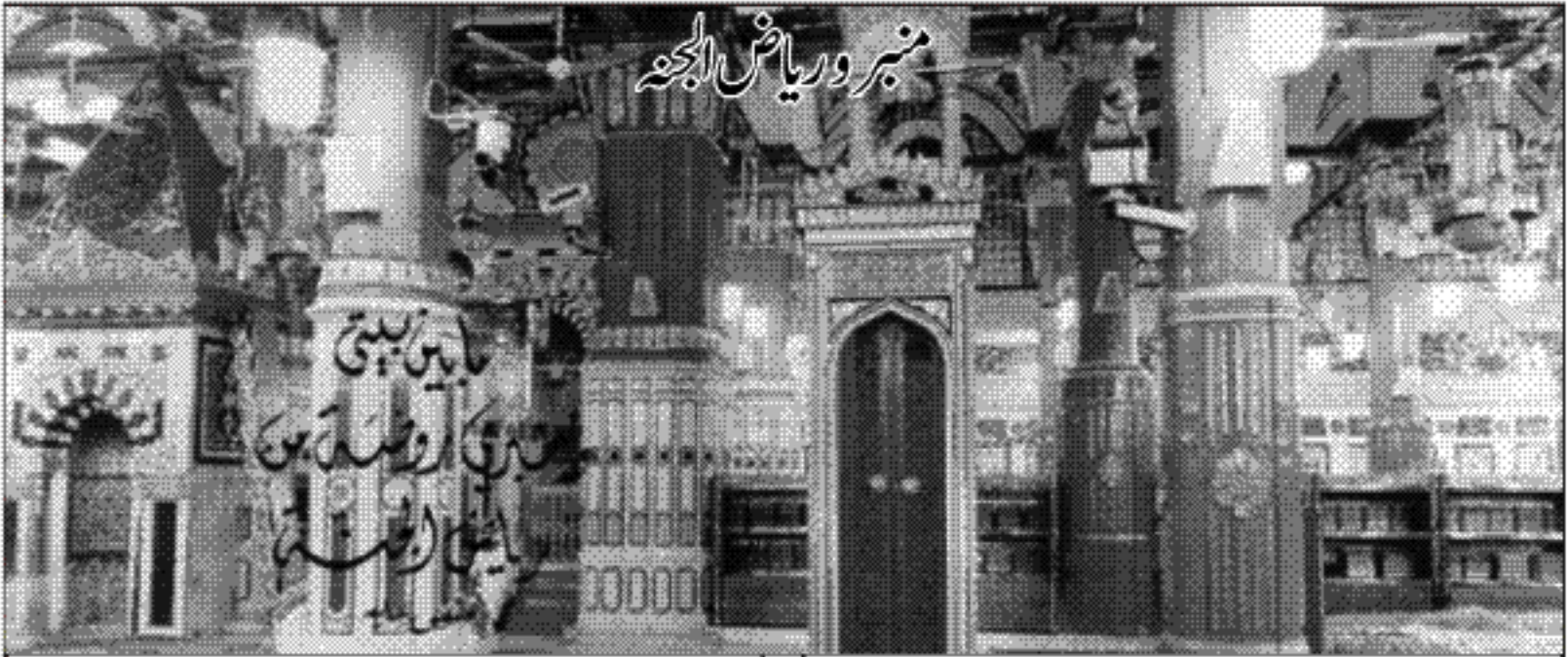


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
686	خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ﷺ	677	خصوصیت نمبر 26
686	نصرت بالرب	678	حالات نوح علیہ السلام
688	روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا	678	حالات ابراہیم علیہ السلام
689	حلت مغنم	679	حالات اسحاق علیہ السلام
690	عطاءئے منصب شفاعت	679	حالات یعقوب علیہ السلام
692	بعثت عامہ	679	حالات یوسف علیہ السلام
692	جوامع الکلم کا عطیہ	679	حالات داؤد علیہ السلام
693	معراج	680	حالات سلیمان علیہ السلام
702	ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء علیہم السلام کی ملاقات کا راز	680	حالات ایوب علیہ السلام
703	قرآن کریم اور معراج شریف	681	حالات موسیٰ علیہ السلام
705	بیداری و خواب کی بحث	681	حالات ہارون علیہ السلام
707	معجزات نبویہ ﷺ	681	حالات زکریا علیہ السلام
711	پانی کا معجزہ	682	حالات یحییٰ علیہ السلام
715	دودھ کی برکت	682	حالات عیسیٰ علیہ السلام
717	تکثیر طعام	683	حالات الیاس علیہ السلام
719	حنین جزع	683	حالات اسماعیل علیہ السلام
721	حیوانات پر اثر	684	حالات اسمعٰیل علیہ السلام
722	افلاک پر اثر معجزہ شق القمر	684	حالات یونس علیہ السلام
732	اس معجزہ کی توثیق	684	حالات لوط علیہ السلام



منبر و ریاض الجنۃ

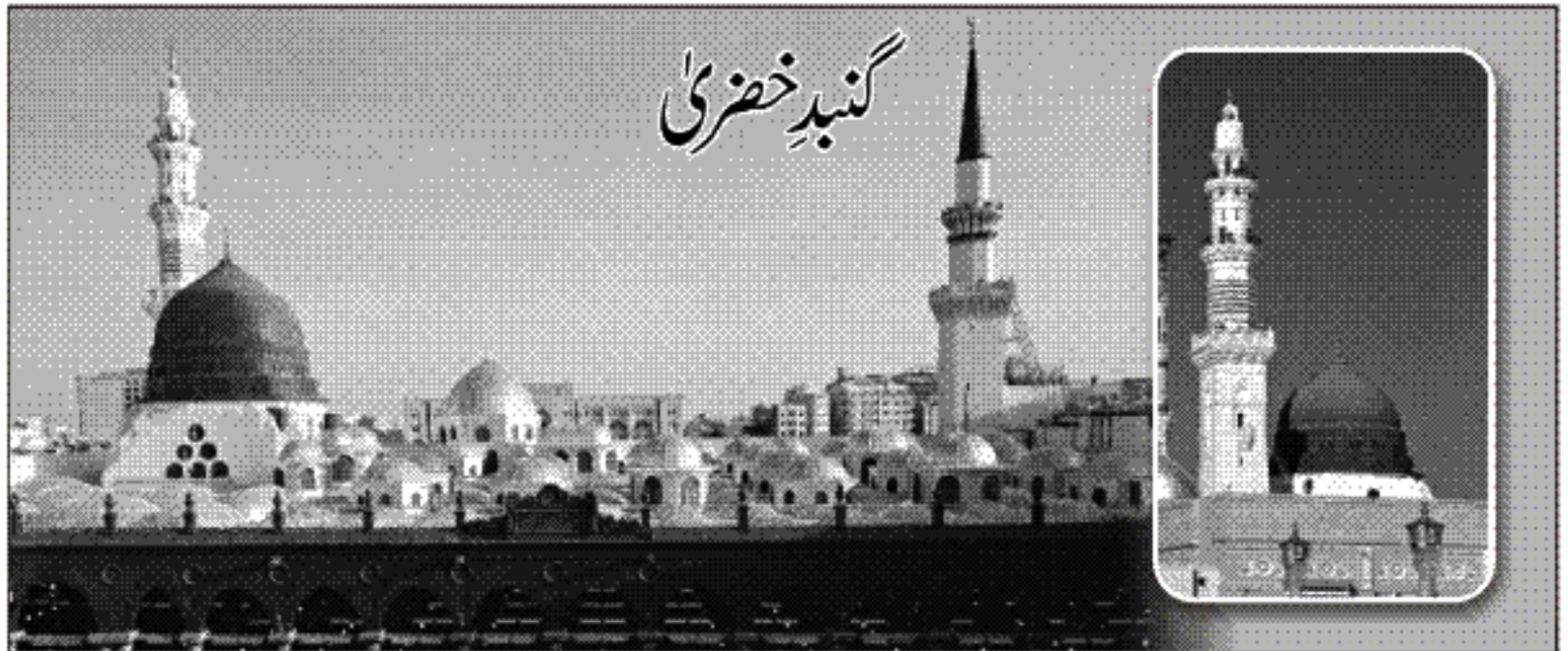
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
734	دعائے عفت	725	معجزات قسم دوم
735	سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	726	اطلاع اخبار مستقبلہ
736	عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	726	جہاز بحری کی اطلاع
736	انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	727	پیش گوئی
736	مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	727	فتوحات ممالک کی پیش گوئی
736	تکبر کی سزا	728	فتح مصر کی پیش گوئی
736	شکستہ استخوان کی دُستی کا معجزہ	728	ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیش گوئی
737	اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	729	شاہ ایران کے متعلق پیش گوئی
755	سنت مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم	729	معجزات قسم سوم
755	الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي	729	393 سال پیشتر کی پیش گوئی
757	الْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي	730	654 سال پیشتر کی پیش گوئی
759	وَالْحُبُّ أَسَاسِي	731	656 سال پیشتر کی پیش گوئی
763	وَالشَّوْقُ مَرْكَبِي	731	700 سال پیشتر کی پیش گوئی
764	ذِكْرُ اللَّهِ إِنِّي سِي	731	855 سال پیشتر کی پیش گوئی
769	الْيَقِينَةُ كَنْزِي	731	1348 سال پیشتر کی پیش گوئی
770	وَالْحُزْنُ رَفِيقِي	732	زمانہ حال کی پیش گوئی
771	وَالْعِلْمُ سَلَاحِي	732	دورِ حاضر کی پیش گوئی
774	وَالصَّبْرُ دَانِي	733	معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
779	وَالرِّضَاءُ غَنِيمَتِي	734	قتل سے مصون رہنے کی دعاء



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
814	پہلی پیش گوئی کہ اس کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا	781	وَالْعَجْزُ فُخْرِي
815	دوسری پیش گوئی کہ قرآن مجید زمین پر ہمیشہ محفوظ رہے گا	783	وَالرُّهْدُ حِرْفَتِي
819	نقشہ حروف تہجی	783	وَالْيَقِينُ قُوَّتِي
822	تیسری پیش گوئی بابت جمع قرأت قرآن مجید	785	وَالصِّدْقُ شَفِيعِي
822	چوتھی پیش گوئی کہ قرآن مجید کا حفظ رکھا جائے گا	786	وَالطَّاعَةُ حَسْبِي
822	پانچویں پیش گوئی کہ قرآن مجید کا حفظ کر لینا آسان ہوگا	787	وَالْجِهَادُ خُلُقِي
823	چھٹی پیش گوئی کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی	789	وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ
	ساتویں پیش گوئی کہ کوئی بطلان قرآن کے مقابلہ		
823	میں نہ ٹھہر سکے گا		
824	اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں	791	✽ باب 2 ✽
824	پہلی پیش گوئی	791	✽ خصال القرآن ✽
825	دوسری پیش گوئی	792	✽ ضرورت قرآن ✽
826	تیسری پیش گوئی	803	✽ فصاحت و بلاغت قرآن ✽
828	چوتھی پیش گوئی	804	✽ معانی عالیہ و مضامین نادرہ ✽
829	پیش گوئی کہ لڑائیوں میں مسلمانوں کو ہی غلبہ رہے گا	806	✽ تاثیر قرآن ✽
830	پیش گوئی کہ روئے زمین پر مسلمانوں کو حکومتیں حاصل ہوں گی	807	✽ نمونہ تعلیم قرآن ✽
830	پیش گوئی کہ اہل ایمان کی دنیوی حالت اچھی ہو جائے گی	808	✽ قبولیت قرآن ✽
831	مہاجرین کے متعلق تین پیش گوئیاں	812	✽ خصوصیت قرآن مجید ✽
831	پیش گوئی کہ تنگدستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے	814	✽ قرآن مجید کا مصنف ✽
		814	✽ قرآن مجید کی پیش گوئیاں ✽
		814	✽ قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں ✽



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
850	غزوات نبوی ﷺ کے متعلق پیشگوئیاں	832	پیش گوئی کہ عرب میں بت پرستی معدوم ہو جائے گی
852	یہود اور منافقین کے معاہدات پر دو پیش گوئیاں	833	پیش گوئی کہ مہاجرین کو دنیا میں اچھا ٹھکانا ملے گا
854	مسلمانوں کی تعداد کے متعلق پیش گوئی	833	پیش گوئی کہ اصحاب رسول ترقی و کمال حاصل کریں گے
855	یہودیوں کے متعلق 9 پیش گوئیاں	834	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش گوئی
858	عیسائیوں کے متعلق تین پیش گوئیاں	834	غیر اقوام کے مسلمان ہونے کی پیش گوئی
859	سلطنت روما و ایران کے متعلق دو پیشگوئیاں	835	اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں
	باب 3	839	پیش گوئی کہ قرآن مجید کے مخاطبین اولیٰ میں فتنہ عام پھا ہوگا
862	خصائص اسلام	839	مستہزئین مکہ کے متعلق پیش گوئی
862	اسلام ہی دین التوحید ہے	841	قریش کے دشمنوں کے متعلق پیش گوئی
867	اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے	843	کفار مکہ کے متعلق پیش گوئی
872	اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے	843	کفار عرب کے متعلق پیش گوئی
877	اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلہ کو حل کیا	843	پہلی پیش گوئی کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے
879	اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے	843	دوسری پیش گوئی کہ مشرکین عرب مرعوب ہوں گے
884	تذکیل	844	اہل مکہ کے خلاف دو پیشگوئیاں
885	اسلام ہی دین العمل ہے	845	ابولہب کے متعلق پیش گوئی
886	اصول ارث و موارث	844	ابولہب کی عورت کے متعلق پیش گوئی
889	اسلام ہی بانی اخوت ہے	845	منافقین کے متعلق پانچ پیش گوئیاں
895	اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند کیا	848	مخلفین جہاد کے متعلق دو پیش گوئیاں



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
920	اسلام ہی فیضِ رساں دین ہے	898	اسلام ہی غیر متعصب دین ہے
	اسلام ہی نے ہدایت الہیہ کو ربوبیت خالقہ کی طرح	903	اسلام ہی دینِ الحُب ہے
923	کل عالم کے لئے عام بنایا	908	اسلام ہی مساوات کا بانی ہے
927	اسلام دینِ البر ہے	912	اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا
928	اسلام دینِ التقویٰ ہے	914	اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے
931	اسلام دینِ الصدق ہے	915	اسلام ہی اپنے مہد و گہوارہ میں آج تک قائم ہے
933	اسلام ہی دینِ الحسن و الجمال ہے	916	اسلام ہی دینِ تمدن ہے



لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ

VERILY IN THE MESSENGER OF ALLAH YE HAVE A GOOD EXAMPLE

Lokasher

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلمۃ الحرمین

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ایسا بابرکت، ایمان افروز اور پاکیزہ موضوع ہے، اس کا جتنا بھی مطالعہ کیا جائے کم ہے۔ ہر مسلمان کی یہ عزیز ترین متاع حیات ہے۔ اسوۂ حسنہ کی روشنی، ذہنی، فکری، اعتقادی اور عملی زندگی کی آبیاری کرتی ہے۔ مردہ دلوں کو زندہ، سرسبز و شاداب اور اپنی عطر بیزی سے اس کائنات کو معطر، منور اور مبارک کرتی ہے اور بنی نوع انسان کے قلب و دماغ کو روشن کرتی اور اسکی تعمیری، فکری اور عملی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے اور برگشتہ انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے برسرِ عمل اور مستعد کرتی ہے۔

ہر وہ شخص جو اللہ عزوجل کی وحدانیت و حقانیت کا دل و جان سے اقرار کرتا ہے اور عبدیت کا حق ادا کرنا چاہتا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات، حسب و نسب، نجابت و شرافت، اخلاق و کردار، طور اطوار، انداز تمدن و معاشرت، ذاتی، خانگی، اجتماعی، ملکی، ملی معاملات، اینوں اور بیگانوں سے آپ ﷺ کا برتاؤ اور طرزِ عمل سیرت و کردار کے آئینہ میں ضرور جاننا چاہتا ہے۔ دوسروں سے آپ ﷺ کی ذات گرامی کا موازنہ اور حیات طیبہ ﷺ کے ہر گوشہ کا مطالعہ اپنے ایمان و یقین کا حصہ تصور کرتا ہے۔ کیونکہ اس ذات بابرکات سے تعلق ہی آدمی کو ایک اچھا انسان اور راسخ العقیدہ مسلمان بناتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس زندگی کے ہر مرحلہ، موقع اور مقام پر انسانوں کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتی ہے۔ ارشادِ بانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [33: الاَحْزَاب: 21]

”آپ کی حیات مبارکہ ہی سب سے بہترین نمونہ ہے“

نبی کریم ﷺ کا کام صرف احکام کی تبلیغ و ارشاد ہی نہ تھا۔ بلکہ ان احکام و فرائض کا عملی اجراء و نفاذ بھی آپ ﷺ کے پیغمبرانہ واجبات اور تبلیغی ذمہ داریوں کا حصہ تھا۔ سب سے پہلے خود پیغمبر اسلام ﷺ نے اللہ عزوجل کے احکامات کو اپنی عملی زندگی میں لاگو کر دکھایا تاکہ بنی نوع انسان کے لیے کسی قسم کی استثنائی صورت پیدا نہ ہو۔ عداوت، مخالفت، طعن زنی، معنوی اور مادی نقصانات کی پروانہ کرتے ہوئے آپ اپنے مشن کی تکمیل میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف رہے۔

اخلاق عالیہ، گفتار، کردار، معاملات معمولات، نرم ولی، غفور و حلیم، انصاف، داد دہی، حقوق کا تحفظ، فرائض کی انجام دہی اور ملک و ملت سے وفا، کس کامیاب انسانی معاشرے کی ضرورت نہیں ہے؟ ان سب معاملات میں سیرۃ النبی ﷺ ہماری رہنمائی کے لئے سب سے اولین اور زریں دستور حیات ہے۔ کیونکہ دین اسلام کے احکام اور وہ اعلیٰ و ارفع ربانی تعلیمات جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو سکھائی تھیں ان سب کا عملی اظہار و حقیقت قرآنی تعلیمات کی ہی عملی تفسیر اور تعبیر تھی۔ توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صبر و استقلال، توکل علی اللہ، جیسے اخلاق عالیہ پر عمل پیرا ہونا ہی توحید پرست انسان کی نجات کا بنیادی ذریعہ ہے۔ گویا آپ ﷺ ان اعمال و اخلاق حسنہ کی عملی اور مجسم تصویر تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق اور معمولات بیان فرمائیے، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں کہ کیا آپ قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کرتے۔؟

كَانَ خُلُقُ رَسُولِ اللَّهِ الْقُرْآنُ ”آپ ﷺ قرآنی اخلاق سے متصف تھے۔“

قرآن کریم دراصل سیرۃ النبی ﷺ پر سب سے معتبر اور مستند کتاب ہے۔

عالم شائے خواجہ بہ یزداں گزشتہ

کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک واقعہ قرآن کریم کی حقیقی ترجمانی، تفسیر، تعبیر اور عملی تصویر ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر امور اور احکام قرآنی پر کیسے عمل پیرا ہونا ہے؟ معروف و منکر کو کیسے جانچنا ہے؟ نیکی و بدی کے فرق کو کیسے معلوم کرنا ہے؟ فلاح و کامرانی کیسے اور کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ ان سب امور کی تشریح و توضیح کے لئے پیغمبر ﷺ کا اسوۂ حسنہ رہبری و رہنمائی کے لئے پوری آب و تاب سے موجود ہے۔

آپ ﷺ احکام الہی کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف و مشغول رہے۔ ان اعمال جلیلہ کی بجا آوری میں راستہ کی کسی مشکل اور رکاوٹ کو ہر کاوش سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ آپ ﷺ کی تحیس (23) سالہ زندگی اس مشن کی تکمیل اور اطاعت گزار یوں سے عبارت ہے۔ دعوت دین کے ساتھ ساتھ ستائے اور تڑپائے جانے والے احباب کی خبر گیری، دل جوئی، ان کے لیے مناسب حال بندوبست آپ کی خداداد مدبرانہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے بے خانماں مہاجرین کی آباد کاری، نومولود اسلامی سلطنت کا استحکام، مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں یہود اور دیگر قبائل عرب سے معاہدے، بیرونی خطرات، مسلط کی گئی جنگیں، دفاعی حکمت عملی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علمی و عملی تربیت، احکام دین کی تشریح و توضیح، رجال کار، مبلغین و دعاۃ کی فکری و نظری رہنمائی کے ساتھ ساتھ خاندانی اور خانگی امور کی با حسن بجا آوری جیسے تمام امور کی انجام دہی آپ ﷺ کے معمولات مبارکہ تھے، جسے آپ بڑی ذمہ داری اور خداداد قانداکہ صلاحیتوں سے سرانجام دے رہے تھے۔ مقدس زندگی کا ایک ایک گوشہ، جلوت خلوت، عملی زندگی کے تمام تر زریں اصول آج امت مسلمہ کے سامنے دن کے اجالے کی طرح واضح اور آشکارا ہیں۔ ان امور سے آگاہی اور اسے اپنی عملی زندگی بنانا اور حتی المقدور وہ اصول و قواعد جن پر نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں عمل فرمایا اسے اسوۂ حسنہ کے طور پر اپنانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہ دنیاوی کامیابی و کامرانی کے ساتھ ساتھ اخروی نجات اور اللہ اکرم الہامین کی خوشنودی اور تقرب کا بھی باعث ہے۔ انسانی معاشرہ تجدید و ترمیم پذیر ہے۔ نسلی و علاقائی امتیاز حالات و مواقع، مزاج کی رنگارنگی، ترجیحات کا واضح فرق، دوسروں پر بالا دستی اور تفوق زمانے کا ایک عام دستور ہے۔ نبی اور رسول اسی دینی اور دنیاوی خرابیوں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ نبی کریم ﷺ آخری پیغمبر اور رسول تھے۔ ان پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب نہ تو کوئی نبی اس کائنات کی رہبری اور رہنمائی کیلئے مبعوث ہو سکتا ہے اور نہ قرآن کریم کے بعد کوئی آسمانی کتاب نازل ہو سکتی ہے۔ لیکن دنیا تو قائم ہے۔ یہاں بسنے والے انسانوں کو ہدایت و رہنمائی کی تو ہر وقت ضرورت ہے۔ اسلامی شریعت دائمی اور قیامت تک کے لئے ابدی ہے۔ جو تمام زمانوں اور تمام انسانوں کے لئے نمونہ عمل ہے۔ اس شریعت مطہرہ میں انسانی گروہوں کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، علاقائی سب مجبوریوں، ضرورتوں اور مصلحتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ عز و جل کی طرف سے نبی آخر الزماں ﷺ کی زندگی کو نمونہ عمل نہ قرار دیا ہوتا تو آج گم گشتہ انسانیت کس کے دامن سے وابستہ ہوتی؟ اور اپنی انارکی، خلفشار، بد امنی اور بے دینی کا حل کیسے تلاش کرتی؟ اپنی خوش بختیوں اور سعادت مند یوں کے لئے کس کو اپنا رہبر تسلیم کرتی۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ پندرہ (15) صدیاں گزرنے کے باوجود مسلمانان عالم بلکہ پوری نسل انسانی کی رہنمائی اور ہدایت کا سامان ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس اعتقادات، عبادات، ایمانیات، اخلاقیات، معاشرت، معیشت،

معاملات، انفرادی، ازدواجی، ملکی، فکری، سیاسی غرضیکہ زندگی کے تمام طبعی مراحل و منازل میں روشنی، عظمت، کامرانی اور نور کا مینار ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ عہد اسلام کی تاریخ جتنا ہی قدیم ہے اور یہ ایسا موضوع ہے جس کی رعنائی و زیبائی اور عطر بیزی دنیا کی ہر زندہ زبان میں دیکھی اور محسوس کی جاسکتی ہے اور شاید ہی دنیا کی کوئی ایسی زبان ہو جو سیرت النبی ﷺ کے پاکیزہ ادب کی لطافتوں اور رعنائیوں سے محروم ہو۔

مؤرخانہ بصیرت، اسلوب بیان کی ندرت، مثبت انداز بیان، واعیانہ شیریں بیانی، جاندار اور پر حکمت اسلوب، شستہ انداز تحریر یہ تمام کمالات کا کسی شخصیت میں یکجا ہونا بظاہر ناممکن اور مشکل ہے۔ لیکن اللہ عزوجل کا لطف و کرم اور اعزاز دیکھئے کہ ہمارے مدد و قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ ان سب اوصاف حمیدہ اور اطوار جلیلہ سے متصف تھے۔ انہی اوصاف کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو شرف قبولیت سے نوازا کہ پون صدی گزر جانے کے باوجود مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ آج بھی تصنیف و تالیف کی دنیا سے اپنا لوہا منور ہے ہیں۔

قاضی صاحب نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا، اعتماد و یقین اور ذمہ داری سے تحریر کا حق ادا کیا۔ انداز تحریر میں سنجیدگی تو بہت دور کی بات، پوری کتاب کا مطالعہ کر لیجئے ایک سطر بھی موضوع اور محل سے ہٹتی نہ ہوگی۔ استدلال کی فراوانی اور موقع محل کی مناسبت سے آیات و احادیث کا بر محل استدلال تصنیف کی قدر و منزلت میں اور بھی اضافہ اور شان پیدا کر دیتا تھا۔

اس کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ کو ”رب العالمین“ نے ایسی قبولیت و شرف عطا فرمایا کہ اس کی مثال اس پوری صدی میں ملنی نا صرف مشکل بلکہ محال ہے یہ خوش بختی و سعادت مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کے ساتھ ہی خاص ہے۔

مصنف کے منفرد انداز نگارش، حسن بیان، حسن ترتیب، حسن انتخاب، عشق مصطفوی ﷺ، اثر انگیزی، دل آویزی معلومات کی ترتیب و یکجائی، روایت و روایت، تحقیق و تبویب کے باعث جلالت علمی کا خوبصورت اظہار اور تصنیفی دنیا کا لازوال شاہکار ہے کہ لکھے ہوئے الفاظ زندہ حقیقتوں اور بولتی صداقتوں کا خوبصورت نمونہ نظر آتے ہیں کہ بے ساختہ قاری کے ہاتھ مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کی بلندی درجات کے لئے بارگاہ ”رب العالمین“ میں دعائے خیر کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔

بنا کردند خوش رے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

ایک منفرد، علمی، فکری، دعوتی اور تربیتی انسٹیٹیوٹ (Institute) ہے۔ جو دور

حاضر کے تمام جدید وسائل و ذرائع ابلاغ آڈیو، ویڈیو، انٹرنیٹ کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مشن میں ہمہ وقت مصروف ہے۔

الحمد للہ! فتاویٰ آن لائن اور اس کا ٹول فری فون (0800-11777) نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا میں بسنے والے مسلمان خواتین و حضرات کی دینی، معاشی، روحانی، معاشرتی، سماجی مشکلات اور مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی کا فریضہ گزشتہ تین برس سے بڑی باقاعدگی سے سرانجام دے رہا ہے۔ وینعمتہ تنم الصالحات

اس کے علاوہ ”مکتبہ المدینہ“ فیصل آباد، پاکستان“ تھوڑے ہی عرصہ میں تفاسیر، احادیث، فقہ، تاریخ، سیرت النبی ﷺ اور دیگر اہم موضوعات پر مشتمل لاکھوں روپے کی کتب انتہائی ارزاں (خرید اور لاگت سے کم) تبلیغی نرخوں پر پہنچانے کی

ذمہ داری بڑی عقیدت اور اخلاص سے ادا کر رہا ہے۔

ان تبلیغی کتب میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شہرہ آفاق اور انتہائی معتبر اور پسندیدہ کتاب ”نور اللعائن“ بھی ہے۔

مارکیٹ میں بے شمار پبلشرز کی طبع شدہ یہ کتاب عام دستیاب ہے۔ لیکن بد قسمتی سے کوئی بھی نسخہ اس خوبصورت کتاب کے حوالہ سے پورے طور پر مکمل نہیں۔ کتاب جس عنایت، علمی محبت، توجہ اور معیار کی محتاج تھی۔ اس طرف قطعاً کوئی قابل ذکر توجہ نہ دی گئی۔ بعض اداروں نے اس کتاب کو مختلف انداز سے شائع کیا ہے، لیکن کتاب جس تحقیق، تخریج، تعلیق، نئے پرانے نسخہ جات کا تقابل، ابواب کی صحیح تقسیم، آیات قرآنی کا ترجمہ، اشعار کی تصحیح، اعراب کی درستگی، غیر مسلم محققین، مصنفین اور مستشرقین کے صحیح نام، اسمہ اور اکابر ملت کا تذکرہ اور دیگر امور جو کتاب کی افادیت و اہمیت کو اور زیادہ خوبصورت اور کتاب کی قدر و منزلت اور افادیت میں اضافہ کا سبب بن سکتے تھے۔ قطعاً قابل اعتناء نہ سمجھا گیا اور نہ ان امور کی طرف کوئی خاص توجہ دی گئی۔

اس کی کوپرا کرنے کے لئے ”مکتبۃ المدینہ“ فیصل آباد، پاکستان کے علمی رفقاء نے اس عظیم ذمہ داری کی سعادت کا بیڑا اٹھایا۔ سابقہ حوالہ جات کی ترقیم و ترتیب، تبویب، تفہیم کے ساتھ ساتھ کچھ مزید مفید نوٹس کا اضافہ کیا۔ جو بہت حد تک سابقہ کی کوپرا کرنا ہے۔ دو سال کی مسلسل محنت شاقہ کے بعد یہ علمی شاہکار اپنی معنویت، افادیت، تخریج، تحقیق تعلیق کے ساتھ ساتھ کافد، طباعت، ٹائٹل اور پرنٹنگ کے اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ ہے۔ جو ”مکتبۃ المدینہ“ فیصل آباد، پاکستان کے رفقاء و معاونین کی محبت، محنت، تحقیق، تخریج، تعلیق اور اخلاص کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دیگر اور بھی کئی کتب پر اسی نوعیت کا علمی، تحقیقی اور فکری کام ہو رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ عز و جل ہمیں اپنے نیک مقاصد اور ارادوں میں کامیاب فرمائے۔

آخر میں اپنے برادر عزیز محمد جاوید ناصر کے لیے خصوصی دعا گو اور شکر گزار ہوں کہ جس کی ایک خواہش ”مکتبۃ المدینہ“ فیصل آباد، پاکستان کی بنیاد اور اساس ٹھہری کہ یہ تاجز دین کی آبیاری، اعلاء کلمۃ اللہ اور تصنیف و تالیف کی دنیا میں مشنری جذبہ سے اپنی زندگی کی اصل منزل کی طرف کشاں کشاں گامزن ہو گیا۔ ناسپاسی ہوگی کہ میں اس کتاب کو مفید تر بنانے میں اپنے علمی و فکری معاون ساحتہ الشیخ عبداللطیف سرور رحمۃ اللہ علیہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا نہ کروں جن کی قدم قدم پر رہنمائی اور علمی معاونت اس کتاب کو مفید تر بنانے میں میرے ساتھ رہی۔

برادر مہربان شہیر احمد، ایم انور جاوید، شیخ محمد عرفان، محمد یحییٰ فاروق اور دیگر معاونین اور رفقاء بھی بطور خاص ہم سب کے شکریہ اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔ جن کی علمی، فکری اور نظری رہنمائی کے ساتھ ساتھ مادی اور معنوی تعاون بھی اس کتاب کی اشاعت کا باعث بنا۔

دعا ہے کہ اللہ عز و جل اس کتاب کے مصنف کی بخشش کے ساتھ ساتھ ہماری اس عاجزانہ کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ ادارہ اس کے بانی، رفقاء، معاونین اور سب مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع کا سچا اور حقیقی جذبہ عطا فرمائے اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اخلاص و عقیدت سے عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

میاں طاہر

مکتبۃ المدینہ، فیصل آباد، پاکستان

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

میانِ طاہرہ

مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کی شخصیت علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ایک جید عالم، وسیع النظر مؤلف اور بلند پایہ سیرت نگار تھے۔ آپ دین داری، زہد و ورع، تقویٰ اور للہیت میں یگانہ روزگار شخصیت تھے۔ علوم اسلامیہ کے ساتھ عصری علوم سے بھی بہرہ ور تھے۔ عربی، فارسی اور انگریزی پر مکمل عبور کے ساتھ ساتھ ادیان و فرق باطلہ پر ان عقائد و نظریات کے ماننے والوں سے بڑھ کر معلومات رکھتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ قبحِ عالم، محقق اور سیرت نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صاحب طرز انشا پرداز تھے۔ دین اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے انہیں خاص انس، لگن بلکہ جنون کی حد تک عشق و محبت تھی۔ ”رحمۃ اللعالمین“ ان کی ایک یادگار اور خوبصورت تحریر ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت اور لطیف مہک سے معطر ہے۔ اس کتاب کی ایک ایک سطر کچھ اس قدر سچائی، محبت اور وارفتگی سے لکھی گئی ہے کہ قاری اگر ذمہ داری اور محبت و عقیدت سے اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اپنے آپ کو کبھی مکہ، کبھی مدینہ اور کبھی بدر و جنین کے میدانوں میں پائے گا۔ تحریر میں ایسی شگفتگی اور قلم میں ایسی روانی ہے کہ قاری کتاب پڑھتے پڑھتے عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عشق ان کی سیرت نگاری کا سب سے نمایاں اور خوبصورت عنوان ہے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ توشہ کہ جس کے بغیر آخرت کی سعادت و خوش بختی اور خوش نصیبی کا تصور ممکن ہی نہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نالہ نیم شب اور آدابِ سحر گاہی کی لذت سے خوب آشنا تھے۔ مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ نے اپنی خوبصورت اور دل آویز نگارشات کے لئے اپنی محبت و عقیدت کے گہاڑے عقیدت کے چناؤ کے لئے اسی مبارک اور باسعادت وقت کو موزوں جانا۔ پوری کتاب نماز تہجد اور نماز فجر کے دوران قلمبند فرمائی۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

دنیاۓ اسلام میں وہ کون ایسا اردو دان مسلمان ہوگا جو مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کے نام و مرتبہ سے نا آشنا ہو اور وہ کون سا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قبیح سنت ہوگا۔ جس نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تر گوشہ حیات پر محیط کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ کا مطالعہ کرنے کی سعادت اور خوش بختی حاصل کر کے اپنے دل و دماغ کو منور اور اپنی زندگی کے چال چلن کو اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی مقدور بھرکوشش نہ کی ہو۔ قاضی رحمۃ اللہ علیہ صالح، عبادت گزار، خلیق، مفسر اور دیگر اوصافِ حمیدہ کے حامل، بڑے ہی وضع دار اور متوازن انسان تھے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و نبوت کی زندگی تیس (23) سالہ جہد مسلسل کا عنوان اور روزنامہ ہے۔

مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت و خوش بختی ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر حسین امتزاج اور حسن اتفاق ہے کہ ان کی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل حدیث المثل کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ بھی تقریباً تیس (23) برس کی محنت شاقہ اور عرق ریزی ہی کا ایک جیتا جاگتا شاہکار ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک نورانی چہرہ، بلند قامت، معزز و وجہ، گہری رنگت، گھنی اور خوبصورت داڑھی، ستواں ناک، خوددار، متحمل مزاج، مسکراتا چہرہ، کشادہ اور باوقار پیشانی، نرم طبیعت، خوش طینت ریاستی کجڑی اور چوڑی وار پا جامہ پہننے والے بزرگ تھے۔ عالمانہ سنجیدگی اور وقار جن کا اوڑھنا بچھونا، وعظ و ارشاد جن کی زندگی کا مشن تھا، آپ قلم و قریح سے منسلک تھے اور خدمت خلق اور اصلاح معاشرہ ایسے اہم فرض کو اپنی زندگی کا جزو ایمان بلکہ ایمان کامل تصور کرتے تھے۔ اپنی تحریر و تقریر میں وحدت و یکانیت کی عملی تفسیر اور تصویر مجسم تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ 1867ء کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قاضی احمد شاہ بھی ایک صاحب علم اور نیک نام بزرگ تھے۔ وہ ریاست پٹیلہ کے نائب تحصیل دار کے عہدہ پر فائز تھے۔ اسلامیات کی بعض کتب آپ نے اپنے والد بزرگوار سے ہی پڑھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ، ولادت باسعادت سے اس جہان فانی سے رخصت کے آخری لمحات کی روئیداد اور کارہائے نمایاں کی سنہری تاریخ ہے۔ جس میں حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک گوشہ خواہ امور سیاست سے متعلق ہو یا زندگی کا کوئی ایسا پہلو جو بنی نوع انسانی کے لئے خیر و برکت اور کامیابی و کامرانی کا باعث ہو بڑی عمدگی اور عقیدت کے ساتھ درج فرمایا ہے۔ واقعات کی صحت و صداقت کا اس قدر لحاظ و خیال رکھا کہ ایک ایک جزئی کی کتاب و سنت سے دلیل بہم پہنچائی کہ قاری کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے تسلسل اور شیرینی کلام کے باعث عہد زریں میں پہنچ جاتا ہے کہ جیسے وہ خود مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے اپنے دل و دماغ کی کیفیت و احساس میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گھوم رہا ہے اور لطف اندوز ہو رہا ہے۔ عورتوں، بچوں، غلاموں، غیر مسلموں غرضیکہ انہوں اور بے گانوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک اور برتاؤ کے باعث اپنے آپ کو اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے آمادہ اور برسر عمل پاتا ہے۔

خانوادہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مختلف قبائل و خاندان سے نسبی اور خانگی تعلق جوڑنا اور ہر جزئی پر سیر حاصل معلومات بہم پہنچانا قاضی رحمۃ اللہ علیہ پر بس ہے خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چچوں پھوپھیوں اور آباء و اجداد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر نیز ایک ایک شخصیت کا تذکرہ شاید ہی کسی اور کتاب میں ایسی عقیدت و محبت سے کیا گیا ہو جو خوبصورت اور لطیف پیرایہ ”رحیۃ المؤمنین“ میں اختیار کیا گیا ہے۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں مصنف ”رحیۃ المؤمنین“ کا خوبصورت قلم ایک ایک زوچہ محترمہ کا تعلق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ان کے ساتھ اس انداز اور خوبصورتی سے ملاتے اور ان پاک ہستیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انس و محبت کا تذکرہ، اس خوبی اور احسن پیرایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قاری عیش عیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

فرزندان اور بنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بہت عمدہ، مفید و معلوماتی اور محققانہ بحث تحریر فرمائی ہے اور پھر ہر ہستی کا الگ الگ ذکر اور ان کی اولاد و احفاد کا ذکر کس عقیدت و عمدگی سے مرتب فرمایا اور اس کتاب کی تصنیف تک چندا کا برکت، بزرگان اسلام اور مشائخ عظام کا ان عظیم اور مقدس ہستیوں سے نسب و تعلق اور قرابت داری کو جس محنت و عرق ریزی سے مدون فرمایا، یہ مصنف ”رحیۃ المؤمنین“ ہی کا کمال ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں انبیاء کرام کو اس وقت کے حالات اور تقاضوں کے مطابق معجزات اور انعامات الہی سے نوازا گیا۔ لیکن پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ سے بہرہ ور فرمایا گیا جو انبیاء سابقین

کو فردا عطا ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کی زندگیوں کا تمام تر حسن اور ان کے کردار کی ایک ایک خوبی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں سمٹ کر جلوہ افروز ہوئی تھیں

حسن یوسف دم عیسیٰ بد بیضا داری
آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری

غرضیکہ حیات مبارکہ کا وہ کونسا گوشہ ہے جسے مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ نے اپنی تصنیف لطیف میں اپنے قلم کی جولانیوں سے واضح اور آشکار نہ کیا ہو۔ غزوات نبوی ﷺ اور اس میں ہونے والے بڑے بڑے عظیم حوادث، جنگوں کے اسباب، ان معرکوں میں ہونے والی ہلاکتوں اور نقصانات کو بڑی جامعیت اور دلآویزی و براہین کی روشنی میں مرتب فرمایا ہے تاکہ عالم کفر و کجی لے وہ دین حنیف جس کے بارے میں دشمنان اسلام بالخصوص صلیبی دنیا کا یہ پروپیگنڈہ کہ اسلام وحشت و بربریت، سفاکی اور قتل و غارتگری کا دوسرا نام ہے، اعداد و شمار سے نہ صرف لفظ ثابت کیا ہے، بلکہ حقائق سے واضح کیا ہے کہ اسلام کے خلاف وحشت گردی کا مذموم پروپیگنڈہ کرنے والے بذات خود ایسے سفاک مظالم اور سنگین جرائم کے مرتکب ہیں۔ جن کے ذکر سے انسانیت شرم سے پانی پانی ہے۔ بلکہ اگر واضح الفاظ میں کہا جائے، تو ان انسانیت کے دشمنوں کا مکروہ چہرہ امت مسلمہ جسے وہ اپنا دشمن تصور کرتے ہیں کے ضمن میں بھیانک، وانعدار اور سیاہ تو تھا ہی ان کا اپنوں کے ساتھ بھی برتاؤ نہایت گھناؤنا، ظالمانہ، سفاکانہ اور مکروہ تھا۔ بلکہ احترام انسانیت کے حوالہ سے قابل نفرت، حد درجہ مکروہ، سیاہ اور بھیانک تھا۔

”جان ڈیون پورٹ“ (John Devonport) اپنی شہرہ آفاق کتاب ”Apology for Muhammad and Quran“ میں کس ذمہ داری اور دیانت سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ عیسائی دنیا کے غیر عیسائیوں پر مظالم اور بربریت تو ایک طرف، خود عیسائیوں کا اپنے عیسائی بھائیوں پر قلم و ستم کچھ اس قدر اندوہ ناک اور قابل نفرت تھا کہ اپنے ہی سوا کروڑ (12500000) دینی، مذہبی، مسیحی بھائیوں سے مسلکی اور فروعی اختلافات کی بنا پر زندگی کا حق چھین لیا گیا اور نہ جانے اس جرم بے گناہی میں کتنے لوگوں کو زندہ آگ میں جلا کر سوختہ سامان کر دیا اور طرح طرح کے غیر اخلاقی و غیر انسانی مظالم روار کھے گئے۔ صرف اسپین میں اپنے تین لاکھ چالیس ہزار (340000) ہم مذہب عیسائیوں کا بڑی بے دردی، وحشت و بربریت اور سفاکی سے قتل عام کیا گیا اور تیس ہزار (30000) انسان زندہ آگ میں جلا دیئے گئے۔

جب کہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں بیسی (82) معارک اور غزوات میں دونوں طرف کے مقتولین کی کل تعداد مستند اعداد و شمار کے مطابق صرف ایک ہزار اٹھارہ (1018) ہے۔ جبکہ صرف ایک عالمی جنگ میں ہلاک ہونے والے افراد کی مجموعی تعداد تہتر لاکھ (7300000) نفوس سے متجاوز ہے، اسی طرح اپانچ اور زخمی ہونے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، جن کی زندگی موت سے بھی بدتر تھی۔

”رحمۃ اللعالمین“ کے ہنگامی، فارسی، عربی اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم طبع ہو چکے ہیں۔ جو سیرۃ النبی ﷺ کی معروف کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ کے بہترین اسلوب نگارش اور قبولیت کی منفرد مثال ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے اکلوتے فرزند قاضی عبدالعزیز رحمہ اللہ جو علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم یافتہ تھے، اردو، عربی، فارسی کے علاوہ انگریزی پر خاص دسترس رکھتے تھے۔ دیگر دینی و ملی خدمات کے ساتھ ساتھ ”رحمۃ اللعالمین“ کو انگریزی قالب میں ڈھالنا ایک

عظیم اور خوشگوار فریضہ جسے پوری ذمہ داری، لگن، محبت اور احتیاط سے پورا کیا۔ اس ترجمہ پر قاضی عبدالباقی منصور پوری جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے، نے نظر ثانی کے فرائض انجام دیئے۔

اعلیٰ زبان دانی، ادبیات، حوالہ جات کی ترتیب و تنقیح پر بہت محنت کی اور کئی برس کی مسلسل کاوش کے بعد ”رحمۃ اللعالمین“ کا یہ انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ زبان اتنی شستہ، خوبصورت اور جاندار ہے کہ یہ ترجمہ پاکستان کے معروف انگریزی روزنامہ پاکستان ٹائمز (Pakistan Times) میں (1959, 1960, 1961ء) متواتر تین سال بالاقساط طبع ہو کر انگریزی دان طبقہ سے داد و تحسین وصول کر چکا ہے۔

کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ کے حوالے سے عالم اسلام کی معروف علمی اور فکری شخصیت سید ابوالحسن علی الندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”کاروان زندگی“ میں فرماتے ہیں کہ میری ابتدائی عمر میں ایک کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ کا اشتہار طبع ہوا میں نے جھٹ پبلشر کو کتاب بھجوانے کا ایک خط پوسٹ کر دیا۔ چند ہی دنوں بعد یہ کتاب بذریعہ V.P گھر کے پتہ پر موصول ہو گئی۔ والدہ مرحومہ کے پاس اتنی رقم کہاں تھی کہ وہ ادا کر کے پوسٹ مین سے کتاب حاصل کر سکتی، میرا رونا دھونا اور کتاب کے حصول پر اصرار کے باعث ایک عزیز نے اپنی گرہ سے رقم ادا کر کے مجھے دی میں نے بڑی ہی محبت و عقیدت، توجہ، انتہاک سے اس عظیم کتاب کا مطالعہ کیا اور آج میں برملا اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ ”رحمۃ اللعالمین“ اپنی منفرد جا ذبیت عناوین کی ترتیب اور خوبصورت پیرایہ اظہار کے باعث ان عظیم کتب میں سرفہرست ہے جنہوں نے اپنی مقناطیسیت اور کشش کے باعث نہ صرف میرے دل و دماغ کو جھنجھوڑا بلکہ میری تصنیفی اور تالیفی صلاحیتوں کو بھی جلائے اور رہنمائی بخشی۔

مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ ”رحمۃ اللعالمین“ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگرچہ اردو میں سیرت النبی کے موضوع پر بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں تاہم ان کتب میں چند ہی ایسی ہیں جن کے اندر واقعات کی صحت کا کما حقہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان گنتی چنی کتب میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ”رحمۃ اللعالمین“ سرفہرست ہے۔

معروف سیرت نگار اور مورخ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”رحمۃ اللعالمین“ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ سیشن جج (Session Judge) کے عہدہ جلیلہ پر متمکن ہونے کے باوجود اپنی ظاہر داری، مہمان نوازی، اہل و عیال کی ذمہ داری، عزیز و اقارب کی دل جوئی اور دیگر مصارف کی وجہ سے بڑی وضع دار زندگی گزارتے تھے۔ عظیم اور بڑے عہدے پر متمکن ہونے کے باوجود تنخواہ میں بڑی تنگ دستی سے اپنی گزران کر پاتے تھے۔ لیکن مجال ہے کہ کبھی اپنے عہدہ کی وجہ سے ہزاروں روپے حاصل کر سکنے کے باوجود کبھی کسی شخص کی ایک پائی تک کے ناجائز روادار اور متحمل ہوئے ہوں۔ رشوت ستانی اور اپنے اختیارات سے تجاوز تو بہت دور کی بات ہے، کسی سے اپنے منصب کے باعث جائز فائدہ، بلکہ تھوڑا حائف سے بھی اپنی دینداری اور ذمہ داری کے باعث حد درجہ اجتناب کرتے تھے۔ حکیم محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی ذاتی زندگی کا ایک ایمان افروز واقعہ ذکر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک ملزم کی سفارش کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ ملزم قطعاً بے گناہ ہے۔ لہذا آپ اسے رہا کر وادیں۔ اس درخواست کے ساتھ ہی اس ہندو دوست نے ایک ہندو لٹاف

حقوق کا تحفظ اور تعین کرتے رہے اور بڑی ایمان داری اور اللہ عزوجل کے ہاں جوابدہی کے احساس سے عدالتی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ ان کے بعض مقدمات کے فیصلے آج بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ذمہ داری، امانت، امانت، خلوص و تقارب سب کے ساتھ انصاف کی سنہری یاد تازہ کرتے ہیں اور حسن اتفاق دیکھئے کہ سرکاری ملازمت کی گونا گوں مصروفیات، سماجی اور ثقافتی تقریبات میں شمولیت، بے شمار خانگی اور سماجی بکھیرے ہونے کے باوجود قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ عزوجل کا خاص کرم اور فضل تھا۔ درس قرآن، درس حدیث کی مواظبت کے ساتھ ساتھ تصنیفی اور تالیفی سرگرمیاں بھی عروج پر تھیں سماجی خدمات بھی ساتھ ساتھ جاری تھیں۔ ایک ایک لمحہ گنا چٹا ہونے کے باوجود ایک بہت بڑا تخلیقی، تصنیفی، تحقیقی، تفسیری اور علمی ذخیرہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے چھوڑا۔ ملازمت کی مشکلات کے باوجود اوقات کی ایسی خوبصورت تنظیم فرمائی تھی کہ ہر کام کے لئے باقاعدگی اور ذمہ داری سے وقت نکال لیتے تھے اور کبھی کام پوری تندی، دل جمعی، اطمینان اور کامل یکسوئی سے پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔

منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے ساتھ جمعیت اہل حدیث کے بھی عظیم رہنما تھے اس ناموری کے باوجود اپنی ہستی کے اظہار و اعلان سے ہمیشہ دور بھاگتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ دوست دار آدمی تھے۔ دوستی کے آداب اور تعلقات بنانا بھی خوب جانتے تھے حتیٰ کہ دوستوں کی دلداری کی خاطر بعض اوقات اپنے گھر کی اشیاء تک بیچ ڈالتے تھے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے ہی خوبصورت، عالمانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ اس دوستی اور محبت میں دو طرفہ تعلق خاطر میں اور بھی اضافہ نظر آتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں مرحوم دوست بلند پایہ ادیب، شاعر، مصنف، مؤلف اور تعلیم و تعلم سے وابستہ تھے۔ دونوں عظیم و مقتدر ہستیاں اپنی معاشرتی و سماجی حیثیت کے باعث ساری زندگی عدل و انصاف کے حوالہ سے انسانیت کی دادرسی فرماتے رہے ان میں ایک بیرسٹر ایٹ لاء (Barrister At Law) اور دوسرے سیشن جج (Session Judge) کے عہدہ جلیلہ پر متمکن تھے۔ دونوں مرحوم ہستیاں امت مسلمہ کے لئے بے پناہ تڑپ اور وردہ دل رکھنے والے تھے اور مسلمانان عالم بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی تعلیمی، دینی، سیاسی، سماجی اور تمدنی رہنمائی اور بہتری کے لئے عمر بھر کوشاں اور سرگرم عمل رہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ مفکر پاکستان حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت و خلوص سے پیش آتے تھے۔ جبکہ ان کی ملکی، علمی اور دینی خدمات کے باعث علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی قاضی صاحب سے دل و جان کی گہرائیوں سے انسیت اور یگانگت سے پیش آتے تھے۔ قاضی صاحب کے سانحہ ارتحال پر انجمن حمایت اسلام کا ایک عظیم تعزیتی جلسہ حاجی شمس الدین مرحوم کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی باوقار، علمی، ادبی اور روحانی شخصیت کو اہالیان برصغیر کی طرف سے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس تعزیتی جلسہ میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبت صادق و عظیم دوست قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنے خوبصورت اور جامع کلمات تعزیت کے ساتھ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے چیدہ چیدہ اشعار بھی خود اپنے زبانی حاضرین کو سنائے، اور یہ وہی ”انجمن حمایت اسلام“ ہے جس کے سب عہدیدار مرحوم قاضی محمد

انجمن اور متعدد ملاجیتوں کے باعث ایک ادارہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا اہم اور من پسند موضوع تقابلی ادیان تھا۔ انہیں تاریخ پر بھی مکمل عبور تھا۔ دوسری بار جب اللہ عزوجل نے مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کو حج بیت اللہ کی سعادت بخشی تو فرمانروائے مملکت سعودیہ خادم حرمین شریفین شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود رحمہ اللہ سے ملاقات میں ”نجد“ پر بڑی تفصیلی اور سیر حاصل گفتگو کی۔ اس فکر انگیز اور تاریخی معلومات سے بھرپور گفتگو سے متاثر ہو کر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ سے ”تاریخ نجد“ لکھنے کی خواہش کے ساتھ عربی زبان میں اس موضوع پر دستیاب چند قیمتی دستاویزات اور تاریخی کتب بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے حوالہ کیں۔ اسی سفر مبارک سے واپسی پر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا جس کی بنا پر یہ سب کام دھرے کے دھرے رہ گئے۔ مگر نہ آج قاضی صاحب کے موعود قلم کا ایک اور دل پذیر تحقیقی و تاریخی شاہکار ”تاریخ نجد“ بھی مسلمانان عالم سے داد تحسین حاصل کر چکی ہوئی اور ان کی فکری اور تاریخی معلومات کا بھرپور اعتراف کر چکی ہوئی۔

جب خادم حرمین شریفین شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود سے مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کی تاریخ نجد کے حوالہ سے تاریخی ملاقات ہوئی تو خادم حرمین شریفین نے غلاف کعبہ کا چارٹ مرلے پر مشتمل ایک خوبصورت تحفہ جس پر سورۃ اخلاص مکمل اور یا اللہ باریک اور خوبصورت انداز میں چار مرتبہ لکھی ہوئی تھی۔ اپنے معزز اور محترم مہمان قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جسے معزز مہمان نے نہ صرف بعد خوشی و انبساط قبول فرمایا بلکہ فرمایا کہ یہ عظیم اور مبارک تحفہ مجھے دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی اور عزیز ہے اور اس کا حصول میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش و خوش نصیبی ہے۔

1884ء میں میندرہ کالج جو پنجاب یونیورسٹی سے الحاق شدہ تھا، سے فنی فاضل کا امتحان پاس کیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث یونیورسٹی بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔

1885ء میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے اور پٹیالہ کے سپرنٹنڈنٹ (Superintendent) برائے تعلیم متعین ہوئے۔

جب متحدہ ہندوستان کے حالات دن بدن بگڑتے چلے گئے۔ چوری، ڈکیتی اور راہ زنی کی وارداتیں روز کا معمول بن گئیں۔ جسے سنبھالنا حکومت کے لیے مشکل اور محال ہو گیا تو قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کو 1900ء میں محکمہ تعلیم کی بجائے متحدہ پنجاب کے انسپکٹر جنرل (I.G. Police) ٹام کنسن کے ساتھ اصلاح احوال کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ آئی جی (I.G) پولیس آپ کی شخصیت و کردار، طرز فکر، حسن کارکردگی اور اسلوب کار سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے حکام بالا سے گزارش کی کہ کیوں نہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی خدمات محکمہ انصاف (Judiciary) کے سپرد کر دی جائیں۔

ٹام کنسن کے ساتھ کام کی وجہ سے آپ عدالتی بارکیوں اور قانونی موٹگاٹیوں سے بہت جلد روشناس ہو چکے تھے۔ یہ بات تاریخی اعتبار سے بہت ہی حیران کن ہے کہ قاضی رحمہ اللہ نے صرف چند ایام میں ہی ضابطہ فوج داری کی تمام تر قانونی دفعات پر کامل دسترس حاصل کر لی تھی۔

مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کی پہلی تقرری دفعہ 30 کے مجسٹریٹ (Magistrate) کے طور پر ہوئی، جلد ہی سول جج (Civil Judge) بنادے گئے اور پھر ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے سیشن جج (Session judge) کے منصب جلیلہ پر جلوہ افروز ہو گئے۔

دین میں فروعی اختلاف سے کفر لازم نہیں آتا۔ اگر یہ اختلاف نیک، علمی، تحقیقی اور اصلاحی مقاصد پر مبنی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں فرقہ بندی، مسلکی اور فروعی اختلاف کی بنیاد پر کسی کی تکفیر اور تکذیب کی اسلام کسی بھی حیثیت سے نہ تو اجازت دیتا ہے اور نہ ہی ایسا کرنا اسلامی تعلیمات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم بعض مسائل میں شدید اختلاف یہاں تک کہ بعض امور حلت و حرمت کی حدود تک پہنچ جاتے تھے۔ پھر بھی ایک دوسرے کی اقتداء و امامت میں نماز ادا کرتے اور ان کے سماجی، معاشرتی اور اجتماعی معاملات آپس میں پیار و محبت کی عملی شکل نظر آتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں مرحمت فرمایا تھا کہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے میں نے آج تک کسی مسلمان کے کفر کے فتویٰ پر دستخط نہیں کئے۔ میرا اس باب میں وہی نظریہ اور مسلک ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

لَا نَكْفُرُ أَهْلَ الْقِبْلَةِ (تھاوی ثانیہ جلد 1 ص 263)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرقہ بندی کی بجائے وحدت و امت اور اتحاد عمل کے داعی تھے۔ فرقہ بندی مسلکی اور فروعی تعصب کی بجائے ”اسلام اور مسلم“ زندگی بھر ان کا عنوان تھا۔ ہمارے فاضل بزرگ دوست، مؤرخ، مصنف و محقق محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خوبصورت کتاب ”مصنف رحمۃ اللعالمین“ (جواب تک قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر لکھی گئی واحد تصنیف ہے) جس میں عصر حاضر کے علما کو مخاطب کرتے ہوئے عام مسلمانوں سے ان کی محبت و وارفتگی کے متعلق ایک خوبصورت واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ قاضی صاحب کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بے نماز شخص نے آپ کو گھر کھانے پر بلایا۔ قاضی صاحب کو بتایا گیا کہ یہ شخص بے نماز ہے۔ فرمایا، پھر کیا ہوا، مسلمان تو ہے اس کے گھر جائیں گے۔ اسے ملیں گے اور اس سے بات چیت کریں گے تو اللہ اسے نماز کی توفیق عطا فرمادے گا۔ قاضی صاحب اس کے گھر گئے اور ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ شخص دور ہو کر بیٹھ گیا قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ آپ دور کیوں ہو گئے ہیں؟ آئیے میرے ساتھ کھانا کھائیے۔ لیکن وہ گھبرار ہا تھا اور بے نماز ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھنے میں شرم محسوس کر رہا تھا۔ قاضی صاحب نے اصرار کیا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔ قاضی صاحب نے کھانے کے دوران اپنے اسلوب خاص میں چند باتیں کیں۔ کھانا کھا چکے تو عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ قاضی صاحب نماز کے لیے مسجد کو روانہ ہوئے تو باتیں کرتے کرتے وہ بھی ساتھ چلا آیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ پکا نمازی بن گیا اور تہجد پڑھنے لگا۔ پھر کتنے ہی لوگوں کو اس کی تبلیغ سے اللہ نے راہ ہدایت پر گامزن فرمایا۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ علمی و فکری رہنمائی اور کمالات کے ساتھ ساتھ ہر دل عزیز اور محبوب خصال و صفات کے مالک تھے۔ پیار، محبت، اخلاص اور اپنائیت کے باعث احباب کا ایک وسیع حلقہ رکھتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ پندرہ (15) برس تک سیشن جج (Session Judge) کے عہدہ جلیلہ پر عوام کی دادری،

حقوق کا تحفظ اور تعین کرتے رہے اور بڑی ایمان داری اور اللہ عزوجل کے ہاں جوابدہی کے احساس سے عدالتی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ ان کے بعض مقدمات کے فیصلے آج بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ذمہ داری، امانت، امانت، خولیش و اقارب سب کے ساتھ انصاف کی سنہری یاد تازہ کرتے ہیں اور حسن اتفاق دیکھئے کہ سرکاری ملازمت کی گونا گوں مصروفیات، سماجی اور ثقافتی تقریبات میں شمولیت، بے شمار خانگی اور سماجی بکھیرے ہونے کے باوجود قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ عزوجل کا خاص کرم اور فضل تھا۔ درس قرآن، درس حدیث کی مواظبت کے ساتھ ساتھ تصنیفی اور تالیفی سرگرمیاں بھی عروج پر تھیں سماجی خدمات بھی ساتھ ساتھ جاری تھیں۔ ایک ایک لمحہ گنا چنا ہونے کے باوجود ایک بہت بڑا تخلیقی، تصنیفی، تحقیقی، تفسیری اور علمی ذخیرہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے چھوڑا۔ ملازمت کی مشکلات کے باوجود اوقات کی ایسی خوبصورت تنظیم فرمائی تھی کہ ہر کام کے لئے باقاعدگی اور ذمہ داری سے وقت نکال لیتے تھے اور کبھی کام پوری تندی، دل جمعی، اطمینان اور کامل یکسوئی سے پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔

منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے ساتھ جمعیت اہل حدیث کے بھی عظیم رہنما تھے اس ناموری کے باوجود اپنی ہستی کے اظہار و اعلان سے ہمیشہ دور بھاگتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ دوست دار آدمی تھے۔ دوستی کے آداب اور تعلقات بنانا بھی خوب جانتے تھے حتیٰ کہ دوستوں کی دلداری کی خاطر بعض اوقات اپنے گھر کی اشیاء تک بیچ ڈالتے تھے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے ہی خوبصورت، عالمانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ اس دوستی اور محبت میں دو طرفہ تعلق خاطر میں اور بھی اضافہ نظر آتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں مرحوم دوست بلند پایہ ادیب، شاعر، مصنف، مؤلف اور تعلیم و تعلم سے وابستہ تھے۔ دونوں عظیم و مقتدر ہستیاں اپنی معاشرتی و سماجی حیثیت کے باعث ساری زندگی عدل و انصاف کے حوالہ سے انسانیت کی دادی فرماتے رہے ان میں ایک بیرسٹر لاء (Barrister At Law) اور دوسرے سیشن جج (Session Judge) کے عہدہ جلیلہ پر متمکن تھے۔ دونوں مرحوم ہستیاں امت مسلمہ کے لئے بے پناہ تڑپ اور درد دل رکھنے والے تھے اور مسلمانان عالم بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی تعلیمی، دینی، سیاسی، سماجی اور تمدنی رہنمائی اور بہتری کے لئے عمر بھر کوشاں اور سرگرم عمل رہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ مفکر پاکستان حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت و خلوص سے پیش آتے تھے۔ جبکہ ان کی ملکی، علمی اور دینی خدمات کے باعث علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی قاضی صاحب سے دل و جان کی گہرائیوں سے انسیت اور یگانگت سے پیش آتے تھے۔ قاضی صاحب کے سانحہ ارتحال پر انجمن حمایت اسلام کا ایک عظیم تعزیتی جلسہ حاجی شمس الدین مرحوم کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی باوقار، علمی، ادبی اور روحانی شخصیت کو اہالیان برصغیر کی طرف سے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس تعزیتی جلسہ میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محب صادق و عظیم دوست قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنے خوبصورت اور جامع کلمات تعزیت کے ساتھ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے چیدہ چیدہ اشعار بھی خود اپنے زبانی حاضرین کو سنائے، اور یہ وہی ”انجمن حمایت اسلام“ ہے جس کے سب عہدیدار مرحوم قاضی محمد

سلیمانؑ سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ شیخ محمد شفیعؒ ”انجمن حمایت اسلام“ کے ایک جلسہ جس کے صدر مقرر قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ تھے کہا کہ قاضی صاحبؒ جتنے گھنٹے تقریر کریں گے میں فی گھنٹہ 300 روپے بطور عطیہ انجمن کو دوں گا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی اس خوبصورت تقریر کی خوشی میں ایک ہی مجلس میں اٹھارہ ہزار (18000) روپے بطور عطیہ انجمن کو دیا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب اتنی رقم یعنی ”اٹھارہ ہزار روپے“ سے کئی کلو خالص سونا خریدا جاسکتا تھا یہ بات قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی جلالت علمی کے ساتھ ساتھ سب مکتبہ ہائے فکر میں اپنی گونا گوں خداداد صلاحیتوں، ہر دل عزیزی، اپنائیت اور یگانگت کی زندہ اور تابناک مثال ہے۔

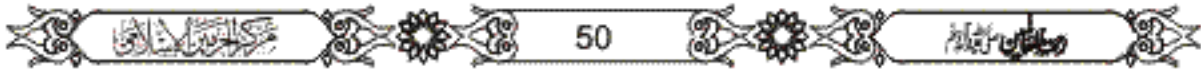
ان تمام سرکاری اور تصنیفی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اپنے اہل و عیال، عزیز و اقارب کی سب تقریبات میں شریک ہوتے۔ ان کی دل جوئی، حوصلہ افزائی اور جائز خوشنودی کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہر ایک کی عزت نفس کا خیال کرتے۔ امیر و غریب سب کی یکساں عزت افزائی فرماتے۔ مہمان نوازی بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کا خاص وصف تھا۔ مہمان کے آرام و آسائش اور ان کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنا اپنے دین و ایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ دوست و احباب جو بعض ناگوار عادات یعنی حقہ نوشی وغیرہ کی لت میں پڑے ہوتے، ان کی ضروریات بھی پوری فرماتے تھے اور ماتھے پر چمن تک نہ ڈالتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی چند یادگار تصانیف اور ان کا اجمالی تعارف

معارف الاسماء شرح اسماء اللہ الحسنى

اللہ عز و جل کے اسماء مبارکہ پر قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی وہ یادگار تصنیف جس میں اللہ عز و جل کے اسماء حسنیٰ پر بڑی شرح و بسط سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تصنیف لطیف آج سے پون صدی قبل مصنفؒ کی ہی حیات مبارکہ میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مصنفؒ شہود پر جلوہ گر ہو کر عارفان الہی اور مجاہدان دین سے داد و تحسین وصول کر چکی تھی۔ اپنے موضوع پر اولین بے نظیر منفرد اور خوبصورت تصنیف ہے۔ گو بعد میں اس موضوع پر متعدد کتب زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ لیکن اولیت کا شرف قاضی محمد سلیمانؒ ہی کو حاصل ہے۔ اس کتاب میں مصنفؒ نے اللہ عز و جل کی توحید و عظمت، حاکمیت، وحدانیت اور دیگر صفات و اوصاف کو بڑی باریک بینی اور شرح و بسط سے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح فرمایا ہے۔ چونکہ مصنف خود بھی عالم باعمل اور صاحب زہد و ورع، اخلاص و للہیت کے ایسے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ اس لئے ان کی یہ تصنیف اللہ عز و جل کے اسماء و صفات کی معرفت کے ساتھ ساتھ مسنون اذکار و وظائف قرآنی اور نبوی و عاؤں کا ایک خوبصورت، مستند اور دل آویز مجموعہ ہے۔

یہ کتاب شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ الاستاذ عبدالعزیز علویؒ کی نظر ثانی اور خوبصورت مقدمہ کے ساتھ ”طارق اکیدمی“ نے ہی خوبصورت انداز میں زیور طباعت سے آراستہ کر چکی ہے۔ حافظ عبدالعزیز علویؒ سے بندہ ناچیز کو شرف تلمذ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ جن دنوں وہ ملک کی معروف علمی، روحانی، تربیتی درس گاہ ”جامعہ تعلیمات اسلامیہ“ فیصل آباد میں جس کے بانی ملک کی معروف دینی، سماجی، سیاسی، علمی شخصیت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ تھے۔ مسند تدریس پر متمکن تھے فضیلۃ الشیخ حضرت حافظ عبدالعزیزؒ کے



والد گرامی حافظ احمد اللہ رحمہ اللہ جو خود بھی زندگی کے آخری لمحات تک شیخ الحدیث کی مسند جلیلہ پر متمکن رہے۔ نیز ان کے بھی بیٹے بھی شیوخ الحدیث کی مسند جلیلہ پر فائز ملک و ملت کی رہنمائی اور تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں

۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

الجمال والکمال

مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کی ایک خوبصورت اور یادگار تصنیف ”الجمال والکمال“ ہے۔ درحقیقت یہ قرآن مجید کی ’سورۃ یوسف‘ کی تفسیر ہے۔ اور جلیل القدر پیغمبر کریم ابن کریم یوسف علیہ السلام کے حالات کا تفصیلی ذکر، جسے اللہ اکرم الحاکمین نے اپنی کتاب میں ”احسن القصص“ سے تعبیر فرمایا ہے، کی جامع و دلنشین تفسیر و تشریح ہے۔ اس میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے بڑی عمدگی، ذمہ داری، علمی اور تاریخی سلیقہ سے قصہ یوسف علیہ السلام کی ایک ایک جزئی کو دلائل و براہین کی روشنی میں بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اسی لئے یہ کتاب اس موضوع پر اپنے محققانہ اسلوب بیان و نشین انداز اور علمی استدلال کے باعث ایک بھرپور تفسیری اور تحقیقی تصنیف ہے۔ کیونکہ اس میں مصنف رحمہ اللہ نے روایت و درایت اور صحیح و ضعیف روایات کی بڑے محققانہ اور فاضلانہ اسلوب بیان اور شیفتگی سے منقح و توفیق کی ہے کیونکہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ ایک محقق اور مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث فن تفسیر میں بھی غیر معمولی ملکہ اور مقام رکھتے تھے۔

”الجمال والکمال“ قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ نے اپنے پہلے سفر حج میں مناسک کی تکمیل، حرمین شریفین کے علماء و فضلاء سے ملاقات اور دیگر گونا گوں مصروفیت کے باوجود صرف چند ہفتوں میں قلمبند فرمائی تھی۔ جو مرحوم کی وسعت علمی کی جیتی جاگتی تصویر اور مصنف کی تحقیقی شاہکار اور یادگار تصنیف ہے۔ اس کتاب کے بعض ابواب تو واقعی تفسیری حسن و جمال کے اعتبار سے مصنف کی مفسرانہ بصیرت اور مجتہدانہ طرز استدلال کی نماز ہیں۔

مہر نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ نے جہاں محققین اور پڑھ لکھے طبقہ کے لئے لازوال کتب تصانیف فرمائیں، وہاں وہ دعوت و تبلیغ کے حوالہ سے تمام قارئین بالخصوص کم پڑھ لکھے لوگوں اور نو نہالان امت کو بھی اپنی محبتوں، فیاضیوں اور علمی لطافتوں سے نوازتے رہے۔ ”مہر نبوت“ اسی سلسلہ کی ایک زندہ و جاوید یادگار تصنیف ہے۔ طرز ادب و نشین اور زبان اپنی شیرینی و لطافت کے باعث ایک خاص جاذبیت اور کشش لئے ہوئے ہے۔ جو اپنی دلنشینی اور خوبصورت انداز تحریر اور چھوٹے چھوٹے پرتائیر جملوں کے باعث بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں میں بھی پسند کی جاتی ہے۔ مختصر لیکن اپنے موضوع پر ایک مکمل اور جامع کتاب ہے۔ طبع اول کو ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی اسلوب بیان کے باعث عوام و خواص دونوں طبقوں میں پسندیدہ ہے۔ کئی دیگر پبلشرز کی طرح اس کتاب کو فیصل آباد کے معروف اشاعتی ادارہ ”طارق اکیڈمی“ نے بڑے خوبصورت، جاذب نظر، دورنگ، اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے۔

الصلوة والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آٹھویں صدی کے عظیم اور جلیل القدر امام ابن قیم رحمہ اللہ کی درود و سلام کے احکام و مسائل پر مشتمل انتہائی مفید و اہم تصنیف ”جلاء الإفہام فی الصلوة والسلام علی خیر الانام“ کا اردو ترجمہ ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ عظیم محدث، امام و فقیہ اور بلند اقبال محقق و

مصنف تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہ صرف شاگرد رشید بلکہ ان کی مسند علم و تحقیق کے حقیقی علمبردار اور وارث تھے۔ ان کی تصانیف میں محدثانہ رنگ غالب اور فکر و استدلال میں فقیہانہ انداز نمایاں پایا جاتا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں درود و سلام کے ہر پہلو پر قرآن و سنت سے تفصیلی، مدلل اور واضح روشنی ڈالی ہے۔ قاضی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اس گرانقدر علمی کتاب کا بڑی عمدگی سے اردو زبان میں ترجمہ کیا جو گفتگو اور سلاست کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے مصنف کی محبت اور عقیدت و انسیت کا ثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ مترجم کی اردو، عربی زبان دانی اور فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد اور خوبصورت کاوش ہے کیونکہ یہ کتاب دراصل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ایک اہم باب ہے، جس میں صلوٰۃ و سلام کے متعلق احکامات، قرآن و سنت کی روشنی میں مستند، مسنون اور درود کے صحیح الفاظ اور اس کے فضائل و آداب کو بڑی عقیدت اور سلیقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

اصحاب بدر رضی اللہ عنہم

”بدر البدور“ المعروف اصحاب بدر، غزوہ بدر میں شمولیت اختیار کرنے والے تین سو تیرہ (313) حلیل القدر مجاہدین، غازیوں اور شہداء کرام رضی اللہ عنہم کا خوبصورت اجمالی تذکرہ ہے، جنہوں نے اس معرکہ حق و باطل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و سیادت میں اپنی جانبازی اور جانفشانی کی خوبصورت داستان اور سنہری کارنامے انسانی تاریخ میں رقم کیے تھے۔

غزوہ بدر ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سال پیش آیا تھا۔ مسلمان مہاجر و انصار کی بے سرو سامانی، اسلحہ سے تہی دامنی، ذرائع و وسائل کی قلت، مجاہدین کی عدم تیاری، افرادی قوت کی کمی، کفار کے لشکر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد واضح فرق سے محسوس کی جا رہی تھی۔ لیکن متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ رضا الہی کے حصول کی خاطر سپہ سالار اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں دشمنان دین و ایمان کے مقابلہ میں سپہ سپہ پلائی ہوئی دیوار طاہت ہوئے کہ اللہ عزوجل نے ان کو فتح و نصرت سے ہم کنار کیا۔ انہوں نے قوت ایمانی سے یہ ثابت کیا کہ قلت و کثرت نظریاتی قوموں کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس معرکہ یوم الفرقان میں شامل ہونے والے تین سو تیرہ (313) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خوبصورت گل دستہ شاید ہی کسی اور اردو کتاب میں اس قدر خوبصورت مفصل اور اچھوتے انداز میں دستیاب ہو۔

چونکہ یہ سب جاٹار اور جانباز فدائی ملت اسلامیہ کے روشن اور تابندہ ستارے ہیں اور ان کی بے لوث و بے مثال زندگی ہر مسلمان کے لئے مشعل راہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔

کیونکہ وہ جانتے تھے اصل بات اللہ سے تعلق ہے۔ اگر وہ پیدا ہو جائے تو اس روئے زمین پر بسنے والی تمام ابلیسی اور طاغوتی طاقتوں کے مقابلے میں آسمانی لشکر ہماری مددگاری کے لئے اتریں گے اور ان دشمنوں کو نیست و نابود کریں گے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

سبیل الرشاد (سفرنامہ حج)

اس کتاب میں سفرنامہ حج اور زیارت حرمین شریفین کا ذکر ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مبارکہ میں دومرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ 1923ء میں پہلے سفر حرمین شریفین سے واپسی پر جغرافیائی حالات اور بین الاقوامی اہمیت و حیثیت، حج بیت اللہ کی فرضیت و حکمت، اس سے حاصل ہونے والی روحانی و مادی برکات، اس اہم فریضہ کے اسرار و رموز کتاب و سنت اور دیگر آسمانی کتابوں کی رہنمائی اور شاہد میں بڑی خوبی سے واضح فرمائے ہیں۔ مدینہ منورہ کا سفر ”مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی برکات و احساسات اور روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرعی طریقہ اور وہاں ملحوظ رکھے جانے والے آداب و معاملات کو بڑی لطافت، باریک بینی اور مدلل انداز میں واضح فرمایا ہے۔ کیونکہ ان مقامات مقدسہ کا ادب و احترام بالخصوص مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور ایک سچے عقیدت مند موحّد مسلمان کے لئے ان آداب کا پاس اور لحاظ رکھنا ایمان کا جزو و نہایت اخروی اور شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث ہے۔

درحقیقت یہ سفرنامہ حج روئیداد حج کی بجائے ان انوار و تجلیات کا جو مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے دل و دماغ پر وارد ہوئے اور ان روحانی اور قلبی اور اک و احساسات کا مظہر ہے، جس کا دوران سفر حضرت اشخ کے قلب و نظر پر نزول اجلال ہوا تھا۔ اپنی فکر و نظر کی گہرائی اور لطافت تحریر کے باعث یہ دینیات کی ایک مکمل کتاب معلوم ہوتی ہے۔

خطبات سلیمان

ہر بڑے رتبے مقام اور حیثیت والے فرد کو مختلف تقریبات میں شرکت کے لئے مدعو کیا جاتا ہے اور وہ حسب موقع اپنے تاثرات کا اپنے خصوصی اور صدارتی خطاب میں اظہار بھی کرتا ہے۔ اسی طرح قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے منصب جلیلہ سماجی حیثیت اور بالخصوص اپنی مثبت ملی اور دینی سوچ کے باعث مختلف انجمنوں اور تنظیموں کی دعوت پر اعلیٰ کلمۃ اللہ اور رضائے الہی کے حصول کے لیے محبت، محنت، تیاری اور عقیدت سے ایسی مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ خطبات اپنی جامعیت اور موضوع پر مکمل احاطہ کے باعث ایک یاد گار تاریخی اور علمی حیثیت رکھتے ہیں۔ ویسے تو قاضی صاحب ان مجالس میں فی الہد یہ تقاریر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات حسب ضرورت تحریری خطبے بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ خطبات اپنی علمی، تحقیقی، واقعاتی حقیقت پسندی کے باعث بڑی دلچسپی اور محویت سے سنے جاتے تھے۔ ان دس (10) مطبوعہ خطبات میں سے زیادہ وہ ہیں جو آپ نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مختلف جلسوں اور کانفرنسوں کے مواقع پر ارشاد فرمائے تھے۔ تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر میں بھی ان کا ایک خاص مرتبہ اور مقام ہے۔ زمانہ اس بات کا معترف ہے کہ قاضی صاحب تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر کے بھی دہنی تھے۔ اور تحریری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ تقریر میں بھی بڑا معتبر نام رکھتے تھے۔

غایت المرام۔ تائید الاسلام

قادیانیت وہ خنجر ہے۔ جو انگریز حکومت نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر متحدہ ہندوستان میں اپنے جبری اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے امت مسلمہ کے سینے میں گھونپنا چاہا تھا اور اس مذموم مقصد کے حصول کی خاطر ایک نام نہاد اور انگریز کے خیر خواہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو جو گھر کا بھیدی تھا، امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لئے تمام تر طاغوتی، مادی اور معنوی قوتوں کے سہارے میدان عمل

میں اتارا۔ جس نے روشنی کے نام پر تاریکی، ہدایت کے نام پر گمراہی، اسلام کے نام پر کفر و الحاد، اتفاق و اتحاد کی بجائے، منافرت اور تفرقہ کو امت مسلمہ میں رواج دینے کی کوشش کی۔

یہ دونوں کتابیں دراصل خود ساختہ عجیبی نبوت کے دعویدار غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت اور نبوت کے دور میں تحریر فرمائی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی ذات، شخصیت، اپنے دعاوی اور الہامات میں ایک ایسی گتھی ہے کہ جسے جاننا اور سمجھنا ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ مذکورہ شخص کبھی مسیح موعود ہے، کبھی مریم، کبھی نبی مرسل اور کبھی کچھ اور۔ مرزا نے اپنی تصنیفات میں اپنی ذات کو کچھ اس قدر پرستار، جھلک اور چوں چوں کا مربہ بنایا ہوا ہے کہ عام آدمی کے لئے یہ عقیدہ لایخیل ہے۔ لیکن برصغیر پاک و ہند میں بڑی بڑی نامور علمی ہستیوں نے اس مکروہ چہرہ کا بڑی ذمہ داری اور حقانیت سے پردہ ناصرف چاک کیا بلکہ عام مسلمانوں کو ان کے مکروہ و جل و فریب سے آگاہ فرمایا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سعادت میں ہر اول دستہ کے جرنیل کی حیثیت اور مقام رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں کتابیں اس جھوٹے مدعی نبوت کی مختلف کتابوں دعویٰ مسیحیت فتح السلام، توضیح المرام اور ازالہ اوہام کا ایک مسکت اور شواہد و دلائل سے بھرپور علمی اور تحقیقی جواب ہے۔

کتاب کے متعلق پیش گوئی جو درست ثابت ہوئی

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے پر پرزے نکلنے کی ابتدا ہی تھی جب قاضی صاحب نے یہ کتاب لکھی اور اس الہامی پیش گوئی کے ذریعے قادیانی مکرو فریب کے تار و پود بکھیر دیے آپ نے اس کتاب کے حوالے سے ایک پیش گوئی فرمائی جو بعد میں بالکل درست ثابت ہوئی۔ قاضی صاحب نے فرمایا تھا کہ مرزا غلام احمد اس کتاب کا جواب نہیں دے سکے گا اس کے بعد قاضی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں پورے یقین سے یہ بات کہتا ہوں مرزا غلام قادیانی اپنی زندگی میں حج نہیں کر سکے گا اور یہ اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے قاضی صاحب نے ”غایت المرام“ میں اس کا اعلان بھی کر دیا اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال زندہ رہا لیکن نہ وہ اس کتاب کا جواب دے سکا اور نہ ہی حج کر سکا۔

یہ دونوں کتابیں انیسویں صدی کے اختتام سے قبل ہی زیرِ طہاعت سے آراستہ ہو کر تشنگانِ حق کی آبیاری کی سعادت حاصل کر چکی تھیں اور قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی خدا داد تصنیفی، تالیفی، تحقیقی، صلاحیتوں کا اعتراف کروا چکی تھیں۔

تاریخ المشاہیر

نوجوان نسل کو اپنے دینی، علمی اور ثقافتی ورثہ سے ایک خاص تعلق، دل چسپی اور لگن ہوتی ہے اور یہی تعلق کسی انسان کو اپنے نظر پر، اعتقاد، نصب العین اور مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ہمیشہ کام کرتا ہے۔ آج اگر ہماری نئی نسل صحیح اسلامی تعلیمات اور مثبت فکر سے آراستہ ہو جائے تو دعوت و تبلیغ کی بے شمار منزلیں آسانی سے طے ہو جائیں۔ اخلاق و کردار کے حوالہ سے ایک نیا ولولہ، جذبہ اور جوش مارتا ہو اخون پھر سے امت مسلمہ کی رگوں میں دوڑنے لگ جائے اور بظاہر نا کارہ اور بیمار نظر آنے والا معاشرہ علم و عمل اور ترقی کی نئی منزلوں پر رواں دواں اور گامزن نظر آئے۔ اسلامی فکر و نظر سے آگاہی کے لئے ائمہ الاعلام اور مشاہیر اسلام کا تذکرہ اور دین اسلام کی آبیاری اور اس کی اشاعت و ترقی اور ترویج کے لئے ان ارواحِ قدسیہ کی عظمت و کردار اور ان کی بے لوث و بے مثال قربانیوں کا تذکرہ بھی اس مشن کو کامیابی کی طرف لے جانے میں بنیادی کلید ہے۔ کیونکہ ائمہ سلف اور ایسی گراں قدر اور معزز بزرگ ہستیوں کا ذکر خیر، ولولہ سازہ کا باعث

بناتا ہے اور اسلاف کی ان کوششوں کا ذکر نیک طینت انسان کے لئے مشعل راہ اور سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

امرتسر کے ایک معروف ہفت روزہ ”لوکیل“ میں جس کے کسی زمانے میں امام الہند ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ بھی مدیر التحریر ہوا کرتے تھے، قاضی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ چونکہ انتہائی راسخ العقیدہ، پکے، سچے اور کھرے مسلمان تھے انہوں نے جب ”لوکیل“ میں تصاویر کی اشاعت دیکھی تو ہفت روزہ کے مالک شفی غلام محمد سے استدعا کی کہ آپ ان بے مقصد اشیاء کو ترک کر دیں تو میں اس صحافتی خلا اور کمی کو مشاہیر اسلام کے تذکرہ سے پورا کروں گا۔ (ان شاء اللہ) اور پھر حسب وعدہ و خواہش قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بڑی ہی ذمہ داری سے پورا فرمایا اور حسب موقع آپ نے ائمہ اربعہ یعنی ”امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایسے عظیم ائمہ و مجتہدین کے تذکرے اپنے خاص صحافتی اسلوب بیان سے قلمبند فرمائے۔ ان عظیم شخصیات کے احوال، علاقائی ماحول، ان کی خدا داد صلاحیتوں، ان کے تفقہ کے جلیل القدر تذکرے، ان کی زندگیوں کے اخلاق و کردار، دینی لگن، تڑپ، علمی، تحقیقی اور مجتہدانہ کارہائے نمایاں سے مسلمانان برصغیر کو آگاہ کیا۔

یہ خوبصورت کتاب ان ائمہ عظام کے ساتھ ساتھ بے شمار اسلامی اور تاریخی علمائے عظام کی زندگیوں کے بھرپور تذکروں سے بھی معمور ہے اور یہ تذکرہ اصحاب علم و فضل، اپنی نادر تاریخی معلومات اور دل نشین اسلوب نگارش کے باعث ایک یادگار علمی شہ پارہ ہے۔ شخصیات کا یہ خوبصورت تذکرہ خود مولف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ ہی میں ”لوکیل“ میں چھپنے کے بعد ایک خوبصورت کتاب کی صورت میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر عام قارئین کے ہاتھوں تک پہنچ کر قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور فکری صلاحیتوں کا لوہا منوا چکا تھا۔

مکاتیب سلیمان

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے زود نویس، احباب کی دل جمعی و دل جوئی، احوال واقعی سے آگاہی اور دوست و اقارب سے خط و کتابت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ شاید اس دور میں خط و کتابت ہی باہمی تعلق ارتباط اور آپس کے حالات سے آگاہی کا ایک موثر ذریعہ تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے فاضلانہ، عالمانہ اور محققانہ مکتوب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ان کے بعض مکتوبات تو تاریخی و ستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک کسی مسیحی کے سوال کا جواب تھا جو ”استقامت“ کے نام سے طبع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بڑا مبسوط خط غازی محمود دھرم پال کے جوابی خط میں تحریر فرمایا تھا۔ اس طرح یہ مکاتیب جس کی مجموعی تعداد چونتیس (34) ہے، ایک خوب معلوماتی نادر اور تحقیقی مجموعہ ہے۔

سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور بھی بے شمار خوبصورت مطبوعات و مؤلفات ہیں جن میں سید البشر سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دیئے گئے چار (4) لیکچرز کا مجموعہ ہے جو انہوں نے متحدہ پنجاب کے مشہور شہر امرتسر کے ایم اے او (M.A.O.) ہائی سکول میں ارشاد فرمائے تھے اور مصنف ہی کے بھتیجے قاضی حبیب الرحمن مرحوم نے کتابی صورت میں ترتیب دیئے تھے جو ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدتوں کا والہانہ اظہار ہے۔ اس خوبصورت کتاب کو پاکستان کا معروف اشاعتی ادارہ ”طریق اکیڈمی“ چھاپنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔

المسح علی الجورین

نویں صدی ہجری کے تبحر عالم اور لاتعداد کتب کے مصنف و مولف علامہ سید جمال الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف عربی کتاب ”المسح علی الجورین“ کا مسلمانان برصغیر کے افادہ کے لئے سلیس اور سستہ اردو زبان میں ترجمہ کیا جو ان کے اعلیٰ علمی و ادبی ذوق و مہارت کا آئینہ دار ہے۔ یہ کتاب بھی کئی دفعہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

برہان

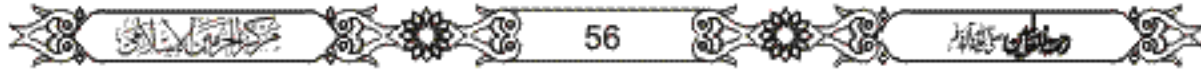
ایک مسیحی پادری نے جولائی 1914ء میں غازی محمود دھڑل پال مرحوم کے معروف رسالہ ”المسلم“ جو لدھیانہ سے نشر ہوتا تھا، کے توسط سے شق و ارجار سوالات پر مشتمل ایک توضیحی خط قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ارسال کیا تھا۔

- [1] صحف انبیاء، توریت، انجیل اور قرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟
 - [2] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کیا ہیں؟ آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟
 - [3] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس بات میں نمونہ ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس بات میں؟
 - [4] حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی کے برتاؤ کا انسانی حاجتوں میں کس زمانے کے لوگوں سے مقابلہ کریں تاکہ وہ عمدہ اور اعلیٰ ثابت ہو؟
- قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً (5) ماہ بعد بمطالعہ میں جہاں ان دنوں موصوف اپنی سیشن جج (Session Judge) کی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں تعینات تھے، ان تمام وضاحت طلب سوالات کے تشفی بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ پادری کے خط کا جواب بڑا فاضلانہ، عالمانہ، محققانہ اور کتب سماوی بالخصوص تورات و انجیل پر آپ کی کامل و سترس کا آئینہ دار تھا۔ جب ریاست پٹیالہ کے مسلمانوں نے اس خط کو افادہ عام کے لئے طبع کروانا چاہا تو قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بصد خوشی و مسرت طباعت کی مشروط اجازت مرحمت فرمائی کہ مصلحت پادری صاحب کا نام ظاہر نہ کیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذکورہ فاضل پادری ایک مصلح عالم کے کردار و اخلاق اور تسلی بخش جوابات سے متاثر ہو کر نہ صرف حلقہ بگوش اسلام ہو گیا بلکہ بہت بڑا داعی اور مبلغ اسلام بن گیا۔

اس کے علاوہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور بھی خوبصورت تحریریں مختلف رسائل و جرائد کی زینت بنتی رہی ہیں۔

معراج المؤمنین، اسلام اور تلوار، تبلیغ اسلام، واقعہ کربلا، قرآن، انجیل اور تورات میں تقابل۔ ان کی دیگر مؤلفات ہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ”اے میرے مولا مجھے ایسے وقت میں اپنے حضور بلا نا جب میں دنیا کی ہر قسم کی لالشوں سے پاک ہوں“ دنیا فانی ہے سب نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ عارضی بندھن اور وقتی سہارے سب چھوٹ جانے ہیں۔ بالآخر وہ گھڑی جو ہر ذی روح پر آنے والی ہے، وقت موعود پر آ پہنچی۔ 30 مئی 1930ء کو مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے لئے ”اللہ رب العالمین“ کی طرف حاضری کا بلا وہ آن پہنچا۔ دوسرے سفر حج سے اپنے وطن ہندوستان لوٹ رہے تھے۔ داعی اجل کو لبیک کہا۔ روحانیت سے مالا مال، دنیاوی مال و متاع سے تہی دامن یہ مسافر حرم ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ کی عملی تصویر بنا کشاں کشاں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ، دین اسلام کی علمبرداری، قرآن کریم کی حاکمیت اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد گار اور انست نقوش چھوڑنے والا وقار و احتشام کے ساتھ معرکہ حق میں کامیابی اور اپنی زندگی کو بامقصد گزارنے کا پر مسرت و پر کیف احساس لئے اعلیٰ علیین کی طرف رخت سفر باندھ گیا۔



عارف باللہ ولی کامل، خاندان غزنویہ کے فرشتہ صفت، ممتاز عالم مولا محمد اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحری جہاز پر ہی ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے مصنف کو ”رب العالمین“ کے حضور پیش کر دیا۔ علم و تقویٰ کی مجسم تصویر کو جمعۃ المبارک کے روز سمندر کے حوالہ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی مرحوم کی زندگی کا باب آخری کنارہ تک پہنچا۔

مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کو آج ہم سے پچھڑے پون صدی سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ لیکن اپنے تعمیری، تخلیقی، تحقیقی، تصنیفی ذخیرہ کے باعث وہ آج بھی مسلمانانِ عالم کے دلوں میں دھڑکتے اور محسوس کیے جاتے ہیں۔ ان کی خوبصورت اور عالی مرتبت نگارشات آج بھی امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ اور سنگ میل ہیں۔

پٹیا لہ جہاں مصنف پیدا ہوئے، عمر عزیز کا خوبصورت حصہ گزارا۔ ریاست کے عظیم منصب پر متمکن رہے۔ خبر وفات کے ساتھ ہی کبرام مچ گیا۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر شخص غم و اندوہ کا مجسم بنا ہوا تھا۔ اپنے بیگانے سب دل گرفتہ اور مغموم تھے۔ خالہ ہائی سکول میں تعزیتی جلسہ ہوا۔ ریاست پٹیا لہ کے مہاراجہ بوندر سنگھ چونکہ ان دنوں لندن میں تھے اس لئے وزیر اعظم راجہ گوردوت سنگھ نے اس عظیم الشان تعزیتی اجلاس میں ان کی تعزیت کی۔ عزیز واقارب ہم مذہب و ہم مسلک حاضرین کے ساتھ دیگر ادیان و مذاہب کے ماننے والے بھی نہ صرف اس جلسہ میں شامل ہوئے بلکہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے مختلف نہاں خانوں کو بڑی عقیدت و عمدگی سے عوام کے سامنے آشکارا کیا۔

مسٹر ڈنلوپ سمٹھ، لارڈ ماؤنٹ بیٹن، لارڈ کرزن، جوگندر سنگھ، یہ سب لوگ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر بہت غمگین اور افسردہ ہوئے یہ سب قاضی صاحب کی اپنی اور بیگانوں اور حتیٰ کہ غیر مسلموں تک سے حسن سلوک، اسلامی رواداری اور اعلیٰ اخلاق کے باعث تھا قاضی صاحب برصغیر پاک و ہند جمعیت اہل حدیث کے عظیم رہنما اور لیڈر تھے۔ لیکن سبھی سے باوقار تعلقات رکھتے تھے۔ اپنے تعلقات کے باعث جب اسلم سراجپوری جو مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز کے استاد و مرشد تھے، جب پٹیا لہ جامع ملیہ کے چندے کے لئے آئے تو قاضی صاحب کا ہی دولت کدہ ان کا راحت کدہ بنا۔

قاضی صاحب اپنی ملازمت سے 1924ء میں ریٹائرڈ ہو گئے تھے۔ پھر بھی ریاست نے ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند قاضی عبدالعزیز کو انسپکٹر آف سکولز پر متمکن کر دیا۔

قاضی صاحب بڑے متواضع، مختلف طبع، خوش مذاق، شیریں مزاج، نہایت خوش اخلاق، شائستہ مزاج، فرشتہ سیرت اور عظیم انسان تھے۔ اسلامی آداب و اخلاق سے مزین، شرافت و وضع داری کے پیکر مجسم تھے۔ ان کے اخلاص، للہیت، زہد و ورع، ذمہ داری، دین داری اور تقویٰ کی قسم کھائی جاسکتی تھی۔ معمولات اور معاملات میں احکام الہی کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کا بھی بڑے سلیقے سے اہتمام کرتے تھے اور دل و جان کی گہرائیوں سے اس پر عمل کرتے تھے۔ صاحب ذکر و فکر، ظاہری اور باطنی ہر دو اعتبار سے ایک حسین ہستی تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرماتے ہوئے انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی قبر کو روشن

کرے اس پر رحمت کی برکھا برسائے، رہتی دنیا تک ان کا فیضان جاری و ساری رہے۔ آمین

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰی حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ اِلٰهِ وَسَلَّم



حرفِ اوّل

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ
مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى إِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ
رَضَوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔

اما بعد! سالہا سال سے میری یہ آرزو رہی ہے کہ حضرت سید ولد آدم محمد النبی الامیؐ کی سیرۃ
پر تین کتابیں لکھ سکوں:

□ مختصر □ متوسط □ مطول

1899ء میں مختصر کتاب لکھ کر شائع کر چکا ہوں اس کا نام ”مہرِ نبوۃ“ ہے۔

متوسط کتاب کا نام ”رحمۃ للعالمین“ تجویز کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہوئی۔ یہ پہلی جلد
ہے۔ جسے قارئین مطالعہ فرما رہے ہیں۔ دوسری جلد 1921ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی ان شاء اللہ جلد شائع
ہوگی۔ ان کے بعد پھر سیرت النبی ﷺ پر ایک کتاب پورے شرح و بسط سے لکھی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)
میں جانتا ہوں کہ میری یہ کتاب آنحضرت ﷺ کے محامد و محاسن کا اظہار اس قدر کر سکتی ہے جس
قدر ذرۃ بے مقدار آفتاب عالم تاب کے انوار کو آشکارا کر سکتا ہے۔ تاہم میں اس کتاب کے پیش کرنے کی
جرات صرف اس لیے کرتا ہوں کہ شاید کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پہنچ سکے۔ مضامین
کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری
کوشش و سعی کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہضریع والتجایہ دعا ہے کہ وہ میری اس ناچیز محنت و عمل کو قبول فرما
کر اس کا ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم (المتوفی 18 محرم 1328ھ) کے نامہ اعمال
میں ثبت فرمائے!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

المذنب

راجی شفاعت و غفران

قاضی محمد سلیمان غنی اللہ عنہ

سیٹل مجسٹریٹ درجہ اول متوطن منصور پور

علاقہ ریاست پٹیالہ جہادوی الاولیٰ 1330ھ



الحمد لله الذي لم يتخذ ولداً ولم يكن له شريك في الملك ولم يكن له ولي من الدن والكره تكبيرا۔
فلله الحمد رب السموات ورب الارض رب العالمين۔ وله الكبرياء في السموات والارض وهو العزيز
الحكيم۔ واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له كلمة قامت بها الارض والسموات وخلقت لاجلها
جميع الموجودات وبها ارسل الله رسوله وانزل كتبه وشرع شرائعه و لاجلها نصب الموازين
ووضعت الدواوين واشهد ان محمدا عبده ورسوله الذي يجذونه مكتوبا عندهم في التوراة والانجيل
يامرهم بالمعروف وينههم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم اصرهم
والاغلال التي كانت عليهم ارسله الله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله شاهدا على الخلائق
اجمعين ونذيرا مبينا ورحمة للعالمين ومبشرا للمؤمنين بان لهم من الله فضلا كبيرا فصلي الله تعالى
على نبيه امينه على وحيه وخير من خلقه سيد المرسلين وخاتم النبيين امام الخير وقائد الخير ورسوله
الرحمة المبعوث بالدين القويم والمنهج المستقيم وعلى السابقين الاولين من المهاجرين والانصار
والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه۔

اهدى اليه الهنا متواترا دار الصلوة الزهرا الغراء
والى معاشر صفيه العالين والال الكرام السادة الكبراء
ما اهتزت الارواح من نفس الصبا وتنفس الارواح بالاضواء

اما بعد: كتاب ”رحمة للعالمين“ کی جلد اول ہے جو 1912-1916ء کے بعد اب سہ بارہ بعد صحت چھپوائی گئی ہے۔ یوم اشاعت
سے اس کتاب کو محدثین ومؤرخین ادباء وفضلاء نے جس محبت اور عزت سے دیکھا اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں، رسالوں
اور مضامین میں نقل کیا گیا اور جس شغف سے طالب علموں، واعظوں اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی اور اقتضائے ملک تک جس طرح اس کی
اشاعت ہوئی، صلحاء امت نے جس تواضع کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا، میں اس کے لیے اپنے مالک حکیم العظیم کے افضال عظیمہ اور
نعم متکاثرہ کا نہایت در نہایت شکر گزار ہوں۔ ”جامع اوراق“ کو اس امر کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ ناچیز محنت اس طرح پر قبول کی جائے گی۔

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَرَبُّكَ
يَعْلَمُ مَا تَكْنُ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ
وَالِيهِ تُرْجَعُونَ﴾ (القصص: 68-70)

طبع سوم میں چند در چند معلومات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب دعا ہے کہ رب العالمین بقیہ کتاب کے بھی جلد شائع ہونے کی
توفیق فرمائے۔ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔

محمد سلیمان کان اللہ له

ذی قعدہ 1342ھ / جن 1924ء

مُقَدِّمَةٌ

حضرت مسیح علیہ السلام سے قریباً دو ہزار (2000) سال پیشتر کا ذکر ہے کہ سلطنت بابل نہایت عروج پر تھی، سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیراً امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت و غرور اس قدر بھر دیا تھا کہ اس نے سلطنت کے مغرب اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا کہ مخلوق اسی کو سجدہ کرے اور اسی سے منت و نذر و نیاز مانگی جایا کرے۔

رب العالمین نے ان کی ہدایت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب واسطے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ بادشاہ کو تو حید کی آواز پسند نہ آئی کیوں کہ اس کے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدا کی کے درجہ سے اتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر انا بھی جو بادشاہ رس تھا اپنے خاندان کے نوہال سے ناراض ہو گیا، قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر انھوں نے وطن چھوڑ دیا۔ سارہ علیہا السلام جو بیوی تھی اور لوط بن قارآن علیہ السلام جو ان کا برادر زادہ (بھتیجا) تھا۔ دونوں نے مہاجریت میں ان کا ساتھ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی گزران کے لیے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ اللہ نے ان میں برکت دی اور وہ بڑھ کر بہت سے گلے بن گئے۔ امساک بارش سے وہ سرسبز میدان، جہاں ان کے گلے رہتے اور پلتے تھے جب کبھی دست بیابان بن گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے۔

مصر پر اس وقت جو بادشاہ حکمران تھا اس کا نام رفیون ۱؎ تھا۔ وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا (ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہم وطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو۔)

بادشاہ مصر نے بی بی سارہ علیہا السلام کو اپنی ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لیے پسند کیا، لیکن اسے اللہ نے جلد معلوم کرا دیا کہ وہ اللہ کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نے نہایت قدر و منزلت کی اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو اس نے اپنی بیٹی باجرہ علیہا السلام بھی ساتھ کر دی ۲؎ تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیانی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آمد آرزو کے پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باجرہ علیہا السلام سے نکاح کر لیا۔ اللہ نے انھیں پہلو ٹا پیٹا اسی کے لٹن سے عنایت کیا۔ اس کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔

بی بی سارہ علیہا السلام سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام اسحاق (علیہ السلام) رکھا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام کو

۱؎ خطبات احمدیہ ص: 109 دکتوری الآداب حسن ابراہیم حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ عمرو بن العاص مطبوعہ مطبعة السعادة مصر جلد 2 ص 182 میں اس بادشاہ کا نام طوطیس بن مالیا اور اس کے دار الخلافہ کا نام صفت لکھا ہے۔ ص: 183 طوطیس کو سلاطیس لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رفیون اس کا اصلی نام اور طوطیس اس کا شاہی نام تھا۔ اس مؤرخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی بادشاہ نے سیدہ باجرہ علیہا السلام تک مصر کا غلام پہنچانے کے لیے دریائے نیل سے بحر احمر تک شہر نکالی تھی جس کی بعد میں اور بان قیصر ٹنخوس دارا نے بھی تجدید کرائی اور پالا فرعون فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے از سر نو کھلوا دیا تھا۔

۲؎ باجرہ علیہا السلام کو صرف بی بی شرف حاصل نہیں کہ وہ شہزادی ہیں بلکہ تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ہاں بھی ان کا درجہ بالا تر تھا۔ کتاب جیدائش 16/ (7-11) 17/21 سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے باجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اسے پہنچایا کرتے تھے مگر سارہ بی بی کے سامنے بھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ جیدائش 18/10 سے ثابت ہے کہ سارہ کو بی بی کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معرفت دی۔

تلا دیا تھا کہ دونوں بیٹے بڑے بابرکت ہوں گے (۱) اور بڑی بڑی قوموں کے جد اعلیٰ ہوں گے اور ان کی اولاد کثرت کی وجہ سے گنی نہ جائے گی۔ اس لیے باپ نے اللہ کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر ان کے لیے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیے تھے۔ شام کا ملک اٹحق علیہ السلام کو دیا کیوں کہ بائبل اس کے مشرق میں تھا اور اٹحق علیہ السلام کو اپنے نھیال سے قرب کا موقع ملا۔

عرب کا ملک اسماعیل علیہ السلام کو دیا۔ کیوں کہ مصر اس کے مغرب میں تھا اور اسماعیل علیہ السلام کو اپنے نھیال سے قریب تر رہنے کا موقع مل گیا اور بایں ہمہ دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا تا کہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد و اعانت کرتا رہے۔ (۲)

اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرمانروا تھا (۳) اور اٹحق علیہ السلام کی شادی اپنے نھیال میں ہوئی تھی۔ اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بعد بڑھتا رہا لیکن رب العالمین وقتاً فوقتاً اس بعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دور فرما تا رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی اور پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دے کر لائے۔ تب بیابان عرب ہی میں انھوں نے چالیس (40) سال پورے کیے تھے۔

حضرت داود علیہ السلام جب بادشاہ سونیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے تو عرب ہی میں آ کر ٹھہرے تھے۔ جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا تو انھیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا۔ حضرت اٹحق علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسماعیل علیہ السلام کی بابت بہت کچھ اشارے کیے ہیں۔ اس جگہ میرا مقصد صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ آباد ہے۔ مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنادی تھی اور اللہ سے دعا کی تھی کہ وہاں ملک الملک اس سنان جگہ میں آباد ہونے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے۔ انھیں کھانے کے لیے عمدہ عمدہ میوے ترکاریاں ملتی رہیں۔ (۴) اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے

(۵) حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہے۔

- ① خدائے درود غم کو سنا باجرہ کے (16-11 پیدائش) خدائے درود غم کو سنا سارہ کے (18-14 پیدائش)
- ② خدائے نام رکھا باجرہ کے فرزند اسماعیل کا (16-11 پیدائش) خدائے نام رکھا سارہ کے فرزند اسحاق کا (17-19 پیدائش)
- ③ خدائے برکت دی باجرہ کے فرزند اسماعیل کو (17-20 پیدائش) خدائے برکت دی سارہ کے فرزند اٹحق کو (17-19 پیدائش)
- ④ خدا ساتھ تھا اسماعیل کے (16-11 پیدائش) خدا ساتھ تھا اسحاق کے (26-24 پیدائش)
- ⑤ قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسماعیل (25-16 پیدائش) قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسحاق (25-16 پیدائش)

② پیدائش باب 25 درس 9 میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کے بیٹے اٹحق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔ (۳) خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سید یو (Sade) صفحہ 23 (۴) جو لوگ مکہ جاتے ہیں ان کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں: (1) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیدوار نظر نہیں آتی (2) مکہ کے بازاروں میں ہنز و تر میوے اور ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ اللہ نے دعا کے دوسرے جز یعنی رسول پیدا کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونا تورات کی کتاب استھا 17-18-19 (باب 18) سے اور مکہ (قارآن) سے ظاہر ہونا استھا 2/23 سے ثابت ہے۔

ایک عظیم الشان رسول بھی اسی مقام پر پیدا ہو۔

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بارہ (12) بیٹے ہوئے ① انھوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کر لیا اور وہ بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جو ان کا انضیال تھا جا ملے اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے۔ جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنو قنطرہ کو آباد کیا تھا اور شمال کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں جہاں ان کے بھائی بنو اخطی آباد ہوئے تھے۔ اسی طرح ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک ہو گئے اور بحر ہند و بحیرہ احمر کی ایسے بندرگاہوں پر ان کا قبضہ ہو گیا جہاں سے اس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے اور عرب کا اندرونی حصہ بھی ان کے پاس آ گیا جو غیر اقوام سے بچاؤ کے لیے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انھوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ سے پورا کیا جو دنیا کے لیے توحید کی پہلی درسگاہ تھی۔ قیدار کی اولاد میں 37 پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے اس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کر لی تھی۔

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے تاہم بنو جرہم نے ان کو 207ء میں مکہ سے نکال دیا تھا کیوں کہ بنو اسماعیل نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔ لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے چند روئیں پشت میں ہے پھر مکہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس نے مکہ میں مشرک حکومت کی بنیاد 440ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کیے:

① رفادہ ② سقایہ ③ حجابہ ④ قیادہ ⑤ قومی نشان بنایا جسے ”لواء“ کہتے تھے۔

⑥ نیز قومی مجلس قائم کی جسے ”ندوہ“ یا ”دارالندوہ“ کہتے تھے۔

قصی کے بعد اس کا فرزند عبد مناف ① پھر اس کا فرزند ہاشم ② پھر اس کا فرزند عبدالمطلب ③ (المولود 497ء) پھر اس کا فرزند ابوطالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ جن کی سیرت پاک پر یہ متوسط کتاب لکھی گئی ہے عبدالمطلب کے پوتے تھے۔

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں کہ عرب میں بسنے والے کون تھے اور ان کا اپنے ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق

① حضرت یعقوب بن اسحاق علیہ السلام کے بھی بارہ (12) بیٹے ہوئے۔ بی بی لیاہ کے کلطن سے چھ، زراؤین، شمعون، لاوی، یہودہ، اظکار، زبلون۔ بی بی راحل کے کلطن سے دو، یوسف، بنیامین۔ زلفہ کے کلطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی دو، جد، آشہ۔ بلہہ کے کلطن سے جو بی بی راحل کی لونڈی تھی دو، دان، نفتالی۔ یہ انش 29/30 ب انبی بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں، جن میں حضرت یعقوب، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یونس نے برکت یافتہ بنائے ہیں۔ اگر یہ ساریوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ کی لونڈی تھیں، جسے سارہ نے اپنے شوہر سے زیادہ یا تھا جب بھی بنی اسماعیل پر وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ جد۔ آشہ۔ دان۔ نفتالی پر اور ان کی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے جو بلہہ اور زلفہ لونڈیوں کے بچے ہیں۔ ② عبد مناف کا نام مخمرہ تھا۔ پیدائش کے بعد ان کو مناف بہت کے مندر میں لے گئے تھے۔ اس لیے ”عبد مناف“ مشہور ہو گئے تھے۔ ③ ہاشم کا نام عمرو تھا۔ یہ شور ہاشم روئی کے ککڑے بلکہ کرغریوں کو کھلایا کرتے تھے۔ اس لیے ”ہاشم“ نام پڑ گیا۔

④ ان کا نام شیبہ تھا۔ جب پیدا ہوئے تو سر کے چند بال سفید تھے۔ اس لیے ماں نے ان کا نام شیبہ (بوزخا) رکھا۔ مطلب ان کا چچا تھا جس نے قبیلی کے دنوں میں انھیں پالا تھا۔ اس شکرگزار ہی میں یہ تمام عمر ”عبدالمطلب“ کہلائے۔

تھا؟ لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے۔

عرب کا محل وقوع

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحیرہ احمر اور جنوب میں بحر ہند، مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے اور مصر سے آبنائے سویز جو چالیس (40) برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی الگ کرتی ہے ہندوستان اور عرب میں خلیج بحیرہ عرب ہے۔

عرب کی سرزمین

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھر ملی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب و گیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے۔

عرب کی سیاسی حالت

ہم جس ستودہ صفات علیہ السلام کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کر رہے ہیں ان کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا کہ اس کے جنوب میں سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روم کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔ اندرونی ملک بڑے خود آزا تھا، لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لیے ساعی تھی۔

عرب کی اخلاقی حالت

اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خود مختاری سے خود سری پیدا ہو گئی تھی۔ انھوں نے اپنی شجاعت و جرات کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ بیکاری اور کالہی نے جو اور شراب کی عادت پیدا کر دی اور طبیعت ثانی بنادی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان اور نسل بے شک کھری تھی لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خود ستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لیے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلک رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کر دی تھی اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔

جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کر دی تھی اور بت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے اور اس طرح وہ اللہ کی عظمت و جلال کو فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت بھی بھول چکے تھے۔ اس لیے انسانی حقوق کے لیے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لیے کوئی قانون تھا، قتل انسان، رہزنی، جس بے جا، تصرف ناجائز، مداخلت بے جا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوت سے بھاگ لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا اسی شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔

برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت اور ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کے دین سے بہتر کوئی دین ہو ہی نہیں سکتا۔

عرب کی مذہبی حالت

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی [1] عیسائی [2] صابی ایسے مذاہب ہیں جن کے نام سن کر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونہ بھی پائے جاتے ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ و صابح علیہم السلام پیغمبروں کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔

عام عیسائی ایک مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" کہتے ہیں، لیکن عرب کے عیسائی مریم کو اللہ کی جورو اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے اور بت پرست تولات و عزری کو مؤنث اللہ (لات مؤنث ہے اللہ کا اور عزری مؤنث ہے عزیز کا) بھی کہا کرتے تھے۔

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو توریت کے ازبر لکھ دینے سے "ابن اللہ" کہا کرتے تھے۔ مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو اللہ کے بیٹے، بیٹی، پیارے، پیاری کہا کرتے تھے۔

آتش پرست غالباً بیٹی بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے مگر عرب کے ملکہ اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوروؤں کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے۔

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے عاری، تمدن سے ناواقف، مصالحت اور معافی سے نا آشنا تھے۔

طہر اور دہریے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے۔

اللہ کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور، نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مرتب ہونا ان کے نزدیک قابل تسخیر خیال تھا۔ ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔

عرب کا کرہ ارض کے وسط میں وقوع

اگر ہم عرب کو کرہ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے [3] کہ اللہ نے اسے ایشیا و یورپ

[1] یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقے سے نکالا تو وہ عرب کی طرف چلے آئے اور عوامانہ میل نے (اپنے ان چچا زاد بھائیوں کا) خیر مقدم کیا اور ان کے مذہب نے حجاز اور نواح خیبر و مدینہ میں اچھی اشاعت پائی۔ (از کتاب خلاصۃ تاریخ العرب ص: 38)

[2] عیسائیت کو 330ء میں غوثسان نے قبول کیا اور پھر عراق، عرب، بحرین اور صحرائے فاران و رومہ الجندل اور فرات و دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا اور اس دین کی اشاعت میں مجاشی اور قیسر نے باہم مل کر کوشش کی۔ 395ء تا 513ء میں اس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا اور یمن میں اچانچیل بکثرت پھیل گئی تھیں۔ (ایضاً ص: 39)

[3] کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ 40 درجہ عرض البلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ 80 درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ 120 اور نصف 60 ہو۔ جب 60 کو 80 درجے شمالی سے تفریق کریں تب 20 رہ جاتے ہیں اور جب 60 میں سے 40 درجہ جنوبی کو تفریق کریں تب بھی 20 (درجہ شمالی) رہ جاتا ہے۔

و افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے واسطے اپنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے، اس لیے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا اور جہالت کی حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لیے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لیے موزوں ہے۔ خصوصاً اس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ، یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔

رب العالمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لیے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو عرب میں پیدا کیا اور ان کو ہدایتی قوم اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔

نبی ﷺ کے اعلیٰ کام

قارئین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کر سکیں گے کہ نبی ﷺ کا کام کس قدر مشکل تھا اور انھوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی، صبر و حلم، استقامت اور تحمل سے شروع کیا۔ کیوں کر تہذیب و تمدن اور علم و اخلاق کو پھیلایا۔ کیوں کر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی اور انسان کے دل پر عظمت و کبریائی کا نقش قائم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء و اسباب کا خادم انسان ہونا ثابت کر دیا۔

وحدتِ تعلیم

رسول کریم ﷺ نے کس طرح نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک و مقام کی حالتوں اور امیری و غریبی کے امتیازوں اور فاتح و مفتوح کی تفاوتوں مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی سے سب کو دین و احد کے رشتہ میں متحد و یکساں و مساوی ہم سطح و ہم خیال، ہم اعتقاد و ہم آواز بنایا۔

اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے، بندوں کو اللہ سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت و عداوت کی جگہ نصرت و اخوت کو بٹھلا چکے، ظلمت و جہالت کو نکال کر ان کے دل و دماغ پر نورِ صداقت و علم کو متمکن کر چکے تب کیسی فارغ البالی، کشادہ پیشانی اور مسرت کے ساتھ دنیا سے سدھار گئے۔

اسلام اور مختلف طبقات

نبی ﷺ کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کے لیے دیکھو کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا جو اس کا نیک پھل پھل جاتے ہیں اور مکہ معظمہ ساڑھے 21 درجے پر آباد ہے۔ اس لیے کہ ارض میں نیکی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

① یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریب وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ وسط خشکی کے قریب واقع ہوا ہے۔ 17 درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لیے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔

② اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب 15 سے 35 درجہ ہائے عرض بلد (شمالی) پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و منگول اور مغرب میں حبشی و باہانت (نسل عام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصل باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہچانا نہ نظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ غائب اس لیے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّنُكُونُوا شُهَدَاءَ﴾ (البقرہ 143) ”ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ قوموں کے سامنے تم اللہ کی شہادت ادا کرو۔“

نجاشی ملک حبشہ، جعفر ملک عمان، اکیدر شاہ دومۃ الجندل۔
نجد کے وحشی، تہامہ کے بدو اور یمن کے مسکین دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں۔

مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیت اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ عیسائیت اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت کو چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کیے جانے پر متحرک ہیں۔

مساوات ظاہری واخوت باطنی

یہودیوں کا زرخیز غلام سلمان فارسی رضی اللہ عنہ منّا اھلّ النبیّت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخیز غلام بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی، جس کی سطوت و ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا، سید سید (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباہن، قومیت کا تفرقہ، ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا۔ حسب و نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمیٹنگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں، ایک ہی جوش طبعیتوں میں ایک ہی خیال دماغوں میں ایک ہی آواز و توحید زبانون پر جاری کر دیا ہے۔

دشمنوں کا دوست بن جانا

دشمن دوست بن گئے اور جان ستان، جان نثار ثابت ہوئے ہیں۔ وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹرڈیشن (Exterditiion) مجرموں کے حاصل کرے۔ ۱۱ چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا ہے۔ وہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ لات وعزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا اور اسلامی فتوحات میں گرمجوش جنرل کا درجہ پاتا ہے۔ وہی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ منورہ میں حاضر ہوتا ہے اور اپنی قوم میں دعوت اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہی سمیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جو معاہدہ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کشمکش معاہدہ تھا اور جس نے عہد نامہ میں اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لفظ ”رسول اللہ“ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلوں میں سکینت اور ایمان بھر دیتی ہے۔

وہی عمر رضی اللہ عنہ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے کے لیے نکلا تھا۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن شمشیر برہنہ لے کر کبر رہا ہے کہ جو کوئی کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اس کا سر قلم کر دیا جاوے گا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو مارا۔ کلیجہ

[۱] الطبرانی، 261/6، حاکم، 6539، 6541، الطبرانی فی المعجم، 85/2، اسد الغابہ، 514/2، ابن سعد، 59/۴

[۲] غیر ملکی مجرموں کو ملک کے مجاز حاکموں کے حوالے کرنا۔

نکالا، اعضاء کاٹے، جنازہ بے حرمت کیا تھا، کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا، شرم و خجالت سے منہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر میلہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔

وہی ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب جو حقیقی تایا کا بیٹا ہو کر بھی نبی ﷺ کی جہو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبہ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور جنگ حنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی ﷺ تھا سب نے نظر آتا ہے۔

وہی ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب جو سات (7) برس تک برابر آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکا تا رہا۔ اسلام لاتا اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ طفیل وہی جیڑہ جو مکہ میں روٹی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمد ﷺ کی آواز کان میں نہ پہنچے بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا اور محمد ﷺ کی آواز پہنچاتا تھا۔ وہ عبد یلیل ثقفیؓ جس نے طائف میں غلام بچوں کو پتھراؤ کرنے کے لیے نبی ﷺ کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جو اہر ایمان و ایقان لایا تھا۔ وہی بریدہؓ بن الحصیب اسلمی جو قریش سے سو (100) ستر سرخ کے انعام کا وعدہ لے کر آنحضرت ﷺ کی گرفتاری کے لیے ستر (70) سواروں کی دوش لے گیا تھا چند گھنٹہ کے بعد نبی ﷺ کا علمبردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

معجزات مادی و معجزات علمی

یہ سب کرشمے اس پاک تعلیم کے تھے جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھائے۔ لامخی سانپ، پتھر، دریا، آگ کی قلب مابیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا۔

لیکن نبی ﷺ (فِذَاهُ اِیْسٰی وَاَمْسٰی) نے عظیم الشان معجزہ دکھلایا کہ دلوں کو بدل دیا اور روح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لامخی انسان اور سانپ، انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے۔

اور وہی چیز ہے جو آج تک ان سب دماغوں کی حیرت و محویت کا موجب ثابت ہوئی ہے جنہوں نے نبی ﷺ کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے۔

کاش! مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش! وہ نبی ﷺ کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش! وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں۔ کاش! وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں، اپنے بچوں، اپنے باپ، پیر، بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وَمَا ذَلِكْ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

قارئین! نبی ﷺ کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پاسکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے۔ اس لیے مسکینی و غربت ایسے اوصاف ہیں جو حضور ﷺ کے ”توأم“ ہیں۔ [1]

سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیات اور زندگی کے گونا گوں حالات

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے۔ اس لیے سادگی و بے تکلفی نے حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ نشوونما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا جب کہ قوم حرب الحجاز و غیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی۔ اس لیے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی

[1] مراد سرخ اونٹ ہیں۔ [2] جزواں۔

قدر و منزلت شروع ہی سے حضور ﷺ کے خاطر نشین تھی۔

25 سال کی عمر تک حضور ﷺ نے شادی نہیں کی۔ تجرد کا یہ زمانہ جو عین عفتوان شباب کا عالم تھا کمال عفت و عصمت، شرم و حیا سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے کہ حضور پر درہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و باحیا تھے۔ [1]
آحضرت ﷺ نے معاش کے لیے تجارت کو پسند فرمایا تھا اور اس طرح ان بلند حوصلہ لوگوں کے لیے جو ثبات و استقلال، معاملہ فہمی و ضرورت شناسی، حلم اور بردباری سے متصف ہوں۔ ہدایت فرمائی کہ تجارت سے بہتر اور کوئی معاش نہیں۔

مردانہ جمال میں کمال حسین، حسب و نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں حضور ﷺ سے پندرہ (15) سال زیادہ تھی، پہلا نکاح کیا اور اس سے عقد بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا۔ نیز واضح کر دیا کہ متاثر زندگی میں بھی ہم کیوں کر شہوانی خیالات کے تھید سے آزاد رہ سکتے ہیں۔

یہ بیوی نہایت متحمل تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے اپنی قانعانہ طبیعت اور زہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سر راہ ایک مشعل روشن فرمائی۔

آنحضرت ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا اور سب کے دلوں میں اپنے لیے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنائی تھی اور اسی طرح پر راستبازوں کے لیے ایک درخشندہ مثال قائم فرمادی کہ کیوں کر نیکی اور صداقت کی طاقت، ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی اور ان منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں اسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے ذریعے اصول کا سبق دیا۔

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت ﷺ نے بتلا دیا کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں تو ان کو کیوں کر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرمادیا کہ خدشہ جنگ کے نال دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ و مافیٰ قابلیت کی ضرورت ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان

آنحضرت ﷺ کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے۔

- آپ ﷺ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے پھر بھی صابر و شاکر رہی پائے گئے۔
- آپ ﷺ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں اللہ کی آواز کو پہنچایا۔
- آپ ﷺ نے عیسیٰ رسول اللہ علیہ السلام کی طرح اللہ کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔
- آپ ﷺ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و تکیہ بانی کے ساتھ گھائی میں تین (3) سال تک محصوری کے دن کاٹے اور پھر بھی آپ ﷺ کا دل اللہ کی شاگزاری سے لبریز اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنچ رہی۔

- آپ ﷺ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگزیدہ بخت لوگوں کو خفیہ اور اعلانیہ خلوت اور جلوت میں میلوں اور جلسوں، گزرگاہوں اور راہوں پر، پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور لوگوں کو ان کے افعال بد سے نفرت دلائی۔
- آپ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی اور وطن کو چھوڑ کر حجرہ طیبہ اسلام کے لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش میں رہے اور ہوئے۔
- آپ ﷺ نے شب ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے ترغیب سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔
- اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے تین (3) دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نبی میں منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین (3) دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمہ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا۔
- آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا) شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند مملوکی سے اور شرقی عرب کو کسراے ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔
- آپ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ منورہ میں اللہ کے لیے ایک گھر بنایا جو ہمیشہ کے لیے اللہ کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء تو حید سے پر نور رہا ہے، جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کر سکا۔
- آپ ﷺ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں و ستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے (بتوسط شامہ بن اٹال) غلام ہم پہنچایا اور بالآخر فتح مکہ کے دن ﴿لَا تَفْرُبْ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ (یوسف: 29) کا مژدہ سنا کر ”انتم الطلقاء“ کے فرمودہ سے انھیں پابند منت و احسان بنایا۔

وقت واحد میں آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت تھے اور ہارون کی طرح صاحب امامت بھی۔
 ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی، ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی، یوسف علیہ السلام کی سی درگزر، داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات، یعقوب علیہ السلام کا سادہ، سلیمان علیہ السلام کی سی سلطنت، عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری، یحییٰ علیہ السلام کا سازدہ، اسماعیل علیہ السلام کی سی سبک دوشی کامل ظہور بخش تھی۔

اے کہ برتخت سیادت ز ازل جاواری
 آں چہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری
 خورشید رسالت ﷺ میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ اللعالمینی کا رنگ وہ نور تھا کہ جس نے تمام رنگوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ و چیدہ (بینا و نقیہ) روشنی سے منور کر دیا ہے۔
 ذرہ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ اس لیے سادہ و مختصر حالات پیش کر دیتا ہوں۔ رب کریم میری حسن نیت پر نظر فرما کر میرے زلات کو عفو فرمائے اور برادران اسلام میری کمی بضاعت کو ملحوظ رکھ کر تقصیر خدمت کو معاف فرمائیں۔ آمین!

خاکسار
 محمد سلیمان

أُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

سیدنا محمد ﷺ ① بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرت کا نام محمد ﷺ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد ② رکھا تھا۔ ③
نبی ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام ④ (خلیل الرحمن وابوالانبیاء) کی اولاد سے ہیں جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہ مصر قیون کی بیٹی تھی۔ اللہ کے ہاں ان کا ایسا درجہ تھا کہ اللہ کے فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے اور اللہ کے پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ ⑤

ہاجرہ بی بی ﷺ کے فرزند کا نام اسماعیل علیہ السلام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو ٹٹے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کے لیے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا۔ ⑥
حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ نے بارہ (12) بیٹے دیے تھے۔ ان میں سے قیدار بہت مشہور ہوئے ہیں۔ تورات میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے۔ ⑦
قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصی بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے نبی ﷺ کے دادا ہیں۔
نبی ﷺ کی ماں کا نام آمنہ ہے جو وہب کی بیٹی ہیں۔ وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب بہ قریش کے ساتھ جا ملتا ہے۔

اس لیے نبی ﷺ دوھیال اور نضیال میں عرب کے بہترین قبیلہ، بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں۔
ہمارے نبی ﷺ موسم بہار ⑧ میں دوشنبہ (پیر) ⑨ کے دن 9 ربیع الاول ⑩ عام الفیل ⑪ مطابق 22
⑫ لفظ ”محمد“ اسم مفعول ہے۔ یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیے آیا ہے اور ”احمد“ بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے۔ اسم محمد ﷺ سے حمد کی کثرت و کیت اور اسم احمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

وَبَشِّرْ لَهُ مِنْ أَسْمِهِ يَجْلَهُ
فَدُّوا الْعَرْشَ مَحْمُودًا وَهَذَا مُحَمَّدٌ
”اللہ نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت محمد ﷺ ہیں۔“
 واضح ہو کہ نبی ﷺ کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضور ﷺ کا نام محمد و احمد ہے اور حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام ”محمود“ ہے۔ امت محمدیہ کا نام ”حمادون“ ہے اور آنحضرت ﷺ کے ”لواء“ کا نام ”لواء احمد“ ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ حَمْدًا عَظِيمًا۔
② حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ﷺ اور آسمان پر احمد ﷺ ہے۔ تو ریت میں اسم مبارک محمد ﷺ اور انجیل میں احمد ﷺ ہے۔
③ سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی ﷺ نے اسماعیل علیہ السلام کا نام (پیدائش 16/11) اور مریمؑ نے یسوع کا نام (لوقا باب 31 درس) رکھا تھا۔

④ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم علیہ السلام رکھا۔ اس کا معنی قوموں کا باپ ہے۔ (پیدائش 17 باب 5 درس) بنی اسماعیل و بنی اسرائیل و بنو عیسو و بنی قبطورہ انہی کی اولاد ہیں۔ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ ان کے قول کے مطابق ابراہیم علیہ السلام قوموں کا باپ کیوں کر ثابت ہوئے۔ ⑤ کتاب پیدائش 16/7 و 17/2 و 17/16۔ ⑥ زیورہ 84 باب 4، 5، 6 درس و کتاب صحیح بخاری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما و پیدائش 19/20 ⑦ یسعیاہ 16/16 زیورہ 5/120 یسعیاہ 7/60 و 28/49 وغیرہ وغیرہ۔
⑧ حضرت یحییٰ و داؤد علیہم السلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی۔

لَوْ جِئِيَ وَالزَّمَانُ وَ شَهِرٌ وَ ضَعِي
ربیع فی ربیع فی ربیع
⑨ نبی ﷺ کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت، نبوت، ہجرت، وفات، سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی صحیح میں بڑی عدد ملتی ہے۔ ⑩ تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبری و ابن خلدون نے 12 تاریخ اور ابوالفدا نے 10 لکھی ہے۔ مگر سب کا اتفاق ہے کہ ۱۲

اپریل 571ء [1] مطابق یکم جیٹھ [2] سمت 628 بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق [3] قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ [4] والد بزرگوار کا آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ عبدالمطلب، آنحضرت ﷺ کے دادا، نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ اپنے چوتیس (24) سالہ نوجوان فرزند عبد اللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا؟ عبدالمطلب نے کہا: ”محمد“ ﷺ۔

محمد ﷺ نام رکھا گیا، قوم نے اس نام پر تعجب کیا

لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے۔ [5]
شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو جب کہ وہ آٹھ (8) دن کے ہو جاتے تھے دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے۔

ایام رضاعت

اسی دستور کے مطابق آنحضرت ﷺ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ہر چھٹے مہینے لا کر ان کی والدہ اور دیگر اقربا کو دکھلا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا۔ مائی حلیمہ آپ ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہ نے اس خیال سے کہ (وہاں کی آب و ہوا حضور ﷺ کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو پھر مائی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا۔ والدہ مکرمہ کا انتقال

جب آنحضرت ﷺ کی عمر چار (4) برس کی ہوئی تو والدہ مکرمہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے پاس رکھ لیا، جب ۶۶ھ و شنبہ کا دن تھا۔ چونکہ و شنبہ کا دن 9 ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا اس لیے 9 ربیع الاول ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں ”محمد طلعت بک عرب“ نے بھی 9 تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ [6] واقعہ عام الفیل کے 55ھ بعد۔
[7] 22 مارچ اپریل گرگورین رول کے مطابق ہے۔ جس پر تقیر 1752ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق 9 ربیع الاول مطابق 19 مارچ 5284 جولین کے قریبی اور گرگورین نے اس 19 کو 20 مارچ 571ء برائے حساب قدیم قرار دیا۔
[8] واضح ہو کہ شمسی سال کی صحیح مقدار 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ 46 سیکنڈ ہے مگر سمت بروہہ کے جاری کرنے والوں نے 23 منٹ 23 سیکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت بروہہ منہ صومی کے مقابلہ میں 23 منٹ 23 سیکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت بروہہ 1 کا آغاز یوم یک شنبہ (مطابق 14 مارچ 4657 جولین) ہوا تھا۔ یعنی اعتدال ربیع سے 9 یوم پہلے مگر سمت 628 بروہہ کا آغاز 22 مارچ 571ء کو ہوا تھا۔ یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یوم بعد۔ اور ہمارے زمانہ میں سمت 1927 بروہہ 13 مارچ 1915ء کو شروع ہوا ہے۔ یعنی اعتدال ربیعی سے 23 یوم بعد۔ آئندہ بھی سمت بروہہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہے گا۔ یعنی ساڑھے 61 سال کے بعد سمت کا شروع ایک دن موخر ہوتا رہے گا۔ فرض سمت بروہہ میں جو غلطی متعلق مقدار سال شمسی کے ابتداء کے قاعدے سے موجود ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے کہ 628 سمت بروہہ کا یکم جیٹھ مطابق 22 مارچ 571ء تھا اور سمت 1927 بروہہ کا یکم جیٹھ مطابق 14 مئی 1915ء کے ہے
[9] یوم ولادت با سعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع 4 بج کر 20 منٹ (صبح گھڑی کے حصوں کے حساب سے) 9 بج کر 57 منٹ (حساب مروجہ حال عرب سے) ہوا تھا اور آفتاب اس وقت برج حمل سے 31 درجہ 20 دقیقے پر تھا اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر 13 گھنٹے 16 منٹ گزر چکے تھے۔
[10] یسعیاہ 61/9 میں ہے: ”ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا“ یہ بشارت نبی ﷺ کی نہیں ہو سکتی کیوں کہ انجیل متی سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام

آنحضرت ﷺ کی عمر چھ (6) برس کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی، جب آنحضرت ﷺ کی عمر آٹھ برس 10 دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالطلب نے بیاسی (82) سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابوطالب کی تربیت

ابوطالب آنحضرت ﷺ کے تایا تھے اور آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی۔ اب وہ آنحضرت ﷺ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے۔⁽²⁾

بحیرہ راہب سے ملاقات

اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب بارہ (12) سال کے ہوئے تو اپنے تایا ابوطالب کے ساتھ، جب کہ وہ تجارت شام کو جاتے تھے، سفر میں گئے۔ بصرہ میں بحیرہ راہب نے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے۔ تایا سے کہا کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لے جاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں۔ شفیق تایا نے آنحضرت ﷺ کو بصرہ ہی سے واپس کر دیا۔⁽³⁾

① اس بارہ میں جو حدیث ترمذی وغیرہ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ تایا نے واپس کرتے وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ صریح غلطی ہے۔ اول تو اس وقت بلال رضی اللہ عنہ ابوطالب کے پاس تھا، نہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان دنوں موجود ہی نہ ہو۔⁽⁴⁾

② قرآن مجید کی آیت ﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ﴾ [البقرہ: 89] "یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر کافروں پر فتح اس کے ذریعہ سے پانے کی آرزو میں رہا کرتے۔ جب نبی ظاہر ہوا اور انھوں نے پہچان بھی لیا تب اس سے منکر ہو بیٹھے۔" سے ثابت ہے کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح و نصرت ہوگی۔ یہ اعتقاد ان کا اس وقت تک رہا جب تک کہ حضور ﷺ کی بعثت نہ ہوئی۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیوں کہ اگر یہودی اس لڑکے میں آنحضرت ﷺ کو پہچان لیتے تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضور ﷺ کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ راہب کی داستان ناقابل اعتبار ہے۔

تجارت کا خیال

جب نبی ﷺ جوان ہوئے تو آپ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہ بنت خویلد تھی۔ وہ بہت مالدار تھی، اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی، اس نے آنحضرت ﷺ کی خوبیاں اور صلاحیتیں دیکھیں اور بھائی تھے اور وہ مریم کے اکلوتے بیٹے نہ تھے۔⁽⁵⁾ ابوالفدا ص: 110، نیز سیدنا ج: 6/9 "وہ اس نام سے کہلاتا ہے بحیرہ"

③ ماخوذ از خطبات احمدیہ حضرت سید احمد خان: الفتویٰ 1415ھ زاد المعاد۔

④ زاد المعاد، امام ابن قیم رحمہ اللہ: ⑤ پادری صاحبان نے اتنی بات پر کہ بحیرہ نصرانی ملا تھا۔ یہ شاخ و برگ اور بھی لگا دیے کہ 40 سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرت ﷺ نے ظاہر کی تھی وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت ﷺ نے حکمت اور کفار و کافروں کے صلیب پر جان دینے کا بطلان اس راہب کی تعلیم ہی سے کیا تھا تو اب عیسائی اپنے اس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے۔

④ زاد المعاد حضرت علامہ ابن قیم (الفتویٰ 23 رجب 571ھ ص: 17)

اس سفر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا، اس نے آنحضرت ﷺ کی ان تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا جو سفر میں خود دیکھی تھیں، ان اوصاف کو سن کر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کر کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھی۔

نکاح:- جب یہ نکاح ہوا تو آنحضرت ﷺ کی عمر پچیس (25) سال اور خدیجہ بی بی رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس (40) سال کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں وہ پچیس (25) سال تک زندہ رہیں، آنحضرت ﷺ ان کے مرجانے کے بعد بھی اکثر ان کا محبت سے ذکر کیا کرتے اور ان کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے، اس شادی کے بعد آنحضرت ﷺ کا تمام وقت اللہ کی عبادت اور بنی آدم کی بہبود و خیر اندیشی میں پورا ہوا کرتا تھا۔

قیام امن و نگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد

ان ہی دنوں میں آنحضرت ﷺ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی، راستوں کا خطرناک ہونا، مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہو گئی جس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تمیم شامل تھے۔

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہدہ اقرار کیا کرتے تھے۔

- ① ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔ ② ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔

- ③ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔ ④ ہم زبردست کو زبردست بر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔ ⑤

اس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہو گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے کہ اگر آج بھی کوئی اس انجن کے نام سے کسی کو مدد کے لیے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار پایا جاؤں گا۔

ملک کی طرف سے ”صادق“ و ”امین“ کا نام آنحضرت ﷺ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے ان دنوں لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو نام لے کر نہیں جلاتے تھے بلکہ ”الصادق“ یا ”الامین“ کہہ کر بکا کر رہتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی عمر پینتیس (35) سال کی تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو (جس کی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں) از سر نو تیار کیا۔ ②

① انگلستان میں نائٹ ہڈ (Knighthood) کا آؤر جس کے معبر قریباً ہی اقرار کیا کرتے تھے، اس انجمن سے کئی صدیوں کے بعد قائم ہوا تھا۔

② کہہ کی اول تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مع حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کی تھی۔ پھر بنی جرہم، بنو قاطفہ قصی اور قریش نے اس کی تجدید کی تھی۔ تجدید عمارت کی ضرورت مروجہ مات کے اثر یا صدمہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی۔ کسی غیر قوم کے قبضہ کر کے گرا دینے، منہدم کرنے کا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچ ہزار (5000) سال سے نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ کل بروجم کے ساتھ بار بار ایسے واقعات یاد رہے اور متحدہ دہاوتے رہے اور یہاں شرف سے کہہ دینا کی کسی عبادت گاہ کو حاصل نہیں۔

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے مگر جب حجر اسود کے قائم کرنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف ہوا۔ ❶ کیوں کہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اسی کے ہاتھ سے سرانجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑی عمر کا تھا یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں۔

آنحضرت ﷺ کا تمام قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا

اس رائے کو مانا گیا اور اقرار دیا گیا کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئے گا وہی سب کا حکم سمجھا جائے گا۔ اتفاقاً آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے آنحضرت ﷺ کو دیکھتا تھا کہ **هَذَا الْأَمِينُ رَضِينَا** ❷ کے نعرے لگ گئے (امین آ گیا۔ ہم اس کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔)

❸ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دستور تھا کہ میدان میں جس جگہ کو عبادت گاہ مقرر کرتے وہاں ایک لمبا بن گھڑا پھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے۔ جیسے اب بھی مسلمان مکی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھری وغیرہ گاڑ لیا کرتے ہیں۔ جسے سترہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت کتاب پیدائش باب 12 درس 8، 7 باب 13 درس 18 و باب 26 درس 25 و باب 28 درس 18، 19، 22 و کتاب خروج باب 25 و باب 24 درس 4 سے بخوبی ملتا ہے۔ حجر اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے کہ کعب بنائے ابراہیمی سے اب کوئے میں لگ دینے کے بعد یہ اتنا کام دیتا ہے کہ طواف کا شروع اور قسم اسی جگہ سے شروع کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو درجہ اس کا ہے وہ اس کے نام حجر اسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سنانے کے لیے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا "تو ایک پتھر ہے، نہ کسی کو فلاح نہ ضرر دے سکتا ہے۔" (بخاری: 1597)

❹ ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ کو عرب کے لوگ نبوت سے پہلے صادق و امین کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی انھوں نے الامین ہی حضور ﷺ کو کہا ہے۔ اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتہ سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درس ہے: "یسوع مسیح کا مکافہ جو اللہ نے اسے دیا تاکہ اپنے بندوں کو دے وہ باتیں جن کا جلد ہونا دکھا دے۔" اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں ان باتوں کا ذکر ہے جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہوئے والی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیح کا حواری ہے جس نے یہ مکافہ حضرت مسیح کے دنیا پر سے چالنے کے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے: پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا اور اس کا سوار (ب) لٹا ہوا سچا کھلاتا ہے۔ (ج) اور راستی کی عدالت کرتا ہے۔ (د) اور لڑتا ہے (و) اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند (و) اور اس کے سر پر بہت سے تاج (ز) اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانتا۔ (ح) اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنتے تھا۔ (ط) اور اس کا نام کام خدا ہے۔ (ی) اور وہ فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے ہوئیں۔ (ک) اور اس کے منہ سے ایک تیز تلواریں نکلتی ہے کہ وہ اس سے قوموں کو مارے (ل) اور وہ اسے کے عصا سے ان پر ٹھکرانی کرے گا (م) اور وہ خود قادر مطلق اللہ کے قہر و غضب کے کھو میں روندتا ہے۔ (ن) اور اس کے لباس اور اس کی ران پر یہ نام لکھا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" (مکافہ 19 باب)

اب میں نہایت اختصار سے اس کی شرح کر دینا چاہتا ہوں۔

(الف) نقرئی گھوڑے اور اس کے سوار کا ذکر مکافہ 6-2 میں بھی ان الفاظ سے ہے، دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اس پر سوار تھا۔ کمان لیے ہے اور ایک چن ا سے دیا گیا اور وہ فتح کرنا ہوا اور فتح مند ہونے کو نکلا۔ مکافہ 19-11 میں نقرئی گھوڑے کے سوار کی نام کی اور مکافہ 6-2 میں اس کے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے اور یہ علامات آنحضرت ﷺ ہی پر صادق آتی ہیں۔

(1) نبی ﷺ کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا جس کا نام بحر تھا۔ (دیکھو کتاب سفر السعادت)

(2) آنحضرت ﷺ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں ہے: **إِذْ مُوَا قِنَا أَمَا نَحْمُ تَحَايَا وَابْنَا** (تیر چلایا کرو تمہارے باپ اسماعیل علیہ السلام تیرا انداز تھے) (بخاری: 3373)

(3) آنحضرت ﷺ کے لیے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لیے آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تھے اسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح روح اللہ علیہ السلام اپنی بہت سی باتیں بتلانے سے پہلے دنیا سے الگ ہو گئے اور نبی ﷺ تمام مکالمات کا اعلان دے کر یہاں سے رخصت ہوئے تو حضور ﷺ کی فتح مبین میں اور فتح مند ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک چادر بچائی۔ اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے جہاں قائم کرنا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر اسے اٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا۔

۱۱۱۱ (ب) امامت دار اور سچا کہلاتا ہے۔ امامت دار (امین) سچا (صادق) کا ترجمہ ہے۔ کہلاتا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ لوگ اسی نام سے بلایا کریں گے اور یہی معاملہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوتا رہا۔

(ج) وہ راسخ سے عدالت کرتا ہے۔ معیارہ ۱۹ باب میں بھی ہے۔ 4۔ وہ راسخ سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لیے انفصال کرے گا۔ یوحنا نے اسی کو ہر اکر بتا دیا کہ اس کا تعلق زمانہ مابعد مسیح سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَيَقْطَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: 157]۔

(د) اور لڑتا ہے۔ ”راسخ کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتلائی گئی تاکہ کوئی پادری غلطی سے اس کا کھڑکھڑ کو کسی اور پر چسپاں نہ کرے۔ کیوں کہ اس سوار کے لیے مجاہدہ غازی ہونا ضروری ہے۔

(و) اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند نبی ﷺ کے حلیہ میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں سرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا کہ مردک انور کے گرد اگر دوسرا ڈورے پڑے ہوئے تھے۔

(و) اس کے سر پر بہت سے تاج مانعہ کے پاک گردہ کو کھو، کوئی واعظ ہے۔ (سلمان) کوئی مبشر ہے۔ (عیسیٰ علیہ السلام) کوئی منذر ہے۔ (نوح علیہ السلام) کوئی منی ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام) کوئی مناظر ہے۔ (ابراہیم علیہ السلام) کوئی مجاہد ہے۔ (داؤد علیہ السلام) لیکن نبی ﷺ میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی لیے اللہ پاک فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَيَسْأَلُهَا مُنِيرًا﴾ [احزاب: 45-46] ”اے نبی ہم نے تم کو شاہد، مبشر، نذیر، دعاوی الی اللہ، روشن کر دینے والا، سراج بنا کر بھیجا ہے۔“ سر پر بہت سے تاج ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ جامع صفات نبی ہیں۔

(ز) ”اس کا ایک نام لکھا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانا“ آنحضرت ﷺ کا اسم پاک احمد و محمد ﷺ وہ ہے جو پہلے کسی کا نام نہیں ہوا۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی بیوں ہوئے۔

(ح) ”خون میں ڈوب ہوا لباس وہ پہنے گا۔“ نبی ﷺ کے ساتھ طائف میں منادی کرنے کے وقت ایسا ہی گذرا کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہو لہاں ہو گیا تھا اور لباس خون میں تر جسم کا خون بہہ کر ایسا جم گیا کہ وضو کے لیے جوتا اتارنا مشکل ہو گیا تھا اور چون کہ اس سفر میں آنحضرت ﷺ تہمت تھے اس لیے معیارہ 63/3، 2، 1 بھی آنحضرت ﷺ ہی پر صادق آتا ہے۔

(ط) ”کلام خدا“ نبی ﷺ کی یہ علامت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سب سے آخری وحیہ (کتاب 5 باب 31) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وحیہ (یوحنا 13/16) میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔ اب یوحنا حواری نے بھی بیان کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یوحنا کے مکالمہ تک کلام خدا والی علامت کا پورا ہونا باقی تھا۔ پس یہ قرآن ہی ہے جس کی بابت اللہ خود فرماتا ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [التجم: 2-3] ”نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ تو وہ کلام اللہ ہے جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔“

(ی) فرشتوں کا اور مخلوقی طاقتوں کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے۔ ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ذٰلِكُمْ﴾ [التحریم: 4] ”یعنی فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔“ فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی ﷺ کے اتباع میں ہیں۔ نبی ﷺ کو سفید لباس ہی محبوب تھا آپ کے نشان (علم کارنگ بھی سفید تھا)۔ انتشار جنگ اور قیام صلح کے لیے بھی سفید پھر برائی اڑایا کرتے ہیں۔

(ک) ”اس کے منہ سے حیرت انگیز نکلے گی۔“ یہ جہاد ہے اور جن لوگوں پر جہاد کیا گیا ہے ان کا مذکور بھی اسی مکالمہ 19 باب کے 17 سے 21 تک میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (ل) ”لوہے کے عصا سے حکمرانی کرے گا۔ زیور 2-9 میں بھی اس کا مذکور ہے۔ مکالمہ میں زیور کے الفاظ دہرانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے وہ یوحنا کے بعد آنے والا ہے۔ پس وہ یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کیوں کہ پھر کوئی بھی حضور ﷺ کے سوا دینی، نبوت اور سلطنت محکم کا جامع نہیں ہوا۔

(و) وہ قادر مطلق کے قبر کے کھو میں رونماتا ہے۔ سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا، قیصر و کسریٰ کو تافرنائی محمد ﷺ کی سرالمانہ اللہ کے قہری سے تھا۔

(ن) اس کے لباس اور ان پر بادشاہوں کا بادشاہ، خداوندوں کا خداوند لکھا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء، سید المرسلین بھی ہیں اور یہی مراد مکالمہ کے الفاظ کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس مختصر مدد سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں، ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

قرب زمانہ بعثت

بعثت سے سات (7) برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی ﴿۱﴾ اور آنحضرت ﷺ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے۔ ﴿۲﴾ اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس طرح قریب ہوتا گیا آنحضرت ﷺ کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔

غار حرا میں عبادتیں کرنا

آنحضرت ﷺ اکثر پانی اور ستونے کر شہر سے کئی کوس پرے سنان جگہ کوہ حرا ﴿۳﴾ کی ایک غار میں جس کا طول 4 گز اور عرض پونے 2 گز تھا جا بیٹھے، عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الہی کا ذکر بھی شامل تھا اور قدرت الہیہ پر تدبر و نظر بھی ﴿۴﴾ جب تک پانی اور ستون ختم نہ ہو جاتے، شہر میں نہ آیا کرتے۔ ﴿۵﴾ اب آنحضرت ﷺ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے، دن میں ویسا ہی ظہور میں آ جاتا۔ ﴿۶﴾

بعثت و نبوت

جب آنحضرت ﷺ کی عمر کے چالیس (40) سال ﴿۷﴾ قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو 9 ربیع الاول ﴿۸﴾ 41 میلادی (مطابق 12 فروری 610ء) کو بروز دوشنبہ (سوموار) روح الامین علیہ السلام کا حکم لے کر آنحضرت کے پاس آیا اس وقت آنحضرت ﷺ غار حرا میں تھے۔ روح نے کہا: محمد ﷺ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور میں جبریل (علیہ السلام) ہوں۔ ﴿۹﴾ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ ﴿۱۰﴾

خدیحہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق پر

خدیحہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں آپ کو ڈر کا ہے؟ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے ہیں، راندوں تیبوں، بے کسوں کی دنگیری کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ آپ کو کبھی اندوہ گیں نہ

﴿۱﴾ بخاری 3، مسلم 403 ﴿۲﴾ سفر السعادة مشرح ص: 31 ﴿۳﴾ اب اسے جبل اور کہتے ہیں مفصل حال ہمارے سفر نامہ جہاز میں ہے۔ ﴿۴﴾ سفر السعادة ج ۱ ص ۱۰۱ ﴿۵﴾ بخاری 3، مسلم 403 ﴿۶﴾ بخاری 3، مسلم 4955 ﴿۷﴾ بخاری 3851 ﴿۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی 40 سال پورا ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال مشمولہ انجیل۔ ﴿۹﴾ زاد المعاد ص: 18 میں 8 ربیع الاول لکھی ہے۔ دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے چون کہ دوشنبہ کا دن 9 کو پڑتا ہے اس لیے 9 ہی صحیح ہے۔ ﴿۱۰﴾ سفر السعادة مشرح ص: 35 ﴿۱۱﴾ اس فقرے سے حضور ﷺ کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔

اب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے وہ نبی ﷺ کو ساتھ لے کے اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نجاشی اور قیسری کوششوں سے عیسائیت عرب میں آچکی تھی۔ اس لیے بعثت محمدی ﷺ کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے اور دین جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے، جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث، عبیدہ، زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں۔ (2)

زید بن عمرو جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا تھے، وہ بزرگوار ہیں جنہوں نے رسول موعود کی تلاش میں دور دور سفر کیے تھے اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر

الغرض حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر نبی ﷺ نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریل علیہ السلام کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ جھٹ بول اٹھا، یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اتر اٹھا۔ کاش! میں جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ رہتا، جب قوم آپ ﷺ کو نکال دے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ بولا: ہاں۔ اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش! میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور ﷺ کی نمایاں خدمت کروں۔ (3)

ابتداء نزول قرآن

کچھ دنوں (4) کے بعد پھر فرشتہ آیا اور نبی ﷺ کو جنہوں نے اب تک لکھتا پڑھتا نہ سیکھا تھا اللہ کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ روح الامین نے ان آیات کو پڑھا تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ [العلق: 1-5]

(1) بخاری: 2 (2) خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سید یو (Sade)۔ (3) صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا مکتوبہ ص 14 ورقہ بن نوفل اس واقعہ کے چند دنوں بعد ہی مر گیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور قاعدہ بھر ہو گیا تھا۔ بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر ۷۲ سالہ 42 باب میں پڑھا ہوگا۔ (4) علما کا اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت یمادہ ربیع الاول ہوئی۔ نیز اتفاق ہے کہ ابتداء وحی 41 ویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابتداء وحی بھی یمادہ ربیع الاول ہوئی مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ ابتداء نزول قرآن یمادہ رمضان ہے۔ کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ قریباً چھ ماہ ہے جس میں روئے سادہ آتے رہے جو نبوت کا چھپا لیسواں حصہ (23 سال عہد نبوت کا چھپا لیسواں حصہ 6 ماہ) تھے۔ امام طبری رحمہ اللہ نے نزول قرآن کی تاریخ 17 یا 18 / رمضان روایت کی ہے۔ چونکہ 8 / رمضان 1 نبوت کو یوم جمعہ تھا۔ (مطابق 17 / اگست 610ء) اس لیے نزول قرآن مجید شب جمعہ 18 / رمضان کو تھا۔

”شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا (ہاں) پڑھتا چلا جا تیرا پروردگار تو بہت کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی (جس نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔“ ①

نماز کا آغاز

اس کے بعد ”روح الامین“ نبی ﷺ کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی ﷺ کے سامنے خود وضو کیا اور آنحضرت ﷺ نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی۔ روح الامین علیہ السلام نے پڑھائی۔

تبلیغ کا آغاز

نبی ﷺ نے گھر پہنچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا (بیوی) علی رضی اللہ عنہ (بھائی عمر آٹھ سال) ابوبکر رضی اللہ عنہ (دوست) زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (مولیٰ) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے۔ ② ان اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرت ﷺ کی چالیس (40) سالہ ذرا ذرا سی حرکات و سکنات تک سے واقف تھے، نبی ﷺ کی اعلیٰ صداقت اور راست بازی کی قوی دلیل ہے۔ بلال، عمرو بن عتبہ و خالد بن سعد بن عاص رضی اللہ عنہم بھی چند روز کے بعد ہی مسلمان ہو گئے۔

سابقین الاولین کے مختصر نام

ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے، تجارت کرتے تھے، مکہ میں ان کی دکان بزازی کی تھی۔ لوگوں میں ان کا بہت میل ملاپ تھا۔ ان کی تبلیغ سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ پھر ابوعبیدہ عامر بن عبد اللہ بن الجراح رضی اللہ عنہ (جن کا لقب بعد میں ”امین الامت“ ہوا) عبد اللہ بن ہلال رضی اللہ عنہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، عامر بن فہرہ رضی اللہ عنہ ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ارقم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ عورتوں میں ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی ﷺ کے تایا عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل رضی اللہ عنہا، اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا اور فاطمہ خواہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز

ان دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

① اس خوبی کو دیکھیے کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کے لیے اتر انسان کی ابتدائی حالت ہی سے شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے انسان کے لیے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ نبی کو خود خالق نے تعلیم دی۔ ”مَالَهُ يَعْلَمُ“ سے آنحضرت ﷺ کا ان پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب: ”سعیہ“ 12/29 میں ہے۔ ”اُن پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھے قرآن مجید کو لفظاً و معنیاً کلام الہی ہونے کے لیے دیکھو سنہ 15 2013ء 18 باب“

② علما میں اختلاف رہا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے اس بحث کو چھوڑ دیا کیوں کہ یہ بحث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا علی رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ہونی چاہیے۔

نبی ﷺ نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے اور پتھروں، درختوں، چاند اور سورج کی پوجا سے ہٹا کر اللہ کی بندگی سکھایا کرتے تھے۔ اب اللہ کا حکم پہنچا:

﴿يَا أَيُّهَا الْمَدْيَنِيُّ ۖ قُمْ فَاذْهَبْ ۚ وَرَبُّكَ فَكَبِّرْ ۚ وَرَبَّابَكَ فَطَهِّرْ ۚ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۚ وَلَا تَمْنُنْ
تَسْتَكْبِرُ ۚ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۚ﴾ [المدثر: 1-7]

”اے درست کرنے والے (عالم کے) اٹھو، (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بزرگی پھیلاؤ اور پاکدامنی اختیار کرو۔ (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیت سے نہ کرو کہ لوگوں سے اس کا فائدہ حاصل کیا جائے۔ اپنے پروردگار کے لیے (رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان اور تکلیف میں) استقلال رکھو۔“
ان آیات سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی رسالت اور نبوت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

نبی ﷺ کی نبوت کے مقاصد

- ① نافرمانوں کو ان کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا۔
 - ② اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت و جلال کا آشکار کرنا۔
 - ③ لوگوں کو اعتقاد، اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا۔
 - ④ پاکیزگی، صفائی اور پاک دامنی سکھانا۔
 - ⑤ الہی تعلیم مفت دینا، نہ ان پر احسان جتانا، نہ ان سے اپنے کسی فائدے کی توقع رکھنا۔
 - ⑥ اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلیں پڑیں سب کو برداشت کرنا۔
- جو شخص نبی ﷺ کی پاک زندگی کے حالات پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت ﷺ نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا۔
- نبی ﷺ کی تبلیغ کا کام بعد از ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا۔

تبلیغ کے پنج گانہ مراتب

- اول: قریب کے رشتہ دار اور خاص خاص احباب۔
- دوم: قوم اور شہر کے سب لوگ۔
- سوم: مکہ کے اطراف و جوانب کے قبیلے۔
- چہارم: عرب کے جملہ حصص اور قبائل
- پنجم: دنیا کی جملہ تمدنہ اقوام اور جملہ مشہور مذاہب۔

① از دفتر الطائرو تدبیر اور دست ساخت طائر آشیانہ خود را۔ منہی الارب، باب دوم، ش۔ در علامہ ابوالمسعود ہمدانی، تفسیر جلد ہفتم ص 278 پر لکھتے ہیں مدثر ای الہی ذکر هذا الامر العظيم وعصب به۔

حضور ﷺ نے اس تبلیغ کے لیے نہایت استحکام، کمال استقلال اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی اور اپنی تعلیم کو نین دلائل اور براہین محکم سے ثابت کر دیا تھا۔
قارئین! اس کتاب میں تبلیغ کی ان بیخ گانہ مراتب کے متعلق نبی ﷺ کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے۔

بعثت کے وقت عالم کی حالت

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت نبی ﷺ تبلیغ عالم کے لیے مبعوث ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت، تہذیب، اخلاق کے نام شاید ان کتابوں میں نظر آ سکتے تھے مگر دلوں پر کوئی اثر نہ تھا۔
(1) بنی اسرائیل تو مسیح علیہ السلام سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر چکے تھے۔ اب مسیح علیہ السلام کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا ان میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں بت پرستی قائم ہو چکی تھی۔

(2) یورپ میں جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔ انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔ نارٹمبر لینڈ۔ ڈلینڈ۔ کونٹیز۔ نار فوک۔ سوفوک۔ سائیکس (اضلاع انگلستان) میں ورڈن بت کی پرستش ہوتی تھی۔ فرانس، برن ہلڈ، سگ فرٹ، فرے دی گوٹن دی، بل ہے رک۔ نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا۔ جب کہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بے ہود گلیاں روار کھی جاتی تھیں۔
فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے الب پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی 782ء کے بعد تک جاری رہی۔ جب کہ ساڑھے چار ہزار (4500) سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر ورڈون میں ہلاک کیے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا، جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔ (3)

(3) ایران پر مڑ وکیہ کا زور تھا، جنہوں نے زن۔ زر۔ زمین کے وقف عام کر دینے سے اخلاق اور انسانی ترقیات کو ملیا میٹ کر دیا۔
(4) ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ (5) اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگان خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برائی کی تماثل بنا کر رکھی جاتی تھیں اور ان ہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کی درود یوار پر ایسی سراپا نقش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آتی چاہیے۔

(5) چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر اللہ سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا، کوئی اولاد کا، کوئی جنگ کا، کوئی امن کا، اور ہر ایک بت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا۔

کانفیوشس (Confucius) کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے۔ (6) لیکن اس وقت اس کا بھی ظہور نہ ہوا تھا۔
(6) مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السلام کی شخصیت اور اہمیت کی تعریف و تحدید، توحید و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے

(1) سول اینڈ ملٹری گزٹ مورچہ 12 اکتوبر 1907ء ایڈیٹر مل فوٹ۔ (2) اردو تہذیب قدیم ہندوستان مسٹر آر سی دت ص 37۔

(3) Confucianism (کنفیوشس ازم) مذہبی تحریک، چینی دانشور کنفیوشس نے 53 ق م میں اس کی بنیاد رکھی۔ (تاریخ عالم کا انسائیکلو پیڈیا ص 147)

(4) مصنف چین کی بات تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ کنفیوشس (Confucius) کا دور قبل از مسیح کا ہے۔ وہ 478 ق م میں پیدا ہوا اور 551 ق م میں اس کا انتقال ہوا۔

اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا۔ اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔

یہ مختصر حالات ان ممالک کی ہے جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے بڑے بڑے دھندے کے بڑے بڑے دعوے تھے۔

﴿7﴾ عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجئے اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھیے کہ یہ ایسا ملک تھا جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلط ہوا تھا، نہ کوئی اثر قانون نے ڈالا، نہ کوئی ہادی ان کی ہدایت کے لیے پہنچا تھا۔ اس حیوانی ﴿8﴾ آزادی پر بے علمی، جہالت اور اقوام متہذبنہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے ان کی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا۔

اس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ تر واجب الرحم ٹھہرایا اور رب العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا۔

اپنے کنبہ میں تبلیغ

نبی ﷺ نے حکم ربانی کے موافق تبلیغ عام کا کام شروع فرما دیا۔ قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآن مجید میں خصوصیت سے تھا۔ ﴿وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [اشعراء: 214] نبی ﷺ نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ ان کی تعداد چالیس یا ایک کم یا زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی نکو اس کی وجہ سے نبی ﷺ کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس لیے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی جب سب لوگ کھانا کھا کے، دودھ پی کے فارغ ہو گئے تب نبی ﷺ نے فرمایا:

اپنے گھرانے میں آنحضرت ﷺ کی تقریر

اے حاضرین! میں تم سب کے لیے دنیا اور آخرت کی بہبودی لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتلاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟

یہ سن کر سب کے سب چپ رہ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ نبی ﷺ نے ابوطالب سے کہا: تم اس کی بات مانا کرو اور جو کہا کرے سنا کرو۔ یہ فقرہ سن کر جمع خوب کھل کھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے مسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمد ﷺ تمہیں کہہ رہا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔ ﴿9﴾

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو عام تبلیغ

ایک روز نبی ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا تم مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو۔

﴿8﴾ انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت ہر شخص کو حاصل ہے اور حیوانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوئی ہو۔
﴿9﴾ ابوالہدء ص: 117

سب نے ایک آواز سے کہا: ہم نے کوئی بات غلط یا بے ہودہ تیرے منہ سے نہیں سنی۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ تو

صادق اور امین ہے۔ ①

نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے ادھر ادھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اچھا اگر میں یہ کہوں کہ ہرنوں کا ایک مسلح گروہ دور سے نظر آ رہا ہے جو مکہ پر حملہ آور ہوگا کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟ لوگوں نے کہا: ”بے شک! کیوں کہ ہمارے پاس تیرے جیسے راست باز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے۔“

تمثیلات نبوت ﷺ

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ سب کچھ سمجھانے کے لیے ایک مثال تھی۔ اب یقین کر لو کہ موت تمہارے سر پر آ رہی ہے اور تم نے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دنیا پر تمہاری نظر ہے۔ اس دل نشین وعظ سے مطلب نبی ﷺ کا یہ تھا کہ نبوت کے لیے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے جب کہ ہزاروں اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

تبلیغ میں آنحضرت ﷺ کی کوششیں

اب نبی ﷺ نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر ایک میلے، ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتلاتے۔ بتوں، پتھروں، درختوں کی پوجا سے روکتے، بنیوں کو مار ڈالنے سے ہٹاتے۔ زنا سے منع کرتے جو اکیلے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے، کپڑوں کو میل پچیل سے، زبان کو گندی باتوں سے، دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک و صاف رکھیں۔ وعدہ اور اقرار کی پابندی کریں۔ لیکن دین میں کسی سے دعا نہ کریں۔ اللہ کی ذات کو نقص سے، عیب سے، آلودگی سے پاک سمجھیں۔ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں کہ زمین، آسمان، چاند، سورج، چھوٹے بڑے سب کے سب اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا، بیمار کو صحت و تندرستی دینا، مرادیں پوری کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ فرشتے اور نبی بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت ﷺ کا تبلیغ فرمانا

عرب میں عکاظ، عینہ اور ذی الحجاز کے میلے بہت مشہور تھے، دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔

قریش کی مخالفت

مغزوہ قریش کو جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے جیسے سمندر میں ویل مچھلی۔ نبی ﷺ کا وعظ پسند نہ آیا۔ اس

- ① وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے اور بعید سمجھتے تھے کہ اللہ کے حکم سے کوئی انسان، انسانوں کے سمجھانے کے لیے آئے۔
 - ② وہ جزا و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لیے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جوابدہی ہوگی۔ ان کے نزدیک بالکل قائل نہیں تھی۔
 - ③ وہ خاندان اور شرافت بزرگان پر نہایت مغرور تھے اور انھیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی۔
 - ④ ان میں اکثر قبائل بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انھیں عار معلوم ہوتا تھا۔
 - ⑤ وہ بت پرستی پر بالکل قانع تھے اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصور میں نہ آتا تھا۔
 - ⑥ وہ زنا، جوار، ربزنی، قتل، عہد شکنی، آوارگی، ہر ایک قانون و قاعدہ کی بندش و قیود سے آزاد رہنے، بیشمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے اور اسلام کا قانون ان کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا۔
- اس لیے انھوں نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر کمر باندھی اور اسلام کا نام و نشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا۔

اسلام کے خلاف تدبیریں

اول تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس آ جائیں اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں۔

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کیے انھیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں ان کا مفصل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر ان کے عذاب دہی کے طریقوں اور چند بزرگوں کا حال مذکور ہوتا ہے۔

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

- ① بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب امیہ نے سنا کہ بلال رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ گونا گویں عذاب ان کے لیے ایجاد کیے گئے۔ (1) گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انھیں لیے پھرتے۔ رسی کا نشان گردن پر نمایاں ہو جاتا۔ (2) وادی مکہ کی گرم ریت پر انھیں لٹا دیا جاتا اور گرم گرم پتھران کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔ (3) مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا (4) دھوپ میں بٹھلایا جاتا (5) بھوکا رکھا جاتا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سب حالتوں میں اُخذ اُخذ کے نعرے لگاتے رہتے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا اور اللہ کے لیے آزاد کر دیا۔ ②
- ② عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والد یاسر رضی اللہ عنہ ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئے تھے۔ ابو جہل نے انھیں گونا گویں عذاب پہنچائے۔ ایک دن نبی ﷺ نے انھیں مار کھاتے، عذاب سب سے دیکھا، فرمایا: اَصْبِرُوا يَا آلَ يَاسِرٍ فَإِنَّ مَوْعِدَكُمْ الْجَنَّةُ (یاسر کے گھرانے والو! صبر کرو تمہارا مقام جنت ہے) کبخت ابو جہل نے بی بی سمیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور اسے جان سے مار ڈالا۔ ③

- ③ ابو قلیہ جن کا نام ارج رضی اللہ عنہ تھا، کے پاؤں میں رسی باندھ کر انھیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔ ④

① حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دمشق میں 20 ہجری 63 سال وفات پائی، اسد الغابہ 1/415، 416، مجمع الزوائد 9/293، زاد المعاد 3/22

② جنگ صفین میں 91-92 سال شہید ہوئے، زاد المعاد 3/22 ③ تاریخ الخلفاء جلد 2 ص: 50 ④ اعجاز القرآن ص: 53

- ④ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا۔ ⑤ عیینہ، زبیرہ، نعدہ، یاورام، عکس رضی اللہ عنہم بے چاری لونڈیاں تھیں اور ان کے سنگ دل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔ ⑥ قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا، اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگ دلی کا برتاؤ کیا کرتے۔ ⑦ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کجخت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔

- ⑧ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ④ کو ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔ ⑨ بعض صحابہ جنی اللہ عنہم کو قریش گائے اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔ فرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ صرف اسلام کی صداقت ہی ان کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ پہلی امتوں نے تو کھوٹے سکے لے کر انبیاء علیہم السلام کو گرفتار اور قتل تک کر دیا تھا۔ ⑩

آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کی بدسلوکی

- بسا اوقات نبی ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ ﷺ کے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر عفتیں پھینکی جاتیں تاکہ صحت و جمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔ ① نبی ﷺ اس قدر فرما دیا کرتے کہ فرزند ان عبد مناف حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو۔ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دے کر سی جیسا بنایا اور جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو چادر کو حضور ﷺ کی گردن میں ڈال دیا اور بیچ در بیچ دینے شروع کیے۔ گردن مبارک بہت بھنج گئی تھی۔ تاہم حضور ﷺ اسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا اور زبان سے یہ آیت پڑھ کر سنائی:
- ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ [المومن: 28] ②
- ”کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنے روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔“

- چند شریر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئے اور ان کو بہت زد و کوب کیا۔ ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی محن کعبہ میں جا بیٹھے۔ ابو جہل بولا کہ آج

① مدینہ منورہ میں عمر 63 سال 19 ہجری کو وفات پائی۔ ② زاد المعاد 3/23 ③ اعجاز القرآن 1/53 ④ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

⑤ زاد المعاد 2/297 ⑥ تاریخ طبری ⑦ بخاری 3856، ابوداؤد 4344، ترمذی 2174، ابن ماجہ 4011

شہر میں فلاں جگہ اونٹ ڈنچ ہوا ہے اور جھڑی پڑی ہوئی ہے، کوئی جائے اٹھالائے اور اس (نبی ﷺ) کے اوپر دھردے۔ شقی عقبہ اٹھا۔ نجاست بھری اور جھڑی اٹھالایا۔ جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھ دی۔ آنحضرت ﷺ تو رب العزت کی جانب متوجہ تھے، کچھ خبر نہ ہوئی۔ کفار فہمی کے مارے لوٹے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی بھی موجود تھے، کافروں کا جھوم دیکھ کر ان کو تو حوصلہ نہ پڑا مگر معصومہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ انھوں نے باپ کی پشت سے اور جھڑی کو پرے پھینک دیا اور ان سنگ دلوں کو سخت ست بھی کہا۔ [1]

ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں

قریش مکہ نے نبی ﷺ اور مسلمانوں پر جو جو روستم ہو رہے تھے، اسے ہنوز نا کافی سمجھا۔ اس لیے بجائے متفرق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔

مستہزمین کی جماعت

ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کا میر مجلس ابولہب تھا اور مکہ کے پچیس (25) سردار اس کے ممبر تھے۔ اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دور دراز سے مکہ میں آتے ہیں انھیں محمد ﷺ کی نسبت کیا کہا جائے تاکہ لوگ ان کی باتوں میں نہ پھنسیں اور ان کی عظمت کے قائل نہ ہوں۔

ایک نے کہا: ”ہم بتایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے۔“

ولید بن مغیرہ (جو ایک خراٹ بڑھا تھا) بولا: میں نے بہترے کاہن دیکھے ہیں، لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمد ﷺ کا کلام! ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

ایک نے کہا: ”ہم اسے دیوانہ بتایا کریں گے۔“

ولید بولا: ”محمد ﷺ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟“

ایک بولا: ”اچھا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔“

ولید نے کہا: ”ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصناف سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں۔ محمد ﷺ کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں۔“

ایک بولا: ”ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے۔“

ولید نے کہا: ”جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمد ﷺ رہتا ہے، وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہیں۔ جادوگروں کی

منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔“

دشمنوں کا عجز آنحضرت ﷺ کی توصیف سے تعلیم نبوی ﷺ پر کفار کی شہادت

اب سب نے عاجز ہو کر کہا: ”چچا تم ہی بتلاؤ کہ پھر کیا کہا جائے؟“ ولید نے کہا: ”سچ تو یہ ہے کہ محمد ﷺ کے کلام میں عجب شیرینی ہے، اس کی گفتگو نورس حلاوت ہے۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر و

زن میں جدائی ہو جاتی ہے۔ [۱] اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔“

آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیشن (Resolution) (قرارداد) پر اتفاق کیا:

دشمنوں کے ریزولیشن (Resolution) آنحضرت ﷺ کے خلاف

محمد ﷺ کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔ بات بات میں اس کی ہنسی اڑائی جائے، تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دی جائے۔ محمد ﷺ کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے۔

ہجرت حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لیے حبشہ کو چلا جائے۔

اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ بارہ (12) مرد اور چار (4) عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا اور بندر گاہ شعیبہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا۔ [۲]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا (بنت النبی ﷺ) ان کے ساتھ تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لو طوا برابیم ﷺ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ حق میں ہجرت کی ہے۔“ [۳]

قریش نے مسلمانوں کا حبش تک پیچھا کیا

ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (83 مرد 18 عورتیں) مکہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں نبی ﷺ کے تایا زاد بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکہ کے کافر بھی اس کے پاس تھے تحائف لے کر گئے اور جا کر کہا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ تب نبی ﷺ کے تایا زاد بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربار میں یہ تقریر کی:

دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر تقریر

”اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بے ہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور نجی مہمان داری کا نشان نہ تھا مہاسیہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں اللہ نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب و نسب سچائی، دیانتداری، تقویٰ پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اس

[۱] سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص: 90، شفاء قاضی عیاض ص: 129، [۲] زاد العاد: 23/3، [۳] رواہ حاکم فی المستدرک: 6849۔

نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ رحم کریں۔ گناہوں سے دور رہیں۔ برائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں صدقہ دیا کریں اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا، ہم کو ستایا تاکہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرنے لگ جائیں ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہو گئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے ہیں۔“ ﴿۱﴾

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا مجھے قرآن سناؤ۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اسے سورہ مریم سنائی۔ بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی کہ وہ رونے لگ گیا اور اس نے کہا کہ محمد ﷺ تو وہی رسول ہیں۔ جن کی خبر یسوع مسیح علیہ السلام نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول ﷺ کا زمانہ ملا۔ پھر بادشاہ نے مکہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

جب مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا تو انھوں نے کہا آؤ محمد ﷺ کو پہلے تو لایا دیں۔ پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائے گا یہ مشورہ کر کے مکہ کا مشہور مالدار سردار جس کا نام تنبہ تھا۔ نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے یوں تقریر کی:

”میرے بھتیجے محمد ﷺ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تو مال مال ہو جائے اگر تم عزت کے بھوکے ہو تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں جو چاہو سو کرنے کو حاضر ہیں مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے۔ تو تلا دو کہ ہم تمہارا علاج کرائیں۔“

نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال، عزت، دولت، حکومت کچھ درکار نہیں اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

﴿حَمْدٌ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ كَتَبَ فِصْلَتْ اٰیٰتُهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا ۝ فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ فَمِنْهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ وَفِیْ اَذَانِنَا وَقْرٌ ۝ وَمِنْ بَیِّنٰتِكَ حِجَابُ قَاعٍ ۝ اِنَّا عَمِلُوْنَا ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوحٰی اِلَیَّ اَنْمَآ اِلَیْكُمْ اِلٰهُ وَّاحِدٌ ۝ فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۝ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوٰةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ [41: حم سجدہ: 1-8]

”یہ فرمان اللہ کے حضور سے آیا۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ بڑی پڑھی جانے والی کتاب ہے عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کے لیے اس میں سب باتیں کھلی کھلی درج ہیں جو لوگ اللہ کا حکم مانتے ہیں۔ ان کے

واسطے اس فرمان میں بشارت ہے اور جو انکار کرتے ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں اور ہمارے کان اس کے شنوائی نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی (تدبیر) کرو، ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں اے نبی ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور اللہ کے فرشتے نے یہ بتا دیا کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، لیکن جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے۔ ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے۔“

کلام پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ ہاتھوں پر سہارا دیئے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا اور بالآخر چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا قریش جو نتیجہ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے، سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے۔ پوچھا کیا دیکھا؟ کیا کہا؟ کیا سنا؟

عتبہ بولا۔ معشر قریش: میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے نہ شعر ہے، نہ جادو، نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو تو محمد ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا: لو! عتبہ پر بھی محمد ﷺ کی زبان کا جادو چل گیا۔ [1] جب لالچ کی تدبیر نہ چلی تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے اور نبی ﷺ کے تایا ابوطالب کے پاس آ کر یوں تقریر کی:

ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپ کا بھتیجا ہمارے خما کروں اور بتوں کو جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے۔ اتنا سخت ست کہنے لگا ہے کہ ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اسے سمجھا کر چپ رہنے کی ہدایت کر دیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔

سارے ملک کی عداوت دیکھ کر تایا کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو بلایا اور سمجھایا کہ ”بت پرستی کا رد نہ کیا کرو، ورنہ میں بھی تمھاری کچھ حمایت نہیں کر سکوں گا۔“

نبی ﷺ نے فرمایا:

”تایا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے واسطے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر۔ تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور اللہ کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔“ [2]

اس ناکامی کے بعد قریش مکہ نے مشاورت کی کہ محمد ﷺ کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیے۔ اس مشاورت کے بعد انھوں نے نبی ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔

نبی ﷺ خوش خوش وہاں گئے، کیوں کہ حضور ﷺ کو ان کے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں جا بیٹھے تو انھوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

”اے محمد ﷺ، ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی

مشکلات لایا ہو جس قدر تو نے قوم پر ڈال رکھی ہیں۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آ چکی ہو۔ اب تم یہ تلاء کرو اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تیرے لیے مال جمع کر دیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ لکھے اور اگر شرف و عزت کے خواستگار ہو تو ہم تجھے اپنا سردار بنالیں اور اگر سلطنت کے طالب ہو تو تجھے اپنا بادشاہ مقرر کر لیں اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو غالب آ گیا ہے تو ہم ٹوٹنے ٹوٹکوں کے لیے مال صرف کر دیں تاکہ تم تندرست ہو جاؤ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم نے جو کچھ کہا، میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں۔ جو تعلیم میں لے کر آیا ہوں وہ نہ طلب اموال کے لیے ہے، نہ جلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر کتاب اتاری ہے، مجھے اپنا شیر و نذیر بنایا ہے، میں نے اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچا دیے ہیں اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کر لو گے تو یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا کہ وہ میرے لیے اور تمہارے لیے کیا حکم بھیجتا ہے۔“

قریش نے کہا:

”اچھا محمد ﷺ! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے تو ایک اور بات سنو۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس قدر سختی و جنگی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم اللہ سے یہ سوال کرو ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے۔ [1] نیز ہمارے لیے ایسی نہریں جاری کر دے جیسی شام و عراق میں جاری ہیں۔ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے، ان زندہ ہونے والوں میں قصی بن کلاب ضرور ہو کیوں کہ وہ ہمارا سردار تھا اور کچ بولا کرتا تھا۔ [2] ہم اس سے تیری بابت پوچھ لیں گے۔ اگر اس نے تیری باتوں کو کچ مان لیا اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کر دیا تب ہم بھی تجھے سچا جان لیں گے اور مان لیں گے کہ ہاں اللہ کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں ان کاموں کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو اس تعلیم کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں نے اللہ کے پیغامات تمہیں سنا دیے ہیں۔ اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لو گے تو یہ تمہاری دنیا و آخرت کے لیے سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا، جو کچھ اس نے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہو گا فرمائے گا۔“

قریش نے کہا:

[1] مکرین مکہ تو صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے بنا کر اپنا گھن گھلوانا چاہتے تھے، لیکن ایمان والوں کے لیے جبرائیل سے لے کر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہ بن سکا اور تمام روئے زمین گھر کا گھن بن گیا۔ [2] آنحضرت ﷺ کے والد اجداد مناف کے والد کا نام ہے۔ جس نے جو جہم کو مکہ سے لٹکا اور قریش کے قبیلوں کو پھراکٹھا کر کے مکہ میں آباد کیا اور رقادہ، دوسرے، نقایہ، کواہ، سفارت، حجاب، ازلام کی خدمات کو تقسیم کر دیا۔ (دیکھو جلد 2 رحۃ للعالمین)

”اچھا اگر تم ہمارے لیے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے لیے اللہ سے سوال کرو:

① کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا رہا کرے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہم کو تیری مخالفت سے منع بھی کر دے۔

② ہاں تم اپنے لیے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے گل بن جائیں، خزانہ میں سونا چاندی جمع ہو جائے جس کی تجھے ضرورت بھی ہے۔ اب تک تو خود ہی بازار میں جاتا اور اپنی معاش تلاش کیا کرتا ہے ایسا ہو جانے کے بعد ہم تیری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے اور تجھے اللہ کا رسول سمجھ سکیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں ایسا نہ کروں گا اور اللہ سے بھی ایسا سوال نہ کروں گا اور ان باتوں کے لیے مبعوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر

و نذیر بنایا ہے۔ تم مان لو تو تمہارے لیے ذخیرہ دارین ہے ورنہ میں صبر کروں گا اور اللہ کے فیصلے کا منتظر رہوں گا۔“

قریش نے کہا:

”اچھا تم آسمان ہی کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو کیوں کہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پس جب تک تم

ایسا نہ کرو گے، ہم ایمان نہیں لائیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایسا کرے۔“

قریش نے کہا:

”محمد ﷺ یہ تو بتاؤ کہ تیرے رب نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتلایا کہ ہم تجھے بلائیں گے اور ایسے ایسے سوال کریں گے،

یہ یہ چیزیں طلب کریں گے؟ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے اور اللہ کا منشا ایسا ایسا کرنے کا ہے؟ چوں کہ تیرے رب نے

ایسا نہیں کیا اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے۔ اس کا نام ”رحمن“

ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھاتا ہے۔ ہم تو رحمن پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔“ محمد ﷺ دیکھو! آج ہم نے

اپنے سب عذرات سنا دیے ہیں۔ اب ہم تجھ سے قسم یہ بھی کہہ دیتے کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دیں

گے حتیٰ کہ ہم مرجائیں یا تو مرجائے۔“

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی کہ ایک ان میں سے بولا کہ: ”ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو اللہ کی بیٹیاں ہیں۔“ دوسرا بولا:

”محمد ﷺ ہم تیری بات کا یقین نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے نہ آ جائیں۔“

نبی ﷺ آخری بات سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ نبی ﷺ کے ساتھ عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ ﷺ کا

① دنیوی ثروت و امارت محل و دیستان سرا و غیرہ جن کو اہل مکہ نے صداقت کا نشان ٹھہرایا تھا۔ وہ نشان ایمان والوں کے ساتھ اللہ نے پورے کیے اور معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم فی الحقیقت دنیا کی بہتری کے لیے بھی سرمایہ ہے جیسا کہ آخرت کے لیے وہ بالآخر در ذخیرہ ہے۔

② جس عذاب کی درخواست لوگوں نے کی تھی۔ جنگ بدر کے دن وہ ان پر اترا اور انکار کرنے والوں اور تسخر کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا۔

③ اللہ عز و جل کے اسمائے حسنی جو اسلام نے بتائے ہیں ان میں رحمن ایسا نام ہے جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے۔ اس لیے وہ اللہ کے نام رحمن سے بہت جڑا کرتے تھے اور کہا کرتے کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا حالانکہ رحمن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی کمال رحمت والا۔

پھوپھی زاد بھائی (عائکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا) تھا۔ اس نے کہا: ”محمد ﷺ! دیکھو تمہاری قوم نے اپنے لیے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا، وہ بھی تو نے نہ مانا، پھر انھوں نے یہ چاہا کہ تو خود اپنے ہی لیے ایسی علامات کا اظہار کرے جس سے تیری قدر و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہو اسے بھی تو نے قبول نہ کیا۔ پھر انھوں نے اپنے لیے تھوڑا سا عذاب بھی چاہا جس کا خوف تو دلایا کرتا ہے تو نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ بس اب میں تجھ پر کبھی ایمان نہیں لانے کا۔ ہاں اگر تو میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جائے اور میرے سامنے اس زینے سے اترے اور تیرے ساتھ چار (4) فرشتے بھی آئیں اور وہ تیری شہادت بھی دیں میں تو تب بھی تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔“^[1]

نبی ﷺ اس رد و انکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لیے موجود ہے۔ جن دانش مندوں نے ایمان قبول کیا اور تعلیم نبوی ﷺ پر کار بند ہوئے انھیں اس سے بھی زیادہ معارف و فوائد حاصل ہو گئے، جن کا سوال کفار نے کیا تھا۔

ہم کو اس موقع پر انجیل کا وہ مقام یاد آتا ہے جس میں مسیح علیہ السلام سے آزمائش کے لیے شیطان نے کئی سوال کیے اور مسیح علیہ السلام نے ان سب کا جواب انکار میں دیا۔^[2] حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ رسول علیہ السلام اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم کو پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرق عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیوں کہ پھر صفت ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ کسی دیگر اوقات میں کسی ضرورت کے لیے ان سے معجزات کا صدور بھی کمثرات ہوتا رہتا ہے۔

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

نبوت کے چھ برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبی ﷺ کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل وہاں پہنچ گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو پہلے تو گالیاں دیں اور جب نبی ﷺ گالیاں سن کے چپ رہے تو اس نے ایک پتھر حضور ﷺ کے سر پر پھینک مارا، جس سے خون چلنے لگا۔ نبی ﷺ کے تایا حمزہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ قرابت کے جوش میں ابو جہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری کہ وہ زخمی ہو گیا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ پھر نبی ﷺ کے پاس گئے اور کہا: ”مجھے اتم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابو جہل سے تمہارا بدلہ لے لیا“ نبی ﷺ نے فرمایا تایا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔“ حمزہ رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔^[3]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے تین دن پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام ان سے متعلق تھا۔ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبی ﷺ کے قتل کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے۔

[1] سیرت ابن ہشام جلد 1 ص: 101۔ قارئین نے دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عہد اللہ کتنا سخت ہے۔ لیکن چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ فتح مکہ سے فخر بھی عہد اللہ عہد بہتوشی رہائی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں کہ ایسے شخص کا گرویدہ اسلام ہو جانا نبی ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھ جانے، نوشتہ لائے فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر ہے کیوں کہ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عہد اللہ ایمان نہیں لانا چاہتا تھا۔

[2] انجیل متی 4۔ باب 11-1 درس [3] حلیۃ الاولیاء 40/1، ابن ہشام 185/1

بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے۔ راستے میں ان کو پتا لگا کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر بہن کے گھر گئے اور ان دونوں کو خوب مارا۔ ان کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ① ”عمر رضی اللہ عنہ: تم پہلے وہ کتاب سن لو جسے سن کے ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے تو ہم کو مار ڈالتا۔“ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اچھا“ اس وقت ان کے گھر میں نبی ﷺ کا ایک صحابی بھی تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کے آجانے سے چھپ گیا تھا۔ اس نے قرآن مجید (طہ کا پہلا رکوع) سنایا۔ عمر رضی اللہ عنہ قرآن سن رہا تھا اور بے اختیار رو رہا تھا۔ غرض عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت سے نبی ﷺ اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جو گھر سے قاتل بن کر نکلا تھا وہ جان نثار بن گیا۔ آگے چل کر ان کا لقب ”قاروق“ ہوا۔

اس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ اب کعبہ میں جا کر پڑھنے لگے۔ کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ چلے اور مسلمانوں کو بے حد تکلیف دینے لگے اور نبی ﷺ کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آتے تھے۔ ②

نبی ﷺ اپنے قبیلہ سمیت تین (3) سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے

جب کفار نے دیکھا کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی ﷺ اپنی تعلیم پر قائم ہے اور بے نظیر جرأت اور ان تھک محنت سے اپنا کام کیے جاتا ہے تو بمہ محرم 7 نبوت انھوں نے کہا کہ: ”بنو ہاشم جو نبی ﷺ کا قبیلہ ہے اگرچہ مسلمان نہیں ہوا، پھر بھی نبی ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑتا، آؤ ان سے ناظرہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انھیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو، ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو۔“ ③ اس بات کا معاہدہ لکھا گیا اور کعبہ پر لٹکا دیا گیا۔

نبی ﷺ اور ان کا قبیلہ مجبور ہو گئے گھریاں چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں مجبوس و محصور ہو کر رہنے لگے۔ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رو دیا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی۔ ④ تین (3) برس تک نبی ﷺ اور ان کے خاندان نے اسی طرح کائے اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کر رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے، نبی ﷺ اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب صبح سے شام تک نبی ﷺ کے پیچھے پیچھا کرتا اور کہا کرتا: ”لوگو! یہ دیوانہ ہے۔ اس کی بات نہ سنو، جو کوئی اس کی بات سنے گا اور مانے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔“

تین (3) برس تک نبی ﷺ نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اٹھا لیے اور دیمک نے ان کے معاہدہ کے کاغذ کو کھالیا، جو کعبہ پر لٹکا دیا گیا تھا۔ تب نبی ﷺ باہر نکلے اور پھر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ⑤ ایک روز نبی ﷺ مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ وہاں مشرک سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے نبی ﷺ کو دیکھا اور تمسخر سے کہا: ”عبد مناف والو! دیکھو تمہارا نبی ﷺ آ گیا۔“

عقبة بن ربیعہ بولا: ”ہمیں کیا انکار ہے، ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے۔“ نبی ﷺ یہ باتیں سن کے لوٹے اور ان کے پاس آئے۔

① فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا خواہر عمر قاروق رضی اللہ عنہ اور زوجہ سعید بن زید ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ زوجین سابقین الاولین میں سے ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ والد زیدہ ہیں جنھوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام و فلسطین کا سفر کیا تھا۔ بالآخر یہود و نصاریٰ سے یہ بات پا کر کہ نبی آخراثرمان ﷺ مکہ میں ہوں گے، مکہ میں آ گئے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے آخرت میں زید کے احجام کے بارہ میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زید جنت میں ہوں گے۔ ② دلائل النبوة و الصحیح (2/219) ابن ہشام: 222/1 ③ زاد المعاد ص: 30/3 ④ زاد المعاد ص: 30/3 ⑤ ابن ہشام: 21/2، الخصائص الکبریٰ فی السیرۃ ص: 250/1، البدایہ والنہایہ: 97/3

پہلے عقبہ سے فرمایا: ”عقبہ! تو نے اللہ اور رسول ﷺ کی حمایت کبھی بھی نہ کی تو اپنی ہی بات کی بھج پراڑا رہا“
 پھر ابو جہل سے فرمایا: ”تیرے لیے وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے، دور نہیں رہا ہے کہ تو تھوڑا بے گار اور بہت روئے گا۔“
 پھر قریش سے فرمایا: ”تمہارے لیے وہ ساعت نزدیک آ رہی ہے کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو آخراً اسی میں داخل ہو جاؤ گے“ ﴿۱﴾
 قارئین! اسی کتاب میں دیکھیں گے کہ یہ پیش گوئی کیوں کر پوری ہوئی۔

ابوطالب کا انتقال

10 نبوت میں نبی ﷺ کے تایا ابوطالب کا جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد تھے، انتقال ہو گیا۔ ابوطالب نے لڑکپن سے نبی ﷺ کی تربیت کی تھی اور جب سے آنحضرت ﷺ نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی وہ برابر مددگار رہا تھا۔ اس لیے نبی ﷺ کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا۔

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال

ان سے تین دن پہلے نبی ﷺ کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال و زر نبی ﷺ کی خوشی پر قربان اور اللہ کی راہ میں صرف کر دیا تھا۔ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ جبریل علیہ السلام نے اس بیوی کو اللہ کا سلام پہنچایا تھا۔ اس بیوی کے گزر جانے کا رنج نبی ﷺ کو بہت ہوا۔
 اب قریش نے نبی ﷺ کو زیادہ ستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے نبی ﷺ کے سر پر کچھڑ پھینک دی۔
 آنحضرت ﷺ اسی طرح گھر میں داخل ہوئے، نبی ﷺ کی بیٹی اٹھی۔ وہ سردھلائی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔
 نبی ﷺ نے فرمایا: پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو۔ تیرے باپ کی حفاظت اللہ خود فرمائے گا۔ ﴿۲﴾

نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے مختلف قبائل کی جانب سفر کرنا

اگرچہ ابوطالب کا سہارا جاتا رہا۔ اگرچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت نغمسار تھی، جدا ہو گئی، مگر نبی ﷺ نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔
 چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبی ﷺ مکہ سے نکلے اور بیرونی قبائل کو وعظ کے لیے تشریف لے گئے۔ نبی ﷺ کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے سب کو وعظ سنا تے۔ توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی ﷺ پیادہ پا طائف پہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عہد یاسیل، مسعود، حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی ﷺ پہلے ان ہی سے ملے اور انھیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ ان میں سے ایک بولا: ”میں کعبہ کے سامنے داڑھی منڈوا دوں اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو“ دوسرا بولا: ”کیا اللہ کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا، جسے چڑھنے کی سواری بھی میسر نہیں۔ اس نے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔“

تیسرا بولا: ”کہ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کروں گا، کیوں کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے، جیسا کہ تو کہتا ہے تب تو یہ بہت خطرناک

بات ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کروں اور اگر تو اللہ پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایان نہیں کہ تجھ سے بات کروں“
نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔“

نبی اللہ ﷺ نے وعظ کہنا شروع فرمایا: ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھلا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی ﷺ پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور ﷺ لبو میں تر پتر ہو جاتے۔ خون بہہ کر جوتے میں جم جاتا اور وضو کے لیے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ بد معاشوں اور اوباشوں نے نبی ﷺ کو اس قدر گالیاں دیں، تالیاں بجا لیں، چھٹیں لگائیں کہ اللہ کے نبی ﷺ ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہو گئے۔ یہ جگہ عتبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ کی تھی۔ انھوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی ﷺ پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی ﷺ کے سامنے رکھ دیے۔ نبی ﷺ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور زبان سے فرمایا: ”بسم اللہ“ اور پھر انگور کھانے شروع کیے۔

عداس نے حیرت سے نبی ﷺ کی طرف دیکھا اور پھر کہا: ”یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے“

نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم کہاں کے ہو؟ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟“

عداس نے جواب دیا: ”میں عیسائی ہوں اور نینوی کا باشندہ ہوں“

نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم مرو صالح یونس بن متی علیہ السلام کے شہر کے باشندے ہو؟“

عداس نے کہا: ”آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی علیہ السلام کون تھا؟ اور کیا تھا؟“

نبی ﷺ نے فرمایا: ”وہ میرا بھائی ہے، وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں“

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبی ﷺ کا سر، ہاتھ، قدم چوم لیے۔

عتبہ و شیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا اور آپس میں کہنے لگے لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا تو انھوں نے کہا: کم بخت تجھے کیا ہو گیا تھا؟ کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں، سر چومنے لگ گیا تھا۔

عداس نے کہا: ”حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں۔ اس نے مجھے ایسی بات بتلائی جو صرف نبی ہی بتلا سکتا ہے۔“

انھوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا، تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے۔ [1]

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کے اتنی چوٹیں لگیں کہ حضور ﷺ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

زید بن الخطاب نے ان کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا، آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی ﷺ کا

دل اللہ کی عظمت اور محبت سے بھر پور تھا۔ اس وقت جو دعا حضور ﷺ نے مانگی اس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِيْ وَ قِلَّةَ حِيلَتِيْ وَ هَوَانِيْ عَلٰى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعِفِيْنَ وَاَنْتَ رَبُّىْ اِلٰى مَنْ تَكَلِّمُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ ﴿١﴾ يَجْهَمُنِيْ اَوْ اِلٰى عَدُوِّ مِلَّةِكَ اَمْرِيْ۔ اِنْ لَّمْ يَكُنْ عَلَيَّ غَضَبُكَ فَلَا اُبَالِيْ وَلَسَكُنْ عَافِيَتُكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَفَتْ لَهٗ السَّمٰوٰتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْ اَنْ يَنْزِلَ بِيْ غَضَبَكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔ ﴿٢﴾

”اے الہی! اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بے گانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ کیوں کہ تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری رضا مندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔“

نبی ﷺ نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا: ”میں ان لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دعا کروں اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا امید ہے کہ ان کی آئندہ شیطیں ضرور ایک اللہ پر ایمان لانے والی ہوں گی۔“ ﴿٣﴾

مختلف مقامات پر نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے جانا

مکہ میں واپس آ کر نبی ﷺ نے اب ایسا کرنا شروع کیا کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لے جاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا اسے ایمان اور اللہ پرستی کا وعظ فرماتے۔ انہی ایام میں قبیلہ بنو کنندہ میں تشریف لے گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بلح تھا۔ نیز قبیلہ بنو عبد اللہ کے پاس بھی پہنچے۔ انھیں فرمایا کہ تمہارے باپ کا نام عبد اللہ تھا۔ تم بھی اسم با اسمی ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے سارے عرب بھر میں سب سے بدتر طریق پر نبی ﷺ کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بخیرہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام سن کر نبی ﷺ سے پوچھا۔ بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں اور تو مخالفین پر غالب آ جائے تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہے گا۔ میرے بعد اسے مقرر کرے گا۔ بخیرہ بولا: ”خوب! اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں اور جب تمہارا کام بن جائے تو مزے کوئی اور اڑائے جاؤ ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضور ﷺ کے رفیق طریق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

انہی ایام میں نبی ﷺ کو سوید بن صامت رضی اللہ عنہ ملا۔ اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی ﷺ نے اسے دعوت اسلام فرمائی۔ وہ بولا شاید آپ کے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے۔“ نبی ﷺ نے پوچھا: ”تمہارے پاس کیا ہے؟ وہ بولا ”حکمت“ ﴿٤﴾ طبری نے لفظ ”بعید“ روایت کیا ہے۔ جس کا ترجمہ ”بیگانہ“ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام اور ابن اثیر رحمہما نے لفظ ”محمد“ روایت کیا ہے جس کے معنی ”دوست“ کے ہوتے۔

﴿٢﴾ ابن ہشام: 260-262، تراجم العاد: 31/3 ﴿٣﴾ بخاری: 3231-7389، مسلم: 4653

لقمانؑ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بیان کرو“ اس نے اپنے کچھ عمدہ اشعار سنائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا کلام ہے لیکن میرے پاس قرآن جو اس سے افضل تر ہے اور ہدایت اور نور ہے اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا تو قوم خزرج نے اسے قتل کر ڈالا۔ ﴿۱﴾

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا

انہی ایام میں ابوالحسین انس بن رافع مکہ آیا۔ اس کے ساتھ بنی عبدالاشہل کے بھی چند نوجوان تھے۔ جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا۔ یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی ﷺ ان کے پاس گئے اور جا کر فرمایا: ”میرے پاس ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہبود ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے؟“ وہ بولے: ”ایسی کیا چیز ہے؟“ فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں، مخلوق کی طرف مبعوث ہوں۔ بندگان الہی کو دعوت دیتا ہوں کہ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں مجھ پر اللہ نے کتاب نازل کی ہے۔“ پھر ان کے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا۔ سنتے ہی بولا: ”اے میری قوم! بخدا یہ تمہارے لیے اس مقصد سے بہتر ہے جس کے لیے تم یہاں آئے ہو۔“ ﴿۲﴾

انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری اور کہا بس چپ رہو۔ ہم اس کام کے لیے تو نہیں آئے۔ رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے، جو اوس و خزرج میں ہوئی، پہلے کا ہے۔ ایاس واپس جا کر چند روز کے بعد مر گیا۔ مرتے وقت اس کی زبان پر تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی ﷺ کے اسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا گیا تھا۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

ضماؤ از دی رضی اللہ عنہ کی روئید قبول اسلام

انہی ایام میں ضماؤ از دی رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ تھا اور عرب کا مشہور افسوس گر تھا۔ جب اس نے سنا کہ محمد ﷺ پر جنات کا اثر ہے۔ تو اس نے قریش سے کہا کہ میں محمد ﷺ کا علاج اپنے منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا: محمد ﷺ آؤ تمہیں منتر سناؤں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے سن لو۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اسے سنایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنُسْتَعِیْنُہٗ وَمَنْ یَّہْدِہٗ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضِلّہٗ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ وَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ:

”سب تعریف اللہ کے واسطے ہے ہم اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور ہر کام میں اسی کی اعانت چاہتے ہیں۔ جسے اللہ راہ دکھاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ ہی رستہ نہ دکھلائے اس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ (اس کے بعد مدعا یہ ہے)

ضماؤ رضی اللہ عنہ نے اس قدر سنا تھا بول اٹھا کہ انہی کلمات کو پھر سنا دیجیے۔ دو تین دفعہ اس نے انہی کلمات کو سنا اور پھر بے اختیار بول اٹھا۔ میں نے بہترے کاہن دیکھے اور ساحر دیکھے۔ شاعر سنے، لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمد ﷺ! اللہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ میں اسلام کی بیعت کر لوں۔ ﴿۳﴾

﴿۱﴾ طبری، ص: 232 ﴿۲﴾ طبری، ص: 234، زاد المعاد: 44/3، ابن ہشام: 1/428، 427 ﴿۳﴾ مسلم: 2008، نسائی: 3278، ابن ماجہ: 1893

27 رجب 10 نبوت کو معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی سیر کرائی۔
اول مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کر جماعت انبیاء ﷺ کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی
سیر کرتے اور انبیاء ﷺ سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے ”سدرۃ المنتہی“ اور ”بیت معمور“ تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص
حاصل ہوا اور گونا گوں وحی سے مشرف ہوئے۔ ①

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ②

وَأُسْرِيَ بِهِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى ثُمَّ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَإِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ وَكُلُّ ذَلِكَ بِجَسَدِهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقُظَةِ وَلَكِنْ ذَلِكَ فِي مَوْطِنٍ هُوَ بَرَزُخٌ بَيْنَ الْمَثَالِ وَالشَّهَادَةِ جَامِعٌ لِأَحْكَامِهَا
فَظَهَرَ عَلَى الْجَسَدِ أَحْكَامُ الرُّوحِ وَتَمَثَّلَ الرُّوحُ وَالْمَعَانِي الرُّوحِيَّةُ أَجْسَادًا وَلِذَلِكَ بَانَ لِكُلِّ وَاقِعَةٍ
مِنْ بِلَاقِ الْوَقَائِعِ تَعْبِيرٌ۔

”نبی ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہی تک اور جہاں تک کہ اللہ نے چاہا۔ سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے
ساتھ بیداری میں تھا، لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام
کا جامع ہوتا ہے پس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے جسم قبول کر کے تمثیل اختیار کیا۔ اسی لیے
ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔“

① أَمَّا شَقُّ الصَّنَدِ وَمَلَاهُ، إِيْمَانًا فَحَقِيقَتُهُ، غَلَبَةُ أَنْوَارِ الْمَلَكِيَّةِ وَانْقِطَاعُ لَهَبِ الطَّبِيعَةِ وَخُضُوعُهَا لِمَا
يَقْبِضُ عَلَيْهَا مِنْ حَظِيرَةِ الْقُدْسِ۔

”صدر کا چاک کرنا، اسے ایمان سے بھر دیا جانا، اس کی حقیقت ہے انوارِ ملکیت کا غلبہ ہو جانا اور شعلہ طبعیت کا بجھ جانا
اور جو کچھ حظیرہ القدس سے طبعیت کو فیضان ہوتا ہے اس کے لیے مطبوع بن جانا۔“

② وَأَمَّا رُكُوبُهُ، عَلَى الْبُرَاقِ فَحَقِيقَتُهُ امْتِوَءَاءُ نَفْسِهِ النُّطْقِيَّةِ عَلَى نَسْمَتِهِ الَّتِي هِيَ الْكَمَالُ الْحَيَوَانِيُّ۔
فَأَسْتَوَى رَاكِبًا عَلَى الْبُرَاقِ كَمَا غَلَبَتْ أَحْكَامُ نَفْسِهِ النُّطْقِيَّةِ عَلَى الْبُهْمِيَّةِ وَتَسَلَّطَتْ عَلَيْهَا۔

”براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ کہ نفسِ ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے غالب آ جائے۔ پس آنحضرت ﷺ

① علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و معاویہ رضی اللہ عنہما و امام حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اسرئی روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے
منفوق نہیں ہوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اسراہروی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسراہروی سے مراد وہی ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی
گئی اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ درجہ اتم و اکمل، اشرف و اعلیٰ ہے۔ علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسراہ بدن و روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد ص: 40/3 واضح ہو کہ
عروجِ جسدی کا انکار آج کل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے کیوں جس کا درمطلق نے اجرامِ سماویہ کے بھاری بھر کم اجسام کو خلا میں قیام رکھا ہے۔ وہ جسم انسانی کے
صغیر جرم کو خلا میں لے جانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آج کل ناظر و جن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے اندر آدنی اڑ رہے ہیں اس لیے رب کریم کا اپنے نبی
کریم ﷺ کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکتریسیٹی Electricity) کی طاقتِ ظہیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوتِ اسموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستعجب
نہیں۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھا۔ ② حیدر آباد، ص: 387

- براق پر ایسی خوبی سے سوار ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ کے نفس انسانی کے احکام قوتِ بسمیہ پر غالب اور مسلط تھے۔“
- ③ وَأَمَّا إِسْرَافُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى فَلَأَنَّهُ مَحَلُّ ظُهُورِ شَعَائِرِ اللَّهِ وَمُتَعَلِّقُ هِمَمِ الْمَلَأِ الْأَعْلَى وَ مَطْمَحِ أَنْظَارِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَكَانَتْ كُوَّةُ إِلَى الْمَلَكُوتِ۔
- ”مسجد اقصیٰ تک میرا لیے ہے کہ وہ شعائرِ الہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملائکہ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظر گاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کی جانب ایک روزن ہے۔“
- ④ وَأَمَّا مُلَاقَاتُهُ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَمَفَاحِرُهُ مَعَهُمْ فَحَقِيقَتُهَا اجْتِمَاعُهُمْ مِنْ حَيْثُ ارْتَبَاطُهُمْ بِحَظِيرَةِ الْقُدُسِ وَظُهُورُ مَا اخْتَصَّ بِهِ مِنْ بَيْنِهِمْ مِنْ وَجْهِ الْكَمَالِ۔
- ”انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس سے ان کو اجتماعی ربط و ضبط حاصل ہے اور پھر ان اجتماعی امور کی خصوصیات کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ سے ظہور ہوا۔“
- ⑤ وَأَمَّا رُقِيَّةٌ إِلَى السَّمَوَاتِ سَمَاءً بَعْدَ سَمَاءٍ فَحَقِيقَتُهُ الْإِنْسِلَاحُ إِلَى مُسْتَوَى الرَّحْمَنِ مَنَزِلَةٌ بَعْدَ مَنَزِلَةٍ۔ وَمَعْرِفَتُهُ حَالِ الْمَلَائِكَةِ الْمُوَكَّلَةِ بِهَا وَمَنْ لِحَقِّ بِهِمْ مِنْ أَفَاضِلِ الْبَشَرِ وَالتَّذْيِيرِ الَّذِي أَوْحَاهُ اللَّهُ فِيهَا وَالْإِخْتِصَامُ الَّذِي يَحْصُلُ فِي مَلَأِهَا۔
- ”آسمان پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستویِ رحمن کی طرف جانا ہے نیز احوال ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں نیز ملائکہ اور نسل انسانی کے ان بزرگوں کے احوال و شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں نیز اس تدبیرِ کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے بتائی گئی۔ نیز ان امور کی شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں۔“
- ⑥ وَأَمَّا بَغَاءُ مُوسَى فَلَيْسَ بِحَسَدٍ وَلَكِنْ مِثَالُ لِفَقْدِهِ عُمُومِ الدَّعْوَةِ وَبَقَاءُ كَمَالٍ لَمْ يَحْصُلْهُ، مِمَّا هُوَ فِيهِ وَجْهٌ۔
- ”واضح ہو کہ گریہ موسیٰ علیہ السلام سے حسد کا اظہار مراد نہیں بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ ان کی رسالت تمام دنیا کے لیے عام نہ تھی اور اس طرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل نہ تھا۔“
- ⑦ وَأَمَّا سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى فَشَجَرَةُ الْكُنُوزِ وَتَرْتَّبُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ وَانْجِمَاعُهَا فِي تَذْيِيرٍ وَاحِدٍ كَمَا انْجَمَاعُ الشَّجَرِ فِي الْغَاذِيَةِ وَالنَّامِيَةِ وَنَحْوِهِمَا وَلَمْ تَمَثَّلْ حَيَوَانًا لِأَنَّ التَّذْيِيرَ الْجَمَلِيَّ الْإِجْمَالِيَّ الشَّبِيهَةَ لِلْسِّيَاسَةِ الْكُلِّيَّةِ الْفَرَادَةِ وَإِنَّمَا أَشْبَهَ الْأَشْيَاءَ بِهِ الشَّجَرَةُ دُونَ الْحَيَوَانِ فَإِنَّ الْحَيَوَانَ فِيهِ قُوَى تَفْصِيلِيَّةٌ وَالْإِرَادَةُ فِيهِ أَصْرَحُ مِنْ سُنَنِ الطَّبِيعَةِ۔
- ”سدرۃ المنتہی درخت عالم ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مرتب اور پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کا بھی غذا و نمومیں یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان سے اس کی تمثیل نہیں دی گئی کیوں کہ وہ تدبیرِ کلیہ اجمالیہ جو سیاستِ کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے اور اسی لیے بہترین مشابہت اس کی درخت میں پائی جاتی ہے (کہ ایک

ہی تیار مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذاؤں میں برابر سب مستفیض ہیں) اور حیوان میں یہ مشابہت نہیں پائی جاتی کیوں کہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوت ارادہ بھی ہے اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ مرتفع ہیں۔“

﴿۱۸﴾ وَأَمَّا الْأَنْهَارُ فَمِنَ الْأَصْلِحَاءِ رَحْمَةً فَإِنْصَبَ فِي الْمَلَكُوتِ حَذُّ الشَّهَادَةِ وَحَيَاةٌ وَإِنَّمَا فَلِذَلِكَ تَعِينُ هُنَالِكَ بَعْضُ الْأُمُورِ النَّافِعَةِ فِي الشَّهَادَةِ كَالْبَيْلِ وَالْفَرَاتِ -

”دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائزہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے۔ نیز حیات اور موت بھی اسی اصل میں شامل ہیں۔ اس لیے ظاہر اچند اسباب نافع مثل بیل و فرات وغیرہ کا تعین کیا گیا ہے۔“

﴿۱۹﴾ وَأَمَّا الْأَنْوَارُ أَلْحَىٰ غَشِيَتُهَا فَتَذَلِّلَاتِ الْهَيْئَةِ وَتَذَبِيرَاتِ رَحْمَانِيَّةٍ تَلْعَلَعَتْ فِي الشَّهَادَةِ حَيْثُ مَا اسْتَعَدَّتْ لَهَا -

”رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا تھا یہ وہ تذلیات رحمانی اور تدبیرات الہیہ ہیں جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور یز ہیں۔ جہاں تک اس عالم میں ان کی استعداد پائی جاتی ہے۔“

﴿۲۰﴾ وَأَمَّا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ فَحَقِيقَتُهُ التَّجَلِّيُ الْإِلَهِيُّ الَّذِي يَتَوَجَّهُ إِلَيْهِ سَجْدَاتُ الْبَشَرِ وَتَضَرُّعَاتُهَا يَتَمَثَّلُ بَيْتًا عَلَىٰ حَذْوِ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْكُفْيَةِ وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ -

”بیت المعمور کی حقیقت وہ الہی تجلی ہے جس کی طرف بندگان الہی کی دعاؤں اور سجدوں کا رخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا تمثیل لیے ہوئے ہے۔“

﴿۲۱﴾ ثُمَّ إِنِّي بَانَائِ مِنْ لَبَنٍ وَإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ فَأَخْتَارَ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيلُ هَذَبْتَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ لَعَوَتْ أُمَّتُكَ فَكَانَ هُوَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَامِعُ أُمَّتِهِ وَمَنْشَأُ ظُهُورِهِمْ وَكَانَ اللَّبَنُ اخْتِيَارَهُمْ لِلْفِطْرَةِ وَالْخَمْرُ اخْتِيَارَهُمْ لِلذَّنْبِ -

”شب معراج نبوی ﷺ کے سامنے ایک برتن دودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا اور جبریل علیہ السلام نے بتلادیا کہ آپ نے فطرتِ اصلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ دیکھو نبی ﷺ اپنی امت کو فطرت پر جمع کرنے والے تھے اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرت کو پسند کرے اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذات و دنیا کو پسند کرے۔“

﴿۲۲﴾ وَأَمَرَ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ بِلِسَانِ التَّجَوُّزِ لِأَنَّهَا خَمْسُونَ بِأَعْيَارِ الثَّوَابِ - ثُمَّ أَوْضَحَ اللَّهُ مَرَادَهُ، تَذَرِيحًا - لِيَعْلَمَ أَنَّ الْخُرُوجَ مَرْفُوعٌ وَأَنَّ النِّعْمَةَ كَامِلَةٌ وَتَمَثَّلَ هَذَا الْمَعْنَى مُسْتَبْدًا إِلَىٰ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ مُعَالَجَةً لِلْأُمَّةِ وَمَعْرِفَتِهِ بِسِيَاسَتِهَا -

”پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجویزی سے ہوا۔ یہ پانچ ثواب میں پچاس (50) کے برابر ہیں۔ گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا کہ ثواب تو (50 کے برابر کا) کامل ہے اور ہرج اور مرج اٹھا دیا گیا۔ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے کیوں کہ جناب ممدوح امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست امت کی

شناخت میں اکثر انبیاء علیہ السلام سے بڑھے ہوئے ہیں۔“ (1)

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

انہی دنوں طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن میں ان کے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی۔ طفیل رضی اللہ عنہ بذات خود شاعر و دانش مند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور اعلیٰ پیمانہ پر اس کی خدمت اور تواضع کی۔ طفیل کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتلایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے، اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے، زن، شوہر، بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کر دیے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اس لیے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا۔ نہ اس کی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔

یہ باتیں انھوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تو کانوں کو روٹی کے (پنبہ) سے بند کر لیتا۔ تاکہ محمد ﷺ کی آواز کی بھٹک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ چوں کہ اللہ کی مشیت یہ تھی کہ ان کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے۔ اس لیے میں نے سنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں، با علم ہوں، اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟ اور کوئی روک ہے کہ میں اس کی بات نہ سنوں۔ اچھی بات ہوگی تو مانوں گا، ورنہ نہیں مانوں گا۔ میں یہ ارادہ کر کے ٹھہر گیا۔ جب نبی ﷺ واپس گھر کو چلے گئے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ اور جب مکان پر حاضر ہوا تو نبی ﷺ کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے، لوگوں کے بہکانے پنبہ درگوش رہنے اور آج حضور ﷺ کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سنائیے۔ نبی ﷺ نے قرآن پڑھا۔ بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا۔ جو اس قدر فنی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔

الغرض طفیل رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے۔ وہ بات کی بات میں محمد ﷺ کا دل و جان سے خادم اور مطیع بن گیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق و ناگوار گذرا۔ (2)

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

ابو ذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے متعلق کچھ اڑتی سی خبر سنی۔ انھوں نے اپنے بھائی سے کہا تم جاؤ، مکہ میں اس شخص سے مل کر آؤ اور پھر مجھے بتلاؤ۔

انہیں براہِ راست ایک مشہور فصیح شاعر، زبان آور تھا۔ وہ مکہ میں آیا۔ نبی ﷺ سے ملا۔ پھر بھائی کو بتایا کہ میں نے محمد ﷺ کو ایک ایسا شخص پایا جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

(1) اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از وہابی طائف کیا ہے مگر امام طبری نے اپنی کتاب تاریخ الملک والامم میں ابتداء نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ ان کی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا اور نبی ﷺ اور دیگر مسلمانان اس وقت سے ہی برابر نماز پڑھتے تھے۔ تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیوں کر مندرجہ ذیل ہو سکتا ہے۔ لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1051ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت ص 36) کہ پہلے صرف دو نمازی فجر و عصر فرض ہوئی تھیں اب شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں، کوئی اشکال نہیں رہ جاتا۔

(2) ملخصاً زاد المعاد صفحہ 494، 493 جلد اول، اسد الغابہ 77/3، ابن سعدی الطبقات 1:4 - 176۔

ابوذر رضی اللہ عنہ بولے، اتنی بات سے تو کچھ تسلی نہیں ہوتی۔ آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی شناخت نہ تھی اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے۔ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: ہاں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا میرے ہاں چلو۔ یہاں کو رہیں رہے۔ نہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کچھ پوچھا، نہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی، ابوذر رضی اللہ عنہ پھر کعبہ میں آ گئے۔ دل میں آنحضرت ﷺ کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پھر آ پہنچے۔ انہوں نے فرمایا: شاید تمہیں اپنا ٹھکانہ ملا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: ہاں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پھر ساتھ لے گئے۔ اب انہوں نے پوچھا: تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: راز رکھتوں میں مبتلا دیتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی اللہ ﷺ بتاتا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ وہ یہاں سے کچھ تسلی بخش بات لے کر نہ گیا۔ اس لیے میں خود آیا ہوں۔

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم خوب آئے اور خوب ہوا کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو میں انہی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں پہلے اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتا درست کر رہا ہوں۔ الغرض ابوذر رضی اللہ عنہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں پہنچے اور عرض کیا کہ مجھے بتلایا جائے کہ اسلام کیا ہے؟ نبی ﷺ نے اسلام کی بابت بیان فرمایا اور ابوذر رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ! تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے تب آ جانا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: بخدا! میں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا۔ اب ابوذر رضی اللہ عنہ کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔ انھوں نے سب کو سنا کر بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا، اس بے دین کو مارو۔ لوگوں نے مار ڈالنے کے لیے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ عباس رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انھوں نے مجھے جھک کر دیکھا۔ کہا: کم بختو! یہ تو قبیلہ بنو غفار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انھوں نے پھر سب کو سنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارا اور عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو چھڑایا اور یہ اپنے وطن کو چلے آئے۔^(۱)

اسباب ہجرت

11 نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ پر لوگوں کو باتیں کرتے سنا۔^(۲) اس آواز پر اللہ کا نبی ﷺ ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی تھے^(۳) اور یثرب سے آئے تھے۔^(۴) ان کے سامنے نبی ﷺ نے اللہ کی عظمت و جلال کا بیان شروع کیا۔ ان کی محبت کو اللہ کے ساتھ گرمایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی۔ نیکی

(۱) بخاری: 3522۔ مدارج النبوة میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ قریباً ایک ماہ تک آب زمزم ہی پر رہے۔ اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی توند نکل آئی۔^(۲) یہ مقام الحراء اور مٹلی کے درمیان واقع ہے۔ (۳) (۱) امامہ اسعد بن زرارہ (۲) عوف بن حارث، (۳) رافع بن مالک، (۴) قطیبہ بن عامر بن حدیدہ (۵) عقبہ بن عامر بن ثابی (۶) سعد بن رافع (۷) زوال العاد: 45/3، لکن ہشام: 428/1

وپائیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے لیکن انھوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بار بار یہ ذکر کرتے ہوئے سنا تھا کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ [۱] اس تعلیم سے وہ اسی وقت ایمان لے آئے اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے تو دین حق کے سچے مناد بن گئے۔

وہ نبی ﷺ

وہ ہر ایک کو یہ خوش خبری سناتے تھے کہ ”وہ نبی“ [۲] جس کا تمام عالم کو انتظار تھا، آ گیا۔ ہمارے کانوں نے اس کا کلام سنا، ہماری آنکھوں نے اس کا دیدار کیا اور اس نے ہم کو اس زندہ رہنے والے اللہ سے ملا دیا کہ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے بیچا ہے۔

بیعت عقبہ اولیٰ

ان لوگوں کی بشارت لے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہونے لگا اور اگلے سال 12 نبوت کو یثرب کے بارہ (12) باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی ﷺ کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی۔ [۳] ان لوگوں نے جن باتوں پر نبی ﷺ سے بیعت کی تھی وہ یہ ہیں:

بیعت کی شرطیں

- ① ہم رب واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔
- ② ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے۔
- ③ ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔
- ④ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔
- ⑤ ہم نبی ﷺ کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کریں گے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان کی تعلیم کے لیے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دوسروں سے کم کی پوشاک بھی نہیں پہنتے مگر جب ان کو اسلام کے طفیل روحانی عیش حاصل ہوا تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو انھوں نے بالکل

[۱] زہد العباد: 3/44، ابن ہشام: 1/427، 428 [۲] فاروق بن ابی سلمہ ”وہ نبی“ کا مطلب سمجھنے کے لیے انجیل یوحنا باب اول کو 19 سے 28 درس تک پڑھیں۔ یوحنا (یحییٰ) نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ 21۔ انھوں نے پوچھا کیا تو ایسا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو ”وہ نبی“ ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے مطلب نکلا کہ ملائے یسوع اس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد ظہور کے منتظر تھے۔ (1) الیاس (2) مسیح (3) وہ نبی۔ انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح علیہ السلام بتلایا اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سابقہ میں ”وہ نبی“ اور مسلمانوں کی زبان پر ”آنحضرت ﷺ کے خطاب سے یاد کیے گئے۔ اگر آنحضرت ﷺ ”وہ نبی“ نہیں تو پوری بتلائیں کہ مسیح علیہ السلام کے بعد ”وہ نبی“ کہلانے والا کون ہوا؟ [۳] (1) ابوالہام۔ (2) عوف بن حارث۔ (3) رافع بن مالک۔ (4) قطبہ بن عامر۔ (5) عقبہ بن عامر۔ (6) معاذ بن حرث۔ (7) ذکوان بن عبد قیس۔ (8) خالد بن ولید۔ (9) عمارہ بن صامت۔ (10) عباس بن عبادہ۔ (11) ابوالشیم۔ (12) عوف بن ساعدہ۔

چھوڑ دیا تھا جن دنوں یہ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان دنوں ان کے کندھے پر صرف کبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے کبکڑ کے کانٹوں سے اٹکایا کرتے تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر اترے تھے اور ان کو مدینے والے الْمُقْرِی (پڑھانے والا) استاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعب رضی اللہ عنہ و اسعد رضی اللہ عنہ اور چند مسلمان "بیتر مرق" پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کے لیے کہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر میں کیوں کرا سلام کی منادی کی جائے۔

اسعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انھیں بھی خبر ہوئی سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا:

"تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے۔ تم جاؤ۔ انھیں جھڑک دو اور کہہ دو کہ ہمارے مخلوق میں پھر کبھی نہ آئیں۔ میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لیے خاموش ہوں کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے۔"

اسید بن حضیر اپنا ہتھیار لے کر روانہ ہوا۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے مصعب رضی اللہ عنہ کو کہا: دیکھو یہ قبیلے کا سردار آ رہا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعب نے کہا: کہ اگر وہ آ کر بیٹھ گیا تو میں اس سے ضرور کلام کروں گا۔ اتنے میں اسید رضی اللہ عنہ آ پہنچا اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا اور یہ بھی کہا کہ تم ہمارے اہم نادان لوگوں کو پھسلانے آئے ہو۔

مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر اسید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ بیٹھ کر کچھ سن لیں۔ اگر پسند آئے، قبول فرمائیں، ناپسند ہو تو اسے چھوڑ جائیں۔ اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: خیر کیا مضائقہ ہے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ اسلام کیا ہے اور پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ اسید رضی اللہ عنہ نے سب کچھ چپ چاپ سنا۔ بالآخر کہا: ہاں یہ بتلاؤ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے تو تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہلا کر، پاک کپڑے پہنا کر کلمہ شہادت پڑھا دیتے ہیں اور دو رکعت نفل پڑھا دیتے ہیں۔ اسید رضی اللہ عنہ اٹھا، کپڑے دھوئے، کلمہ شہادت پڑھا اور نفل ادا کیے۔ پھر کہا: میرے پیچھے ایک اور شخص ہے۔ اگر تمہارا چہرہ ہو گیا تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہے گا اور میں جا کر ابھی تمہارے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اسید رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ ادھر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس کے انتظار میں تھا۔ دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا۔ دیکھو اسید رضی اللہ عنہ کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اسید رضی اللہ عنہ آ بیٹھا تو سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اسید رضی اللہ عنہ بولا، میں نے انھیں سمجھا دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری منشا کے خلاف کچھ نہ کریں گے۔ مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آ گئے اور اسعد بن زرارہ کو اس لیے قتل کرنے پر آمادہ ہیں کہ وہ تیرا بھائی ہے۔ یہ سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غصہ میں بھر گیا اور اپنا حر پہ سنبھال کے کھڑا ہو گیا۔ اسے ڈر تھا کہ بنو حارثہ اس کے بھائی کو نہ مار ڈالیں۔ اس نے چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اسید رضی اللہ عنہ تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کے آئے۔

مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ایمان قبول کرنا

سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ مصعب رضی اللہ عنہ و اسعد رضی اللہ عنہ دونوں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ سمجھا کہ اسید رضی اللہ عنہ نے مجھے ان کی باتیں سننے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ خیال آتے ہی انھیں گالیاں دینے لگا اور اسعد رضی اللہ عنہ کو یہ بھی کہا کہ اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو تمہاری کیا مجال تھی کہ ہمارے محلے میں چلے آتے۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا: دیکھو یہ بڑے سردار ہیں اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائیں گے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے سعد سے کہا: آئیے بیٹھ جائیے۔ کوئی بات کریں۔ ہماری بات پسند آئے تو قبول فرمائیے ورنہ انکار کر دیجیے۔ سعد رضی اللہ عنہ حرب رکھ کر بیٹھ گیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید بھی سنایا۔ آخر سعد رضی اللہ عنہ نے بھی وہی سوال کیا جو اسید رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ الغرض سعد رضی اللہ عنہ اٹھا، نہایا، کپڑے دھوئے، کلمہ پڑھا، نفل ادا کیے اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا:

اے بنی عبدالاشہل! تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟

سب نے کہا: تم ہمارے سردار ہو تمہاری رائے، تمہاری تلاش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔

سعد رضی اللہ عنہ بولا: سنو! خواہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں جب تک کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ پر

ایمان نہ لائے۔

تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا

اس کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال 13 نبوت کو بہتر (73) مرد، دو (2) عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے۔ ان کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لیے بھی بھیجا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں اور نبی ﷺ سے منظوری حاصل کریں۔

یہ راستبازوں کا گروہ اسی متبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے مشتاق حاضر ہوا کرتے تھے رات کی تاریکی میں پہنچ گیا اور اللہ کا برگزیدہ رسول ﷺ بھی اپنے تایا عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے وہاں جا پہنچا۔⁽¹⁾

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی۔ انھوں نے کہا: لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمد ﷺ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو تو پہلے سمجھ لینا کہ یہ ایک نازک اور مشکل کام ہے۔ محمد ﷺ سے عہد و بیان کرنا سرخ و سیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے۔⁽²⁾ جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرو، ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو۔

ان راست بازوں نے عباس رضی اللہ عنہ کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ کچھ ارشاد فرمائیں:

عقبہ ثانیہ پر آنحضرت ﷺ کا وعظ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو اللہ کا کلام جو اللہ کا پیغام انسان کی طرف ہے پڑھ کر سنایا۔ جس کے سننے سے وہ ایمان و ایقان کے نور سے بھر پور ہو گئے۔

(1) طبری صفحہ: 244 (2) سرخ لڑائی سے مراد سخت خونریزی لڑائی ہے اور سیاہ لڑائی سے مراد تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے۔

اب سب لوگوں نے عرض کی کہ اللہ کا نبی ہمارے شہر میں چل کر بے تاکہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔
نبی ﷺ نے فرمایا:

- ① کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری مدد کرو گے؟
② اور جب میں تمہارے شہر میں جاؤں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے؟
ایمان والوں نے پوچھا: ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا؟ ③
نبی ﷺ نے فرمایا: بہشت (جو نجات اور اللہ کی خوشنودی کا محل ہے)
ایمان والوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ہماری تسلی فرما دیجیے کہ حضور ﷺ ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔
نبی ﷺ نے فرمایا: میرا جینا، میرا امرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔

اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرور و نشاط کے ساتھ جان نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔ ②
براء بن معرورہ رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔
ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا اور چیخ کر اہل مکہ کو پکار کر کہا: لوگو! آؤ۔ دیکھو کہ محمد ﷺ اور اس کے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضور کی اجازت ہو تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں۔ ③

نبی ﷺ کے بارہ نقیب

اس کے بعد نبی ﷺ نے ان سے بارہ (12) اشخاص کا انتخاب کیا اور ان کا نام نقیب رکھا اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے لیے بارہ (12) شخصوں کو چن لیا تھا اسی طرح میں تمہیں انتخاب کرتا ہوں۔ تاکہ اہل یشرب میں جا کر دین کی اشاعت کرو۔ مکہ والوں میں میں خود یہ کام کروں گا۔

ان کے نام یہ ہیں:

قبیلہ بنو خزرج کے نو (9) اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، رافع بن مالک رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے)
سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، براء بن معرور رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔
قبیلہ اوس کے تین (3) اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ، ابوالشیم بن تیہان رضی اللہ عنہ ④

قریش نے یشرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھٹک سی معلوم ہوئی۔ وہ اہل یشرب کی تلاش میں نکلے، لیکن ان کا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔

① دیکھو پطرس کا سوال سچ سے۔ مئی 19-27 ② وہ نوشتہ پورا ہوا: "نور تاریکی میں چمکتا ہے۔" انجیل یوحنا 5 باب

③ زاد المعاد: 48/3 ④ زاد المعاد: 48/3

قریش نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو وہاں پایا۔ منذر رضی اللہ عنہ تو بھاگ گیا اور ان کے ہاتھ نہ آیا، مگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو انھوں نے پکڑ لیا اس کی سواری کے اونٹ کا ٹھک کھول کر اس کی مشکیں باندھ دیں۔ مکہ میں لا کر اس کو مارتے اور اس کے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے۔ یہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جن کو نبی ﷺ نے ان 12 اشخاص میں سے ایک نقیب ٹھہرایا تھا۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ جب قریش انھیں زد و کوب کر رہے تھے تو ایک سرخ و سفید شیریں شامل شخص انھیں اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس قوم میں سے کسی شخص سے مجھے بھلائی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہوگا۔ جب وہ میرے پاس آ گیا تو اس نے نہایت زور سے میرے منہ پر طمانچہ لگا دیا۔ اس وقت مجھے یقین آ گیا کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے امید خیر کی جاسکے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس نے میرے حال پر ترس کھایا اور کہا کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حق ہمسائیگی حاصل نہیں اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں؟ میں نے کہا: ہاں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور حارث بن امیہ رضی اللہ عنہ جو عہد مناف کے پوتے ہیں وہ تجارت کے لیے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں اور میں نے بارہا ان کی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا کہ پھر انہی دونوں کے نام کی دہائی تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا اور انھیں بتلایا کہ خزرج کا ایک آدمی پٹ رہا ہے اور وہ تمہارا نام لے لے کر تمہیں پکار رہا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے بتلایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ وہ بولے: ہاں اس کا ہم پر احسان بھی ہے اور انھوں نے آ کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو چھڑا دیا اور یہ ثابت قدم بزرگ بیٹرب کو سدھار گئے۔

مسلمانوں کو ترک وطن کی اجازت مل گئی

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی ﷺ نے ان مسلمانوں کو جو مکہ سے باہر نہ گئے تھے لیکن جن پر اب اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن ان کے لیے آگ کا پہاڑ بن گیا، بیٹرب چلے جانے کی اجازت فرمادی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار، خویش و اقارب، باپ بھائی، زن و فرزند کے چھوڑنے کا ذرا بھی غم نہ تھا بلکہ خوشی یہ تھی کہ بیٹرب جا کر اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت پوری آزادی سے کر سکیں گے۔ ﴿۱﴾

ہجرت کی دشواریاں

ہجرت کرنے والوں اور گھر بار چھوڑ کر جانے والوں کو قریش کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

﴿۱﴾ صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار نے انھیں آگھیرا۔ کہا صہیب رضی اللہ عنہ! جب تو مکہ آیا تھا تو مفلس و قلاش تھا۔ یہاں ٹھہر کر تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب مال و زر لے کر چلا جائے گا، یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمہیں دے دوں تب مجھے تم جانے دو گے۔

قریش بولے: ہاں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے سارا مال انہیں دے دیا اور بیٹرب کو روانہ ہو گئے۔ نبی ﷺ نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ اس سودے

﴿۱﴾ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا سبق ملتا ہے کہ اسلام کے ساتھ ہی اللہ کی طرف سے آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک و پیاس کی آزمائش، قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش، ضرر جسمانی و نقصان مال کی آزمائش وغیرہ وغیرہ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں پر پورا اترتا ہے تب وہ اللہ کے اس ابدی وعدہ کا مستحق ٹھہر جاتا ہے جو قرآن اور انجیل و توراۃ میں مومنین سے کیا گیا ہے کہ اس کی دنیا بھی عمدہ ہوگی۔ کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمائشوں کے بعد اسلام کے شیریں ثمرات ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ بزدل و شہیر مسلمان کیسے گئے تھے۔ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزدل و شہیر مسلمان کیا کرتے تھے۔

میں صہیب رضی اللہ عنہ نے نفع کمایا۔^[1]

(2) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھے اونٹ پر چڑھایا۔ میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چل پڑے تو بنو مغیرہ نے آکر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا، کہا: تو جاسکتا ہے، مگر ہماری لڑکی کو نہیں لے جاسکتا۔ اب بنو عبدالاسد بھی آگئے۔ انہوں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تو جاسکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے، تو نہیں لے جاسکتا۔ غرض انہوں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھا دیا۔ بنو عبدالاسد تو گود کے بچہ کو ماں سے چھین کے لے گئے اور بنو مغیرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو لے آئے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جو دین کے لیے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا زن و بچہ کے بغیر روانہ ہو گیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا روز شام کو اسی جگہ جہاں بچہ اور شوہر سے الگ ہو گئی تھی پہنچ جاتی، گھنٹوں رو دھو کر واپس آ جاتی۔ ایک سال اسی طرح روتے چلاتے گزر گیا۔ آخر ان کے ایک چچیرے بھائی کو رحم آیا اور ہردو قبائل سے کہہ سن کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دلا دی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچہ بھی ان کو واپس دے دیا گیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو تنہا چل دیں۔^[2] ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریباً ہر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو کرنا پڑا تھا۔

(3) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عیاش رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ صحابی بھی ان کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے مگر ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کی بابت کفار کو خبر لگ گئی۔ ان کو قریش نے قید کر دیا۔ عیاش رضی اللہ عنہ مدینہ جا پہنچے تھے کہ ابو جہل مع اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا۔ عیاش رضی اللہ عنہ ان کے چچیرے بھائی تھے اور تینوں کی ایک ماں تھی۔ ابو جہل و حرث نے کہا کہ تمہارے بعد والدہ کی بری حالت ہو رہی ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کروں گی اور نہ سایہ میں بیٹھوں گی۔ اس لیے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دے کر آ جانا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: عیاش رضی اللہ عنہ مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری ماں کے سر میں کوئی جوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کر لے گی اور مکہ کی دھوپ نے ذرا خبر لی تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیے۔ عیاش رضی اللہ عنہ بولے: نہیں، میں والدہ کی قسم پوری کر کے واپس آ جاؤں گا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لیے میری ناقہ لے جاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اگر راستہ میں حصیں ذرا بھی ان سے شبہ گزرے تو تم اس ناقہ پر بآسانی ان کی گرفت سے بچ کر آ سکو گے۔

عیاش رضی اللہ عنہ نے ناقہ لے لی۔ یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابو جہل نے کہا: بھائی ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا۔ بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو۔ عیاش رضی اللہ عنہ بولا: بہتر۔ جب عیاش رضی اللہ عنہ نے ناقہ بٹھلائی تو دونوں بھائیوں نے اسے پکڑ لیا، مشکیں کس لیں اور مکہ میں اسی طرح لے کر داخل ہوئے۔

یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے کہ دیکھو، بے وقوفوں، احمقوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاش رضی اللہ عنہ کو بھی ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ قید کر دیا گیا۔

[1] سیرت ابن ہشام، ص: 168 مصہیب رضی اللہ عنہ نے شوال 38ھ میں عمر 73 سال مدینہ میں وفات پائی۔ الطبرانی فی الکبیر: 43/8، حلیۃ الاولیاء: 151/1، المطہجات لابن سعد: 163/1، الہدایۃ والنہایۃ: 173/3، مسند القصاب: 39/ [2] سیرت ابن ہشام، ص: 168

جب نبی ﷺ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تب حضور ﷺ کی تمنا پوری کرنے کے لیے ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے۔ زندان خانے سے دونوں کو شبائشب نکال کر لے گئے۔^(۱) ان ہر سہ حکایات سے قارئین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جدوجہد اور ابتلا و امتحان کے آسان نہ تھا۔

ہجرت

جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما ہی باقی رہے تو قریش مکہ نے کہا: کہ اب محمد ﷺ کے قتل کر دینے کا اچھا موقع ہے۔

آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لیے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لیے دارالندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا۔ دارالندوہ کو قصی بن کلاب نے قائم کیا تھا۔ یہ گویا قریش کا ایوان پارلیمنٹ تھا۔ اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہوا تھا اور قریش کے مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل مشہور سردار موجود تھے۔

- ① بنو عبد شمس میں سے: شیبہ و عقبہ۔ فرزند ان رہبہ اور ابو سفیان بن حرب۔
- ② بنو نوفل میں سے طیعمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم حارث بن عامر۔
- ③ بنو عبد الدار میں سے: نضر بن حارث بن کلدہ۔
- ④ بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے: ابوالخثری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام۔
- ⑤ بنو مخزوم میں سے: ابو جہل بن ہشام۔
- ⑥ بنو کعبہ میں سے: بنیہ و منبہ فرزند ان قحان۔
- ⑦ بنو جعہ میں سے: امیہ بن خلف۔^(۲)

ایک بولا: اسے پکڑ کر گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کر دو اور مکان کا دروازہ تیز کر دو تاکہ یہ بھی زہیر و نابھہ شاعروں کی موت کا مزا چکھتا ہوا مر جائے۔

بوڑھا نجدی بولا: نہیں، یہ ٹھیک نہیں۔ محمد (ﷺ) کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہے گی۔ مسلمان اسے چھڑالے جائیں گے اور طاقت پا کر تمہیں بھی فنا کر دیں گے۔

دوسرا بولا: ایک سرکش اونٹ پر بٹھلا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے، کہیں رہے، جیسے خواہ مرے۔ بوڑھا نجدی بولا: نہیں یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم محمد (ﷺ) کی دلاؤ ویز باتوں کو بھول گئے ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جس

① سیرت ابن ہشام، ص: 167/1، اسد الغابہ: 4/308 ② قرآن مجید میں ہے ﴿يَكِيدُوا كَيْدًا وَ أَكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمَقِيلَ الْكَافِرِينَ أَهْلَهُمْ رُؤُوسًا﴾ [الطہ: 15-17] وہ تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبی ﷺ آپ ان کو زہی و آہستگی سے چھوڑ دیجیے۔ اس آیت کے ساتھ ان 14 سرداروں کا انجام آپ دیکھیے کہ گیارہ سردار ایک دن میں (جنگ بدر) قتل ہوئے اور تین ابوسفیان بن حرب (جبیر بن مطعم و حکیم بن حزام) جو قتل سے بچے وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

سے بات کرتا ہے۔ اسی کو اپنا بیٹا لیتا ہے۔ وہ دلوں پر کیسی آسانی سے قابو پا لیتا ہے۔ جہاں جائے گا۔ وہیں کے باشندے اس کے ساتھ لگ جائیں گے اور وہ بالآخر تم سے اپنے نبی کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے۔

نبی ﷺ کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق

آخر ابو جہل نے ایسی تدبیر بتلائی، جسے تمام جلسہ نے بالاتفاق منظور کر لیا۔ تجویز اور تدبیر یہ تھی۔

- ① عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمر کا انتخاب کیا جائے۔
- ② یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمد ﷺ کے گھر کو گھیر لیں۔
- ③ جب محمد (ﷺ) صبح کی نماز کے لیے باہر نکلے اس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اس پر وار کریں اور اس کی بوٹی بوٹی کر دیں۔ اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا گیا کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہوں گے۔ اس کا بدلہ نہ تو محمد (ﷺ) کا قبیلہ لے سکے گا اور نہ محمد (ﷺ) کو سچا ماننے والے کچھ شروفساد اٹھا سکیں گے۔

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں اب الہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھیے کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی ﷺ کا گھر آگھیرا۔ اس وقت اللہ کے نبی ﷺ نے پیارے بھائی علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو، ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تیرا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے اور اللہ کا رسول ﷺ اللہ کی حفاظت میں باہر نکلا اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورہ یس پڑھتا ہوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی ﷺ کو جاتے نہ دیکھا۔ ① یہ واقعہ 27 / صفر 13 نبوت روز پینچشنبہ (جمعرات) (12 ستمبر 621ء) کا ہے۔

اللہ کا نبی ﷺ پیارے دوست ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا۔ انھوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے۔ مکہ سے چار میل کے فاصلے پر کوہ ثور ہے۔ اس کی چڑھائی سر توڑ ہے۔ راستہ سنگلاخ تھا۔ نوکیلے پتھر نبی ﷺ کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ آخر ایک غار پر پہنچے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو باہر بٹھرایا۔ خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کیے اور پھر عرض کیا کہ حضور ﷺ بھی تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر انھیں پہچانا۔ پوچھا: محمد ﷺ کہاں ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے کیا خبر، کیا میرا پہرہ تھا؟ تم لوگوں نے انھیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے علی رضی اللہ عنہ پر پل پڑے۔ ان کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر کے لیے جس بے جا میں رکھا آخر چھوڑ دیا۔ ② اب وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا باہر نکلی۔ ابو جہل نے پوچھا لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟ وہ

① خدا کے برگزیدہ داؤد علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی مشابہت۔ داؤد کھڑکی سے بھاگ کر بچ رہا۔ میکہ نے ایک پتلا چٹک پر لٹا رکھا اور بکریوں کی کھال بکری کی جگہ اور اوپر سے چادر اوڑھادی اور جب سائوں نے ہر کارے داؤد کو پکڑنے کے لیے جیسے تو یہ بولی کہ وہ پتھر ہے۔ صالح کتاب اسموئیل (12-13-14) 19 باب۔

بولی بخدا مجھے معلوم نہیں۔

بد زبان و درشت خواہو جہل نے ایسا طمانچہ کھینچ مارا کہ اسماء رضی اللہ عنہا کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔^[۱]

ایک لڑکی کی قوت ایمانی

ہجرت کے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے۔ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اٹھا کر لے گئے تھے۔ یہ پانچ یا چھ ہزار روپے تھے۔ والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ نے کہا^[۲] ”بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تم کو دوہری مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا اور نقد و مال بھی ساتھ لے گیا۔“

اسماء رضی اللہ عنہا بولی: ”نہیں، دادا جان۔ وہ ہمارے لیے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں۔“

اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک پتھر لیا۔ اس پر کپڑا لپیٹا اور جس گھرے میں روپیہ ہوا کرتا وہاں رکھ دیا اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔ ابوقحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو کہ مال موجود ہے۔ بوڑھے نے اسے ٹولا اور پھر کہا: ”خیر جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے تو اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جانے کا چنداں غم نہیں۔ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اچھا کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لیے کافی انتظام کر گیا ہے۔“

اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے بوڑھے دادا کے اطمینان قلب کے لیے کی تھی ورنہ والد بزرگوار تو سب کچھ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے) ساتھ لے گئے تھے۔^[۳]

غار کا قیام

یہ چاند اور سورج دونوں تین روز تک اسی غار میں رہے۔^[۴] رات کی تاریکی میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا گھر سے روٹی دے جاتی، عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اہل مکہ کی باتیں سنا جاتا۔^[۵] عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا غلام تھا اور جس کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ریوڑ تھا۔ وہاں بکریاں لے آتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دودھ بقدر ضرورت لے لیتے اور وہ پھر ریوڑ سے آنے والوں کے نقش قدم کو تمام راستے سے منادیتا۔^[۶]

اللہ عزوجل نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ فرما کر جس معیت الہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واصل تھے، اسی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کر دیا۔

غار سے روانگی

چوتھی شب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو اونٹنیاں آگئیں جن کو اسی سفر کے لیے خوب فرہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اربیط (جسے راستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب کیم رقع الاول روز دوشنبہ (سوموار) (16 ستمبر 622ء) کو روانہ ہوئے۔

[۱] طبری ص: 247 [۲] ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کو جملہ صحابہ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں۔ [۳] ابن ہشام ص: 173/1 [۴] یحییٰ بن یونس نے داؤد علیہ السلام کو کہا۔ جب تیری غیر حاضری پر تین دن گزر جائیں تو تو وہاں جائیو (مسوئل باب 20 درس 19) [۵] ابن ہشام ص: 173/1 [۶] بخاری: 5039

ہجرت سے نبی ﷺ نے انبیاء سابقین کی سنت کو پورا کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن اور حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہم السلام کی ہجرت کے واقعات بائبل میں موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کے بعد نصرت الہی کی معیت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا۔

دلیل راہ نے درمیانی راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارہ کنارہ چلنا شروع کیا تھا۔ جب حضور ﷺ رافع کے موجودہ قلعہ اور ساحل سمندر کے درمیانی میدان سے گزر رہے تھے، تب سراقہ بن جحشم نے حضور ﷺ کا تعاقب کیا۔ عبدالرحمن بن مالک مد لہجی جو سراقہ کا برادر زادہ ہے، بیان کرتا ہے:

سراقہ خود سر پر لگائے، نیزہ تانے، بدن پر ہتھیار سجائے، اپنی گھوڑی (عوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا کہ اس کی نظر حضور ﷺ پر پڑ گئی۔ اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بل گری۔ سراقہ نیچے آیا۔ اٹھا، گھوڑی کو اٹھایا، سوار ہوا۔ پھر چلا۔ نبی ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک سے لو لگائے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے کہ نبی ﷺ کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع عرض کی گئی۔ فرمایا: الہی ہمیں اس کے شر سے بچا۔ ادھر جب الفاظ مبارکہ زبان سے نکلے، ادھر گھوڑی کے قوائم زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گر پڑا اور سمجھ گیا کہ حفاظت الہی پر غالب آنا محال ہے۔ اس نے عاجزانہ الفاظ میں اپنی جان کی امان مانگی۔ امان دی گئی۔ سراقہ آگے بڑھا اور عرض کیا کہ اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا۔ پھر اس کی درخواست اور نبی ﷺ کے ارشاد پر عامر بن فہیر رضی اللہ عنہ نے اسے خط امان بھی لکھ کر عطا فرمادیا۔^[1]

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گذر خیمہ ام معبد پر ہوا۔ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لیے مشہور تھی۔ سر راہ پانی پلایا کرتی تھی اور مسافروں ہاں ٹھہر کر سستیا کرتے تھے۔ یہاں پہنچ کر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی: نہیں۔ اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔

خیمہ ام معبد پر آنحضرت ﷺ کا آرام و قیام

نبی ﷺ نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دکھائی۔ پوچھا: یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا: کمزور ہے، ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”اجازت ہے کہ ہم اسے دھولیں۔“

ام معبد نے کہا: ”اگر حضور کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دھو لیجیے۔“

نبی ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا۔ وہ ایسا بھر گیا کہ دودھ اچھل کر زمین پر گر گیا۔ یہ دودھ

[1] سراقہ رضی اللہ عنہ اپنے دادا جحشم کی نسبت سے سراقہ بن جحشم مشہور ہے۔ سراقہ بن مالک بن جحشم رضی اللہ عنہ مد لہجی کنانی ہے۔ علاقہ رافع پر اسی کا قبیلہ قابض تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا: سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب حیرے ہاتھوں میں کسری کے شاہی نلگن پہنائے جائیں گے۔ سراقہ رضی اللہ عنہ واقعہ احد کے بعد مسلمان ہوا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا اور کسری کا تاج اور مرصع زیورات فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئے تو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں سوار کسری پہنائے اور زبان سے فرمایا: اللہ اکبر! اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسری کے نلگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے۔ (بخاری: 3906، مسلم: 2009، زاد المعاد: 3/55، الشفاء: 1/274، اتحاف السعاده: 7/18، اسد الغابہ: 2/414، احمد: 3/212، حاکم: 3/76)

آنحضرت ﷺ اور امراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دھویا گیا، برتن بھر گیا اور ام معبد کے لیے چھوڑ دیا اور آگے کو روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا اور یہ دودھ اس کے قدم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا! تم ذرا اس کی توصیف تو کرو۔ ام معبد بولی:

حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ بزبان ام معبد

ظَاهِرُ الْوَضَاءِ أَبْلَجُ الْوَجْهِ حَسَنُ الْخَلْقِ - لَمْ تَعْبُهُ نَجَلَةٌ وَلَمْ تُذِرْ بِهِ صُعْلَةٌ وَسِيمٌ فُسَيْمٌ فِي عَيْنِهِ
دَعَجٌ وَفِي أَشْعَارِهِ وَطَفٌ وَفِي صَوْنِهِ صَحْلٌ وَفِي عُنُقِهِ سَطْحٌ أَحْوَرٌ، أَكْحَلٌ، أَرْجٌ، أَقْرَنٌ، شَدِيدٌ
سَوَادِ الشَّعْرِ، إِذَا صَمَتَ غَلَاةُ الْوَقَارِ، وَإِنْ تَكَلَّمَ غَلَاةُ الْبَهَاءِ أَجْمَلُ النَّاسِ وَأَبْهَاهُمْ مِنْ بَعِيدٍ،
وَأَحْسَنُهُ، وَأَخْلَاهُ مِنْ قَرِيبٍ حُلُوَ الْمَنْطِقِ، فَضْلٌ، لَا نَزْرٌ، وَلَا هَذَرٌ، كَانَ مَنَاطِقَهُ حُرَزَاتٍ نَظْمٌ
يَتَحَدَّرُونَ، رُبْعَةٌ، لَا تَفْحَمُهُ، عَيْنٌ مِنْ قَصْرِ، وَلَا تَشْنُوهُ، مِنْ طُولٍ، غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ انْضَرُّ
الْثَلَاثَةَ مُنْظَرًا وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا، لَهُ رَفَقَاءَ يَحْفَقُونَ بِهِ، إِذَا قَالَ اسْتَمِعُوا لِقَوْلِهِ، وَإِذَا أَمَرَ تَكَادَرُوا إِلَى
أَمْرِهِ، مَحْفُودٌ، مَحْشُودٌ، لَا غَابِسٌ وَلَا مُتَغَلِّدٌ۔

”پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ تو ننگی ہوئی، نہ چندیا کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زہندہ و دل فریب۔ قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کی ویشی سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زہندہ نہال کی تازہ شاخ، زہندہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں، مخدوم مطاع، نہ کوہِ سخن، نہ فضول گو۔“

یہ صفت سن کر وہ بولا کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے اور میں اسے ضرور جانوں گا۔ [1]



[1] زاد المعاد: 3/56-57، الہدایہ والنبایہ: 3/192-194، المطہات لابن سعد: 1/230۔ کہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرت ﷺ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے۔

نبوت کے تیرہ (13) سال مکہ میں

سابقین و اولین کی شان

نبوت کے تیرہ (13) سال مکہ میں جس طرح گزرے۔ ان کا مختصر حال یہ تھا جو لکھا گیا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی کہ ان ایمان لانے والوں میں:

① علی رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کی شان کے بزرگوار تھے۔ جن کی علمی فضیلت، عملی کشش و طاقت۔ روشن ضمیری اور برترین قابلیت کے اوصاف نے چارواگ عالم کی رہنمائی کی۔

② یامصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، جعفر طیار رضی اللہ عنہ، اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی ہی اعلیٰ استعداد کے تھے جنہوں نے یثرب و حبش و نجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کر لیا۔

③ یاعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ و عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے منصب کے تھے جن کی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔

④ یازبیر رضی اللہ عنہ و طلحہ رضی اللہ عنہ و عمار رضی اللہ عنہ و یاسر رضی اللہ عنہ کے درجے کے، جن کی جان ثاری و حق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔

⑤ یابلال رضی اللہ عنہ، سمیہ رضی اللہ عنہا، اور کعب رضی اللہ عنہ، خباب رضی اللہ عنہ کے نمونے جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا۔

⑥ یاسکران رضی اللہ عنہ، شمس رضی اللہ عنہ، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا و جنیس رضی اللہ عنہ کے حوصلے کے۔ جنہوں نے دین حقہ کے خویش و اقارب۔ وطن و مولد کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی۔

⑦ یالہید رضی اللہ عنہ اور سوید بن صامت رضی اللہ عنہ الملقب کامل و انیس برادر ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو پا لیتے تھے اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق دان، معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے۔ انہی ایام میں اسلام مکہ سے باہر پھیل گیا تھا جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

① طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرمانروا تھا۔ مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور اس طفیل رضی اللہ عنہ کے طفیل اس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا۔

② ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ان کا بھائی انیس رضی اللہ عنہ ان کی ماں اور نصف قبیلہ غفار۔

③ عیسائیہ نجران میں سے 20 کس۔

④ حماد الازدی رضی اللہ عنہ یمن کا مشہور کاہن۔

⑤ قبیلہ بنی الاشہل۔

⑥ حمیم و حمیم اور کچھ باشندگان ملک شام۔

⑦ حبش کے بہت لوگ وغیرہ وغیرہ۔

اشنائے راہ میں بریدہ رضی اللہ عنہ اور ستر (70) اشخاص کا مسلمان ہونا

نبی ﷺ یثرب جا رہے تھے۔ کہ اشنائے راہ میں بریدہ سلمی رضی اللہ عنہ ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرت ﷺ کی گرفتاری پر ایک سو (100) اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب نبی ﷺ کے سامنے ہوا اور حضور ﷺ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا۔ تو بریدہ رضی اللہ عنہ ستر (70) آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اپنی چھڑی اتار کر نیزہ پر باندھ لی۔ جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی۔ دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لارہا ہے۔

راستہ میں نبی ﷺ کو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ملے۔ یہ شام سے آرہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ انھوں نے نبی ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے سفید پارچاٹ پیش کیے۔ ﴿۱﴾

قبائیں پہنچنا

8/ربیع الاول ﴿۲﴾ 13 نبوت بروز سوموار ﴿۳﴾ (23 ستمبر 622ء) مطابق 10- تشری 4383 یہود تھی کہ اللہ کا نبی ﷺ قبائیں پہنچ گیا۔ اہل یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ چھوڑ دیا ہے۔ روز صبح سے سر راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے اور جب تک ٹھیک دو پہر نہ ہو جاتی، بیٹھے رہتے۔ یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے کہ حضور ﷺ پہنچ گئے اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے اور خیر مقدم، اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے آفتاب رسالت ﷺ کے گرد اگر نور خیز شاعروں کی طرح جمع ہو گئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے، جنھوں نے ہنوز دیدار پر انوار سے چشم ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا۔ انھیں نبی اللہ اور حضور ﷺ کے رفیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شناخت سے اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سر مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

اللہ کا رسول ﷺ جمعرات تک یہاں ٹھہرا اور اس سہ روزہ قیام ہی میں سب سے پہلا کام یہاں ﴿۴﴾ یہ کیا کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کے لیے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

اسی جگہ شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے پایادہ سفر کرتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند روز تک مکہ میں حسب الارشاد نبوی ﷺ اس لیے ٹھہر گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرت ﷺ کے گھر میں موجود تھیں، وہ مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔

12/ربیع الاول 1 ہجرت کو جمعہ کا دن تھا۔ ﴿۵﴾ نبی ﷺ قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو

گیا۔ یہاں سو (100) آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

﴿۱﴾ بخاری: 3906 ﴿۲﴾ سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 1174ھ

﴿۳﴾ بخاری: 3906، الطبقات لابن سعد: 6233/1، زاد المعاد: 58/3، مائیں ہشام: 492/1

﴿۴﴾ تفسیر علامہ ابن اسحود: 152، جلد 8، مگر صحیح بخاری میں ”بضع عشر لیلۃ نکحھا ہے۔“ (بخاری: 3906)

﴿۵﴾ مطابق 27 دسمبر 622ء زاد المعاد: 59/3 میں 12 ربیع الاول کو دو شہرہ نکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔

خطبہ

خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَوَّلِ جُمُعَةٍ جَمَعَهَا بِالْمَدِينَةِ فِي بَيْتِ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ، الْحَمْدُ لِلَّهِ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ وَأَسْتَغْفِرُهُ وَأَسْتَهْدِيهِ وَأُؤْمِنُ بِهِ وَلَا أَكْفُرُهُ وَأُعَادِي مَنْ يَكْفُرُهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَالنُّورِ وَالْمَوْعِظَةِ عَلَى فِرَاقِ مِنَ الرُّسُلِ وَقَلَّةٍ مِنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِنَ النَّاسِ وَإِنْقِطَاعٍ مِنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ مِنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِنَ الْآجِلِ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعَصِمَهَا فَقَدْ غَوَى وَفَرَطَ وَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا أَوْصِيَكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّهُ، خَيْرٌ مَا أَوْصَى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ أَنْ يَحْضُرَ عَلَى الْأَخِرَةِ وَأَنْ يَأْمُرَ بِتَقْوَى اللَّهِ - فَاحْذَرُوا مَا حَذَرَكُمْ اللَّهُ مِنْ نَفْسِهِ وَلَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ نَصِيحَةً وَلَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ ذِكْرًا وَإِنْ تَقَوَى اللَّهُ لِمَنْ عَمِلَ عَلَى وَجَلٍ وَمَخَافَةٍ مِنْ رَبِّهِ غَوَى صِدْقِي عَلَى مَا تُبْعَوْنَ مِنَ الْأُمْرِ الْأَخِيرَةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ مِنْ أَمْرِهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ - لَا يَنْوِي بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَ اللَّهِ يَكُنْ لَهُ ذِكْرًا فِي عَاجِلِ أَمْرِهِ وَذَخْرًا فِي بَعْدِ الْمَوْتِ حِينَ يَفْتَقِرُ الْمَرْءُ إِلَى مَا قَدَّمَ - وَمَا كَانَ يَسْوَى ذَلِكَ - يَوْذُ لَوْ أَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا أَمَدًا بَعِيدًا - وَيَحْذَرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ - وَالَّذِي صَدَّقَ قَوْلُهُ وَأَنْجَزَ وَعْدَهُ لَا يَخْلَفُ لِذَلِكَ فَإِنَّهُ يَقُولُ غَرَّ وَجَلٌ، مَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ -

فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي عَاجِلِ أَمْرِكُمْ وَاجْلِهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمَ لَهُ أَجْرًا وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا وَأَنْ تَقْوَى اللَّهَ يُوَفِّي مَقْنَهُ وَيُوَفِّي عُقُوبَتَهُ وَيُوَفِّي سَخَطَهُ - وَإِنْ تَقْوَى اللَّهَ تَبَيَّنَ الْوُجُوهُ وَبَرَضَى الرَّبُّ وَبَرَفَعَ الدَّرَجَةَ خُذُوا حَظَّكُمْ وَلَا تَفَرِّطُوا فِي جَنْبِ اللَّهِ - قَدْ عَلَّمَكُمْ اللَّهُ كِتَابَهُ وَنَهَجَ لَكُمْ سَبِيلَهُ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَيَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ فَاحْسِنُوا كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ وَعَادُوا أَعْدَاءَ اللَّهِ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَتَّى جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَسَمَاكُمْ الْمُسْلِمِينَ لِيُهِلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَلَى بَيِّنَةٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَكُثِّرُوا ذِكْرَ اللَّهِ وَاعْمَلُوا لِمَا بَعَدَ الْيَوْمَ فَإِنَّهُ مَنْ يُصْلِحْ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ يَكْفِهِ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ ذَلِكَ بَأَنَّ اللَّهَ يَقْضِي عَلَى النَّاسِ وَلَا يَقْضُونَ عَلَيْهِ وَيَمْلِكُ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ - اللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ - (1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ، جو مدینہ پہنچ کر

بنی سالم بن عوف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا۔

حمد و ستائش اللہ کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد، بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا

عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے اسی نے محمد ﷺ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے جب کہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا میں نہ آیا تھا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی۔ اسے آخری زمانے میں قیامت کے قریب اور موت کی نزویکی کے وقت بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ یاب ہے اور جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا۔ درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔ مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ اسے آخرت کے لیے آمادہ کرے اور اللہ سے تقویٰ کے لیے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے اللہ نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے ان سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لیے جو اللہ سے ذکر کام کر رہا ہے تقویٰ بہترین مدد ثابت ہوگا ﴿۱﴾ اور جب کوئی شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست کر لے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا اس کے لیے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جب کہ انسان کو اعمال کی ضرورت و قدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائے گا۔

لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔ اور جس شخص نے اللہ کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت یہ ارشاد الہی موجود ہے ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو کیوں کہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزارمی، عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں، پروردگار کو خوش اور درجہ کو بلند کرتا ہے مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق الہی میں فرو گزاشت نہ کرو۔ اللہ نے اسی لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا رستہ دکھلایا ہے کہ راست بازوں اور کاذبوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو! اللہ نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو اللہ کے دشمن ہیں انہیں دشمن سمجھو۔ اور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لیے عمل کرو۔ کیوں کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملہ کو درست کر دیتا ہے۔ ہاں۔ اللہ بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ اللہ بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کوئی اختیار نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔“

﴿۱﴾ تقویٰ اس انسانی ملک کا نام ہے جو انسان کو مشیات و منکرات سے روک دیتا ہے۔

مدینہ منورہ میں داخلہ

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی ﷺ عثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے اور اسی دن سے شہر کا نام ”مدینہ النبی“ ہو گیا۔ جسے مختصر امدینہ منورہ بھی کہا جاتا ہے۔

داخلہ عجب شاندار تھا۔ غلی کو بچے حمید و تقیہ کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ مرد و عورت۔ بچے بوڑھے نورانی کا جلوہ دیکھنے کے لیے سراپا چشم بن گئے تھے۔ تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے کہ ”حقوق نبی“ کی کتاب باب 3 درس 3 کا مطلب آج کھلا۔

”اللہ جنوب سے اور وہ جو قدموں سے کوہ فاران سے آیا ہے۔“ [1] اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔“

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اس وقت یہ چند اشعار گارہی تھیں۔ [2]

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ نِيَّاتِ [3] الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَىٰ لِّلْهِ دَاعِي
اِيَّهَا الْمَمْعُونُ فِينَا
جُنْتُ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
چودہویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
بھیجے والا ہے تیرا کبریا

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنی کی ہے، وہی ہیں، جنہوں نے 11، 12، 13 نبوت میں مکہ معظمہ میں پہنچ کر نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں جو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ یا ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ منورہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ بزرگ انصار [4] کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے۔ مگر دل کے ایسے غنی، اسلام

[1] مجموعہ ہائیکل میں جس قدر کتابیں پہلے انبیاء کی ہیں ان میں مکہ کا نام ”فاران“ ہے۔ کیوں اس جگہ پر ”فاران بن عوف بن حمیر“ نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدائش 21 باب درس 21 میں ہے: ”اسامیل فاران کے بیٹا ہیں۔“ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم واسامیل علیہ السلام نے اس بیٹا ہان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراۃ قرآن مجید ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ فاران مکہ کا نام ہے۔ فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد 10 باب 12 درس اور کتاب استثنا 33 باب 2 درس میں بھی آیا ہے اور ان سب حوالہ جات سے تصریح ثابت ہے کہ فاران مکہ کا نام ہے۔

[2] کتاب یسعیاہ 42 باب 11 درس میں ہے کہ ”سلع“ کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ مدینہ کا نام سابق انبیاء علیہ السلام کی کتابوں میں سلع ہے۔ مورخ طبری رضی اللہ عنہ کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر ”سلع“ ہے۔

[3] ثنایات جمع ہے ثنیہ کی۔ ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ سفر ہجرت میں نبی ﷺ نے ثنیہ۔ البول ثنیہ۔ الجبار ثنیہ۔ مروان سے عبور فرمایا تھا۔ ”ثنیہ وداع“ مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے۔ اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے۔ اس لیے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثنایات کا ذکر یسعیاہ 42-11 میں ہے۔ سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لٹکائیں گے۔

[4] انصار کے معنی مددگار کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے۔

کے ایسے فدائی (۱) مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے کہ جب کوئی مہاجرنگی تلواروں، کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچا کر بھوکا پیاسا مدینہ میں جا پہنچتا تھا تو ہر ایک انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی اور جس کے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے جاتا۔ مکان، اسباب، روپیہ، زمین، مویشی، غرض جو کچھ اس کی ملک میں ہوتا اس کا آدھا حصہ اسی دن تقسیم کر کے دے دیتا اور پھر رات دن اس کی خدمت کے لیے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ اللہ نے دین کے ایک بھائی کو اس کا حصہ دار بنایا۔

مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ

مکہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی اور سب کا مذہب بھی (زیادہ تر) بت پرستی تھا۔ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا۔ وہاں بت پرست بھی تھے اور یہودی بھی اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے: ”بنو نضیر“ ”بنو قینقاع“ ”بنو قریظہ“ تھے جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ تجارت اور سود خوری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔ جب اللہ کے برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہودیوں کو یہ بشارت سنائی تھی کہ (۲)

(۱) یہودی کی کتاب 21 باب میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے۔

”13۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کا لوگے۔ اے وہ انہوں کے قافلہ“

”14۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے حنا کی سرزمین کے باشندہ۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کو ملنے کو نکلو۔“

”15۔ کیوں کہ وہ تلواروں کے سامنے سے۔ ننگی تلوار سے، کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔“

”16۔ کیوں کہ خداوند نے مجھ کو فرمایا جو ز ایک برس، ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیداری ساری شہمت جاتی رہے گی۔“

”17۔ اور تیرا اندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا“

مندرجہ بالا آیات میں آیت 15 میں مہاجرین کا ذکر ہے جو کلام قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے اور مدینہ گئے۔ آیت 13 میں وہ انہوں اور 14 میں یہاں والوں کو حکم ہے کہ ان کا استقبال کریں اور روٹی پانی سے ان کی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ وہ ان نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے لیسان کے بیٹے سبا کے بھائی کا۔ سبا اور وہ ان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سبیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیش گوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے یہ پیش گوئی ہے کہ ان کے انصار نسل وہ ان سے ہوں گے جیسا کہ ہوا۔ حنا نام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کے عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ اور حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت 16 و 17 میں ان ظالموں کا انجام بتلایا ہے۔ یعنی قریش کا انجام۔ اس جگہ قریش کو قیدار والے بتلایا ہے۔ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور ان کی شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا جس میں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے اور ان کے رعب و دابہ شہمت عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ جملہ آیات میں صاف صاف نام بتا کر پیش گوئی کی گئی ہے۔

(۲) کتاب استثناء 18 باب کا 15 درس یہ ہے: ”خداوند خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔“ اسی باب کے 19 و 18 درس سے زیادہ صاف ہیں وہ یہ ہیں۔ باب 18 میں ہے کہ ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ 19 اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں دو میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔“ ان آیات کے تسک سے مسلمان کا استدلال یہ ہے۔

① کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہیں۔ (دیکھو کتاب پیدائش باب 16-12 و باب 25-18)

② بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا۔ (دیکھو کتاب استثناء باب 34-10)

اس لیے یہ پیش گوئی تارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتا یہ یا گیا ہے کہ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ یہ بتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

یہود مدینہ نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے

اللہ عزوجل موسیٰ علیہ السلام کے بھائیوں میں سے موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی پیدا کرے گا۔ اس وقت سے یہود امید کیے ہوئے اور اسی امید پر مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا نبی یہود کے ادبار قومی کو دور کرنے والا، ان کی گزشتہ شان و شوکت، حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہوگا اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت و غلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا اس وقت سے نبی موعود کے ظہور پر ان کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں۔

اب اسماعیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں تشریف لانا سن کر یہودی بالخصوص بہت خوش ہو رہے تھے۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا یہ تو مسیح علیہ السلام کو راست باز ٹھہراتا، اس کی تعلیم کو سچا بتلاتا اور مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری و لایتنک جزو قرار دیتا ہے اور اس کی بزرگی کر کے یہودیوں کو انصاف سے ملزم ٹھہراتا ہے ﴿تو اس وقت سب یہودی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے۔﴾

عیسائیان مدینہ نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے

جب سے اللہ کے برگزیدہ بندہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے سب سے آخری وعظ میں دوسرے تسلی دینے والے کے آنے کی خبر دی تھی جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہے اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھائے گا اور عیسائیوں کو اس کے حکم پر چلنے کی تاکید کی تھی۔

تب عیسائی بھی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے جو یہود سے ان کے ظلموں کا بدلہ لینے والا عیسائیوں کو جلال بخشنے والا، مسیح علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے والا ہو۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل اہیت، تثلیث، کفارہ، رہبانیت اور پوپ (Pope) کے الہی اقتدارات کا رو کیا۔ تب وہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے۔ ﴿﴾

جہاں جہاں خاص ہے کیوں کہ قرآن مجید کے سوا باقی کوئی کتاب (تورہ، انجیل) ایسی نہیں جس میں کلام الہی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں یا جس کی وہی لفظ و معنا بچتی ہو۔ یہودیوں عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے دس احکام کے سوا اور کوئی عبارت تورہ کی اللہ کے لفظوں میں محفوظ نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے سوا دوسرے انبیاء کے محفوظ میں خصوصاً انجیل میں آسمانی وحی سے اتنے ہوئے اللہ کے الفاظ نہیں۔ اس اقرار کے بعد جملہ انبیاء میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی رہ جاتے ہیں جن کو کلام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں باہمی مماثلت و مشابہت بہت امور میں ہے۔ مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت صاحب شریعت صاحب جہاد ہونا دونوں کو ان لیسویں (41) سال کے شروع میں نبوت ملنا اور یہ امور وہ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس جگہ صرف اسی مماثلت پر غور و تدبر کرنا چاہیے جسے کتاب استثنائے خود بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اس کی تصدیق یوں کرتا ہے: ﴿وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (الحج: 3-4)۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے نہیں بول رہا ہے۔ یہ تو وہ کلام ہے جو اللہ نے اس کے پاس بھیجا اور اس کی ہدف (زبان) پر جاری کیا۔

آپ جدید و قدیم عہد نامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ لیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیش گوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا اور دلیل نہیں پکڑی۔ بے شک یہ صفت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت ہی خاص ہے 12۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ درس 15 میں لفظ ”تیرے ہی درمیان سے“ الحاقی ہیں۔ اس کے لیے تین روشن دلائل ہیں۔ (1) یوحنا کی تورہ میں یہ لفظ موجود نہیں۔ (2) اسی باب کے درس 18-19 میں کل پیش گوئی کو دہرایا گیا ہے اس میں یہ لفظ موجود نہیں۔ (3) لوقا نے اسی آیت کو اعمال 3 باب (22-23) میں درج ہے اور اس میں ”تیرے ہی درمیان سے“ کے الفاظ نہیں لکھے۔

﴿1﴾ وودنیا کو گناہ اور راسخ سے اور عدالت سے نصیر وار ٹھہرائے گا۔ وہ میری بزرگی کرے گا۔ جس میں ساری سچائی کی راہ بتا دے گا۔ 13-14 باب 119 انجیل یوحنا ﴿2﴾ ڈاکٹر ڈریپر (Dreper) نے اپنی کتاب موسومہ ”مذہب و سائنس“ میں لکھا ہے کہ عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں ساہا سال تک تین اصولوں کی تھیں کرتا رہا۔ حق اللہ۔ یعنی انسان کو چاہیے کہ خدائے بزرگ و برتر کی تعظیم کرے حق الذات یعنی انسان کو چاہیے کہ ذاتی طور پر نیک رہے۔ حق العباد۔ لازم ہے کہ اہلئے جس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اس کے بعد ڈاکٹر موسوف نے لکھا ہے کہ ان تریہیات و اصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے جو مذہب مسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے اور آج تک قائم ہیں۔ اول: ٹریٹون (Treletun) کی تحریر مرقومہ 200 دیکھنی چاہیے۔ جو اس نے قیصر بیرویس کے زمانہ میں جب کہ عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے

مدینہ کی حالت کا اندازہ کرنے کے لیے ناظرین کو عبداللہ بن ابی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ یہودیوں کے علاوہ مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہ بھی تھا۔ اوس۔ وخرزج کے قبیلوں پر اس کا پورا رعب تھا اور اس کو توقع تھی کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینہ کی سب سے اعلیٰ طاقت میں ہی بن جاؤں گا۔ جب اس نے دیکھا کہ اوس وخرزج مسلمان ہو رہے ہیں تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر حال مسلمانوں سے مل گیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہود نبی ﷺ کے خلاف ہو گئے ہیں تو اس نے چاہا کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے اور مسلمان ہو جانے والے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں۔ اس لیے اس نے یہ رویہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر ان سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا اور دیگر اقوام کے سامنے ان کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا۔ اور چوں کہ وہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا۔ اس لیے جب موقع ملتا تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس گروہ کا نام مسلمانوں نے ”منافق“ رکھا۔

مدینہ کی یہ حالت تھی اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لیے اس جگہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنے والی طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے کہ ان سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعت اسلام میں جو کامیابی نبی ﷺ کو مدینہ منورہ میں بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی اس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیش گوئی فرما دیا تھا:

﴿وَلَا يَخِزُّهُ قَوْمٌ إِلَّا بِنِعْمَةِ اللَّهِ الْأُولَى﴾ [البقرہ: 6]

”پچھلا تیرے لیے پہلے سے بہتر ہوگا۔“



میں نے یہ مقام رو ما قلم بند کی تھی۔ اس تحریر میں تنبیہ کا ذکر نہیں اور نگارہ کا تو رو پایا جاتا ہے کیوں کہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اللہ نے انسان کے اعمال حسنہ و سیئہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے جو نیک ہوں گے۔ انھیں لذت جاودانی عطا فرمائے گا اور جو بد ہوں گے انھیں ابدی شعلوں میں جھونک دے گا۔ ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے کہ قیصر قسطنطنیہ کے عہد میں عیسائیت میں بت پرستی شامل ہوئی اور پادریوں کی پہلی کونسل اسی کی صدارت سے 325 میں قائم ہوئی۔ پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد میں نئی ترمیمات اور اصطلاحات عمل میں لانے لگی۔ اس لیے ہم نے جو متن میں لفظ عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل درج کیا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں کے جن مسائل میں اصلاح فرمائی تھی۔ آہستہ آہستہ اور جزا جزا مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی ان اصطلاحات کو قبول کر لیا ہے اور اپنے مذہب کا جزو بنالیا ہے۔ اگرچہ اب تک اپنے اس سچے محسن محمد رسول اللہ ﷺ کے شکر گزار نہیں ہیں۔ مثلاً یونینٹرین (Unitarian) کو دیکھیے کہ وہ مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے پرٹسٹنٹ (Protestant) فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا جو رہبانیت اور پوپ (Pope) کے الٹی اقتدار کا سخت منکر ہے۔ وغیرہ

باب اول 1

استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ، قریش کی شرارتیں، سازشیں اور حملے، یہود کی عہد شکنی سازشیں اور حملے، مسلمانوں کی کامیابی، منادیان اسلام کو وعظ و انداز میں آزادی ملنا، اسلام کی وسعت، امن بسیط کا قیام یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ ان کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصاً بہت طاقتور تھے اور اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے۔

اس معاہدہ کے جتنے فقرات درج ذیل ہیں: (1)

(1) هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وَ يَثْرِبَ مَنْ
تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ۔

یہ تحریر ہے محمد انبی ﷺ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندہ ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔

کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے برخلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے۔ مسلمان ان کی نصرت کریں گے۔

معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔ جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔

(2) إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ۔

(3) وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ۔

(4) وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ
الصَّحِيفَةِ۔

(5) وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْحَ وَالنَّصِيحَةَ وَالْبِرَّ دُونَ الْإِلْمِ۔

(6) وَإِنَّ الْيَهُودَ يُنْفِقُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا
مُحَارِبِينَ۔

(7) وَإِنَّ بَطَانَةَ يَهُودٍ كَانَتْ فِيهِمْ۔

- ﴿٨﴾ وَإِنَّهُ، لَمَّا يَأْتِمُ أَمْرٌ بِخَلِيفَةٍ
 ﴿٩﴾ وَإِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ۔
 ﴿١٠﴾ وَإِنَّ يَثْرِبَ حَرَامٌ جَوْفُهَا لِأَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ۔
 ﴿١١﴾ وَإِنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ غَيْرِ مُضَارٍّ وَلَا يَأْتِمُ
 ﴿١٢﴾ وَإِنَّهُ، مَا كَانَ بَيْنَ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ مِنْ حَدِيثٍ
 أَوْ اشْتِجَارٍ يَخَافُ فُسَادَهُ، فَإِنَّ مَرَدَّةَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 وَالْإِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ۔
- کوئی شخص اپنے معاہدہ کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔
 مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی۔
 مدینے کے اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب
 قوموں پر حرام ہے۔
 زہماری بھی معاہدہ قوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔
 اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا
 پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ اور محمد
 رسول اللہ ﷺ کے متعلق سمجھا جائے گا۔

گردونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

- اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے یہ چاہا کہ گردونواح کے قبیلوں کو بھی اسی
 معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے۔
- ﴿١﴾ جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلق الہی کے خون سے اللہ کی زمین رنگین رہتی ہے اس کا انسداد ہو جائے گا۔
 ﴿٢﴾ قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا مسلمانوں کے خلاف براہین نہ کر سکیں گے۔
- ﴿١﴾ اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبی ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال ہی وڈان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے)
 سفر فرمایا اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہد نامہ پر عمرو بن حفصی انصاری نے دستخط کیے تھے۔ ﴿١﴾
 ﴿٢﴾ اسی ارادہ سے بہ ماہ ربیع الاول 2 ہجرت اللہ کا نبی ﷺ رضوی کی طرف گیا اور ”کوہ بواط“ کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا۔
 ﴿٣﴾ اسی سن میں بہ ماہ جمادی الاخریٰ آنحضرت ﷺ ”ذی العشرہ“ تشریف لے گئے۔ یہ مقام بنو ع اور مدینے کے درمیان
 ہے اور بنو مدیج سے معاہدہ طے کر کے مدینے تشریف لائے۔ ﴿٣﴾
- اس مبارک ارادے کی تکمیل کے لیے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا پر آشکار ہو جاتا کہ رحمتہ للعالمین ﷺ دنیا میں تلوار
 چلانے کو نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ ﴿٣﴾

قریش نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی ﷺ کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ ان کے وطن کو چھوڑ کر تین سو (300) میل پرے جانے کے
 بعد بھی ان کو چین نہ آیا۔ پہلے بھی جب مسلمان حبش جا رہے تھے۔ اس وقت قریش نے حبش پہنچ کر ان کے گرفتار کر لانے کی کوششیں کی
 تھیں۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا اور مسند درمیان میں حائل تھا۔ اس لیے وہاں کچھ اور زیادہ کارروائی نہ کر سکے۔ اب جو مسلمان

﴿١﴾ زاد المعاد، ج: 1/334 ﴿٢﴾ زاد المعاد، ج: 1/334

﴿٣﴾ مسکن الہام کا قول ہے: ”مت سمحو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔“ مکی باب 10 درس 34۔

مدینہ جا رہے تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ قریش مکہ نے پہلے تو عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء کو جو اس وقت خراج میں سے ہنوز بت پرست تھے لکھ بھیجا۔

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے۔ اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کر دیں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔

اس خط کے آنے پر ابن ابی اور اس کے رفقاء نے نبی ﷺ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ نے اس حملہ کرنے والے مجمع میں خود جا کر گفتگو فرمائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا۔ قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے کہ اگر تم ان کی دھمکی میں آ گئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوگا۔ نسبت اس کے کہ تم ان کی بات سے انکار کر دو گے۔ کیوں کہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کر دو گے۔ اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑا تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔

نبی ﷺ کی یہ تقریر ان کے ایسی دل نشین ہوئی کہ تمام مجمع منتشر ہو گیا۔ [1]

دوسری سازش

اس کے بعد قریش مکہ نے اندر ہی اندر یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کر دی اور جب خفیہ طور پر ان کو اپنے ساتھ ملا چکے تب اپنی کامیابی کا پورا بھروسہ کر کے مسلمانوں کو کھلا بھیجا۔

قریش مکہ کی دھمکی

”تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے۔ ہم یثرب پہنچ کر تمہارا استیفاء کر دیتے ہیں۔“ اس پیغام کے بعد انھوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ

ربیع الاول 2ھ کا ذکر ہے کہ سرداران قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر البھری یثرب پہنچا اور مدینے والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے لوٹ کر لے گیا اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھلا گیا کہ ہم تین سو (300) میل کا دھاوا کر کے تمہارے گھروں سے تمہارے مویشی لے جاسکتے ہیں۔

پھر ماہ رمضان 2ھ کا ذکر ہے کہ ابو جہل نے مکے میں مشہور کر دیا کہ ہمارا قافلہ جو زرو مال سے مالا مال ہے اور شام سے آ رہا ہے مسلمان اسے لوٹیں گے۔ اس شہرت سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے اور وہ سب لوگ جن کے اقربا قافلے میں ہیں اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت رکھتے ہیں بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین

ایک ہزار (1000) جانناز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر (جن کی سواری میں سات سو (700) اونٹ اور تین سو (300) گھوڑے تھے۔ ابو جہل مکہ سے نکلا۔ جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کر کے یہ فوجی اجتماع ہوا تھا وہ مکہ میں بخیریت پہنچ بھی گیا مگر ابو جہل اس فوج کو لیے ہوئے برابر مدینہ کی جانب بڑھتا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا کہ یہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے۔ نبی ﷺ نے اس معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثالث مشورہ فرمایا۔ اب انصار سمجھے کہ آنحضور ﷺ ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ شاید حضور ﷺ نے یہ سمجھا کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں۔ انصار کی طرف سے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔ کسی سے معاہدہ فرمائیے، کسی کے معاہدہ کو نامنظور کیجیے۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر فشاء مبارک ہو لیجیے۔ ہم کو جو مرضی مبارک ہو، عطا کیجیے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضور ﷺ لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس مال سے جو حضور ﷺ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ ہم کو جو حکم حضور ﷺ دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ اگر حضور ﷺ عمران کے چشمے تک چلیں گے تو ہم ساتھ ہوں گے۔ اگر حضور ﷺ ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو حضور ﷺ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ﴿اَذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾ (المائدہ: 24) ”جا، تو اور تیرا رب دونوں لڑو، ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں“ کہہ دیں۔ ہم تو حضور ﷺ کے واسطے بائیں، آگے پیچھے قتال کے لیے حاضر ہیں۔ ﴿۱﴾ مسلمان پہلے کچھ تیار نہ تھے۔ انصار و مہاجرین ملا کر تین سو تیرہ (313) ایسے نکلے جو میدان میں جا سکیں۔

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی، کیوں کہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ لفظ اسلام کا مادہ سلم ہے۔ جس کے معنی صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لیے صلح کا پیغام لے کر آیا ہو، جس مذہب کے پیرو ایمانداروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو وہ کیوں جنگ کرتے؟ حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی کہ انھوں نے چپ چاپ گھروں کو، املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا اور حبش یا مدینہ چلے گئے تھے لیکن اب ایسی صورت آ پڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہ گیا۔ اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنے والا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پوتے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ کپڑوں، لتوں اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جاؤ۔ (لوقا 22/36) اسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر ان کو بھی چودہ (14) سال تک صبر کرنے اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دے دیا۔

اجازت جہاد کا پہلا حکم

چوں کہ یہ وہ پہلا حکم ہے جس کی رو سے مسلمانوں کو اجازت ملی ہے۔ اس لیے اصل مع ترجمہ ذیل میں درج ہے:

﴿ اِذْنٌ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بَانْتِهَامٍ ظِلْمًا وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهَدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيْعٌ وَصَلَوَاتٌ وَ مَسَاجِدُ يُذَكِّرُ فِيْهَا اَسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝﴾ [الحج 39-40]

”جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد پر بے شک قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اس لیے نکالے گئے کہ انھوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں سے) اللہ پاک دفع نہ کراتا تب ضرور عیسائیوں کے گرجا، یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اسم الہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرا دی جاتیں۔“

ناظرین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں جو مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں اور اس حکم میں یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعتیہ۔

پہلی وجہ

مدافعت کرنے والوں کا مظلوم اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا ہے اور وہ یہ وجہ ہے جسے آج کل کا مروجہ قانون ”تعزیرات ہند“ بھی ”حفاظت خود اختیاری“ کے نام سے جائز ٹھہراتا ہے۔

دوسری وجہ

ان کا گھر بار سے نکالا جانا۔ املاک سے بے دخل کیا جانا اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر۔

آشتی پسند ملک معظم ایڈورڈ ہٹچم نے جو پیغام حکومت ہند کے پچاس (50) سالہ جشن پر اپنی رعایا کو دیا تھا اس میں نہایت فخریہ لہجہ سے (اور اس امر پر فخر کرنا بالکل صحیح اور مناسب تھا) یہ بھی درج کیا تھا کہ اس پچاس (50) برس کے عرصہ میں کسی شخص کو بھی محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دی گئی۔ [1] لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جن کو ہر قسم کی ایذا کمیں اور جلا وطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دی گئی تھی۔

تیسری وجہ:

ایسی عام ہے جو یہ ثابت کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف انہی کے ذاتی، قومی، مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی بلکہ اس لیے بھی کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کے ساتھ ابھی حال ہی میں کیے تھے اور جس فراخ دلی سے ہر ایک مذہب کے لیے مذہبی آزادی عطا کی تھی اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑا دیں گے تو

[1] یہ بات تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ انگریزوں نے اپنی کمشنر اور تحصیلداروں کو مختلف علاقوں اور رستیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے پادریوں کی پشت پناہی کے لیے جایا کرتے تھے۔

سب مذہبوں کی آزادی ملایا میٹ ہو جائے گی اور سب کے مندر، سب کے گرجا، خاک ہو جائیں گے۔ کیوں کہ جب کوئی معاہدہ قوم معاہدہ کی حفاظت کرنے والی ہی نہ رہے تو معاہدہ پر عمل کیوں کر ہو سکتا ہے؟

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کے لیے ضروری ٹھہرا دیا کہ وہ باوجود بے سرو سامان ہونے اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی ان حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی روکیں گے۔^[1]

مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر

رمضان 2ھ کو اللہ کا نبی (ﷺ) اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے چلا۔^[2] اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام لشکر میں صرف دو (2) گھوڑے اور ساٹھ (60) اونٹ تھے۔

یہ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طائوت کے برابر تھی جب کہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا۔^[3]

جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے، اترا ہوا ہے۔

جنگ سے ایک روز پہلے نبی (ﷺ) نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا اور بتلایا کہ کل ان شاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہوں گے۔

17 رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی (ﷺ) نے نہایت تضرع سے اللہ کے حضور میں دعا کی اور یہ بھی عرض کی کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا پر توحید کی منادی کرنے والا کوئی بھی نہ رہ جائے گا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

نصرت الہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی۔ ان کے ستر (70) مشہور آدمی اسیر اور ستر (70) بہادر مارے گئے۔^[4] ابو جہل بھی اسی جگہ مارا گیا۔ یہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ وہ چودہ (14) سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت (ﷺ) کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی گیارہ (11) مارے گئے۔ تین جو بچ رہے تھے انھوں نے بالآخر اسلام قبول کر لیا۔

1 اس زمانے کا قانون جنگ 2 مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام 3 دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس امر کی مقتضی تھی کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا مگر رب رحیم کے نبی الرحمت (ﷺ) نے تاوان لے کر سب کو چھوڑ دیا۔ پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت (ﷺ) نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھادیں۔

اس واقعہ سے اس پیش گوئی کا بھی ظہور ہوا جو یسعیاہ کی کتاب 21/ (16-17) میں ان الفاظ میں درج ہے:

فِي مَدَّةِ سَنَةٍ كَسَنَةِ الْاجِيرِ - يَفْنَى كُلُّ مَجْدٍ قِيدَارٍ - وَبَقِيَّةُ عِدَدٍ قَيْسِي اِبْطَالٌ بَنِي قَيْدَارٍ تَقْلُ -

ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب حشمت جاتی رہے گی اور بہادران بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائے گی۔

اور اس پیش گوئی کا بھی ظہور ہوا جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی۔ جو یہ

[1] اس طرح کے جھگڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ تاہم ہمیشہ ان کے خلاف اٹھائی گئی اور اسلام کو تلواریں کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابری گئیں۔ لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا۔ اس کتاب میں مشہور غزوات کا مختصر لفظوں میں ذکر کیا جائے گا۔^[2] مہاجر 1 کما 66، انصار 2 کما 24۔

[3] بخاری: 3957, 3958, 3959 - [4] بخاری: 3039

ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ ”اللہ کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے۔“ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام ”یوم الفرقان“ ہے کیوں کہ اہل کتاب اور اہل اسلام کو ان پیش گوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [آل عمران: 123]

”اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ جب کہ تم کمزور تھے۔ اب اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرو تا کہ اس کے شکر گزار بنو۔“

قریش کی تیسری سازش اور نبی ﷺ کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ بدر میں قتل ہوا تھا اور عمیر بن وہب (جس کا بیٹا بنو ز مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر تھا) مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے اور نبی ﷺ کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ عمیر بولا: ”اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور اگر مجھے اپنے کنبہ کے بے کس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں خود مدینہ جاتا اور محمد ﷺ کو قتل ہی کر کے آتا۔“

صفوان بولا: ”تیرا قرض میں چکا دوں گا، اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ رہوں گا میرے ذمہ ہوگا۔“

عمیر بولا: ”بہتر یہ راز کسی پر نہ کھلے۔ پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا اور زہر میں اسے بھجوا دیا اور مکہ سے روانہ ہو گیا۔“

عمیر مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ کے سامنے اپنا اونٹ بٹھلا رہا تھا کہ اونٹ بول پڑا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا اور پہچانا اور دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ضرور مفسد ارادہ سے آیا ہے۔ اس لیے آگے بڑھ کر نبی ﷺ سے عرض کی کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس آنے دو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ اس کی گردن پکڑ کر نبی ﷺ کے سامنے لے گئے۔ نبی ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ دو۔ عمیر تم میرے پاس آ جاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ”کہو کس طرح آئے؟“ ”اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔“ نبی ﷺ نے پوچھا: ”یہ تلوار کیسی ہے؟“ عمیر بولا: ”یہ کیا تلوار ہے اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے بھی کیا کر لیا ہے۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم سچ بتلاؤ۔“ عمیر نے اسی جواب کو دہرایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”دیکھ تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا اور اسی ارادہ سے تو یہاں آیا ہے۔ عمیر تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ اللہ ہے۔“

عمیر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

عمیر رضی اللہ عنہ یہ سن کر حیران ہو گیا۔ بولا: اب میرا دل مان گیا ہے کہ آپ ضرور اللہ کے نبی اور رسول ﷺ ہیں۔ یہ بالکل آسان تھا کہ ساوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں جس کی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا۔

نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اپنے بھائی کو دین سکھلاؤ۔ قرآن یاد کراؤ اور اسکے فرزند کو آزاد کر دو۔ عمیر نے عرض کیا۔ اے رسول رحمت ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میرے دل میں آتا ہے کہ اب میں

بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستا رہا۔
عمیر کے مدینہ جانے کے بعد صفوان کا یہ حال تھا کہ سرداران قریش سے کہا کرتا تھا کہ دیکھو چند روز میں کیا گل کھلنے والا ہے۔ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے۔

جب صفوان کو خبر لگی کہ عمیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گیا تو اسے سخت صدمہ ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا عمیر رضی اللہ عنہ سے بات نہ کروں گا۔ نہ اسے کوئی فائدہ پہنچے دوں گا۔^[۱]
عمیر رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا۔ وہ اسلام کی منادی کرتا تھا اور اکثر لوگ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔

قریش کا تیسرا حملہ: غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر

بدر میں شکست پانے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھائی تھی۔ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ چنانچہ وہ دوسو (200) سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تارکی شب میں مدینہ کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالباً دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں اس لیے ابوسفیان آ خر شب وہاں سے نکلا، مسلمانوں کے پھلدار درختوں، کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اس کے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا آیا۔^[۲]
خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا۔ اس لیے اس کا نام ”غزوۃ قرقرۃ الکدر“ کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گرا تا گیا تھا۔ جسے مسلمانوں نے اٹھا لیا تھا۔ اس لیے اس کا نام ”غزوۃ السویق“ بھی ہوا۔

قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ احد (6 شوال یوم السبت 3 ہجری)

قریش مکہ اگلے ہی سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ انھوں نے ملک میں سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابو عزرہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر لیا تھا۔ تجارت شام کا پچاس (50) ہزار مثقال سونا، ایک ہزار (1000) اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیے گئے تھے۔ الغرض پانچ ہزار (5000) بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار (3000) شتر سوار، دوسو (200) اسپ سوار اور سات سو (700) زرہ پوش پیادہ تھے۔^[۳] مدینہ تک بڑھا چلا آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا اور مسلمانوں نے احد کے سرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا باہر نکل کر مقابلہ کیا۔

اسلامی لشکر ایک ہزار (1000) مرد تھے۔ عین وقت پر ابی بن سلول نے دغادی اور اپنے تین سو (300) ساتھیوں کو راہ ہی میں پھیر کر لے گیا۔ اس لیے سات سو (700) مسلمانوں پر پانچ ہزار (5000) حملہ آوروں کی مدافعت کا (جو انتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دے دی تھی اور ان کے بارہ (12) مشہور علم بردار (جن میں آنحضرت (8) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے) مارے جا چکے تھے۔ لیکن تیر اندازوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا جہاں انھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرما دیا

[۱] 8 ہجری کے بعد یہ صفوان خود بھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور مکہ کا مشہور سردار تھا مسلمان ہو گیا تھا، طبری 2/310، الطبرانی فی الکبیر 56/17، دلائل الہم 148/3، اسد الغابہ 289/4، تاریخ طبری 183/2، [۲] بخاری 3039، 4561، تاریخ طبری 184/2،

تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تازہ کیا اور چکر کاٹ کر عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے سچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا۔

نبی ﷺ کے پاس صرف 12 صحابی: ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے۔⁽¹⁾

دشمنوں نے اللہ کے نبی ﷺ پر پتھر پھینکے۔ ابن قریہ کے پتھر سے نبی ﷺ کی پیشانی، ابن شہاب کے پتھر سے نبی ﷺ کا بازو زخمی ہوا۔ عقبہ کے پتھر سے نبی ﷺ کے چارواں ٹوٹ گئے۔ نبی ﷺ پھر ایک غار میں گر گئے۔ خبر اڑ گئی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے۔ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمات میدان جنگ میں

مدینہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔ یہاں آ کر فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے باپ کے زخموں کو دھویا۔ پیشانی کا خون نہ تھتا تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزے اٹھائے اور زخموں کو پانی لالا کر پلاتی تھیں۔⁽²⁾ میدان جنگ میں ستر (70) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔⁽³⁾ جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے، شہید ہوئے۔⁽⁴⁾

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

ان کی بیوی کا نام حمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھا اسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے اسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اس نے اٹالہ پڑھا اور بھائی کے حق میں دعا کی۔ پھر اسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہیں اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی۔⁽⁵⁾

مائی صفیہ رضی اللہ عنہا کا استقلال

اسی جنگ میں نبی ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کے اعضاء کاٹ کر ان کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ رضی اللہ عنہا مادر زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حمزہ کی لاش دیکھنے آئی۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑ دی گئی اور بے حرمت کی گئی ہے لیکن یہ تو ہمارے لیے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا! میں نہ روؤں گی، نہ چلاؤں گی، صرف دعا پڑھ کر واپس لوٹ جاؤں گی۔⁽⁶⁾

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا جوش و جاں نثاری

اسی جنگ میں انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت پیا تھا۔ اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا: ”کیا حال ہے؟“ انھوں نے جواب دیا: ”کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔“ انس رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش

(1) بخاری: 4075، تاریخ طبری: 2/185، بعض کتب تاریخ میں یہ تعداد تین ہزار (3000) درج ہے۔ (2) بخاری: 4075، 2911، مسلم: 4642۔

(3) بخاری: 4078 (4) حضرت مصعب رضی اللہ عنہ پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں پر ہنر ہے۔ ان پر گھاس رکھا گیا۔ بخاری: 4042۔

(5) تاریخ طبری: 2/191 (6) تاریخ طبری: 2/189۔

سے کہا: ”مَوْتُوا عَلٰی مَا مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ“ ”آؤ جہاں رسول ﷺ نے جان دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔“ اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ جان نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے ستر (70) زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا۔^[1]

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پیغام بجانب اہل اسلام

اسی جنگ میں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی ﷺ نے ان کی تلاش میں آ دی بھیجے۔ ایک نے دیکھا کہ زخموں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا: ”کیا حال ہے؟“ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ”تم مجھے ابھی مردہ ہی سمجھو، لیکن مہربانی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور میری طرف سے یہ بھی گزارش کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو۔“

قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے اس وقت تک اگر دشمن نبی ﷺ تک پہنچ گیا تو اللہ کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔^[2]

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا۔ ان کی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی جسے وہ بار بار چومتے اور پیار کرتے تھے، میں نے پوچھا: ”یہ کون ہے؟“ فرمایا: ”یہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی برتر تھا اور قیامت کے دن وہ نقیبان محمدی ﷺ میں شمار کیا جائے گا۔“^[3]

عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے کس مزے سے جان دی

اسی جنگ میں عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ جس نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسار نبی ﷺ کے تلووں سے لگا دیے تھے۔^[4] اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے:

سربوقت ذبح اپنا اس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے

ابودجانہ، حنظلہ، علی مرتضیٰ، طلحہ رضی اللہ عنہم کی شجاعت و مردانگی

ابودجانہ رضی اللہ عنہ حنظلہ (خسیل الملائکہ) رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جان نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا اور آنحضرت ﷺ کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا تھا۔^[5]

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال

بنو دینار کی ایک عورت تھی جس کا باپ، بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بابت تلاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بفضل اللہ تعالیٰ صحیح و سالم ہیں۔ کہا: مجھے دکھاؤ۔ جب دور سے چہرہ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اٹھی:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ^[6] ”اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے۔“

[1] بخاری: 4783، 4048، 2805؛ حاکم: 624/2، طبقات لابن سعد: 78/3، اسد الغابہ: 433/2، تاریخ طبری: 188/2؛ زاد المعاد

[2] کنز العمال: 1359؛ ابن مساکر: 203/6، الدر المنثور: 371/4، اعلیٰ المصابیہ: 215/1، اسد الغابہ: 132/4؛ تاریخ طبری: 187/2

[3] ابن ہشام: 99/2، تاریخ طبری: 191/2

رحمۃ للعالمین ﷺ کی درگزر، معافی اور ظالموں کے لیے دعا

اسی جنگ میں بعض صحابہ جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے (جب کہ حضور ﷺ کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا۔ کاش آپ ان مشرکین پر بددعا فرمائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ لِعَانًا وَلَكِنْ بُعِثْتُ دَاعِيًا وَرَحْمَةً أَلَهُمْ أَهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔^(۱)

”میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو اللہ کی طرف بلائے والا اور سرپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کیوں کہ وہ مجھے نہیں جانتے۔“

قریش کی چوٹی سازش اور دس (10) واعظان اسلام کا مارا جانا

جنگ احد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا۔ چنانچہ 4 جبری میں قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات (7) اشخاص کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی ﷺ کے پاس بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ ہمارے ساتھ معلم کر دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے دس (10) بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے ان کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ صحابہ جنہوں نے ان کی زد میں پہنچ گئے تو ان کے دوسو (200) جوان آئے کہ انھیں زندہ گرفتار کر لیں۔ آٹھ (8) صحابی مقابلہ کرتے ہوئے شہید اور دو (2) بزرگوار خضیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور زید بن وہب رضی اللہ عنہ گرفتار کر لیے گئے۔

خضیب رضی اللہ عنہ وزید رضی اللہ عنہ صحابہ قید میں

سفیان ہزلی انھیں مکہ لے گیا اور قریش کے پاس فروخت کر آیا۔ قریش نے انھیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خضیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے بچے کو زانو پر بٹھلایا اور چھری لے کر رکھ دی۔ جب بچہ کی ماں نے یکا یک دیکھا کہ اس کا بچہ چھری لے کر قیدی کے پاس ہے جسے چند روز سے انھوں نے بے آب و دانہ رکھا تھا تو اس نے بے اختیار چیخ ماری۔

مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں

خضیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا۔ نہیں جانتی کہ مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں۔ ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خضیب رضی اللہ عنہ کو صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا: اگر اسلام چھوڑ دو تو تمھاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔ دونوں بزرگواروں نے جواب دیا کہ ”جب اسلام باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔“

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو۔ خضیب رضی اللہ عنہ نے کہا: ”دو رکعت نماز پڑھ لینے کی مہلت دی جائے۔“ مہلت دی گئی۔ انھوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خضیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا، لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے۔^(۲) بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی اتنی سے ان کے جسموں کے ایک ایک

^(۱) شفاء قاضی میاض: 81/1 (۲) ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں۔ (زواہل العاد: 244/3) (۳) یہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مانا تھے۔

(۴) بخاری: 3045، 4086

حصہ پرچہ کے لگائیں۔

ﷺ ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی ان کو ہمیشہ کی نجات اور اللہ کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا کہ ان تمام تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا لف تک نہیں کی۔

جان اور محبت رسول ﷺ کا موازنہ

ایک سخت دل نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا: ”کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمد ﷺ پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں؟“ خبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے جواب دیا: ”اللہ جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان فک جانے کے لیے نبی ﷺ کے پاؤں میں کاٹا بھی لگے۔“ [1]

اللہ کے اس برگزیدہ بندہ فقیہ الفقیان (جو انموذین جوان مردوں) نے مقتل اور قتل خانوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر فی البدیہہ اشعار کہے ہیں۔ ان سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت و محبت اسلام کی پاکیزہ صورت بخوبی نظر آتی ہے

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْبَوَا قَبَائِلُهُمْ وَاسْتَجَمَعُوا كُلَّ مَجْمَعٍ
وَكُلُّهُمْ مُبْدِي الْعَدَاوَةِ جَاهِدُ عَلَيَّ لَا تَنِي فِي وَثَاقٍ بِمَضْيَعٍ
وَقَدْ جَمَعُوا أَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَقَرَّبْتُ مِنْ جَذَعٍ طَوِيلٍ مُنَمَّعٍ
وَقَدْ خَيْرُونِي الْكُفْرَ وَالْمَوْتَ دُونَهُ، وَقَدْ هَمَلْتُ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَجْزَعٍ
فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ وَتَحَشُّعًا وَلَا جَزَعًا إِنِّي إِلَى اللَّهِ مَرْجِعِي
وَمَا بِي حِذَارُ الْمَوْتِ إِنِّي لَمَيِّتٌ وَلَكِنْ حِذَارِي حَجْمُ نَارٍ مُلْفَحٍ
قَدْ أَلْعَرَّضْتُ صَبْرِي عَلَى مَا يُرَادُّ بِي فَقَدْ بَضَعُوا الْحِمِيَّ وَقَدْ يَأْسَ مَطْمَعِي
إِلَى اللَّهِ أَشْكُو غُرْبَتِي ثُمَّ كُرْبَتِي وَمَا أُرْصَدُ الْأَحْزَابُ لِي عِنْدَ مَضْرَعِي
فَوَاللَّهِ مَا أَرْجُوا إِذَا مِتُّ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللَّهِ مَضْرَعِي
وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَأَنْ يَشَأْ يُسَارِكْ عَلَيَّ أَوْ صَالٍ شَلُوْ مُتْرَعٍ

”انہوہ در انہوہ لوگ میرے گردا گرد کھڑے ہو رہے ہیں اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔ یہ سب کے سب عداوت نکال رہے اور میرے برخلاف جوش دکھا رہے ہیں اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں۔ قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے اور مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔ انہوں نے کہہ دیا ہے

[1] طبری دامن ہشام جلد 2 ص: 123 [2] از سیرت ابن ہشام جلد 2 ص: 123۔ سمجھیں میں صرف اشعار نمبر 9 و نمبر 10 مروی ہیں۔ براہِ ران اسلام کو استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ شعر نمبر 6 سے تو انشع و انحصار اور جلال ربانی کے سامنے اپنی خشیت و نیاز کے سبق لیتا چاہیے۔ زاد المعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے۔ حاشیہ پر جو ان کی عداوت سے الفاظ درج کیے گئے ہیں یہ زاد المعاد ص: 351 جلد 1 سے لیے گئے ہیں۔

کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے مگر اس سے تو موت میرے لیے بہت سہل ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو لگا تار جاری ہیں مگر مجھے کچھ ٹھیکیدانی نہیں۔ میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا اور نہ روؤں اور چلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔ موت سے مجھے اس لیے ڈر نہیں کہ میں مر جاؤں گا لیکن میں تو پٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں۔ اس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت یعنی چاہی اور مجھے ٹھیکیدانی کے لیے فرمایا ہے۔ اب انھوں نے زرد کو ب سے میرا تمام گوشت کوٹ دیا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے۔ میں اپنی درمائیگی اور بے وطنی و بے کسی کی فریاد اور ان ارادوں کی (جو میرے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) اللہ سے کرتا ہوں۔ واللہ! میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ راہ حق میں کس پہلو پر گرنا اور کیوں کر جان دیتا ہوں۔ اللہ کی ذات سے اگر وہ چاہے تو یہ بالکل امید ہے کہ وہ پارہ ہائے گوشت کے ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے۔“

سب سے آخر میں یہ دعائی: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْنَا رِسَالَةَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْنَا مَا يُصْنَعُ بِنَا۔ ”اے اللہ! ہم نے تیرے رسول ﷺ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسول ﷺ کو ہمارے حال کی اور ان کے کرتوتوں کی خبر فرما دے۔“ سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمال میں سے تھے) ان کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے وجہ پوچھی۔ وہ بولے مجھے نہ کوئی مرض ہے، نہ کوئی شکایت ہے جب ضییب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت ضییب رضی اللہ عنہ کی باتیں یاد آ جاتی ہیں، میں کانپ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ [1]

ایک اور سازش اور ستر (70) مبلغین اسلام کا قتل کیا جانا

ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے لیے کچھ منادی میرے ساتھ بھیج دیجیے۔ اس کا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا کہ منادی کرنے والوں کی حفاظت کی جائے گی۔ نبی ﷺ نے منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو مع ستر (70) صحابہ کے جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے اس کے ساتھ کر دیا۔ جب وہ بیئر معونہ پر جا پہنچے جو بنی عامر کا علاقہ تھا تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامہ نبوی ﷺ دے کر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کر دیا۔ جبار بن سلمیٰ ایک شخص تھا جس نے حاکم کے اشارے سے ان کی پشت میں نیزہ مارا تھا جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ انھوں نے گرتے ہوئے کہا: فُوْتُ وَ رِبِّ الْكُعْبَةِ: ”قسم ہے کعبہ کے رب کی، میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔“ [2]

قاتل کا مقتول کے آخری کلمہ سے اسلام لانا

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کر دیا۔ کعب بن زید رضی اللہ عنہ نے جو کشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچائی۔

[1] اسد الغابہ: 2/483

[2] بخاری: 4042، 4091، مسلم: 677، احمد: 137/3، نزہ العاد: 247/3

کعب بن زید رضی اللہ عنہ نے جو کشنگان منجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ رہے تھے اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچائی۔

قریش کا پانچواں حملہ: عہد شکنی یا فتح مکہ

اسی سال (8 ہجری) مسلمانوں کو اضطراب اور مضام میں مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی کہ 6 ہجری میں جو معاہدہ قریش نے نبی ﷺ سے بمقام حدیبیہ کیا تھا اس کی ایک دفعہ میں یہ بھی تھا۔

”دس (10) سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی ﷺ کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں۔“

اس کے موافق بنی خزاعہ نبی ﷺ کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔ معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابی جہل، سمیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کیے تھے) صفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش) نے خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی و موالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے۔^[1] ان بے چاروں نے امان بھی مانگی، بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ نہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الھک الھک (اپنے رب کے واسطے، اپنے رب کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا الْيَوْمَ^[2] (آج رب کوئی چیز نہیں)

مظلوموں کے بچے گھٹے چالیس (40) آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی، نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ نے پروردگار میں تمام واقعات گوش گزار کیے۔ اس نظم کے جتہ جتہ اشعار درج کیے جاتے ہیں:

إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُواكَ الْمَوْعِدَا وَنَقَضُوا مِيثَاقَكَ الْمُرَكَّبَا
وَجَعَلُوا فِي كَيْدٍ رَصَدَا وَزَعَمُوا أَنَّ لَنَا أَدْعُو أَحَدَا
وَهُمْ أَذِلُّ وَأَقْلُّ عَدَدَا هُمْ يَبْتُونَا بِالْوَيْسِرِ^[3] هُجْدَا
فَقَتَلُونَا رُغْبًا وَرُغْبَا^[4]

”قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی۔ انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا۔ ہمیں شک گھاس کی طرح پامال کر دیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا۔ وہ تو ذلیل اور قلیل ہیں اور انہوں نے ویر میں ہم کو سوتے ہوئے جالیا۔ ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا۔“

① معاہدے کی پابندی ② فریق مظلوم کی داورسی ③ دوست دار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی ﷺ مکہ کی

[1] تاریخ طبری: 296/2۔ [2] سیرت ابن ہشام: 395/3۔

[3] ویر پان مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے جس پر بنو خزاعہ آباد تھے۔ (مجموع البلدان)

[4] اس مصرع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اگرچہ مورخین کا اتفاق ہے کہ بنی خزاعہ کی مذہب نبی ﷺ نے فرمائی تھی وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ (مقول از طبری و سیرت ابن ہشام ص: 211)

جانب سوار ہو گئے۔ (دس ہزار کی جمعیت ہمراہ تھی) دو منزل چلے تھے کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبد اللہ بن ابوامیہ آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہوئے۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی ﷺ کو سخت ایذائیں دی تھیں اور اسلام کو منانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا اور اپنا رخ پھیر لیا۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا تھا اور عبد اللہ حقیقی چھوٹا بھائی (عائکہ) کا لڑکا ہے۔ اسنے قرہی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتلائی کہ جن الفاظ میں برادران یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر انہی الفاظ کا استعمال کرو۔ نبی ﷺ کے عقو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ انہوں نے نبی ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:

﴿ تَاٰلَهُ لَقَدْ اٰتٰرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴾ [یوسف: 91]

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

﴿ لَا تَقْرُبْ عَلٰیْكُمْ الْیَوْمَ اللّٰهُ یَغْفِرَ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ﴾

اس وقت ابوسفیان نے جب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے۔

لَعَمْرُكَ اِنِّیْ جِئْتُ اَخْبِلُ رَاۤیَۃً تَسْعَلِبُ خَیْلُ اللَّاتِ خَیْلَ مُحَمَّدٍ

لَعَالِ الْمَذْلُجِ الْخَبْرَانِ اَظْلَمَ لَیْلَۃً فَهَلْذَا اَوْ اِنِّیْ جِئْتُ اَهْدٰی فَاَهْدِ

هٰذَا اِنِّیْ هَادٍ غَیْرَ نَفْسِیْ وَ ذَلِیْیْ اِلٰی اللّٰهِ مَنِ طَرِدْتَهُ، كُلُّ مُطَرَّدٍ

”قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لیے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بت کا نام) کا لشکر محمد ﷺ کے لشکر پر غالب

[1] صحیح بخاری: 4276، 1744۔ اب پڑھیے غزل الغزلات 5 باب 10 درس ”میرا محبوب سرخ و سفید ہے وہ دس ہزار (10000) آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے اسی باب کا درس 16۔ جو اردو بآئیل آج کل مشن ملک میں پھیلا رہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ”ہاں! وہ میرا عشق انگیز ہے۔ اسے بروہم کی جٹیو! یہ میرا پیارا یہ میرا چائی ہے۔“ مگر عبرانی بآئیل کے الفاظ ہیں: ”خلوہم یوم“ زہ دوری و زہ رقی۔ بلوٹ بروہلا یوم۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: وہ تو ٹھیک گھر ہے۔ میرا غلیل! میرا حبیب یہی ہے۔ اسے دختران بروہلم! پادری صاحبان کا اتفاق ہے کہ غزل الغزلات میں دیکھ (قبلہ) نے کسی موعود بزرگ کے عشق میں ترانہ گایا ہے۔ اس کے بعد پادری صاحبان اسے حضرت مسیح کے حلق فرماتے ہیں! لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود ہی نام مبارک ”محمد ﷺ“ بھی فرمادیا ہے اور ان کا پتا دے دیا کہ وہ دیکھ! میں دس ہزار (10000) آدمیوں کے درمیان آئے گا۔ تو اب ممدوح کا صحیح پتا لگ جانے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ عبرانی لفظ ”محمدم“ کا ترجمہ عشق انگیز کرنا سراپا لفظ ہے۔

شاید کوئی کہے کہ اس پیشین گوئی سے نبی ﷺ کا دس ہزار (10000) فوج کے ساتھ مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے مکہ کا نام دکھلانے کے لیے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب استثناء 33 باب 2-1 درس ہے۔ ”یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ علیہ السلام مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ وہ خداوند مینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار (10000) قدمیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دانے ہاتھ ایک آتش شریعت ان کے لیے تھی۔“ مینا سے آنے سے موسیٰ علیہ السلام اور شعیر سے جو دس ہزار (10000) صحابہ جن اللہ کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آتش شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیوں کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں سے اللہ کا کلام سنا تھا۔ ان کے لیے اس سے مراد یہ تھی کہ اہل مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو جائیں گے۔

آجائے۔ ان دنوں میں اس خارِ پشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آ گیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے رستے پر ہو جاؤں۔ مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے اور اللہ کا رستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے جس کو میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے۔“ [1]
 نبی ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا [2] کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ تک پہنچ کر باہر خیمہ زن ہو گئے اور اہل مکہ کو باخبر کرنے کے لیے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تب ان کو خبر ہوئی۔ دوسری صبح نبی ﷺ نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو اور ان احکام کی پابندی کرے۔

فوج کو ہدایت اور احکامِ رحم

- ① جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ② جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ③ جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ④ جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ⑤ جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ⑥ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

[1] زاد المعاد: 400/3، مستدرک حاکم: 44، 43/3 [2] صحیح بخاری: 4235، 4281 فتوح البلدان بلاذری ص: 45 ملاحظہ کیجیے۔ ملائی نبی کتاب 3 باب اورس۔ اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی بیکل میں ناگہاں آوے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ 2۔ پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ نمود ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔

اس الہامی عبارت سے ثابت ہے کہ رسول مہمود و موعود کا انظار اس کی علامات معلوم کرنے کا شوق سب کو لگا ہوا تھا اور انبیاء سلف اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس کی علامات بیان کر دیں۔ ملائی نبی کی کتاب عہد نامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے۔ اسے اس پیش گوئی کے مصداق سمجھا جاتا ہے۔ 2۔ پر اس کے موافق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مسیح علیہ السلام کی وجوہات ذیل اس پیش گوئی کے مصداق نہیں۔

- ① مسیح نے اس پیش گوئی کو حضرت مسیح کی بابت نہیں بتلایا حالانکہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے
- ② قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیح علیہ السلام کی بابت نہیں کہا۔
- ③ مسیح علیہ السلام کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں نہ کہ رسول۔
- ④ بیکل میں دشمن ان کے سامنے مظلوب نہیں ہوئے بلکہ دشمنوں نے مسیح کو مظلوب کر لیا۔
- نبی ﷺ پر یہ پیش گوئی بوجوہات ذیل صادق آتی ہے۔
- ① ”اپنی بیکل“ کا لفظ موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس مکان کی طرف آئے گا جسے بیکل ہونے کا درجہ خود اس نے بخشا ہو۔ چنانچہ کعبہ کو آنحضرت ﷺ نے قبلہ قرار دیا۔ اور فتح مکہ سے قریب اسات برس پہلے قرار دے چکے تھے۔
- ② ”ناگہاں آوے گا“ خود آنحضرت ﷺ کی دعائیہی: اَللّٰهُمَّ اَصْرِ بْ عَلٰی اَقْدَانِهِمْ حَتّٰی لَا يَبْغُوْهُمْ بَغْتَةً (بلاذری) اور ایسا ہی ہوا۔
- ③ لفظ رب الافواج بطور براعت الاستحلال ہے کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہوگا۔
- ④ اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا۔
- ⑤ لفظ عہد کا رسول انہی معنوں میں ہے جس میں لفظ وہ نبی یوحنا شعیب (یعنی نبی) نے استعمال کیا ہے اور مسیح علیہ السلام نے انکار کیا کہ میں وہ نبی نہیں ہوں۔ دیکھو یوحنا 1 باب 22 درس۔

⑦ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

⑧ اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں صرف اس دست کا جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ماتحت تھا کچھ مقابلہ ہوا جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔ مقابلہ میں دو (2) مسلمان اور اٹھائیس (28) مقابل کام آئے۔

اللہ کا برگزیدہ رسول ﷺ جس وقت (20 رمضان) شہر میں داخل ہوا اس وقت سر جھکائے ﴿قرآن مجید (سورہ فتح) کی تلاوت فرما رہا تھا اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ کو چارہا تھا﴾ اور اونٹ پر اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر پہلے اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اس وقت بیت اللہ کے گرد اگر دو تین سو ساٹھ (360) بت رکھے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک سے) ہر ایک بت کو گراتے جاتے تھے اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے:

① ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [نہی اسرائیل: 81]

② ﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبَدِّلُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ [سہ: 49] ﴿﴾

اس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔ ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی ﷺ نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھول دو۔ اس نے انکار کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ اچھا تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا اسے عطا کروں گا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد و لیل و جاہ ہو جائیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہوں گے۔ اب نبی ﷺ نے کلید لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اللہ اکبر کے ترانے گائے اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا۔

اسی عرصہ میں مکہ کے وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے جنہوں نے:

① بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا یا کرایا تھا۔

② سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھربار سے نکالا تھا۔

③ دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لیے جیش، شام، نجد، یمن تک کے سفر کیے تھے۔

④ جنہوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو (تین سو (300) میل پرے چلے جانے کے بعد بھی) چھین

سے نہیں رہنے دیا تھا۔

⑤ اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑی طعرات سے مفتوح شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔

⑥ بخاری: 4281۔ اب یسعیاہ نبی کی کتاب باب 21 درس دیکھو جس میں ایک گدھے کے سوار حضرت مسیح علیہ السلام اور ایک اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ ﷺ (دونوں پر اللہ کا درود ہو) ہر دو حالات کا مقابلہ کرو۔ حضرت مسیح علیہ السلام بیت اہل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ وہاں اندروں، کچھ تر فرشتوں و غیرہ کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے یسعیاہ نبی کی پیش گوئی کو سچا ٹھہرایا۔ ⑦ بخاری: 4287، 2478۔ پہلی اور دوسری آیت میں بت پرستی کو باطل بتلا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ اب اس گھر میں بت نہ رکھے جائیں گے۔ چودہویں صدی گزر رہی ہے اور اس پیش گوئی کی صداقت آشکارا ہو رہی ہے جو نبی باعلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیش گوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیوں کر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے۔

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کو فتنہ کرنے میں زر سے، مال سے، زور سے، تدبیر سے، ہتھیار سے، تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے اور انہی ناپاک کوششوں میں اکیس (21) سال تک برابر منہمک رہے تھے۔

اللہ کا رسول ﷺ جسے اللہ نے تمام مخلوق کے واسطے رحمت بنایا جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عم رسول ﷺ) نے عرض کی کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔

حق بحق دار

نبی ﷺ نے فرمایا: الْيَوْمَ يَوْمَ الْبِرِّ وَالْوَفَاءِ ﴿١﴾ ”آج کا دن تو سلوک کرنے، پورے عطیات دینے کا ہے“ پھر عثمان کو بلایا۔ اسی کو کلید مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے

اب رحمۃ للعالمین ﷺ اس گردن زدنی و کشتی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنَّ اللَّهَ قَدْ ذَهَبَ عَنْكُمْ نَحْوَةُ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعْظُمُهَا بِالْأَبَاءِ - النَّاسُ مِنْ آدَمَ وَ آدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ - ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ﴾ (الحجرات: 13) اِذْهَبُوا فَأَنْتُمْ الطُّلُقَاءُ لَا تَنْزِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ - ﴿٢﴾

”اے جماعت قریش! اللہ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا ہے۔ (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنایا گیا تھا۔ اللہ فرماتا ہے: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور گوت و قبیلے سب پہچان کے لیے بنا دیے ہیں اور اللہ کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔ پھر فرمایا: چاہو تم آزاد ہو اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔“

اسلام لانے والوں سے بیعت اور اس کی شرائط

پھر نبی ﷺ نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول فرمائی۔ اس موقع پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک ایک شخص کو پیش کرتے تھے۔ ﴿١﴾ بیعت کرنے والوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا:

- ﴿١﴾ میں اللہ کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں، صفات میں اور استحقاق عبادت و استحقاق استعانت میں شریک نہ کروں گا۔
- ﴿٢﴾ میں چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، خون ناحق نہ کروں گا، لڑکیوں کو جان سے نہ ماروں گا، کسی پر بہتان نہ لگاؤں گا۔
- ﴿٣﴾ میں امور حق میں نبی ﷺ کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا۔ ﴿٤﴾

﴿١﴾ تفسیر ابن کثیر: 2/299۔ ﴿٢﴾ زاد المعاد: 3/408، تاریخ طبری: 2/308، ابن ہشام: 412/2۔ ﴿٣﴾ طبری: 2/309۔

﴿٤﴾ طبری: 2/309، اس بیعت کے الفاظ کو جو اقبال مندی اور عروج میں لوگوں سے کہلوائے گئے۔ بیعت عقبہ ادا کی کے الفاظ سے (جو کہ نبی ﷺ نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جا کر اہل مدینہ سے کہلوائے تھے) ملا کر دیکھو کہ ذرا بھی فرق معلوم نہ ہوگا۔ یہی کوئی آنحضرت ﷺ کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتی ہے۔

عورتوں سے مزید اقرار بیعت

عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لیے جاتے تھے:

کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی، طمانچوں سے چہرہ نہ پیشیں گی۔ نہ سر کے بال کھسویں گی، نہ گریبان چاک کریں گی، نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی اور نہ قبر پر سوگ دار بیٹھیں گی۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا کہ پانی کے باسن میں آنحضرت ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے۔ پھر بیعت کرنے والی اس باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی۔ دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لے کر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے۔

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمر نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا فضالہ آتا ہے؟“ فضالہ بولا: ”ہاں۔“

نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟“

فضالہ بولا: ”کچھ نہیں، میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔“

نبی ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: ”اچھا تم اپنے رب سے اپنے لیے معافی کی درخواست کرو“ یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

فضالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ”کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا اور آنحضرت ﷺ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہو گئی کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔“

میں یہاں سے گھر کو چلا، راستہ میں میری معشوقہ ملی جس کے پاس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے کہا: فضالہ رضی اللہ عنہ ایک بات سنتے جاؤ۔

میں نے جواب دیا: نہیں، نہیں۔ اللہ اور اسلام ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔^(۱)

نبی ﷺ کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائے گا اگر مختصرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں ذکر نہ کیا جائے۔ واضح ہو کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں۔ لیکن چار (4) مرد، دو (2) عورتیں^(۲) جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے، اعلان کر دیا گیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

ان چار (4) مردوں میں سے صرف ابن نخل کو قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اس لیے قتل کر دیا کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین مکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن الاسود اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دی گئی۔

(۱) مکرمہ علاوہ ازیں کہ ابو جہل کا بیٹا تھا اور بار بار مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال میں بھی بنو خزاعہ کو جو مسلمانوں کے حلیف

(۱) زاد المعاد: 413/3، ابن ہشام: 417/2۔ (۲) سنن ابوداؤد: 2683۔

تھے تباہ کرنے کا باعث یہی تھا۔

② ہمارے سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کے جب کہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں نیزہ مارا اور کچاوا گرا دیا تھا۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور بالآخر اسی صدمہ سے انھوں نے وفات پائی تھی۔

③ عبداللہ بن ابی سرح کہنے لگا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمد ﷺ تو مجھ سے سن کر لکھوا دیتے ہیں۔

ﷺ ایسے بحرین پر رحم فرما نبی الرحمة ﷺ ہی کا کام ہے۔

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتل عدا کا ارتکاب کر چکی تھی سزا و قصاص دی گئی۔

معافی پانے والوں میں ہند زوجہ ابوسفیان بھی ہے۔ اس عورت نے نبی ﷺ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا، ان کی ناک کو کاٹ کر دھاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

وحشیؓ کو بھی معافی دی گئی جس نے امیر حمزہؓ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عسکر (لشکر) نے مکہ فتح نہیں کیا تھا بلکہ خلق محمدی ﷺ اور عنود رحم

مصطفوی ﷺ نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ ④

فتح مکہ کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔

مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اجڑ کر گئے تھے ان کے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا اب ان مسلمانوں نے نبی ﷺ سے

اپنی جائیدادوں کے واپس دلانے جانے کی درخواست کی، لیکن نبی ﷺ نے ان کی اس درخواست کو بھی نامنطور فرما دیا۔ ⑤

گویا حضور ﷺ کا مدعا یہ تھا کہ جن چیزوں کو تم اللہ کے لیے چھوڑ چکے ہو، اب ان کی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو۔

فتح مکہ کا بیان (جس کے ضمن میں انبیاء گذشتہ کے کئی صحیفوں کی پیش گوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پچتر میں قارئین کو

ایک اور زبردست پیش گوئی پر توجہ دلاتا ہوں۔

قرآن مجید میں سورہ یوسف ہے جس کا نزول مکہ میں ہوا تھا۔ اس سورہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ

الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ﴾ (یوسف 102) ”یہ غیب کی خبریں ہیں جس کی وحی تیرے اوپر بھیجی جاتی ہے۔“

اب قارئین حضرت یوسف علیہ علی آباء السلام (جو کہ کریم ابن الکریم، ابن الکریم، ابن الکریم) کے خطاب سے مخاطب ہیں،

کے حالات سے نبی کریم ﷺ کے حالات کی مماثلت معلوم کریں۔

① حضرت یوسف ﷺ پر بوجہ ان کے روحانی کمالات کے ان کے بھائیوں نے حسد کیا، اسی طرح نبی ﷺ پر بھی آپ کے

بھائیوں نے حسد کیا۔

② حضرت یوسف علیہ السلام چاد کے اندر رہے اور نبی کریم ﷺ عار کے اندر۔

③ حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال زندان میں بسر کیے اور آنحضرت ﷺ نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے تھے۔

④ حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جا کے جاہ و جلال ملا اور آنحضرت ﷺ کو وطن سے باہر مدینہ میں جا کے کامیابی ہوئی۔

⑤ علماء میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا یا صلح سے اس پر قبضہ ہوا۔ ⑥ زاد المعاد ص: 320۔

⑤ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں ان کے بھائی التجا لے کر گئے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی حضور ﷺ کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔ صحیح بخاری باب الاستقاء میں ہے کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا تو ابوسفیان نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، کہا: يَا مُحَمَّدُ جِئْتُ تَأْمُرُنَا بِصَلَاةِ الرَّحْمِ فَأَدْعُو اللَّهَ لَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قراہنداروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں۔ دیکھ ہم قحط سے مر رہے ہیں، دعا کیجیے کہ یہ مصیبت ٹلے اور آنحضرت ﷺ کی دعا سے قحط رفع ہوا۔ ①

⑥ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لیے غلہ بھجوایا اور آنحضرت ﷺ نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو حکم دے کر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا۔

⑦ حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت کو بالآخر ان کے بھائیوں نے تسلیم کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی عظمت کو بھی ان کے بھائیوں کو بالآخر تسلیم کرنا پڑا تھا۔

⑧ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ایدہ ہندہ بھائیوں کے لیے يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ کی دعا فرمائی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبد اللہ بن امیہ کو جنھوں نے برسوں حضور ﷺ کو ستایا تھا، اسی دعا سے شاد کا فرمایا تھا۔

⑨ حضرت یوسف علیہ السلام کی علوم مرتب کا اظہار ان کے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے تایا عباس (جن کو حدیث میں صنو آبِ مثل پدر فرمایا گیا ہے) ایمان لائے تھے۔

⑩ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو ﴿لَا تَنْسِبْ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ [یوسف: 92] کہہ کر معاف فرمادیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اپنے بھائیوں کو جنھوں نے ہزار ہا اذیتیں دی تھیں اسی کلام طیب سے خورسند (شاداں) فرمایا تھا۔

چونکہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو مکہ میں دی گئی تھی اور سورہ یوسف کا اعلان مکہ میں منگروں کے اندر ہو چکا تھا۔ جن کا ظہور اتم فتح مکہ تک ہو گیا۔ اس لیے سورہ مذکور کو بھی فتح مکہ سے مناسبت خاص ہے اور تمام سورہ آنحضرت ﷺ کے لیے پیش گوئی کا حکم رکھتی ہے۔

فتح مکہ کے نتائج، اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات

فتح مکہ کے بعد (جولج اور معانی سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے) اسلام لانے والوں کی تعداد کثیر در کثیر ہو گئی تھی۔ اس کے چند اسباب ہیں:

- ① بہت سے قبائل اسلام سے اس لیے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا۔
- ② بہت سے قبائل اسلام سے اس لیے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے، مگر ان کے تعلقات یا رشتہ داری قریش کے ساتھ وابستہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائیں گے اور یہ لوگ قریش کے غیض و غضب کے مورد بن جائیں گے۔

③ بہت سے قبائل کی رائے تھی کہ مسلمانوں کا مکہ پر قبضہ ہو جانا ہی ان کی صداقت کا صحیح نشان اور مقبول الہ ہونے کا ہو سکتا ہے کیوں کہ سینکڑوں سال سے قومی روایات ان میں چلی آتی تھیں کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پاسکتا جس کے ساتھ رب العالمین کی نصرت و تائید نہ ہو۔

فَيَقُولُونَ اَتَرْكُوهُ وَقَوْمَهُ فَاِنَّهُ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَيُؤَيِّدُوهُمْ نَبِيٌّ صَادِقٌ ④

”قبائل کہا کرتے تھے کہ اسے اپنی قوم سے سلجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گیا تو ضرور سچا نبی ہے۔“

④ ہنوز مختلف قبائل میں بیسیوں بوڑھے ایسے موجود تھے جنہوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس ② ہزار لشکر ہزار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے اور ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود نسل کا تھا۔ ③

ان بوڑھوں نے اپنی آنکھ سے ساٹھ (60) برس ④ پیشتر ان حبشیوں کو مکہ پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اہل مکہ ان کے ڈر سے گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے اور شہر میں ایک بھی شخص حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنے والا نہ رہ گیا تھا۔ بایں ہمدانہوں نے دیکھا تھا کہ فوج خستہ و برباد ہوئی اور سردار فوج با حال تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی، نہ ہاتھی بلکہ سب کے لاشے مکہ سے چار کوس پر پڑے سرڑے تھے۔

ان بوڑھوں کو اب تک عبد مناف اور ابرہہ کی گفت و کلام بھی یاد تھی کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر اترا تو انہوں نے مکہ کے مویشی جو جنگل میں چر رہے تھے پکڑ لیے۔ ان میں عبد مناف کے بھی سو (100) اونٹ تھے۔ عبد مناف ہمارے نبی ﷺ کے پردادا تھے اور اس وقت مکہ کے سردار وہی تھے۔ خوب لمبے چوڑے، سرخ و سفید، شکل سے امارت و رعب برستا تھا۔ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے اور سردار فیل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اس نے تعظیم دی اور برابر بٹھلایا اور پوچھا کہ کس طرح تشریف لائے۔ عبد مناف نے کہا: ”ہمارے مویشی آپ کی فوج نے پکڑ لیے ہیں، براہ مہربانی ان کے چھوڑ دینے کا حکم دیجیے۔“

⑤ بخاری: 4302 ② فرنیچ، پروفیسر سیڈ (sade) نے اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب ص 33 میں لشکر حبش کی تعداد چالیس ہزار (40,000) تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ جنرل ابرہہ الاشرام نے جو یمن میں نباشی کا نائب سلطنت بھی بن گیا تھا معاہدہ میں ایک گرا قبیلہ کیا تھا جس کی عمارت نہایت عجیب تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آ کرے، جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں جب اسے دیگر تدابیر میں کامیابی نہ ہوئی تب کعبہ کے گرانے کو آ یا تھا۔ عبد اللہ بن زہری شاعر اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے:

واسئل امیر الجیش عسا ماری ولسوف یبسی الجاہلین علیہما

متون الفالیم یوبوا ارضہم بل لم یعش بعد الایاب مقیمہا

”ذرا پوچھو کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا جسے خبر ہے وہ بے خبروں کو بتلا دے گا کہ ساٹھ ہزار (60,000) سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ گیا تھا۔ اور اگر کوئی مرتا پڑتا تو افسوس کیا بھی تو وہ بھی نہ بچا تھا۔“

چوں کہ پروفیسر سیڈ (Sade) نے لکھا ہے کہ جنرل اریاط (Aryat) ستر ہزار (70000) فوج لے کر 525ء میں آیا تھا۔ اس لیے جب نہیں کہ عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو۔ اور اشرام جو اریاط کا نائب و قاتل ہے یمن میں دس ہزار (10000) فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار (60000) فوج مکہ لایا ہو۔

③ باقیوں کی ایک عظیم اقلیت نور تھی جو اب دنیا سے ناپید ہو گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اس نسل کا نام (Mamath) ہے۔ عرب نے اسی کو معرب کر کے محمود بناتیا ہے۔ (از تاریخ دول العرب)

④ ہمارے زمانہ 1912ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکھنؤ کے سپاہی زندہ ہیں بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی ہیں۔

ابرہہ بولا: ”جب آپ آئے تھے تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی لیکن آپ کی باتیں سن کر اب نہ وہ وقعت قائم رہی، نہ عزت۔“

عبدالمناف نے پوچھا: ”یہ کیوں؟“

ابرہہ بولا: ”دیکھو! میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے اس عبادت خانہ کو گرا دوں جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو اور جس کے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسا کی وقعت و عزت عرب کی نگاہ میں اب تک کچھ نہیں ہوئی۔ تم اپنے اس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی ذکر نہیں کرتے اور اپنے موشیوں کو اس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو۔“

عبدالمناف نے کہا: ”نہیں، میں موشیوں کو اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ بات یہ ہے کہ میں موشیوں کا مالک ہوں اور مجھے ان کی فکر ہے اور اس گھر کا مالک ایک اور ہے اور اسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا۔ مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔“

الغرض جب مکہ پر مسلمانوں کو ایسی کامیابی اور آسانی کے ساتھ قبضہ ہوا تو اسلام لانے والوں کے سامنے معاہدات کی روک اٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا اور مسلمانوں کا مقبول اللہ ہونا بھی انھوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا اور ان وجوہات سے اسلام لانے والوں کی کثرت ہو گئی۔

سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کو سمجھانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقت باقی نہ رہی تھی۔ واعظ آزادى سے منادی کر رہے تھے۔ سامعین آزادى و اطمینان سے وعظ سنتے تھے اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ لیتی تھی۔

ہوازن و ثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حنین (شوال 8 ہجری)

فتح مکہ ہو جانے سے ہوازن و ثقیف کے قبیلوں نے جن کی حد مکہ سے ملتی تھی، سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دے دیں تو اہل مکہ کے جس قدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں وہ بلا غنہ (بلا خوف) ہمارے ہو جائیں گے اور مسلمانوں سے بت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جاسکے گا۔^[1]

انھوں نے بنی مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور چار ہزار (4000) بہادر لے کر مکہ روانہ ہوئے اور وادی حنین میں اترے۔ انھوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن و بچہ، مال و مویشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا تھا کہ زن و بچہ، مال و مویشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار اختیار نہیں کرے گا۔

یہ خبر سن کر نبی ﷺ بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے۔ اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار (2000) اشخاص اور بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس تعداد میں نو مسلم بھی شامل تھے اور بت پرست معاہدہ بھی۔ فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار (12000) ہو گئی تھی۔ فوج کو اپنی کثرت پر غرور بھی ہو گیا تھا اور اسی لیے وہ مراحل حزم و احتیاط سے دور بھی تھی۔

[1] توح البلدان بلاذری، ص: 63

دشمن نے ایک ٹنگ اور دشوار گزار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بٹھلایا۔ جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ (جس میں زیادہ تر طلقائے مکہ، یا ایسے لاپاہلی نوجوان تھے کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے یا لڑائی کی ضرورت کے موافق نہ تھے) دشمن کی زد میں بے خبر جا پہنچا۔ تو انھوں نے اتنے تیر برسائے کہ ان کو سر اسید ہو کے بھاگنے ہی کی سوجھی۔

قریباً ایک سو (100) صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا تو بے نظیر شجاعت و استقامت کا نمونہ دکھلایا۔ آنحضرت ﷺ اپنے فخر سے اترے اور یہ فرمانا شروع کیا:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ①

”میں نبی ہوں، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔“

مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے۔ اب عباس رضی اللہ عنہ (عم نبی ﷺ نے) صحابہ رضی اللہ عنہم کو مہاجرین و انصار کے پتے سے بلانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سننے ہی کبوتروں کی کلڑی کی طرح ایک آواز پر ہی پلٹے۔ ② اب فوج کی ترتیب از سر نو کی گئی۔ انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا۔ غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا اور دو حصوں میں منتشر ہو گیا۔

① ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لے کر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔

② دوسرا گروہ جن میں ان کے اہل و عیال تھے اور زرو مال تھے اوطاس کی گھائی میں جا چھپا۔

نبی ﷺ نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا اور اوطاس کی طرف ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر دشمن کے اہل و عیال اور زرو مال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی ﷺ کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا تو قلعہ کا محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا کیوں کہ ان لوگوں پر اہل و عیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔

اوطاس میں چوبیس ہزار (24000) اونٹ، چالیس ہزار (40000) بکریاں، چار ہزار (4000) اوقیہ چاندی اور چھ ہزار (6000) زن و بچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ ③

نبی ﷺ ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ (6) سردار آئے اور انھوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی۔

ان میں وہ لوگ تھے جنھوں نے طائف میں نبی ﷺ پر پتھر برسائے تھے اور آخری مرتبہ وہاں سے زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر لائے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا (اور اسی انتظار میں قریباً دو ہفتے ہو گئے کہ مال غنیمت کو بھی تقسیم نہ کیا تھا) ④

① بخاری: 4318، مسلم: 1776۔ ② مسلم: 1775، ذوالمعاذ: 471/3

③ یرمیاہی کی کتاب 49 باب 28 درس دیکھو جس میں مکہ کی فتح اور جنگ حنین کا ذکر اور اس بھاری غنیمت کے ملنے کا بیان ہے۔ کتب کے الفاظ یہ ہیں: ”انھو قیدار پر چڑھو۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کرو۔ ان کے عیموں اور ان کے گلوں کو وہ لے لیں گے اور ان کے سارے برتنوں اور ان کے اونٹوں کو اپنے لیے لیتے جائیں گے۔ واضح ہو کہ قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزند ان قیدار آباد تھے اور پورب والوں سے مراد حنین و طائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حنین مکہ سے پورب کی طرف ہے۔“ ④ بخاری: 4319، 4318

میں اپنے حصہ کے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو بآسانی چھوڑ سکتا ہوں اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے تو سب کا چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا مگر تم دیکھتے ہو کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اس لیے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نماز صبح کے بعد آنا اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اس وقت کوئی صورت نکل آئے گی۔ فرمایا تم خواہ مال کا واپس لینا پسند کر لو یا اہل و عیال کا کیوں کہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے۔ دوسرے دن وہی سردار آئے اور انھوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

بے نظیر فیاضی اور رحم

نبی الرحمة ﷺ نے فرمایا: میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجر نے کہا، ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔ اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے، ان کے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا رحم و لطف کیا جائے۔ اس لیے انھوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی ﷺ نے انھیں بلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ (6) اونٹ قرار پائے۔ یہ قیمت نبی ﷺ نے ادا کر دی اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔ پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت فرما دیا۔

دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت

ان قیدیوں میں داکئ حلیہ کی بیٹی شیمابنت الحارث بھی تھی۔ نبی ﷺ نے اس دودھ کی بہن کو پہچانا اور اس کی نشست کے لیے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ فرمایا اگر تم میرے پاس ٹھہرو تو بہتر ہے اور اگر قوم میں واپس جانا ہے تو اختیار ہے۔ اس نے واپس جانا چاہا۔ اسے عزت و اکرام کے ساتھ اس کی قوم میں بھیج دیا گیا۔

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ

مال غنیمت نبی ﷺ نے اسی جگہ تقسیم فرما دیا۔ عطیے کے بڑے بڑے حصے ان لوگوں کو عنایت فرمائے تھے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے تھے۔ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے اس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا انصار کے ساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لے کر اپنے اپنے گھر جائیں گے اور انصار نبی اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں میں داخل ہوں گے۔ انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی۔

دو شاہد اند مرا خیر و حنین کہ تو
وہی بکود ہر آنچہ بہ فتح بستانی



یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں

لفظ ”یہود“ سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیے جو ”یہود ابن یعقوب“ کی نسل سے تھا لیکن اصطلاحاً ”بنی اسرائیل“ کے بارہ (12) قبائل ہی کا قومی نام بھی پڑ گیا۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں اللہ کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی، لیکن آخر میں وہ اللہ سے اس قدر دور ہوتے گئے کہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے رحم دل نے ان کی حالتوں کو دیکھ کر انھیں سانپ اور سانپ کے بچے بتلایا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ اللہ کی بادشاہت اس قوم سے لے جا کر ایک دوسری قوم کو دی جائے گی جو اس کے اچھے پھل لائے گی۔⁽¹⁾

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کر دی تو یہود نے سخت بیچ و تاب کھایا اور آخر میں فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ویسے ہی ظلم و ستم کی آماجگاہ بنایا جائے جیسا کہ مسیح علیہ السلام کو بنا چکے تھے۔ یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمانہ باندھ چکے تھے لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا۔ معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا۔ جب مسلمان نبی ﷺ کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے۔

یہودی پہلی شرارت، بلوہ، قتل اور اخراج بنو قینقار

انجی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقار کے محلے میں دودھ بیچنے گئی اور چند یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار پر ہنہ کر دیا۔ عورت کی چیخ و پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا۔ اس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودی کو قتل کر دیا۔ اس پر سب یہودی جمع ہو گئے۔ اس مسلمان کو بھی مار ڈالا اور بلوہ بھی کیا۔ نبی ﷺ نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لیے بلایا۔ انھوں نے معاہدہ کا گند بھج دیا اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی۔ اس لیے ان کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔

یہودی دوسری شرارت، نبی ﷺ کے قتل کی سازش یا جلاء بنو نضیر

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جا چکا ہے کہ قریش نے مدینہ کے بت پرستوں کو نبی ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا، مگر آنحضرت ﷺ کی زیر کی ودانائی سے ان کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا:

”تم جاگد ادوں اور قلعوں کے مالک ہو، تم محمد ﷺ سے لڑو ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ویسا کریں گے۔ تمہاری عورتوں کی پاز میں تک اتار لیں گے۔“ اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت ﷺ سے فریب کا ارادہ کر لیا۔⁽²⁾

4ھ کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ ایک قومی چندہ فراہم کرنے کے لیے بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو

① یسعیاء ہی کی کتاب: 6/30 میں پیش کوئی موجود ہے۔ باقی لڑکے دولت و خزانہ کے گراس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے ان کو کچھ فائدہ ہوگا۔ کچھ فائدہ ہونے کا تصور جنگ خیر میں ہوا تھا۔ ② ہم نے اس جنگ کو یہودیوں کی جنگ میں شمار کیا ہے۔ کیوں کہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال دلائے اور عینہ پر چڑھا کر لانے والے تھے۔ اگرچہ حملہ وروں میں قریش بھی شامل تھے اور دیگر بہت پرست قومیں بھی اور زیادہ تعداد بہت پرستوں ہی کی تھی۔ ③ ذوالمعاذ: 271/3 ④ طبری، ص: 212/2 ⑤ طبری، ص: 213/2 ⑥ بخاری: 4100

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَكَبِّرِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا قُبْنَا
اِنَّ الْاَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
اِذَا ارَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا ①

اے اللہ تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں
کیسے پڑھتے ہم نمازیں، کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
اے اللہ ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول
دشمن آجائے تو ہم کو کر عطا یا رب ثبات
بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم پر چڑھ آئے ہیں
فتنہ گر ہیں وہ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات

مسلمان صرف تین ہزار (3000) تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح پر اترا کہ سامنے خندق تھی اور پس پشت ”کوہ سلح“ ② بنو قریظہ، یہودی (جو مدینہ میں آباد تھے اور جن پر پانچویں معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری و لازمی تھا) ان سے شب کی تاریکی میں جی میں اخطب یہودی سردار بنو نضیر جا کر ملا اور انھیں تقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا۔ نبی ﷺ نے اپنے کئی قریب (حواری) بھی ان کے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے مگر انھوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ محمد ﷺ کون ہے کہ ہم اس کی بات مانیں۔ اس کا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں۔ ③

اس کے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ مجبوراً ان تین ہزار (3000) مسلمانوں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کے لیے علیحدہ کرنا پڑا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار (10000) دشمن کا جہاز لشکر حملہ آور ہوگا اور شہر کے اندر غدر پھیلے گا تو ہم مسلمانوں کی عافیت نکل کر دیں گے تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

نبی ﷺ کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی۔ اس لیے آپ نے یہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار شرم (میوہ) پر صلح کر لی جائے لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔ ان دنوں بھی ہم نے ان کو ایک چھوہارہ تک نہیں دیا۔ آج جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے شرف فرما دیا ہے تو ہم انھیں کیوں کر پیداوار کا ٹکٹ دے سکتے ہیں۔ ان کے لیے ہمارے پاس تو تمکواریں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ④

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس (20) دن تک رہا۔ کبھی کبھی اکے د کے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمرو بن عبدود جو اپنے آپ کو ہزار (1000) جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا حیدر کرار علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ اہل مکہ نے نوفل کی لاش لینے کے لیے دس ہزار (10000) درہم مسلمانوں کو پیش کیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لاش دے دو، قیمت درکار نہیں۔“ ⑤

① بخاری: 4106، 4104 ② زاد المعاد میں: 271/3 ③ ابن ہشام میں: 141/2، زاد المعاد میں: 272/3

④ طبری و سیرت ابن ہشام میں: 141/2، زاد المعاد میں: 273/3 ⑤ ابن ہشام میں: 142/2

بنو قریظہ کا انجام

وہ اندر جس نے دروازہ کھول کر دیکھا اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں سے واپس کر دیے۔ وہ جو کالے واسوں کی فوجوں کو تاجہ کرتا ہے۔ صفحہ 37 اردو ترجمہ

کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاتی وہ یہ ہوتی کہ جاؤ خیمہ میں آباد ہو جاؤ۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر کا معاملہ اس کی نظیر ہے۔ نبی ﷺ نے ان بنو قریظہ سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنیٰ فرما دیا تھا۔ مثلاً زبیر یہودی کے لیے مع اہل و عیال و فرزند و مال رہائی کا حکم دے دیا تھا اور رفاعہ بن شموئیل یہودی کی بھی جان بخشی فرمادی تھی۔^[۱]

فصل

عیسائیوں سے جنگ

عیسائی اقوام سے نبی ﷺ کا برتاؤ اچھا رہا۔ ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرت ﷺ سے عناد کیا، لیکن جمہور کا اس سے تعلق نہ تھا۔ تفصیل سے اس کی توضیح ہوتی ہے کہ صرف ایک عیسائی سردار کے ساتھ ایک جنگ ہوئی اور ایک سفران کے حملہ آور ہونے کی خبر اڑ جانے پر کیا گیا ہے اور بس۔

داعی اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ (بمابہ جمادی الاول 8 ہجری)

موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے۔ یہاں کے سردار شریمل بن عمرو غسانی نے نبی ﷺ کے سفیر حارث بن عمر رضی اللہ عنہما کو جو دعوت اسلام کا خط لے کر روانہ ہوا تھا، قتل کر دیا تھا۔

مظلوم حارث رضی اللہ عنہ کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ اس لیے نبی ﷺ نے قریباً تین ہزار (3000) کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا اظہار نہ کیا۔ وہ تو مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا اور موتہ میں ایک لاکھ لشکر (100000) کی جمعیت سے ٹھہرا ہوا تھا۔ عرب کے صحرائین عیسائی قبائل ختم، جذام، بہراء، بلعی، قیس وغیرہ کے بھی قریباً ایک لاکھ (100000) آدمی شہنشاہ ہرقل کی آمد پر وہاں جمع تھے۔ اس لیے حاکم غسان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوالی اور قبائل کو بھی جمع کر لیا۔ غرض دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ مسلمان مجبوراً لڑے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے پروردہ، نہایت عزیز اور اس فوج کے کمانڈر تھے) مارے گئے۔^[۲] جعفر طیار رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے چچے اور حضرت علی مرتضیٰ کے حقیقی بڑے بھائی تھے، عمر 33 سال) 90 زخم^[۳] سامنے کی طرف کھا کر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (بزرگ صحابی) جنھوں نے جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کی کمان سنبھالی تھی، شہید ہو گئے۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوج کو سنبھالا اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنا زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں 9 ہزار یوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مارے مارے ہوئے تھے۔^[۴]

نبی ﷺ نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے اور جنگ کے آخری انجام کا حال صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسی روز بیان فرما دیا تھا۔ اسی جنگ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ کو ”سیف اللہ“ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

[۱] تاریخ طبری، ص: 230/2 [۲] زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ چھاتی پر نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے۔ ان کے ہاتھ میں نشان (علم، جھنڈا) تھا۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے نشان سنبھال لیا۔ حملہ آوروں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی۔ یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے انکا دایاں بازو تلوار سے اڑا دیا۔ انھوں نے بائیں ہاتھ میں نشان سنبھال لیا۔ دوسرے دشمن نے دوسرا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ اس لیے ان کا لقب ”ذوالبناہین“ ہوا۔ (ابن خلدون)

[۳] بخاری: 4265-4266

[۴] بخاری: 4261

جیشِ عسرت یا سفر تبوک (رجب 9/ ہجری)

ایک قافلہ شام سے آیا اور انھوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں۔ عرب کے عیسائی قبائل، جزام، عاملہ، غسان وغیرہ ان کے ساتھ شامل ہیں۔ گویا وہ اس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے جو بمقام موتہ قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی۔

نبی ﷺ نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سر زمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے، تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنتِ ایران کو نچا دکھا چکی تھی۔ مسلمان بے سروسامان تھے۔ سفر دور دراز کا تھا۔ عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی۔ مدینے کے میوے پک گئے تھے۔ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے۔ نبی ﷺ نے تیاری سامان کے لیے عام چندہ کی فہرست کھولی۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نو سو (900) اونٹ، سو (100) گھوڑے اور ایک ہزار (1000) دینار چندہ میں دیے ان کو مَجْجُوْ جَبِشِ الْعُسْرَةِ (فاقہ زدہ لشکر کا سامان بنادینے والا) کا خطاب ملا۔

- عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار (40,000) درہم۔
- عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اثاثات البیت نقد و جنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا پیش کیا۔
- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ لائے اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے۔

□ ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے دو سیر چھو ہارے لاکر پیش کیے اور یہ بھی عرض کی کہ ”رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھو ہارے مزدوری لایا تھا۔ دو سیر بیوی بچے کے لیے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کہ ان چھو ہاروں کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بکھیر دو۔“

غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخ دلی سے کام لیا۔ قریباً 82 شخص جو دکھلاوے کے مسلمان تھے، بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن ابی سلول مشہور منافق نے ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد ﷺ اور اس کے ساتھی مدینے واپس نہ آ سکیں گے۔ قیصر انھیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔

اللہ کا نبی ﷺ تیس ہزار (30000) کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوا۔ مدینہ پر سہار بن عرفہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کے لیے مامور فرمایا۔

[1] چون کہ کوئی جنگ نہیں ہوئی اس لیے میں نے اس کا نام سفر رکھا ہے۔ مورخین نے اسے غزوہ تبوک اس لیے لکھتے ہیں کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا۔

[2] طبری: 338/2 [3] بخاری: 4416، مسلم: 6218، 6217، ترمذی: 3731

لشکر میں سوار یوں کی بڑی قلت تھی۔ 18 اشخاص کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ جس سے ہونٹ سوج گئے تھے۔ پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں۔ اونٹوں کو (اگرچہ سواری کے لیے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے ان کی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔ ①

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تھوک پہنچ گئے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ نکما کہہ کر چھوڑ دیا، کوئی کہتا ترس کھا کے چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے اللہ کے شیر علی رضی اللہ عنہ کو غیرت آئی۔ دو منزلہ، سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أَلَا تَرُضِي أَنْ تَكُونِ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى أَلَا إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي** ”علی رضی اللہ عنہ! تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لیے ویسے ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ یہ سن کر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خوش و خرم مدینے کو واپس تشریف لے گئے۔ ②

تبوک پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہوا کہ انھوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا اور اس حملہ آوری کا بہترین موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

تبوک ③ میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا۔ ذیل میں اسے مع ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ہم نے صرف اس قدر تصرف کیا ہے کہ ہر فقرہ پر نمبر شمار لگا دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد و ثناء کے بعد:

- ① **فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ**
 ہر ایک کلام سے بڑھ کر صدق میں اللہ کی کتاب ہے
- ② **وَأَوْفَى الْعُرَى كَلِمَةُ التَّقْوَى**
 سب سے بڑھ کر بھروسے کی بات تقویٰ کا کلمہ ہے

① مدارج النبوة ② بخاری: 4416، 6217، 6217، 3731، ابن ماجہ: 115۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی اسرائیل پر اس وقت چھوڑ گئے تھے۔ جب انھوں نے کوہ طور پر چا لیس (40) دن کا میقات پورا کیا تھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جوطیف ہوئے ان کا نام یوشع بن نون علیہ السلام ہے۔

③ فلاذ لہذا کا قدیم کھیرا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا 3 باب 13 تا 17 درس میں ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا۔ عرب اسے ”القصیر“ کہتے تھے۔ تجاوزیلے کی سڑک میں اس کے کھنڈ بھی پائے گئے۔ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اس لیے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی اور ان سے معاہدات بھی کیے گئے۔ عیسائیت پر قائم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لیا تھا۔ اس طرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلاً اکیدرومہ الجبل میں حکمران تھا اور یوحنا الجبل کا فرماں روا تھا۔ ان کی حکومتوں کو قائم رکھا گیا۔ اہل الذریعہ بھی عیسائی تھے اور آزدو قبائل تھے۔ ان کو ان کی حالت پر چھوڑا گیا۔ معاہدات میں جس فیاضی، بے نقصی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے وہ آج تک مسلمہ ہے۔ عیسائیوں نے نئے یروشلیم اور خدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات 3 باب 12 درس میں ہے اسی جگہ سنا تھا۔

اکیدروانی، دومہ الجبل جسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شکار کھیلنے گرفتار کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معاہدہ کرنے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تھا۔

- ③ وَخَيْرُ الْمَلِكِ مَلَّةُ إِبْرَاهِيمَ
 ④ وَخَيْرُ السَّنَنِ سَنَةُ مُحَمَّدٍ ﷺ
 ⑤ وَأَشْرَفُ الْحَدِيثِ ذِكْرُ اللَّهِ
 ⑥ وَأَحْسَنُ الْقَصَصِ هَذَا الْقُرْآنُ
 ⑦ وَخَيْرُ الْأُمُورِ عَوَازُهَا
 ⑧ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا
 ⑨ وَأَحْسَنُ الْهُدَى هُدَى الْأَنْبِيَاءِ
 ⑩ وَأَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ
 ⑪ وَأَعْمَى الْعُمَى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدَى
 ⑫ خَيْرُ الْأَعْمَالِ مَا نَفَعَ
 ⑬ وَخَيْرُ الْهُدَى مَا اتَّبَعَ
 ⑭ وَشَرُّ الْعُمَى عَمَى الْقَلْبِ
 ⑮ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى
 ⑯ وَمَا قَلَّ وَكَفَى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَالْهَى
 ⑰ وَشَرُّ الْمَعْدَرَةِ حِينَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ
 ⑱ وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 ⑲ وَمَنْ النَّاسِ مَنْ لَا يَأْتِي الْجُمُعَةَ إِلَّا دُبْرًا
 ⑳ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَذْكُرُ اللَّهَ إِلَّا هَجْرًا
 ㉑ وَمِنْ أَعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوبِ
 ㉒ وَخَيْرُ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ
 ㉓ وَخَيْرُ الرِّزَادِ التَّقْوَى
 ㉔ وَرَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 ㉕ وَخَيْرُ مَا وَقَرَفِي الْقُلُوبِ الْيَقِينُ
 ㉖ وَالْإِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ
 ㉗ وَالْبَيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ
- سب ملکتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کی ہے
 سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے
 سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے۔
 سب بیانات سے پاکیزہ ترین قرآن ہے۔
 بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔
 امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو
 انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے۔
 شہیدوں کی موت، موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے۔
 سب سے بڑھ کر اندھا پن گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے۔
 عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دے ہو۔
 بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چلیں۔
 بدترین کوری دل کی کوری ہے۔
 بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہے۔
 تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈال دے۔
 بدترین معذرت (توبہ) وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔
 بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی۔
 بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔
 ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں۔
 سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔
 سب سے بڑی تو گمراہی دل کی تو گمراہی ہے۔
 سب سے عمدہ تو شہ تقویٰ ہے۔
 دانائی کا سر یہ ہے اللہ کا خوف دل میں ہو۔
 دلنشین ہونے کے لیے بہترین چیز یقین ہے۔
 شک پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے۔
 بین سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔

- چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے
بدست ہونا آگ میں پڑنا ہے۔
شعر ابلیس کا (حصہ) ہے
شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔
بدترین روزی یتیم کا مال کھا جاتا ہے۔
سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے
اصل بد بخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بد بخت ہو۔
عمل کا سرمایہ اس کے بہترین انجام پر ہے
بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہے
جو بات ہونے والی ہے وہ قریب ہے
مومن کو گالی دینا فسق ہے۔
مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔
مومن کا گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے۔
مومن کا مال دوسرے پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کا خون۔
جو اللہ سے استغنا کرتا ہے اللہ اسے جھٹلاتا ہے
جو کسی کا عیب چھپاتا ہے، اللہ اس کے عیوب چھپاتا ہے۔
جو معافی دیتا ہے اسے معافی دی جاتی ہے
جو غصہ کو پی جاتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے۔
جو نقصان پر صبر کرتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے۔
جو چغلی کو پھیلاتا ہے اللہ اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے
جو صبر کرتا ہے اللہ اسے بڑھاتا ہے۔
جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اسے عذاب دیتا ہے
پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر۔
- ﴿۲۸﴾ وَالْعُلُولُ مِنْ جُنَا جَهَنَّمَ
﴿۲۹﴾ وَالشُّكْرُ كَفًى مِنَ النَّارِ
﴿۳۰﴾ وَالشَّعْرُ مِنْ ابْلِيسَ
﴿۳۱﴾ وَالْخَمْرُ جُمَاعُ الْإِثْمِ
﴿۳۲﴾ وَشَرُّ الْمَاكِ مَالُ الْيَتِيمِ
﴿۳۳﴾ وَالسَّعِيدُ مَنْ وَعِظَ بغيرِهِ
﴿۳۴﴾ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بطنِ أُمِّهِ
﴿۳۵﴾ وَمَلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهُ
﴿۳۶﴾ وَشَرُّ الرُّوَا رُوَا الْكَذِبِ
﴿۳۷﴾ وَكُلُّ مَا هُوَا قَرِيبٌ
﴿۳۸﴾ وَسَبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ
﴿۳۹﴾ وَقَتْلُهُ كُفْرًا
﴿۴۰﴾ وَأَكْلُ لَحْمِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ
﴿۴۱﴾ وَحُرْمَةُ مَالِهِ كَحُرْمَةِ دَمِهِ
﴿۴۲﴾ وَمَنْ يَتَالِ عَلَى اللَّهِ يَكْذِبُهُ
﴿۴۳﴾ وَمَنْ يَغْفِرُ يَغْفِرْ لَهُ
﴿۴۴﴾ وَمَنْ يَغْفُ اللَّهُ عَنْهُ
﴿۴۵﴾ وَمَنْ يَكْظِمِ الْغَيْظَ يَأْجُرْهُ اللَّهُ بِهِ
﴿۴۶﴾ وَمَنْ يَصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يَعْوَذْهُ اللَّهُ
﴿۴۷﴾ وَمَنْ يَتَّبِعِ السَّمْعَةَ يَسْمَعُ اللَّهُ
﴿۴۸﴾ وَمَنْ يَصْبِرْ يَضْعِفُ اللَّهُ لَهُ
﴿۴۹﴾ وَمَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ يَعْذِبْهُ اللَّهُ
﴿۵۰﴾ ثُمَّ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ ثَلَاثًا

آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ کو ختم فرمایا۔ ①

① تَبَيَّنَ (التوَنَّى 458 هـ) فِي الدَّلَالِ: 242/5 وَحَاكَمَ مِنْ حَدِيثِ عَقْبَةَ بْنِ حَامِرٍ مَقُولِ اَزْ زَادِ الْمَعَادِ: 540/3۔ اور حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے الہدایہ والنبہایہ: 14، 13/5 میں نقل کیا ہے۔ نیز اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ذوالہجاءین ﷺ کی وفات

ایام قیام تبوک میں ذوالہجاءین ﷺ کا انتقال ہوا۔ اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ مخلص و مخلص صحابہ رضی اللہ عنہم پر کس قدر رحیم و عطایت فرمایا کرتے تھے۔

ان کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ مر گیا۔ چچا نے پرورش کی تھی۔ جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ، بکریاں، غلام دے کر ان کی حیثیت درست کر دی۔ عبداللہ ﷺ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا، لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی ﷺ فتح مکہ سے واپس آ گئے تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا:

”پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گذر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں، لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت فرمائیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔“

چچا نے جواب دیا:

”دیکھ! اگر تو محمد ﷺ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔“

عبداللہ نے جواب دیا:

”چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد ﷺ کی اتباع ہی قبول کروں گا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کی منشاء ہے کیجیے اور جو کچھ میرے قبضے میں زرد مال وغیرہ ہے، سب سنبھال لیجیے۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخرا یک روز نہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے۔ اس لیے میں ان کے لیے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔“

عبداللہ ﷺ نے یہ کہہ کر بدن کے کپڑے تک اتار دیے اور مادرِ زانو پر ہنہ ہو کر ماں کے سامنے گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی، کہ کیا ہوا؟ عبداللہ ﷺ نے کہا: میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں۔ نبی ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرما کر دے دیجیے۔ ماں نے ایک کبیل دے دیا۔ عبداللہ ﷺ نے کبیل پھاڑا، آدھے کا تہبند بنالیا، آدھا اوپر لے لیا اور مدینے کو روانہ ہو گیا۔ علی الصبح مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گیا اور مسجد سے نکلے گا کر منتظرانہ بیٹھ گیا۔

نبی ﷺ جب مسجد مبارک میں آئے تو اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا: میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا نام عبداللہ ﷺ ہے اور ذوالہجاءین لقب۔ تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔“

عبداللہ ﷺ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا۔ [۱] نبی ﷺ سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتا۔

[۱] صفہ چہترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے محن میں ایک ”چہترہ“ تھا۔ جو لوگ گھربار گج کر کے دنیا کا زرد مال آسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کے لیے آیا کرتے تھے وہ اس چہترہ پر ٹھہرا کرتے تھے۔ اس لیے ”اہل صفہ“ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ عاشقانِ صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے ان کی روک نہ بن سکتی تھی۔ انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعتِ اسلام ۷۷۷

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قراءت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”عمر رضی اللہ عنہ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو اللہ اور رسول ﷺ کے لیے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔“ [1]

عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ میں بھی راہ حق میں شہید ہو جاؤں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جاؤ۔ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ چھلکا لے آئے تو نبی ﷺ نے وہ چھلکا اس کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا: ”اللہ! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں“ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں تو شہادت کا طالب ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب غزوہ کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آ جائے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔“ تبوک پہنچ کر یہی ہو کہ تپ چڑھی اور عالم بھا کو سدھار گئے۔ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

مخلص عرب کی تدفین میں نبی ﷺ کا اسوہ

”رات کا وقت تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے۔ نبی ﷺ بھی اس کی قبر میں اترے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے: ”ادہا الی اَخاکُمَا“ اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔ آنحضرت ﷺ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا:

”اللہ! آج کی شام تک میں اس سے خوشنود رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔“ [2]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”کاش! اس قبر میں میں دبا یا جاتا۔“ [3]

نبی ﷺ تبوک سے مع الخیر مدینہ پہنچ گئے۔

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب محمد ﷺ اور ان کے دوست قید ہو کر کسی دور دست جزیرہ میں بھیجے جائیں گے اور صحیح و سالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے اور انھوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ عذر بنائے۔ نبی ﷺ نے سب کو معافی دے دی، لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہم رکاب جانے سے رہ گئے تھے۔ ان کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا۔

ان میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے میں اس کو اسی جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ہیں اور ان 73 سابقین میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور شعراء خاص میں سے تھے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان سخت طریق سے

کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا ابتلاء محض تھا۔ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ

میں کرتے تھے۔ انہی میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جو پانچ ہزار تین سو چھتر (5374) احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلغ ہیں۔ زیادہ مفصل حال ہماری کتاب ”سبیل الرشاد یعنی سفر نامہ حجاز“ میں پڑھنا چاہیے۔ [4] مسند احمد: 159/4، مسند القاضی: 229/3، [5] مدارج النبوة، ص: 423/2، [6] اسد الغابہ: 229/3

سامان مرتب تھا۔ عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سفر کے لیے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کیے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے اور مجھے ذرا تردد نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا، میں چل پڑوں گا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا، میں نے کہا: خیر میں کل جاؤں گا۔ دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے۔ اب لشکراتنی دور نکل گیا تھا کہ اس سے ملنا مشکل ہو گیا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا، مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا۔ یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج و غم کی آگ لگ گئی۔ یہ دن میرے اسی طرح گزر گئے کہ نبی ﷺ واپس بھی تشریف لے آئے۔ اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیوں کر اللہ کے رسول ﷺ کے عتاب سے بچاؤ کروں۔ لوگوں نے مجھے بعض جیلے بہانے بتائے مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات بچ ہی سے مل سکتی ہے۔ آخر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے مجھے دیکھا اور قسم فرمایا۔ تبسم خشم آ میر تھا۔ میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے۔

نبی ﷺ نے پوچھا: ”کعب! تم کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تمہارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا؟“ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تو سب کچھ تھا۔ میرے نفس نے مجھے غافل بنایا، کابلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے حرام و حلال کی گرداب میں ڈال دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الہی کا انتظار کرو۔“ بعض لوگوں نے کہا: دیکھو، اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا۔ میں نے کہا: ”جی الہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔“ لوگوں نے کہا: ہاں! ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن رقیع رضی اللہ عنہ کی بھی یہی حالت ہے۔ یہ سن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دوسروں کا حال اور بھی میری جیسی حالت میں ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آ کر بیٹھے۔ اب زندگی اور دنیا ہمارے لیے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دنوں میں ہلال رضی اللہ عنہ اور مرارہ رضی اللہ عنہ تو گھر سے باہر نہ نکلے کیوں کہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا۔ مسجد نبوی ﷺ میں جاتا، نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔ نبی ﷺ محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری فکرتی کو ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضور ﷺ اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز میں نہایت رنج و الم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی۔ سامنے اس کا باغ تھا۔ وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا۔ میں اس کے پاس چلا گیا۔ اسے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہ دیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ! تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے۔ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا کہ ”وہ اللہ اور رسول ﷺ ہی کو خوب معلوم ہے۔“ مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور میں خوب ہی روبا۔

کعب بن لؤیؓ کے پاس والی غسان کا خط

میں شہر میں لوٹ کر آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے بتا دیا کہ وہ یہی شخص ہے۔ اس کے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا:

”ہم نے سنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جو رو جفا کر رہے ہیں۔ ہم کو تمہارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے اتفاقی کرے یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے۔ اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آ کر دیکھو کہ میں تمہارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں۔“

کعب بن لؤیؓ کا والی غسان کو جواب

خط پڑھتے ہی میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی۔ اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج و اندوہ چند روز بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈال دیا اور کہہ دیا:

”جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے اتفاقی لاکھ درجہ بہتر و خوش تر ہے۔“

میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی ﷺ کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے۔ اس نے کہا: ”نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔“ میں نے پوچھا کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ کہا نہیں۔ صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہلال بن لؤیؓ اور مرارہ بن لؤیؓ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا۔ ہلال بن لؤیؓ کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ ہلال کمزور و ضعیف ہے اور اس کی خدمت کے لیے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟“ فرمایا: ”ہاں۔ اس کے بستر سے دور رہو۔“ عورت نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! ہلال بن لؤیؓ کا غم و رنج سے ایسا حال ہے کہ اسے تو اور کوئی خیال نہیں رہا۔“

اب مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج کر دیا کرے، میں نے کہا: میں تو ایسی جرأت نہیں کروں گا۔ کیا خبر حضور ﷺ اجازت دیں یا نہ دیں اور میں تو جوان ہوں، اپنا کام خود کر سکتا ہوں، مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس (50) دن گزر گئے۔ ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ وہ سلع پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آواز دی: ”کعب بن لؤیؓ کو مبارک ہو کہ اس کی تو بہ

(1) زاد المعاد: 554/3 (2) سفر تنوک میں نبی ﷺ کو نالبا 50 دن ہی لگے تھے۔ اس لیے پیچھے رہ جانے والوں کو اتنے ہی دن مسلمانوں اور عیال سے قریب آجھائی میں کاٹنے پڑے۔ (3) سلع کا ذکر (بخاری: 4418) کی اس حدیث میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پیٹری مدینے کے اندر ہے اور کعب بن مالک صحابی کا گھر اس کے پاس تھا اور طبری نے جنگ خندق کے بیان میں بروایت ابن اسحاق یہ روایت لکھی ہے: ”وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون حتى جعلوا ظهورهم التي سلع في ثلاثة الاف من المسلمين فضرب هنالك عسكره والخندق بينه وبين القوم اس سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب اترا تھا اور اس وقت مسلمانوں کا رخ خندق کی طرف اور پشت سلع کی طرف تھی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے جس میں عرب و بنی عبدود کے مرنے کا ذکر ہے:“

قبول ہو گئی، یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دور پڑے اور مبارک باد کہنے لگے کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔ میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا اور سجدہ شکر ادا کیا اور پھر دوڑ دوڑا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارک باد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے ماہ چہارودہ (چودھویں کے چاند) کی طرح تاباں و درخشاں ہو رہا تھا اور عادت مبارک تھی کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھے فرمایا:

”کعب بن لؤی! مبارک! اس بہترین دن کے لیے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر آج تک نہیں گذرا۔ آؤ! تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرمایا ہے۔“

میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ اس قبولیت کے شکرانے میں میں اپنا کل مال راہ حق میں صدقہ دیتا ہوں۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”نہیں“ میں نے عرض کیا: ”نصف“ فرمایا: ”نہیں“ میں نے عرض کیا: ”ثلث“ فرمایا: ”ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔“ ﴿۱﴾

خاتمہ حروب

الحمد للہ! کہ اس فتنہ و شر کا جو دشمنوں نے برسوں سے اٹھا رکھا تھا اور جس نے عرب کے تمام قبائل کو بغاوت کی زہر آلود ہوا سے آلودہ کر رکھا تھا، خاتمہ ہو گیا۔ ان سب لڑائیوں کے دوران میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحمہ کی ظہور اس کثرت و دفور سے ہوا کہ دنیا نے جنگ کے شجاعانہ اور مہذب اصول یہیں سے معلوم کیے۔

لا ثانی فیاضی و رحمہ

یہ وہ ناگزیر لڑائیاں تھیں جن میں اللہ کا برگزیدہ رسول و نبی ﷺ اور مسلمان اضراراً تقریباً سات (7) سال کے درمیانی عرصہ میں شریک ہوتے رہے۔

تقریباً کسی جنگ میں نہیں دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو۔ یہ تمام جنگیں صرف حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے اور ان کے شر سے بچنے کے لیے کیے گئے تھے۔ نبوت کے تمام زمانے میں ایک شخص بھی اس لیے قتل نہ ہوا کہ وہ بت پرست یا پارسی یا عیسائی یا یہودی تھا۔

مذہب اسلام میں جبر و اکراہ نہیں

قرآن مجید میں اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے بخوبی واضح فرمادیا تھا کہ دنیا میں مذہب و اعتقاد کا اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لیے مذہب کے لیے کسی شخص پر جبر کرنا جائز نہیں۔ مندرجہ ذیل آیات اس مطلب کے لیے صاف ہیں۔

وَمَا يَنْظُرُ كَعَبْدِ بْنِ مَالِكٍ لَوْ أَنَّ جَبْرًا لَمْ يَكُنْ شَرًّا مِنْهُ
بِجَنَابِ مَلِكِ عَمْرُو بْنِ عَبْدِ وَدَّادٍ

وَمَا يَنْظُرُ كَعَبْدِ بْنِ مَالِكٍ لَوْ أَنَّ جَبْرًا لَمْ يَكُنْ شَرًّا مِنْهُ

اب ان ہر دو روایات کے ساتھ بمعناہ نبی کی کتاب باب 42 درس 15 کو دیکھیں جس میں سلع کے باشندوں کا بیان ہے جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام ”سُلع“ ہے۔ ﴿۱﴾ صحیح بخاری: 4418، 2757، مسلم: 2769، زاد المعاد: 552/3، 556۔

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرہ: 256]

”دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہو گئی ہے۔“

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَهَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾
”اگر تیرا پروردگار چاہتا تو زمین پر سب کے سب باشندے ایمان لے آتے تو ان لوگوں پر جبر کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔“ [یونس: 99]

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ﴾ [ہود: 118]

”اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے (بجز ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا ہے) اور ان کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔“

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ [قصص: 56]

”تو اسے ہدایت نہیں دے سکتا جس سے محبت کرتا ہے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“

﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۖ فَذِكْرٌ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِبِيدُ﴾ [ن: 45]

”جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں، ہم جانتے ہیں اور تو ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ ہاں قرآن کا وعظ کر۔ پھر جو کوئی عذاب الہی سے ڈرتا ہے وہ ڈرے۔“

﴿فَذِكْرٌ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۖ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ [الغاشیہ: 21-22]

”وعظ کرتا رہ۔ کیوں کہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے اور ان پر داروغہ نہیں ہے۔“

اسیران جنگ

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ اس برتاؤ کا ذکر کر دیا جائے جو نبی ﷺ اسیران جنگ کے ساتھ فرماتے تھے۔

اسیران جنگ اور اسلام

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں وہ اسیران جنگ کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں جسے سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ کا طریق عمل قیدیوں کے ساتھ صرف دو ہی طرح پر تھا۔ ①

① فاضل مصنف کی بات درست نہیں ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جنگی قیدیوں کے متعلق پانچ طرح کا طریق عمل تھا:

① فدیہ لے کر آزاد کرنا۔ ② فدیہ لیے بغیر آزاد کرنا۔ ③ مسلمان قیدیوں کے ساتھ جادول۔ ④ قتل کرنا جیسا کہ غزوہ بدر کے بعد عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کیا، ہوقریظ کے یہودیوں کو قتل کیا۔ ⑤ قیدیوں کو غلام بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کرنا۔

- ① فدیہ لے کر آزاد کرنا۔
 - ② بلا کسی فدیہ کے آزاد کر دینا۔
- مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے، یہ اہل مکہ تھے۔ ان سے بڑھ کر دشمن مسلمانوں کا کوئی نہ تھا۔ نبی ﷺ نے پہلے اس معاملہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی شورٹی میں پیش کیا۔ صحابہ میں ایک جانب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جن کی رائے یہ تھی کہ قیدیوں سے جرمانہ لے لیا جائے اور انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس رائے کی تائید میں انہوں نے دو دلائل پیش کیے تھے۔
- ① زر جرمانہ سے ہم اپنے ساز و سامان کی درستی کر لیں گے۔
 - ② آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں سے اللہ کسی کو اسلام کی ہدایت فرمادے۔
- دوسری جانب عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی رائے تھی کہ قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے:
- ① یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ ان کی گردنیں اڑانی چاہئیں۔
 - ② اللہ نے ہم کو ان پر غلبہ دیا ہے اس لیے مسلمانوں کا قصاص لینا چاہیے۔
- نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا۔ جو قیدی زر جرمانہ ادا نہ کر سکتے تھے ان کے لیے تجویز فرمایا کہ وہ اولاد انصار کو لکھنا سکھلا دیں (یا کوئی اور ہنر سکھلا دیں)۔
- بعض لوگ اب تک یہ سمجھتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث یہ ہے کہ اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گریہ کرتے ہوئے دیکھا، لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے۔ جو وہ ذیل:
- ① قرآن مجید میں بھی رائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بابت پہلے سے حکم موجود تھا۔
 - ② اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے۔
 - ③ نبی ﷺ نے اسی حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو براہیم و عیسیٰ علیہ السلام سے اور عمر رضی اللہ عنہ کو نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے۔
 - ④ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے نبی ﷺ کی رائے موافق تھی۔
 - ⑤ بالآخر رب العالمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا۔
 - ⑥ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح ہوا کہ اسیران جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے اور سردست زر جرمانہ (تاوان جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو بھی درست کر لیا۔
- ① الغرض جنگ بدر کے بہتر (72) قیدیوں میں سے ستر (70) کو آنحضرت ﷺ نے جرمانہ لے کر آزاد فرما دیا تھا۔ ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھ کر ان کی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔ صرف دو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا ان کے سابق جرائم کا نتیجہ تھی۔ جس نے انہیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا۔
 - ② جنگ بدر کے بعد غزوہ بنو المصطلق میں سو (100) سے زیادہ زان و مرد قید ہوئے تھے۔

وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیے گئے تھے اور ان میں سے ایک عورت جو یہ یہی نبی کو آنحضرت ﷺ نے ام المومنین ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

③ حدیبیہ کے میدان میں کوہ جمعیم کے 80 حملہ آور قید ہوئے تھے۔ ان کو بھی آنحضرت ﷺ نے بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرمادیا تھا۔

④ جنگ حنین میں چھ ہزار (6000) زن و مرد کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرمادیا تھا۔ بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت و انعام دے کر رخصت فرمایا تھا۔ ان حملہ نگاروں سے ثابت ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پالینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے۔

کتب احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی ملتا ہے۔ نبی ﷺ کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق و شام، مصر و عرب، ایران و خراسان کے سینکڑوں شہر فتح کیے گئے۔ مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں۔ جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی غلام بنانے کا ذکر نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔ اگرچہ مسلمانوں کے لیے یہ جنگ سخت آزمائش تھی۔ لیکن رب العالمین کی اس میں بھی شاید یہ حکمت ہو کہ اسلام دنیا کے لیے جنگ کا بھی نمونہ پیش کر دے جو انسانی ہمدردی اور رحم و الطاف سے لبریز ہو۔



⑤ فاضل مصنف کا یہ خیال درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام نہیں بنایا۔ بنو المصطلق کے مرد و زن کو صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو صحابہ کرام نے اس رشتہ کے احترام میں ان لوگوں کو آزاد کر دیا۔ اوٹاس کے قیدیوں کو بھی افواج میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح مسلم میں ہے میں انھوں نے رسول اللہ سے پوچھا: کہ ہم ان عورتوں کا کیا کریں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک حیض انتظار کرو، اس کے بعد ان سے تصبیح کرو۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں شام اور ایران فتح ہوئے۔ وہاں قید ہونے والوں کو مسلمان فوجیوں میں تقسیم کیا گیا۔ انہی لونڈیوں کے بطن سے بڑے بڑے محدث اور فقہاء پیدا ہوئے جن میں امام زین العابدین، محمد بن عبد اللہ بن عمر، حضرت حسن بصری اور اوٹاس رضی اللہ عنہ جیسی عظیم القدر رہنمایاں شامل ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں ان لونڈیوں اور غلاموں کے بہت سے مسائل درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل ابو فیروز لولو بھی جنگ نہاد میں قید ہو کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام بنا تھا۔ اسلام نے جنگی قیدیوں کے علاوہ لونڈیاں بنانے کے دیگر طریقوں کو حرام قرار دے دیا تھا۔

مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لیے سفیر و فرامین کا بھیجا جاتا،

بعض کا مسلمان ہو جانا، بعض کا اظہار ادب کرنا بعض کا گستاخی سے پیش آنا اور ان کا انجام

نبی ﷺ کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت میں موجود نہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہہ کر پیش کیا ہے اور اسی لیے نبوت کے اس ابتدائی زمانے ہی سے جب کہ شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کر دیا تھا۔ بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی، عدا اس نینوائی جنی اللہیم وہ بزرگوار ہیں جو حبش، یونان، ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے شراولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کا کل عالم کے لیے رسول ہونا

قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں:

- ① ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ [سہاء: 28]
 - ② ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ [الف: 9]
 - ③ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء: 107]
 - ④ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ [الاعراف: 158]
- ”ان سے کہہ دو کہ اے انسانی نسل کے بچو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔“

ان آیات مبارکہ کے ارشاد کی جمعیت ہی میں رسول اللہ ﷺ نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذاہب کے سرکردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے اور ہر ایک کو لکھ دیا تھا کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اس لیے پڑے گا کہ تم نے اپنی ذات کے لیے انکار کر دیا، بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمہاری قوم بھی ہدایت سے رکے گی۔ اس لیے ان کی ضلالت و گمراہی کا وبال بھی تم ہی پر پڑے گا۔ کیوں کہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں بلکہ سرکردہ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے۔

دعوت عامہ کی نظیر موجود نہ تھی

رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کارروائی فرمائی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی کہ ان کے بانیان مذہب نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔

چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے بادی کی دل سے عزت و عظمت کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی خاموشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ

وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جس کے لیے وہ بھیجے گئے تھے۔⁽¹⁾
اب اگر ان کے قبیحین ان کے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں تو یہ ان کا اپنا فعل ہے جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بن سکتا 7 ہجری
المقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی ﷺ نے بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ
فرمائے۔ جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے۔⁽²⁾
اب تک نبی ﷺ نے کوئی مہر نہ بنائی تھی۔ جب بادشاہان عالم کو خطوط لکھے گئے تو ان پر مہر کرنے کے لیے خاتم تیار کی گئی۔
یہ چاندی کی تھی۔ تین سطور میں اس طرح پر یہ عبارت کندہ تھی۔⁽³⁾

اللہ
رسول
محمد

ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خط عیسائی بادشاہوں کے نام تھے ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی:
﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ [آل عمران: 64]
”اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے اور تمہارے (دین) میں مساوی ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی
دوسرے کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا الوہیت کا درجہ ہم اپنے جیسے
انسانوں کے لیے جو بڑ نہ کریں۔“

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں:

بادشاہ حبش کے نام

احم بن ابجر، بادشاہ حبش، الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ آئندہ حضرت ﷺ کا نام مبارک لے کر گئے
تھے۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ تاریخ طبری سے اس نام کی نقل درج کی جاتی ہے۔

<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى النَّجَاشِيِّ الْأَصْحَمِ مَلِكِ الْحَبَشَةِ۔ أَسْلِمْتَ أَنْتَ قَائِمِي أَحْمَدُ إِلَيْكَ، اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيِّمُ وَأَشْهَدُ أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ، الْقَاهَا</p>	<p>اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے نجاشی احم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو، میں پہلے اللہ کی ستائش کرتا ہوں، اللہ وہ ذات ہے کہ کوئی الٰہ نہیں مگر وہی، وہ ملک، قدوس، سلام، مومن (4) اور ممکن ہے اور ظاہر کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن</p>
---	--

(1) مقدس کتاب ﷺ فرماتے ہیں: میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (2) خصائص الکبریٰ جلد دوم ص: 1 بروایت ابن ابی شیبہ۔
(3) بخاری من انس بن مالک رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ انگشتری ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آخر عہد خلافت میں یہ
انگشتری مدینہ کے ایک چاؤ، جیز آریس کے امیر گزنی تھی۔ بہت تلاش کی گئی نہ ملی۔ نقش الثاقم۔ (بخاری: 5865)
(4) مومن جو اللہ کا نام ہے اس کے معنی ایمان عطا کرنے والا ہے۔

إِلَىٰ مَرْيَمَ ابْنُوتِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِينَةِ، فَحَمَلَتْ بِهِ عِيسَى، فَخَلَقَهُ اللَّهُ مِنْ رُوحِهِ وَنَفَخَ فِيهِ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيهِ وَإِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى اللَّهِ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَالْمَوَآلَاةَ عَلَى طَاعَتِهِ وَأَنْ تَتَّبِعَنِي وَتُؤْمِنُ بِاللَّذِي جَاءَنِي فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ ابْنَ عَمَّتِي جَعْفَرًا وَنَفَرًا مَعَهُ، مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِذَا جَاءَكَ فَأَقْرِهُمْ وَدَعِ التَّجِيرَ۔ فَإِنِّي أَدْعُوكَ وَجُنُودَكَ إِلَى اللَّهِ فَقَدْ بَلَغْتُ وَنَصَحْتُ فَأَقْبِلُوا نَصِيحِي۔ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى۔ [1]

مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں، جو مریم بتول طیبہ عقیقہ کی جانب بھیجا گیا اور انھیں عیسیٰ (علیہ السلام) کا اس سے حمل ٹھہر گیا۔ اللہ نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا تھا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا تھا۔ اب میری دعوت یہ ہے کہ تو اللہ پر جو اکیلا اور لا شریک ہے ایمان لے آ اور ہمیشہ اسی کی فرمانبرداری میں رہا کر اور میرا اتباع کر اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیوں کہ میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں قبل از میں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں، تم اسے آرام ٹھہرا لینا۔ نجاشی تم تکبر چھوڑ دو، کیوں کہ میں تم کو اور تمھارے دربار کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا ہے اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو۔ سلام اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہو گیا اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِلَىٰ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ مِنَ النَّجَاشِيِّ الْأَصْحَمِ بْنِ أَبَجَزٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الَّذِي هَدَانِي إِلَى الْإِسْلَامِ أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي كِتَابُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي مَا ذَكَرْتُ مِنْ أَمْرِ عِيسَى قُورَيْبِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ عِيسَى مَا يَزِيدُ عَلَى مَا ذَكَرْتُ فُفَرُّوْنَا۔ إِنَّهُ، كَمَا قُلْتُ وَقَدْ عَرَفْنَا مَا بَعَثَ بِهِ الْإِسْلَامَ۔ وَقَدْ قَرَّبَنَا ابْنُ عَمَّتِكَ وَأَصْحَابِهِ فَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَادِقًا مُصَدِّقًا۔ وَقَدْ بَايَعْتُكَ وَبَايَعْتُ ابْنَ عَمَّتِكَ وَأَسْلَمْتُ عَلَى يَدَيْهِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِابْنِي أَرْهَابًا ابْنِ الْأَصْحَمِ بْنِ أَبَجَزٍ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي۔ وَإِنْ

اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے۔ اے نبی اللہ کے آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں۔ اسی اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان میرے پاس پہنچا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا ہے بخدائے زمین و آسمان، وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں۔ ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ سچے ہیں اور راست بازوں کی سچائی ظاہر کرنے

جِئْتُ أَنْ إِلَيْكَ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَيَايَ أَشْهَدُ أَنَّ مَا
تَقُولُ حَقٌّ - وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ - ①

والے ہیں۔ میں آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے
آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور ﷺ کی بیعت
اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے اور میں
حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے فرزند ”ارحاً“ کو روانہ کرتا
ہوں۔ میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں، اگر حضور ﷺ کا
فخشا یہ ہوگا کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہو جاؤں
گا۔ کیوں کہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضور ﷺ جو فرماتے ہیں
وہی حق ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو۔

شاہ بحرین کا اسلام

② منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا۔ شہنشاہ فارس کا خراج گزار تھا۔ علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔
یہ مسلمان ہو گیا اور اس کی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوا۔ اس نے جواب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لکھا تھا کہ بعض لوگوں
نے اسلام کو از حد پسند کیا ہے۔ بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے مخالفت کی ہے۔ میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بہت
ہیں۔ ان کے لیے جو ارشاد ہو، کیا جائے۔ نبی ﷺ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا:

① مَنْ يَنْصَحُ إِنَّمَا يَنْصَحُ لِنَفْسِهِ -

”جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے۔“

② مَنْ أَقَامَ عَلَى يَهُودِيَّةٍ أَوْ مَجُوسِيَّةٍ فَعَلَيْهِ الْجَزْيَةُ -

”جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے وہ جزیہ (خراج رعیتانہ) دیا کرے۔“ ③

سفیر اسلام کی دربار عمان میں گفتگو

③ جعفر و عبد فرزدان جاندی: ملک عمان کے نام عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیج دیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب میں عمان پہنچا تو پہلے عبد کو ملا۔ یہ سردار تھا اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا۔ میں
نے اسے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔
عبد بولا: ”میرا بھائی عمر میں مجھ سے بڑا ہے اور ملک کا مالک ہے، میں تمہیں اس کی خدمت میں پہنچا دوں گا مگر یہ تو بتلاؤ کہ تم
کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اکیلے اللہ کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں، نیز اس شہادت کی طرف کہ محمد ﷺ اللہ عز و جل
کے بندے اور رسول ہیں۔“

① زاد المعاد: 3/289، 290، ابن سید الناس: 2/268، 269 ② زاد المعاد: 3/692، 693، ابن سید الناس: 2/266، شرح المصاب: 3/350

عبد نے کہا: ”عمر و بنی امیہ تو سردار قوم کا بیٹا ہے۔ بتلاؤ کہ تیرے باپ نے کیا کیا، کیوں کہ ہم اسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔“
عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: ”وہ مر گیا، نبی ﷺ پر ایمان نہ لایا تھا۔ کاش! وہ ایمان لاتا اور آنحضرت ﷺ کی راست بازی کا اقرار کرتا۔ میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتیٰ کہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔“

عبد: ”تم کب سے محمد ﷺ کے پیرو ہو گئے ہو؟“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔“

عبد: ”کہاں؟“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”نجاشی کے دربار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔“

عبد: ”وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”اسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔“

عبد: ”(تعجب سے) کیا بشارت پادریوں نے بھی؟“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”ہاں۔“

عبد: ”دیکھو! عمر و بنی امیہ کیا کہہ رہے ہو؟ انسان کے لیے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھ کر ذلت بخش نہیں۔“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”میں نے جھوٹ نہیں کہا اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔“

عبد: ”ہر قل نے کیا کیا؟ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”ہاں۔“

عبد: ”تم کیوں کراہا کہہ سکتے ہو؟“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”نجاشی ہر قل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہوا، کہہ دیا کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔ ہر قل تک یہ بات پہنچ گئی۔ ہر قل کے بھائی نباح نے کہا: یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور حضور ﷺ کے دین کو بھی اس نے چھوڑ دیا ہے۔ ہر قل نے کہا: پھر کیا ہوا؟ اس نے اپنے لیے ایک مذہب پسند کر لیا اور قبول کر لیا، میں کیا کروں؟ بخدا اگر اس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔“

عبد: ”دیکھو عمر و بنی امیہ کیا کہہ رہے ہو؟“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”قسم ہے اللہ کی سچ کہہ رہا ہوں۔“

عبد: ”اچھا بتلاؤ، وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے؟“

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما: ”وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور معصیت الہی سے روکتے ہیں۔ وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔“

عبد: ”کیسے اچھے احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں۔ کاش! میرا بھائی میری رائے قبول کرے۔ ہم دونوں محمد ﷺ کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا اور دنیا ہی کا راغب رہا تو وہ اپنے ملک کے لیے

بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا۔“

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ: ”اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی ﷺ اسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمائیں گے۔ وہ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے غرباء میں تقسیم کرادیا کریں گے۔“

عبد: ”یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے؟“

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے مسائل بتلائے۔ جب یہ بتلایا کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے تو عبد بولا: کیا وہ ہمارے موسیقی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو خود ہی درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا ہے اور خود ہی پانی جاچیتا ہے۔

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ہاں! اونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔“

عبد: ”میں نہیں جانتا کہ میری قوم کے لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دور دور تک بکھرے پڑے ہیں وہ اس حکم کو مان لیں گے۔“
الغرض عمر بن عاص رضی اللہ عنہ وہاں چند روز ٹھہرے۔ عید روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیا کرتا۔ ایک روز عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کو بادشاہ نے طلب کیا۔ چوہداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انھیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو۔ چوہداروں نے چھوڑ دیا۔ یہ بیٹھنے لگے۔ چوہداروں نے پھر ٹوکا۔ انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے کہا: ”بولو، تمھارا کیا کام ہے؟“
عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے خط دیا جس پر مہر ثبت تھی۔

جیلر نے مہر توڑ کر خط کھولا، پڑھا، پھر بھائی کو دیا، اس نے بھی پڑھا اور عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے۔ بادشاہ نے پوچھا: ”کہ قریش کا کیا حال ہے؟“

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ”سب نے طوعا و کرہا اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔“

بادشاہ نے پوچھا: ”کہ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟“

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ: ”یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا۔ سب کچھ چھوڑ کر نبی ﷺ ہی کو اختیار کر لیا ہے اور پوری غور و فکر اور عقل و تجربہ سے نبی ﷺ کی جانچ کر لی ہے۔“

بادشاہ نے کہا: ”اچھا تم کل پھر ملنا۔“

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ دوسرے روز بادشاہ سے پہلے ملا۔ وہ بولا کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا۔

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ پھر بادشاہ سے ملے۔

بادشاہ عمان کا اسلام

بادشاہ نے کہا: ”میں نے اس معاملے میں غور کیا ہے۔ دیکھا اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا، حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ تمھیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو۔“

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ”بہتر میں کل واپس چلا جاؤں گا۔“

بادشاہ نے کہا: ”تمھیں کل تک ٹھہرو۔“

دوسرے دن پادشاہ نے انہیں آدمی بھیج کر بلایا اور دونوں بھائی مسلمان ہو گئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا۔^[۱]

گورنران دمشق و یمامہ کا انکار

- [۴] منذر بن حارث بن ابوشمر، دمشق کا حاکم اور شام کا گورنر تھا۔ شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ اس کے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے۔ یہ پہلے تو خط مبارک پڑھ کر بہت گھڑا۔ کہا میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا۔ بالآخر سفیر کو باعز از رخصت کیا۔ مگر مسلمان نہ ہوا۔^[۲]
- [۵] ہوزہ بن علی: حاکم یمامہ عیسائی المذہب تھا۔ سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ نامہ مبارک اس کے پاس لے کر گئے تھے۔ اس نے کہا: اگر اسلام پر میری آدمی حکومت تسلیم کر لی جائے تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ ہوزہ اس جواب کے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہو گیا۔^[۳]
- [۶] جریج بن متی الملقب بہ مقوقس: شاہ اسکندریہ مصر عیسائی المذہب تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس سفیر ہو کے گئے تھے۔ نبی ﷺ نے خط کے آخر میں تحریر فرمادیا تھا کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو تمام مصریوں (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا۔

مبلغ اسلام کی دربار مصر میں تقریر

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ بادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا۔

صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے: ﴿أَنَا رَسُولُ اللَّهِ﴾ (میں تم لوگوں کا بڑا رب ہوں) کہا کرتا تھا اور اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ جب اللہ کا غضب بھڑکا تو وہ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا۔ اس لیے لازم ہے کہ تم دوسروں کو دیکھو اور عبرت پکڑو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں۔“

بادشاہ نے کہا: ”ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں۔ اسے ترک نہیں کریں گے۔ جب تک کہ اس سے بہتر کوئی دین نہ ملے۔“

حاطب رضی اللہ عنہ بولے: ”میں آپ کو دین اسلام کی جانب بلاتا ہوں جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے۔“

نبی ﷺ نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی۔ قریش نے مخالفت کی ہے اور یہود نے عداوت، لیکن سب میں سے محبت و مودت کے ساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں۔ واللہ! جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بشارت دی اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کی بشارت دی ہے۔ قرآن مجید کی دعوت ہم آپ کو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔

جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا وہی قوم اس کی امت بھی جاتی ہے۔ اس لیے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے مذہب کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

مقوقس کا جواب

مقوقس نے کہا: ”میں نے اس نبی ﷺ کے بارے میں غور کیا۔ ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی۔ اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ نہ وہ ساحر ضرر رساں ہیں، نہ کابھن کا ذب اور ان میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے۔

[۱] زاد المعاد: 3/695، ابن سید الناس: 2/267، شرح المواہب: 3/352، نصب الراية: 4/423۔ [۲] زاد المعاد: 3/697، ابن سید الناس: 2/270، شرح المواہب: 3/536، [۳] زاد المعاد: 3/696، [۴] لفظ مقوقس کی اصلیت میں علامہ مصر و یورپ و عرب میں بہت اختلاف ہے۔ غالباً یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ جریج بن متی کو چند یورپین مؤرخین نے (چوریج بن مینا) بھی لکھا ہے۔ یہ درمی النسل تھا۔ مگر غالباً حبشی تھی۔

پھر آنحضرت ﷺ کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ آنحضرت ﷺ کے لیے تحائف بھیجے اور جواب خط میں یہ بھی لکھا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے مگر میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ رسول ملک شام میں ہوں گے۔

ذلل: مشہور فخر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا۔ [1]

[7] ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ دجیہ بن خلیفۃ الکھمی رضی اللہ عنہ [2] اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا اور سفیر سے نبی ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کرتا رہا۔

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا۔ حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ آیا ہو موجود ہو تو پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان مع دیگر تاجران مکہ سے شام آیا ہوا تھا۔ [3] اسے بیت المقدس پہنچایا اور دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا۔ اگر کوئی جواب غلط دے تو مجھے تلا دینا۔ ابوسفیان ان دنوں نبی ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ اگر مجھے ڈرنہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے تو میں بہت باتیں بناتا۔ مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ بچ ہی کہنا پڑا۔

سوال و جواب یہ ہیں:

ابوسفیان و ہرقل کے مابین گفتگو

قیصر: ”محمد ﷺ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟“

ابوسفیان: ”شریف و عظیم۔“

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: سچ ہے کہ نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تاکہ ان کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔

قیصر: ”محمد ﷺ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟“

ابوسفیان: ”نہیں۔“

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔

قیصر: ”نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟“

ابوسفیان: ”نہیں۔“

ہرقل نے اس جواب پر کہا: یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا ہو وہ اللہ پر جھوٹ باندھے۔

قیصر: ”اس کے باپ دادا میں کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے؟“

[1] زاد المعاد: 692/3، ابن سید الناس: 265/2، شرح المواہب: 348/3، نصب الراية: 421/4، طبری: 272/2

[2] دجیہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب ثور بن کلب تک پہنچتا ہے جو قضاہ کی بڑی شاخ ہے۔ یہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور جملہ مشاہدہ اہل بیت میں شامل ہوئے۔

[3] بخاری: 2941، مسلم: 1773

ابوسفیان: ”نہیں۔“

ہرقل نے اس جواب پر کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر: ”محمد ﷺ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟“

ابوسفیان: ”مسکین حقیر لوگ۔“

ہرقل نے اس جواب پر کہا: ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔

قیصر: ”ان لوگوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے یا کم ہوتی ہے؟“

ابوسفیان: ”بڑھ رہی ہے۔“

ہرقل نے کہا: ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر: ”کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟“

ابوسفیان: ”نہیں۔“

ہرقل نے کہا: لذت ایمان کی یہی تاثیر ہوتی ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی ہے اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے، تب جدا نہیں ہوتی۔

قیصر: ”یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟“

ابوسفیان: ”نہیں، لیکن اس سال ہمارا معاہدہ [1] اس سے ہوا ہے۔ دیکھیے کیا انجام ہو۔“

ابوسفیان کہتا ہے کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور یوں کہا: بے شک نبی

عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دنیا دار کیا کرتا ہے، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔

قیصر: ”کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟“

ابوسفیان: ”ہاں۔“

قیصر: ”جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟“

ابوسفیان: ”کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)۔“

ہرقل نے کہا: اللہ کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے، لیکن آخر کار اللہ کی مدد اور فتح ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

قیصر: ”اس کی تعلیم کیا ہے؟“

ابوسفیان: ”ایک رب کی عبادت کرو۔ باپ دادا کا طریق (بت پرستی) کو چھوڑ دو۔ نماز، روزہ، سچائی، پاکدامنی، صلہ رحمی کی پابندی اختیار کرو۔“

ہرقل نے کہا: نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتلائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب

میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ پر جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام و بیت المقدس) ضرور

قابل ہوا جائے گا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی ﷺ کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا نام مبارک پڑھا گیا۔ اراکین دربار سے سن کر بہت چپے اور چلائے اور ہم کو دربار سے

[1] اس وقت رسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ ہوئی تھی۔ ابوسفیان کا اشارہ اسی معاہدہ کی طرف ہے۔

نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت ﷺ کی آئندہ عظمت کا یقین ہو گیا۔

کسریٰ (شاہ فارس) کو تبلیغ

۱۸ خسرو پرویز۔ کسریٰ ایران۔ نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ زرتشتی مذہب رکھتا تھا۔ عبداللہ بن خدامہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ نامہ مبارک کی نقل یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى كَسْرَى عَظِيمِ فَارِسَ - سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَ آمَنَ بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَحَدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ، وَ رَسُولُهُ، وَ أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ اللَّهِ فَإِنِّي أَنَا رَسُولُ اللَّهِ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً لَا نَذِرُ مَنْ كَانَ حَيًّا وَ يَحْيَى الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ - فَاسْلِمَ تَسْلِمًا - فَإِنْ آيَيْتَ فَإِنَّ إِيَّاهُ الْمَجُوسُ عَلَيْكَ -

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے

”محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا، اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لاتا اور یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ میں تجھے اللہ کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو کوئی زندہ ہے اسے عذاب الہی کا ڈر سنا دیا جائے اور جو کوئی منکر ہیں ان پر اللہ کا قول پورا ہو، تو مسلمان ہو جا۔ سلامت رہے گا، ورنہ قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمے ہوگا۔“

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصے سے چاک کر ڈالا اور زبان سے کہا: ”میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔“ ۱۹

اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا۔ یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔

گورنر یمن کا دستہ آپ ﷺ کی گرفتاری کے لیے

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا۔ فوجی افسر کا نام خر خسرو تھا۔ ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا جس کا نام بانو یہ تھا۔ بانو یہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور آنحضرت ﷺ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں تو واپس آ کر رپورٹ کرے۔

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمد ﷺ ضرور تباہ ہو جائے گا کیوں کہ شہنشاہ کسریٰ نے اسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دے دیا ہے۔

قتل خسرو کی آپ ﷺ کا باعلام الہی خبر دینا

جب یہ افسر مدینہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبی ﷺ نے فرمایا آج رات تمہارے بادشاہ کو اللہ نے ہلاک کر ڈالا، جاؤ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبر سن کر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا اور تخت کا مالک شیردہ ہے جو باپ کا قاتل تھا [1]۔ اب باذان نے نبی ﷺ کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کیں اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ دربار اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

جو سفیر نبی ﷺ نے بھیجا تھا اس نے واپس آ کر عرض کیا کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا: ”مَنْزَقٌ مُلْكُهُ“ اس نے اپنی (قوم کے) فرمان سلطنت کو چاک کر دیا ہے۔

ناظرین! اس مختصر اور پرہیز جملہ کو دیکھیں اور سواتیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی اور جس کی فتوحات بارہا یونان و روم کو نیچا دکھائی تھیں؟ ہرگز نہیں۔

چند والیان ملک کا مشرف باسلام ہونا

مناسبت مقام سے اس جگہ ان والیان و حکمرانان ملک کے نام بھی درج کیے جاتے ہیں جنہیں نبی ﷺ کے مقرر کردہ منادان اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

[1] ثمامہ: نجد کا حکمران تھا۔ 6 ہجری میں مسلمان ہوا۔ [2]

[2] جلد: عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسان کا حکمران تھا۔ 7 ہجری میں مسلمان ہوا۔ [3]

[3] قرہ بن عمرو خزاعی: علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا تو قیصر نے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اسلام چھوڑ دے۔ قرہ نے انکار کیا۔ قیصر نے اسے قید کر دیا اور پھر قتل کر دیا۔ اللہ کے پیارے بندے نے دولت، حکومت، عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں مگر اسلام ترک نہ کیا۔

[4] اکیدر: دومۃ الجندل کا حکمران تھا۔ 9 ہجری میں مسلمان ہوا۔

[5] ذی الکلاع حمیری: یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اس کی حکومت تھی اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا۔ یہ اپنے آپ کو اللہ کہلایا کرتا اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار (18000) غلام آزاد کیے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ آ کر رہا اور زاهدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

[6] ناظرین نبی ﷺ کے نامہ مبارک کے الفاظ ”اسلم فسلم“ پر غور فرمائیے۔ اس میں درج تھا کہ اگر مسلمان ہو جائے گا تب سلامت رہے گا۔ یہ تہدید تھی بلکہ اخبار عن الغیب (پیش گوئی) تھا۔ (فتح الباری: 127/8، 128، محاضرات: 147/1) [7] ثمامہ بن اعلیٰ رضی اللہ عنہ نے مسیلہ کذاب کے فتنہ میں اسلام کی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ نبی ﷺ نے ان کے پاس اس بارہ میں فرات ابن حبان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ [8] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جلد بن الاسلام مرتد ہو گیا تھا، کیونکہ طواف کعبہ کے دوران جلد کی عبا پر ایک بدوی کا پاؤں آ گیا تھا۔ جلد نے اس بدوی کو تھپڑ مارا۔ جب معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ بدلہ میں بدوی جلد کو اسی طرح تھپڑ مارے۔ جلد نے اس سزا کو سامنے سے انکار کر دیا اور فرار ہو کر قیصر روم کے پاس پہنچ گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا۔

نبی ﷺ کے عہد میں اسلام کی اشاعت

نبی ﷺ کے عہد میں اسلام کی اشاعت جس حسن و خوبی کے ساتھ ہوئی تھی، اس کی مختصر کیفیت، ان وفود (Deputations) سے اندازہ کی جاسکتی ہے جو وقتاً فوقتاً حضور ﷺ کی خدمت میں دور دراز سے آیا کرتے تھے۔

وفود (Deputations) کا آنا، واپس جانا، ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز کا سب لوگوں کے کان تک پہنچانا کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی مدافعتانہ جنگ تو جن میں مجبوراً شامل ہونا پڑا ملک کے ایک محدود دائرہ ہی میں تھی لیکن ان وفود (Deputations) کو دیکھ کر ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے۔

ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں جو نبی ﷺ نے چشیل میدان میں بہا دیئے تھے جس کی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے۔ دعوت عام کی دوسری زبردست دلیل ان وفود کا حاضر ہونا ہے۔ جن قبائل کے وفود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ میں نے ان قبائل کے نام اس فہرست میں شامل نہیں کیے جن کا نبی ﷺ کی خدمت میں آنا، ملکی اغراض یا ذاتی فوائد کے لیے تھا۔

(1) دوس، (2) صداء، (3) ثقیف، (4) عبد القیس، (5) بنی حنیفہ، (6) طے، (7) اشعرمین، (8) ازد، (9) فردہ جذامی، (10) ہمدان، (11) طارق بن عبد اللہ، (12) نجیب، (13) بنی سعد ہذیم، (14) بنو اسد، (15) بہراء، (16) عذراء، (17) خولان، (18) محارب، (19) غسان، (20) بنی الحارث، (21) بنی عیس، (22) عامہ، (23) بنی فزارہ، (24) سلامان، (25) نجران، (26) نضج۔ ذیل میں مندرجہ بالا وفود کے مختصر مختصر حال درج کیے جاتے ہیں۔

❶ وفود دوس

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ عاف مایے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی۔ یا اللہ! طفیل رضی اللہ عنہ کو تو ایک نشان (آیت) بنا دے۔ طفیل رضی اللہ عنہ گھر پہنچا تو بوڑھا باپ طے کے لیے آیا۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: باوا جان! اب نہ میں تمہارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں۔ بوڑھے نے کہا: ”یہ کیوں؟“ طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں تو محمد ﷺ کا دین قبول کر کے مسلمان ہو کے آیا ہوں۔“ بوڑھے نے کہا: ”بیٹا! جو تیرا دین ہے وہی میرا بھی ہے۔“

طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: ”خوب! تب آپ اٹھیے، غسل فرمائیے، پاک کپڑے پہن کر تشریف لائیے تاکہ میں اسلام کی تعلیم دوں۔“ پھر طفیل رضی اللہ عنہ کی بیوی آئی۔ اس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی اور وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اب طفیل رضی اللہ عنہ نے اسلام کی منادی شروع کر دی لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے۔

طفیل رضی اللہ عنہ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے۔ (چونکہ اسلام زنا کو نجی سے حرام ٹھہراتا ہے) اس لیے لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ حضور ﷺ ان کے لیے دعا فرمائیں۔ نبی ﷺ نے زبان سے کہا: اَللّٰهُمَّ اهْدِ دُؤُسًا۔ اے اللہ دوس کو سیدھا راستہ دکھلا۔ پھر طفیل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ۔^[1]

دعوت اسلام کرنے والوں کے لیے ضروری ہدایات

لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤ۔ ان سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو۔ اس دفعہ طفیل رضی اللہ عنہ کو اچھی کامیابی ہوئی۔ وہ 5 ہجری میں دوس کے ستر اسی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے، ساتھ لے کر مدینہ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ خیر گئے ہوئے ہیں اس لیے خیر ہی پہنچ کر اس نے شرف حضوری حاصل کیا اور یہ سب لوگ بھی خیر ہی میں نبی ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ نبی ﷺ کے پیچھے بھاٹی بھی جش سے وہاں کے حبشی قبائل کو جو مسلمان ہو چکے تھے لے کر خیر ہی جا پہنچے۔^[2]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جش سے وہاں کے نو مسلموں کو لے کر اور حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یمن سے دوس کے نو مسلم خاندانوں کو لے کر خیر میں پہنچ جانا گویا یہودیوں کو اللہ کی طرف سے یہ بتلا دینا تھا کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دور دراز ملکوں میں ”دلوں کے قلعوں“ کو آسانی سے فتح کر رہی ہے اس کی مخالفت میں اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں پر بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے۔

② وفد صداء

یہ وفد 8ھ میں حاضر خدمت نبوی ﷺ ہوا تھا۔ سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد بن حارث رضی اللہ عنہ صدائی حاضر ہوا۔ پھر وہ بارہ وہی زیاد قوم کے پندرہ (15) سرکردہ لوگوں کو لے کر آیا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان کی تواضع کے لیے مامور ہوئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد ان کے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔

زیاد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنواں ہے۔ سر میں اس کا پانی کافی ہوتا ہے۔ لیکن گرمی میں وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اس لیے تمام قوم متفرق ہو کر یہ موسم پورا کرتی ہے۔

بے خبروں کو اسلام سیکھنے کی بہت ضرورت ہے

ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے۔ تعلیم و تعلم کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ دعا فرمائیے کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سات کنکریاں اٹھا لاؤ۔ زیاد رضی اللہ عنہ لے آیا۔ نبی ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر پھر واپس دے دیا۔ فرمایا: ”ایک ایک کنکری اس کنوئیں میں گرا دینا۔ ہر ایک کنکری پر اللہ۔ اللہ پڑھتے جانا۔“ زیاد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر اس چاہ میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ اس کے قعر کا پانی نہ لگا کرتا۔^[3]

③ وفد ثقیف کا حال

ثقیف میں سے سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کے لیے نبی ﷺ خدمت میں آیا تھا۔ وہ عروہ بن مسعود

[1] بخاری: 4393، 2937، مسلم: 197، 252، دلائل النبوة للحموی: 359/50، احمد: 243/2، اسد الغابہ: 78/3، ابن سعد: 176/1۔ [2] زاد المعاد: 626/3، اسد الغابہ: 78/3۔ [3] زاد المعاد: 666/3، احمد: 169/4، ابن سعد: 327، 326/1، ابن سیر النجاشی: 255/2، تنویر مصر لابی عبد اللہ: 212۔

ثقفی بنی ہونے لگا تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا۔ جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد جذبہ توفیق الہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ عروہ بنی ہاشم کے گھر میں دس (10) بیویاں تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے چار (4) کو رکھ کر باقی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ (3)

جب عروہ بنی ہاشم اسلام سیکھ چکے تو انھوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے، اسلام کی منادی کرنے کی اجازت فرمادیجیے، نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری قوم تمہیں قتل کر دے گی۔ عروہ بنی ہاشم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے۔ یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا اور عروہ اسلام شروع کر دیا۔ ایک روز

(3) اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ عرب میں کثرت زواج کا رواج پہلے سے تھا۔ اور کوئی پابندی مذہبی کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔ اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لہذا وہ کوکھ دو بیٹا یا اور کثرت کے لیے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی۔ آج کل بہت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا۔ ایسا اعتراض کرنے والے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کس غلط فہمی نے یہودیوں کے رواج کثرت زواج میں کوئی اصلاح کی تھی؟ اگر نہیں تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے جملہ مذاہب عالم میں سے اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی۔ انجیل متی 25 باب کو شروع سے پڑھ دیکھو جس میں ایک دولہا کے ساتھ 10 کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے۔ جن میں پانچ تو دولہا کے ساتھ جاتی اور پانچ اپنی نادانی سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہ تینوں کثرت زواج کی دلیل بھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں دو، تین، چار تک اجازت دے کر پھر یہ فرمایا گیا ہے: ﴿وَإِنْ جَعَلْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ [النساء: 3] اگر یہ اندیشہ ہو کہ تم اپنی بیویوں کے لیے عدل نہ کر سکو گے تب صرف ایک بیوی کرنا۔ پھر یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء: 129] تم بھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو۔ پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں سے خوشتر تب صرف ایک ہی بیوی کے الفاظ کو قانونی اور عملی طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام کے لیے یہی خیر اور فضل کافی ہے۔ کتاب ہذا کے موضوع سے زائد ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کے جواز پر عقلی و نقلی دلائل کا یہاں بیان کیا جائے۔ لیکن مختصر اس جگہ اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ جب قومی عزت و وقار کا صبر کثرت آبادی پر جو تب اس وقت قومی عزت کے لیے ایک سے زیادہ بیوی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ گو ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا۔ لیکن دنیا کے عمل مند جانتے ہیں کہ مبارک وہ ہیں جو قوم کے لیے اپنے آپ کی قربانی کر دیتے ہیں۔

(4) لفظ طلاق سے بھی پوری توجہ بہت برہم ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں کہ جس کوڈ (Justice Code) میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کے لیے بحال رکھی گئی ہے۔ وہ یہ بھی فراموش کر دیتے ہیں کہ آج دنیا میں صرف یورپ ہی ہے جہاں طلاق کثرت دی جاتی ہے۔ اور طلاق منظور کرنے والی عدالتیں جدا گانہ یورپ ہی میں ہیں۔ اسلام نے تو یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھادی ہیں۔ جس سے طلاق کی رسم قریباً لمبا میٹ ہو گئی۔ (1)۔ مہرزہ طلاق کی روک ہے۔ طلاق شرعی تین (3) ہیں۔ ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہیے۔ یہ تین مہینے کی مہاد بھی طلاق کے لیے روک ہے۔ (2) آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں رہیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیے ہے۔ (3) طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں اور یہ بھی اہل غیرت کے لیے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے طلاق کی روک ہے۔ (4) مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک کوئی اور اس سے نکاح نہ کر لے اور پھر اتفاق وقت سے نہ چھوڑے۔ یہ سخت دشوار شرط بھی طلاق کے لیے روک ہے۔ (5) سب سے بڑھ کر ان ابغض الحلال عند اللہ الطلاق (ایوراکو 2178، ابن ماجہ 2018) سب سے زیادہ طلاق کو روکنے والی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: ”جاؤ کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ (6) قرآن مجید میں ہے نبی ﷺ نے اپنے صحابی زید بن حارثہ سے فرمایا: ﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَالْقِ اللَّهُ﴾ [الاحزاب: 37] اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے (اور اسے طلاق دینے میں) اللہ سے ڈر۔ لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی کو طلاق دینے کی بابت کہا گیا ہو۔ (7) قرآن مجید نے ظہار کو لغو ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی۔ اس سے بھی طلاق کی کمی ہو گئی۔ (8) قرآن مجید نے ایلاہ کی اصلاح کی۔ حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق کے معنی میں ہی مستعمل ہوتا تھا اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی۔ (9) قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے کہ عورت چاقی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کہہ کا۔ ایک شخص ثالث بیوی کے کہہ کا مقرر کیے جائیں۔ اور یہ دونوں مل کر مہاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں اصلاح کر دیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیے ہے۔ اگر کسی مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدابیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے۔ ان احکام کا عملی نتیجہ دیکھو کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے لیکن یورپ میں جو عدم جواز طلاق کے مسئلہ پر منحصر ہے کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی محلہ ایسا نہ ملے گا جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں۔ (محمد سلیمان)

□ مصنف کی یہ بات حقیقت کے برعکس ہے کہ ہر حیض کے بعد اور ہر ماہ طلاق دی جائے، جب کہ ایک طلاق کے بعد ہی اگر خاوند رجوع نہ کرے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر بیوی پہلے خاوند کے گھر ہی بسا چاہتی ہو تو دونوں میں تجدید نکاح ہو سکتا ہے۔

یہ اپنے بالا خانہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی شقی نے تیر چلایا جس سے وہ شہید ہو گئے۔
 اگرچہ عروہ بنی النضر جانبر نہ ہوئے لیکن جو آواز انھوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی وہ دلوں پر اثر کیے بغیر نہ رہی۔ تھوڑی سی عرصہ
 گزرا تھا کہ قوم نے اپنے چند سرکردگان کو منتخب کیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں اس لیے بھیجا کہ اسلام کی نسبت پوری واقفیت حاصل کریں۔
 یہ وفد 9 ہجری میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ وفد کا سردار عبد یلیل تھا۔ جس کے سمجھانے کو نبی ﷺ کو وہ طائف پر
 10 نبوت میں گئے تھے اور انھوں نے وعظ کے سننے سے انکار کر کے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبی ﷺ کی تضحیک و تحقیر کے لیے
 مقرر کر دیا تھا اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول اللہ ﷺ پر پتھر برسائے گئے، کچھڑ پھینکا گیا تھا۔

قوم کی عزت کا سبق

نبی ﷺ نے وہاں آتے ہوئے یہ فرما دیا تھا کہ میں ان کی بربادی کے لیے دعا نہیں کروں گا کیوں کہ اگر یہ خود اسلام نہ
 لائیں گے تو ان کی آئندہ نسلوں کو اللہ ایمان عطا کرے گا۔ اب وہی دشمن اسلام خود بخود اسلام کے لیے اپنے دل میں جگہ پاتے اور دلی
 شوق و روجی طلب سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔
 مغیرہ بن شعبہ بنی النضر نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ یہ (اہل اقیف) میری قوم کے لوگ ہیں۔ کیا میں انھیں اپنے پاس اتار لوں
 اور ان کی تواضع کروں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: لَا أَسْنَعُكَ تُكْسِرُ قَوْمَكَ ”میں منع نہیں کرتا کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو لیکن ان کو ایسی جگہ اتارو،
 جہاں قرآن کی آوازاں کے کان میں پڑے۔“

الغرض ان کے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے، جہاں سے یہ قرآن بھی سنتے تھے اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے۔ اس
 تدبیر سے ان کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا اور انھوں نے نبی ﷺ کے دست مبارک پر بیعت اسلام کر لی۔ انھوں نے بیعت
 سے پہلے یہ اجازت چاہی کہ ہم کو ترک نماز کی اجازت دی جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: لَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ (جس
 مذہب میں نماز نہیں اس میں کوئی بھی خوبی نہیں) پھر انھوں نے کہا: اچھا ہمیں جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور نہ زکوٰۃ ہم سے لی جائے۔
 آنحضرت ﷺ نے یہ شرط قبول کر لی اور صحابہ جنہم سے فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے۔ ﴿۱﴾
 عبد یلیل نے جو ان کا سردار تھا مختلف اوقات میں نبی ﷺ سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی۔

﴿۱﴾ زنا حرام ہے

یا رسول اللہ ﷺ! زنا کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہماری قوم کے لوگ اکثر وطن سے دور رہتے ہیں، اس لیے زنا

﴿۱﴾ سنن ابی داؤد: 3025، 3026، 3027، 218/4، زاد المعاد: 3/599، آنحضرت ﷺ کے ہدی مبارک کو دیکھو کہ کس شکست سے نو مسلموں پر شرائع اسلام کی تعمیل کا بار
 ڈالا کرتے تھے۔ ”دعوت اسلام“ ص: 462 میں ہے کہ وال و غیر زار روں مسلمان ہوئے کو تیار تھا۔ اس شرط پر کہ وہ شراب کا پینا ترک نہ کرے گا۔ اس وقت کے عالم نے
 اس شرط کو قبول نہ کیا۔ زار نہ گور جو بت پرستی سے تھک رہا ہو گیا مایوس ہو کر عیسائی بن گیا۔ اگر اس عالم کو حدی محمدی ﷺ سے واقفیت ہوتی تو آج سلطنت روس میں تقریباً
 سب مسلمان ہوتے۔

نوٹ: ملت و حرمت کا اختیار صرف ذات باری تعالیٰ کو ہے اور وہ جسے بھی مذکور بالا حدیث کو شیخ الانبانیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

کے بغیر کچھ چارہ ہی نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”زنا تو حرام ہے اور اللہ پاک کا اس کے لیے یہ حکم ہے: ﴿لَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ سَبِيلاً﴾ [بنی اسرائیل: 32] ”تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو سخت بے حیائی اور بہت برا طریق ہے۔“

② سود کا روپیہ لینا حرام ہے

یا رسول اللہ ﷺ! سود کے بارہ میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو بالکل ہمارا ہی مال ہوتا ہے۔
نبی ﷺ نے فرمایا، تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا﴾ [البقرہ: 278]
”اے ایمان والو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے وہ بھی چھوڑ دو۔“

③ شراب کا استعمال حرام ہے

یا رسول اللہ ﷺ! خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے اور اس کے بغیر تو ہم نہیں رہ سکتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: شراب کو اللہ نے حرام کر دیا ہے: دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [المائدہ: 90]
”اے ایمان والو! شراب، جوا، انصاب وازلام نا پاک و گندے، شیطانی کام ہیں، ان سے بچا کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

دوسرے روز اس نے آ کر کہا: خیر ہم آپ کی سب باتیں مان لیں گے لیکن (رہ) کو کیا کریں؟ (رہ) مونٹ ہے لفظ رب کی جس دیوی کے بت کو یہ پوجا کرتے تھے اسے رہ کہا کرتے تھے) نبی ﷺ نے فرمایا: ”اسے گرا دو۔“
دند کے لوگوں نے کہا: ہائے ہائے! اگر رہ کو خیر ہوگی کہ آپ اسے گرا دینا چاہتے ہیں تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالے گی۔
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: افسوس! ابن عبد یلیل رضی اللہ عنہ تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے۔ ابن عبد یلیل نے کھسیانہ ہو کر کہا: عمر رضی اللہ عنہ ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:
اسے گرانے کی ذمہ داری حضور ﷺ خود لیں، کیوں کہ ہم تو اسے کبھی نہیں گرائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خیر میں گرانے والے کو بھی بھیج دوں گا۔“

ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ اس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجیے گا۔ وہ ہمارے ساتھ نہ جائے۔ ③
الغرض یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے وہ مسلمان ہو کر وطن واپس چلے گئے۔ انھوں نے چلتے وقت کہا کہ ہمارے لیے کوئی امام

③ معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد یلیل رضی اللہ عنہ جو طائف کا حکمران نہیں تھا، ایک ہوشیار شخص تھا۔ وہ اپنے آپ کو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لیے بظاہر اعتراضات و سوالات کرتا تھا تاکہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث و مباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا۔ جاہلوں کو سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

ان ہی میں ایک شخص عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ تھا جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا۔ کبھی رسول اللہ ﷺ سے، کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھ لیا کرتا۔ آنحضرت ﷺ نے اسی کو ان کا امام مقرر فرما دیا۔ وفد نے راستہ میں مشورہ کیا کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیے۔ جب یہ وطن پہنچ گئے تو قوم نے پوچھا: کہو کیا حال ہوا؟

وفد نے کہا: ہمیں ایک سخت خو، درشت گو شخص سے سابقہ پڑا جو ہمیں ان ہونی باتوں کا حکم دیتا ہے مثلاً لات وعزیٰ کو توڑ دینا، تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا، شراب، زنا کو حرام سمجھنا۔ قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں مانیں گے۔ وفد نے کہا: اچھا ہتھیاروں کو درست کرو اور جنگ کی تیاری کرو۔ قلعوں کی مرمت کرلو۔ دو دن تک ثقیف اس ارادے پر بیٹھے رہے۔ تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے۔

بھلا محمد ﷺ کے ساتھ ہم کیوں کر لڑ سکیں گے۔ سارا عرب تو اس کی اطاعت کر رہا ہے۔ پھر وفد کے لوگوں نے کہا، جاؤ جو کچھ بھی وہ کہتا ہے قبول کرلو۔

وفد نے کہا: اب ہم تم کو صحیح صحیح بتلاتے ہیں۔ ہم نے محمد ﷺ کو تقویٰ میں اور وفا میں رحم میں اور صدق میں سب سے بڑھ کر پایا۔ ہم تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی۔

قوم نے کہا کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا اور ہم کو ایسے سخت غم و الم میں کیوں ڈالا۔ وفد نے کہا: ہمارا مدعا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہوئے اشخاص خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہنچ گئے۔ انھوں نے لات کے گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ ثقیف کے سب مرد و زن، بوڑھے، بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے۔ پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کے توڑنے کے لیے تیر چلایا مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے۔ یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اٹھے، رب نے مغیرہ کو دھتکار دیا ہے اور ربہ (۱) نے اسے قتل کر ڈالا۔ اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے۔ تم کچھ ہی کوشش کرو مگر اسے نہیں گرا سکتے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خفا ہو کر کہا: ثقیف والو، تم بہت ہی بے وقوف ہو۔ یہ پتھر کا ٹکڑا کر بھی کیا سکتا ہے۔ لوگو! اللہ کی عاقبت قبول کرو اور اس کی بندگی کرو۔

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اول اس بت کو توڑا اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گیا اور انھیں گرانے شروع کر دیا۔ باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے اور اس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کے چھوڑا۔

مندر کا پجاری کہنے لگا کہ مندر کی بنیاد انھیں ضرور غرق کر دے گی۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی اور اس طرح قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔ (۲)

(۱) ربہ دیوی کو کہا کرتے تھے۔ (۲) زاد المعاد: 3/595-598

۴۱ وفد عبدالقیس کا حال

قبیلہ عبدالقیس کا وفد خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا نبی ﷺ نے پوچھا تم کس قوم سے ہو؟ عرض کیا: قوم ربیعہ سے، نبی ﷺ نے انھیں خوش آمدید فرمایا۔

انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں۔ ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں اس لیے صاف اور واضح طور پر سمجھا دیا جائے، جس پر ہم عمل کرتے رہیں اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔

فرمایا: میں چار چیزوں پر عمل کرنے کا اور چار چیزوں سے بچنے کا حکم دیتا ہوں۔ جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں:

(1) اکیلے اللہ پر ایمان لانا، اس سے مراد یہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی شہادت ادا کرنا۔ (2) نماز۔

(3) زکوٰۃ۔ (4) رمضان کے روزے اور مالِ غنیمت سے غسّ نکالنا۔

چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے، یہ ہیں:

(1) دبا (توہنا)۔ (2) ختم (لاکھی برتن)۔ (3) تھیر (شراب کے لیے لکڑی کا ایک برتن)۔ (4) مزفت (قیر آلودہ برتن) ﴿۱﴾

ان باتوں کو یاد رکھو اور پچھلوں کو بھی بتا دو۔

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ، حضور ﷺ کو معلوم ہے کہ تھیر کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: ”جانتا ہوں کھجور کے درخت میں زخم لگا کر عرق نکالتے ہیں اور اس میں کھجوریں ڈالا کرتے ہو، اس پر پانی ڈالتے ہو، اس میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جب جوش بیٹھ جاتا ہے تب پیا کرتے ہو۔ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اس نشہ میں اپنے پیچیرے بھائی کو قتل کر ڈالے۔“ (عجیب بات یہ ہے کہ اسی وفد میں ایک شخص بھی تھا جس نے تھیر کے نشہ میں اپنے پیچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔)

ان لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں۔ فرمایا: مشکوں میں جن کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے یہاں چوہے بکثرت ہوتے ہیں۔ اس لیے وہاں چوہے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں۔ فرمایا: ”خواہ سالم ہی نہ رہیں۔“ ﴿۲﴾

اسی وفد کے ساتھ جارد بن بشر بن المعلیٰ بھی آیا تھا۔ یہ مسیح المذہب تھا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں۔ اگر ہم اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں۔ فرمایا: ہاں، میں ضامن بنتا ہوں کیوں کہ جس مذہب کی میں دعوت دے رہا ہوں، یہ اس مذہب سے بہتر ہے جس پر تم اب ہو۔

﴿۱﴾ بخاری: 53، مسلم: 17۔ اس قوم میں شراب بکثرت پائی جاتی، بنائی جاتی، ذخیرہ کی جاتی، نبی ﷺ نے حرمت شراب کا حکم دیتے وقت ان ظروف کا استعمال بھی منع فرما دیا جن میں شراب پی جاتی یا رکھی جاتی تھی۔ جب قوم سے شراب کی عادت چھوٹ گئی۔ تب ان برتنوں کے استعمال سے ممانعت بھی دور کر دی گئی تھی۔ اس سے مسلمان آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نبی ﷺ کیسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

دہا: کدو کدور میان سے کھرچ کر (اندر سے خالی کر کے) ایک طرح کا برتن بنالیا جاتا تھا۔

ختم: ایسا دنگ جس کی بیرونی سطح پر دھن کر لیا جاتا۔

تھیر: کھجور کی جڑ کی لکڑی جسے درمیان سے خراہ کر بطور برتن استعمال کیا جاتا تھا۔

مزفت: مٹی کا ایسا برتن جس کے باہر تار کول پھیر دیا جائے۔ ﴿۲﴾ مسلم: 7، زاد المعاد: 606/3

جارود کے ساتھ اور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے۔^[3]

{5} وفد بنی حنیفہ

بنو حنیفہ کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ یہ وفد مدینہ آ کر مسلمان ہوا تھا۔ اسی وفد کے ساتھ مسلمانہ کذاب بھی تھا۔ وہ مدینہ میں آ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر محمد ﷺ یہ اقرار کریں کہ مجھے ان کا جانشین بنایا جائے گا تو میں بیعت کروں گا۔

نبی ﷺ نے یہ سنا حضور ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، فرمایا: ”میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔ اگر وہ بیعت نہ کرے گا تو اللہ اسے تباہ فرمائے گا۔ اس کا انجام اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھلادیا ہے۔ یعنی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب ہی میں وحی سے معلوم ہوا کہ انھیں پھونک سے اڑا دو۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان سے مراد مسلمانہ کذاب اور غنشی صاحب صنعا ہے۔“^[4]

مسلمانہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا مگر نبی ﷺ کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا۔ اس سے مدعا اس کا غالباً یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں۔

10 ہجری میں مسلمانہ کذاب اور نبی ﷺ میں یہ خط و کتابت ہوئی۔

مِنْ مُسْلِمَةٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ - أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ لَنَا نِصْفَ الْأَرْضِ وَلِقُرْبَيْشٍ نِصْفُهَا - لَا يَنْصِفُونَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ -

”اللہ کے رسول مسلمانہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام۔ واضح ہو کہ نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ آپ پر سلام ہو۔“

نبی ﷺ نے جواب دیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ -

مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ إِلَى مُسْلِمَةِ الْكَذَابِ - أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ - وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى - (کتب ابن کعب)^[4]

”اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ اللہ کے نبی محمد ﷺ کی طرف سے مسلمانہ کذاب کے نام۔ واضح ہو زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت تو تقویٰ شعار لوگوں

[3] ابن حبان: 1171، ترمذی: 1882، ابن ماجہ: 2502، احمد: 80/5، زاد المعاد: 606/3، ابن ہشام: 275/2، بخاری: 7372، [4] صحیحین میں بروایت نافع بن جبر عن ابن عباس۔ مسلمانہ اور غنشی دو کذاب شخص گذرے جن جنہوں نے نبی ﷺ کی دیکھا دیکھی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔ اللہ نے دونوں کو تباہ کر دیا۔ کامیابی اور ابدی صداقت کی رفاقت اسی کو ملی جو اللہ کا سچا رسول تھا۔ قرآن مجید میں قریش کوئی موجود ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ [الحجہ: 28] اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور صداقتوں کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے کہ وہ باقی سب مذہبوں کے اوپر ظہور پائے۔ (بخاری: 4373، مسلم: 2273)

[4] مستدرک: 487/3، ابوداؤد: 2761، 2772، آخر جلد الطحاوی: 238/1، ابن ہشام: 576/2، ابن سعد: 316/1۔

کے لیے ہے۔ سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا خط حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔ کذاب نے ان کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کنوا دیے تھے۔ ①

⑥ وفد طے کا بیان

قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید النخیل تھا، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا، عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی وہ دیکھنے کے وقت اس سے کم ہی نکلا۔ ایک زید النخیل اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر اس کا نام زید الخیر رکھ دیا۔ یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے۔ ②

⑦ وفد اشعریین کا حال

قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ ان کے آنے پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ ”اہل یمن آئے، جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں۔“ ③
ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی۔ مسکت بکریوں والوں میں، فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے جو مشرق کی طرف رہتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے تو یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

غَدًا نَلْقَى الْأَجْزَاءَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهُ

”کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔“ ④

⑧ وفد ازد کا حال

یہ وفد سات (7) اشخاص کا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے ان کی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا: تم کون ہو؟ انھوں نے کہا: ہم مومن ہیں۔

ایمان کی حقیقت

نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتلاؤ کہ تمہارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم پندرہ شخصیتیں رکھتے ہیں۔ پانچ (5) وہ ہیں جن پر اعتقاد رکھتے ہیں اور پانچ (5) وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا۔ پانچ (5) وہ ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں۔

پانچ (5) باتیں جن پر حضور ﷺ کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا، یہ ہیں: (1) ایمان باری تعالیٰ پر (2) فرشتوں پر

① فتوح البلدان بلاذری ص: 95۔ اس جگہ قارئین کی اطلاع کے لیے اس قدر درج کر دینا ضروری ہے کہ مسیلہ پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی تھی۔ مسیلہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کفر میں، میں نے ایک عقیم انسان کو مارا تھا تو اسلام میں آ کر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے۔ اللہ نے میرے گناہ کی عافی کر دی۔ ② زاد المعاد 3/616 زید الخیر شاعر۔ خطیب بہادر و زبان آور تھے۔ ان کے دو بیٹے ملک و حریت بھی صحابی ہیں۔ (زاد المعاد 3/617) ③ مسلم: 52، احمد: 84/4، زاد المعاد 3/619۔ ④ زاد المعاد 3/619، احمد: 155/3، ابن سعد: 348/1

(3) اللہ کی کتابوں پر (4) اللہ کے رسولوں پر (5) مرنے کے بعد جی اٹھنے پر۔

پانچ (5) باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتلائی گئی ہیں۔

(1) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا۔ (2) پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا (3) زکوٰۃ دینا (4) رمضان کے روزے رکھنا (5) بیت الحرام کا حج

کرنا، جسے راہ کی استطاعت ہو۔

پانچ (5) باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں: (1) آسودگی کے وقت شکر کرنا (2) مصیبت کے وقت صبر کرنا (3) قضائے الہی پر رضامند ہونا (4) امتحان کے مقامات میں راست بازی پر قائم رہنا (5) اعدا کو شکست نہ دینا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنہوں نے ان باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے اور ان کی دانش مندی سے معلوم ہوتا ہے گویا وہ انبیاء ﷺ تھے۔ اچھا پانچ (5) چیزیں اور بتا دیتا ہوں تاکہ پوری بیس (20) خصالتیں ہو جائیں۔

مزید پانچ باتیں

- وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو۔
- وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو۔
- ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو۔
- اللہ کا تقویٰ رکھو جس کی طرف لوٹ جانا ہے اور جس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔
- ان چیزوں کی رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی۔ جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔
- ان لوگوں نے نبی ﷺ کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ ①

⑨ فروہ بن عمرو الجند امی رضی اللہ عنہ کی سفارت آنے کا ذکر

عرب کا جتنا شمالی حصہ سلطنت قسطنطینیہ کے قبضہ میں تھا اس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ اس کا دار الحکومت معان تھا۔ فلسطین کا متصل علاقہ بھی اسی کی حکومت میں تھا۔

نبی ﷺ نے اسے نامہ مبارک (دعوت اسلام کا) بھیجا تھا۔ فروہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت ﷺ کے لیے ایک سفید رنگ کا قیمتی خچر ہدیہ میں بھیجا تھا۔

جب بادشاہ قسطنطینیہ کو اس کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی تو اسے حکومت سے واپس بلا لیا۔

پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا۔ جب فروہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو اسے قید کر دیا گیا۔ آخر یہ رائے ہوئی کہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ شہر فلسطین میں ”عفراء“ نامی تالاب پر اسے پھانسی دی گئی۔ جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا تو اس نے یہ شعر پڑھے: ②

أَلَا هَلْ أَتَى سَلْمَى بِأَنَّ خَلِيلَهَا عَلَى مَاءِ عَفْرَاءَ فَوْقَ أَحَدِى الرِّوَا حِلْ
عَلَى نَاقَةٍ لَمْ يَضْرِبِ الْفَحْلُ أَمَهَا مُشَدَّبَةً أَطْرَافُهَا بِالسَّمَا حِلْ

① زاد المعاد 3/672 از کتاب معرفۃ الصحابہ لابی نعیم التتوی 336۔ ② ان اشعار میں پھانسی کی پھیلی ہے۔

جان دینے سے جیستر یہ شعر بھی پڑھا:

بَلِّغْ سَرَاةَ الْمُسْلِمِينَ بِأَنِّي سَلَّمَ لِرَبِّيَ أَعْظَمِي وَمُقَامِي ①

① وفد ہمدان

یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان میں اشاعت اسلام کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔ وہ وہاں چھ (6) ماہ تک رہے۔ اسلام نہ پھیلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا۔ ان کے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خط جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو سجدہ شکر ادا کیا اور زبان مبارک سے فرمایا: السَّلامُ عَلٰی هَمْدَانَ (ہمدان کو سلامتی ملے)

یہ وفد انہی لوگوں کا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے آئے تھے۔ مالک بن نمط رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے۔

إِلَيْكَ جَاوَزْنَا سَوَادَ الرَّيْفِ فِي هَبَاتِ الصَّيْفِ وَالْخَرِيفِ
مُخْطَمَاتٍ بِجِجَالِ اللَّيْفِ ②

② وفد طارق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

طارق بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ کے ”سوق الحجاز“ میں کھڑا تھا، اسنے میں ایک شخص وہاں آیا جو پکار پکار کر کہتا تھا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا۔

”لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ۔“

ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے آیا جو ٹکریاں اسے مارتا اور کہتا تھا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَصِدُّ قُوَّةَ فَإِنَّهُ، كَذَّابٌ

”لوگو! اسے سچا نہ سمجھو، یہ جھوٹا شخص ہے۔“

میں نے دریافت کیا کہ یہ کون کون ہیں؟

لوگوں نے کہا: یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہے۔ اور دوسرا اس کا چچا عبد العزیٰ ہے

(ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا) ③

طارق کہتا ہے کہ اس کے بعد برسوں گزر گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہے۔ اس وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں

بھی تھا، مدینہ گئے۔ تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں۔ جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچ گئے تو ہم اس لیے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے

① زاد المعاد: 3/646 ابن ہشام: 2/592 ② زاد المعاد: 3/622 ③ اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی محبت اور مہربانیت سے قوموں کو توحید کی دعوت دی تھی۔ دشمن کہتے ہیں کہ اسلام بڑے دشمن پھیلا یا گیا۔

اتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہوں گے۔

اتنے میں ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادریں تھیں۔ اس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے، کدھر جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ ربذہ سے آئے ہیں اور یہیں تک قصد ہے۔ پوچھا: ”مدعا کیا ہے؟“ ہم نے کہا: ”کہ بھجوریں خرید کرنی ہیں۔“

ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کے مہار ڈالی ہوئی تھی۔

اس شخص نے کہا: ”یہ اونٹ بیچتے ہو؟“ ہم نے کہا: ”ہاں، اس قدر بھجوروں کے بدلے دیں گے۔“ اس شخص نے یہ سن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا اور مہار شتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا۔ جب شہر کے اندر جا پہنچا تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے کہ یہ ہم نے کیا کیا؟ اونٹ ایسے شخص کو دے دیا جس سے ہم واقف تک نہیں اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام نہ کیا۔

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم) کی عورت بھی تھی۔ وہ بولی کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودہویں رات کے چاند کے روشن حصے جیسا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی۔

ہم یہی باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا۔ کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے (اور قیمت شتر) کی بھجوریں بھیجی ہیں۔ (تمہاری ضیافت کی بھجوریں الگ ہیں) کھاؤ پیا اور قیمت کی بھجوروں کو ناپ کر پورا کرلو۔ جب ہم کھانی کر سیر ہوئے تو شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کر رہا ہے۔ ہم نے مندرجہ ذیل آپ ﷺ کے الفاظ سنے:

تَصَدَّقُوا فَإِنَّ الصَّدَقَةَ خَيْرٌ لَّكُمْ، الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى أَمْلَكَ وَأَكْبَكَ وَأَخْشَكَ وَأَخَاكَ وَأَذْنَكَ أَذْنَاكَ۔

”لوگو! خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمہارے لیے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو، باپ کو،

بہن کو بھائی کو پھر قریبی کو اور دوسرے قریبی کو دو۔“ ①

⑫ وفد نجیب

قبیلہ نجیب کے تیرہ (13) شخص حاضر ہوئے تھے۔ یہ اپنے قوم کے مال و مواشی کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلہ کے فقراء پر تقسیم کر دو۔ انھوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ ﷺ فقراء کو دے کر جو بچ رہا ہے ہم وہی لے کر آئے ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہدایت اللہ عز و جل کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ جس کی بہبودی چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایمان کے

لیے کھول دیتا ہے۔“ ②

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے چند باتوں کا سوال کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو جوابات لکھوا دیے تھے۔ ③

① أخرجه الحاكم في المستدرک 611/2، سندہ قابل للتحصين و صححه و وفقه الذهبي، زاد المعاد 650/3۔ ② مصنف ابن ابی شیبہ: 222/3 ③ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قلم بند نہیں کی گئیں۔ وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں۔

① أخرجه الحاكم في المستدرک 611/2، سندہ قابل للتحصين و صححه و وفقه الذهبي، زاد المعاد 650/3۔ ② مصنف ابن ابی شیبہ: 222/3 ③ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قلم بند نہیں کی گئیں۔ وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں۔

یہ لوگ قرآن اور سنن ہدی کے سیکھنے میں بہت راغب تھے۔ اس لیے نبی ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی تواضع کے لیے خاص طور پر متعین کر دیا تھا۔

یہ لوگ داعی کی اجازت کے لیے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کے لیے کیوں گھبراتے ہو؟

کہا: دل میں یہ جوش ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیے ہیں، نبی اللہ ﷺ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے، جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آ کر حاصل ہوئے ان سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو عطیات سے سرفراز کیا اور رخصت فرمایا۔ پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! ایک نوجوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس ہم نے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا اسے بھی بھیج دینا۔ وہ حاضر ہوا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! حضور نے میری قوم کے لوگوں پر لطف و رحمت کی ہے، مجھے بھی کچھ مرحمت فرمائیے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟

کہا: یا رسول اللہ ﷺ میرا مدعا اپنی قوم کے مدعا سے الگ ہے۔

اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں اسلام کی محبت سے آئے ہیں اور صدقات کا مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟

التماس دعا

کہا: میں اپنے گھر سے صرف اس لیے آیا تھا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو فنی بنا دے۔

نبی ﷺ نے اس کے لیے یہی دعا فرمادی۔ 10 ہجری کو جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تو اس قبیلہ کے لوگ پھر حضور ﷺ سے ملے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: اس نوجوان کی کیا خبر ہے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس جیسا شخص کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، اس جیسا قانع کوئی سنا ہی نہیں گیا۔ اگر دنیا بھری دولت اس کے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ ﴿۱۳﴾

﴿۱۳﴾ وفد بنی سعد ہذیم

یہ قبیلہ قضاہ کی ایک شاخ تھی، جس وقت یہ مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تو دیکھا کہ نبی ﷺ ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انھوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر ہم کو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے ایک طرف ہو کر الگ بیٹھے رہے جب آنحضرت ﷺ ادھر سے فارغ ہوئے، ان کو بلایا، پوچھا: کیا تم مسلمان ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا تم اپنے بھائی کے لیے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے؟

﴿۱۳﴾ زاد المعاد: 3/651، 650، شرح المواہب: 4/50-51، ابن سید الناس: 2/248، 246، ابن سعد: 1/323۔ جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں انھیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا چاہیے۔

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا

عرض کیا ہم سمجھتے تھے کہ بیعت رسول ﷺ سے پہلے ہم کوئی کام بھی کرنے کے مجاز نہیں۔ فرمایا جس وقت تم نے اسلام قبول کیا اسی وقت سے تم مسلمان ہو گئے ہو۔

اتنے میں وہ مسلمان بھی آ پہنچا جسے یہ اپنی سوار یوں کے پاس بٹھلا آئے تھے۔ وفد نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہم سے چھوٹا ہے اور اس لیے ہمارا خادم ہے۔ فرمایا: أَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ ”ہاں (چھوٹا) اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے“ اللہ اسے برکت دے۔ اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہو گیا۔ جب وفد لوٹ کر وطن کو گیا تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔^[1]

(14) وفد بنو اسد

یہ دس (10) شخص تھے، جن میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے ان میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ اکبر ہے، لا شریک ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ دیکھیے یا رسول اللہ ﷺ! ہم از خود حاضر ہو گئے ہیں اور آپ نے ہمارے ہاں کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔

﴿يَمُنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُوا عَلَيَّ إِلَّا بِمَا مَكْتُبٌ عَلَيْكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [الحجرات: 17]

”یہ لوگ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں، کہہ دو کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم اس دعویٰ میں سچے بھی ہو۔“
منت منہ کے خدمت سلطان ہی کئی!
منت شئاس زو کہ بخد مت بداشت

پھر ان لوگوں نے سوال کیا کہ جانوروں کی بولیوں اور شکلوں وغیرہ سے قال لینا کیسا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان سب سے انھیں منع فرمایا۔

انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ یعنی خط کشی (رطل) اس کی بابت کیا ارشاد ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے ایک نبی علیہ السلام نے لوگوں کو سکھلایا تھا جس کسی کو صحت سے وہ علم مل گیا بے شک وہ تو علم ہے۔^[2]

(15) وفد بہراء

یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے آ کر اونٹ بٹھلائے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے

[1] زاد المعاد: 3/652، ابن سعد: 1/329، ابن سیماں: 2/248، [2] مسلم: 537، احمد: 5/447، ابوداؤد: 930، زاد المعاد: 3/655

یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے آ کر اونٹ بٹھلائے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے

[1] زاد المعاد: 3/652، ابن سعد: 1/329، ابن سیماں: 2/248، [2] مسلم: 537، احمد: 5/447، ابوداؤد: 930، زاد المعاد: 3/655

لیے کچھ تیار کرو اور خود ان کے پاس گئے اور خوش آمدید کہہ کر اپنے گھر پر لے آئے۔ ان کے سامنے ”حیش“ رکھا گیا۔ حیش ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستوملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے۔ گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈال دیا کرتے ہیں۔

طعام میں برکت

اسی کھانے میں سے کچھ نبی ﷺ کے لیے بھی مقداد رضی اللہ عنہ نے بھیجا۔ نبی ﷺ نے کچھ کھا کر وہ برتن واپس فرما دیا۔ اب مقداد رضی اللہ عنہ 12 دنوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے، مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ حیرت ہوئی آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا:

مقداد رضی اللہ عنہ! ہم نے تو سنا تھا کہ مدینے والوں کی خوراک ستو، جو وغیرہ ہیں۔ تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے، جو ہر روز ہم کو میسر بھی نہیں آ سکتا اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں۔
مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: صاحبو! یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی برکت ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ کے انگشت ہائے مبارک لگ چکی ہیں۔

یہ سنتے ہی سب نے اتفاق کیا اور اپنا ایمان تازہ کیا کہ بے شک وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

یہ لوگ مدینہ منورہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے، قرآن اور احکام سیکھے اور واپس چلے گئے۔ 12

16 وفد عذرہ کا بیان

بمہ صفر 9 ہجری یہ وفد حاضر ہوا تھا۔ 12 شخص اس میں تھے۔ ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھا۔ نبی ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا: ہم بنی عذرہ ہیں اور قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ہم نے قصی کو ترقی دلائی اور خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے باہر نکالا تھا۔ اس لیے ہم کو قرابت حاصل ہے اور نسب بھی۔ آنحضرت ﷺ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا۔
اور یہ بھی بشارت سنائی کہ عنقریب شام فتح ہو جائے گا۔ ہر قل ان کے علاقہ سے بھاگ جائے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ کانہوں سے جا کر سوال نہ کیا کریں اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں آئندہ نہ کریں۔ اب صرف عید اضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی۔ یہ لوگ کچھ دنوں مدینہ طیبہ میں رہے اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔ 13

17 وفد خولان

یہ دس (10) شخص تھے جو بمہ شعبان 10 ہجری کو خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے آ کر عرض کیا کہ ہم اپنی قوم کے پسماندوں کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کا ہم پر احسان ہے۔ ہم یہاں شخص زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

[1] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ قوم کندہ سے ہیں یوحنا بن زبیب قرشی انہری کہلاتے ہیں۔ نبیائی رسول اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ 35 ہجری کو عمر 70 سال وقات پائی۔
[2] زاد المعاد: 3/656، ابن سعد: 1/331، ابن سید الناس: 2/251۔ [3] زاد المعاد: 3/657، ابن سعد: 1/331، ابن سید الناس: 2/252، 251

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِينَةِ كَانَ فِي جَوَارِي يَوْمِ الْقِيَمَةِ ① (جس نے مدینہ آ کر میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”عم انس کا کیا ہوا؟“ (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا معبود تھا) وفد نے عرض کیا: ہزار شکر ہے کہ اللہ نے حضور ﷺ کی تعلیم کو ہمارے لیے اس کا بدل بنا دیا ہے۔ بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں جو اس کی پوجا کیے جاتی ہیں۔

اب ان شاء اللہ ہم اسے جا کر گرا دیں گے۔ ہم مدتوں دھوکے اور فتنہ میں رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی دن کا واقعہ تو سناؤ۔ وفد نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ ہم نے سو (100) نرگاؤ (نیل) جمع کیے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیے قربان کیے گئے اور درندوں کے لیے چھوڑ دیے گئے حالانکہ ہم گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ انھوں نے عرض کیا کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا تو اس کا وسطی حصہ عم انس کے لیے مقرر کرتا اور ایک کنارے کا اللہ کے نام مقرر کر دیتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو اللہ کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے مگر عم انس کا حصہ اللہ کے نام پر نہ کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرائض دین سکھائے اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی۔

نبی ﷺ کی تعلیم کا نمونہ

- ☐ عہد پورا کرنا
- ☐ امانت کا ادا کرنا
- ☐ ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا
- ☐ کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا۔ ②

③ وفد محارب

یہ دس (10) شخص تھے جو قوم کے وکیل ہو کر 10 جہری میں آئے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ ان کی مہمانی کے لیے مامور تھے۔ صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی ﷺ نے انھیں کو دیا۔ ان میں سے ایک شخص کو نبی ﷺ نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ پھر فرمایا: میں نے تمہیں پہلے بھی دیکھا ہے۔ یہ شخص بولا: اللہ کی قسم ہاں۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا بھی تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی اور میں نے بدترین کلام سے حضور ﷺ کو جواب دیا اور بہت بری طرح سے حضور ﷺ کے کلام کو رد کیا تھا۔ یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے جہاں حضور ﷺ لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔

اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والا اور

اسلام سے دور دور رہنے والا نہ تھا۔

① اتحاف السعادات لفتح اللہ بیہدی: 416/4 ② زاد المعاد: 662/3، ابن سید الناس: 253/2-254، ابن سعد: 324/1

وہ سب تو اپنے آبائی مذہب پر ہی مر گئے مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے آج تک باقی رکھا اور حضور ﷺ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سب کے دل اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔“ اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میری پہلی حالت کے لیے معافی کی دعا فرمائیے۔

اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام ان سب باتوں کو مٹا دیتا ہے جو کفر میں ہوئی ہوں۔“ [1]

۱۹ وفد غسان کا حال رمضان 10 ہجری

قبیلہ غسان کے تین شخص 10 ہجری میں نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کر کے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی۔ ان میں سے دو پہلے وفات پا چکے تھے اور ایک اس وقت تک زندہ تھا جب کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کیا تھا۔ [2]

۲۰ وفد بنی الحارث

یہ وفد شوال 10 ہجری میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ ان کے علاقہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اشاعت اسلام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ان کی تعلیم سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں اطلاع بھیج دی اور خود ان کی تعلیم کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ نبی ﷺ نے لکھ بھیجا کہ تم واپس آ جاؤ اور قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ۔ اسی وفد میں قیس بن الحصین و عبد اللہ بن قراود وغیرہ تھے۔

نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا وجہ ہے کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا۔

مغلوب نہ ہونے کی باتیں

انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے۔ [3] جب لڑائی کے لیے جمع ہوتے ہیں تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتدا نہیں کرتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”سچ ہے، یہی وجہ ہے۔“

۲۱ وفد بنی عیش کا حال

یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا۔ یہ علاقہ نجران کے باشندے تھے۔ [4] یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے منادان اسلام سے سنا ہے کہ حضور ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں: لَا إِسْلَامَ لِمَنْ لَا هَجْرَةَ لَهُ۔

[1] زاد المعاد: 3/663-664، ابن سعد: 1/299، ابن سیر الناس: 4/254۔ [2] زاد المعاد: 3/669، ابن سیر الناس: 2/256، ابن سعد: 1/330، شرح المصاب

[3] زاد المعاد: 3/622 [4] زاد المعاد: 3/670

ہمارے پاس زر و مال بھی ہے اور مویشی بھی۔ جن پر ہماری گزران ہے۔ پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئیں گے اور مویشی ہمیں کیا فائدہ دیں گے؟ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اتَّقُوا اللَّهَ حَيْثُ كُنْتُمْ۔ فَلَنْ يَلْبِسَكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا تَمَّ جُہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو۔ تمہارے اعمال میں ذرہ بھی کمی نہیں آئے گی۔^[1]

اس جواب میں نبی ﷺ نے یہ بتا دیا ہے کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود و تنگ کر لینا مناسب نہیں۔ مسلمانوں کو مختلف دور و دست ملکوں میں پہنچانا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیے۔

جو لوگ اب تک ترک وطن کر کے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا کرنا آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے برخلاف ہے اور صوابدید مذہب کے بھی خلاف ہے۔

﴿22﴾ وفد غامد کا بیان

یہ وفد 10 ہجری میں آیا تھا۔ اس میں دس (10) آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر آ کر اترے۔ ایک لڑکے کو بھلا کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ کر آئے ہو، لوگوں نے کہا: ایک لڑکے کو۔ فرمایا: تمہارے بعد وہ سو گیا۔ ایک شخص آیا، خورجی (کپڑوں والا صندوق) چرا کر لے گیا۔ ایک شخص بولا: یا رسول اللہ ﷺ! خورجی تو میری تھی۔ فرمایا: گھبراؤ نہیں وہ لڑکا اٹھا۔ چور کے پیچھے پیچھے بھاگا اسے جا پکڑا۔ سب اسباب صحیح سالم مل گیا۔

یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت سے جب واپس پہنچے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی طرح اس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے۔ نبی ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما دیا کہ انہیں قرآن یاد کرائیں اور شرائع اسلام سکھلا دیں۔ جب وہ واپس جانے لگے تو انہیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیئے گئے۔^[2]

﴿23﴾ وفد بنی فزارہ

جب رسول اللہ ﷺ تنوک سے واپس آئے تو بنی فزارہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے، خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ ان کو اسلام کا اقرار تھا، ان کی سواری میں لافخر کمز و راوٹ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری بستیوں کا کیا حال ہے؟ ایک نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بستیوں میں قحط ہے، مویشی مر گئے۔ باغ خشک ہو گئے۔ پال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سنے۔ آپ ہماری سفارش اللہ سے کریں۔ اللہ ہماری سفارش آپ سے کرے۔

اللہ کسی کی سفارش نہیں کرتا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان باتوں سے پاک ہے۔ خرابی ہو تیرے لیے۔ بھلا میں تو اللہ کے شفاعت کروں گا۔ لیکن اللہ کس کے پاس شفاعت کرے۔ وہ معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ سب سے بزرگ تر ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اسی کا حکم ہے۔

[1] زاد المعاد: 3/670 [2] زاد المعاد: 3/671، ابن سعد: 1/345، ابن سیرین: 2/257، 258، شرح المواہب: 4/63

آنحضرت ﷺ نے ان کی قوم میں بارش کے لیے دعا فرمائی جو الفاظ محفوظ ہیں، وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عِبَادُكَ وَبَهَائِمُكَ وَاَنْشُرُ رَحْمَتِكَ وَ اَخِیْ بِلَدِكَ اَلْمَیِّتُ اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَرِیْنًا
مَرِیْنًا طَبَقًا وَاَسْعًا عَاجِلًا غَیْرَ اَجَلٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ اَللّٰهُمَّ سُقِّیَا رَحْمَةً لَا سُقِّیَا عَذَابٍ وَلَا هَدَمٌ وَلَا
عَرَقٌ وَلَا مُحِیْقٌ اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا الْغَیْثَ وَاَنْصُرْنَا عَلٰی الْاَعْدَاءِ۔

”اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر، اپنی رحمت کو پھیلا دے، اور اپنی مردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ الہی ہم پر فریاد رس بارش جو راحت رساں، آرام بخش ہو، جلد آئے، دیر نہ لگائے، نفع پہنچائے، ضرر نہ کرے، سیراب کر دے۔ الہی ہم کو رحمت سے سیراب کر دے۔ نہ کہ عذاب ہدم و غرق و محق سے بھر دے۔ الہی بارش باراں سے ہمیں سیراب کر دے اور دشمنوں پر ہم کو نصرت عطا فرما۔“ [1]

﴿24﴾ وفد سلا ماں شوال 10 ہجری

یہ سات (7) اشخاص تھے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ انہی میں حبیب بن عمروؓ تھا۔ انھوں نے سوال کیا تھا: سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وقت پر نماز پڑھنا۔“ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوتی۔ دعا فرمائیے رسول اللہ ﷺ نے زبان سے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَسْقِیْہُمْ الْغَیْثَ فِیْ ذٰرِہِمُ

حبیب بن عمروؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائیے۔ نبی ﷺ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔ جب وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔ [2]

﴿25﴾ وفد نجران

ان جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کے تحت میں دو اوین احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی نجران کے معتمد و وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لیے اسی ترتیب سے انکا ذکر کیا جاتا ہے۔ ابو عبد اللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکر میں ہے کہ نبی ﷺ نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اسقف نے اس خط کو پڑھا تو اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ کانپ اٹھا۔ اس نے فوراً شریعیل بن وداعہ کو بلا یا۔ یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا۔ کوئی بڑا کام بغیر اس کی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اسقف نے اسے خط دیا اور اس نے پڑھ لیا تو اسقف بولا: ”ایومریم! فرمائیے! آپ کی کیا رائے ہے؟“

شرعیعیل نے کہا: ”صاحب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل

[1] زاد المعاد: 654/3، ابوداؤد: 1176، حاکم: 532/1، مشکوٰۃ: 353/3، ابن سعد: 297/1، ابن سید الناس: 249/2۔

[2] زاد المعاد: 670/3، ابن سعد: 322/1، ابن سید الناس: 257/2۔

میں نبوت بھی ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہو سکتی ہے۔ کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اس پر پورا غور کر سکتا اور اپنی رائے عرض کر سکتا تھا۔“

اسقف نے کہا: ”اچھا بیٹھ جا بیٹے۔“

اسقف نے پھر ایک دوسرے شخص کو جس کا نام عبداللہ بن شریحیل تھا اور قوم حیر سے تھا، بلایا اور نامہ نبوی ﷺ دکھلا کر اس کی رائے دریافت کی۔ اس نے شریحیل جیسا جواب دیا۔ اسقف نے پھر ایک تیسرے شخص حبار بن قیس کو بلایا۔ یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھلایا اور رائے دریافت کی۔ اس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اسقف نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو اس نے حکم دیا کہ گھٹنے بجائے جائیں اور ٹاٹ کے پردے گر جا پر لٹکائے جائیں۔ ان کا دستور تھا کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کے لیے یہ تھا کہ گھٹنے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گر جا پر لٹکا دیتے اور رات کے لیے یہ تھا کہ گھٹنے بجاتے اور پہاڑی پر آگ روشن کر دیتے۔ اس گرجا کے متعلق تہتر (73) گاؤں تھے جن میں ایک لاکھ (100000) سے زیادہ جنگ جو مردوں کی آبادی تھی۔ وادی کے بالائی اور نشیبی حصہ کا طول ایک اسپ (گھڑ) سوار کے ایک دن کی راہ تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے تو اسقف نے وہ نامہ مبارک سب کو سنایا اور رائے دریافت کی۔ مشورہ کے بعد قرارداد یہ ہوئی کہ شریحیل اور عبداللہ اور حبار کو نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جائے اور وہاں کے سب حالات معلوم کر کے مفصل بتلائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت

یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے اور چند روز نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔

انہوں نے نبی ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی۔ اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ، مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ، كُنْ فَيَكُونُ ط الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنُ مِنَ الْمُمْتَرِينَ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَذْءُ أَبْنَاءَنَا نَا وَ أَبْنَاءَكُمْ وَ نِسَاءَنَا نَا وَ نِسَاءَكُمْ وَ أَنْفُسَنَا نَا وَ أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ تَبَيَّلْنَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ [آل عمران 59-61]

”عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی سی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے بنایا۔ پھر فرمایا کہ (انسان زندہ) بن جا۔ وہ زندہ ہو گیا۔ سچی بات تیرے پروردگار کی جانب سے یہی ہے۔ اب تم اس رسی کو لبا کھینچنے والوں میں نہ رہو اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے، اسے کہہ دو کہ ہم اپنی اولاد کو بلا تے ہیں۔ تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسی طرح

﴿اولاد اسماعیل میں نبوت ہونے کی بابت بائبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں۔ اول: یہ کہ اٹلی علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے اللہ نے برابر وعدے کیے تھے۔

دوم: یہ کہ عرب میں پیدا ہونے والے نبی کے نشانات اور علامات کی پیش گوئیاں بہت سے انبیاء علیہم السلام نے کی ہیں اور چوں کہ عرب میں صرف اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہی آباد ہوتی تھی اس لیے ان پیش گوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اولاد اسماعیل سے ہوگا۔

سوم: موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ پیش گوئی اس بارہ میں بہت واضح ہے۔ درس 81 میں ہے ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ کتاب استقامہ باب 18۔ یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل علیہم السلام ہیں اور موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب کتاب، صاحب شریعت، صاحب جہاد، مہاجر، فاری ہیں اور منہ میں کلام سے مطلب دہی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے۔ بائبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔ اس پیش گوئی کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری پیش گوئی بھی پڑھو۔ خدا بینا سے نکلا اور سیر سے چکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے۔ اس میں فاران کا چہ درج ہے جو مکہ کا نام ہے۔ شریحیل نے انہی حوالہ جات کا خیال کر کے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔

ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں۔ ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں۔ پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں۔“ (1)

ان آیات کے نزول پر نبی ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بھی بلایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا (سیدۃ النساء العالمین) بھی باپ کی پس پشت آ کر کھڑی ہو گئیں۔ (2)

ان عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر بات چیت کی۔ شریعیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ تب انھوں نے ہم کو بھیجا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر بادشاہ ہے۔ تب بھی اس سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا، کیوں کہ تمام عرب میں سے ہم ہی اس کی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے اور اگر یہ نبی مرسل ہے۔ تب تو اس کی لعنت کے بعد ہمارا پرکاشہ (تکلیف) بھی زمین پر باقی نہ رہے گا۔ اس لیے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اس کی ماتحتی قبول کریں اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اس کی رائے پر چھوڑ دیں۔ کیوں کہ جہاں تک میں نے سمجھا ہے۔ یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا اور انھوں نے جا کر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لیے یہ ہے۔ کہ جو کچھ حضور ﷺ کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لیے بہتر معلوم ہو۔ وہ ہم پر مقرر کر دیا جائے۔

اگلے روز حضرت ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ رضی اللہ عنہ صحابی نے لکھا تھا اور ابوسفیان بن حرب غیلان بن عمرو، مالک، عوف، اقرع بن حابس صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت اس پر ثبت تھیں۔ انھیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر قارئین کیلئے ملاحظہ طلب ہے کہ آنحضرت ﷺ عیسائیوں کو کیسی فیاضی سے مراعات و حقوق مرحمت فرماتے تھے۔

لَسْجَرَانِ جَوَارِ اللَّهِ وَ ذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَ عَائِلَتِهِمْ وَ شَاهِدِهِمْ هُوَ وَ عَشِيرَتُهُمْ وَ تَبِعُهُمْ أَنْ لَا يُغَيِّرُوا أَلْمًا كَانُوا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُ حَقًّا مِنْ حُقُوقِهِمْ وَلَا مِلَّتَهُمْ۔ وَلَا يُغَيِّرُ كَلِمًا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ وَ لَيْسَ عَلَيْهِمْ رَيْبَةٌ وَلَا دِمٌ جَاهِلِيَّةٍ وَلَا يَحْشُرُونَ وَلَا يُعْشَرُونَ وَلَا يَطْأُ أَرْضَهُمُ الْجَيْشُ..... الخ

نجران والوں کو اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت حاصل ہوگی۔ جان اور مذہب اور زمین اور جائداد کے متعلق ان سب کو جو حاضر یا غائب ہیں۔ صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع کرنے والے ہیں۔ ان کی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسے نہ بدلا جائے۔ پچھلے زمانہ کی شہادت یا قتل کے تنازعات کے باعث ان پر مقدمات نہ چلائے جائیں گے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جائیں گے، ان سے وہ بکی (عشر) نہ لی جائے گی۔

(3) عیسائیوں کی تعلیم اور عقولہ ہے کہ حلیت کو بلا دلیل مان لیا جاسے۔ قرآن کریم نے اول دلیل دی کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس سے وہ اللہ یا فرزند الٰہ نہیں ہو سکتے۔ دیکھو آدم علیہ السلام بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے چوں کہ یہ یقین تھا کہ دلیل کارگردہ ہوگی۔ اس لیے بحث کے لیے ایک اچھوتا پہلو نکالا۔ یعنی اللہ سے دعا مانگنا اور جموں نے پر لعنت برسا نا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام اللہ یا ابن اللہ ہیں تو ایسے لوگوں کی ضرورت حمایت کریں گے جو ان کا اصل درجہ دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں۔ لیکن یہ اگر غلط ہے تو اللہ خود فیصلہ فرما دے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کے لیے نکالا ہے۔ جب کہ باب استدلال بند ہو۔ یہ لازم نہیں ہے کہ ذرا ذرا سے اشتکافات کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہش مند ہوں۔ (4) دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہیں۔ ان کے منع کرنے سے مقصد عیسائیوں کو کھلا دینا تھا۔ کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں۔ گو ان کے ذہن و فرزند اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔

ان کے علاقہ کوفوج سے عبور نہ کرے گی۔

فرمان حاصل کر کے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اسقف) اور دیگر سربراہان و ردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھ کر ان سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن (Deputation) نے یہ فرمان اسقف کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ چلتے چلتے ہی اس فرمان کو پڑھنے لگا۔ اس کا چچیرا بھائی بشر بن معاویہ جس کی کنیت ابوعلقہ تھی۔ اس کے برابر تھا (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا کہ بے خیال ہو گیا) اور انہی نے اسے زمین پر گرا دیا۔ اس نے گرتے ہی کہا: خرابی ہو اس شخص کی، جس نے ہم کو اس قدر تکلیف میں ڈالا ہے۔ بشر نے یہ اشارہ نبی ﷺ کی طرف کیا تھا۔

اسقف بولا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ نبی و مرسل ﷺ ہے۔

بشر نے جواب دیا۔ بخدا اب میں ناقہ کا پالان اسی کے پاس جا کر اتاروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا رخ بدل دیا اور مدینہ کو چل پڑا۔ اسقف نے اس کے پیچھے پیچھے ناقہ لگائی۔ چلا چلا کر کہتا تھا کہ میری بات تو سنو۔ میرا مطلب تو سمجھو میں نے یہ فقرہ اس لیے کہا تھا کہ ان قبائل میں مشتہر ہو جائے۔ تاکہ کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے۔ یا فیاضی قبول کر لی ہے۔ حالانکہ دیگر قبائل نے اب تک اسی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے اور ہماری طاقت اور شوکت اوروں سے بڑھ کر بھی ہے۔ بشر ﷺ بولا نہیں۔ نہیں۔ بخدا نہیں۔ اب میں نہیں رکنے کا، تیرے مغز سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی۔

بشر نے پھر یہ اشعار پڑھے اور مدینہ کو چلا آیا۔

إِلَيْكَ نَعْدُ وَ قَلْبًا وَ ضِيْنُهَا
مُعْتَرِضًا فِى بَطْنِهَا جَبِيْنُهَا
مُعَالِفًا ذِيْنَ النَّصَارَى دِيْنُهَا

یہ بشر ﷺ تو خدمت نبوی میں پہنچ کر وہ ہیں حضور ﷺ میں رہا اور بالآخر درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ اب اس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سنو۔ جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سن پائی کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا خط آیا تھا۔ یہاں سے تین شخص اس کے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہ اس سے سند لے کر آئے تھے۔ اسقف وہ سند پڑھ رہا تھا۔ اس کا بھائی سواری سے گر گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو برا بھلا کہا۔ اسقف نے منع کیا اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے۔ اسے برانہ کہو۔ وہ یہ سن کر مدینہ کو چلا گیا۔ اسقف نے بہتیرا روکا، نہ رکا۔

راہب نے جو گرجا کے برج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال) سے رہا کرتا تھا، چیخنا شروع کر دیا کہ مجھے اتار دو ورنہ میں اوپر سے کود پڑوں گا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔ یہ راہب بھی چند تحائف لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

ایک پیالہ، ایک عصا، ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت ﷺ سے اجازت لیکر اور واپس آنے کا وعدہ کر کے نجران چلا گیا تھا۔ مگر نبی ﷺ کی حیات طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

② اس ڈیپوٹیشن (Deputation) سے کچھ عرصہ کے بعد اسقف ابوالخارث جو گرجا کا امام تھا اور قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ اس کا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ اس کی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے اور یہ شخص اپنے مذہب کا

مجتہد شمار ہوتا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ اس کے ساتھ اسلم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا۔ اسے سید کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور عبدالمسح الملقب عاقب بھی تھا۔ جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا۔ باقی 24 مشہور سردار اور تھے۔ کل قافلہ ساٹھ (60) سواروں کا تھا۔ یہ عصر کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تھے۔ وہ ان کی نماز کا وقت تھا (عالماتو ار کا دن ہوگا) نبی ﷺ نے ان کو اپنی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت فرمادی تھی اور انھوں نے مسجد سے شرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی تھی کہ بعض مسلمانوں نے انھیں مسجد نبوی ﷺ میں عیسائی طریقہ پر نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا مگر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو منع فرمایا تھا۔ یہودی بھی انھیں دیکھنے کے لیے آتے تھے اور کبھی کبھی کسی مسئلہ میں گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ نبی ﷺ کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور ان عیسائیوں نے کہا کہ وہ عیسائی تھے۔ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا:

﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُخَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتْ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥ هَٰ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ جَاءَكُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُخَاجُّونَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ٦ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ٧ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ٨ ﴾ [آل عمران: 65-68]

”ان سے کہو کہ اے کتاب والو! ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو، تو رات اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں۔ جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم نہیں اس بارے میں اللہ جانتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے اس میں تو جھگڑتے ہی تھے مگر جس بارہ میں کچھ بھی علم نہیں اس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھا، نہ عیسائی تھا۔ وہ پکا موحّد تھا اور مسلمان تھا اور وہ مشرک نہ تھا۔ سب خلقت میں ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر وہ ہیں جنھوں نے اس کا اتباع کیا اور محمد ﷺ نبی کا اور ان پر ایمان رکھنے والے لوگ۔ ہاں اللہ مومنین کا دوست دار ہے۔“ [3]

نبی ﷺ کے لیے جائز نہیں

ایک دفعہ یہودیوں نے (مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے) کہا: محمد ﷺ صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں، جیسا کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ نجران کا ایک عیسائی بولا:

ہاں محمد ﷺ صاحب اتنا دیجیے، کیا آپ کا یہی ارادہ ہے اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی پناہ، کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ اللہ نے مجھے اس کام کے لیے نہیں بھیجا اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا گیا۔“

اس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لِلَّهِ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبِيَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّاتَيْنِ بِمَا كُنتُمْ تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ٥ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا

[3] عرب کے مشرک جو بت پڑتی کرتے تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر ہے۔ اس فقرہ میں مشرکین کا رو ہے۔

الْمَلٰئِكَةُ وَالنَّبِيِّنَ اَرْبَابًا ۝ اِيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ﴿﴾ [آل عمران: 79-80]

”جس بشر کو اللہ کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے یہ اس کے شایان نہیں کہ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پا کر تم اللہ والے بن جاؤ۔ یہ نبی تو نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنالو۔ بھلا وہ کفر کے لیے کہہ سکتا ہے۔ تم لوگوں کو جو اسلام لائے ہو۔“

محمد بن سہیل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ آل عمران کی شروع سے 80 آیات تک کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر ایک سند انھوں نے حاصل کی۔ جس میں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی۔ اس فرمان کی پوری نقل ذیل میں کی جاتی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ اِلَى اسْقَفِ اَبِي الْحَارِثِ وَ اسَاقِفَةِ نَجْرَانَ وَ كَهَنَتِهِمْ وَ رُهْبَانِهِمْ وَ اَهْلِي بَيْعَتِهِمْ وَ رَفِيقِهِمْ وَ مَلِيَّتِهِمْ وَ مَوَاطِنِهِمْ وَ عَلَى كُلِّ مَا تَحْتَ اَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ اَوْ كَثِيْرٍ - جَوَارِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ لَا يَغْيِرُ اسْقَفٌ مِنْ سَقْفِيْهِ وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رُهْبَانِيَّةٍ وَلَا كَاهِنٌ مِنْ كَهَنَانِيَّةٍ وَلَا يَغْيِرُ حَقٌّ مِنْ حَقُوْقِهِمْ وَلَا سُلْطَانِيَّةٌ وَلَا مِمَّا كَانُوْا عَلَيْهِ عَلٰى ذٰلِكَ جَوَارِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ، اَبَدًا مَا نَصَحُوْا وَ اَصْلَحُوْا عَلَيْهِمْ غَيْرَ مُتَقَلِبِيْنَ بظَاهِرٍ وَلَا ظَالِمِيْنَ (كُتِبَ الْمَغْيِرَةُ بِنِ شُعْبَةَ) ﴿﴾

یہ تحریر محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ اسقف ابو الحارث کے لیے نجران کے دیگر اسقفوں، کاهنوں، راہبوں ان کے معتقدوں، غلاموں اس مذہب والوں، پولیس والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ سب کو اللہ اور رسول کی حفاظت حاصل ہوگی۔ گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلانا نہ جائے گا۔ کسی کے حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔

ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیر خواہ خیر اندیش رہیں۔ نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود ظلم کریں۔“

(تحریر کنندہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ)

چلتے وقت انھوں نے درخواست کی کہ ایک امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے گا جسے جزیہ ادا کر دیا کریں۔ ﴿﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ ”یہ شخص میری امت کا امین ہے۔“ ﴿﴾

﴿﴾ فتوح البلدان بلاذری، ابن کثیر فی السیرة: 4/101-106، زاد المعاد: 3/629-637 ﴿﴾ لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ سے عرب ہے اور اس لفظ کے ساتھ یہ رسم جزیہ لگانے کی بھی عرب میں ایرانیوں سے کچھ تھی۔ جب کہ عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا اور وہ ہارامیران اس بارہ میں رومن امپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا مگر اب جزیہ پر بہت سے اعتراضات کیے گئے اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دیے گئے ہیں۔ میں اس جگہ مختصر طور پر صرف ایک روایت کا حوالہ دوں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا تھا اور کیوں کر جزیہ ادا کرنے والے مفتوحین کو فاتحین کے اعلیٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ فقہی معتبر ترین کتاب میں ہے:

”اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہیے جزیہ ادا کرتا منظور کریں۔ ﴿﴾ ان کی حفاظت اسی طور پر کرنا چاہیے جیسے مسلمانوں کی اور ﴿﴾ ان کے لیے وہی قواعد ہوں گے جو مسلمانوں کے لیے ہیں کیوں کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کفار (غیر مسلم) جزیہ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون کو مسلمانوں کے خون اور ان کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے۔“ ہدایہ ص 412۔ ہدایہ انگریزی ترجمہ چارلس سلٹن: 2/142۔ ﴿﴾ بخاری: 3744، 3745، مسلم: 2420،

۱۲۸۔ وفدِ نخب کا بیان

یہ نصف ماہِ محرم ۱۱ھ کو خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا۔ یہ دوسرا (200) اشخاص تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے۔ ان کو دار الفریاقہ (مہمان خانہ) میں اتارا گیا تھا۔ ایک شخص ان میں زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے راستہ میں خواب دیکھے، جو عجیب تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بیان کرو۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

کہا میں نے دیکھا کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونے والا تھا۔ اس نے کہا: ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اس کے فرزند پیدا ہوا ہے جو تیرا بیٹا ہے۔ زرارہ نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ ابلق ہونے کے کیا معنی ہیں؟“ نبی ﷺ نے فرمایا: قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا: ”کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ ہیں جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو؟“ زرارہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آج تک میرے اس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: بچہ پر یہی اثر ہے۔

دوسرا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا کہ گوشوارے، بازو بند، خلخال پہنے ہوئے ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس کی تاویل ملکِ عرب ہے جو اب آسائش و آرائش حاصل کر رہا ہے۔“

تیسرا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا ہے جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہیں اور زمین سے باہر نکلی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے۔“

چوتھا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی۔ میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان آگنی اور وہ آگ کہہ رہی ہے، جھلجھلوسو۔ بیٹا ہو کہ ناچینا ہو۔ لوگو اپنی غذا، اپنا کنبہ، اپنا مال مجھے کھانے کے لیے دو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

[۱] نعمان بن منذر عرب کا مشہور و قدیم بادشاہ گذرا ہے جس کی حکومت و حکمت زبانِ زدِ عرب ہے۔

زرارہ نے عرض کیا: کہ یہ کیسا فتنہ ہے؟
 نبی ﷺ نے فرمایا: ”لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ ایک دوسرے سے گتھ جائیں گے۔
 جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پتھر ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکاران دنوں اپنے آپ کو نیکو کار سمجھ گامومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا
 جائے گا۔“

اگر تیرا بیٹا مر گیا تب تو اس فتنہ کو دیکھ لے گا، تو مر گیا تو تیرا بیٹا دیکھ لے گا۔
 زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دعا کیجیے کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں۔
 رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اٰلِیٰ ایسا فتنہ کو نہ پائے۔
 زرارہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا بچ رہا۔ اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑ دیا تھا۔ [1]



مدینہ میں وہ (10) سالہ قیام نبوی ﷺ کے اہم واقعات اور وفات

نبی ﷺ جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا کہ دشمنان مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی ﷺ اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے، اس لیے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہو گئی ہے۔ اب اس باب میں ان اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو ایام قیام مدینہ منورہ میں ہوئے۔ میں نے اختصار کے لیے قریباً ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلم بند کیا ہے۔

اس باب پر غور کرنے سے قارئین کو سیرت پاک آنحضرت ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوں گی، جن کے مطابق ضرورت ہے کہ امت اپنا رویہ درست کرے۔ وَمَا ذَلِكْ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔

تعمیر مسجد نبوی ﷺ

مسجد نبوی ﷺ جس جگہ بنائی گئی ہے نبی ﷺ کی ناقہ خود بخود اس جگہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے۔

یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (نقیب محمدی ﷺ) کی تربیت و نگرانی میں تھے۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصر سی جگہ بنا رکھی تھی۔ جب نبی ﷺ نے مسجد کے لیے اس جگہ کو پسند فرمایا تو ان یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا اور قبیلہ بنو النجار نے چاہا کہ اس کی قیمت ادا کرنے کی اجازت انھیں مل جائے۔ نبی ﷺ نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں۔ زمین کی قیمت دس (10) دینار طے ہوئے اور نبی ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ قیمت دلا دی اور پھر زمین کو ہموار و درست کر کے مسجد بنائی گئی جس کا طول سو (100) گز تھا۔

مسجد کی تعمیر میں نبی ﷺ اینٹ پتھر خود بھی اٹھا کر لاتے تھے اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عِشَ إِلَّا عِشَ الْاٰخِرَةِ لَا تَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ ۝

”اے اللہ! تو آخرت ہی کی زندگی ہے تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اینٹ گار لاتے تھے اور یہ شعر رجز میں پڑھتے تھے

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالرُّسُولُ يَعْمَلُ لَذَاكَ مِنَ الْعَمَلِ الْمُصَلِّ

”رسول اللہ ﷺ کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں یہ بڑی گمراہی کا کام ہے۔“

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں، تین گز بلند تھیں۔ کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پٹھے کڑی شہتیر کی جگہ

ڈالے گئے تھے۔

صحابہ جنی اللہ نے کہا: چھت ڈال لیں تو اچھا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جیسا ”عریش“ ہی خوب ہے۔^[1]
یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی ٹپکتا۔ مٹی گرتی، فرش کچڑ سا ہو جاتا۔ مومنین اسی پر سجدہ کیا کرتے تھے۔^[2]
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (1 ہجری)

حضرت عبداللہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں۔ یوسف صدیق علیہ السلام سے ان کا نسب ملتا ہے۔ انھوں نے نبی ﷺ کو وعظ کرتے ہوئے سن لیا۔ ذیل کے الفاظ یاد کر لیے تھے:

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطِيعُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔^[3]

”لوگو! اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو۔ کھانا کھلایا کرو۔ قرابت داروں سے اچھا برتاؤ رکھو۔ رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تم اللہ کی عبادت کیا کرو۔“

یہ دلنشین کلمات سن کر ان کا قلب نور ایمان سے روشن ہو گیا۔ نبی ﷺ کے حالات پر غور کیا تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیش گوئیوں کو ذات مبارک پر منطبق پایا۔ نبی ﷺ کی خدمت مبارک میں آئے اور چند مشکل مشکل مسائل جن کی بابت ان کا خیال تھا کہ نبی اللہ ﷺ ہی ان کا جواب دے سکتا ہے، دریافت کیے۔ جواب با صواب سن کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں حضور ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں، لیکن اظہار اسلام کے لیے چاہتا ہوں کہ اول میری قوم کے لوگوں کو بلا کر دریافت فرمایا جائے کہ ان کی رائے میرے لیے کیا ہے۔ نبی ﷺ نے اکابر یہود کو طلب فرمایا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ چھپ گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تمہاری قوم میں کیسے ہیں۔ سب نے کہا: وہ عالم بن عالم، سید بن سید اور ہم سب سے بہتر ہیں۔^[4] یہود یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اوٹ سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے۔ جب یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اسی وقت کہتے لگے کہ تو جاہل بن جاہل، ذلیل بن ذلیل شخص ہے اور ہم میں سب سے بدتر ہے۔

رب کریم نے اس بزرگ صحابی رضی اللہ عنہ کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجت قائم فرمادی۔

فاضل راہب کا اسلام (1 ہجری)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بعد ابوقیس صرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ یہ عیسائی المذہب راہب، نہایت

[1] زاد المعاد: 63، 62/3، الطبقات ابن سعد: 239/1 [2] نبی ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ عرفا روقی رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کو شامل کیا جو انھوں نے مسجد کے لیے بہ فرمایا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی پلندہ دیواریں بنائیں اور پتھر کے ستون لگائے اور سکون کی چھت ڈالی۔ (بخاری: 446) اور فرش پر عقیق کی ٹکڑیاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ محراب کی جانب بڑھایا اور اس پر پتلی کاری (نقش و نگاری) کا کام کرایا۔ ولید بن عبدالملک رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اس کی عمارت کو تعمیر کرایا۔ شام و مصر، روم و قبط کے 80 راہب نیز منتخب کر کے اس کی نگرانی کے لیے بھیجے۔ یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی اور پہلی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی۔ 77ھ یا 88ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر کچھ اضافہ کیا۔ کچھلی طرف سے سو گز زمین اور شمال کی گلی۔ مکمل ہونے کے بعد مسجد کا طول 300 گز۔ عرض 200 گز ہو گیا تھا۔ یہ تعمیر 172 ہجری میں ختم ہوئی۔ خلیفہ متوکل نے اس عمارت کی مرمت 247ھ میں کرائی تھی۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ 14۔ حالیہ عمارت کی یہ تمام توسیعات خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور میں مکمل ہوئیں۔ [3] مسند احمد: 450/5 [4] بخاری: 3329، 3913

فصح شاعر دو اعظا اور الہیات کے فاضل تھے۔ اس بزرگ کے اسلام سے رب رحیم نے جملہ نصاریٰ پر حجت قائم فرمادی۔

نماز

سنہ اول ہجرت میں فرض نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا۔

دو رکعتیں سفر کے لیے مقرر رکھی گئیں اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشاء کے لیے چار (4) رکعتیں کر دی گئیں۔ ایام قیام مکہ میں دو (2) ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا۔

جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکہ میں کیوں کر ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بن جاتا تھا۔ کیوں کہ قارب و احباب اس سے بیگانہ و اغیار بن جاتے تھے اور کیوں کر ہر ایک مسلمان ہر وقت مکہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکہ میں سب مسلمان مسافر اند ہی رہتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ رب کریم نے بھی ان کو مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا۔ نماز اسلام کا وہ رکن ہے جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ (سات (7) برس کے بچے کا نماز پڑھنا مستحب ہے اور دس (10) برس کے بچے کا پڑھنا فرض ہے) اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ (یعنی تادم مرگ) نماز کی فرضیت صحت و بیماری، خوشی و غم، سفر و حضر اور خوف و خطر غرض کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ خواہ ہم گرم تر ملک میں ہوں یا سرد سے سرد تر ملک میں۔ کسی جگہ بھی کوئی موسم، کوئی عارضہ ایسا نہیں جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو۔

﴿مدت العمر تک عبادت الہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے۔ ہر روز پنج گانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا۔ پابندی اوقات کی زبردست تعلیم ہے جسم اور لباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے۔ دل و زبان، اعضاء و دماغ کو عظمت الہی اور جلال کبریائی کے سامنے مؤدب و مہذب رکھنا۔ نورانیت روحانی کے لیے عجیب روشنی ہے۔﴾

﴿نماز میں جس قدر پابندی ہے وہ جلد سوجانے اور جلد جاگ اٹھنے کی جس طرح تعلیم بنتی ہے وہ جس طرح ایک ٹائم ٹیبل (Time Table) کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں شہوانی و نفسانی خیالات کو نماز کے ذریعے کیسے ملیا میٹ کیا گیا ہے۔﴾

﴿نماز کے لیے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدن اور ترقی کی جان ہے۔ اتحاد و یگانگت اور تبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک جاہل بھی بہت سی باتیں نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا اور ایک عالم باسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کے مساوات کا سبق لیتا ہے اور غریب امیر کے برابر بیٹھ کر سچے دین کے انصاف سے اپنی روح کو خورسند کر سکتا ہے۔﴾

﴿جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں، یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں، وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہوں گے وہ کیا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ [العنکبوت: 45]

”نماز، نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں اور لائق انکار فعلوں سے روک دیتی ہے اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد و

فیوض انوار و اسرار اس سے بھی بہت زیادہ اور بہت بڑھ کر ہیں۔“

مواخات (بھائی چارہ)

اللہ جل و جلالہ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتلایا ہے اور یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ط وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا﴾ [آل عمران 103]

”اور تم سب اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم لوگ تو آگ کے گھڑے کے کنارے پر تھے۔ جس سے اللہ نے تمہیں نجات و خلاصی عطا کی۔“

① اس اخوت کا اثر یہ تھا کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا اور کل قوم اس معاہدہ کی کامل پابندی کرتی تھی۔ ایک مسلمان اگر کسی دور دراز ملک میں چلا جاتا تھا تو تمام قوم اس کی خیر و عافیت کے لیے بے تاب رہتی تھی اور اگر وہ کسی ظلم کا شکار ہو جاتا تو تمام قوم اس کے انتقام اور خون بہا لینے کو اپنا اعلیٰ فرض جانتی تھی۔ قوم کے ہر ایک یتیم، ہر ایک رائے، ہر ایک طالب علم کی ضروریات کا پورا کرنا ہر مسلمان اپنے لیے ایسا ہی فرض سمجھتا تھا جیسا اپنی اولاد اور ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوی کے لیے سمجھتا تھا۔

② اس اخوت سے بڑھ کر ایک اور اخوت جسے نبی ﷺ ایک ایک شخص کے ساتھ قائم فرمایا کرتے۔ ایسی اخوت مکہ میں ① اہل مکہ کے درمیان اور مدینہ میں ② مہاجرین و انصار کے درمیان۔ نیز باہمی اخوت اہل مدینہ کے درمیان بھی قائم فرمائی گئی تھی۔ جو مواخات مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہوئی وہ زیادہ تر مشہور ہے۔

اس مواخات کے بعد باہمی تعلقات کا اثر یہاں تک ہوا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت میں حصہ لیتا تھا۔ ③ اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کا نصف تقسیم کر دیتا۔ مؤرخین نے ان بزرگوں کے نام بھی درج کیے ہیں جن میں یہ سلسلہ مواخات مستحکم کیا گیا تھا۔ ہم تبرکاً چند اسماء مبارک درج کرتے ہیں:

محمد رسول اللہ ﷺ	علیؑ
ابوبکر صدیقؓ	خارجہ بن زیدؓ عقی بدری
عمر فاروقؓ	عتبان بن مالکؓ بدری
عثمان ذوالنورینؓ	اوس بن ثابت عقی بدری
جعفر بن ابی طالبؓ ہاشمی	معاذ بن جبل عقی بدری
ابوعبیدہ بن جراحؓ قرشی انصاری	سعد بن معاذؓ بدری ”إِهْتَرَلَهُ عُرْشُ الرَّحْمَنِ“
عبدالرحمن بن عوفؓ قرشی انصاری	سعد بن ربیع عقی بدری

④ تقسیم وراثت کا دستور اس وقت تک رہا جب تک کہ قوم میں رقابت اور آسودگی عام نہ ہوئی۔ اس کے بعد وراثت وراثت کی طرف منتقل کر دی گئی۔

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ قرشی الاسدی	سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ عقبی
طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ قرشی التیمی	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عقبی
سعید بن زید رضی اللہ عنہ قرشی العدوی	ابو ایوب رضی اللہ عنہ عقبی بدری
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قرشی العبدری	ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عقبی بدری
ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ	عباد بن بشر رضی اللہ عنہ
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	ابو الدرداء رضی اللہ عنہ حکیم الامت
منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ	ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ

دنیا میں اخوت (Brotherhood) کا ایسا اعلیٰ نمونہ اسلام کے سوا کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔

اذان

2ھ میں اذان کا طریقہ جاری ہوا۔

اذان کی ضرورت اول اس لیے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کو جمع کرنے کے واسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جائے (جیسا مجوس میں دستور تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ سینک (بگل) بجایا جائے (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں کریں۔ (جیسا کہ نصاریٰ کرتے تھے) آنحضرت ﷺ نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ انصاری اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے نبی ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ انھوں نے خواب میں ان الفاظ کو سنا ہے جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے انہی الفاظ کو باوازا بلند پکارنے کو مشروع فرما دیا۔ یہ الفاظ نبی ﷺ کے اس منشا عالی کو پورا کرتے ہیں جو تشریح احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے۔

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریقہ ہے کہ عالمگیر مذہب کے لیے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندگان کے کانوں تک اپنے اصول پہنچا دیتے اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹوں) کی تقسیم اور گنگر کی رتن (گرنٹھ) کے شہد بھی اس خوبی کو نہیں پا

[1] تاریخ ابن خلدون ص 2/379 (اردو) امام ابن حبیب رحمہ اللہ و ابن القیم رحمہ اللہ کا خیال یہ تھا کہ مواعظ میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا اس لیے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو مواعظ میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو۔ کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مہاجر ہیں۔ دیگر علما نے اس رائے کو قبول نہیں کیا اور انھوں نے اور بھی چند ایسی نظیریں بیان کی ہیں جن میں فریقین مہاجر تھے اور یہی قوی مذہب ہے۔ سلسلہ مواعظ میں نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ اول تو اس لیے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت ﷺ کے بھائی کہلاتے تھے۔ دوسرے اس لیے کہ اگر کسی ایسے مسلمان کو بھائی بناتے جو رشتہ میں نہ ہوتا تو آنکھوں طرح طرح کی مشکلات جدیدہ پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

سکے۔ اذان ثابت کرتی ہے کہ اسلام نے ”گھونگوں“ اور ”دھاتوں“ کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی اور یہ بھی ایک طریقہ بت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے۔

مسلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام

□ 2 ہجری میں مسلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ”ابلق“ گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی۔

□ دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے اور عرب تک آئے کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا۔ دس (10) سے زیادہ مذاہب کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔

□ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں نبی ﷺ کو دیکھا تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا اور مسلمان ہو گئے اور ”ملک فارس کا پہلا پھل“ کہلائے۔

تحویل قبلہ

نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس بارہ میں کوئی حکم الہی موجود نہ ہوتا۔ اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے۔ نماز آغا ز نبوت ہی میں فرض ہو چکی تھی، مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اس لیے مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی ﷺ نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا۔ مدینہ میں پہنچ کر بھی یہی عمل رہا۔ مگر ہجرت کے دوسرے سال (یا 17 ماہ بعد) اللہ نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا۔ یہ حکم نبی ﷺ کے دلی مشا کے موافق تھا۔ کیوں کہ آنحضرت ﷺ دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے ”کعبہ“ اور صرف عبادت الہی کے لیے بنائی جانے کی وجہ سے ”بیت اللہ“ اور عظمت و حرمت کی وجہ سے ”مسجد الحرام“ کہا جاتا تھا۔

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے:

① یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے۔

﴿وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ۚ﴾ [البقرہ: 115]

اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔

② اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عبادت کے لیے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے۔

﴿وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّئُهَا فَاسْتَخْبِرُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِنَّا مَّا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ﴾ [البقرہ: 148]

”اور ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک سمت مقرر (مقرر) ہے۔ جدھر وہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں۔ تو تم نیکیوں

میں سبقت حاصل کرو، تم جہاں ہو گے اللہ تم سب کو جمع کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

③ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔“

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ [البقرة: 143]

”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو۔“

④ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تعین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ تعین رسول کے لیے ایک ممیز علامت قرار دی جائے۔

﴿لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَيَّ عَظِيمَةٍ﴾ [البقرة: 143]

”کہ ہم معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون اٹلے پاؤں پھر جاتا ہے۔“

یہی وجہ تھی کہ جب تک نبی ﷺ مکہ میں رہے، اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ کیوں کہ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے اور کعبہ کو تو انھوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا اس لیے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بین علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونے والا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے۔

جب نبی ﷺ مدینہ میں پہنچے وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔ وہ مکہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے اور بیت المقدس کو تو وہ بیت اہل یا بیکل تسلیم کرتے ہی تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی گئی کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جایا کرے۔

حکم الہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا قبلہ قرار دی گئی۔ اس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرمادی ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَنِي وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران: 96]

”یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے جو عبادت الہی کی غرض سے بنائی گئی۔“

پس چوں کہ اسے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے، اس لیے اس کو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے۔

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ [البقرة: 127]

”اور جب ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) بیت اللہ کی دیواریں اونچی کر رہے تھے۔“

دوم: یہ کہ اس مسجد کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ اس لیے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ قرار دینا گویا اقوامِ خلافت کا اتحادی و جسمانی کی یاد دلا کر اتحاد و روحانی کے لیے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام ﴿أَذْخُلُوا فِي السِّلْمِ﴾ [البقرة: 208] سنا دینا تھا۔

میں یقین کرتا ہوں کہ کعبہ کے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کر سکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔ اس لیے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً 921 سال اور حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار نو سو اکیس (1921) سال پیشتر کی ہے۔ مسٹر آری دت نے اپنی تاریخ سویلیزیشن آف نیشنلٹیز (Civilization of iniattie India) میں متعدد عالموں کی شہادت کو جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو وید کا ابتدائی زمانہ ہے مسیح سے چودہ سو (1400) سال ⑤ سے دو ہزار (2000) سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ اس

⑤ ترجمہ اے ڈی احمد صاحب جے پوری ص: 7-8

دور میں کوئی مندر نہ تھا۔ [۱] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا۔
مجموعہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتلادیا تھا کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دی جائے گی وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی۔

نمونہ کے لیے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

اول: یسعیاہ نبی کی کتاب کا 60 باب ملاحظہ کیجیے۔ اس میں تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے۔ خصوصاً 5 درس سے دیکھو۔

”سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔“

(6) اونٹنیں کثرت سے تجھے آکے چھپالیں گی۔ میدان اور عقیقہ کے اونٹ وہ سب جو سہا کے ہیں آئیں گے۔ وہ سونا اور

لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنادیں گے۔

(7) قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ عقیقہ کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری

منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔“

واضح ہو کہ شوکت کا گھر لفظی ترجمہ ”بیت الحرام“ کا ہے اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے ”قبلہ“ قرار دینا ہے۔

یہ بات کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے، نہ کوئی اور مقام۔ اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ درس 6-7 میں مدیان عمیقاً، سہا، قیدار اور عقیقہ کے لوگوں کا جمع ہونا، قربانیاں کرنا بتلایا گیا ہے۔ یہ پانچوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے یا پوتے ہیں۔ جو عرب میں آباد ہوئے اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے دین میں داخل ہوئے، نہ عیسائی تھے، نہ یہودی تھے اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح ”منی“ ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں۔ قوموں کے نام منی کا پتا۔ عرب کا قاطبہ مسلمان ہو جانا حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیت کے معنی کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں۔
دوم: جی نبی (ق۔م۔ 520) کی کتاب میں ہے:

”اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے اور میں اس مکان کو سلام [۲]

(سلامتی یا اسلام) بخشوں گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔“

سوم: مکاشفات یوحنا 3 باب 12 درس میں ہے:

(12) میں اسے جو غالب ہوتا ہے اپنے خدا کی بیکھل کا ستون بناؤں گا۔ اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلیم کا نام جو

[۱] ترجمہ اے ڈی احمد صاحب ہے پوری ص 7-8 [۲] عربی بائبل مطبوعہ 1871ء مقام آکسفورڈ، ص 1339 پر اس آیت میں لفظ سلام اور اردو بائبل مطبوعہ مرزا پور 1871ء میں لفظ سلامتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا حق ہے کہ اس کا ترجمہ اسلام کریں کیوں کہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ اسلام کا استعمال اس دعا میں کرتے ہیں: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاَرْزُقْنَا السَّلَامَ۔ تَبَارَكَ رَحْمَتُكَ وَتَعَالَتْ بِكَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔ (اے اللہ تو ہی سلام ہے۔) (امن دینے والا) اور تو ہی سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ ہمیں سلامتی عطا فرما۔ آپ بہت بابرکت ہیں۔ اے عظمت و جلال کے مالک اور اکرام و احسان کرنے والے۔

میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اترتی ہے اور اپنا نیا نام اس پر لکھوں گا۔ جس کا کان ہے، سنے کہ روح کلیسیاؤں سے کیا کہتی ہے۔“

یوحنا نے نئے یروشلیم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروشلیم ”کعبہ“ ہے اور اللہ کا نیا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود اہل زبان ہونے کے ناواقف تھے اسم پاک ”رحمن“ ہے ﴿جسے اسلام نے ہی ظاہر کیا۔ نئے یروشلیم کا آسمان سے اترنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿قَدْ تَرَى ثَقْلُكَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنَتَّصِلَنكَ فِئْلَةً تَوْحِيدًا﴾ [البقرہ: 144] (ہم نے تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لو)

چہارم: زبور 84 میں ہے:

(4) ”طُوبَى لِلرَّحْمَنِ فِي بَيْتِكَ أَبَدًا يُسَبِّحُونَكَ (سلاہ)

”مبارک وہ ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں۔ وہ سدا تیری ستائش کریں گے۔“ (سلاہ)

(Selah) Pleased are they that dwell in thy house, they will be still praising thee

(5) ”طُوبَى لِلرَّحْمَنِ فِي بَيْتِكَ أَبَدًا يُسَبِّحُونَكَ فِي قُلُوبِهِمْ۔“

”مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے، ان کے دل میں تیری رائیں ہیں۔“

Blessed is the man whose strength is in thee in whose heart are the ways of them.

(6) ”غَابِرِينَ فِي وَادِي الْبَحَاءِ۔ يُصَيِّرُونَهُ، يَنْبُوْعًا“

”وہ بکا کی وادی میں گزر کرتے ہیں، اسے ایک کنواں بناتے۔“

”أَيْضًا يَبْرِكَاتٍ يَغْطُونَ مَوْرَةً“

”یہی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔“ (کتاب مقدس۔ مطبوعہ آرن سکول۔ مرزا پور 1870ء)

Who Passing through the valley of Baca make it a well; the rain also filleth the pools ﴿﴾

ان ہر سہ زبان کی عبارات سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں متفقہ طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں:

① درس چہارم کی رو سے یہ کہ اللہ کا ایک گھر ہے اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتلایا گیا ہے اور ان کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی تسبیح و ستائش کرتے ہوں گے۔

﴿﴾ اہل عرب اسم رحمن سے جس کا نزول قرآن میں ہوا بہت ناراض ہوتے تھے۔ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ﴾ [الفرقان: 60] جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہوتا ہے؟ ﴿وَهُمْ يَلْغُوا فِي الرُّحْمَنِ﴾ ﴿وَهُمْ يَلْغُوا فِي الرُّحْمَنِ﴾ [انہما: 36] رحمن کا ذکر آجائے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں۔ سبیل نے اعتقاد صحیح کے وقت کہا تھا۔ وَأَنَا الرَّحْمَنُ فَوَاللَّهِ لَا تَعْرِفُهُ، اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رحمن کون ہے۔ بخاری: 2731، 2732 ﴿﴾ کتساب المقدس طبع بنگلہ الجامعہ البریطانیہ والاجنبیہ لاجل النشر الکتاب المقدس فی مطبعة المدرسة من المدینة او کسفور فی سنة 871 مسیحیہ۔

② درس پنجم کی رو سے یہ کہ ان لوگوں کی عزت و قوت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور اسباب دنیوی ان کی عزت و قوت کا باعث نہ ہوں گے۔

③ درس 6 کی رو سے لفظ ”بکا“ عربی، اردو، انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بکا وہ اسم معرفہ (Propernoun) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھنے جانے کا جو قاعدہ ہے اسی کے مطابق انگریزی کی بائبل میں لفظ ”بکا“ کا پہلا حرف b بھی بڑی B کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

④ لفظ واوی عربی و اردو میں اور لفظ Valley جو معنی وادی ہے انگریزی لفظ بکا سے پہلے موجود ہے۔

⑤ ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں کے بسنے والے وادی بکا میں ایک کنواں بھی بنا کیں گے۔

اب ہم ان سب کا ثبوت دیتے ہیں۔

① ساکنین بیت جس کا ذکر درس 4 میں ہے وہ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں ہے:

﴿رَبِّ اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ یُوَادُّ غَیْرَ ذِیْ ذُرِّعِ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمَحْرُومَ﴾ [ابراہیم: 37]

”اے اللہ! میں نے اپنی ذریت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی، تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے۔“

② یہ وادی جس کی صفت آیت بالا میں غَیْرَ ذِیْ ذُرِّعِ ہے اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بَغْہ ہے۔ ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَغْہَ﴾ [آل عمران: 96] ”پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو بَغْہ میں ہے۔“ اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہو گیا کہ مکہ کا نام اللہ کے ہاں بَغْہ ہے۔

③ اب ایک کنواں بنانے کا ثبوت باقی رہا جو وادی بکہ میں ہو۔ بخاری کی حدیث (کتاب الانبیاء صفحہ 33) عن ابن عباس میں اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے یہاں آنے، آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے۔ اس کے فقرہ نمبر 20 میں یہ عبارت ہے: فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِیَ سَعَتْ جَبَّاجًا رَاسًا وَادِیَ مِیْنِیْ تُوْدَہَا (پانی کے لیے) دوڑی، پھر فقرہ نمبر 29 میں ہے: وَغَمَزَ عَقْبِیْہِ عَلٰی الْاَرْضِ قَالَ فَاَنْشَبَ الْمَاءُ فَدَہَشَتْ اُمُّ اِسْمَاعِیْلَ فَجَعَلَتْ تَحْفَرُ (فرشتہ) نے اڑی زمین پر ماری، پانی ابل پڑا۔ اسماعیل کی ماں حیران ہو گئی۔ پھر اسے کھود کر کنواں بنانے لگی۔“ ④

قارئین! آپ نے دیکھا کہ زبور کے اس مقام میں ”بکہ“ کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد کا نام ”بیت اللہ“ بھی ثابت ہو گیا۔ وہاں ایک کنوئیں کا ہونا بھی متحقق ہو گیا اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا ہمیشہ یاد الہی میں رہنا بھی ثابت ہو گیا۔

ہمارے مضمون تحویل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مدعا کی ہے۔

اس کے بعد اس قدر اور بھی گزارش کروینا چاہتا ہوں کہ درس 5 میں عربی عبارت کا مفہوم اردو اور انگریزی زبور کی عبارت اور

مفہوم سے زیادہ صاف ہے۔

① ابن ہشام التوتنی 2 ج 13 ج 2 ج 1 ج 2 ج 3 ج 39 میں ہے۔ ان بکۃ اسم البطن مکۃ لانہم یبکون فیہا۔ دوسرا قول جبرئیل کی بابت یہ ہے: انہا ما سمیت ببکۃ الا انہا کانت تبک اعناق الجاہلۃ اذا احدثوا فیہا شیا (ابن ہشام ص 39) ② بخاری: 2368, 3365, 3364

عربی میں ہے: طُرُقُ بَيْتِكَ فِي قُلُوبِهِمْ اس کا لفظی ترجمہ ہے: ”ان کے دلوں میں تیرے گھر کی راہیں ہیں۔“ لیکن اردو زبور میں ہے: ”ان کے دل میں تیری راہیں ہیں۔“ اور انگریزی میں ہے

In whose heart are the ways of them

اردو انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اڑا دیا ہے۔ اردو میں تیری راہیں اور انگریزی Them ان کی راہیں لکھا ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں صاف ہے:

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُرَادًا غَيْرَ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾ [ابراہیم 36]

”اے میرے اللہ! میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں، تیرے شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے اللہ! یہ اس لیے کیا کہ یہ سب (بسنے والے) نمازوں کو قیام دیں۔ اب تو لوگوں کے دلوں ان (بسنے والوں) کی محبت ڈال دے اور ان کو سب ہر طرح کے میوؤں کی روزی دیا کر کہ یہ شکر گزار بنیں۔“

دوسری غرض یہ ہے کہ درس 5 کا پہلا جزو جو عربی میں یہ ہے: طُوبَى لِلنَّاسِ عِزَّهُمْ بِكَ اس میں لفظ اناس بضمہ جمع ہے۔ اور عزہم میں ہم بھی ضمیر جمع ہے۔ لیکن اردو میں یہ الفاظ ہیں: مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے۔“ اور انگریزی یہ الفاظ ہیں:

Blessed is the man whose strength is in thee

اردو میں لفظ ”انسان“ اور ”جس“ اور انگریزی میں لفظ Man اور Who واحد کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ عربی ترجمہ کی صحت اور اردو انگریزی ترجمہ کی غلطی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اسی درس کے دوسرے جزو میں اردو میں ”ان کے“ اور انگریزی میں Them جمع کے لیے موجود تھے۔

عربی توراۃ کا فقرہ طُوبَى لِلنَّاسِ عِزَّهُمْ بِكَ دراصل فقرہ نمبر 5 طُوبَى لِلنَّاسِ عِزَّهُمْ بِبَيْتِكَ ہی صفت ہے۔ الغرض توراۃ کے اس مقام سے پہلے بیت اللہ، زمزم، اولاد اسماعیل صاف طور پر ثابت ہیں۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ! فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے اسی گھر کو جو وادی بکا میں ہے ہمارا قبلہ بنایا، نہ کہ یروشلم کو۔ کیوں کہ ایک ایسے دین (اسلام) کے لیے جس کی بابت ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ [الف: 9] ”وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے“ فرمایا گیا ہے۔ اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا۔ نہ کہ اس کا جسے ہر ایک کافر فاحش نے توڑا اور ویران کیا اور بالآخر (سنڈ اس) کی جگہ بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا، جلا وطن ہونا پڑا ہو۔

اللہ نے زبور کی مندرجہ بالا آیت 4-5 میں جو وادی بکہ کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارک باد دی ہے اس کا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے۔ کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا۔

زکوٰۃ

علم الاقتصاد (Economics) یا تمدن یا پولیٹیکل اکانومی (Political Economy) کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ

افراد قوم میں سے بلحاظ فقر و دولت کیوں کرایک تناسب قائم کیا جائے۔

زکوٰۃ اور تمدن انسانی

حکیم سولون (Solon) کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرو کشائی نہیں کر سکا۔ یورپ میں نہلسٹ (جن کا مقصد یہ ہے) کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف و یکساں حق مالکیت ہو۔ سوشیالسٹ (Socialist) جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے، اور جمہور کی ملک میں کر دیا جائے۔ نیشنلسٹ (Nationalist) جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی کئی وزری کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے (یہ فرقے اس لیے پیدا ہو گئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ اس لیے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے:

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَازِقٍ رِّزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ﴾ [نحل: 71]

”رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور جن کو یہ برتری ملی ہے وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں (اس لیے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں۔“

① اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی بہترین تمدن قوم بنانا چاہتا ہے۔ اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا اور اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے۔

② زکوٰۃ 2 ہجری میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی ﷺ کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی مسکینوں کا ہمدرد، غریبوں پر رحم کرنے والا، درمندوں کا نمکسار تھا۔ اور اسلام میں شروع سے ہی مساکین اور غرباء کی دیکھیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ ان کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء و مساکین کے لیے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا جس پر بطور آئین و ضابطہ عمل کیا جاتا ہو۔ اس لیے دولت مند جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی فیاضی و نیک دلی سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رکن (کلمہ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا۔ زکوٰۃ درحقیقت اس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے، جو انسان کے دل میں اپنے اپنے لئے جنس کے ساتھ قدرتنا و فطرنا موجود ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت، اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی اور بغل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے اور یہ فائدہ بھی کہ غرباء و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے اور اس لیے بے حد دولت کا جمع ہو جانا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔

اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس و محبت اور اس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے کیوں کہ وہ اس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود قائم سمجھتے ہیں۔ گویا دولت مند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی

① سولون (Solon) معروف دانشور اور یونانی سیاستدان جو 558 قبل مسیح میں پیدا ہوا اور 640 قبل مسیح میں فوت ہوا۔

مثال پیدا کر لیتی ہے جس میں ادنیٰ و اعلیٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔
 قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔
 اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا بھی ناگوار نہیں گذرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت، زراعت اور موسیقی (بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے) نقدیت معاون اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔ [1]
 اب یہ دکھانا ضروری ہے کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:
 ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [التوبہ: 60]

زکوٰۃ و صدقات کا مال

- ① فقیروں اور
- ② مسکینوں کے لیے ہے (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو۔)
- ③ اور تحصیل داران زکوٰۃ کے لیے (جن کی تنخواہیں ادا ہوں گی)
- ④ اور ان لوگوں کے لیے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو۔ یعنی نو مسلم لوگ۔
- ⑤ غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے
- ⑥ اور ایسے قرض داروں کا قرضہ چکانے کے لیے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں۔
- ⑦ اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر نیک کاموں کے لیے) [2]
- ⑧ اور مسافروں کے لیے۔

جن آٹھ (8) مدات پر زکوٰۃ کی تقسیم کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔

غلامی کی تاسید عیسائیت کی تعلیم میں

اس تقسیم کے نمبر 5 پر مزید غور کرنا چاہیے کہ اسلام، اسلامی سلطنت کی کل آمدنی کو آٹھ (8) مدات پر تقسیم کر کے پانچویں مد آزادی غلامان قرار دیتا ہے۔ جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں انھیں معلوم ہے کہ غلامی دنیا کے تمام متمدن ممالک، چین، ہندوستان، مصر، روما، ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی۔ رحمدل مسیح علیہ السلام نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا۔ مگر پولوس سینٹ پال (Saint Paal) نے غلامی کو تقویت دینے کے لیے ضرور زور دیا ہے۔ پولوس کہتے ہیں:

”اے غلامو! تم ان کی جو جسم کی نسبت تمھارے خاوند ہیں، اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھر تھراتے ہوئے

ایسے فرمانبردار بنو جیسے مسیح علیہ السلام کے“ (افسیں باب 6 درس 5)

[1] جنس اور مقدار زکوٰۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیے اس کا موضوع کتاب ہذا سے زائد ہے۔ [2] اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔
 [3] سینٹ پال (Saint Paal) حضرت مسیح علیہ السلام کا حواری تھا، جسے یہودی نے 61ء میں پھانسی دی تھی۔

علیٰ ہذا القیاس دیکھو: تمطاؤس باب 6۔ اطمینان 2-9 بطرس 18-21۔

پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا اور اس بارہ میں مختلف مدارج مقرر کیے۔

- اول آزاوی غلامان کو نیکی کا اصل اصول بتلایا: ﴿وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ [البقرہ: 177]
 دوم آزاوی غلامان کو حصول نجات کا ذریعہ بتلایا: ﴿فَلَا افْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكَّ رَقَبَةً﴾ [البقرہ: 11-13]
 سوم آزاوی غلامان کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا ہے۔
 مثلاً قتل خطاء (جیسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں۔

- ① مقتول مسلمان ہو۔ ایک غلام آزاو کرنا چاہیے۔ (92:5)
- ② مقتول مسلمان ہو، مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو۔ ایک غلام آزاو کرنا چاہیے۔ (92:5)
- ③ مقتول (غیر مسلم اور) زیر معاہدہ قوم میں سے ہو۔ ایک غلام آزاو کرنا چاہیے۔ (92:5)
- ④ نقص یمین کا کفارہ۔ ایک غلام آزاو کرنا چاہیے۔ (92:5)
- ⑤ ظہار کا کفارہ۔ ایک غلام آزاو کرنا چاہیے۔ (3:58)
- ⑥ رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ۔ ایک غلام آزاو کرنا چاہیے۔ ①
- ⑦ آقا غلام کو سخت مارے، اس کا کفارہ۔ ایک غلام آزاو کرنا چاہیے۔ ②

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصہ ہمیشہ کے لیے اسی کام کے لیے خالص کر دیا ہے۔

انیسویں صدی میں انگلستان نے آزاوی غلامان پر لاکھوں روپے صرف کیے تھے۔ یہ ایسا فخر ہے کہ یورپ کی کوئی سلطنت اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ لیکن اسلام کے الہی حکم کو دیکھو کہ تیرہ سو (1300) برس پہلے سے اس کام کے لیے کل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کر دیا گیا۔ کیا کوئی اہل دل اب بھی ایسا ہے جو اسلام کی اس فضیلت کا انکار کرے گا؟

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر 6 پر بھی غور کرنا چاہیے۔ حالیہ زمانے نے قرض داروں کی سہولت کے لیے بینک (Bank) قائم کیے ہیں لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل نکل بینک کے پاس چلی گئی ہیں اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہو گئی ہے۔ قرض کا بلا سود کے ملنا محال ہو گیا ہے اور انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکالنے میں موٹگیافیاں کی ہیں۔ ③

لیکن دیکھو اسلام کا احسان کہ اس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا عجیب انتظام کیا ہے۔
 بے شک سود کی حرمت کا حکم سنا نا بھی اسلام ہی کا حق ہے جس نے قرض داروں کی گلو خلاصی کے لیے ایسے عجیب انتظامات بھی کیے ہیں۔

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے۔

① بخاری: 1936 ② مسلم: 177 ③ مصنف بیہیہ کی بات موجودہ دور میں حرف بحرف درست ثابت ہو رہی ہے۔

إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتُ مِنْ أَوْسَاخِ النَّاسِ وَأَنْتُمْ لَا تَجِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ ۝

”یہ صدقہ کا مال لوگوں کی میل پچیل ہوتا ہے۔ محمد ﷺ اور محمد ﷺ کے کنبہ والوں کے لیے یہ حلال نہیں ہے۔“

اس حرمت کے حکم میں نبی ﷺ کے ساتھ حضور ﷺ کا کنبہ، چچے، پھوپھیاں، چچیرے بھائی اور ان کی سب اولاد اور ان سب کی لونڈی غلام بھی داخل ہیں تاکہ کسی شخص کو نبی ﷺ کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ نہ گذر سکے۔

رمضان 2 ہجری مقدس (فرضیت رمضان المبارک اور فوائد)

رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن

قرار پایا۔

- ① روزے صحت کو بڑھاتے ہیں۔
- ② امراء کو غریبہ کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں۔
- ③ شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں۔
- ④ قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں۔
- ⑤ قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت، انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں۔ (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ) [البقرہ: 183]

تقویٰ کی مثالوں پر غور کرو:

گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی اس کے سامنے موجود ہے مگر وہ پانی نہیں پیتا۔ روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے۔ کھانا میسر ہے۔ کوئی شخص اسے دیکھ بھی نہیں رہا مگر وہ کھانا نہیں کھاتا۔

بیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے۔ محبت کے جذبات اس کی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں۔ الفت نے دونوں کو ایک دوسرے کا شیدائتا رکھا ہے لیکن روزہ دار اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی عزت اور عظمت اس کے دل میں اس قدر جا گزیں ہو گئی ہے کہ کوئی جذبہ بھی اس پر غالب نہیں آ سکتا اور روزہ ہی عظمت اور جلال الہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایمان دار اللہ کے حکم کی وجہ سے جائز، حلال، پاکیزہ، خواہشات کے چھوڑ دینے کی عادت کر لیتا ہے تو وہ بالضرور اللہ کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دے گا اور ان کے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کرے گا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے جس کا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شرع کا مقصود ہے۔ اسی لیے حدیث صحیح میں ہے:

① مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ۝

”جو روزہ دار جھوٹ کہتا، لغو کہتا اور لغو فضول کاموں کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں ہے اگر وہ اپنا کھانا پینا

پھوڑ دیتا ہے۔“

② دوسری حدیث میں ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمٌ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُتْ وَلَا يَضْحَكُ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ۔ ③
”جب کوئی شخص کسی دن کا روزہ رکھے تو نہ کوئی بے ہودہ لفظ زبان سے نکالے، نہ ہکواس اور شور کرے اور اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تب کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (گالی کا جواب دینا جھگڑنا مجھے شایان نہیں)“

روزہ اور چاند کی تاریخیں

① رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ جب نصف دنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ قمری مہینہ اول بدل کر آنے سے کل دنیا کے مسلمانوں کے لیے مساوات قائم کر دیتا ہے لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کر دیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا۔

② روزہ رکھنا دشوار نہیں ہے مگر جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں یا جو جسمانی ناز و نعم ہی کو زندگی کا شیریں مقصد سمجھتا ہو، اس کے لیے روزہ رکھنا بے شک سخت گراں ہے۔

رمضان کا اسلام میں فرض ہونا، بلکہ رکن اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کو کس قدر ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانے والا اور کس قدر جسمانی و شہوانی خیالات کو ملیا میٹ کر دینے والا ④

3ھ کے ماہ رمضان میں سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو حضرت علی مرتضیٰ وفاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما کے پہلو تھے فرزند ہیں۔

ام الخبائث شراب کو اسلام نے حرام کیا

4ھ کی برکات میں بڑی برکت یہ ہے کہ شراب کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ میں انھیں شراب پلا رہا تھا۔ اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہوگئی۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ جتنی شراب باقی ہے، اسے باہر پھینک دو۔ اس روز مدینہ کی گلی کو چہ میں شراب بہہ نکلی تھی۔

آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائٹیوں (Temperance Society) کے ذریعہ انسداد شراب کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں۔ کیوں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی قلیل و کثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔

اسلام نے شراب کا نام ”ام الخبائث“ (برائیوں اور پلیدیوں کی ماں) رکھا ہے انسان کے جسم پر، رویہ پر، اخلاق پر، ملک کے امن و انتظام پر، قبائل کے عادات پر، فوج کی اطاعت اور قوت پر جو برا اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہا ہے اس سے واضح ہے کہ

① بخاری: 1904، مسلم: 1151 ② سکا نے فرمایا۔ 17۔ جب تو روزہ رکھے، اپنے سر پر پچنائی لگا اور منہ دھو۔ 18۔ تاکہ آدمی پر نہیں بلکہ حیرے باپ پر جو پوشیدگی میں دیکھا ہے روزہ دار ظاہر ہو۔ اور حیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھا ہے آشکارا تجھے بدلہ دے۔ انجیل متی 6 باب 17-18۔
③ ٹمپرنس سوسائٹی (Temperance Society) ایسی تنظیم جو حرک شراب نوشی کے لیے کام کرے۔

شراب کے لیے ”ام النباش“ کیسے موزوں اور زیانناک ہے۔

بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دے کر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی تحریک دلائی ہے۔ ان کو ذرا غور کرنا چاہیے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہوگا اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو، اس میں داخل ہونے سے عیاش طبعیتوں کو کتنی جھجک ہوگی۔

ولادت و شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

اسی سال 4 ہجری کے ماہ شعبان میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو عاشورہ محرم 61 ہجری میں میدان کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے سچے فدائیوں کو صداقت کی تائید میں جان و مال و حرمت کی بھی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اسی جنگ میں صبر و استقلال، رضا و توکل، احقاق حق و اتباع صداقت کے ایسے نمونے دکھائے جن کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان و تربیت کا اثر و نتیجہ تھا۔ (رضی اللہ عنہ وعن سائر اتباعہ اجمعین)

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ، سردار نجد کا مسلمان ہونا (5 ہجری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے۔ وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے۔ فوج والوں نے انھیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون کے ساتھ لایا بندھا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر در یافت کیا کہ ثمامہ کیا حال ہے؟ ثمامہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا حال اچھا ہے، اگر آپ میرے قتل کیے جانے کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خون کی حق میں ہوگا اور اگر آپ انعام فرمائیں گے تو ایک شکر گزار پر رحمت کریں گے اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیے بتلا دیجیے۔ دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا: ثمامہ نے کہا: میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو ایک شکر گزار شخص پر فرمائیں گے۔ تیسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ثمامہ سے وہی سوال کیا اس نے کہا: میں اپنا جواب دے چکا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

ثمامہ رہائی پا کر ایک کھجور کے باغ میں گیا جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھا۔ وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوٹ کر آ گیا اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا۔

ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اللہ کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ کسی شخص سے نفرت نہ تھی لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے مجھے نہایت ہی نفرت تھی مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ واللہ! آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے اور کسی دین سے بغض نہ تھا لیکن آج تو آپ کا دین ہی مجھے محبوب تر ہو گیا ہے۔

ثمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی عرض کیا کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اب عمرہ کے

بارے میں کیا ارشاد ہے۔ نبی ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی اور عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔

آپ ﷺ کا جانی دشمنوں سے حسن سلوک

ثمامہ بن جاحل مکہ پہنچا تو وہاں ایک شخص نے پوچھا: کہو تم صابی بن گئے۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا ہوں اور اسلام قبول کیا ہے اور اب یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہیں آئے گا۔ جب تک کہ محمد ﷺ کی اجازت نہ ہوگی۔^[1]

ثمامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا تاج بند کر دیا۔ غلہ کی آمد کے رک جانے سے اہل مکہ ہلہلا اٹھے اور آخر نبی ﷺ ہی سے انھیں التجا کرنی پڑی۔ نبی ﷺ نے ثمامہ رضی اللہ عنہ کو لکھ دیا کہ غلہ بدستور جانے دے۔ (ان دنوں اہل مکہ نبی ﷺ کے جانی دشمن تھے) اس قصہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے کیوں کر اس شخص کی جان بخشی فرمائی جو خود اپنے آپ کو واجب القتل سمجھتا تھا^[2] اور نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا کہ ثمامہ رضی اللہ عنہ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت ﷺ سے سخت نفرت و عداوت رکھتا تھا تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہو گیا تھا۔

نبی ﷺ کی نیکی اور طینت کی پاکی و رحمدلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے نکالا تھا اور بدر، احد، خندق میں اب تک نبی ﷺ اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے ساری طاقت صرف کر چکے تھے ان کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ یہ پسند نہیں فرماتے کہ ان کا غلہ روک دیا جائے اور ان کو تنگ و ذلیل کر کے اپنا فرما تیر دار بنایا جائے۔

صلح حدیبیہ 6ھ مقدس

اسی سال نبی ﷺ نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سنایا۔ فرمایا: ”میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔“ اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا ان کے دل میں تھا، بے چین کر دیا اور انھوں نے اسی سال نبی ﷺ کو سفر مکہ کے لیے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ ساتھ نہیں لیا بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لیے اور سفر بھی ذیقعد کے مہینہ میں کیا جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔ جب مکہ 19 میل رہ گیا تو نبی ﷺ نے مقام حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیج دی اور آگے بڑھنے کی اجازت ان سے چاہی۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کا اسلامی تاریخ میں ذوالنورین لقب ہے سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل یا قید کر دیا ہے۔ اس لیے نبی ﷺ نے اس بے سرو سامان جمعیت سے جان نثاری کی

[1] صحیح بخاری: 4372۔ [2] ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کیے جانے کی وجہ ہر چند کہ اس روایت میں بیان نہیں ہوئی لیکن یہ یقینی ہے کہ یہ گرفتاری بالضرور کسی جرم کے بعد ہوئی تھی۔ مگر کیجئے ثمامہ کے الفاظ پر کہ وہ خود اپنے آپ کو واجب القتل تسلیم کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے جب اسے بلا کسی شرط کے، بلا کسی معاوضہ کے اور بلا تکلیف جہد ملی مذہب کے آزار فرما دیا تو اس کے دل پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق و احسان نے وہ کام کیا کہ اس کی ہدایت کا سامان ہو گیا۔

بیعت لی [۱] کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم رہیں گے۔ [۲] بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو (1400) تھی۔ [۳] قرآن مجید میں ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [التَّحۡتِ 18]

”(اے پیغمبر!) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوا۔“

اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا دہاتا ہاتھ قرار دیا اور ان کی جانب سے اپنے دہانے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت کا حال سن کر قریش ڈر گئے اور ان کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ حاضر ہوئے۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو قریش کی جانب سے آیا تھا اس نے قریش کو واپس جا کر کہا: [۴]

اے قوم! مجھے بارہا نجاشی (بادشاہ حبش) قیسر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسریٰ (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا جس کی عظمت اس کے دربار والوں کے دل میں ایسی ہو جیسے اصحاب محمد ﷺ کے دل میں محمد ﷺ کی ہے۔ محمد ﷺ تھوکتا ہے تو اس کا آب و ہن زمین پر گرے نہیں پاتا۔ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی گرتا ہے اور وہ شخص اس آب و ہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے۔

جب محمد ﷺ کوئی حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے سب مبادرت کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو آب مستعمل وضو کے لیے ایسے گرے پڑتے ہیں گویا لڑائی ہو پڑے گی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل میں محمد ﷺ کا اتنا ادب ہے کہ وہ اس کے سامنے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ میری رائے ہے کہ ان سے صلح کر لو جس طرح بھی بنے۔ [۵]

سوچ سمجھ کر قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے۔ صلح کے لیے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئیں:

- [۱] دس (10) سال تک باہمی صلح رہے گی، جانہن کی آمد و رفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہوگی۔
- [۲] جو قبائل چاہیں قریش سے مل جائیں اور جو چاہیں وہ مسلمانوں کی جانب شامل ہو جائیں۔ دو ستار قبائل کے حقوق بھی یہی ہوں گے۔
- [۳] اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہوگی۔ اس وقت ہتھیار ان کے جسم پر نہ ہوں گے، گوسفٹیں ساتھ ہوں۔
- [۴] اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو نبی ﷺ اس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔
- آخری شرط سن کر تمام مسلمان بجز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھبرا اٹھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بارے میں زیادہ پر جوش تھے لیکن نبی ﷺ نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرمایا۔

معاہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ انھوں نے شروع میں لکھا: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سبیل جو قریش کی طرف سے کسٹھ معاہدہ تھا بولا بخدا! ہم نہیں جانتے کہ رحمن کسے کہتے ہیں، بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھو۔
نبی ﷺ نے وہی لکھ دینے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر لکھا۔ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان منعقد ہوا ہے۔

[۱] بخاری: 4167، 2959، مسلم: 4824، نسائی: 4170، ترمذی: 1592 [۲] بخاری: 3576، مسلم: 4812، نسائی: 77 [۳] بخاری: 415

[۴] یہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے جو آٹھ سال کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا تھا اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لیے سفیر اسلام بن کر گیا تھا۔ [۵] بخاری: 4180، 4181

سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا اور نبی ﷺ نے اس کی درخواست پر ”محمد بن عبد اللہ“ لکھنے کا حکم دیا۔ [1] معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہ ہوگا لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی اور عہد نامہ لکھا ہی جا رہا تھا، دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنا اختیار رکھتا تھا) کا بیٹا ابو جندل رضی اللہ عنہ اسی جلسہ میں پہنچ گیا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ قریش نے اسے قید کر رکھا تھا اور اب وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عہد نامے کے مکمل ہوجانے پر اس کا خلاف نہ ہوگا یعنی جب تک عہد نامہ مکمل نہ ہو جائے اس کی شرائط پر عمل نہیں ہو سکتا۔

سہیل نے بگڑ کر کہا کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے حکم دیا اور ابو جندل رضی اللہ عنہ کو قریش کے سپرد کر دیا گیا۔ قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اس کی مشکلیں باندھیں، پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لے گئے۔ نبی ﷺ نے جاتے وقت اس قدر فرما دیا تھا کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ تیری کشاکش کے لیے کوئی سہیل نکال دے گا۔ [2] ابو جندل رضی اللہ عنہ کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا مگر نبی ﷺ کا حکم سمجھ کر ضبط و صبر کیے رہے۔

حملہ کرنے والے اسی (80) اعداء کو معافی

نبی ﷺ حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسی (80) آدمی کوہ تمیم سے صبح کے وقت جب کہ مسلمان نماز میں مصروف تھے، اس ارادہ سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کر دیں۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لیے گئے اور آنحضرت ﷺ نے انھیں ازراہ رحمہ لی و عفو چھوڑ دیا۔ اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا۔

﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَآيَدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِطَلْحٍ مِّنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾

”اللہ وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ بھی (ان پر قابو پالینے کے بعد) ان سے روک دیے۔“ [الحج: 24]

برکاتِ معاہدہ

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی، حزم، دور بینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور رحمۃ للعالمین کے انوار کا ظہور دکھلایا۔

مسلمان حدیبیہ ہی سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اسی معاہدہ کے بعد سورہ الفتح کا نزول حدیبیہ میں ہوا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ معاہدہ ہمارے لیے فتح ہے؟ فرمایا: ہاں۔ [3]

[1] بخاری: 2731-2732، مسلم: 784۔ یہی سہیل آج اسم مبارک محمد ﷺ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ لکھنے پر اعتراض کرتا ہے۔ چند سال کے بعد دلی شوق و امٹک سے مسلمان ہو گیا تھا۔ انتقال نبوی ﷺ کے بعد مکہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر اپنی زبردست تقریر کی تھی جو ہزاروں مسلمانوں کے لیے احکام و تازگی ایمان کا باعث ٹھہری تھی۔ بے شک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے کہ وہ جانی اور دلی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنا لیتا ہے۔ [2] بخاری: 2731-2732، مسلم: 1784۔ [3] بخاری: 2732، مسلم: 1785۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے زندان مکہ میں پہنچ کر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی جو کوئی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا، وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتا۔ اللہ کی عظمت و جلال بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتا۔ اللہ کی قدرت کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اسی قید خانہ میں کرتے۔

الغرض اسی طرح ایک ابو جندل رضی اللہ عنہ کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو (300) اشخاص ایمان لے آئے۔

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہد نامے میں ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی۔ پھر انھوں نے مکہ کے چند منتخب اشخاص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہم عہد نامہ کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔ اب نو مسلموں کو اپنے پاس واپس بلا لیجیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا ۱؎ اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ معاہدہ کی شرط جو عطا ہر اہم کو ناگوار تھی اس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہوا۔

”ابو جندل رضی اللہ عنہ کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے؟“

ابو جندل رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی صداقت کیسی الہی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی اور کس طرح طالبان حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی کہ وطن کی دوری، اقارب کی جدائی، قید، ذلت، بھوک، پیاس، خوف و طمع، تکوار، پھانسی غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ ان کو اسلام سے نروک سکتا تھا۔

صلح کا حقیقی فائدہ

امام زہری رحمہ اللہ ۲؎ نے معاہدہ کی دفعہ اول کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جاہلین سے آمد و رفت کی روک ٹوک کے اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح ان کو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے مواقع ملے۔ اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

۱؎ ابو جندل، ابوبصیر اور ابوالعاص کے واقعات: ابو جندل کی طرح ایک شخص ابوبصیر تھا۔ وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہنچا۔ قریش نے اسے واپس لانے کے لیے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر ان کے سپرد کر دیا۔ راستہ میں ابوبصیر نے ان میں سے ایک کو دھوکا دے کر مار دیا۔ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کے لیے گیا۔ اس کے پیچھے ہی ابوبصیر بھی پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فساد انگیز فرمایا۔ اس عتاب سے خوفزدہ ہو کر وہ وہاں سے بھی بھاگا۔ قریش نے ابو جندل اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا۔ ابو جندل کو چوں کہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی اس لیے اس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا اسے لوٹ لیتا (کیوں کہ قریش فریق جنگ تھے) ابوبصیر بھی اسے ہی جاملے۔

ایک دفعہ ابوالعاص بن رقیع کا قافلہ بھی شام سے آیا۔ ابو جندل وغیرہ ابوالعاص سے واقف تھے سیدہ نذیبہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے نکاح ہوا تھا۔ (گو ابوالعاص کے مشرک رہنے سے افتراق ہو چکا تھا) ابو جندل نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مگر کسی جان کا نقصان نہ کیا۔ اس لیے کہ ابوالعاص ان میں تھا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا اور حضرت نذیبہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ پر چھوڑ دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابوالعاص کی تائید میں فیصلہ کیا۔ جب ابو جندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے سارا اسباب دہی اور مہار شریک ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص مکہ پہنچا۔ سب لوگوں کا رویہ پیرا سباب ادا کیا۔ پھر منادی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا کہ تو بڑا امین ہے۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اب میں جاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے ڈرتا تھا کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو لوگ اکڑام لگاتے کہ ہمارا مال مار کر مسلمان ہو گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل اور اس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ منورہ بلا لیا تھا کہ قریش کو نہ لوٹ سکیں۔

۲؎ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب المعروف بہ ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ مشہور تابعی، جلیل القدر امام، مشہور فقیہ اور حافظہ اللہ بیٹ تھے۔

مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لیے جانا اور اس کے نتائج 7ھ مقدس

معاہدہ حدیبیہ کی شرط دوم کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچ کر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اس لیے اللہ کا رسول ﷺ دو ہزار (2000) صحابہ جو ﷺ کو ساتھ لے کر مکہ پہنچا۔ مکہ والوں نے نبی ﷺ کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا، لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر ابو نفیس ؓ کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے چلے گئے۔ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے۔

اللہ کا نبی ﷺ تین (3) دن تک عمرہ کے لیے مکہ میں رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا۔ ان منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش، سادہ اور مؤثر طریق عبادت کا اور ان کی اعلیٰ دیانت و امانت کا (کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہوا تھا) عجیب اثر ہوا۔ جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔

یہودی کی چوتھی سازش مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاری، لشکر اسلام کا آگے بڑھ کر انھیں لینا جنگ خیبر (محرم 7ھ) خیبر مدینہ منورہ سے شام کی جانب تین (3) منزل پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا۔ آبادی کے گرد گرد مستحکم قلعے بنائے ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کو سفر حدیبیہ سے پہنچے ہوئے ابھی تھوڑے دن (ایک ماہ سے کم) ہی ہوئے تھے کہ یہ سننے میں آیا ہے کہ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور جنگ احزاب کی ناکامی کا بدلہ لینے اور اپنی کھوئی ہوئی جنگی عزت و قوت کو ملک بھر میں بحال کرنے کے لیے ایک خونخوار جنگ کی تیاری کر چکے ہیں۔

انھوں نے قبیلہ بنو غطفان کے چار ہزار (4000) جنگ جو بہادروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور معاہدہ یہ تھا کہ اگر مدینہ فتح ہو گیا تو پید اور خیبر کا نصف حصہ ہمیشہ بنو غطفان کو دیتے رہیں گے۔

مسلمان محاصرہ کی سختی کو جو پچھلے سال ہی جنگ احزاب میں انھیں اٹھانی پڑی تھی، بنور نہیں بھولے تھے۔ اس لیے سب مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ اس حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر لینا چاہیے۔

نبی ﷺ نے اس غزوہ میں صرف انہی صحابہ جو ﷺ کو ہر کام چلنے کی اجازت دی تھی جو ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ﴾ [التح: 18] ﴿اللَّهُ تَعَالَىٰ إِن مَوَدَّةَ النَّاسِ﴾ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں کے اندر کا حال جان لیا۔ کی بشارت سے متاثر تھے اور جن کو ﴿وَعَدَ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونََهَا﴾ [التح: 20] ﴿اللَّهُ نَزَّلَ تَمْرًا مِنْ بَرِيٍّ فَتَوَاتَتْ كَادِعَةً كَمَا هِيَ جَوْثَمٌ حَاصِلٌ كَرُوْغَةً﴾ کا مژدہ مل چکا تھا۔ ان کی تعداد چودہ سو (1400) تھی۔ جن میں سے دوسو (200) اسپ سوار تھے۔

مقدمہ لشکر کا سردار عکاشہ بن محسن اسدی رضی اللہ عنہ اور میمنہ لشکر کے سردار عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ سردار میسرہ کوئی اور صحابی تھے۔ بیس (20) صحابہ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں جو بیماروں اور زخمیوں کی خبر گیری اور تیمارداری کے لیے ساتھ ہولی تھیں۔

مکہ مکرمہ کے مشرق میں واقع ایسا پہاڑ ہے جس پر کھڑے ہونے سے پوری مسجد حرام اور بیت اللہ واضح نظر آتے ہیں۔ طبقات ابن سعد ص: 7 ﴿اللہ تعالیٰ خوش ہوا جو درختوں کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں کے اندر کا حال جان لیا۔﴾ ﴿اللہ نے تم سے بڑی بڑی فتوحات کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کرو گے۔﴾ عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ جو ﷺ میں سے تھے۔ نبی ﷺ نے بشارت دی تھی کہ یہ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ بدر، احد، خندق اور دیگر مشاہد میں حاضر تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عمر 45 سال شہید ہوئے۔ ﴿معارف النبوة ص: 90﴾

لشکر اسلام آبادی خیبر کے متصل رات کے وقت پہنچ گیا تھا لیکن نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ رات کو لڑائی شروع نہ کرتے تھے اور نہ کبھی شب خون ڈالا کرتے۔ (1) اس لیے لشکر اسلام نے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے، معرکہ کے لیے اس مقام کا انتخاب مرد جنگ آزماحباب بن المہدیہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ یہ میدان اہل خیبر اور بنو غطفان کے درمیان پڑتا تھا (2) اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوا کہ جب بنو غطفان یہودیوں کی مدد کے لیے نکلے تو انھوں نے لشکر اسلام کو سردراہ پایا اور اس لیے چپ چاپ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر کا بڑا کیمپ اسی جگہ رہے گا اور حملہ آور فوج کے دستے کیمپ سے جایا کریں گے۔ لشکر کے اندر فوراً مسجد تیار کر لی گئی اور جنگ کے دوش بدوش تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری فرما دیا گیا تھا۔ (3)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس کیمپ کے ذمہ دار افسر تھے۔

قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے دائیں بائیں واقع تھے شمار میں دس تھے جن کے اندر دس ہزار (10000) جنگی مرد رہتے تھے۔ (4)

ہم ان کو تین حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ (5)

(1) قلعہ نام (2) قلعہ نطاۃ (3) حصن صعب بن معاذ (4) حصن قلعہ الزہیر

یہ چاروں حصوں نطاۃ کے نام سے نامزد تھے۔

(5) حصن شن (6) حصن البر (7) حصن ابی

یہ تینوں حصوں شن کے نام سے نامزد تھے۔

(8) حصن قموص طبری (9) حصن طح (10) حصن سلام جسے حصن بنی الحقیق بھی کہتے ہیں

یہ تینوں حصوں کتبہ کے نام سے نامزد تھے۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حملہ آور فوج کا سردار بنایا گیا اور انھوں نے قلعہ نطاۃ پر جنگ کا آغاز کر دیا۔ نبی ﷺ خود بھی حملہ آور فوج میں شامل ہوئے تھے۔ باقی ماندہ فوجی کیمپ زیر نگرانی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھا۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (5) پانچ روز تک برابر حملہ کرتے رہے لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ پانچویں یا چھٹے روز کا ذکر ہے کہ محمود رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی گرمی سے ذرا سستانے کے لیے پائیں قلعہ کے سایہ میں لیٹ گئے۔ کنانہ بن الحقیق یہودی نے انھیں غافل دیکھ کر ایک پتھران کے سر پر دے مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ فوج کی کمان محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی نے سنبھال لی اور شام تک کمال شجاعت و دلادری سے لڑتے رہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ یہودیوں کے نخلستان کو کاٹا جائے کیوں کہ ان لوگوں کو ایک ایک درخت سے ایک ایک بچہ کے برابر پیار ہے۔ اس تدبیر پر اہل قلعہ پر اثر ڈالا جاسکے گا۔ اس تدبیر پر عمل شروع ہو گیا تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر التماس کیا کہ علاقہ یقیناً مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہونے والا ہے، پھر ہم اسے اپنے ہاتھوں کیوں خراب کریں۔ نبی ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس نخلستان کاٹنے کے بارہ میں امتناعی حکم (Stay order) بھیج دیا۔

(1) بخاری: 4195

(2) تاریخ طبری، ص: 92

(3) سیرت محمدیہ رضی اللہ عنہ مولوی کرامت علی

(4) فتح الباری۔ بعض کتابوں میں قلعوں کی تعداد 6, 7 بھی درج ہے۔

شام کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی مظلومانہ شہادت کا قصہ خود ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: لَا عِطِينَ (اُولَیَاتِیْنَ) الرَّأِیَۃَ عَدَا رَجُلًا یُحِبُّہُ اللہُ وَرَسُوْلُہُ یَفْتَحُ اللہُ عَلَیْہِ۔

”کل فوج کا نشان اس شخص کو دیا جائے گا (یا وہ شخص نشان ہاتھ میں لے گا) جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔“

یہ ایسی تعریف تھی، جسے سن کر فوج کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کی کمان ملنے کے آرزو مند ہو گئے تھے۔

اس رات پاسپانی لشکر کی خدمت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ انھوں نے گردآوری کرتے ہوئے ایک یہودی کو گرفتار کیا اور اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں تھے۔ جب فارغ ہوئے تو یہودی سے گفتگو فرمائی۔ یہودی نے کہا کہ اگر اسے اور اس کے زن و بچہ کو جو قلعہ کے اندر ہیں امان عطا ہو تو وہ بہت سے جنگی راز بتا سکتا ہے۔ یہ وعدہ اس سے کر لیا گیا۔ یہودی نے بتلایا کہ نطاۃ کے یہودی آج کی رات اپنے زن و بچہ کو قلعہ شن میں بھیج رہے ہیں اور نقد و جنس کو قلعہ نطاۃ کے اندر دفن کر رہے ہیں۔ مجھے وہ مقام معلوم ہے جب مسلمان قلعہ نطاۃ لے لیں گے تو میں وہ جگہ بتلا دوں گا۔ بتلایا کہ قلعہ شن کے تہ خانوں میں قلعہ شن کی بہت سے آلات مخفی و غیرہ موجود ہیں۔ جب مسلمان قلعہ شن فتح کر لیں گے تو میں وہ تہ خانے بھی بتلا دوں گا۔

صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ انھیں آشوب چشم ہے اور آنکھوں میں درد بھی ہوتا رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لب مبارک جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ اس وقت آنکھیں کھل گئیں۔ نہ آشوب کی سرخی باقی تھی اور نہ درد کی تکلیف۔ پھر فرمایا: علی رضی اللہ عنہ جاؤ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت دو، بعد میں جنگ۔ علی رضی اللہ عنہ اگر تمھارے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو یہ کام ہماری غیمتوں کے حاصل ہو جانے سے بہتر ہوگا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ ناعم پر جنگ کی طرح ذالی۔ مقابلہ کے لیے قلعہ کا مشہور سردار مرحب میدان میں نکلا۔ یہ اپنے آپ کو ہزار (1000) بہادروں کے برابر کہا کرتا تھا۔

اس نے آتے ہی یہ جہز پڑھنا شروع کر دیا۔

قَدْ عَلِمْتُ خَيْرَ اَنِّي مَرْحَبٌ شَاكِي السَّلَاحِ بَطْلٌ مُحَرَّبٌ
اِذَا الْحُرُوبُ اَقْبَلَتْ نَلَّهَبٌ

”خبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار سجانے والا بہادر تجربہ کار مرحب ہوں۔ جب لوگوں کے ہوش مارے جاتے ہیں تو میں بہادری دکھایا کرتا ہوں۔“

اس کے مقابلہ کے لیے عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نکلے۔ وہ بھی اپنا جہز پڑھتے جاتے تھے۔

قَدْ عَلِمْتُ خَيْرَ اَنِّي عَامِرٌ شَاكِي السَّلَاحِ بَطْلٌ مُعَامِرٌ
”خبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار چلانے میں استاد ہوں، نبرد آزمائش ہوں، میرا نام عامر ہے۔“

مرحب نے ان پر تلوار سے وار کیا۔ عامر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھال پر روکا اور مرحب کے حصہ زیریں پر وار چلایا۔ مگر ان کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی تھی ان ہی کے گھٹنے پر لگی، جس کے صدمہ سے بالآخر شہید ہو گئے۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے۔

رجز حیدری سے میدان گونج اٹھا، آپ فرماتے تھے:

أَنَا الَّذِي مَمَّنِّي أُمِّي حَيْدَرُهُ أَوْفِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنَدَرَةِ
كَلْبٌ غَائِبٌ شَدِيدٌ قُنُورُهُ ①

میں ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر غضب ناک رکھا ہے، میں اپنی تلوار کی حفاظت سے تمہیں بڑے پیمانے عطا کروں گا۔
میں شیر بہر سخت حملہ آور مرد میدان ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا لگایا کہ مرحب کی خود آہنی کوا کاٹا ہوا عمامہ کو قطع کرتا سر کے دو ٹکڑے بنا تا ہوا گردن تک جا پہنچا۔ مرحب کا بھائی یا سر نکلا۔ اسے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے خاک میں سلا دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عام حملہ سے قلعہ ختم ہو گیا۔

اسی روز قلعہ صعب کو حضرت حباب بن المہذہ رضی اللہ عنہ نے محاصرہ سے تیسرے دن بعد فتح کر لیا۔ ② قلعہ صعب سے مسلمانوں کو جو، بھجور، چھوہارے، مکھن، روغن، زیتون، جربی اور پارچات کی مقدار کثیر ملی۔ فوج میں قلت رسد سے جو تکلیف ہو رہی تھی، وہ رفع ہو گئی۔ اس قلعہ سے آلات قلعہ شکن بھی برآمد ہوئے۔ جس کی خبر یہودی جاسوس دے چکا تھا۔ اس سے اگلے روز قلعہ نطا فتح ہو گیا۔ اب ”قلعہ الزبیر“ پر جو ایک پہاڑی ٹیلہ پر واقع تھا اور اپنے بانی زبیر کے نام سے موسوم تھا، حملہ کیا گیا۔ دو روز کے بعد ایک یہودی لشکر اسلام میں آیا۔ اس نے کہا: یہ قلعہ تو مہینہ بھر تک بھی تم فتح نہیں کر سکو گے۔ میں ایک راز بتلاتا ہوں۔ اس قلعہ کے اندر پانی ایک زیر زمین نالہ کے راہ سے جاتا ہے۔ اگر پانی کا راستہ بند کر دیا جائے تو فتح ممکن ہے۔ مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اب اہل قلعہ، قلعہ سے نکل کر کھلے میدان میں آ کر لڑے اور مسلمانوں نے انہیں شکست دے کر قلعہ کو فتح کر لیا۔

پھر حصن ابی پر حملہ شروع ہوا۔ اس قلعہ والوں نے سخت مدافعت کی۔ ان میں سے ایک شخص جس کا نام غروان تھا۔ مبارزت کے لیے باہر نکلا۔ حباب رضی اللہ عنہ مقابلہ کو گئے۔ اس کا بازو راست کٹ گیا۔ وہ قلعہ کو بھاگا۔ حباب رضی اللہ عنہ نے تعاقب کیا اور اس کی رگ پاشنہ (ایڑی) کو بھی کاٹ ڈالا۔ وہ گر پڑا اور پھر قتل کیا گیا۔

قلعہ سے ایک اور مبارز نکلا جس کا مقابلہ ایک مسلمان نے کیا۔ مگر مسلمان اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ ابود جانہ رضی اللہ عنہ نکلے۔ انھوں نے جاتے ہی اس کے پاؤں کاٹ دیئے اور پھر قتل کر ڈالا۔

یہود پر رعب طاری ہو گیا اور باہر نکلنے سے رک گئے۔ ابود جانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا۔ تکبیر کہتے

① طبری، ج 2/ 276 ② مشہور صحابی جو حواری رسول ﷺ کے لقب سے معروف تھے۔ پانچویں شخص نے جو شرف اسلام سے شرف ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ چھ رکنی خلافت کبھی کے ممبر تھے۔ ③ حباب بن المہذہ رانصار بنی النسیج ابو عمرو رضی اللہ عنہ کنیت اور ذوالمرائے لقب تھا۔ غزوہ بدر میں 33 سال کے تھے۔ میدان جنگ بدر کے متعلق بھی آنحضرت ﷺ نے ان کی رائے کو پسند فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال کیا۔

ہوئے قلعہ کی دیوار پر جا چڑھے۔ قلعہ فتح کر لیا۔ اہل قلعہ بھاگ گئے۔ اس قلعہ سے بکریاں اور پارچات اور بہت سا اسباب ملا۔ اب مسلمانوں نے حصن البر پر حملہ کر دیا۔ یہاں کے قلعہ نشینوں نے مسلمانوں پر اتنے تیر برسائے اور اتنے پتھر گرائے کہ مسلمانوں کو بھی مقابلہ میں منجیق کا استعمال کرنا پڑا۔ منجیق وہی تھے جو حصن صعب سے غنیمت میں ملے تھے۔ منجیقوں سے قلعہ کی دیواریں گرائی گئیں اور قلعہ فتح ہو گیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا 8ھ

انہی ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ احد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے اور مسلمانوں کو انھوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا۔

یہ وہی خالد رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے اسلامی جہز ہونے کی حیثیت میں مسیلہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانباز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہو جانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (8ھ)

ان ہی ایمان لانے والوں میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ قریش نے ان ہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے Deputation (وفد) کا سردار بنایا تھا جو شاہ حبش کے پاس گیا تھا تا کہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کر دے۔ اسی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا۔ ایسے مدبر و سیاست دان (Politician) اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے۔

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

انہی اسلام لانے والوں میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم و کلید بردار تھے۔ جب یہ نامی سردار (جن کی شرافت حسب و نسب سارے عرب میں مسلمہ تھی) نبی ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ جا پہنچے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے۔

عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا (9ھ مقدس)

اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی کہ 9 ہجری میں یمن کے قبیلہ بنی غنم نے بغاوت کی تھی۔ اس وقت اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے فساد یوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ ان میں حاتم طائی مشہور بنی بنی بھی تھی۔ اس نے نبی ﷺ کی خدمت میں یوں عرض کیا:

”میں سردار قوم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا، غریبوں پر رحم کیا کرتا، وہ مر گیا۔ بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا اب آپ ﷺ مجھ پر رحم کریں۔“

نبی ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں۔ اس کے بعد اسے مع اس کے متعلقین چھوڑ دیا اور زاہد راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے نام سے سخت نفرت تھی کیوں کہ میں عیسائی المذہب تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ میں سچے دین پر بھی ہوں اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں۔ اس لیے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے شترخانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا کہ دو عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں۔ ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے اور جب اسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے، مجھے فوراً بتلائے۔

ایک روز داروغہ آیا۔ کہا: صاحب! محمدی ﷺ فوج کے آجانے پر کچھ کرنے کا ارادہ ہو، وہ کرگزرے، کیوں کہ مجھے دور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں۔ یہ سن کے میں نے اونٹ منگائے۔ بیوی بچہ اور زر و مال کو لاوا اور شام کو چل دیا۔ میری بہن آنحضرت ﷺ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہنچی۔ اس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقلمن تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اس کے پاس چلا جا۔ کیوں کہ اگر وہ نبی ہے۔ تب تو سائقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے اور اگر وہ بادشاہ ہے تب بھی اس کے پاس جانے سے تو ذلیل نہ ہوگا۔ کیوں کہ تو تو ہی ہے۔ (یعنی تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہے) بہن کے مشورہ پر میں مدینے میں آیا۔ اس وقت نبی اللہ ﷺ مسجد میں تھے۔ میں نے جا کر سلام کیا۔ فرمایا: ”کون؟“ میں نے کہا: ”عدی بن حاتم۔“ نبی ﷺ مجھے ساتھ لے کے اپنے گھر چلے۔ راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی۔ اس نے نبی ﷺ کو ٹھہرایا۔ آپ دیر تک اس کے پاس کھڑے رہے اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ گھر پہنچے۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے نبی ﷺ نے میرے سامنے پھینک دیا۔ فرمایا: اس پر بیٹھو۔ میں نے کہا: نہیں حضور ﷺ بیٹھیں۔ فرمایا: نہیں۔ تم ہی بیٹھ جاؤ۔ میں گدے پر بیٹھ گیا اور آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ اب پھر میرے دل نے یہی گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں۔

اب نبی ﷺ نے فرمایا: تم تو ”رکوی“ ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار سے چہارم لیا کرتے ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں۔ میں نے کہا: سچ ہے اور میں نے دل میں کہا کہ یہ ضرور نبی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

نبی ﷺ نے پھر فرمایا: عدی شاید اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے کہ سب لوگ غریب ہیں۔ واللہ! ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہے گا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ وقت قریب آ رہا ہے۔ جب تو سن لے گا کہ کس کی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔

[۱] رک۔ دس۔ ی: (رکوی) عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آج کل دوسری قوموں میں ہے۔ واللہ! وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے۔ جب تو سن لے گا کہ ارض بائبل کا سفید نخل (نوشیرواں کا دربار دیوان خانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔

عدی! بتاؤ کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہو سکتا ہے؟

عدی! بتاؤ کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا عذر ہے؟ کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے؟

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی ﷺ کے چہرہ پر بشارت اور فرحت نمایاں تھی۔ عدی کہتا ہے کہ اس ارشاد نبوی ﷺ کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے اور تیسرا سال جا رہا تھا کہ میں نے ارض بائبل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا اور ایک بڑھیا کو قادیانہ سے مکہ تک حج کے لیے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی ہو کر رہے گی۔ ①

حج اسلام کا پانچواں رکن

① اسلام کا پانچواں رکن حج ہے:

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام وہ پیغام محبت ہے جو گھٹڑے ہوؤں کو ملاتا، بیگانوں کو یگانہ اور آشتیاؤں کو صدیق بنا دیتا ہے۔

احکام اسلام کا منشاء بھی یہی ہے کہ افراد مختلف کولت واحد بنا کر کلہ واحدہ پر جمع کر دیا جائے۔

① اہل محلہ میں محبت و اتحاد پیدا کرنے، قائم رکھنے کے لیے بیچ گزند نمازوں کے وقت اہل محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے۔

② اہل شہر میں محبت و تعلقات بڑھانے کے لیے ہفتہ میں ایک بار ان کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا اہل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔

③ اہل شہر دیہات قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق محبت و شائستگی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لیے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سنن ہدیٰ میں سے قرار دیا گیا ہے۔ ہر دو موقع پر دیہات والے شہر کی جانب آتے ہیں اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر ان سے ملاقات ہوتے اور مل جل کر عبادت الہی ادا کرتے ہیں۔

عالم اسلامی میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے حج عمر بھر میں ایک دفعہ ان سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں، فرض کیا گیا ہے۔

② حج میں سب کے لیے وہ سادہ بن سلا لباس جو نسل انسانی کے پدرا عظیم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے تاکہ ایک ہی رسول ﷺ، ایک ہی قرآن، ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت، ایک ہی لباس میں ایک ہی سطح پر نظر آئیں اور چشم ظاہر میں کو بھی ان اتحاد و معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔

① بخاری: 3595, 1413 تاریخ طبری، عدی بن حاتم رحمہ اللہ نے 67ھ میں عمر 120 سال کو فوج میں وفات پائی۔

③ حج کے لیے وہ مقام قرار دیا گیا ہے جہاں صابی، یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کے جدا عظیم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ بنائی تھی۔ چونکہ اقوام بالا کا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اس لیے اس مقام کے اختیار کرنے کی تائید کثرت رائے اور قدامت زمانہ دونوں طرح سے ہوتی ہے۔

حج کے فوائد عظیمہ

④ حج سے مقصود شوکت اسلام کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو سفر بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔ بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں (مثل کارونیشن Coronation) کے انعقاد سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔ ایک مارشل (Marshal) کا جو مقصود عظیم فوجی رویو (Review) سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔ کانفرنس (Conference) کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں (Delegates) کے اجتماع سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔

ایوان تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں (Exhibitions) کے قیام سے آثار قدیمہ کے جو یا، منادید عالم کے متلاشی، عالمان طبقات الارض، واقفان علم الاسناد اور محققان تاریخ اقوام و ماہرین جغرافیہ عالم کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے وہ سب امور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں حج 9ھ کو فرض ہوا۔ اسی سال نبی ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنایا اور تین سو (300) صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے ہمراہ کیا تاکہ سب کو حج کرائیں۔

ان کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ وہ سورہ براءت کا اعلان کریں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سورہ براءت کی پہلی چالیس (40) آیتوں کو مع ان احکام کے پڑھ کر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائے گا ① اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔ ②

10 ہجری

اس سال نبی ﷺ نے حج کا ارادہ کیا اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیج دی گئی کہ نبی ﷺ حج کے لیے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوء در انبوء خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ اس انبوء میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے۔

نبی ﷺ کا حج

ذی الحلیہ میں نبی ﷺ نے احرام باندھا اور یہیں سے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ کا ترانہ بلند کیا اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

اس مقدس کارواں کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے۔ ③

① دیکھو، بیحاہ 35 باب 8 درس۔ جو ناپاک ہے اس پرستے گزرتہ کرے گا۔ وہ ان ہی کے لیے ہے۔ ② بخاری 4363 ③ حجۃ اللہ الباقی 253

نبی کریم ﷺ کا راہ میں جب کسی نیلہ یا کریوہ سے گزر ہوتا تھا تین تین بار بکیر یا واز بلند فرماتے تھے۔⁽¹⁾
جب مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طوی میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے⁽²⁾ اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبؤہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبہ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو آشکارا فرمایا۔⁽³⁾

زیارت کعبہ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ ان کی چوٹیوں پر چڑھ کے اور کعبہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و بکیر پڑھے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ کے ترانے گائے۔⁽⁴⁾

آٹھویں ذی الحج کو قیام گاہ سے مکہ روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔ نویں ذی الحج کو آنحضرت ﷺ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ آ کر اترے۔ اس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات تشریف لائے۔ تمام میدان سر تا سر لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور ہر ایک⁽⁵⁾ صحیح بخاری: 6365۔ اب دیکھو، سبعاہ باب 42 درس 11 بیان اور اس کی ہشتیاں۔ قیاد کے آباد و بیات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے لٹکائیں گے۔

(2) اس وقت ﴿إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ کی شان اس قافلہ سالار پر نمودار تھی۔
(3) اس موقع کے متعلق سبعاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے: (1) اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ (2) دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیری قوموں پر۔ لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا۔ (3) اور تو میں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی جگہ میں چلیں گی۔ (4) اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر۔ وہ سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہ تجھ پاس آتے ہیں۔ تیرے بیٹے دور سے آویں گے اور تیری بیٹیاں گروہ میں اٹھائی جاویں گی۔ (5) جب تو دیکھے گی اور روشن ہوگی۔ تیرا دل اچھلے گا اور کشادہ ہوگا۔ کیوں کہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ اونٹ کثرت سے آ کے تجھے چھپائیں گے۔ مدیان اور عید کے جوان اونٹ وہ سب جو سب کے ہیں آویں گے۔ وہ سونا اور لہان لاویں گے اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سناویں گے۔ نبی ﷺ کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کے لیے داغ اور کعبہ کے لیے موجب حسرت تھا۔ لیکن اب پورے جاہ و جلال کے ساتھ توحید خاص کا اظہار و استحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا اور کعبہ کا طواف کرنا بے شک بیت اللہ کے لیے دو چند مسرت کا باعث ہے۔ اول تو ہجرے ہوئے فرزندان دین کا ملنا۔ دوم دین حقا کا شوکت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا جو قطورہ بی بی کے بطن سے تھے اور عید مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سہانہ انسان بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ (کتاب پیدا نقش 25 باب 1 تا 4 درس) یہ سب عرب میں آباد ہوئے اور اس حج میں وہ قباک بھی حاضر ہوئے۔ جن کے مورث اعلیٰ مدیان، عید، سہا ہیں۔ اس لیے ہشتیاں گوئی (جس میں مسراحت سے پتا نشان دیا گیا تھا) بالکل پوری ہوئی۔

(4) بخاری: 4116، جزء اللہ میں 355 عربی کا ترجمہ یہ ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور مستطش بھی اسی کے لیے شایان ہے۔ وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ جس کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایان نہیں، ایک ہے۔ اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا، اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اسی نے غور تمام فوجوں کو شکست دی۔ ناظرین ان کلمات قدسی میں اللہ تعالیٰ کی حمید و تقدیس بھی ہے اور مادہ پرست لوگوں کو نصرت الہی بھی بظہر من الشمس دکھائی گئی ہے۔ چند سال ہوئے ہیں محمد ﷺ اسی مکہ میں اکیلے تھے۔ پھر اس کی دعوت پر ایک ایک، دو دو آدمی اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ سب اسی کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں تختے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے۔ تو ملک نے ان کی رائے کی مخالفت کی۔ کچھ جوش کو چلے گئے، کچھ رو گئے۔ تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ محمد ﷺ بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کے لیے ناقابل سکونت ثابت ہوا اور سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ محمد ﷺ کا جائزات کی تاریکی میں تھا۔ ایک رفیق کے سوا اس وقت کوئی بشر ساتھ نہ تھا۔ دشمنوں کو ان کے بچ جانے کا رنج ہوا۔ ان کے مامن اور قیام گاہ پر نور برس تک برابر چلے کرتے رہے۔ آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی محمد ﷺ ہے، وہی مکہ ہے، وہی عرب ہے، کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے اور فتح و نصرت ربانی کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ فیض واحد کا ایسی عداوتوں، مٹا سمسوں، جنگوں و نزویروں کے بعد ایسی لاثانی کامیابی حاصل کرنا اَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، اِی سے تفسیر ہو سکتا ہے۔ سبعاہ میں ہے۔ سلع (مدینہ) کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے لٹکائیں گے۔“ (11/42)

فخص بجبر و تلبیل۔ تجید و تقدیس میں مصروف تھا۔ ۱۱ اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار (یا چوبیس ہزار) کا مجمع احکام الہی کی تعمیل کے لیے ہمد تن حاضر تھا۔ نبی ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصواء پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا۔



۱۱ تم زمین پر سرتاسر اس کی متاکل کرو۔ (نہجۃ 42-1) اور کھو مکاشفات یوحنا 14 باب..... مکاشفات کے حقائق یہ درس یاد رکھنا چاہیے۔ یہ سورج کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا تاکہ اپنے بندوں کو وہ باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے دکھائے اس سے ظاہر ہے کہ مکاشفات جو کج کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہوتی ہیں۔ زمانہ مابعد کج سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

باب 14

۱۱ پھر جو میں نے لکھا کہ وہ سبوں پہاڑ پر کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار

شرح باب ہذا

۱۱ برہ سے اصطلاح مکاشفات میں وہ گراں مایہ جو مراد ہے جو اعداد و رب سب سے برتر ہو۔ یہاں رسول اللہ مراد ہیں۔ سبوں سے مقدس پہاڑ مراد ہے۔ ایک لاکھ 44 ہزار کی تعداد صحابہ جو حج میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ احادیث میں مذکور ہے۔

۱۲ یہ درس ترجمہ ہے: ﴿يَسْمَعُهُمْ رَبِّي وَجُودِهِمْ مِنْ أَمْرِ السُّجُودِ﴾ [48:29] کا۔

۱۳ اس میں عام آواز و تسبیح و تحمید کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل برہ و ہاج کے ساتھ اپنی دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

۱۴ نیابت سے زبان عربی مراد ہے جو اہل کتاب کے لیے نبی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہ ہوگا بلکہ تسبیح و ترنم ہوگا۔

۱۵ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سننے کا شرف ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) ہی کو ملا تھا۔

۱۶ خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ﴾ [9:111]

۱۷ مؤمنین کی صفت قرآن مجید میں باری الفاظ ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ يَلْعَنُونَ﴾ [23:57]

۱۸ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ صفت قرآن مجید میں باری الفاظ ہیں ﴿وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ﴾ [7:157]

۱۹ یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ﴾ [9:100]

۲۰ یہ صفت قرآن مجید میں باری الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ ﴿إِنَّ السَّابِقِينَ﴾ [9:100]

۲۱ ﴿يَتَغَضَّبُونَ أَصْوَابَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ [49:3]

۱۳ پھر میں نے آسمان سے آواز سنی جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی۔ اور میں نے برہ و نوازوں کی آواز جو اپنی برہ و نہاتے تھے سنی۔

۱۴ 3۔ اور وہ تخت کے سامنے اور ان چاروں جانبداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیابت گار ہے تھے۔

۱۵ ۵۔ اور کوئی ان ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) کے سوا جو زمین سے خریدے گئے تھے اس گیت کو سیکھ نہ سکا۔

۱۷ یہ وہ لوگ ہیں جو جوتوں کے ساتھ گندگی میں نہ پڑے کہ کوارے ہیں

۱۸ یہ وہ ہیں جو برے کے پیچھے جاتے ہیں، جہاں کہیں وہ جاتا ہے۔

۱۹ یہ خدا اور برے کے لیے پہلے پہل ہو کے آدمیوں سے مول لیے گئے ہیں۔

۲۰ ۵۔ اور ان کے منہ میں کھر پانہ گیا کیوں کہ وہ خدا کے قہر کے آگے بے عیب ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع

لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پا مال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام بھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا، میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیا میٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا ہے۔

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔

﴿۱﴾ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي لَا أَرَانِي وَإِيَّاكُمْ نَجْتَمِعُ فِي هَذَا الْمَجْلِسِ أَبَدًا۔ ﴿۱﴾

﴿۲﴾ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ إِلَّا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضِلَالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ ﴿۲﴾

﴿۳﴾ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِي مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَصْنَعُ مِنْ دَمَانَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرَضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَفَقَلْتُهُ هَذَا بَلَدِي وَرَبِّي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَأَوَّلُ رِبَا أَصْنَعُ رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ، مَوْضُوعٌ كُلُّهُ۔ ﴿۳﴾

﴿۴﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِإِثْمَانٍ وَاللَّهُ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَلَّا يُؤْطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُوهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاصْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرَجٍ۔ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ ﴿۴﴾

﴿۱﴾ معجم الأعمال: 1107 عن وائصة روى ابن عساکر: 58 / 6 ﴿۲﴾ بخاری: 4406 ﴿۳﴾ مسلم: 2950، ابوداؤد: 1905، 1906، ابن ماجہ: 3074

﴿۴﴾ مسلم: 2950، ابوداؤد: 1905، 1906، ابن ماجہ: 3074

﴿٥﴾ وَقَدْ تَرَكْتُمْ فِيكُمْ مَا لَنْ تَصِلُوا بَعْدَهُ، إِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابُ اللَّهِ. ﴿٥﴾

﴿٦﴾ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ - أَلَا فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا وَخَمَسُوا وَصُومُوا وَهَرَّكُمْ وَأَذُوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَبَّعَ بِهَا أَنْفُسَكُمْ وَتَحْجُّونَ بَيْتَ رَبِّكُمْ وَأَطِيعُوا وَلَا تَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ ﴿٦﴾

﴿٧﴾ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: "نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَادَّيْتُ وَنَصَحْتَ" فَقَالَ بِأَصْبَحَ السَّيَّابَةُ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيُنْكِتُهَا إِلَى النَّاسِ: اَللَّهُمَّ اشْهَدْ، اَللَّهُمَّ اشْهَدْ، اَللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ﴿٧﴾

﴿٨﴾ أَلَا لِيَسْلُغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَسْلُغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْطَى لَهُ، مِنْ بَعْضٍ مَنْ سَمِعَهُ، ﴿٨﴾

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے، تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور شیخ گانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجالاؤ اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فرودس بریں میں داخل ہو گے۔

لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا مجھے ذرا بتلاؤ کہ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے۔ آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا آپ ﷺ نے ہم کو کھولے، کھرے کی بابت اچھی طرح بتلادیا۔ (اس وقت) نبی ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے۔ (فرماتے تھے) اے اللہ! سن لے (میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں) اے اللہ گواہ رہنا (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں۔ اے اللہ! شاہد رہ) کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)

دیکھو! جو لوگ موجود ہیں، وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

تقریباً اس خطبہ نبوی ﷺ کو پڑھیں، غور سے پڑھیں، ذرا فکر و تدبر سے پڑھیں کہ آنحضرت ﷺ نے.....

﴿٩﴾ کیوں کر اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور کیوں کر قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کے لیے یہ جتنی

﴿٩﴾ مسلم: 2905، ابوداؤد: 1905، ابن ماجہ: 3074، ﴿١٠﴾ معادن الاعمال، حدیث: 1108-1109، کنز العمال: 12922، تہذیب تاریخ دمشق: 419/6، مجمع الزوائد: 263/8، طبرانی: 136/8، ﴿١١﴾ مسلم: 1218، بخاری: 4406

وعدہ کیا ہے کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

② کیوں کر مسلمانوں کے باہمی حقوق جان و مال و عزت کو محفوظ فرمایا ہے۔

③ کیوں کر بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔

④ کیوں کر اپنی ذات مبارک کے متعلق اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق ہمارے باپ داداؤں سے گویا میریں لگوالی ہیں۔

⑤ کیوں کر ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ دار جوابدہ قرار دیا ہے۔

یہی ہیں وہ اصول و احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سر بلند کر سکتا ہے اور جن کا ترک عمل انھیں عیسٰی الدنیا

وَالْآخِرَةِ کا مصداق بناتا ہے۔

نبی کریم ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔ ⑥

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

آج ⑦ میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام

کا دین ہونا پسند فرمایا ہے۔“ [المائدہ:3]

① بخاری: 4407 اب پڑھو مکاشفات 14 باب جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں چنانچہ اس اب درج کیا جاتا ہے۔

(6)۔ اور میں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لیے ہوئے دیکھا کہ آسمان کے پتھر چٹا کر باقیا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل

زبان اور لوگوں کو خوشخبری سنائے۔

پوری ڈبیلو ہو پر صاحب ایم۔ اے۔ نے جنھوں نے طالبان علم الہیات و افتادہ عامر کلیہ یاف کے لیے تفسیر مکاشفات لکھی ہے اور کچھ نالج سوسائٹی پنجاب 1885ء میں اسے چھپوایا ہے اس درس کے تحت میں صفحہ 140 پر لکھا ہے۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرانسسکی کے نام سے موسوم ہے۔ اس درس سے ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی نکالتا تھا (وہ فرقہ کہتا ہے) کہ یہ انجیل جو اب ہمارے ہاتھوں میں ہے اس ابدی انجیل کے سامنے عہدِ قیامت کی طرح منسوخ ہو جائے گی اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی جس کا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے۔ ان کا معلم نبویا قیامت تھا۔ ہو پر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیسائیوں نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے۔ الحمد للہ وہ قرآن مجید ہے اور چوں کہ ”آپ اکملت“ عہدِ نبوی کو نازل ہوئی تھی اس لیے یوحنا حواری نے میدان حق کے مکافضہ کے وقت ہی اس ابدی انجیل کو دیکھا۔ آسمانوں کے پتھر چٹا کر فرشتہ کے اڑنے کا مطلب یہ ہے قرآن مجید کی تعلیم ان تمام ملکوں میں جو منطقہ البروج کے سیدھے خطوط کی سمت میں واقع ہوں گے۔ یعنی دنیا کے آباد اور متہذہ ملک ان میں قرآن مجید کی منادی جلد نکلتی جائے گی اور جو ممالک قطبین کے قریب ہیں۔ ان میں منادی دیر میں پہنچے گی۔ ② لفظ آج نبی ﷺ کے زمانہ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ اس کا اشارہ ہزاروں سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے۔ اس آج کا مطلب سمجھنے کے لیے عہدِ قیامت و عہدِ جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء ہے۔ اس کا آخری باب 33 و اس ہے۔ وہ اس طرح شروع ہوتا ہے: ”یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے اپنے مرنے سے آگے نبی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند میں سے آیا اور شیر سے ان پر طلوع ہوا۔ قارآن ہی کے پہاڑ سے وہ طلوع کر ہوا۔ دس ہزار (10000) قندوسوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتش شریعت ان کے لیے تھی۔ عیسائی علماء کا بھی اتفاق ہے کہ یہ آئندہ کے لیے پیش گوئی ہے اور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کو منتظر و شائق بنا کر دنیا سے سدھار جاتے ہیں۔“ عہدِ قیامت کی آخری کتاب ملا کی نبی کی کتاب ہے جو حضرت موسیٰ سے 1054 سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے۔ دیکھو، میں اپنے رسول کو نبیوں کا اور وہ میری راہ کو درست کرے گا اور خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی تہنیک میں ناگہاں آدے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آدے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ اس ملا کی باب 3۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہدِ قیامت کی آخری کتاب بھی ہم کو منتظر بنا کر ختم ہو جاتی ہے۔ اب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے جسے انجیل بھی کہتے ہیں انجیل کو دیکھو حضرت مسیح نے اپنے سب سے آخری وعظ جس کے بعد اپنی امت کو انھوں نے کوئی وعظ نہیں سنایا۔ یہ الفاظ بیان کیے تھے۔ 12۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔

• جان ہوپر (John Hooper) پندرہویں صدی عیسوی کا انگریز مذہبی مفکر تھا۔ جسے 1555ء میں بطور سزا زندہ جلا دیا گیا

13۔ لیکن جب وہ اپنی روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گا، لیکن جو کچھ وہ سنے گا سو کہے گا اور تمہیں آسودگی فراہم کرے گا۔

14۔ وہ میری بزرگی کرے گا۔ دیکھو انجیل یوحنا 16 باب۔

ان حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ توراة و انجیل ہم کو کل دنیا کی انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جسے انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان ﴿الیوم اکملت لکم﴾ کا اعلان فرماتا ہے۔ آج کا لفظ ہزاروں سال کے پختہ ترین کو بشرات سنانا اور تکمیل کی خوشخبری سے سرور ہوتا ہے۔

”عالمیان طبقات الارض اور کائنات سائنس“ جب آفرغیش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ موجودہ عالم موجودہ حالت پر ہزاروں تحریکات کے بعد اور ہزاروں سال کے بعد کا پتہ ہے گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی مکمل ہوتی ہے کہ اس سے ہر دو ہجرت کا کوئی خشتہ بھی ہمارے وہم و خیال بقصور و گمان میں نہیں آسکتا۔ یہ ہزاروں سال کی تریب و تہذیب کا نتیجہ ہے۔

پس اس طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا لفظ الیوم (آج) بھی یہی تفسیر ہا ہے کہ آسانی نسل کے لیے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ مکمل صورت بھی سیکڑوں مختص المقام اور مختص الاحوال حکموں کے بعد ہزاروں سال گزر جانے پر جلوہ آ رہی ہوگی ہے اور اب اس کا حق ہے کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک قوم ہر ایک نسل ہر ایک ملک میں ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے۔ ارحم الراحمین کے رحم و رحمانیت اور غفور الودود کی مغفرت و محبت کی خوشخبری ہر ایک شگفتہ دل گمنام گارور و عاصی تاجہ کار کو سنائے۔ سب کے لیے سلامتی اور برکت کے دروازے کھول دے، سب کے لیے ابدی سردار اور روضان ربانی کا نزول مہیا کرے اور ان اسباب کے فراہم ہو جانے پر اعلان کر دے کہ آج مذہب کی تکمیل ہوگئی۔ آج نعمت الہی کے بھرپور خزانے فردندان آدم کے حوالے کر دیے گئے۔ ناظرین! میں حضرت مسیح کی مندرجہ بالا پیش گوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس پیش گوئی کی بابت میں نے کئی فاضل پادری صاحبان سے گفتگو کی۔ ان میں سے جو صاحب اس پیش گوئی کو ہمارے نبی ﷺ کی بابت تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا ظہور مسیح کے بارہ ہزار یوں پر مبنی کست کے دن جس کا ذکر افعال کے دوسرے دن میں ہے اس روز روح القدس برائری تھی۔ وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے۔ ہر ایک کے سر پر آگ کے نذرانے (شعلے) چمکتے ہوئے نظر آئے تھے۔

میں نے جواب دیا کہ جتنی کست کے دن جو کچھ ہوا، اسے سینٹ پطرس ہم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے۔ ٹھیک اسی وقت جب روح القدس سب عواموں پر اور پطرس پر موجود تھی۔ اعمال کے 2 باب کی 14، 15، 16 درس پر سچو 14۔ تب پطرس نے ان گیارہویں کے ساتھ کھڑے ہو کے انجیل آواز بلند کی اور ان سے کہا: اے یہودی مرد اور یہودی عظم کے سب رہنے والو یہ جانو اور کان سے مبری کی باتیں سنو۔ 15۔ کہ یہ جیسا کہ تم سمجھتے ہو، نئے میں نہیں۔ کیوں کہ انہی سپردن آج آ رہے۔

16۔ ہلکے پودے جو یو ایٹم بم کی معرفت فرما گیا۔ میں جب پلٹے پھرے روح القدس کی مدد سے بتا چکا کہ ہتھکنی کسٹ کا تعلق یو ایٹم (یونٹ۔ یونٹس) کی پیش گوئی سے ہے اور کسٹ پلٹے پھرے کی پیش گوئی سے نہیں تو اب کسی پادری کا حق نہیں رہا کہ اسے کج کی پیش گوئی سے متعلق دلیل بتائے تو زبردست جبروتی شہادت تھی۔ اب اندرونی شہادت بھی جو خود کسٹ پلٹے پھرے کے الفاظ سے ملتی ہے پیش کی جاتی ہے۔

(2) انجیل یوحنا 16 باب کے درس کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں مسیح علیہ السلام نے نہیں بتلائی تھیں آپ نے والا روح حق وہ باتیں بتلا دیں گے۔ مگر عیسیٰ مسیح کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم کا ہر نہیں ہوئی۔ (3) درس 13 میں ہے کہ روح حق آئندہ بھی خبریں دے گا مگر عیسیٰ مسیح کے دن نہ روح القدس اور نہ حواری نے کوئی عجیب گوئی کی۔

4۔ درس 14 میں ہے کہ وہ روح حق مسیح علیہ السلام کی بزرگی کرے گا۔ چنی کست کے دن روح نے مسیح علیہ السلام کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا۔ صاف یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اور روشن ہے۔ اور اس کی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے:

[illegible]

دوم: مسیح علیہ السلام نے 3 درس میں فرمایا ہے۔ دو تیس ساری سچائی کی راہ بتائے گا۔ اسی کے موافق قرآن مجید میں ہے۔ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ
محمد ﷺ وہ ہے جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ: 129) (محمد ﷺ) دینا کو شریعت اور حکمت کی
تعلیم دیتا ہے کہ جو علم شریعت و حکمت دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو۔ ساری صداقت اور مکمل سچائی اسی کے پاس ہوگی۔

سبحانہ تعالیٰ نے اس درس میں فرمایا ہے: وہ اپنی نہ کہے گا، لیکن جو بکھودہ سے کا سو کہے گا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی نبی ﷺ کی توصیف انہی الفاظ سے فرمائی ہے: وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۖ [النجم: 3-4] محمد ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا جو کچھ وہ سنا ہے، بلکہ وہی ہے جو اس کے پاس بھیجی گئی اور کامل طاقتوں والے نے اسے سکھائی۔

سوم: مسیح علیہ السلام نے 14 درس میں کہا ہے وہ میری بزرگی کرے گا۔ چنانچہ تمام قرآن مجید اور احادیث پاک کی سب کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے۔ بہت سے یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے جو کہتے تھے کہ ہم لوگ آپ پر ایمان لائے کو تیار ہیں مگر ہم مسیح کو کچا نہیں مان سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرمادیتے تھے کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر ایک مسلمان مسیح کی بزرگی اور عظمت کا دل سے قائل ہے۔ ان پر ایمان رکھتا ہے۔ ان کو پانچ اولوالعزم رسولوں سے ایک جانتا ہے۔ اس طرح پر 60 کروڑ (اب یہ تعداد سو ارب نفوس ہے) مسلمان دنیا مسیح کی شہادت پر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں کے پاس ایک نجی بیرونی گواہ موجود نہ تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کے سوا کوئی ان کی شہادت نہیں دیتا ہے جس سے مریم صدیقہ کی پاکیزگی، مسیح کی ولادت فوق از عادت اور مسیح کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ یہ میری بزرگی کرے گا۔ کا ظہور اس سے بڑھ کر اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔

ہاں 13 درس کا ایک فقرہ دیا گیا۔ مسیح نے تلا پاک وہ قصیں آنکھوں کی خبریں دے گا۔

جن بیسائی عالموں نے قرآن و احادیث کا مطالعہ نہیں کیا وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کو ہم نے کوئی پیش گوئی نہیں کی۔ جب میں یہ بات ان سے کسی کے منہ سے سنتا ہوں تو اول مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اس کی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم تعجب ہوتا ہے کہ جب انھیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے۔ اگر میں آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھنے لگوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے۔ اس لیے میں ان شاء اللہ اس کی بابت بھی میں علیحدہ لکھوں گا۔ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرتا ہوں اس لیے ضروری ہے کہ درس 13 کی تشریح اور حضرت مسیح علیہ السلام کے قول کی تصدیق ہو جائے۔

□ پہلی پیش گوئی: اہل مکہ نبی ﷺ کے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملامت کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش چورے زور سے کی تھی۔ ان کی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی جہد ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی کہ یہی لوگ ایک دن اسلام کے خادم مسلمانوں کے بھائی، نبی ﷺ کے فدائی ہو جائیں گے۔ لیکن قرآن مجید نے پہلے سے پیش گوئی کر دی تھی۔ ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّبَاَ، بَعَثْنَا فِيهِمَا رِجَالًا مِنْ دُونِهِمْ فَهُنَّ أُولَٰئِكَ﴾ اور اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ کے بعد جان لیں گے۔ اس پیش گوئی کا ظہور آنحضرت ﷺ کی مبارک زندگی میں ہی ہو گیا اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے۔ جن میں خالد بن ولیدؓ جیسے بھی تھے جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا اور عمرو بن العاصؓ جیسے بھی جو مسلمانوں کو قید کرانے کے لیے شاہد پیش کیے تھے جو اس کا پاس گیا تھا اور عثمان بن ابی طلحہؓ جیسے بھی جو نبی ﷺ کو عداوت کے لیے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا۔ وہ فیروہ و فیروہ۔

□ دوسری پیشگوئی: عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کو جھٹلایا۔ بت پرست، مجوس، صابئی، عیسائی، یہودی، ملحد، اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے تاہم وہ سب نبی ﷺ کو جھٹلایے، اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی کہ ایسے مختلف دعاوی مختلف خواہشات والے کیوں کہ اسلام کی صداقت ماننے والے بن جائیں گے۔ مگر قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کر دی تھی ﴿سَنُيَسِّرُهُمْ لِلْيَسَارَةِ وَالْأَفْئَاتِ وَهُوَ أَتَقَبَّهُمْ حَتَّىٰ يَسْئَلَهُمْ أَنَّهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ”ہم نے ان کو جلد ہی اپنے نشانہ بنائے ان کے گرد و پیش اور خود ان کے اپنے اندر بھی ایسے دھکائیں گے کہ ان پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائے گی کہ اسلام سچا ہے۔“ یہ پیش گوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی اور نبی ﷺ کی مبارک زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا، دیکھا، جانا، اور اس پر ایمان لایا۔

□ تیسری پیشگوئی: ایرانی سلطنت رومی سلطنت کے ساتھ جنگ کر رہی تھی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ ایرانی آتش پرست تھے رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بت پرستان مکہ کو اور رومیوں سے مسلمانوں کو طبعاً و فطراً ہمدردی تھی۔ جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی تو مکہ کے بت پرست خوب اچھلے کودے اور اپنے لیے بھی فال لینے لگے کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہو جائیں گے۔ مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن مجید نے قریش کوئی کی: ﴿وَعَلَيْكَ الْكَلْبُ الَّذِي أَعْزَمَ الْأَرْضَ﴾ وَهُمْ مِنْ بَعْدِهِ عَلَيْهِمْ سَعْيُهُمْ فَبِئْسَ بَيْنَهُمْ [الرہوم: 1-2] عیسائی اپنے ملک کی سرحد پر مغلوب ہو گئے جس مگر وہ چند سالوں کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آ جائیں گے۔ جہاں تک انسانی عقل و تجربہ کا دخل تھا، جہاں تک موجودہ قرآن سے نتیجہ نکالا جاسکتا تھا۔ قریش کوئی کا کسی کو یقین نہ آتا تھا۔ کیوں کہ عیسائیوں کو ایسی شکست ملی تھی کہ چند سال تک وہ چنپ بھی نہ سکتے تھے۔ ابی بن خلف نے نہایت خوشی سے قرآن کو جھٹلانے کے لیے اشتہار دیا۔ کہ اگر قریش کوئی جی ٹنگی تو میں 300 شتر ہار جاؤں گا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اظہارِ صداقت دین کے لیے اس سے شرط لگائی کہ نزولِ آیت سے آٹھویں سال ٹھک وہی ہوا جو قرآن مجید نے بتلایا تھا۔

اور طواف کا اضافہ کیا۔ قربانی اور طواف میں سب نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء کی۔ ہزاروں اونٹ، مینڈھے، بڑے بھیڑیں قربانی

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیش گوئی ہے جس کی تائید قسطنطنیہ اور ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زبان عرب میں لفظ بضع اکائیوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک سے 9 تک شمار اس میں شامل ہوتا ہے۔

چوتھی پیش گوئی: نبوت کا ابتدائی عہد تھا۔ وحی کا آغاز ہو کر وقفہ پڑ گیا تھا۔ کافروں نے نبی ﷺ کو چڑانے کھانے کے لیے کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کا رب روٹھ گیا۔ محمد ﷺ کو اس نے چھوڑ دیا۔ اس واقعہ پر اللہ کا جو حکام نبی ﷺ کی تسکین کے لیے اترا، اس میں ایک پیش گوئی بھی کی گئی ہے اور فرمایا گیا ﴿وَلَا عِوَاقُ عَنِكَ مِنْ آلِوُلِيِّكَ﴾ (الاحقاف: 4) آپ کا پچھلا زمانہ پہلے زمانے سے بہتر واقعی ہوگا۔ وحی کے متعلق اس پیش گوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سورتیں ہیں جن میں البقرہ، آل عمران۔ باندہ۔ انعام بھی ہیں جو لحاظ احکام و اسرار و افضال و تفصیل ان سورتوں پر فوجیت رکھتی ہیں جو کہی ہیں۔ جن میں صرف علقہ نہ یا اجمالی احکام ہیں۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ دم بدم ترقی کرتے رہیں گے اور آپ کی کامیابی کا ظہور مسلسل ہوتا رہے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی اس پیش گوئی کی صداقت اور مصدق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے جس کا آغاز ہوم الحساب سے ہوگا۔ اس لیے مسلمانوں کا ایمان اس پیش گوئی تک کہ وہ مویہ من اللہ نہ ہو۔ چون کہ لفظ آخرت اس آئندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے جس کا آغاز ہوم الحساب سے ہوگا۔ اس لیے مسلمانوں کا ایمان اس پیش گوئی کی نسبت اسی آیت کے محسوس سے یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی فضیلت و شرف کا پورا ظہور اس عالم میں جملہ اہل عالم پر ہوگا۔ اور چون کہ دنیاوی زندگی میں اس پیش گوئی کی صداقت کا ظہور لکھ بٹھ ہوتا رہا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح و مضبوط بنیاد پر ہے۔

پانچویں پیش گوئی: آنحضرت ﷺ کے فرزند کا انتقال ہو گیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے کہ اب محمد ﷺ کا نام ایسا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارہ میں پیش گوئی فرمائی: ﴿إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَى الْكَافِرِ﴾ یزفرمایا ﴿إِنَّ شَأْنِيكَ هُوَ الْأَمْرُ﴾ (الکوثر: 1) کوثر لفظ کثرت سے مراد کا صیغہ ہے۔ اس میں وہ جملہ عطیات و انعامات ظاہری و باطنی بھی شامل ہیں جو نبی ﷺ کو ملیں گے۔ (جن میں ایک حوض کوثر بھی ہے) نیز امت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے جو دن میں بیسیوں بار نبی ﷺ کے نام پر برکت سمیٹتی۔ آپ کی صداقت کی شہادت دیتی۔ حضور ﷺ کے نام نامی و اسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی عظیم بر اعظم کوئی ملک، کوئی صوبہ، مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اس کے بالمقابل ان اللہ کے دشمنوں کا نام ایسا ملیا میٹ ہوا کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیش گوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا نور پھیلا رہی ہے۔

چھٹی پیش گوئی: مسلمان کدے سے باہر نکالے جاتے تھے۔ وہ بے خانان و بے ساز و سامان تھے۔ تمام ملک دشمن تھا اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائیں گے۔ اس وقت قرآن مجید نے بطور پیش گوئی اعلان کیا۔ ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ نَحْنُ أَكْبَرُ﴾ (النور: 55) اللہ تم میں سے ایمان والوں، نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ انھیں الارض کا خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اللہ نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا۔ مسلمانوں سے پہلے جو قوم اللہ کی برگزیدہ قوم کہلائی تھی وہ بنی اسرائیل ہیں۔ الارض وہ وعدہ کی زمین ہے جس کی بابت ابراہیم و اسحاق و یعقوب و موسیٰ و داؤد و عیسیٰ کے ساتھ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ادب تک فرزند ان ابراہیم کو دی گئی ہے۔ (کتاب پیدائش 24 باب 7 درس) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اس وعدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں قیلا کیا کہ اب وہ وعدہ ابراہیم علیہ السلام کی دوسری شاخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔ اس پیش گوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا اور شام کا ملک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں (جن کی خلافت کا اس آیت میں ذکر و وعدہ ہوا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج حیرہ سورس کی تاریخ اس پیش گوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لیے ایک بین و روشن علامت موجود ہے کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے اور خدا سے زمین و زمان اپنا ادبی و حقی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔

ساتویں پیش گوئی: مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے وہ مخالفین کی تعداد و طاقت۔ کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے۔ رب کریم نے حضرت نبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچایا۔ جب معاہدہ قویس نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں اور تمغیر خدمات کی معافی کی درخواست پیش کی۔ ان کے لیے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا۔ ﴿سَتَذَعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ يَنْقَالُوا نَهْمُ أَوْ يُسْلِمُونَ﴾ (الت: 16) اچھا تمہیں آئندہ ایک اور زیادہ طاقت ور قوم کے مقابلہ کے وقت بلایا جائے گا اس سے جنگ ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے (اگر تم اس وقت مددو کے تو یہ قصور معاف ہو جائے گا) نبی ﷺ کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران، جنوبی عرب اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفہ رسول ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قیام و حفاظت کے لیے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھا۔ اس لیے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کے ساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں خبردار زمانی و جنگ جوئی کی نوبت آئی۔ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے کھنفس کا نام پانچگی تھیں اور جن کی تقصیر خدمت کی معافی کو قرآن نے آئندہ امداد پر موقوف رکھا تھا، شامل ہوئی تھیں۔ اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہیے۔

حج سے نبی ﷺ کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم، حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سنن ہدی کا احیاء۔ کفار کے مشرکانہ رسوم کا ابطال۔ توحید خالص کا اعلان، تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے امت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی۔ اس لیے اس حج کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے اور چونکہ اس حج میں آنحضرت ﷺ نے امت سے کلمات تودیع فرمائے تھے اس لیے اس کا نام ”حجۃ الوداع“ بھی ہے۔

الغرض نبی ﷺ اس عظیم الشان کامیابی کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار (144000) برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و عمل اور البلاغ والوداع کے بعد مسرور و مسرور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔

راہ میں بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت کچھ شکایات نبی ﷺ کے مع مبارک تنک پہنچائیں۔ شکایات کا تعلق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند افعال سے تھا۔ جو حکومت یمن میں جناب مرتضوی رضی اللہ عنہ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔

خطبہ غدیر

درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ رضی اللہ عنہ کا تصور فہم تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ”خم غدیر“ پر ایک فصیح خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ جس کا میں مولیٰ، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولیٰ ہے۔

اس خطبہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس شرف کی مبارک باد دی اور بریدہ رضی اللہ عنہ نے بقیۃ العر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت و متابعت کو پورا کیا۔ بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے۔

11 ہجری

یہ وہ سال ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی۔ رحلت سے 6 ماہ پہلے اس سورہ کا نزول ہوا تھا۔

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۖ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ [النصر: 1-3]

”جب اللہ کی مدد اور فتح پہنچ گئی اور تو نے لوگوں کو فوج در فوج دین الہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اب اللہ کی حمد و

سبحا کے 60 باب کی ایک سے 6 درس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں۔ اب شروع باب کو مل کر پڑھو۔ درس 5 میں مدیان۔ ”میدان وسہا“ کے نام بھی ہیں اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے۔ درس 5 میں وسہا کے سونا اور لوہا لانے کا ذکر کا ہے۔ وسہا ملک یمن ہی کا نام ہے۔ کیوں کہ وسہا نے اسے آباد کیا تھا۔ جس سال آنحضرت ﷺ نے حج فرمایا ہے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سال یمن کے حاکم و مبلغ تھے۔ وہ حج کے لیے یمن سے سیدھے مکہ کو آئے تھے اور ملک وسہا (یمن) کا زرمحصل انھوں نے اسی جگہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ ایسی صاف پیش گوئی ہے کہ ہمارے شیلہ میسائی دوست کوئی صحیح تاویل اس کی نہیں کر سکتے۔

[1] مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام جہاں نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر 18 ذی الحجہ 10ھ کو اہل بیت بالخصوص علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و شرف پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس سے شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ اس خطبہ سے خلافت یا توہیت کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

[2] ترمذی 3713، کنز العمال 32994، مستدرک 84/1۔

تسلیم کیجیے۔ وہی ہے جو رجوع والا ہے۔

نبی ﷺ سمجھ گئے کہ اس سال میں کوچ کی اطلاع دی گئی ہے۔^[1]

آخری رمضان 10 ہجری میں نبی ﷺ نے 20 یوم کا اعتکاف فرمایا حالانکہ ہر سال دس یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔^[2] اپنی پیاری بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو اس کی وجہ یہی بتادی تھی کہ مجھے اپنی موت قریب معلوم ہوتی ہے۔^[3]

چند الوداع کے مشہور خطبہ میں بھی حضور ﷺ نے امت سے فرمادیا تھا کہ میں غریب دنیا چھوڑ دینے والا ہوں۔^[4] شروع ماہ صفر 11 ہجری میں سرور کائنات ﷺ نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی۔ ایک روز حضور ﷺ احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے گنج شہیداں پر نماز پڑھی۔ وہاں سے واپس ہو کر سر منبر فرمایا: ”لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں۔ واللہ میں اپنے حوض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے مگر ڈر ہے کہ منافست (مقابلہ بازی) نہ کرنے لگو۔“^[5]

پھر گورستان بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا اور آسودگان بقیع کے لیے دعا فرمائی۔^[6] ہر دو جگہ اِنَّا بِكُمْ سَلَاحِقُونَ کا جملہ پڑھا۔ گویا ان کو مژدہ تشریف آوری سنایا۔ پھر ایک روز مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ارشاد کیا۔

”مرحبا! مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے۔“

تم کو رزق دے۔ تمہاری مدد کرے، تم کو رفعت دے، تمہیں باطن و امان رکھے، میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں اور تم کو اسی سے ڈراتا ہوں کیوں کہ میں ”نذیر مبین“ ہوں۔ ویکھنا اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں میں تکبر اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے:

﴿بَلِّغْ الدَّارَ الْآخِرَةَ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

”یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور بہترین انجام تو

پرہیزگاروں کے لیے ہے۔“ [انقص: 83]

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿الَّذِينَ فِي جَهَنَّمَ مَمْنُونٌ لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ [الزمر: 60]

”کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔“^[7]

آخر میں فرمایا: ”سلام تم سب پر اور ان سب پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے۔“

آغاز مرض

29 صفر روز و شنبہ (سوموار) تھا۔ نبی ﷺ ایک جنازہ سے واپس آ رہے تھے۔ راہ ہی میں درد سر شروع ہو گیا۔ پھر تپ شدید

[1] بخاری: 4330، 3627 [2] بخاری: 2040 [3] بخاری: 3624 [4] بخاری: 4407، مسلم: 1218

[5] بخاری: 1344 [6] مسلم: 2255، 2256، نسائی: 2036، 2038، ابن ماجہ: 1547 [7] زرقانی جلد 8 بحوالہ واحدی رندہ من ابن مسعود رضی اللہ عنہ

لاحق ہوا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو رومال حضور ﷺ کے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا میں نے اسے ہاتھ لگایا سینک آتا تھا۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی۔ میں نے تعجب کیا، فرمایا: ”انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اس لیے ان کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔“

بیماری میں 11 یوم تک مسجد میں آ کر خود نماز پڑھاتے رہے۔ بیماری کے سب دن 13 یا 14 تھے۔

آخری ہفتہ

آخری ہفتہ نبی ﷺ نے طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پورا فرمایا تھا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی نبی ﷺ بیمار ہوا کرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اور اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے تھے۔

أَذْهَبَ الْبَاسَ رَبِّ النَّاسِ وَأَشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ①

”اے نسل انسانی کے پالنے والے، خطر کو دور فرما دے اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے۔ اور اسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے۔ ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے۔“

ان دنوں میں، میں نے یہ دعا پڑھی تھی اور نبی ﷺ کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھوں کو پھیر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے ہاتھ ہٹا لیے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ اَلْحَقْنِيْ بِالرَّحْمٰنِ الْاَعْلٰی ②

پانچ (5) یوم قبل از رحلت

چهار شنبہ (بدھ) تھا کہ نبی ﷺ نے مغضب ③ میں بیٹھ کر سات چاہات (کنوؤں) کی سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا۔ اس تدبیر سے کچھ سکون ہوا۔ طبیعت ہلکی معلوم ہوئی تو نورافروز مسجد ہوئے۔ (فرمایا) ”تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔ تم ایسا نہ کرنا۔“

(فرمایا) ان یہودیوں، ان نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔ ④

فرمایا: ”میری قبر کو میرے بعد ایسا نہ بنادجیو کہ اس کی پرستش ہو کرے۔“ ⑤

فرمایا: اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا رہا ہوں۔ دیکھو میں تبلیغ کر چکا۔ الہی تو اس کا گواہ رہنا، الہی تو اس پر گواہ رہنا۔ ⑥

نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد منبر پر اجلاس فرمایا: منبر پر یہ حضور کی آخری نشست تھی۔ ⑦ پھر حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

”میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیر، بن اور میرے راز دار رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے واجبات کو پورا کر دیا ہے اور اب ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا۔ ⑧

① بخاری: 5712, 5707, مسلم: 5750, 5743, 5675 ② بخاری: 4440 ③ مغضب پھر کا تھار یا تاجا کاغ

④ بخاری: 4443, 4442 ⑤ بخاری: 1330, ابوداؤد: 2042, ترمذی: 367/2 ⑥ بخاری: 1390, 4441, مسلم: 1183

نسائی: 704 ⑦ زرقانی جلد 8 ⑧ زرقانی جلد 8

فرمایا: ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا ہے مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا۔“

اس امر کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سمجھے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں، ہمارے زر و مال حضور ﷺ پر نثار ہوں۔ (1)

چار (4) یوم قبل از رحلت

پنج شنبہ (جمعرات) کا ذکر ہے کہ شدت مرض بڑھ گئی۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: لاؤ، تمہیں کچھ لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو، بعض نے کہا کہ نبی ﷺ پر شدت درد غالب ہے، قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ اور یہ ہم کو کافی ہے۔ اس پر آپس میں اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا سامان کتابت لے آؤ کہ ایسا نوشتہ لکھا جائے۔ کوئی کچھ اور کہتا تھا۔ یہ شور و شغب بڑھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب اٹھ جاؤ۔ (2)

اس کے بعد اسی روز (پنج شنبہ کو) نبی ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں۔

(1) یہود کو عرب سے باہر کر دیا جائے۔

(2) وفود کی عزت و مہمانی ہمیشہ اسی طرح کی جائے جیسا کہ معمول نبوی ﷺ تھا۔

(3) تیسری وصیت سلیمان الاحوال کی روایت میں بیان نہیں ہوئی۔ (4) مگر صحیح بخاری کی کتاب الوصایا میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن مجید کے متعلق وصیت فرمائی تھی۔ (5)

پنج شنبہ (جمعرات) مغرب

اس روز مغرب تک کی سب نمازیں نبی ﷺ نے خود پڑھائی تھیں۔ نماز مغرب میں سورہ والمرسلات کی تلاوت فرمائی۔ اس سورہ کی آخری آیت بھی قرآن پاک کی جلالت شان کو آشکارا کرتی ہے۔ ﴿فَبِأَيِّ حَيْثُوتٍ بَعْدَهُ، يُؤْمِنُونَ﴾ [المرسلات: 50] ”یعنی قرآن پاک کے بعد اور کس کلام پر ایمان لاؤ گے۔“ (6)

پنج شنبہ (جمعرات) عشاء

نماز عشاء کے لیے حضور ﷺ نے مسجد میں جانے کا تین بار عزم فرمایا۔ ہر دفعہ جب وضو کے لیے بیٹھے، بے ہوشی طاری ہوتی رہی۔ آخر فرمایا کہ ابو بکر نماز پڑھائے۔ (7) اس حکم سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیات پاک نبوی ﷺ میں سترہ (17) نمازوں میں امامت فرمائی۔ (8)

دو یا ایک یوم قبل از رحلت

شنبہ یا یک شنبہ (ہفتہ یا اتوار) کا ذکر ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ظہر قائم ہو چکی تھی کہ نبی ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ

(1) بخاری: 435، 441، 6170، مسلم:

(2) بخاری میں اصل حدیث یہ ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَوْمَ حُضْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْيَتِيمِ وَجَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلُمُّوا لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ عَلَيْنَا الْوَجْعَ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابَ اللَّهِ فَاصْتَلَفَ أَهْلُ الْيَتِيمِ وَاصْتَضَمُوا فِيمَنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِئُوا لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا اكْتَفَرُوا اللَّغْوَ وَاصْتَلَفَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَوْمُوا۔ (بخاری: 4432) (3) بخاری: 4431 (4) بخاری: 5022، 4460، 2740

(5) بخاری: 4429، 4442، 4448، اس حکم کو حضور نے تین بار دہرایا۔ (6) بخاری: 4448، 4442۔

و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے لگے تو نبی ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو۔ پھر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ اب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو آنحضرت ﷺ کی اقتدا کرتے تھے اور باقی سب لوگ صدیق رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔ [1]

ایک یوم قبل از رحلت

یک شبہ کے دن سب غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ ان کی تعداد بعض روایات میں چالیس (40) بیان ہوئی ہے۔ گھر میں نقد سات (7) دینار موجود تھے۔ وہ غرباء میں تقسیم کر دیے۔ اس دن کی شام کو (آخری شب) صدیقہ رضی اللہ عنہا نے چراغ کا تیل ایک پڑوس سے عاریہ منگوا لیا تھا۔ سلاحت (جنگی ہتھیار) مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔ [2] زرہ نبوی ﷺ ایک یہودی کے پاس 30 صاع جو میں رہن تھی۔ [3]

آخری دن

دوشنبہ کے دن نماز صبح کے وقت نبی ﷺ نے وہ پردہ اٹھایا جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسجد طیبہ ﷺ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی ﷺ اس پاک نظارہ کو جو حضور ﷺ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا۔ (صحیح مسلم عن انس) ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشارت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت وجہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا۔ [4] صحابہ رضی اللہ عنہم کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ رخ پر نور ہی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ سمجھے کہ نبی اللہ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے۔ وہ پیچھے ہٹے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضور ﷺ نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے مکمل فرمائی۔ [5]

اس کے بعد حضور ﷺ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی، وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلی بات حضور ﷺ نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی۔ (یعنی انتقال ہوگا) [6] اسی روز حضور نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ”سیدہ نساء العالمین“ ہونے کی بشارت ارزانی فرمائی۔ [7]

سیدۃ النساء نے حضور ﷺ کی حالت کو دیکھ کر کہا: آہ! میرے ابا جان کو کتنی تکلیف ہے، فرمایا کہ تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہوگا۔ [8]

پھر حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ [9]

پھر ازواج مطہرات کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔

[1] بخاری: 4442، [2] بخاری: 4461، 2739، [3] بخاری: 4467، 2068

[4] چہرہ اقدس کو ورق قرآن سے تشبیہ روایت انس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ یا ایک عجیب اور پاک تشبیہ ہے۔ ورق قرآن پر طہائی کا کام ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا چہرہ تاباں پر زری مرض ہی چھائی ہوئی تھی۔ لہذا تابانی اور رنگ مرض میں طہا سے اور تقدس میں قرآن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بخاری: 681، 680، مسلم: 944

[5] بخاری: 4448، 681، 680۔ [6] بخاری: 6275، 3628، مسلم: 6313، ابن ماجہ: 1621 [7] بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آخری دن کا نہیں

بلکہ آخری ہفتہ کا ہے۔ (بخاری: 4462، 6186، 3628، ابن ماجہ: 1621) [8] بخاری: 4462 [9] مدارج نبویہ

پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انھوں نے سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ اس وقت تف مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ پاک پر پڑ رہا تھا۔^(۱)

اسی موقع پر فرمایا: الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہی تھی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی بار دہراتے رہے۔^(۲)

حالت نزع رواں

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سہارا دیے ہوئے پس پشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے رکھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر انوار پھیر لیتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِلْمُوتِ سَكْرَاتٍ^(۳) یعنی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ موت کی تلخی ہوائی کرتی ہے۔

اتنے میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک پر نظر ڈالی تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا: اَللّٰهُمَّ الرَّفِيقِ الْاَعْلٰی

اسی وقت ہاتھ لٹک گیا۔ پتی اوپر اٹھ گئی۔^(۴)

13۔ ربیع الاول 11 ہجری یوم دو شنبہ (سوموار)^(۵) وقت چاشت تھا^(۶) کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔ اس وقت عمر مبارک 63 سال قمری پر چار (4) دن تھی۔

﴿اَنَا لِلّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ [البقرة: 154] ”ہم اللہ کا مال ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

﴿اَقَانِ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ﴾ [الانباء: 34] ”اے نبی! بھلا اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟“

سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اس حادثہ پر کہا:

يَا أَبَتَاهُ أَحَبَّ رَبَّنَاهُ۔ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مَا وَاهُ۔ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جَبْرِيلَ نُنْعَاهُ۔^(۷)

”پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول کیا اور فردوس میں نزول فرمایا۔ آہ جبریل کو خیر انتقال کون پہنچا سکتا ہے۔“

(پھر فرمایا) الہی روح فاطمہ رضی اللہ عنہا کو روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دے۔ الہی! مجھے دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرور بنا دے۔

الہی! مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ اور بروز محشر شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم نہ فرما۔ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے اس ہائلہ (ہولناک سانحہ) پر کہا:

(۱) زرقانی بحوالہ ابن سعد و فی سندہ الواقدي و حرام بن عثمان متر و کان (۲) بخاری: 198 و خصائص الکبریٰ ج 2۔ (۳) بخاری: 4449, 4463

(۴) بخاری: 4449 (۵) بخاری: 4466 (۶) صحیح البخاری تاریخ ابوالفداء۔ بعض روایات میں ہے۔ وہی وقت جب نبوت ملی تھی۔ بعض میں ہے۔ وہی وقت جب مدینہ پہنچے تھے۔ (۷) بخاری: 4462۔

- دریغ! وہ نبی ﷺ جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو تو نگری پر اختیار فرمایا۔
- حیف (افسوس)! وہ دین پرور، جو امت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا۔
- جس نے! ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا۔
- جس نے منہیات کو ذرہ بھر بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔
- جس نے برو احسان کے دروازے اور باب فقر و احتیاج پر کبھی بھی بند نہ کیے۔
- جس کے ضمیر منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا و اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا۔
- حیف! جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔
- حیف! وہ جس کی پیشانی نورانی کو زخمی کیا گیا۔
- آج دنیا سے رخصت ہوا۔ ①

خبر وفات سے صحابہ ﷺ سراسیمہ و حیران، دیوانہ و سرگردان تھے۔ کوئی جنگل کو نکل بھاگا۔ کوئی ششدر رہ کر جہاں تھا، وہیں رو گیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارتحال فرمایا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں گئے۔ جسم اطہر دیکھا، منہ سے منہ لگایا، پیشانی کو چوما۔ آنسو بہائے۔ پھر زبان سے کہا: ”میرے پدر و مادر حضور ﷺ پر نثار! واللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں واروند کرے گا۔ یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی۔“ ②

پھر مسجد میں آئے۔ وفات پر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا:

أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ قَالَ اللَّهُ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبِهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران: 144)

”واضح ہو کہ جو کوئی شخص تم میں سے محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا، تو وہ تو رحلت کر گئے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے، اسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے:

محمد (ﷺ)! تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر گیا یا شہید ہوا تو تم اٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ ہاں جو کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ تعالیٰ تو شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے۔“ ③

غسل و تکفین

نبی ﷺ کو غسل دیتے ہوئے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے۔

يَا بِي أَنْتَ وَ أُمِّي لَقَدْ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النَّبِيِّ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَخْبَارِ السَّمَاءِ۔ غَصَصْتُ حَتَّى صَرَفْتُ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَ عَمَمْتُ حَتَّى صَارَ النَّاسُ فِيكَ سِوَاءً وَلَوْ لَا أَنْكَ أَمَرْتُ بِالصَّبْرِ وَ نَهَيْتُ عَنِ الْجُرْعِ لَأَنْفَقْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّيُونِ وَ لَكَانَ الدَّاءُ مِمَّا طَالَ وَ الْكِدُّ مُحَالًا وَ قَلَّ لَكَ۔ وَ

لَكِنَّهُ، مَا تَمْلِكُ رَدَّهُ وَلَا تَسْتَطِيعُ دَفْعَهُ بِأَيِّ أَنْتَ وَ أُمِّي أَذْكَرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔^(۱)
 ”میرے مادرو پدراپ پر قربان۔ آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہو گیا۔ آپ کی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ و زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے۔ پھر بھی یہ درد لا علاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتی۔ اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضور پر شمار۔ پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرماتا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جاتا۔“

نبی ﷺ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔^(۲)

نماز جنازہ

لاش مبارک اسی جگہ رکھی رہی، جہاں انتقال ہوا تھا۔ نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے، پھر مہاجرین پھر انصار نے، مردوں نے اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں کوئی امام نہ تھا۔ حجرہ مبارک تنگ تھا۔ اس لیے دس دس شخص اندر جاتے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے۔ جب اور دس اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگا تار شب و روز جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک^(۳) شب چہار شنبہ (بدھ) کو یعنی رحلت سے قریباً 32 گھنٹے بعد عمل میں آئی۔^(۴) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

نبی ﷺ کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِکَتُہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَبِّیْكَ وَ سَعْدَیْكَ صَلَوةُ اللّٰہِ الْبَرِّ الرَّحِیْمِ وَالْمَلَائِکَةُ وَالْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ وَمَا سَخَّ لَكَ مِنْ شَیْءٍ یَّارَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلَی مُحَمَّدٍ بِنِ عَبْدِ اللّٰہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الشَّہِیْدِ الْمُبَشِّرِ الدَّاعِیِ اِلَیْكَ بِاَذْنِکَ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ وَسَلِّم۔^(۵)

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی اس (نبی) پر درود اور سلام بھیجو۔ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، اللہ برتر اور رحیم کے، ملائکہ اور نیکوکاروں کی، انبیاء و صدیقین اور صالحین نیز ہر شیخ کرنے والی چیز کی طرف سے۔ اے رب العالمین! محمد ﷺ پر درود ہوں جو عبد اللہ کے تخت جگر، خاتم النبیین، تمام انبیاء کے سردار، متقیوں کے امام اور رسول رب العالمین ہیں۔ جو تیری طرف سے شاہد اور ڈرانے والے اور مانتہ چمکتے ہوئے سورج کے ہیں۔“

(۱) صحیح ابوالفتح ص: 205 چاپ دارالسلطنت حجاز 1267ھ (۲) بخاری: 1271، شرح مسلم للنووی و کتاب الامام امام شافعی رحمہ اللہ، (۳) ترمذی کی روایت سے لکھا ہے کہ نماز جنازہ کی ادائیگی کی یہ عجیب اور بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ثلاثی تھی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا۔ (۴) الکافی لشیخ یعقوب کلینی۔ ماباخر حیات القلوب جلد دوم باب 64 میں تحریر فرماتے ہیں۔ شیخ طبرسی از حضرات امام محمد باقر روایت کردہ ست کہ وہ نہ نفر د اہل مرشدند و چنین ہر آنکہ مورد و مورد و زن از اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنحضرت جنین نماز کردند ص: 664 چاپ لکھنؤ۔ اسلامی تاریخ بعد از غروب شروع ہوتی ہے۔ میں نے اس لیے منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو شب چار شنبہ لکھا ہے اور ملاں باقر صاحب نے تا شام نہ شنبہ تحریر فرمایا ہے۔ صحت یقین و انت کے لیے کتبوں کا شمار کیا گیا۔ (۵) زرقانی جلد 8 ص: 293۔

خلق محمدی ﷺ

جو واقعات لکھے جا چکے ہیں ان سے مختصر طور پر ان مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی ﷺ کو اپنی نبوت کے اظہار، اپنی تعلیم کی اشاعت اور اس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا۔ ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو، جہاں خوریزی اور قتل معمولی بات ہو۔ جہاں کے باشندے وحشت اور غارت گری میں درندوں کے مشابہ، جہالت اور لاعقلی میں انعام (جانوروں) سے بدتر ہوں۔ ایک ایسے دعویٰ کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو، کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اس دعویٰ کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اس کے ملایا میٹ کرنے پر دل سے، جان سے، زر سے، مال سے، سالہا سال متفق رہی ہو۔ بالکل تائید بانی کا ثبوت ہے۔

گذشتہ واقعات کے ضمن میں نبی ﷺ کے اخلاق و محاسن صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسی ریت میں کندن اور ان واقعات ہی سے یہ پتا لگتا ہے کہ مظلومی و بیچارگی اور قوت و سطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی و غربت کے ساتھ زندگی پوری کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل پر ناموس الہی نے قبضہ کر لیا ہو اور اسے علاقہ دنیوی سے پاک کر دیا ہو۔ نبی ﷺ کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کے لیے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ اس باب کے تحت میں مختصر طور پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا جو عَلَمِ نَبِیِّ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ قَادِیْبِیْ کا مصداق ہیں ذکر کروں گا۔ خلق محمدی ﷺ ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات و اخلاق، اطوار و شمائل کے اظہار کے لیے مشبہ بہ (تمثیل) بن گیا ہے۔ میں اس جگہ کمالات نبوت اور خصوصیات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کروں گا۔ صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں جن کو کوئی سعادت مند ازلی اپنے لیے نمونہ بنا سکتا ہے۔ ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: 21] ”تمہارے لیے رسول اللہ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔“

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ امی تھے۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اور بعثت نبوت کے زمانہ تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی۔ تیراقلی، شہسواری، نیزہ بازی، جمع گوئی، قصیدہ خوانی، نسب و انی اس زمانے کے ایسے فنون تھے، جنہیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصولِ شہرت اور عزت کے لیے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا اور جن کے بغیر کوئی شخص ملک اور قوم میں عزت یا کوئی امتیاز حاصل نہ کر سکتا تھا۔ نبی ﷺ نے ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتساب) حاصل نہ کیا تھا اور نہ کسی پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

نبی ﷺ کی نسبت فرنیچ پروفیسر سڈیو (Sade) لکھتا ہے:

آنحضرت ﷺ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر اللہ کرنے والے، لغویات سے دور۔ بے ہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔

انصاف کے معاملے میں قریب و بعید آنحضرت ﷺ کے نزدیک برابر ہوتا تھا۔ مساکین سے محبت فرمایا کرتے، غریبوں میں رہ

کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب کرتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے۔ کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے۔ جب تک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کمال محبت فرمایا کرتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے۔ اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے۔ اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔ ③ دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے۔ ④

حبیب الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ⑤

آنحضرت ﷺ موشی کو چار خود ڈال دیتے۔ اونٹ کو باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دھو لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے۔ خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے۔ بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے۔ خود اسے اٹھا لاتے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ خورد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے۔ جو کوئی ساتھ ہو لیتا، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلا کرتے۔ غلام و آقا، جھشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لیے کہتا، قبول فرما لیتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے بر غبت کھاتے۔ رات کے کھانے میں سے صبح کے لیے اور صبح کے کھانے میں سے شام کے لیے اٹھا نہ رکھتے۔ نیک، خو، کریم الطبع، کشادہ روختے مگر ہنستے نہ تھے۔

□ اندوہ گیس تھے مگر ترش رو نہ تھے۔ □ متواضع، جس میں دناست نہ تھی۔

□ باہمت، جس میں درشتی نہ تھی۔ □ سخی تھے مگر اسراف نہ تھا۔

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے، کسی سے کچھ طع نہ رکھتے، سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔ ⑥

حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ⑦

جو کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے سامنے یک باری آ جاتا، وہ جیت زدہ ہو جاتا اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدا کی بن جاتا۔ ⑧ کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ اُس ﷺ نے دس (10) سال تک خدمت کی۔ اس عرصہ میں انھیں کبھی اف (ہونہ) تک نہ کہا۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی۔ نہ کسی پر لعنت کیا کرتے۔ دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے۔ خلق الہی پر نہایت رحمت فرماتے، ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شرم نہ پہنچا۔ کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستگی پر نہایت توجہ فرماتے۔ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے۔ ⑨ صحیح بخاری میں ہے۔

آنحضرت ﷺ مطیع کو بشارت پہنچاتے۔ عاصی کو ڈر سناتے، بے خبروں کو پناہ دیتے۔ اللہ کے بندہ و رسول ﷺ ہر جملہ کار و بار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے۔ نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے۔ بدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے۔ معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے۔ گنہگار کو بخش دیتے۔ ان کا کام کجی بائے مذاہب کو درست کر دیتا ہے۔ ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان دیتی، غافل دلوں کے ① خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سید (Sade) ② الاختفاء قاضی عیاض رحمہ اللہ ص 312۔ ③ ممتاز اور مہر عالم، اسرار و معارف کو جاننے والے، بلند پایہ فلسفی اور متجدد لا زوال کتابوں کے مصنف و مؤلف تھے۔ ان کی تحریر جاوہری اثر اور ان کی بات دل و دماغ پر نشتر کی طرح اثر انداز ہوتی تھی۔ ان کی تصانیف حسن عمل اور اخلاق عالیہ کی دعوت دیتی ہیں ”احیاء العلوم الدین“ اور ”کیسائے سعادت“ جیسی عظیم کتب ان کے عظیم تصنیفی شاہکار ہیں۔ (450-505ھ)

④ کیسائے سعادت مصنفہ امام غزالی رحمہ اللہ ⑤ عظیم محدث، فقیہ اور نابھہ روزگار عالم تھے۔ معارف شریعت اور اسرار و احکام دین کی حقیقت کے متعلق معرکہ آراء کتاب ”حیۃ الہائے“ اور دیگر متعدد کتب تصنیف کیں۔ قرآن کریم کا سب سے پہلے فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت آپ ہی کو حاصل ہے۔ ساری زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد میں بسر کی۔ (1703-1762ء) ⑥ یہ فقرہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کلام کا ترجمہ ہے فرماتے ہیں۔ مَنْ رَاہ بِدِیْعَةِ حَابِہِ وَ مِنْ خَالَطَہُ مُحَبَّةً عَشَقَہُ۔ (ترمذی 3638) ⑦ حبیب اللہ الہائے ص 385۔

پر دے اٹھا دیتی ہے۔ آنحضرت ﷺ ہر ایک خوبی سے آراستہ جملہ اخلاق قاضیہ سے متصف۔ کیونکہ ان کا لباس، بھوکٹی (نیکی) ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت ہے، ان کی شریعت سراپا راستی، ان کا ملت اسلام، ہدایت ان کی راہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے، گناہوں کو رخت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کر دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگدستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔ ﴿۱﴾

سکوت اور کلام

نبی کریم ﷺ اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے۔ آنحضرت ﷺ نہایت شریں کلام اور کمال فصیح تھے۔ کلام میں آورد (تلخی) ذرا نہ تھی۔ گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کا یہ وصف ایسا مسلح تھا کہ مخالف بھی اس کی شہادت دیتے تھے اور جاہل دشمن اسی کا نام حرو و جادور کھا کرتے۔ سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا جس میں لفظ بمعنا کوئی خلل نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا کرتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کو شمار کر سکتا تھا۔ ﴿۲﴾

ہنسارونا

نبی کریم ﷺ بھی کھل کھلا کر ہنسنا پسند نہ کرتے تھے۔ تبسم ہی آپ کا ہنسنا تھا۔ نماز تہجد میں بسا اوقات آنحضرت ﷺ رو پڑا کرتے۔ کبھی کسی غصے کے مرنے پر آب دیدہ ہو جاتے۔ آنحضرت ﷺ کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے میں گذر گئے تھے۔ جب انھیں قبر میں رکھا گیا تو حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا:

تَذَمُّعُ الْعَيْنِ وَ يَحْزُنُ الْقَلْبَ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا عَلَيْكَ يَا اِبْرَاهِيمَ لَمَحْزُونُونَ۔ ﴿۳﴾

”آنکھوں میں نم ہے۔ دل میں غم ہے۔ پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے۔ ابراہیم! ہم کو

﴿۱﴾ معیار نبی کی کتاب کا 42 باب آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ اس باب کے مندرجہ ذیل درس قارئین اس جگہ ملاحظہ کریں۔ دیکھو میرا بندہ جسے منہاں۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا نبی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔ (2) وہ نہ چلائے گا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔ (3) وہ ملے ہوئے سینے کو نہ توڑے گا اور دھکی ہوئی حق کو نہ بھائے گا۔ وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے۔ (4) اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا۔ جب تک راستی کو زمین میں قائم نہ کرے اور بکری ممالک اس کی شریعت کی راہ نکلیں۔ (5) خداوند جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انھیں مانتا زمین کو اور انھیں جو اس سے نکلتے ہیں پھیلاتا اور ان لوگوں کو جو اس پر ہیں سانس دیتا اور ان کو جو اس پر چلتے ہیں روح بخشتا۔ یوں فرماتا ہے۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کے لیے بلایا۔ میں ہی تیرا تھم چکڑوں کا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا (7)۔ کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے گا اور بندہ ہو کر قید سے نکالے اور ان کو جو اندھ صرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑا دے۔ تمام باب ملاحظہ طلب ہے۔ پادری ان الفاظ کو سچ علیہ السلام کے لیے کہتے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ تو اس کے حق میں ہیں جسے خدا کہتا ہے۔ ”میرا بندہ“ اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں کہ سچ علیہ السلام خدا کا بندہ تھا۔ مع 11 درس میں بیان عرب کا ذکر ہے اور قید ار کا نام موجود ہے۔ جو ہمارے نبی ﷺ کے دادا کا نام ہے۔ نیز سلع کا ذکر ہے جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے۔ درس 13 میں اس موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ درس 17 میں ذکر ہے کہ بت پرستوں کو اس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو سچ علیہ السلام پر صادق نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کعبہ احبار اس مقام کو خاص آنحضرت ﷺ کے لیے ہی بنایا کرتے تھے۔ ﴿۲﴾ زاد المعاد جلد اول ص: 47۔ ﴿۳﴾ بخاری: 1303، مسلم: 6025، ابوداؤد: 3126

تیری وجہ سے رنج ہوا۔“

ایک دفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (وخر نہب فی الجنۃ) کو گود میں اٹھایا۔ اس وقت حضور ﷺ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعد بن مسعود نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) یہ کیا؟ فرمایا: یہ وہ رحم دلی ہے جو اللہ بندوں کے دلوں میں بھردیتا ہے اور اللہ بھی اپنے انھیں بندوں پر رحم کرے گا جو رحم دل ہیں۔ ①

ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید سنارہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ [النساء: 41]

”تب کیسی ہوگی۔ جب ہر ایک امت پر اللہ ایک ایک گواہ کھڑا کرے گا اور آپ کو ہم سب امتوں پر شہادت کے لیے کھڑا کریں گے۔“

فرمایا بس ٹھہرو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ ②

غذا کے متعلق ہدایت

رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے۔ ③ کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے۔ ④

تقلیل غذا کی رغبت دلایا کرتے۔ فرمایا کرتے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے، ایک تہائی حصہ خود معدہ کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔ ⑤

پھلوں، ترکاریوں کا استعمال ان کی مصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے۔ ⑥

مرض اور مریض

متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے اور تندرستوں کو اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے۔ ⑦

بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا ارشاد فرماتے ⑧ اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے۔ ⑨

طیب نادان

نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے اور اسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے۔ ⑩

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے منع فرماتے۔ ارشاد فرماتے۔ اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی۔ ⑪

① بخاری: 1303 ② بخاری: 4582 ③ ترمذی: 1857 ④ ابن ماجہ: 3355 ⑤ یہ روایت ضعیف ہے، زاد المعاد: 223/4 ⑥ زاد المعاد: 223/4

⑦ ترمذی: 1381 ⑧ ابن ماجہ: 3349 ⑨ احمد: 132/4 ⑩ شاہ جہج: زاد المعاد: 18/4 ⑪ زاد المعاد: 219/4

⑫ زاد المعاد: 50/2 ⑬ یہ حدیث صحیح مسلم عن جابر بن عبد اللہ صحیح بخاری تھیں مگر حدیث ابن جریر و صحیحین من حدیث ابی ہریرہ۔ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث:

1817 ﴿اعل بسید مجذوم﴾ کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ ابی ہریرہ کی حدیث ﴿لا عدوی ولا طیس﴾ بخاری: 5717،

مسلم: 5789 میں ہے۔ مگر خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی بابت شک سا ہو گیا تھا اور انھوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ اقادات ابن القیم رحمہ اللہ۔

⑭ زاد المعاد: 42/2 ⑮ زاد المعاد: 116/4 ⑯ زاد المعاد: 47/2 ⑰ ابن حبان: 1397 ⑱ البیہقی: 5/10

صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو کوئی بیمار ہو جاتا اس کی عیادت فرمایا کرتے۔ عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے لَا تَأْسَ طَهُورٌ (کفارہ) اِنْ شَاءَ اللہ فرمایا کرتے۔ مریض سے پوچھ لیتے کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے۔ اگر وہ شئی اس کے لیے مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام کر دیا کرتے۔ ایک یہودی لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے۔ ①

علاج

حالت مرض میں دوا کا استعمال خود فرمایا اور لوگوں کو علاج کرنے کا ارشاد فرماتے۔

يَا عِبَادَ اللَّهِ تَدَاوُوا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ، شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ قَالُوا مَا هُوَ۔ قَالَ الْهَرَمُ۔ ②
”اے بندگان الہ دوا کیا کرو کیوں کہ اللہ نے ہر مرض کی شفاء مقرر کی ہے۔ بجز ایک مرض کے لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟
فرمایا: کھوسٹ (بڑھاپا)۔“

خطبہ خوانی

زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر و ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے۔ جس کا آغاز تشہید سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا۔ قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔
ثُمَّ كَانَ يَخْطُبُ فِي كُلِّ وَفْتٍ بِمَا تَقْضِيهِ حَاجَةُ الْمُخَاطَبِينَ وَ مَصْلِحَتِهِمْ ③
”خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں جن کی سر دست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔“

ایسے خطبہ جمعہ کے دن پر ہی موقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور موقع ہوتا تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرمادیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا، کبھی کمان، ان پر اٹھائے تقریر میں ٹیک بھی لگا لیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی۔ نہ اس پر ٹیک لگایا کرتے۔ ④

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ⑤ ”جاہلوں کا قول ہے کہ نبی ﷺ منبر پر تلوار لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزرگ شمشیر قائم کیا گیا ہے۔“ علامہ کہتے ہیں جاہلوں کا یہ قول غلط ہے۔ (1) تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں۔ (2) خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور مدینہ منورہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا۔ نہ بذریعہ تلوار۔ پھر علامہ موصوف رحمہ اللہ یہ بتلاتے ہیں کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے۔ ⑥

① بخاری: 5656، زاد المعاد: 117/4، ② ابن ماجہ: 3436، ابوداؤد: 3855، ترمذی: 2039، ابن حبان: 1395، احمد: 278/4، صحیح ابن حبان والترمذی۔ زاد المعاد: 13/4، ③ زاد المعاد: 5، بحوالہ سند امام احمد (المتوفی 241ھ) ④ ابوداؤد: 1096، 1145، زاد المعاد: 429/1، ⑤ ابن قیم، شمس الدین ابو عبد اللہ، محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ، عظیم محدث فقیہ اور عظیم المرتبت امام تھے۔ 1292ھ دمشق میں پیدا ہوئے۔ بیس (20) برس تک اُس وقت کے عظیم فقیہ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ رہے۔ شاگردی اور محبت کا پیرا ہوا کہ استاد ہی کے رنگ میں رنگے گئے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بے شمار تصانیف کی ترتیب و تہذیب اور تصویب کی۔ اپنے زمانہ کے فہم و فلسفوں، معتزلیوں، جمہور بورک و فرق باطلہ سے برسر پیکار اور مصروف جہاد رہے۔ درجنوں کتب تصنیف کیں 1350ھ میں دمشق اعلیٰ سے جاملے۔ ⑥ زاد المعاد: 429/1۔

صدقہ و ہدیہ

صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے، البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفہ بھیجتے۔ انہیں قبول فرما لیتے۔ ان کے لیے خود بھی تحفے ارسال فرماتے۔ مگر مشرکین کے ہدایا (تحائف) لینے سے انکار فرماتے۔

مقوقس متی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے فخر پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی اور جنگ حنین کے دن وہی فخر آنحضرت ﷺ کی سواری میں تھا۔ لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد کیا کہ ”ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے۔“^[۱]

جو قیمتی تحائف آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کرتے اکثر اوقات انہیں آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمادیا کرتے۔ اپنی تعریف (تخیر بین الانبیاء علیہم السلام سے ممانعت)

اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرمایا کرتے اور ارشاد کرتے:

لَا تَخَيَّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ۔^[۲]

”نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو۔“

ایک بیاہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گارہی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی گایا کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو کل (غیب) کی بات آج بتا دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ یہ نہ کہو جو پہلے کہتی تھیں وہی کہے جاؤ۔^[۳] اظہار حقیقت یا جوش عقیدہ کی اصلاح

سیدنا ابراہیم فرزند رسول ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اس روز سورج گرہن ہوا۔ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہٹا گیا۔ نبی ﷺ نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ سورج، چاند کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہٹا یا کرتے۔^[۴]

مصلحت عامہ کا لحاظ

جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی تو انہوں نے کچھ تو عمارات ابراہیمی میں سے اندر کی جگہ (حطیم) باہر چھوڑ دی۔ پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا۔ نبی ﷺ نے ایک روز عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

لَوْلَا قَوْمُكَ حَدِيثُ عَهْدِهِمْ بِكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْكُعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُونَ مِنْهُ۔^[۵]

”قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا۔ کعبہ میں دو دروازے رکھتا۔ ایک

[۱] زاد المعاد: 161/2 [۲] بخاری: 2412، مسلم: 6165، ابوداؤد: 4668 [۳] بخاری: 6247

[۴] بخاری: 1060، 1043، مسلم: 615، ابوداؤد: 4668 [۵] بخاری: 126

آنے کا اور ایک جانے کا۔“

جب منافقین کے شرانگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ انھیں قتل کر دینا چاہیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں۔ (بے خبر لوگ کہیں گے کہ) محمد ﷺ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا۔

بشریت و رسالت

① نبی ﷺ ان احکام کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے ان افعال و اقوال سے جو بطور بشریت ثابت ہوتے ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھانے کی سعی فرماتے۔

ایک دفعہ فرمایا: ”میں بشر ہوں۔ میرے سامنے جھکڑے آتے ہیں۔ کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ سچا ہے اور میں اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا گڑا ہے۔ اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے۔“ ②

② بریرہ رضی اللہ عنہا لوٹدی سے آنحضرت ﷺ نے مغیث رضی اللہ عنہ اس کے شوہر کی سفارش کی۔ جس سے وہ بوجہ آزادی (حریت) علیحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا: نہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ بولی مجھے مغیث رضی اللہ عنہ کی حاجت نہیں۔ ③

③ اہل مدینہ زکھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے۔ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت ﷺ سے گزارش کی۔ فرمایا: ”دنیا کے کام تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ جب میں کوئی کام دین کا بتلایا کروں تو اس کی پیروی کیا کرو۔“

بچوں پر شفقت

بچوں کے قریب سے گزر فرماتے تو ان کو خود السلام علیکم کہا کرتے۔ ④ ان کے سر پر ہاتھ رکھتے۔ انھیں گود میں اٹھا لیتے۔

بوڑھوں پر عنایت

فتح مکہ کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بوڑھے ضعیف، فاقد البصر باپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کے لیے لائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔“

ارباب فضل کی قدر و منزلت

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے، یہودیان بنی قریظہ نے اپنا حکم اور منصف تسلیم کر کے بلایا تھا۔ وہ مسجد تک پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو اس کے تھے، فرمایا:

① قَوْمُوا إِلَيَّ سَيِّدُكُمْ ② (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ ان کو آگے بڑھ کر لے آئے۔

① بخاری: 2680، 2458، مسند احمد: 308/6 ② بخاری: 5282 ③ بخاری: 6247 ④ بخاری: 3043، 3804، 4121، 6262، مسلم: 4596، ابوداؤد: 5215، ترمذی: 856، کنز العمال: 25483، اذکار: 322، سنن ابی داؤد: 58/6، مسند احمد: 22/3

② حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو ان کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں منبر رکھ دیا جاتا، جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ③

خادم کے لیے دعا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دس (10) سال تک مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی ان سے یہ نہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا، یہ کیوں نہ کیا۔ ایک روز ان کے حق میں دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَنْحِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ مَا اَعْطَيْتَهُ اَللّٰهُمَّ! اسے مال بھی بہت دے اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے اس میں برکت بھی دے۔ ④

ادب و تواضع

- ① مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔
 - ② جو کوئی مل جاتا اسے سلام پہلے خود کر دیتے۔
 - ③ مصافحہ کے لیے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے۔
 - ④ صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریق ہے)
 - ⑤ کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔
 - ⑥ اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آ بیٹھتا تو نماز کو مختصر کر دیتے اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے۔
 - ⑦ اکثر متبسم رہتے۔ ⑧
 - ⑧ آنحضرت ﷺ کی ایک ناقہ کا نام ”عضبا“ تھا۔ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا اور عضبا سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گذرا۔
- نبی ﷺ نے فرمایا:
- اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَصَعَهُ ④
- ”دنیا میں اللہ کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اونچا اٹھاتا ہے تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔“
- ⑨ ایک شخص آیا، اس نے نبی ﷺ کو یا خیر البریہ (برترین خلق) کہہ کر بلایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ ذاک ابراہیم۔ یہ شان تو ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ ⑤
- ⑩ ایک شخص حاضر ہوا۔ نبی ﷺ کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:
- هَوْنٌ عَلَيْكَ فَانْنِ نَسْتُ بِمِلْكٍ۔ اِنَّمَا اَنَا اَمْنٌ اَمْرًا مِنْ قَوْمٍ يَشْتَكِلُ الْقَدِيدُ۔ ⑥

① بخاری: 6152، 3212، 453، مسلم: 6384، 6385، 6386، ابوداؤد: 5013، 5014، نسائی: 715

② بخاری: 6378، 6379، مسلم: 6372، ترمذی: 3829، کنز العمال: 36834، تہذیبی: 96/3، ③ انصاف: 226، انصاف للعباس

④ بخاری: 2872، ⑤ مسلم: 6138، ابوداؤد: 3352، 4672، ⑥ ابن ماجہ: 3312

”کچھ پرواہ نہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔“

شفقت و رافت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

- ① کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آنحضرت ﷺ جیسا نہ تھا۔ خواہ کوئی صحابی بلا تائید گھر کا کوئی شخص نبی ﷺ اس کے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے۔^①
- ② عبادت نافلہ چھپ کر ادا فرمایا کرتے تاکہ امت پر اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔
- ③ جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے۔^②
- ④ اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا کہ جس کسی شخص کو میں گالی دوں یا لعنت کروں وہ گالی اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنا دی جائے۔^③
- ⑤ فرمایا: ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں۔^④
- ⑥ وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے تاکہ لوگ اکتانہ جائیں۔^⑤
- ⑦ ایک بار سورج گرہن ہوا۔ نماز کسوف میں نبی ﷺ روتے تھے اور دعا میں فرماتے تھے۔
رَبِّ اَلَمْ تَعْلَمْنِي اَنْ لَا تُعَذِّبُهُمْ وَاَنَا فِيْهِمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَ نَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ۔^⑥
”اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بہر دو صورت) عذاب نہ دیا جائے (1) جب تک میں ان کے درمیان موجود ہوں (2) جب تک یہ استغفار کرتے رہیں۔ اب اے اللہ میں موجود ہوں اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔“
لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَاسْتَجِبْ لَهَا فَجَعَلْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لَا تُقْبَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔^⑦
”ہر ایک نبی کے لیے ایک دعا تھی۔ وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت روز قیامت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔“

عدل و رحم

- اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے۔
- ① فاطمہ نامی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت ﷺ کو بہت پیارے تھے، سفارش کرائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم حدود الہی میں سفارش کرتے ہو؟ سنو۔! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی ایسا کرتی تو بھی میں حد جاری کرتا۔“^⑧

① الشفاء فی حقوق المصطفیٰ، تاجی عیاض ص: 53 ② بخاری: 3530، ابوداؤد: 4775، مسلم: 2367 ③ بخاری: 6361، مسلم: 2007، 2009، مستدرک: 390/2، منہاج الصفاء: 235 ④ الشفاء ص: 55 ⑤ بخاری: 4611، 70، 68، مسلم: 7127، 7129، ترمذی: 2855، مستدرک: 377/1 ⑥ ابوداؤد: 194، مسند ابی یوسف: 395، سنن ابی یوسف: 252/2، اشعری: 166، ابوداؤد الغلیل: 124/2، زاد المعاد: 49/1 ⑦ بخاری: 6304 ⑧ بخاری: 2648

② سواد بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے سامنے رزمین کپڑا پہن کر گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ہٹا دیا اور چھری سے ان کے شکم میں ٹھوکا بھی دیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں تو قصاص لوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے سامنے کر دیا۔ ③

رحم بر اعداء (دشمنوں پر مہربانی)

① مکہ میں سخت قحط پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان بن حرب (ان دنوں دشمن غالی تھا) نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا: محمد ﷺ! آپ تو لوگوں پر صلہ رحم (حسن سلوک باقربابت داران) کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھیے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دعا کیجیے۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی اور خوب بارش ہوئی۔ ②
② ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا اس لیے کہ اہل مکہ آنحضرت ﷺ کے دشمن ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ ③
③ حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت ﷺ مسلمانوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے۔ ستر اسی آدمی چپکے سے کوہ جمعیم سے اترے تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار ہو گئے اور نبی ﷺ نے ان کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد کر دیا۔ ④

جو دو کرم

① سائل کو کبھی رونہ فرماتے۔ زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے۔ اگر کچھ بھی دیئے کو پاس نہ ہوتا تو سائل سے عذر کرتے۔ گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔
② ایک شخص نے آکر سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو، میں پھر اسے اتار دوں گا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔ نبی ﷺ چپ ہو گئے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! خوب دیجیے، رب العرش مالک ہے۔ تنگ دستی کا کیا ڈر ہے۔ نبی ﷺ ہنس پڑے۔ چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار آشکار ہو گئے۔ فرمایا: ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے۔ ③
③ ایک بار ایک سائل کو آدھا وبق غلہ قرض لے کر دیا۔ ④ قرض خواہ تقاضا کے لیے آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اسے ایک وبق غلہ دے دو۔ آدھا تو قرض کا ہے اور آدھا ہماری طرف سے جو دو سخا کا ہے۔ ⑤
④ فرمایا کرتے، اگر کوئی شخص مقروض مرجائے اور مال باقی نہ چھوڑے تو ہم اسے ادا کریں گے۔ اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ حق داروں کا ہے۔ ⑥

① شفاء قاضی عیاض ص: 311 ② بخاری: 1007، 1020 ③ اسد الغابہ: 278/1 ④ مسلم: 4679، البدایہ: 2688، ترمذی: 3246، احمد: 124/3، 290 ⑤ الشفاء ص: 50 اشعاع ص: 354 ⑥ ما پنے کا ایک بیان جو ساٹھ (60) صاع کے برابر ہوتا ہے۔ جس کا مجموعی وزن تین (3) من چودہ (15) سیر (یعنی 126 کلو گرام ہے) ⑦ الشفاء ص: 51 ⑧ بخاری: 2298، 2398۔

صبر و حلم

عفو و رحم

⑦ بخاری: 3530، مسلم: 2367، ابوداؤد: 4785

② جنگ احد میں کافروں نے نبی ﷺ کے دانت توڑے، سر پھوڑا۔ حضور ﷺ ایک عار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ان پر بددعا فرمائیے نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا۔ اللہ نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما۔ وہ (مجھے) نہیں جانتے۔“ ③

③ ایک درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ سو گئے۔ تلوار شاخ سے آویزاں کر دی۔ غوث بن الحراث آیا۔ تلوار نکال کر نبی ﷺ کو گستاخانہ جگایا۔ بولا، اب تم کو کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے تلوار اٹھالی۔ فرمایا: اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ حیران ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔ ④

④ ہمارے آنحضرت ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے نیچے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا تھا اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ہمارے غلو کی استیحا کی اور اسے معاف فرمایا۔ ⑤

⑤ فرمایا: ”زمانہ جاہلیت سے لے کر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ و جدل چلا آتا ہے، میں سب کو معدوم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعویٰ اور اپنے چچا کی رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں۔“ ⑥

صدق و امانت

① جانی دشمن بھی نبی ﷺ کے ان اوصاف کے قائل تھے۔ صادق و امین بچپن ہی سے آنحضرت ﷺ کا خطاب پڑ گیا تھا۔ ان ہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات کو انفسال کے لیے آنحضرت ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے۔ ②

② ایک روز ابو جہل نے کہا: محمد ﷺ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھہراتا۔ ③

③ شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت ﷺ کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا اور حضور ﷺ نے پیارے بھائی علی رضی اللہ عنہ کو اس لیے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو ادا کر کے آتا۔

عفت و عصمت

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ایام جاہلیت کی رسوں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا۔ صرف دو (2) دفعہ ارادہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود ہی بچا لیا۔ 10 برس سے کم عمر تھی۔ میں نے اس چرواہے کو جس کے ساتھ بکریاں چراتا تھا کہا، اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں۔ جیسے اور نو جوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں، میں بھی کہانیاں کہوں سنوں۔ اس ارادہ سے میں شہر کو آیا۔ پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے۔ اس گھر میں بیاہ تھا۔ میں انھیں دیکھنے لگا۔ نیند نے غلبہ کیا، میں سو گیا۔ جب سورج نکلا تب آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آگئی اور وقت گزر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ ④

① مسلم: 4645، 4646، مناقب الصفاء: 186، الشفاء عیاض ص: 47، ② بخاری: 4135، مسلم: 595، احمد: 311/1

③ فتح الباری: 88/8، کنز العمال: 33660، اسد الغابہ: 360/5، ④ خطبہ نبوی بروز جمعہ ابو داود: 1905، ابن ماجہ: 3074، احمد: 73/5

⑤ الشفاء: 177، 176/1، ⑥ ترمذی: 3064، حاکم: 315/2، الشفاء: 177/1، ⑦ الشفاء: 180/1

عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے زید بن عمرو بن نفیل نے نبی ﷺ کی دعوت کی، دسترخوان پر گوشت بھی آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اِنِّیْ لَا اَکَلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰی اَنْصَابِکُمْ وَلَا اَکَلُ اِلَّا مَا ذُبِحَ اِسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ ”میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو۔ میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔“ (1)

زہد

(1) آنحضرت ﷺ کی دعا یہ تھی: یَا رَبِّ اَجُوعُ یَوْمًا وَاَشْبَعُ یَوْمًا۔ هَآمَآ الْیَوْمَ الَّذِیْ اَجُوعُ فِیْهِ فَاتَصَرَّعُ اِلَیْکَ وَاَذْعُوْکَ وَاَمَّا الْیَوْمَ الَّذِیْ اَشْبَعُ فِیْهِ فَاحْمَدُکَ وَاَتْلُوْا عَلَیْکَ ”اللہ! ایک دن بھوکا رہوں۔ ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں۔ تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔“ (2)

(2) صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چوٹے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضور ﷺ کا کنبہ پانی اور بھجور پر گذران کرتا۔ (3)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ نے مدینہ آ کر تین (3) دن تک برابر گیسوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ (4)

(4) نبی ﷺ نے انتقال فرمایا تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض ملہ جو رہن تھی۔ (5)

(5) آنحضرت ﷺ اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پڑوسن سے چراغ کے لیے تیل منگوایا تھا۔ (6)

(6) دعا فرمایا کرتے۔ الہی! آل محمد ﷺ کو صرف اتنا دے جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔ (7)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں۔ لاچارہ کی کچھ نہ تھی۔ اور اس زہد سے مقصود نبی ﷺ کا یہ نہ تھا کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں۔ ایسے خیال سے صرف ایک بار نبی ﷺ نے شہد کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ایک بیوی نے شہد کی بوکواسی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی ﷺ سے فرمادیا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہیے۔ (8)

ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور ان کی آسائش کا خیال

(1) ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں۔ وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی ﷺ کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں۔ جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں تب:

وَيَجْلِسُ عَنْدَ بَعْبُرٍ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ قَطْعُ صَفِيَّةٍ رَّجُلَهَا عَلٰی رُكْبَتِهِ حَتّٰی تَرْتَكِبُ۔ (9)

آنحضرت ﷺ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آنحضرت ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔

(2) ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا۔ نبی ﷺ اور ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا دونوں گر پڑے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”عَلَيْکَ بِالْمَرْءَةِ“ تم پہلے عورت کی خبر لو۔ (10)

(3) ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان جو اونٹوں کی مہار پکڑے جاتا تھا۔ حدی خوانی کرنے لگا۔ حدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو کاج کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا۔ (11)

اس ارشاد میں عورتوں کو کاج کے آلات سے نبی ﷺ نے تشبیہ دی۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کی ضعف خلقت ہے

(1) بخاری: 5499 (2) الفضائل: 62 (3) بخاری: 6455 (4) بخاری: 6454 (5) بخاری: 2916 (6) بخاری: 2916 (7) بخاری: 6460

(8) ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبِعِيَ مَرْصَاةَ أَزْوَاجِكَ﴾ [التحریم: 1] (9) بخاری: 3085, 3086 (10) فتح الباری: 52/8، طبقات ابن سعد: 88/8

(11) بخاری: 3085, 3086

جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام اور آسائش کی مستحق ہیں۔

اسیران جنگ کی خبر گیری

اسیران جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے ان میں سے ایک کا بیان ہے اللہ مسلمانوں پر رحم کرے۔ وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کرتے تھے۔

جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی ﷺ پہلے ان کے لباس کی فکر کیا کرتے۔^[1]

مردانہ ورزشیں

مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے۔ رکانہ عرب کا مشہور پہلو ان تھا۔ وہ اپنے کچڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑ دیا تھا۔^[2]

تیر افگنی (تیر اندازی)

نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے۔ نشانہ بازی کی مشق کے لیے لوگوں کو دو (2) حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا: تیر چلاؤ۔ میں اس پارٹی کی طرف ہوں گا۔ یہ سن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا۔ سب پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا: جب اس پارٹی میں رسول اللہ ﷺ شامل ہیں تو ہم اس کے مقابلہ میں کیوں کر تیر افگنی (نیزہ بازی) کر سکتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا۔ تیر چلاؤ، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ اِذْمُوا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلَّكُمْ۔^[3]

گھوڑ دوڑ

گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت ﷺ کے حکم سے کرائی جاتی تھی۔ لمبی دوڑ 5 میل کی اور ہلکی دوڑ ایک (1) میل کی ہوتی تھی۔^[4]

مردم شماری

نبی ﷺ نے فرمایا: اُنْكَبُوا إِلَيَّ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ ”تمام کلمہ گواہت خاص کے نام میرے ملاحظہ کے لیے قلم بند کیے جائیں۔“ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار (1500) ہوا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا۔ خوشی منائی۔ مسلمان کہتے تھے ہم ڈیڑھ ہزار (1500) ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے۔ ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا اور اسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا۔^[5]

افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتا نہیں لگتا کہ یہ شمار کس سنہ میں ہوا تھا۔ صحیح بخاری کی دیگر روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی۔ پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد پانچ سو (500) دوسری دفعہ کے شمار میں چھ سو (600) اور سات

[1] بخاری: 6211, 6161, 6149; مسلم: 6040, 6036; بخاری: 3008 [2] بخاری: 3373, 2899; التہذیب: 34 [3] بخاری: 2899

[4] بخاری: 3060; مسلم: 377 [5] ابن ماجہ: 4029; احمد: 384/5

سورہ (700) کے درمیان تعداد تھی۔

تعلیمات رسالت ﷺ

آنحضرت ﷺ کی تعلیم پاک، اعتقادات، عادات، معاملات، عبادات، مہلکات، منجیات، احسانیات کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ نبی ﷺ کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔ ان شاء اللہ اس کتاب کے حصہ سوم پر ذرا تفصیل سے تحریر کیا جائے گا۔

اللہ کا حق بندوں پر، بندوں کا حق اللہ پر

حَقُّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوهُ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ۔⁽¹⁾

”اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔ بندوں کا حق

اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب نہ دے۔“

رحمت الہی کا بیان

نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے: إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي۔“ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“⁽²⁾

خدمت والدین

ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں جہاد (دشمنان دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ”تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟“ وہ بولا: ہاں۔ فرمایا: ”ان ہی کی خدمت میں جہاد (حد درجہ کوشش) کرو۔“⁽³⁾

نصرت باہمی

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَيْكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔⁽⁴⁾

”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے، پھر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔ یعنی مومن اس طرح ملے جلے رہتے ہیں۔“

مسلمان کون ہے؟

الْمُسْلِمُ مَنْ مَلَِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔⁽⁵⁾

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔“

ایمان کا کمال

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔⁽⁶⁾

(1) بخاری: 7373, 2856 (2) بخاری: 7554, 7553 (3) بخاری: 5972, 3004 (4) بخاری: 2646, 481 (5) بخاری: 11 (6) بخاری: 13

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن جاتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

شیرینی بیان

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ - أَنْ يَكُونَ لِلَّهِ رَسُولَهُ، أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ - وَأَنْ يَكْرَهُ، أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ، أَنْ يُقَذَّفَ فِي النَّارِ - ①

تین باتیں ہیں جس شخص میں یہ ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کچھ لے گا:

- ① اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اسے سب سے بڑھ کر ہو۔
- ② کسی بھائی سے لڑائی محبت رکھتا ہو، کوئی غرض شامل نہ ہو۔
- ③ کفر میں جا پڑنے کو ایسا برا جانتا ہو، جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

پسندیدہ اعمال

لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آذَوْمُهَا وَإِنْ أَقَلَّ ”جو عمل ہمیشہ کیا جائے اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو“ پھر فرمایا: اُكْمِلُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ ”عمل (عبادت) اتنا ہی کیا کرو جسے بآسانی کر سکو۔“ ①

اعمال شاقہ سے ممانعت

- ① نبی ﷺ نے ایک گھر میں رہی لگتی دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اونگھنے لگتی ہے، تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا ”اسے کھول دو۔ عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو کہ نشاط طبع قائم رہے۔“ ②
- ② بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی ﷺ سے عرض کیا گیا ہے کہ وہ تمام شب عبادت کیا کرتی ہے۔ فرمایا ”ایسا نہ کرو، اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔“ ③
- ③ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے پوچھا، میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کے برابر روزہ رکھا کرتے ہو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں۔

فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفِطِرْ، قُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرِزْوَجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا - ④

”فرمایا اب ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کے لیے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لیے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ دیکھ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔“

① بخاری: 16، ② بخاری: 1970، 782، ابوداؤد: 1368، ③ بخاری: 1150، مسلم: 784، ابوداؤد: 1312، ④ ابوداؤد: 1368، ابوداؤد: 1368

محنت کی تعریف، مانگنے کی برائی

نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لایا کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اسے دے دیا کریں۔“ [1]

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیے
فرمایا قابل رشک دو شخص ہیں:

[1] جسے اللہ نے مال دیا اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اسے ملی ہو۔

[2] جسے اللہ نے حکمت عطا کی ہو، وہ اس پر خود عمل کرتا ہو اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہو۔ [2]

بہترین اخلاق کی تعلیم

سَبِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ أَحَدُ الْجَنَّةِ عَمَلَهُ [3]

”راست بازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ لوگوں کو اللہ کی طرف سے بشارت پہنچاؤ۔ عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جاسکتا۔“

اخلاقِ رذیلہ سے نبی اور اخوت کا حکم

أَيُّكُمْ وَالظَّنُّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسُّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَذَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادًا لِلَّهِ إِخْوَانًا [4]

”خبردار! بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا۔ بدگمانی تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ، اوروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو، کسی سے روگردانی نہ کرو، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو (جیسا کہ تم سب اللہ کے بندے ہی ہو)۔“

ہمسایہ اور مہمان کا حق

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ [5]
”جو کوئی شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دیا کرے۔ جو کوئی شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی عزت کیا کرے۔“

کلام اور خاموشی

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ [6]

”جو کوئی شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے لازم ہے کہ بات کہے تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش ہی رہے۔“

نجات کے لیے رسول ﷺ کی ضمانت

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔^[1]
 ”اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے اس چیز کی جو اس کے جڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) ہے، تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن بناتا ہوں۔“

صبر و شکر کی تعلیم

إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فَضَّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ۔^[2]
 ”اگر ایسے شخص پر تمہاری نظر پڑے جو مال اور حسن میں تم سے بڑھ کر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔“

پہلوان کون ہے؟

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ مَنْ يُمْلِكُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔^[3]
 ”شہزادہ نہیں ہے جو دوسروں کو بچھاڑ دیتا ہے، شہزادہ تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔“

منادیاں اسلام کا فرض

يَسِّرْ أَوْ لَا تَعَسِّرْ وَ بَشِّرْ أَوْ لَا تُنْفِرْ وَ تَطَاوَعَا۔^[4]
 معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کے لیے مامور فرمایا تھا۔ روانگی کے وقت انھیں ارشاد فرمایا: ”لوگوں کے لیے آسانی پسند کرنا، انھیں سختی میں نہ ڈالنا۔ خوشخبری اور بشارت انھیں سنانا، دین سے نفرت نہ دلانا اور تم آپس میں مل جل کر رہنا۔“

اثر محبت

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔^[5] ”جسے جس کے ساتھ محبت ہوگی وہ اس کے ساتھ ہوگا۔“

قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم

فَكُفُّوا عَنِ الْعَانِي وَأَطْعِمُوا الْجَانِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ۔^[6]
 ”اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔“

درخت لگانے کا ثواب

اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا تو لگانے والے کے لیے یہ صدقہ ہوگا۔^[7]

[1] بخاری: 6474۔ [2] بخاری: 6390، مسلم: 2963 [3] بخاری: 6114، مسلم: 2609، احمد: 236/2 [4] بخاری: 7172 [5] بخاری: 6160، 6169، مسلم: 6718، ابوداؤد: 5127، ترمذی: 2386، کنز العمال: 24684، احمد: 322 [6] بخاری: 3046 [7] بخاری: 6012، 2320، مسلم: 3968، 3974، ترمذی: 1382

حیوانات سے ہمدردی کا حکم

نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص راہ چلتا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ کنوئیں کے اندر اتر کر اس نے پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے نناک زمین کو چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا: کتے کو بھی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اتر آیا، اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس عمل کو قبول فرما کر اس شخص کو بخش دیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر دریافت کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا حیوانات کے لیے بھی ہم کو اجر ملے گا؟
نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں نرم ہے (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملے گا۔^(۱)

لوٹڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر

مَنْ كَانَ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا وَأَحْسَنَ إِلَيْهَا - ثُمَّ اعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ -^(۲)
”اگر کسی کے پاس لوٹڈی ہو تو وہ اسے علم سکھائے، اچھے سلوک سے رکھے، پھر آزاد کر دے، پھر اسے بیوی بنالے۔ تب اس شخص کو دو چند اجر ملے گا۔“

لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر

أُصِيبَ عَبْدُ اللَّهِ وَتَرَكَ جَوَارِي صَغَارًا فَزَوَّجَتْ نِسَاءً تَعْلُمُهُنَّ وَتُزِدُّهُنَّ^(۳)
”عبداللہ مر گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے۔ اس لیے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا کہ وہ انہیں علم و ادب سکھائے۔“

منافق کون ہے؟

چار خصلتیں ہیں جس شخص میں ہوں وہ منافق ہے۔ اگر ان چار (4) میں سے کوئی ایک (1) خصلت اس میں ہے تو نفاق کی ایک علامت اس کے اندر ہے۔

- (۱) بولے تو جھوٹ بولے۔
- (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے۔
- (۳) عہد کرے تو پورا نہ کرے۔
- (۴) جھگڑنے لگے تو فتنش بکنے لگے۔^(۴)

مہاجر کون ہے؟

وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ وَجَلَّ عَنْهُ -^(۵)
”اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔“

(۱) بخاری: 2466, 173 (۲) بخاری: 2547 (۳) بخاری: 2406 (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد "حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ" مراد ہیں۔) (۴) بخاری: 3178, 245, 34 (۵) بخاری: 10, مسلم: 40, ابوداؤد: 2481, ترمذی: 595, مشکوٰۃ: 187/10, مسند احمد: 163/2

قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟

- ① بادشاہ عادل
 - ② وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الہی کی ہو۔
 - ③ وہ شخص جسے تہائی میں اللہ یاد آتا ہو اور اس کی آنکھیں ڈبڈباتی ہوں۔
 - ④ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔
 - ⑤ وہ دونوں شخص جن کی محبت للہیت پر ہو۔
 - ⑥ وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔
 - ⑦ وہ شخص جو غنی طور پر خیرات دیتا ہو، اس کے ہاتھ ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا؟
- یہ ہیں وہ سات (7) شخص جنہیں اللہ قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے لے گا۔ جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا۔ ①

بادشاہ کی اطاعت کا حکم

- ① مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ، مَنْ خَرَجَ مِنْ طَاعَةِ السُّلْطَانِ شَيْئًا مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً۔ ②
- ”اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گذرے تو اسے لازم ہے کہ صبر کرے، کیوں کہ اگر کوئی شخص باشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلے گا اسے وہ موت نصیب ہوگی جو زمانہ قبل از اسلام کی موت ہوتی تھی۔“
- ② إِنَّكُمْ مَسْرُورُونَ بَعْدِي أَثَرَةً أَوْ أُمُورًا تُنْكَرُونَ نَهَا قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ قَالَ أَذُوا لَهُمْ حَقُّهُمْ وَسَلُوا اللَّهَ حَقِّكُمْ۔ ③

تم لوگ میرے بعد ناخوش گوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ایسی حالت کے لیے حضور ﷺ کا کیا حکم ہے؟ تم فرمایا ان کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کی بابت اللہ سے دعا مانگنا۔

سربراہ آوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا

فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرْفَاؤُكُمْ۔ ④

”تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سربراہ آوردہ لوگ پیش کریں گے۔“

سربراہ آوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے

فَاخْبِرُوهُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ طَبَّيُّوا وَآذَنُوا۔ ⑤

(سربراہ آوردہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے) آ کر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں اور انہوں نے ہم کو اس

① بخاری: 10، مسلم: 40، ابوداؤد: 2481، ترمذی: 595، نسائی: 187/10، مسند احمد: 163/2 ② بخاری: 660، 6806

③ بخاری: 7053، ④ بخاری: 7052، ⑤ بخاری: 7176، 7177

بارہ میں اجازت دے دی ہے۔

غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت

”مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔“⁽¹⁾
 ”اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ (رعایا) شخص کو قتل کرے گا، تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائے گا حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس (40) سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔“

زیست کا درجہ قدر زندگی

”لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزِدَّادَ خَيْرًا وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ۔“⁽²⁾
 ”کسی شخص (مسلمان) کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ اگر نیک ہے تو اس لیے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے اور اگر بد ہے تو اس لیے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے۔“

صحت اور فراخ دستی کا درجہ

نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاخُ۔⁽³⁾
 دو (2) نعمتیں ہیں جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے وہ نعمتیں: ① تندرستی ② فراخ دستی ہیں

ادائے قرض کی فضیلت

فَإِنَّ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً۔⁽⁴⁾
 ”ایک شخص کا نبی ﷺ نے اونٹ دینا تھا۔ وہ تقاضا کرنے آیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اسے دے دیا۔ لوگوں سے فرمایا: نیک و برتر شخص وہ ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔“

دولت مندی کی تعریف

لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعُرُضِ وَلَكِنْ الْغِنَى عَنِ النَّفْسِ۔⁽⁵⁾
 ”دولت مندی زرو مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔“

مساوات عامہ

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لَبَيْضٍ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا لَأَسْوَدَ عَلَى أَيْبَضٍ إِلَّا بِالتَّقْوَى۔⁽⁶⁾

① بخاری: 3166، 6914، ابن ماجہ: 2686، کنز العمال: 10914، ترمذی: 298/3، ② بخاری: 7235

③ بخاری: 6412، ترمذی: 2304، ابن ماجہ: 4170، کنز العمال: 6444، ④ بخاری: 344/1، ترمذی: 370/3، مستدرک: 306/4

⑤ بخاری: 2392، ⑥ بخاری: 6446، ترمذی: 2373، ابن ماجہ: 4137، احمد: 243/2، حمیدی: 1063

⑦ زاد المعاد جلد 2/185، الدر المنثور للسيوطی: 98/6، احمد: 411/5، مجمع الزوائد: 84/8

”عرب کے کسی باشندہ کو عجم کے کسی باشندہ پر اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا ذریعہ تو صرف ”خدا ترسی“ ہے۔“

رحم عامہ

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔ (1) ”جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔“

وارثوں کے لیے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت

إِنْ قَدَّعَ أَنْتَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرًا مِنْ أَنْ تَدْعُهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ۔ (2)
”یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ کر مرے، بہ نسبت اس کے کہ وہ تہی دست ہو اور لوگوں کے سامنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا رہے۔“

عورت کی مثال اور اس سے گزران کی ہدایت

الْمَرْأَةُ كَالضِّلْعِ إِنْ أَقْمَتَهَا كَسَرَتْهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ۔ (3)
”عورت کو ایسا سمجھو جیسے پہلی کی ہڈی۔ اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو ٹیڑھے پن میں ہی کام دے گی۔“

عورت کا درجہ گھر میں

الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى نَيْبِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ۔ (4)
”عورت اپنے شوہر کے گھر میں اور اولاد پر حکمران ہے۔“

ماہر قرآن کا درجہ

الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ۔ (5)
”قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ نیکو کار سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔“

اللہ کے نزدیک پسندیدہ کام

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ
سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔ (6)
”دو بول ہیں جو رحمن کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، میزان اعمال میں بھاری ہیں۔ وہ یہ ہیں: ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“

(1) بخاری: 5997 (2) بخاری: 2742 (3) بخاری: 5184، مسند احمد: 279/6 (4) بخاری: 5200، مسند احمد: 5/2
(5) بخاری: 4937، مسلم: 1862، ابوداؤد: 1454، ترمذی: 2904 (6) بخاری: 7563، مسلم: 2694، ترمذی: 3467، ابن ماجہ: 3806

قرآن مجید

ہمارے سید و مولیٰ نبی مصطفیٰ ﷺ کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و شرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے، لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر مختصر سادہ سادہ حالات لکھ رہا ہو تو اسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کر دے۔ گو اسرار و حکم اور خصوصیات قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے کیوں کہ جس سیرت نبویہ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا وہ کتاب از حد تکمیل ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انھوں نے جواب دیا ”کہ قرآن آنحضرت ﷺ کا خلق ہے۔“ [1]

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا لفظ رب العالمین کا کلام ہے لیکن اہل عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس و متعارف نبی ﷺ ہی نے کرایا ہے۔

یہ پاک کلام تیس (23) سال کی مدت میں محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ ان ہی الفاظ میں دنیا میں مشہور و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر سنائے تھے۔ یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ (5) دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔

جب سے اس کا نزول ہوا۔ اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے۔ اس وقت سے لے کر جب اسے اکیلی ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سنا۔ لفظ بہ لفظ، روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے۔ کوئی ملک، کوئی موسم، کوئی رسم و رواج، کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے موافق یا ناموافق حالات اس کی ترقی کے لیے روک نہیں بن سکے۔

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے غلط کیے گئے۔ اس کی کچی، صاف تعلیم پر غلط حاشیے چڑھائے گئے، لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا اسی میں اب تک نور گستر ہے اور ایک عالم اس کی روشنی سے منور ہے، لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا تو راقہ و زبور، کیا انجیل اور اس کے خطوط، کیا وید، کیا ژند و پاژند، اس وصف سے عاری ہیں۔ جس زبان میں وہ اتری تھیں۔ آج دنیا پر اس زبان کا اور اس زبان کے بولنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔

قرآن مجید ان سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کیے گئے یا نبی ﷺ پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید اپنے لیے خود ایک گچی تاریخ بن گیا ہے جس میں تصویر کے ہر دور رخ دکھادیے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لیے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اسے علی الاعلان نہیں مانا۔ انھوں نے بھی اپنی کتابوں میں جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں، اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ [مائدہ: 42] میرے فقرے کا مطلب آپ پر واضح ہو جائے گا۔ جب

[1] ابوبکر الصديق: 308، اخلاق النبوة: 29، کنز العمال: 18378، تفسیر: 499/2

آپ یہودیت، عیسائیت، موبدیت، بدھ مت، اور ہندومت کے سناٹن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تازمانہ حال پر غور فرمائیں گے اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائیں گے کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں۔

اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیوض کو مانے جیسا کہ مشہور بائیان برہم سماج کا حال ہے۔ یا جیسا کہ رومن کیتھولک (Roman Catholic) نے لوٹھر (Lothar) کو لازم دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں۔^[1] خواہ کوئی نہ مانے، جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے۔ مگر عملاً انھوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے، لے رہے ہیں اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علیٰ غم انف) مجبور ہے کہ اس کی تعلیم کو لیتی رہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے قرآن مجید ہی ایک ایسا کلام ہے جو ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ [المائدہ: 3] کی بشارت سناتا ہے۔

میں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھ دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا۔ کیوں کہ میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں، جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم ﷺ اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ اُنِيبُ مسلمان براہ مہربانی دیکھیں کہ قرآن مجید کس نمونہ کے مسلمان تیار کرتا ہے۔

الہیات

□ ذات الہی کا عرفان

- ① بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
”اللہ کے نام سے شروع ہے جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے۔“
- ② ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ [الانعام: 103]
”حواس اور عقول اللہ کا اور اک نہیں کر سکتے، لیکن اللہ کو ان سب کا ادراک ہے۔“
- ③ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ [الشوری: 11]
”کوئی چیز بھی اللہ کی مثال نہیں اور وہ ہندوں کی التجاؤں کو سنتا اور ان کے حالات کو دیکھتا ہے۔“
- ④ ﴿اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النَّوْرِ﴾ [البقرہ: 257]
”اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے، انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔“
- ⑤ ﴿اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ۚ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ وَ سِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۗ وَ لَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾ [البقرہ: 255]
”اللہ ہے، اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ اسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا۔ اسی کا ہے جو کچھ بھی آسمان و زمین

میں ہے۔ ایسا کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس شفاعت کر سکے، وہ اللہ لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسے آسمانوں اور زمین (دونوں کا تھام رکھنا، تھکا نہیں دیتا۔ وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے۔“

﴿كُتِبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ﴾ [الانعام: 54]

”تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے۔“

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [الاعلاص]

وہ اللہ، ایک یکتا، سب کا سید و آقا ہے، کوئی اس کا فرزند نہیں، وہ کسی کا فرزند نہیں اور کوئی بھی اس کے برابر کا نہیں۔

□ سچے دین کی تعریف

﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”یہ اللہ کی بنائی ہوئی سرشت ہے۔ جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بناوٹ میں اول بدل نہیں ہوتی۔ یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ [الرہم: 30]

﴿صِبْغَةَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً﴾ [البقرہ: 138]

”اللہ کا رنگ چڑھانا ہے۔ ہاں اللہ سے بڑھ کر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے؟“

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ [الشورہ: 13]

اللہ نے تمہارے لیے دین کا وہ راستہ بنایا ہے جس کا حکم نوح علیہ السلام کو دیا گیا اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی وحی بھیجی اور ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو بھی اس کا حکم دیا تھا کہ دین پر سیدھے چلو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

□ بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟

﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ﴾ [الحج: 37]

اللہ کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا خون ہرگز نہیں پہنچتا۔ اللہ کے پاس تو تمہاری فرمانبرداری پہنچتی ہے۔

□ شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے

﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُنِيعَ نِعْمَتَهُ، عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

”اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے۔ اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری پوری بھیجے تاکہ تم شکر کیا

کرو۔ [المائدہ: 6]

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ [العنکبوت: 45]

”نماز فحش اور بے حیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی فوائد میں بڑھ کر ہے۔“

□ نبی ﷺ کے فرائض

① ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ۔ يَتْلُوا عَلَيْكُمُ الْآيَاتِ وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ: 151]

”ہم نے تمہارے پاس رسول ﷺ کو بھیجا جو تم ہی میں سے ہے۔ وہ ہماری آیتیں تم کو سناتا (اخلاقِ رذیلہ سے) تم کو پاک کرتا۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ علوم سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔“

② ﴿يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجْلُسُ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: 157]

”نبی لوگوں کو نیک باتوں کے کرنے کا حکم دیتا اور بری باتوں کے کرنے سے روکتا اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال ٹھہراتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتا ہے اور بوجھ ان سے دور کر دیتا ہے اور طوق ان کے نکال دیتا ہے۔“

□ اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی

① ﴿لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْفُرَی اٰمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا اَخَذْنَاھُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [اعراف: 96]

”اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے لیکن وہ تو حکمِ الہی کو جھٹلانے لگے۔ اس لیے ہم نے ان پر ان کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا۔“

② ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْاِنْجِيلَ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ مِنْ رَّبِّہُمْ لَا کُلُّوْا مِنْ فَوْقِہُمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہُمْ۔﴾ [المائدہ: 66]

”اگر وہ لوگ تورات اور انجیل اور اس کی تعلیم جو ان پر نازل کی گئی قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (یعنی زمین اور آسمان کی برکتیں ان کے ساتھ ہوتیں)۔“

③ ﴿وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِیْمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ﴾ [الشوری: 30]

”جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے اور اللہ تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے۔“

④ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیْنٍ جَزَاءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ [الحجہ: 17]

”کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ اللہ نے بندوں کے لیے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ یہ بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔“

سنن الہی میں تبدیلی نہیں

① ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۔﴾ [الفاطر: 38]

”سننِ الہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔“

﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾ [النمل: 35]

”سنت الہی میں ہیر پھیر کی گنجائش نہیں۔“

﴿مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَافُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ۚ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ

إِلَيْكَ الْبَصَرُ غَاْمِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾ [الملك: 3-4]

”اللہ کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئے گا۔ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ۔ کیا تجھے کوئی شکاف بھی دکھائی دیتا ہے۔ پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ اور بار بار دیکھ، تیری نظر تھک کر نا کام ہو کر لوٹ آئے گی۔“

انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لیے مشربنتی ہے

﴿لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ [النجم: 39]

”انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے۔“

﴿وَكَانَ مَغْنَمُكُمْ مَشْكُورًا﴾ [الہ ہر: 23]

”تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوئی۔“

﴿بَلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرہ: 141]

”وہ امت گزر چکی ہے جو کچھ اس نے کمایا تھا اسے ملے گا، جو تم کمائو گے وہ تمہیں ملے گا۔“

صبر اور پرہیزگاری کا درجہ

﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [آل عمران: 186]

”اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری رکھو تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے۔“

حکمت و دانش کا درجہ

﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ [البقرہ: 269]

”اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا۔ اسے نہایت سعادت مندی حاصل ہوئی۔“

صبر کا ثمرہ

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا﴾ [الہ ہر: 24]

”جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہم نے ان میں ایسے مقتداے قوم تیار کیے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔“

قطع طمع

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ﴾ [طہ: 131]

”کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہم نے دنیاوی آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔“

دنیاوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ [التقصص: 77]

”اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آ کر اپنے بہرہ نجات کو فراموش نہ کر۔“

تہلکہ سے بچنا

﴿وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرہ: 195]

”اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو“

افتر اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾ [النحل: 105]

”جھوٹ افتر ادنیٰ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔“

قطعی حرام چیزیں

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف: 33]

(اے محمد ﷺ) سنا دیجیے کہ میرے پروردگار نے حرام کر دیا ہے (1) فحش کی سب قسموں کو جو کھلی یا چھپی ہیں۔

(2) اور گناہ کو (3) اور ناحق بغاوت کو (4) اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو، جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں (5)

اور اللہ پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے۔“

اللہ کی عبادت الہی ہتسمہ ہے

﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ﴾ [البقرہ: 138]

”ہم نے اللہ ہی کا رنگ اختیار کیا ہے۔ کیا اللہ سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے۔ اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔“

تحریر و انشادانی کی تعریف

﴿وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ [القلم: 1]

”میں قلم اور اس کے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں۔“

ارباب عقل و دانش کے لیے الہی نشانات

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ

وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَخْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ [البقرہ: 164]

”زمین و آسمان کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے، وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لے کر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں۔ آسمانوں کی طرف سے اللہ کے پانی اتارنے اور مردہ زمین کو اس کے ذریعہ از سر نو زندگی بخشنے، زمین میں ہر ایک قسم کے جانور پیدا کر کے پراگندہ کر دینے، مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ میں تالیع حکم نظر آتے ہیں۔ بے شک عقل مندوں کے لیے اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔“

قسم کھانے کی ممانعت

- ① ﴿وَلَا تَطْعَمُ كُلَّ خَلْفٍ مُّهِينٍ﴾ [الم: 10]
”تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان، جو بہت قسمیں کھانے والا ہے۔“
- ② ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ﴾ [البقرہ: 224]
”اللہ کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ۔“
- ③ ﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ [المائدہ: 89]
”قسموں کی نگہداشت کیا کرو۔“

صلح کلی کی دعوت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾
”ایمان والو! دین اسلام میں (جوینی برامن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔“ [البقرہ: 208]

اصلاح باہمی کا حکم

- ﴿وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ﴾ [البقرہ: 224]
”لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔“
- ﴿وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ [النحل: 1]
”آپس کے منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔“

عفو و درگزر کی تعلیم

- ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ [النور: 22]
”لازم ہے کہ معافی دو اور درگزر کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔“

سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ [الشوری: 53]
”ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود ان کی ذات و نفوس میں بھی موجود ہیں۔ ضرور انہیں دکھا دیں گے اور بالآخر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔“

سلطنت کے اصول

① حاکمان عدالت کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے

﴿وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفِثَتْ فِيهِ الشَّيْطَانُ عَنِ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا﴾
[الانباء: 78-79]

”حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ بیان کیجیے جب کہ وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کر رہے تھے جس میں رات کے وقت ان کی قوم کے گوسفند (بکریاں) چر گئے تھے اور ہم ان کے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے۔ سو اس معاملہ میں ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی۔ دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔“

② نقض امن کی ممانعت

﴿وَلَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾
[الاعراف: 56]

”کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔“

③ ظلم باعث زوال ہے

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ﴾
[الانباء: 11]

”کتنے شہروں کو ہم نے ان کے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا اور ان کی جگہ پر ایک دوسری قوم ان کی بجائے پیدا کر دی۔“

④ نیکو کاری باعث قیام ہے

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ﴾
[سورہ: 117]

”ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو ان کے باشندوں کے نیکو کار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے۔“

⑤ جنگ کے لیے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾
[الأنفال: ۴۰]

”جہاں تک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادہ پیکار رکھو، جس میں تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو اللہ کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔“

⑥ ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا (مشاورت)

① ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾
[آل عمران: 159]

”حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔“

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ﴾ [الشورى: 38]

”مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے۔“

﴿يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُون﴾ [النمل: 32]

”اے سردارو! میری حکومت کے کام میں تم مجھے فتویٰ دو۔ تمہاری موجودگی کے بغیر مجھ کو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا ہے۔“

تعلیم و تعلم

- ① علم و حکمت کی باتوں کا سننا، ان پر غور کرنا اور بہترین صورت کو اختیار کرنا
- ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِيَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ، أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ [الزمر: 18]
- ”اے محمد ﷺ! میرے ان بندوں کو بشارت سنا دیجیے جو (علم و حکمت کی) گفتار کو سنتے اور اس کی بہترین صورت کو اختیار کر کے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقل مند ہیں۔“
- ② غیر اقوام سے علم اخذ کرنا
- ﴿هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا﴾ [الانعام: 148]
- ”کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے، پس اسے ہمارے لیے ظاہر کرو۔“

نظام تبلیغ دین

- ③ دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے
- ﴿وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران: 104]
- ”تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔“
- ④ ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے
- ﴿قُلُوا لَا نَفَرٌ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [التوبہ: 122]

”ہر ایک فرقہ و قوم میں سے ایک گروہ اس غرض کے لیے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کی ہمدردی کے لیے انھیں اللہ کی ناراضگی کی باتوں سے ڈرائیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم بری باتوں سے بچنے لگے گی۔“ [1]

تہذیب اخلاق

① جنس اناث کی تعریف

﴿أَوَمَنْ يُنَشِّئُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ [الزخرف: 18]
 ”آرائش و زیور کے اندر پلٹی ہے اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے۔“

② میاں بیوی کی تعریف

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ [البقرہ: 186] ”بیویاں اپنے شوہروں کے لیے اور شوہر اپنی بیویوں کے لیے لباس ہیں۔“
 لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا ہے لباس انسان کے حسن و جمال کو ترقی دیتا۔ لباس کے پہننے والے کی تہذیب و تمیز کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح زن و شوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں۔ جو گرم و سرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں۔ ایک دوسرے کا حسن و جمال یا بھی الفت سے ترقی کرے۔ عورت کو دیکھ کر اس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جاسکے۔ ایک دوسرے کے راز دار ہوں۔

﴿خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ [الروم: 21]
 ”اللہ نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں تاکہ تسکین پکڑو اور میاں بیوی کے درمیان اللہ نے محبت اور پیار ڈال دیا۔“

③ میاں بیوی کے حقوق

① ﴿الزَّجَالَ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ [النساء: 34]
 ”مرد عورتوں پر نگران ہیں۔“

② ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيَّهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلزَّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [البقرہ: 228]
 ”عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔“

④ کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرہ: 165]
 ”مومن اللہ کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں۔“

[1] عالم اسلامی کی معروف دانش کا مہینہ یونیورسٹی (سعودی عرب) کی پر شکوہ عمارت پر بھی ایسی آیت مبارکہ بطور مونو (Mono) کندہ ہے۔

۵) بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ [المجادلہ: 11]

”اللہ تعالیٰ مومنوں کے اور ان لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔“

۶) بروبحر پر تسلط کرنے، بہترین و پاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: 70]

”ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو بحر و بر میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔“

۷) انسان کا اشرف ہونا ہی روضہ شریک کی دلیل ہے

﴿قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ [الاعراف: 140]

”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے لیے اور معبود ڈھونڈ لاؤں۔ حالانکہ اس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے۔“

۸) انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہیے

﴿يَا وَيْلَتَىٰ اَعْبَرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ قٰوٰرِي سَوَآءٌ اَحْيٰى قٰضٍ مِّنَ النَّٰدِمِيْنَ﴾

”اے کاش! مجھ سے اتنا بھی تونہ ہو سکا کہ اس کو بے کی طرح اپنے بھائی کی مردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا۔ یہ سمجھ کر اسے سخت ندامت ہوئی۔“ [المائدہ: 31]

۹) دیکھنے والے کے لیے ہر چیز میں ایک نشان ہے

﴿وَكَانَ مِنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ [سج: 105]

”زمین و آسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں، جن سے وہ بوجہ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔“

۱۰) سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے

﴿اَقْلَمُ بِسِيرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اَذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ [الحج: 46]

”انھوں نے اطراف عالم میں سیاحت نہ کی جس سے ان کو دل ہائے دانا اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے۔“

۱۱) اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمٰى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمٰى الْقُلُوْبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْرِ﴾ [الحج: 46]

”حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں، جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔“

﴿۱۲﴾ حرام چیزیں طیب نہیں، طیب چیزیں حرام نہیں

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ [البقرہ: 168]
 ”اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء اللہ نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔“

﴿۱۳﴾ حلال طیب چیزوں کا ترک استعمال شیطانی کام ہے

﴿كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ [البقرہ: 168]
 ”زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔“

﴿۱۴﴾ بصیرت و ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے

﴿وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَصْلَىٰ مَسِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: 72]
 ”جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔“

﴿۱۵﴾ ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک نیک منزل پاسکتے ہیں

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: 139]
 ”آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو اور رنجیدہ نہ بنو۔ تم ہی سب سے برتر ہو گے، اگر تم ایماندار ہو۔“

تمدن

﴿۱﴾ چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا، لوازم حیات میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا

﴿وَمَا مِنْ ذَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ مَا فَرَقْنَاهُ فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾ [الانعام: 38]
 ”روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اڑنے والا پرندہ نہیں جن کی تمہاری طرح قومیں اور جتنے نہ ہوں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا۔ پھر ان سب کو آخر کار اللہ ہی طرف اکٹھا ہو کر جاتا ہے۔“

﴿۲﴾ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لیے ہیں

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرہ: 29]
 ”اللہ تعالیٰ وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فوائد و منافع کے لیے روئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔“

﴿۳﴾ لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں

﴿كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلِهِ﴾ [بنی اسرائیل: 84]
 ”ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔“

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ، مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ
وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ﴾ [الحج: 18]

”کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت حیوان اور انسان کا بڑا حصہ اللہ کا فرمانبردار (پھر بھی) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھہرا۔“

﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۖ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ، لِلْيُسْرَىٰ ۖ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ
وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ، لِلْعُسْرَىٰ ﴾ [اللیل: 5-10]

”تو جس نے اللہ کے راستے میں مال دیا اور نیک باتوں کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بننا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اس کو اپنی عنایت سے محروم کر کے دشوار راستے پر چلا دیں گے۔“

④ سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لیے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک

طبقہ کا اس مناسبت کے بقا و قیام اور دوام انتظام کے لیے ذمہ دار ہونا

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ۔ إِنَّ
رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الانعام: 166]

”وہی تو ہے جس نے اللہ نے تمہیں زمین پر اپنا نائب بنایا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔“

⑤ مساوات حقوق کا تاکید حکم عدل کی تاکید

﴿ وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۖ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۖ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴾ [الرحمن: 7-9]

”اور اللہ نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط و تفریط) نہ کرو اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو اور میزان مقرر کردہ میں کسی قسم کی نقصان نہ کرو۔“

⑥ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسان کا خیر خواہ ہے

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ [آل عمران: 110]

”تم لوگ (اے امت محمدیہ ﷺ) باقی لوگوں کے لیے ایک بہترین قوم صلیحہ ہستی پر لائے گئے ہو۔ (تم سب لوگوں کو) مطابق شرع و فطرت کے حکم دیتے، برائیوں سے منع کرتے اور اللہ (کی ذات و صفات) پر یقین کامل رکھتے ہو۔“

⑦ اخوت کی بنیاد

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾ [الحجرات: 10]

”ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔“

8. مال کی تعریف، دولت قیام قومی کا سبب ہے

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾ [النساء: 5]

”اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لیے قوام زندگی بنائے ہیں۔ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو۔“

9. فقر و تنگدستی کی برائی

﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

”شیطان تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور (اس بنا پر) تمہیں بخل و اساک کا حکم دیتا ہے (برخلاف اس کے) اللہ تمہیں اپنے فضل و بخشش کی امید دلاتا ہے۔ اور اللہ بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے۔“ [البقرہ: 268]

10. اسراف کی برائی، بخل کا نہ ہونا بڑی بہبودی ہے

﴿وَمَنْ يُؤْتِ شَيْءًا نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [التغابن: 16]

”جن کو جبلی بخل اور لالچ سے اللہ نے محفوظ رکھا۔ وہی (آخرت میں) کامیاب ہوں گے۔“

11. میانہ روی، رحمن کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾ [الفرقان: 67]

”مہربان رب کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ چپشی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی کر کے) سچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں۔“

12. بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے

﴿وَالْفُلُكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ﴾ [البقرہ: 163]

”اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لے کر دریا اور سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں۔“

13. اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لیے ہیں

﴿وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْطَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۝ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ۝ وَجِزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَمَنِ اتَّصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا

عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿الشورى 36-43﴾

”بہتر اور باقی رہنے والا اجر ان لوگوں کے لیے ہے۔“

﴿1﴾ جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں ﴿2﴾ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں، بے حیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں ﴿3﴾ اور جب انھیں غصہ آتا ہے تو درگزر کیا کرتے ہیں ﴿4﴾ اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں۔ ﴿5﴾ اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں ﴿6﴾ اور جن کا کام باہمی شوریٰ پر ہے ﴿7﴾ اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ﴿8﴾ اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے ﴿9﴾ ہاں جو (دوسرے کی زیادتی) معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کے اوپر ہے۔ اللہ تو ظلم کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ ﴿10﴾ (تاہم) جو کوئی (دوسرے سے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے اس پر کچھ الزام نہیں ﴿11﴾ الزام تو ان لوگوں پر جو نسل انسان پر ظلم کرتے اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿12﴾ جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا اسے معاف کر دیتا ہے تو یہ بات بڑی بلند ہمت کی ہے۔“

مَقْشَا

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

قصیدہ درنعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ حسن را بہ تماشائی اوست حیرانی
مطالع خلق و ضیائی جہاں ظلمانی
نوید رحمت و بیان عفو یزدانی
بمشت خاک ندارد ہوائے سلطانی
کہ ہم متمم او آمدی و وہم بانی
بسرگرفت ز تو افرہمہ دانی
کجاست مائل ظلمات شاہ یونانی
عجب تر آں کہ بعالم نزیل و مہمانی
گجے کہ بست برایشاں یہود و نصرانی
رسد بلور چہ یونانی و چہ سوذانی
کہ دادہ بود خبرز و کلیم عمرانی
تراست رفتن و از شوق حلقہ جنبانی
نگاہ پاک تو بینائے صنع رحمانی
توئی کہ کندہ ز عالم بنای رہبانی
توئی کہ ام خباثت شراب را خوانی
توئی کہ عظمت پشیاں درخشانی
ز تو معین و محکم حقوق نسوانی
ز شوکت تو موالی کنندہ سلطانی
ز سنگ چوں شکند قوم دردندانی
پاس خاطر ایمانی و مسلمانی
کہ نسل شاں مگر آیدیدیں دینی
بحرب ہا کہ نمودند جمع خذلانی
دی بجود ہر آں چہ بفتح بستانی
ترا کہ فتح مبین شد بلاغ قرآنی
تو خلق را بسوئے آں پیام می خوانی

دل ز سینہ ربود آں جمال نورانی
جمال معنی و زین کمال و حسن جلال
محمد اسم و حبیب الہ و خواجہ کل
گزید فقر کہ فرمان روائے ملک ابد
نبوت ست یکے قصہ آسمان پایہ
عرب بچاہ جہالت قتادہ بود بسر
نمیرد آنکہ زجام ولای تو نوشد
بہ نزل عام تو مہماں نشست صد عالم
در نہجات کشودی بروئے احمر و اسود
حدیث پاک تو آں جامع الکلم کہ ازہ
جہاں شنیدز فہم تو آں کلام خدا
بداں جناب کہ جبریل را نہ پردر
دلت گواہ بصدق نظارہ چشمت
توئی کہ از تو تمدن رواں تازہ گرفت
توئی کہ نام نہی خمر را خمر عقل
توئی کہ صدق ہمہ راستاں پدید کنی
ز تو مبرہن و روشن تقوم مرداں
فتوت تو امت را دہدقات لقب
تو عذر خواہ شوی بہر قوم از رحمن
تو قاتلان عم و دخت را نمائی عفو
پے ہلاک جنائوشکاں رضاندی
ز عدل و رحم تو صد بہرہ یافتہ اندا
دو شاہد اند مرا خیر و حنین کہ تو
بزور کوشش افواج یچ حاجت نیست
خدا یکے و پیشاں بسوئے خلق یکے

تو باب مسلم کشائی بروئے دشمن و دوست
 چینی تو تسلی ست مریمائی را
 تو عبد خوانده شدی و رموز داں دانست
 تو آفتابی و از حمد سر بر آورده
 فزوں تر از تو کسے را نہ حمد گفت جہاں
 ترا محمد و احمد ﷺ زمین خواند وزماں
 بما رؤف و رحیمی، خدا رؤف و رحیم
 تو رحمتی و جہاں آفرین یارحمان
 خن زواجب و ممکن نہ از ادب باشد
 ز استعارہ و تشبیہ بس بلند ستی
 چہ خوش بشان تو صدیق گفت و گو ہر سفت
 مبلغان تو داند این پیام بہ خلق
 مبشران تو داند این نوید بما
 طفیل است کے بعد از ہزار قرن مدید
 کہ دین یافت کمال و تمام شد نعمت
 صلوات بر تو خدائے و فرشتگان خوانند
 گزارشت الہی مرا بدر گاہست
 دے کہ روح مجرد شود ز پیکر خاک
 دران مفاک کہ نگہ ست و تارچوں دل من
 بہار تازہ چشم فرشتگان بخشی

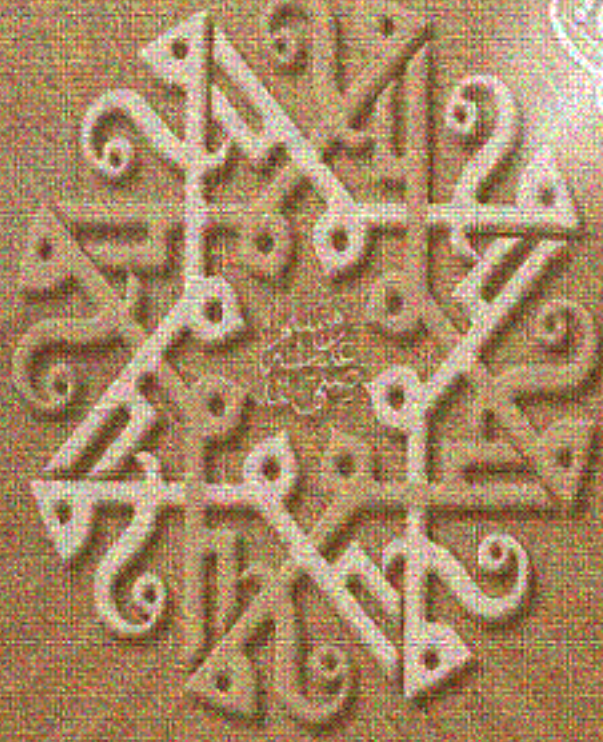
تو دوستی بدل دشمنان پچلائی
 کہ بہ زمہر پدر ہست عون ربائی
 کہ برترست عبودیت از سلیمانی
 تو ماہ و بر ملک مجد نور افشائی
 نہ برتر از تو کسے گفت حمد ربائی
 حمید باشد و محمود ذات سبحائی
 دگرچہ سود کہ گویم خن بنا دانی
 ہزار شکر رسیدم بہ حج پنهانی
 طفیل تست ہمہ کار گارہ امکانی
 بہ بے مثالی خود ہم بخویش میہمانی
 کہ کرد روئے تو بردوئی تو برہائی
 کہ نصیح خلق بود لازم مسلمانی
 کہ کار دیں ہمہ تہشیر ہست و آسانی
 گوش عالمیان شد نوید ارزانی
 گزید نوع بشر را رضائے دیانی
 کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی
 امید ہست کہ از لطف رو نہ گردانی
 دے کہ مرگ نماید بدرد درمانی
 جمال او بھائی چو صبح نورانی
 مراز خنکی گورو سوال برہائی

سہی فارس صد قم عطا بہ فرمائی
 یک از ہزار بمن نیز صدق سلمانی

احقر حاجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان سلمان

ولد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم مغفور

منصور پوری علاقہ۔ ریاست پٹیالہ



مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَ الرَّحْمَنِ الْكَرِيمِ



حَمْدُ الْمَلِئِكَيْنِ

قاضی محمد سلیمان سلمان
منصور پوری

MARKAZ
Al-Hrmain-ul-Islami

GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

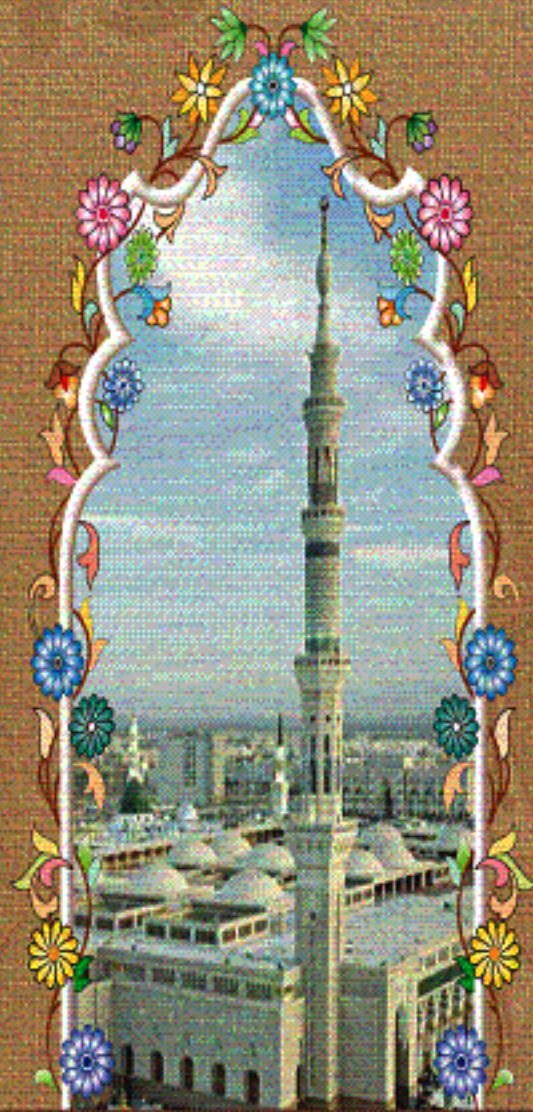
حرمہ للعالمین

حرمہ للعالمین

قاضی محمد سلیمان سہیل
منصور پوری

مؤلف
قاضی محمد سلیمان سہیل منصور پوری

تخریج و تعلیق
میان طاہر



مركز القرآن اسلامي

وَقَدْ كَرَّمْنَا قُرْسِيًّا
وَقَدْ كَرَّمْنَا قُرْسِيًّا

رحمۃ للعالمین

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور فوری رحمہ اللہ

ترجمہ و تفسیر

میان طاہر



جلد دوم

مركز الحرفۃ اسلام آباد

فہرست آخر میں دیکھیں یا صفحہ نمبر 18 پر جائیں

جلد دوم 287



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي أَرْسَلَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وَجَعَلَهُ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَ سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِیْمُ يَا جَبَّارُ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ يَا اَمَانَ الْخَالِفِیْنَ يَا عِمَادَ مَنْ لَا عِمَادَ لَهُ، يَا سَنَدَ
مَنْ لَا سَنَدَ لَهُ، يَا ذَخْرَ مَنْ لَا ذَخْرَ لَهُ، يَا حِرْزَ الضَّعْفَاءِ يَا كَنْزَ الْفُقَرَاءِ يَا عَظِیْمَ الرَّجَاءِ يَا مُنْقِذَ الْهَلٰكِیْ
يَا مُنْجِیَ الْغُرَقٰی يَا مُحْسِنُ يَا مُجِیْلُ يَا مُنْعِمُ يَا مُفْضِلُ يَا جَبَّارُ يَا مُبِیْرُ اَنْتَ الَّذِیْ سَجَدَ لَكَ سَوَادُ
اللَّیْلِ وَضَوْءُ النَّهَارِ شُعَاعُ الشَّمْسِ وَ نُورُ الْقَمَرِ وَ خَفِیْقُ الشَّجَرِ وَ دَرِیُّ الْمَاءِ يَا اَللّٰهُ اَنْتَ اَللّٰهُ لَا
شَرِیْكَ لَكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَ فِی الْمَلَائِ
الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ وَ اَتْبَاعِهِ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْن۔

اما بعد، یہ کتاب ”رحمۃ للعالمین“ کی جلد دوم ہے۔ جلد اول کا پہلا ایڈیشن 1912ء میں شائع ہوا تھا۔ جلد دوم کے لیے جنگ عظیم (اگست 14 تا نومبر 1918ء) کے شروع ہو جانے کی وجہ سے عمدہ کاغذ دستیاب نہ ہوا، اور یہ مسودہ پڑا ہی رہا۔ 1916ء میں جلد اول کا دوسرا ایڈیشن ضرور نکلا تھا، لیکن اس کا شائع کرنا اضطرار تھا کیوں کہ جلد اول کو کئی اسلامی مدارس اور اسلامیہ ہائی سکولوں نے داخل نصاب کر لیا تھا اور طالبان علم کا حرج کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے بھی جو کاغذ لگایا گیا تھا اگرچہ پچھلے کاغذ سے اس کی قیمت ڈیوڑھی تھی مگر پھر بھی وہ چکنائی اور سفیدی میں ویسا نہ تھا۔

جلد دوم کے لیے آج تک عمدہ کاغذ کی کا انتظار ہوتا رہا اور اب آخر جیسا کاغذ مل سکا اسی پر کتاب کو شائع کیا جاتا ہے۔ اہل خبرت آگاہ ہیں کہ سیرت النبی ﷺ کا لکھنا کس قدر مشکل ہے، اگر ذرہ بے مقدار خورشید جہاں افروز کے نور گیتی آراء کا مکیاں بن سکتا ہے تو مجھ سا بے بضاعت کثیر الاشغال بھی جس کا اس راہ میں کوئی یار و مددگار نہیں درست طور پر کچھ لکھ بھی سکتا ہے۔ لیکن ایک فرض کا احساس ہے جو سکوت پر غالب آ گیا ہے اور درود محبت ہے جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے۔ توفیق الہی ہے جو برابر اس کام پر مجھے لگائے رکھتی ہے۔ جذبہ ربانی ہے جس کی کشش اس طریق حق پر لیے جاتی ہے۔ اِنْصِرُواْ وَ اَخْفَاْ وَ ثَقَلَاْ کی صغیر کان میں گونج رہی ہے اور یَا قُوْتُكَ رَجَاً وَ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ اِذَا اِنْ هَادٰی رَاہُ بَن رَہٰی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو نبی پاک ﷺ کا کلمہ خواں ہے، ضروری ہے کہ اپنے علم و فہم کے موافق حضور ﷺ کا ثنا گستر بھی ہو۔ تابش ذرہ اور ضوہ قمر میں اگرچہ زمین و آسمان کا فرق ہے مگر دونوں ایک ہی نور کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اگر ایک کی فلک گیر، ٹھنڈی، صاف روشنی ابصار کو نمودار کرتی ہے تو دوسرے کی خاک نشین چمک بھی راہ گروں کے قدم لیتی ہوئی ان کی نگاہ کرم کو کبھی کبھی اپنی جانب کھینچ ہی لیتی ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کا اعلان ہر بار ایمان کو حوصلہ افزا ہے اور الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کا ارشاد ہر ایک صحیح الوجدان کا خضر راہ۔ اگر میرے لیے یہ سب انسداد و عداوت ہوتے تو کچھ شک نہیں کہ ایک حرف لکھنے کی بھی جرات نہ ہو سکتی۔

گل چیں سیرت مصطفوی ﷺ کے سامنے ایک گلشن خلد بہار ہوتا ہے، جس کے ہر ایک پھول کی رنگینی و شادابی دامنِ نگاہ کو بھر دینے والی ہوتی ہے۔ یہ گل چیں کا اپنا انتخاب اور مذاق ہے کہ کس پھول کو لیا اور کس کو چھوڑا، مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے چھوڑا وہ اس سے کم نہ تھا، جسے چن لیا۔

جلد دوم میں ایسے ضروری مضامین ہیں جن میں سے بعض کو علماء سیرت آغاز کتاب میں جگہ دیا کرتے ہیں، مگر میں نے حصہ اول کو صرف ایسے مالا بدمنہ (ضروری) حالات مبارکہ پر اختصار کے ساتھ مختصری رکھا تھا کہ اگر بقیہ جلدیں شائع بھی نہ ہو سکیں، تب بھی وہ نقشِ ناتمام کی صورت میں غیر مکمل نظر نہ آئے۔ الحمد للہ! کہ آج جلد دوم کو روانہ مطبع کرتا ہوں اور اللہ وہ دن بھی کرے کہ جلد سوم کو بھی اسی طرح روانہ کر سکوں اور اس وعدہ کے ایفا کے بعد پھر ایک مفصل و اجمل کتاب قلم بند کر سکوں۔

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است
تو بدیں آرزو مرا برساں

وَمَا ذَلِك عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ ۝

خاکسار

محمد سلیمان سلمان منصوری پوری

(ریاست پٹیالہ پنجاب)



النسب فصل اول

شجرہ طیبہ

شجرہ مبارکہ کو تین (3) حصوں میں پیش کیا جاتا ہے:

حصہ اول

نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر العری القرطبی رحمہ اللہ (ولد سنة ثمان وستين و ثلاث مائة 368 ھ) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے: ”هَذَا مَا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيهِ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ“ (اس شجرے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں)۔

آباء الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت عبد اللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام بھی مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان امہات کے آباء اور قبائل کا پتا بھی لگ گیا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ملا تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلہ نسب کے اور ان کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلہ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو۔ شاید ہی دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلہ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اور ارق تاریخ میں دستیاب ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت شان پر نظر ڈالو کہ دوھیال اور نضیال کی دوھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہ بن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الازل میں قدرت ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدم علیہ السلام سے لے کر ذات گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔

امہات العظام اور ان کے دوھیال کے اسماء میں میراخذ تاریخ کبیر طبری اور طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اثیر ہیں۔

حصہ دوم

نسب نامہ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ تحت میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیوں کہ اس اصول کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انھوں نے اختیار فرمائے ہیں اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

ان بزرگوں کا یہ نہایت ورع و تقویٰ ہے۔ بایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلہ کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس

طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرت اسماعیل علیہ السلام تک متنبی ہو جاتا ہے۔ یہ طریق کہ سلسلہ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے، بنی اسرائیل میں بھی مروج تھا۔ انجیل متی کو دیکھو، وہ لکھتے ہیں: یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیح علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے درمیان چھبیس (26) پشتیں اور داؤد علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام میں بارہ (12) پشتیں دانستہ اختصار کے لیے چھوڑ دی ہیں۔

حصہ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرأت مجھے اس لیے ہوئی کہ حَذَّبَ النَّسَابُونَ مَا فَوْقَ الْعَدْنَانِ کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علماء نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں، اس حصہ کو بیان کیا ہے۔ سَبَّاسُكَ الذَّهَبُ لِلْسَّوِيدِ ص 19 ہے:

قَدْ اُخْتَلِفَ فِي كَرَاهَةِ رَفْعِ النَّسَبِ مِنْ عَدْنَانَ اِلَى اَدَمَ فَذَهَبَ ابْنُ اسْلَحَ و ابْنُ جَرِيرٍ وَغَيْرُهُ اِلَى جَوَازِهِ وَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ۔

"عدنان سے اوپر آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ ابن اسحق اور ابن جریر کے نزدیک جائز ہے اور بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔"

کتاب "رحلۃ الشافعی" مصنفہ جلال الدین السیوطی میں امام شافعی رحمہ اللہ اور ہارون الرشید کے ذکر میں ہے:

فَقَالَ لِي بَيِّنْ لِي عَنْ نَفْسِكَ قَالَ الشَّافِعِيُّ فَلَقِيتُ حَتَّى الْحَقَّتْ اَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالطَّيْنِ۔

ہارون الرشید نے کہا تم اپنی بات بتاؤ، میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو مٹی میں چاملایا۔

ان حوالہ جات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اول اول یہ حصہ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہ کی کتاب "خطبات احمدیہ" میں دیکھا تھا۔ سر سید نے اس جگہ کسی کا پتا نہیں لکھا، انھوں نے ارمیا کا تب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ سر سید یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد مجھے تاریخ ابوالفداء میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا اور پھر امام طبری رحمہ اللہ کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبری رحمہ اللہ نے لکھا کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامہ سے موافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری رحمہ اللہ کی ہے جسے انھوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔

پھر مجھے امام ابن سعد رحمہ اللہ کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سر سید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم۔ ادودوم۔ المسح۔ ہمسح دوم۔ سلامان دوم۔ ثابت۔ حمل۔ معد اول نہیں ملے۔ معلوم نہیں سر سید نے ان کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے۔ میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

حصہ سوم

① نسب نامہ گرامی کا حصہ سوم جو اسماعیل علیہ السلام سے شروع اور ابوالبشر آدم علیہ السلام تک متنبی ہوتا ہے، تو رات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی تورات متشکل سے لیے گئے ہیں۔

② ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی توراۃ سے لیے گئے ہیں جو غالباً صحیح ہیں۔ لیکن توراۃ میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں۔ مثلاً غور کرو مندرجہ ذیل بیان توراۃ پر:

- | | |
|--|------------|
| ① آدم 130 برس کا تھا جب اس کے شیث پیدا ہوا | 5/3 پیدائش |
| ② شیث 150 برس کا تھا جب اس سے انوس پیدا ہوا | 5/6 // |
| ③ انوس 90 برس کا تھا جب اس سے قینان پیدا ہوا | 5/9 // |
| ④ قینان 70 برس کا تھا جب اس سے محلل ایل پیدا ہوا | 5/12 // |
| ⑤ محلل ایل 65 برس کا تھا جب اس سے یارو پیدا ہوا | 5/15 // |
| ⑥ یارو 162 برس کا تھا جب اس سے حنوک پیدا ہوا | 5/18 // |
| ⑦ حنوک 65 برس کا تھا جب اس سے متوخل پیدا ہوا | 5/21 // |
| ⑧ متوخل 187 برس کا تھا جب اس سے لمک پیدا ہوا | 5/21 // |
| ⑨ لمک 502 برس کا تھا جب اس سے نوح پیدا ہوا | 5/28 // |

⑩ نوح 502 برس کا تھا جب اس سے سم پیدا ہوا ⑪

⑪ سم 100 برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے 2 برس بعد ارقلسد پیدا ہوا۔

⑫ ارقلسد 35 برس کا تھا کہ اس سے عیر پیدا ہوا۔

⑬ عیر 34 برس کا تھا کہ اس سے فلج پیدا ہوا۔

⑭ فلج 30 برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔

⑮ رعو 32 برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔

⑯ سروج 30 برس کا تھا کہ اس سے نخور پیدا ہوا۔

⑰ نخور 29 برس کا تھا کہ اس سے تارا پیدا ہوا۔

⑱ تارا 70 برس کا تھا کہ اس سے ابرام پیدا ہوا۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے 88 سال کی ہو گئی ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر دو سال کی ہو۔ حساب کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساڑھے تین سو (350) برس تک زندہ رہے۔ (9/28 پیدائش) اور طوفان سے ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ $86 + 262 = 348$ برس کا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی 86 سال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہل کتاب قائل نہیں۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔ بعد ازاں مجھے کتاب ”تاریخ ابوالفداء“ میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے

⑬ یہ عبارت کہ نوح 502 سال کا تھا اس سے سم پیدا ہوا کتاب پیدائش میں نہیں ہے مگر کتاب پیدائش میں یہ ہے کہ نوح 600 سال کا تھا جب طوفان آیا۔ نیز یہ فقرہ ہے کہ سم طوفان کے 2 سال بعد 100 برس کا تھا جب ارقلسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوح 502 سال کا تھا جب سم پیدا ہوا۔

ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابو محمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری رحمہ اللہ (المتوفی 456ھ) نے بھی کتاب ”الفصل“ میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں، البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔ چونکہ نسب نامہ میں صحت اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔ ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارکہ درج کیا جاتا ہے۔

شَجَرَةُ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا قَابَتٌ وَقَرُّعُهَا فِي السَّمَاءِ لِسَيِّدِنَا وَمَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ ﷺ

حصہ اول

نمبر شمار	آباء الکرام	امہات العظام	امہات کے دو خیال
1	عبداللہ	آمنہ	اب: وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی ﷺ۔ ام: بروہ بنت عبد العزی بن عبدالدار بن قصی دیکھو سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی ﷺ۔
2	عبدالمطلب	فاطمہ	اب: عمر بن عائد بن عمران بن مخزوم بن یثظ بن مرہ (سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی ﷺ)۔ ام: صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یثظ بن مرہ (سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی ﷺ)۔
3	ہاشم	سلمی	اب: عمرو بن زید بن لہید بن خدش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ بن ثعلبہ خزرجی)۔ ام: عمیرہ بنت صخر بن حبیب ابن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار (ساکن مدینہ)۔
4	عبد مناف	عاتکہ	اب: مرہ بن ہلال بن قحج بن ذکوان بن ثعلبہ بن یثظ بن سلیم بن منصور (از سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی)۔ ام: ماویہ بنت حوزہ بن عمرو بن حصصہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از سلسلہ 17 آباء نبوی)۔
5	قصی	جہی	اب: ظلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ (وہو الخزاعی)۔ ام: ہند بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر (من الخزاعہ)۔
6	کلاب	فاطمہ	اب: سعد بن سل (خیر) بن حمالہ بن عوف بن عامر الجادری (کان اول من بنی جدار الکعبہ فقیل لہ جادار) از دشنوو۔ ام: ظریفہ بنت قیس بن امیہ ذی الراسین بن جشم بن کنانہ بن عمرو القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی)۔

① صخرہ کی ماں کا نام خمر بنت عبد بن قصی ثانی کا نام سلمی بنت عامرہ بنت عمیرہ بنت وادیہ بنت الحارث بن فہر ثانی کا نام عاتکہ بنت عبد اللہ بن وائل بن ظرب تھا۔

② عمیرہ کی ماں کا نام سلمی بنت عبد الاشہل اور ثانی کا نام ایٹکہ بنت عمرو تھا۔ ③ ماویہ کی ماں کا نام رقاش بنت الاحم اور ثانی کا کعبہ بنت الرافعی تھا۔

④ ہند کی ماں کا نام لیلی بنت مازن (من الخزاعہ) تھا۔ ⑤ عریقہ کی ماں کا نام صخرہ بنت عامر تھا۔

نمبر شمار	آباد اکرام	امہات العظام	امہات کے دو خیال
7	مرہ	ہند	اب: سرید بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک (سلسلہ نمبر 12 آباء نبوی) ام: امامہ (3) بنت عبدمنافہ بن کنانہ (سلسلہ نمبر 14 آباء نبوی)
8	کعب	مخشیہ	اب: شیبان بن محارب بن فہر ویکھو (سلسلہ نمبر 11 آباء نبوی ﷺ) ام: وحشیہ (2) بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصیٰ بن وعی بن جدیلہ
9	لوی	ماویہ	اب: کعب بن القین (ہو النعمان) بن جسر بن شعیب اللہ بن اسد بن ویرہ تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام: عاتکہ بنت کابل بن عذرہ
10	غالب	عاتکہ	اب: یحقلد بن النضر بن کنانہ (سلسلہ نمبر 13 آباء نبوی) ام: امیہ (3) بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعرب بن علی بن بکر بن وائل
11	فہر الملقب بقریش	لیلیٰ	اب: حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ (سلسلہ نمبر 16 آباء نبوی) ام: سلمیٰ (4) بنت طانجہ بن الیاس (سلسلہ نمبر 17 شجرہ ہذا)
12	مالک	جندلہ	اب: عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی ام: ہند بنت الظہیم بن مالک بن الحارث (جرہمی)
13	نضر	نکرشہ	اب: عدوان (حارث) بن عمرو بن قیس بن عیمان بن مضر (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی)
14	کنانہ	برہ	اب: مر بن اذ بن طانجہ (اخت تمیم بن مر) (طانجہ برادر مدرکہ) نمبر 16 ام:
15	خزیمہ	عوانہ، ہند	اب: سعد بن قیس بن عیمان بن الیاس ویکھو سلسلہ (17 آباء نبوی ﷺ) ام: وعدہ بنت الیاس (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی ﷺ)
16	مدرکہ	سلمیٰ	اب: اسلم بن الحاف بن قضاعہ ام:
17	الیاس	لیلیٰ (خندف)	اب: حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام: ضریہ بنت ربیعہ بن نزار (سلسلہ نمبر 19 آباء نبوی)
18	مضر	رباب	اب: حیدہ بن معد (سلسلہ نمبر 20 آباء نبوی) ام:

(1) امامہ کی ماں کا نام ہند بنت عدوان بن اسد خزیمہ ہے۔
(2) وحشیہ کی ماں کا نام ماویہ بنت صویحہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔
(3) امیہ کی ماں کا نام تماخر بنت الحارث اور تانی کا نام ربیعہ بنت کابل ہے۔
(4) سلمیٰ کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور تانی کا نام نضیب بنت ربیعہ ہے۔

نمبر شمار	آپاد اکرام	امہات العظام	امہات کے دو حیا اور نھیال
19	نزار	سودہ	اب: عک بن الریث بن عدنان (سلسلہ نمبر 21) ام:
20	معد	معانہ	اب: جوشم بن جلیہ بن عمر بن یزید بن جریہم ام: سلمی بنت الحارث بن مالک بن غنم (من جریہم)
21	عدنان	مہدو	اب: لہم بن حطب بن جدیس بن جاش بن ارم ام:

حصہ دوم

نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام

نمبر شمار	بروایت کلبی مندرجہ طبری [1]	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو نام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
			واخبرنی بعض انساب انه وجد طائفة من العلماء العرب قد حفظت لمعد اربعین اباً بالعربية الى اسماعیل و اجتحت لقولهم ذلك باشعار العرب و انه قابل بما قالوا من ذلك اهل الكتب فوجد العدد متفقاً واللفظ مختلفاً واملى ذلك على فكتبه عند (جلد ثانی ص 193)
22	اود	اود	
23	ہمیسع	ہمیسع	
24	سلامان	سلامان	ہمدع اور شاحب بھی اسی کو کہتے ہیں۔
25	عوص	عوص	منجر اور عیت بھی اسی کو کہتے ہیں۔
26	بوز	بوز	اس کو ثعلبہ بھی کہتے ہیں اور قبیلہ ثعلبہ اسی سے منسوب ہے۔
27	قموال	قموال	اسی کو یوز اور عشر القنا بھی کہتے ہیں۔ رسم عشرہ عرب میں اسی نے نکالی تھی۔
28	ابی	ابی	اس کو سعد رجب بھی کہتے ہیں۔ عرب میں ”رسم رجبیہ“ اسی نے نکالی۔

[1] حدثنی الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال حدثنا هشام بن محمد قال وكان رجل من اهل تدمر يكنى ابا يعقوب من مسلمة بنی اسرائيل قد قرأ من كتبهم و علم علماء قد ذكران بروحا بن تاريا كاتب ارمياہ اثبت نسب معد بن عدنان عنده و وصفه فی كنبه و انه معروف عند احبار اهل الكتب مثبت فی اسفارهم وهو مقارب لهذا الاسماء ما روى عن الكلبي محمد بن السائب اذكره من بعده و لعل خلاف ما بينهم من قبل الالسنه لان هذا الاسماء مترجمة من العبرانية (طبری جلد دوم ص 193 مطبوعه حسنيه المصر)

نمبر شمار	بروایت کلبی مندرجہ طبری	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو نام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
29	عوام	عوام	قوال اور بریح الناحب بھی اسی کو کہتے ہیں مکان فی زمن سلیمان علیہ السلام۔
30	ناشد	ناشد	مخلم ذوالعین اسی کا لقب ہے
31	حزا	حزا	حوالعوام
32	بلد اس	بلد اس	اسے محمل بھی کہتے ہیں۔
33	یدلاف	تدلاف	رائد اسی کا لقب ہے۔
34	طانخ	طانخ	اسی کو طاہب بھی کہتے ہیں عیقان اسی کا لقب ہے۔
35	جام	جام	اسی کا لقب الشحد ود ہے۔
36	ناحش	ناحش	اسی کا لقب علتہ ہے۔
37	ماخی	ماخی	اس کو اہل عرب "الظریب خاتم النار" کہا کرتے تھے۔
38	عمفی	عمفی	اس کو عافی اور عبقر ابوالحسن بھی کہتے ہیں۔ جنت عبقر اسی کی جانب منسوب ہے۔
39	عبقر	عبقر	اس کو ابراہیم جامع الشمل کہتے ہیں۔ جامع الشمل لقب اس لیے ہوا کہ اس کے عہد میں امن کامل تھا، راستے بے خطر جاری تھے۔
40	عبید	عبید	اسی کو اسماعیل ذوالمطانخ کہتے ہیں۔ ذوالمطانخ اس لیے کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیے سارے ملک میں ضیافت خانے مقرر کیے گئے۔
41	الدعا	الدعا	اس کو تیرت الطعان کہتے ہیں۔ پہلا شخص ہے جس نے نیزہ کا جنگ میں استعمال کیا۔
42	حمدان	حمدان	اسی کو اسماعیل ذوالاعوج کہتے ہیں۔ اعوج اس کے گھوڑے کا نام تھا۔ اب اعوج نسل اسپاں اسی کی جانب منسوب ہے
43	سنبر	سنبر	اسے ہشمن اور مطعم فی الجمل بھی کہتے ہیں۔ اس کے محل میں ہر شخص کے لیے کھانا تیار رہتا تھا۔
44	یثری	یثری	یثرم اور یث بھی اسی کا لقب ہے
45	نحزن	نحزن	نحزن نام اور تسور لقب ہے۔
46	لیخن	لیخن	لیخن نام اور عنود لقب ہے۔
47	ارعوے	ارعوے	رعوبے نام اور دعدع لقب ہے۔
48	عمیضی	عمیضی	ماقر لقب ہے۔

نمبر شمار	بروایت کلی مندرجہ طبری	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
49	دیشان	دیشان	لقب اس کا الزامیہ ہے۔
50	عمیر	عمیر	اسی کو عاصر اور نیدوان ذوالاندیہ کہتے ہیں۔ اسی کے عہد میں عبیت اور جاوان فرزند قادور میں جنگ ہوئی۔
51	اقتاد	اقتاد	اقتاد نام۔ ایامہ لقب ہے۔
52	ایہام	ایہام	یہامی نام دوس القلق اور اہمل الخلق لقب ہیں۔
53	مقصر	مقصر	مقاصری نام حصن اور نزال لقب ہے۔
54	ناحٹ	ناحٹ	
55	زارح	زارح	قبر لقب ہے۔
56	سی	شمی	سما نام الحشر لقب ہے۔
57	مزی	مزی	ہرم بھی اسی کو کہتے ہیں۔
58	عوض	عوض	اس کا لقب ثمر اور صفی بھی ہے۔
59	عرام	عرام	
60	قیدار	قیدار	

حصہ سوم

نمبر شمار	نام	عمر
61	اسماعیل علیہ السلام	137 سال
62	ابراہیم علیہ السلام	175 سال
63	تارہ (آذر)	205 سال
64	ناحور	159 سال

[1] قیدار کی بیوی کا نام عاصرو تھا جو قبیلہ جرم سے تھیں۔ [2] سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کا بیان آگے ملے گا۔

65	سروج	232 سال
66	رعو	239 سال
67	قارنج	239 سال
68	عابر	460 سال
69	ارقلشاد	438 سال
70	سام	602 سال
71	نوح علیہ السلام	950 سال
72	لاکھ	777 سال
73	متوشانج	969 سال
74	اشنوخ اور یس علیہ السلام	365 سال
75	یارو	962 سال
76	مہبل ایل	895 سال
77	قینان	910 سال
78	آلوش	905 سال
79	شیث علیہ السلام	912 سال
80	آدم علیہ السلام	930 سال

حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ انجیل متی و لوقا میں جو نسب نامہ حضرت مسیح علیہ السلام کا درج کیا گیا ہے اسے بھی ناظرین کی وسعت معلومات کی غرض سے اس مقام پر تحریر کر دیں۔ آغا ز نسب نامہ سے پیشتر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ عیسائی علماء حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب کو حضرت داود علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں مگر انجیل یوحنا (8) باب (48) درس سے ثابت ہے کہ یہود ان ہم عصر حضرت مسیح علیہ السلام کے اس مسلمہ شرف کا بھی انکار کرتے ہیں اور آجنگاب کونسل سامری (1) سے بتایا کرتے تھے۔

اس نسب نامہ کو بھی ہم تین حصوں میں بیان کریں گے۔

(1) سامری بھی بنی اسرائیل ہی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت داود علیہ السلام کا نام نہیں آ سکتا۔

از یوسف (شوهر مریم) تا زرو پابل

① لوقا نے یوسف سے زرو باہل تک 20 نسلیں اور ممتی نے 11 نسلیں درج کی ہیں۔

③ ہم کو بعض عیسائی عالموں نے بتایا کہ لوقا میں مریم کا نسب نامہ ہے اور متی میں یوسف کا، یا متی میں مریم کا نسب نامہ ہے اور لوقا میں یوسف کا۔ ہم خوش ہوتے اگر ایسا بھی ہوتا، لیکن زن و شوہر کے نسب ناموں میں امتداد زمانہ کا اس قدر تفاوت کہ ایک کے نسب نامہ میں 9 نسلیں کم ہوں اور ایک میں زیادہ بالضرور حیرت زا ہے۔

④ لوقا کا نسب نامہ ایسا بن زرو بابل پر اور متی کا نسب نامہ ایبود بن زرو بابل پر ختم ہوتا ہے اور ازراہ قیاس ممکن ہے کہ یوسف مریم زرو بابل کے دو فرزندوں میں سے ایسا اور ایبود نام کے فرزند تھے بھی۔ تواریخ باب 3/20, 19 میں ہم کو زرو بابل کے فرزندوں اور دختر کے نام تو ملے مگر افسوس ہے کہ ان میں ایسا اور ایبود کسی کا بھی نام نہیں۔

﴿۵﴾ لوقا اور متی نے بالاتفاق زرو بابل کو سیلتی ایل کا بیٹا لکھا ہے مگر تواریخ (18, 19) 3 سے ثابت ہوتا ہے کہ زرو بابل تو خدایاؤ کا بیٹا اور سیلتی ایل کا برادر زادہ تھا۔

① یہ انجیل کا لفظ ہے۔

حصہ دوم

سیالتی ایل سے داؤد علیہ السلام تک ہے اور چوں کہ سیالتی ایل کا نسب نامہ بائبل (توراة) میں بھی موجود ہے۔ اس لیے حصہ دوم میں بائبل کا ایک خانہ اور بڑھا دیا گیا ہے اور اس اضافے سے یہ فائدہ ہوگا کہ لوقا و انجیل کے علاوہ ایک تیسری الہامی کتاب (توراة) سے مطابقت کا حال بھی واضح ہو جائے گا۔

لوقا	متی	بائبل ①
1 سلاقی ایل	1 سلت ایل	1 سیالتی ایل
2 نیری	2 یکونیاہ	2 یکونیاہ (مکینیا)
3 ملکی	"	"
4 اوی	"	3 یہوی قیم
5 قوسام	3 یوساہ	4 یوساہ (یوشیا)
6 المودام	4 آمون	5 آمون
7 عمر	5 منسی	6 منسی
8 یوسس	6 خرقیہ	7 خرقیہ (خرقیہ)
9 العزر	7 آخز	8 آخز
10 یوریم	8 ییتام	"
11 متحنات	9 عزیاہ	10 عزریاہ (عزیا)
12 لیوی	عزیاہ	11 اصصاہ
13 سمعون	عزیاہ	12 یوآس
14 یہوداہ	عزیاہ	13 خزیاہ (آخزیا)
15 یوسف	10 یورام	14 یہورام
16 یونان	11 یہوسفط	15 یہوسفط (یہوشاہ فاط)
17 ایلپا قیم	12 آسا	16 آسا
18 ملیا	13 ایباہ	17 ایبا (امیا)
19 منینان	"	"

20	ہتھکھا	14 رجھام	18 رجھام
21	ناتن	15 سلیمان	19 سلیمان
22	داؤد	16 داؤد	20 داؤد
میزان	= 22	میزان = 16	میزان = 19

① از سلاقی ایل تادلو اور لوقا نے بائیس (22) نسلیں، متی نے سولہ (16) نسلیں اور بائبل نے انیس (19) نسلیں شمار کی ہیں۔

② لوقا تو سلاقی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے مگر متی اور بائبل سلاقی ایل کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مجھے ایک عیسائی نے بتایا تھا کہ سلیمان ہی کو ناتن کہتے ہیں، مگر التوا رنچ 3۔ باب کے پانچویں درس نے مجھے یہ جواب صحیح سمجھنے سے روک دیا، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ سمعا اور سو باب اور ناتن اور سلیمان یہ چارگی ایل کی بیٹی بنت سوع سے پیدا ہوئے۔

③ لوقا اور متی نے اس حصہ دوم میں بھی سلاقی ایل اور داؤد کے درمیان جتنے نام دیے ہیں وہ ایک دوسرے سے بالکل ہی مختلف ہیں۔ حصہ اول میں بھی ایسا ہی اختلاف تھا اور اس وقت یہ توجیہ گھڑی گئی تھی کہ ایک نسب نامہ کو مریم کا اور ایک کو یوسف شوہر مریم کا نسب نامہ سمجھ لینا چاہیے، لیکن وہ دونوں نسب نامے زرو بائل میں آ کر جمع ہو گئے۔ اب سلاقی ایل شخص واحد کے نسب نامے کسی طرح بھی دو نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ سلاقی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بھی ٹھہرایا جائے اور سلیمان بن داؤد کی نسل سے بھی۔ ہم اس فائدہ کو سمجھتے ہیں کہ اگر سلاقی ایل کا نسب نامہ ناتن بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد بیت المقدس کے امام سمجھے جاسکیں گے اور اگر سلاقی ایل کا نسب نامہ سلیمان بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد شاہان تخت نشین ثابت ہو جائیں گے، لیکن افسوس یہ ہے کہ دونوں نسب نامے تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔

④ ہم اس جگہ متی کے نسب نامہ کو لوقا کے نسب نامہ پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ متی کے نسب نامہ کی تصدیق بائبل کی کتاب اول تواریخ 3 باب سے ہوتی ہے، مگر لوقا کے نسب نامہ کی ذرا بھی تائید نہیں ہوتی۔ اگرچہ لوقا ہی نے تحریر کیا ہے کہ اس نے سب واقعات صحیح طور پر دریافت کر کے لکھے ہیں۔ (لوقا 1/3)

⑤ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ متی اور بائبل کا اتفاق بہت سے ناموں کے بارہ میں پایا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کی مطابقت بھی پوری نہیں ہوتی۔

ذرا نسب نامہ پر غور فرمائیے کہ متی نے یوسیاہ اور یکنوہ کے درمیان کوئی نام نہیں لکھا، لیکن بائبل کی دوم تواریخ 34/5 میں ایک نام موجود ہے اور اس باب کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوسیاہ کے بعد الیاہیم بن یوسیاہ تخت نشین ہوا تھا اور الیاہیم کا شاہی نام یہوئقیم تھا۔ اس کے بعد آپ کو اول تواریخ 3/16 سے پتا لگ جائے گا کہ یکنوہ یا یہوئقیم کا فرزند تھا، نہ کہ یوسیاہ کا، جیسا کہ متی نے ظاہر کیا ہے۔

⑥ متی (1) باب (9) درس میں ہے اور ”غریاہ“ سے ”یونام“ پیدا ہوا۔ ان الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یونام غریاہ کا صلیبی فرزند تھا جیسا کہ اس نسب نامے کے تمام نام اسی طرح بیان کیے گئے ہیں اور ان سب میں باپ بیٹے ہی کا رشتہ ہے، لیکن بائبل کے

① اصل کتاب میں جو یہیں لکھا گیا تھا وہ شمار کرنے میں غلطی لگی تھی، ماخذ بائبل میں بھی انیس (19) ہیں اور مصنف نے بھی انیس (19) ہی نقل کی ہیں۔

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- یورام یا یہورام سے خزیاء پیدا ہوا □ خزیاء سے یوآس پیدا ہوا
□ یوآس سے امصیاء پیدا ہوا □ امصیاء سے خزیاء پیدا ہوا

بائبل کی اس صراحت نے یقین دلایا ہے کہ یہاں بھی سینٹ متی کے قلم سے تین نسلوں کے نام رہ گئے ہیں۔

⑦ بعض عیسائی عالم بیان کرتے ہیں کہ سینٹ متی نے دیدہ دانستہ خزیاء اور یوآس اور امصیاء کے نام ترک کر دیے تھے۔ کیوں کہ ہر سہ اشخاص کے افعال ایسے برے تھے کہ ان کو ایسے پاک نسب نامہ میں جگہ نہ دینی چاہیے۔ یہ عذر صحیح ہو سکتا ہے اور ہم نے کئی اور نسب ناموں میں بھی ایسا طریق دیکھا ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ کیانی الواقع حضرت متی نے اسی اصول پر عمل کیا ہے تواریخ میں ہر ایک بادشاہ کی زندگی پر مختصر نوٹ موجود ہیں۔ مثلاً ان ہر سہ کے متعلق ذیل کی عبارات ہیں۔

”خزیاء: وہ بھی انخی اب کے گھرانوں کی راہوں (ناپسندیدہ) پر چلتا تھا۔“ (3-تواریخ 22/3)

”یوآس: خداوند اپنے خدا کے گھر چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگا۔“ (2-تواریخ 24/18)

”امصیاء: جو خدا کی نظر میں درست ہے سو اس نے کیا، پر تمام دل سے نہیں۔“ (2-تواریخ 25/2)

اگر ہم جرائم کے اعتبار سے ترتیب قائم کریں تو یوآس سخت مجرم ہے کہ بت پرستی کی۔ خزیاء اس سے کم کہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ امصیاء اس سے کم جس کے اعمال اچھے ہیں مگر خلوص نہیں ہے۔ اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں کے سوا کسی اور کی بابت ایسے ریمارکس (Remarks) یا اس سے سخت تر ریمارکس (Remarks) موجود ہیں؟ آخر کا نام متی کے نسب نامہ میں موجود ہے اور بائبل اس کی بابت بتاتی ہے: ”اس نے عظیم کے ڈھائے ہوئے بت بھی بنائے۔“ (2-تواریخ 28/2)

اُموں کی بابت ہے: ”جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا۔“ (2-تواریخ 33/22)

منسی کی بابت ہے:

”جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا۔ ان قوموں کے نفرتی کام کیے۔“ (2-تواریخ 33/20)

رجام کی بابت ہے: ”اس نے اور اسکے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے خداوند کی شریعت کو ترک کیا۔“

یہ تمام سندرات بتاتی ہیں کہ ان تین اشخاص جیسے جرائم اوروں کے بھی ہیں جن کے نام حضرت متی نے لکھے ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ انھوں نے اس اصول پر عمل نہیں کیا جو ہم کو آج ہمارے دوست بتاتے ہیں اور اس لیے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حصہ دوم میں متی کا نسب نامہ بھی بائبل سے مطابق نہیں ہے۔

حصہ سوم

حضرت داؤد علیہ السلام سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک جو نسب نامہ ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ کا حصہ سوم ہو سکتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ابن داؤد کا نسب نامہ تو اسی قدر ہے جہاں تک داؤد علیہ السلام کے ساتھ آکر سلسلہ مل جائے اور اس سے آگے جو سلسلہ ہوگا وہ داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ ہوگا اور داؤد علیہ السلام کے نسب نامہ میں مندرجہ بائبل میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

نسب نامہ کے حصہ سوم میں قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آدم علیہ السلام تک اہل کتاب میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تاہم حضرت داؤد علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نسب نامہ مزید یمن و تہرک کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔

نام	کیفیت
داؤد علیہ السلام	30 سال کی عمر میں سلطنت پائی۔ 40 سال سلطنت کے بعد تقریباً 1015 قبل مسیح علیہ السلام رو گرائے عالم بجا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت 945 سال قبل مسیح میں تھی۔
یسی	
عوبید	
بوعز	ان کی زوجہ کا نام روت ہے جس کے نام کی کتاب روت بائبل میں شامل ہے
سلمون	ہمراہیان موسیٰ علیہ السلام میں سے حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ یہی داخل ارض مقدس ہوئے۔ ان کی زوجہ کا نام راحب تھا۔
نحشون	نحشون بنی اسرائیل کے ان سرداروں میں سے ہے جو ہزاروں کے سردار تھے اسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے بیابان سینا میں بنی یہودہ کی مردم شماری مصر سے نکلنے سے 14 ماہ بعد کی تھی۔ اس وقت اس فرقہ کے جنگ جو اشخاص کی تعداد جو چوبیس (24) سال سے اوپر تھے چوبیس ہزار چھ سو (74600) تھی۔ (کتاب گنتی باب 1 درس 1 تا 27) یہ واقعہ 1490 قبل مسیح تھا۔
عمیداب	عربی تلفظ (عمیدآداب) ہے۔
آرام	عربی تلفظ (آرام) ہے۔
حصروم	عربی تلفظ (حصرومن) ہے۔
پھارس	عربی تلفظ (فارص) والد کا نام تہر ہے جس کا قصہ کتاب پیدائش میں موجود ہے
یہوداہ	عربی تلفظ (یہودا)
یعقوب علیہ السلام	
اسحق علیہ السلام	
ابراہیم علیہ السلام	ان کا ذکر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ میں ہے۔



شجرہ عالیہ نبویہ ﷺ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات ﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾

آدم علیہ السلام

نوح بشر کے والد بزرگوار اور پہلے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کے لیے پیدا کیا۔ انھوں نے 930 سال کی عمر پائی۔ شیث (سیت) علیہ السلام جب ان کے گھر پیدا ہوئے تب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر 130 سال کی تھی۔^[1] قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدائش کے بعد جنت میں ٹھہرانے کا ذکر ہے۔ اس جنت کے تعین کرنے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ابو القاسم بخاری و ابن قتیہ و ابو مسلم اصفہانی رحمہم اللہ کا قول ہے کہ یہ زمین ہی پر ایک مقام تھا۔ دیگر مفسرین نے آسمان پر بتایا ہے۔ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ جنت، جنت خلد سے الگ تھی۔ بعض نے اسے جنت خلد ہی بتایا ہے۔^[2] اسلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی بابت جو حقائق عالیہ بیان کیے ہیں ان کا ذکر آپ کو اسی کتاب کے باب الفضلیت سید المرسلین ﷺ اور باب اساطیر الاولیاء میں ملے گا۔

نوح علیہ السلام

رب العالمین کے پہلے رسول ہیں۔ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت نوح کی عمر 600 سال کی تھی جب طوفان آیا۔ یعنی عمر نوح سے 600 کے دوسرے مہینے کی 17 تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس دن (40) چالیس رات (40) تک برابر آسمان سے پانی برستا اور سمندر کے چشموں سے پانی اچھلتا رہا، جو کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی تھی۔ اس کا طول 200 ہاتھ، عرض 50 ہاتھ، بلندی 30 ہاتھ تھی اور اس کے اندر تین (3) طبقے تھے۔ 500 دن کے بعد پانی زمین سے کم ہونا شروع ہوا اور 601 عمر نوحی سے دوسرے مہینے کی 27 تاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام نے زمین پر قدم رکھا اور بعد طوفان 350 سال تک زندہ رہے۔^[3]

تاریخ اسلام میں حضرت نوح علیہ السلام کو ”آدم ثانی“ بھی کہتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے:
﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ﴾ (الصافات: 77) ”ہم نے نوح ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔“
حضرت نوح علیہ السلام کے تین (3) فرزند تھے جن کی نسل تمام معمورہ دنیا کی آبادی و رونق بن رہی ہے۔
حضرت نوح علیہ السلام کا چوتھا بیٹا یام تھا جو عمل غیر صالح ہونے کی وجہ سے غرق طوفان ہوا تھا۔

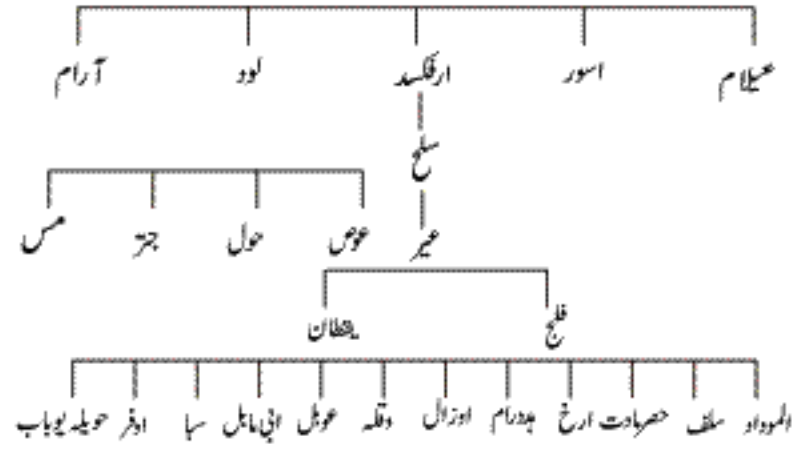


[1] از کتاب پیدائش مٹھا

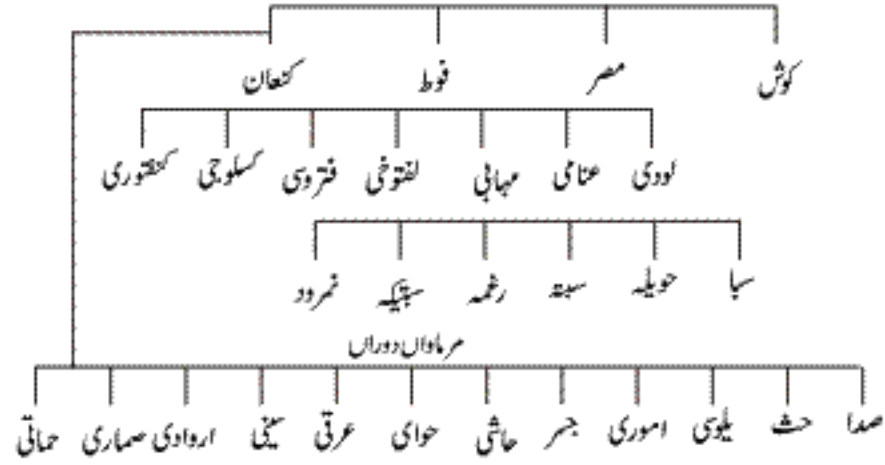
[2] ملخصاً از ”پدایہ السائل“ جواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ

[3] پیدائش (5، 4) 6

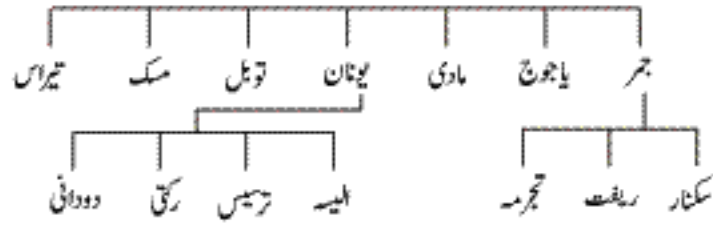
سام کی اولاد



حام کی اولاد



یافث کی اولاد



۱. سام، حام اور یافث کی اولاد کے جملہ نام کتاب پیدائش سے لیے گئے ہیں۔

سام کا حال

سام (سم) حضرت نوح علیہ السلام کے بڑے فرزند کا نام ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی 502 سال کی عمر تھی جب ان کے منکوعے نبوت میں یہ اولین فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت سام ان تمام اقوام کے پدر اور جملہ السنہ کے معلم نخستین (اول) ہیں، جن کا نام یورپین مؤرخین نے سیمی ٹیک رکھ دیا ہے۔ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سامی زبان کا وجود ایشیا اور افریقہ کے اندر برابر پایا جاتا ہے۔ فونی شین، ارمیک، اسیرین، انتھی، اوپک زبانیں سامی ہی سے نکلی ہیں اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ عبرانی اور عربی زبانیں جملہ سامی السنہ کے اندر زیادہ شاندار اور خزانہ علمی سے مالا مال ہیں۔

مشہور قدیم مؤرخ سپر نجر اور سکریڈراپنے قدما کے اتباع میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہے۔ قرآن مجید نے یہ آیت ﴿لَتَسْلُكُنَّ اُمَّ الْقُرْىٰ وَمِنْ حَوْلَهَا﴾ [الانعام: 92] میں مکہ کو ام القرى یعنی بستیوں کی ماں بتایا ہے اور یہ ارشاد ان مؤرخین کی اس محققانہ جدوجہد کی تصدیق فرماتا ہے۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہو گئی ہے کہ قدیم تر زمانہ میں کچھ قومیں ریگستان عرب سے نکل کر اس کے گرد و نواح کی قابل کاشت اراضی پر آباد ہوئی تھیں۔ اس کا ثبوت اس طرح حاصل ہوا ہے کہ عرب ہی وہ لوگ ہیں جن میں سیمی ٹیک کیریکٹر (سامی عادات و اطوار) اصلی حالت میں پایا جاتا ہے، کیوں کہ ان کی سادہ زندگی ہمیشہ یکساں طریق پر چلی آئی ہے۔

اہل عرب کی زبان ہی ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے۔ عبرانی زبان بھی کسی قدیم زمانہ میں محفوظ تھی جس کی یادگار اس وقت اہل علم کے ہاتھ میں پیشا کے کتبے یا سلوآم کا کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

سلطنت یہود کا زوال اور اشدودیوں کے ساتھ یہودیوں کی مناکحت، بنی اسرائیل کی اسیری، بیت المقدس کی بربادی، یہودیوں کا مختلف ممالک میں منتشر ہو جانا یہ ایسے قدرتی اسباب تھے کہ عبرانی زبان اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہی اور ان اسباب سے اس قدر انقلاب عظیم ہوا کہ آخر یہود کی اصلی زبان بجائے عبرانی کے آرمیک بن گئی۔

جب عبرانی کا یہ حال ہے تو دیگر سامی السنہ کا ذکر فضول ہے۔

فونی شین زبان کی واقفیت اہل علم کو صرف ان کتابت سے ہوئی جو چار صدی قبل از مسیح کے دستیاب ہوئے ہیں، لیکن یہ زبان اس قدر حجاب نسیان میں آ چکی ہے کہ ان کتابت کے پڑھنے والوں کو بھی خود وثوق نہیں کہ جو پڑھا وہی ٹھیک ہے۔

آرمیک زبان کبھی تمام کنعانیوں کی زبان تھی۔ جہاں جہاں کنعانی قومیں عمدہ عمدہ چراگا ہوں کی تلاش میں کنعان سے چینی ترکستان تک پہنچتی رہیں۔ یہ زبان بھی وہاں گئی۔ خیال ہے کہ لفظ اِزْم جو قرآن میں بکسر اول و فتح ثانی اور توراۃ میں بفتح حسن مستعمل ہوا ہے اسی قوم کی یادگار ہے۔ اب یہ زبان بھی نقاب نیستی کے پردہ میں پنہاں ہے۔

سامریا کی زبان میں ایک کتاب پنڈلی لوک کا نشان دیا جاتا ہے۔ اس کی زبان پر غور کرنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عربی و عبرانی اور آرمیک زبانوں سے بنائی گئی ہے۔ اس لیے اول تو وہ پہلے ہی سے کوئی مستقل زبان نہ تھی۔ دوسرے اب اس زبان کا تلفظ

یالغت بتانے سے کل دنیا گوئی ہے۔

سریک یا اڈیسن زبان ان عیسائی آرمینیا والوں کی زبان تھی جن کا دار السلطنت پانچویں چھٹی صدی مسیحی میں اڈیرہ تھا، مگر اس نوزائیدہ بچہ کو زیادہ عمر نصیب نہ ہوئی۔

المختصر

عربی ہی ایک ایسی واحد اور وحید زبان رہ جاتی ہے جو سام علیہ السلام کی تعلیم کردہ زبانوں میں سے زندہ و توانا موجود ہے شام اور عراق و مصر اور فلسطین اور مراکوکو اور تیونس اب تک اس کے زیر نگین ہیں اور آکسفورڈ سے برازیل تک اس کی سیرگاہیں ہیں۔

سامی زبانیں

جو مماثلت اور مشابہت اور تعلق باہمی اپنے اندر رکھتی ہیں وہ یہ ہیں۔

① سہ حرفی مصدر کا پایا جانا۔ ② اسم اور فعل کے قاعدوں میں مشابہت۔

③ اسماء، ضمائر اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات۔ ④ تراکیب نحوی میں مشابہت۔

⑤ فعل لازم و متعدی کے طریقے۔

اب جو کوئی شخص عربیت میں مہارت رکھتا، صرف و نحو عربی کو بخوبی جانتا اور علم ادب کا دانا ہے، اسے بخوبی معلوم ہے کہ ان جملہ امور میں زبان عربی کیسی مکمل، مستقل اور ہمہ گیر ہے اور یہی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ زبان عربی ہی ان تمام السنہ کی ماں ہے جو طوفان کے بعد کسی متمدن حصہ عالم پر کبھی پائی گئی تھیں، جیسا کہ حضرت سام علیہ السلام ان ممالک کے جملہ باشندہ اقوام کے پدر بزرگوار ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام

75 سال کے تھے جب اللہ کے حکم سے اپنی زاد بوم اور باپ کے وطن سے نکلے اور کنعان بن حام کے علاقہ میں پہنچے۔ سیدہ سری زوجہ اور لوط علیہ السلام برادر زادہ ساتھ تھے۔ اللہ نے وعدہ کیا کہ یہی ملک ان کی اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر وہ مصر گئے۔ فرعون نے سیدہ سری کو حسین سمجھ کر اپنے لیے لے لیا اور اللہ کا قہر اس پر ظاہر ہوا۔ فرعون نے سیدہ سری کو واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر کنعان میں واپس آئے۔ تب لوط علیہ السلام ان سے جدا ہو کر دریائے یرون کی ترائی کی طرف چلے گئے۔ وہ شہر صدمہ میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کدر لا عمر شاہ عیلام نے اپنے تین اتحادی بادشاہوں کے ساتھ بادشاہ صدمہ اور اسکے چار اتحادی بادشاہوں سے جنگ کی اور جنگ میں فتیاب ہو کر لوط علیہ السلام کو بھی مع ان کے مال و متاع کے اسیر کر کے لے گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو انھوں نے حوبہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے ان کا تعاقب کیا اور لوط علیہ السلام کو مع سب اسیروں کے چھڑا لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔

ان کی واپسی پر صدمہ کا بادشاہ اور سالم کا بادشاہ صدق ① جو خدا کا کاہن تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غنیمت کا دسواں حصہ ملک صدق کو دیا اور باقی سب مال بادشاہ صدمہ کو واپس کر دیا۔ خود مال غنیمت سے کچھ نہ لیا۔ البتہ

① ملک صدق کے حلق عیسائیوں کا عجیب اعتقاد ہے۔ پولوس عبرانیوں کا خط باب 7 میں لکھتا ہے یہ بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا اخیر۔ بیشک کاہن ہی رہتا۔ عیسائی اسے ازلی ابدی اور بے نسب نامہ ہونے میں خدا کے مشابہت بتاتے ہیں۔

اقوام انیر واسکال اور ہمیری کے جو جنگ جو لوگ ساتھ تھے ان کو حصہ عطا کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے، تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 سال کی تھی۔ ③ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 سال کی ہوئی، تب اللہ نے ان سے روایا میں فرمایا کہ وہ ہر ایک بچہ کا جب وہ 8 دن کا ہو ختنہ کیا کریں اور یہ ابدی نشان اللہ کے عہد کا اس کی نسل میں ہوگا۔ ④

حضرت ابراہیم علیہ السلام 99 سال کے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تیرہ 13 سال کے جب ان کا ختنہ ہوا۔ یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام قادس اور سور میں ٹھہرے اور جرار میں قیام کیا۔ جرار کے بادشاہ ابی ملک نے حضرت سارہ کو اپنے قبضہ میں کیا، مگر خدائے عزوجل کی طرف سے آگاہ ہو کر اس نے سارہ کو پھیر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سو (100) سال کے تھے جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر ابی ملک شاہ جرار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معاہدہ اتحاد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دیر تک فلسطین کے ملک میں رہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی ربقہ بنت متوایل بن نخور (براہر حقیقی حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے 175 سال کے بعد انتقال فرمایا۔ ⑤

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ”ابو محمد“ بھی ہے اور ابوالانبیاء بھی۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انبی کی نسل پاک سے نبی ہوتے رہے، ان کی ذریت سے باہر پھر کوئی نبی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ [احکوت: 27]

”ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیم (علیہ السلام) ہی کی ذریت میں کر دیا۔“

اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب عمود عالم ثالث بھی ہے۔ ان کا احوال مبارکہ آئندہ ابواب میں مذکور ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

ام المسلمین سیدہ ہاجرہ علیہا السلام ⑥

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام بڑے درجے کی خاتون ہیں۔

- | | | | |
|---|----------------------------------|---|--|
| ① | کبیرہ مصر | ② | زوجہ خلیل الرحمن ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہما والسلام |
| ③ | محدث ملائک | ④ | والدہ اسماعیل علیہ السلام |
| ⑤ | ام العرب المستعربہ | ⑥ | بانہ بلدۃ الامین مکہ معظمہ |
| ⑦ | جدۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں | | |

① بخاری میں 80 سال سے: 3356 ② پیدائش (15۲9) 17/ - ③ 13/8 25/8 وہ مکہ کے مغارہ میں جو مرے کے آگے ہے دفن کیے گئے۔

④ سورہ حج میں ہے: ﴿مَلَّةً اٰیٰتُکُمْ اِبْرٰہِیْمَ هُوَ مَسْمُومٌ الْمُسْلِمُوْنَ﴾ [حج: 78] اس آیت سے ام المسلمین کا لقب حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لیے استنباط کیا گیا ہے

⑤ محدث فتح وال اسے کہتے ہیں، جس سے فرشتے باتیں کریں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس ملائک کا آنا، باتیں کرنا، توراۃ اور عادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اس لیے ان کو ”محدث“ لکھا گیا ہے۔

ان کا نام عبرانی میں (ہاغار) ہے اور جب فرعون مصر نے سیدہ سارہ علیہا السلام کی کرامت کو دیکھ کر ہاجرہ علیہا السلام کو سارہ علیہا السلام کے ساتھ کر دیا تھا، تب ان کا نام آجر ٹھہرا۔ یعنی یہ اس مصیبت کا اجر ہیں جو سارہ علیہا السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے ظلم سے اٹھانی پڑی۔ پھر جب انھوں نے ہجرت الی اللہ کی اور آ کر مکہ میں اس لیے آباد ہوئیں کہ ان کی اولاد بیت اللہ الحرام کی آبادی اور توحید کی منادی کرے، تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا۔^[1]

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو سیدہ سارہ علیہا السلام نے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دیا تھا۔^[2] وہ نکاح سے پہلے ہی سال بارہر ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 برس کی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند نرینہ کے دیدار سے سرور فرمایا۔ یہ مولود مسعود شکم مادر ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سامنے آ کر سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو بشارت دی کہ وہ بیٹا بنے گی اور اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ نیز بتا دیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی۔^[3]

رب العالمین کو منظور یہ تھا کہ بنو اسماعیل کو ایک مستقل شاندار قوم بنائے۔ اس کی تقریب یہ ہوگئی کہ ہاجرہ کے حاملہ ہوتے ہی سارہ کی محبت اس سے جاتی رہی اور یہ سمجھ کر کہ اب ہاجرہ اسے حقیر سمجھتی ہے خود اس سے حقیر کرنے لگی اور زور دیا کہ ہاجرہ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو بنو اسماعیل سے اپنے گھر کی خدمت کا لینا منظور تھا، یہ مصلحت ابراہیم علیہ السلام کو وحی ربانی نے سمجھا دی اور انھوں نے خوشی خوشی پہلوئے بیٹے اور پیاری بیوی کو اس سنان بیابان میں آباد کیا، جہاں اب مکہ ہے:

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ [ابراہیم: 37]

”اے رب! میں نے اپنے کنبہ کا ایک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں آباد کرتا ہوں کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لیے نماز کو قائم کریں۔“

صحیح البخاری میں ہے: لَيْسَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ^[4] (مکہ میں اس وقت نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی اور شوہر میں یوں باتیں ہوئیں: اِلَاسِي مَنْ تَرَكْنَا۔ قَالَ اِلَى اللَّهِ۔ قَالَتْ رَضِيتُ بِاللَّهِ^[5]

ہاجرہ: ہم کو کس کے پاس چھوڑ چلے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام: ”اللہ کے پاس۔“ حضرت ہاجرہ علیہا السلام: ”میں اللہ پر راضی ہوں۔“
توراة کی کتاب پیدائش میں ہے کہ جب ہاجرہ علیہا السلام کے پاس پانی ختم ہو گیا اور اسماعیل علیہ السلام پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے تب خدا کا فرشتہ پھر ہاجرہ علیہا السلام خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسماعیل علیہ السلام کی نسل کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور ان کے لیے ایک کنواں بھی ظاہر ہو گیا۔^[6]

صحیح البخاری میں ہے:

”فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَإِذَا جَبْرِئِلُ وَعَمَزَ عَقْبَهُ، عَلَى الْأَرْضِ فَلْيُبَشِّقِ الْمَاءُ“^[7]

ہاجرہ علیہا السلام نے ایک آواز سنی تو انھوں نے کہا کہ اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو سامنے آؤ، جبریل علیہ السلام آگئے انھوں

[1] بمعنا وہ نبی کی کتاب 54 باب کے درس اول میں حضرت ہاجرہ کی بابت یہ الفاظ ہیں: ”بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد و جسم دلی کی اولاد سے زیادہ ہے۔“ الفاظ ”بے کس چھوڑی ہوئی“ ترجمہ ہے ہاجرہ کا اور اس درس میں ہاجرہ و سارہ کا تذکرہ ہے۔ [2] پیدائش 4/16 [3] پیدائش 16-10-11 [4] بخاری: 3364, 3365

[5] بخاری: 3364, 3365 [6] باب 21 درس 15 [7] بخاری: 2368, 3365

نے زمین پر ایڑی کو مارا اور زمین سے پانی پھوٹ پڑا۔

صحیح البخاری اور توراۃ کی ان روایات سے معلوم ہوا ہے کہ ہاجرہ علیہا السلام کا درجہ اللہ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ کبھی فرشتہ سامنے آ کر ان سے بات کرتا ہے اور کبھی آسمان سے پکار کر ان کو خطاب کرتا۔ نیز ان کی کرامت کے لیے کنواں غیب سے ظاہر ہو گیا تھا۔ افسوس ہے کہ اہل کتاب ان فضائل سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے درجہ کو گھٹانے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ لونڈی تھیں۔

مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت سارہ علیہا السلام کی خدمت کے لیے دیا تھا۔ صحیح البخاری میں ہے:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ہاجرۃ ابراہیم بسارۃ فاعطوها اجرۃ فرجعت فقال اشعرت ان اللہ عز وجل حبب الکافر والخدم ولیدۃ؟^[1]

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام و سارہ علیہا السلام ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہاں سیدہ سارہ کو ہاجرہ علیہا السلام بہہ میں ملی اور سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر کہا، آپ کو خبر ہے کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کیا اور ہم کو ایک لڑکی خدمت کے لیے دی۔“

و قال ابن مسیر عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعدمہا ہاجرۃ^[2]

ابن مسیر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ (شاہ مصر نے) ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا تھا۔^[3] مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھنا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام لونڈی تھیں بالکل ہی بعید ہے۔ اہل کتاب کے مزید اطمینان کے لیے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں۔

یہودیوں کے زبردست مفسر توراۃ ربی شلومو اٹلی نے باب 16 کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بابت مندرجہ الفاظ تحریر کیے ہیں: اہٹ برعہ ہاینا کشوا نسیم شنعسوا اسارہ امر مو طالب شتیہا بتی شفحہ بیت زہ لو کبیرۃ بیت اخیر^[4] وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اس نے کرامات کو دیکھا جو یوحنا سارہ واقع ہوئی تھیں تو کہا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہو رہا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ (1) ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی دختر تھیں۔ (2) شاہ مصر پر حضرت سارہ علیہا السلام کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی کو بطور خادمہ ان کے ساتھ کر دینا اپنے اور اپنے خاندان کے لیے فخر و عزت کا باعث سمجھا۔ مبارک ہے سارہ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزت جانا، مبارک ہے ہاجرہ خاتون جس کی تربیت ابتدائے عمر ہی سے خلیل الرحمن علیہ السلام کے گھر میں ہوئی۔

ربی شلومو مفسر توراۃ کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس

[1] بخاری: 2635، 2217، تاریخ دمشق لابن عساکر: 245/3، کنز العمال: 32302 [2] حدیث شریف کا لفظ خادمہ عبرانی لفظ شخہ کا مترادف ہے۔ یہ لفظ ہاجرہ خاتون کے والد نے استعمال کیا تھا شخہ کا ترجمہ خادمہ ہے۔ [3] بخاری: 2635، 2217 [4] براہین باہرہ فی حریۃ ہاجرہ۔ مولانا غلام رسول چڑیا کوٹی

قدرِ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لونڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں۔

① وہ لونڈی غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں، ان کو ”شیبوت حرب“ بولا جاتا ہے۔

② وہ لونڈی غلام جو روپیہ سے خرید کیے جاتے ہیں ان کو ”مققت کسف“ بولا جاتا ہے۔

③ ایسے بچے جو لونڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوں، ان کو ”پلید بائٹ“ بولا جاتا ہے۔

اب تمام توراۃ کو دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ توراۃ میں حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ نے (آمیتسی) کہا ہے اور یہ عبرانی لفظ عربی لفظ ”امّہ“ کا ہم معنی ہے، جس کا ترجمہ لونڈی بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ بالکل ہی کم فہمی ہوگی کہ ایک سوت نے اپنی سوت کو کچھ رنج اور غصہ میں کہہ دیا ہوا ہے حقیقی معنی میں صحیح ہی تصور کر لیا جائے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو سارہ علیہا السلام کی خدمت کے لیے دیا تھا، ممکن ہے کہ ہمارے دوست اسی اقرار کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لونڈی ہونے کی قطعی دلیل بتائیں، لہذا مناسب ہے کہ اول کتاب پیدائش کے 30 باب کو پڑھ جائیں۔

① حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مسماۃ لیاہ کی لونڈی کا نام زلفہ ہے اور مسماۃ زلفہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ان مسمیٰ جدو مسمیٰ آشری والدہ ہے۔

② حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مسماۃ راحیل کی لونڈی کا نام باہہ ہے اور مسماۃ باہہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ان مسمیٰ دان و مسمیٰ نفتالی کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزند یعنی جدو آشرو دان و نفتالی۔ اسرائیل کے ان بارہ (12) فرزندوں میں سے ہیں، جن کو یعقوب علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں اور توراۃ کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کمتر نہیں بتایا گیا یا ”لونڈی بچہ“ نہیں کہا گیا۔

زلفہ اور باہہ کے ذکر کو جانے دو، خود لیاہ اور راحیل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی لڑکیاں اور بقول توراۃ حضرت یعقوب علیہ السلام کی جوروئیں ہیں۔ یہ دونوں اپنے لونڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں:

”راخل اور لیاہ نے جواب میں اسے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے کیا ہم اس کے

آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں کہ اس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا۔“ ③

راخل اور لیاہ وہی خواتین ہیں، جن کے فرزند موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ دونوں خود اپنی زبان سے زرخیز ہونے کا اقرار کرتی ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی شان میں زبان کھولنے کا رہ جاتا ہے، حالانکہ ان کے متعلق ایسا کوئی لفظ توراۃ میں موجود نہیں۔

اہل کتاب یہ بھی غور کریں کہ انھوں نے مصر کی شہزادی کو تو صرف اس لیے لونڈی بنایا کہ اس کے باپ نے اسے خاندان نبوت کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا، لیکن یوسف علیہ السلام کی بابت کیا کہیں گے جن کو مصر میں مدیانیوں نے فوطیغار کے ہاتھ بیچا تھا۔ ④ اس

کے بعد ہی کتاب پیدائش کے 39 باب کے 7 درس کو پڑھو، اس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جو روکی آنکھ یوسف علیہ السلام پر لگی، پھر باب بالا کے 19/20 درس کو پڑھو، جب اس کے آقا نے ایسی باتیں جو اس کی جو رو نے کہیں کہ تیرے غلام نے مجھ کو یوں کیا، سنیں تو اس کا غضب اس پر بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اس کو پکڑا۔

ان ہر سہ حوالہ جات میں فوطیفار کو یوسف علیہ السلام کا آقا بتایا گیا ہے اور درس 19 میں ہے: ”فوطیفار کی عورت نے یوسف کو غلام کہا تھا“ کیا ان الفاظ کے استعمال سے فی الواقع یوسف علیہ السلام غلام ہی بن گئے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے کہ فوطیفار کے خرید لینے سے حضرت یوسف علیہ السلام فی الواقع غلام نہیں ٹھہرے تو یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے ساتھ آنے سے ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں بن گئی تھیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے کہہ دینے سے بھی ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں ٹھہری تھیں۔ والحمد لله علی ذلک۔

جو لوگ عربی روایات کو پڑھتے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ عربی زبان میں ولید، جاریہ، امہ کے الفاظ دختر کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور لونڈی کے لیے بھی اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اسلام لونڈیوں کو انھیں الفاظ سے مخاطب کرتا ہے ہے جو لڑکیوں اور دختروں کے لیے اصل لغت میں وضع ہوئے ہیں۔ اسی لیے ایسے لفظ کو اگر ہاجرہ خاتون کے لیے مستعمل شدہ دیکھیں تو یہ نہیں خیال کر لینا چاہیے کہ اس سے حضرت ہاجرہ کافی واقع لونڈی ہونا ثابت ہوتا ہے، بلکہ ان کو صحیح بخاری کے الفاظ جو نبی علیہ السلام کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں یاد رکھنے چاہئیں اور وہ الفاظ فاسخ دمہ میں خدمت کرنے سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہو جاتا۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے دس (10) سال تک نبی ﷺ کی خدمت کی تھی، لیکن کوئی شخص بھی ان کو غلام نہیں کہتا۔

یعقوب علیہ السلام نے تنہا ل سے واپس آ کر جب اپنے بھائی یسوع کے لیے کچھ تحفے بھیجے تھے، تو اپنے ملازمین کو سکھا دیا تھا کہ یسوع سے ان الفاظ میں گفتگو کریں۔ تیرے غلام یعقوب نے یہ تحفے بھیجے ہیں۔ تیرا غلام یعقوب خود بھی پیچھے آ رہا ہے۔ غور کریں ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوب علیہ السلام کو یسوع کا غلام دچا کر نہیں سمجھتا۔ [1]

دہلی کے شریف گھرانوں میں بچی کو لونڈی یا کہہ کر بلا تے ہیں، لیکن اس سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ وہ لڑکی بیٹی نہیں لونڈی ہے۔ ان اشارات کے بعد امید ہے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام

آپ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند ہیں، جو ہاجرہ علیہا السلام خاتون کے لطن اطہر سے پیدا ہوئے۔ باپ نے ان کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا، [2] جو صبح اللہ کا ہم معنی ہے۔ یہ معنی توراۃ کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کیے گئے ہیں۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ [3] ان کا ختنہ اسی روز کیا گیا جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ بھی کیا تھا، کیوں کہ اسی روز یہ حکم ہوا تھا کہ خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ میں رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے، جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ [4] پس اسماعیل علیہ السلام وہ فرزند ہیں جو عہد کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے ہی روز خدا نے برتر کے عہد میں داخل ہوئے اور فرزند عہد ٹھہرے۔

افسوس کہ عیسائی ایسے مبارک مولود کو عہد کا فرزند تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو

[1] پیدائش باب 32 درس 18-20 [2] پیدائش 16-15-14 [3] پیدائش 17-21 [4] پیدائش 17-10

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ ہوتا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم واسماعیل علیہ السلام ہی نے خانہ کعبہ کی عمارت تیار کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاذْكُرْ فَعِزُّهُمْ الْقَوَاعِدُ مِنَ الْبَيْتِ وَاسْمَاعِيلُ﴾ [البقرة: 127]

”جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔“

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ بنی جرہم کے سردار موسیٰ مضاہ کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاہ اپنے علاقے کا واحد فرماں روا تھا۔ ایسے اعلیٰ خاندان کی بیٹی کا رشتہ ٹل جانے کی وجہ صرف سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی ذاتی کرامت اور خاندانی فضیلت تھی جو عرب جیسی تجارت پیشہ قوم سے جو ہر سال موسم سرما میں مصر جایا کرتے تھے، مخفی نہ رہ سکتی تھی۔ [۱] تو راقہ میں ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی مصر میں کی تھی، ممکن ہے کہ کوئی مصری عورت بھی ہو، مگر یہ متحقق ہے کہ اولاد جرہمی عرب بیوی سے ہوئی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی وہ بزرگ ہیں جن کو ”ذبیح اللہ“ کا لقب حاصل ہوا۔ اہل کتاب کا دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور جمہور مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ مسلمانوں کا حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے سے انکار معاذ اللہ اس بنا پر نہیں جس بنیاد پر اہل کتاب کا ہے۔ اہل کتاب اسماعیل علیہ السلام کی ہر ایک فضیلت سے انکار کرنے کو لازمہ مذہب سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہ السلام دونوں برابر ہیں۔ چچا کو حسن و آب حدیث ہی میں فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی عام تر یہ ہے کہ ہم ہر ایک نبی پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اس لیے یہ کسی مسلمان سے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ کسی نبی اللہ کی فضیلت کا انکار محض حسد و عناد سے کرے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

چنانچہ جن معدودے چند مسلمان عالموں کے نزدیک حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا ثابت ہوتا تھا، انھوں نے آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار کیا ہے اور متاخرین نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور بائیں ہمہ ایسے علماء کی ذات پر کسی نے بھی کسی فرد مایہ (غیر معیاری) لفظ کا استعمال نہیں کیا۔

بات یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ گہی شہادت قرآن مجید کی ہے:

﴿وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۚ رَبُّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۚ فَبَشِّرْنَاهُ بِعُلْمٍ خَلِيمٍ ۚ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَتُوبُ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَٰكَفٍ ۚ فَعَلْ مَا تَأْمُرُ ۚ فَجَذَبْنَاهُ لِنَا ۖ إِنَّكَ مِنَ الصَّابِرِينَ ۚ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۚ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَٰأِبْرَاهِيمُ ۚ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۖ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۚ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۚ وَهَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ۚ وَتَوَكَّلْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۚ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۚ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۚ إِنَّهُ، مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَبَشِّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ [37: الفط: 99-112]

[۱] بخاری: 3365 کے الفاظ ہیں۔ فَمَرَّ نَاسٌ مِّنْ جُرْهُمَ فَتَنَحَّجَ فِيهِمْ أَمْرًا [۲] حضرت یوسف علیہ السلام کو عربی کا ایک قافلہ مصر لے گیا تھا۔

”ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے اللہ مجھے نیک بیٹا عطا کر، تب ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر ایسا ہوا کہ ابراہیم اس لڑکے کو لے کر مقام سعی پر پہنچا اور اسے سنایا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو غور کر تیری اس میں کیا رائے ہے۔ بیٹا بولا اے باپ کر گزر جو تجھے حکم ملا ہے ان شاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا۔ جب دونوں نے حکم کے سامنے گردن جھکا لی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے کہہ دیا کہ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب پورا کر دیا۔ ہم اس طرح احسانات والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ ایک کھلا کھلا امتحان تھا۔ پھر ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنایا اور اس قربانی کو کچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام۔ ہم احسانات والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور ابراہیم ہمارے ان بندوں میں سے ہے جو کامل الاعتقاد ہیں اور ہم نے ابراہیم کو اسحق کی بشارت دی جو صالح نبیوں میں سے ہے۔

ان آیات سے وجہ استدلال یہ ہے:

﴿۱﴾ ان میں دو فرزندوں کی بشارتوں کا دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اول ایک بردبار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد پھر اسحق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر فرمایا۔ اب اگر غلام حلیم وہی اسحق علیہ السلام ہیں تو بَشَرْنَا لَهُ بِاسْحٰقٍ [37: الصُّفَّت: 112] فرمانا اس سارے قصے کے بعد کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا اس کی تائید سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیت سے بھی ہوتی ہے جن میں حضرت اسحق علیہ السلام کی صفت بِغُلَامٍ عَلِيمٍ [15: الذاریات: 28] فرمائی گئی ہے۔ گویا اسماعیل علیہ السلام غلام حلیم تھے اور اسحق علیہ السلام غلام حلیم تھے۔ اس استدلال کے خاتمہ سے پہلے یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر۔ یہ امر توراۃ سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اسحق کی پیدائش حضرت اسماعیل سے 13 سال بعد ہوئی تھی۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کو اکلوتا نہیں کہہ سکتے۔ جب ان سے بڑا بھائی موجود تھا۔ (قرآن مجید میں واقعہ قربانی کے بعد الفاظ ﴿بَشَرْنَا لَهُ بِاسْحٰقٍ﴾ وارد ہوئے ہیں۔ اور ان سے مستبط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قربانی قبل از ولادت حضرت اسحق علیہ السلام وقوع میں آچکا تھا۔ چونکہ اس وقت اسماعیل علیہ السلام ہی واحد پسر اپنے باپ کے تھے اس لیے اکلوتے کی صفت ان پر ہی صادق آتی ہے۔

﴿۲﴾ دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ والصفات کی آیات بالانے ایک اندرونی شہادت کو بھی پیش کر دیا ہے۔ یعنی قربانی عظیم کو کچھلی نسلوں میں ہمیشہ جاری رکھا جاتا ہے۔ فدیہ ذبح بنایا گیا تھا۔ اب بنو اسماعیل کی قوموں کے حالات اور بنو اسحق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام و نشان بھی کبھی نہیں پایا گیا ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں توراۃ کا ایک مقام پیش کرتے ہیں۔ یہ سعادہ نبی کی کتاب میں ہے:

□ ”اونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفا کے اونٹ۔ وہ سب جو سہا کے ہیں آئیں گے، وہ

سونٹا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔“

□ ”قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ بنیت کے مینڈے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ تیری

منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔“ (60 باب 6-7 درس)

مدیان اور عیفا اور سہانی قطورہ ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے برادر زاوے جو یمن میں آباد ہوئے (یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور بیت خاص اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک ہی مذبح پر قربانیاں لانا، اس مذبح کو اللہ کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے، موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا، جو اسماعیل علیہ السلام کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرد اگردان کی اولاد قیدار اور عیبت کی نسلیں آباد ہوئی ہیں۔ اس روشن دلیل کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عرب، حجاز یمن و حضرموت کے لیے نبی مبعوث فرمایا تھا اور ان کا وجود مسعود مختلف قوموں اور ملکوں کے اتحاد کا ذریعہ تھا۔ ذرا غور کرو وہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند ہیں جو عراق میں پیدا ہوئے اور شام میں سکونت فرمائی، وہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے اکلوتے بیٹے ہیں جو مصر میں پیدا ہوئیں اور شوہر کے ساتھ سالہا سال تک فلسطین اور شام میں رہ کر عرب میں آباد ہوئیں، وہ بنو جرہم کے داماد ہیں جو عرب کا حکمران قبیلہ تھا۔ اسماعیل علیہ السلام کا مسکن ایسی جگہ ہے جس کے ایک طرف مصر ہے، جہاں ان کے نضیال ہیں۔ ایک طرف عراق ہے، جہاں ان کے دھیال ہیں۔ ایک طرف شام ہے، جہاں ان کا بھائی اسحق علیہ السلام رونق افروز ہے۔ ایک طرف یمن ہے جہاں ان کے بھائی ابنائے قطورہ پھیلے ہوئے ہیں۔ عیسویں اسحق علیہ السلام ان کا داماد ہے جو اٹلی کے کنارے تک اپنی کثیر اولاد کے ساتھ قابض ہے۔ اب یہ بھی غور کرو کہ اسماعیل علیہ السلام کی مادری زبان قبلی ہے اور پدری زبان عبرانی ہے۔ ان کے سرکاری خاص عربی زبان کے مالک ہیں۔ انہی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔ [1]

ان سب ملکوں میں ان سب زبانوں کے اندر تبلیغ دین اور اشاعت توحید کے جو مواقع قدرت ربانیہ نے ان کو عطا کیے تھے، یہ بتا رہے ہیں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا نام بردار فرزند کل عالم کی ہدایت کے لیے چنا جائے اور اللہ کے کلام اور پھر انسان کی زبان سے اس کا لقب ”رحمۃ للعالمین“ مسلم ہوا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَّ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَّ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اہل کتاب عموماً حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صرف جسمانی بیٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تسلیم کرتے ہیں اور ان کے روحانی مدارج کا انکار کرتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ توراۃ پر غور نہ کرنے سے یا توراۃ کا فیصلہ نہ ماننے سے وہ اس حد کو پہنچ گئے ہیں۔

اب ہم اہل کتاب اور اہل ایمان کی واقفیت کے لیے توراۃ سے اقتباس درج کرتے ہیں، جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اسماعیل علیہ السلام ہر اس فضیلت کے مالک ہیں جو اسحاق علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔

- | | | |
|---|--|-------------------|
| ① | خدا نے درود غم کو سنا ہاجرہ علیہا السلام کے | 11-16 کتاب پیدائش |
| | خدا نے درود غم کو سنا سارہ علیہا السلام کے | 11-16 کتاب پیدائش |
| ② | خدا نے نام رکھا ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کا | 11-16 کتاب پیدائش |

[1] بخاری: 3364 میں ہے تَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ۔

- خدا نے نام رکھا سارہ علیہا السلام کے فرزند اسحاق علیہ السلام کا
 ③ خدا نے برکت دی ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو
 خدا نے برکت دی سارہ علیہا السلام کے فرزند اسحاق علیہ السلام کو
 ④ خدا ساتھ تھا اسماعیل علیہ السلام کے
 خدا ساتھ تھا اسحاق علیہ السلام کے
 ⑤ قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسماعیل علیہ السلام
 قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسحاق علیہ السلام

وَ كَفَىٰ بِمَا شَهِدَ كِتَابُ اللَّهِ التَّوْرَةَ

تورات اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تیرا انداز تھے۔ [بخاری کی حدیث میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنانے کے ارادے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس مکہ میں پہنچے تو اس وقت تیر کی نبل یعنی لوہے کی کھیا بنا رہے تھے، [2] جس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صنعتِ خداوی کے بھی ماہر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی بہو زجرا اسماعیل نے بتایا تھا: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَ شَرَابُنَا الْمَاءُ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنی تمام زیست کو صرف گوشت اور پانی پر پورا کر دیا تھا۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيْلَ ذِ رِ اَنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَبِيًّا وَ كَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَوْجِبًا﴾ [19: مریم: 54-55]

”ذکر کرتا میں اسماعیل کا، وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ (صدقہ یا پاکیزگی) کا حکم دیا کرتا تھا اور وہ اپنے رب کا پسندیدہ تھا۔“

آیت بالا میں اسماعیل علیہ السلام کو وعدہ کا سچا بتلایا گیا ہے۔ ہم کو دوسری آیت سے اس وعدہ کا پتا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعٰهَدْنَا اِلٰہِ اِبْرٰہِیْمَ وَ اِسْمَاعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِیَ لِلْعٰلَمِیْنَ وَ الرَّحْمٰنِ السَّجُوْدِ﴾ [2: البقرة: 125]

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام سے عہد کر لیا ہے کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔“

پس دونوں آیتوں سے یہ حاصل ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد اسماعیل علیہ السلام سے لیا تھا اسے انھوں نے پورا کیا اور عبادت الہی کرنے والوں کو اعتقاد صحیح، اعمال صالح، ارکان محکم، شرع روشن اور ہدی واضح کی تعلیم فرمائی اور امثال و تنظیم و تبلیغ کے ایسے ایسے نمونے قائم کیے اور باقی چھوڑے جو انہی کے شانِ عالیہ کے شایان تھے۔

توراة کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت اسحاق علیہ السلام کی سکونت شام میں تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سکونت عرب میں تھی تاہم دونوں بھائی اکثر ایک ہی جگہ رہ کر شریک رنج و راحت یک دگر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو

ان کو ان ہی دونوں بھائیوں نے دفن کیا تھا۔ ﴿۱﴾

حضرت اسماعیل و حضرت اہلق علیہ السلام کی اولاد کے اندر ایک اور عجیب مماثلت پائی جاتی ہے۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند دوم قیدار کی نسل میں نور نبوت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ حضرت اہلق علیہ السلام کے بھی فرزند دوم یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں یہ سلسلہ پایا گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند اول عیث اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند اول عیسو اس شرف سے معز آرہے۔

توراة میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے 137 سال ﴿۲﴾ کی عمر پائی اور تاریخ مکہ میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے پہلو میں مطاف کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔ اللہ اکبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ [14/ابراہیم: 37]

”اے اللہ! میں نے اپنے کنبہ کو تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے (کی تاثیر کہاں تک پہنچی ہے کہ مرکز بھی ان نفوس قدسیہ نے جو بیت اللہ یعنی مسابگی خانہ خدا کو ترک نہیں کیا۔“

توراة سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ (12) فرزند ہوئے جن کے نام یہ ہیں: ﴿۱﴾ عیث (1) عیث (2) قیدار (3) اوکیل (4) بسام (5) دومہ (6) سمعا (7) مشا (8) حدر (9) حمہ (10) وطور (11) نفیس (12) قدمہ ﴿۲﴾

توراة میں ہے کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے بارہ (12) رئیس تھے۔ یہ بھی ہے کہ ان کی بستیوں اور قلعوں کے نام بھی ان ہی کے نام پر ہیں۔ ﴿۱﴾ ہم یقین کرتے ہیں کہ جب توراة میں یہ الفاظ لکھے گئے تھے اس وقت ابناؤ اسماعیل علیہ السلام کی بستیاں اور قلعے ان ہی کے نام سے بہت زیادہ مشہور اور زبان زد تھے، مگر آج ان سب کا نشان صحیح طور پر نہیں ملتا۔ البتہ جن جن کا نشان ملتا ہے وہ سب عرب ہی کے اندر واقع ہیں اور اس طرح توراة کے اس فقرہ سے کہ اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا۔ ﴿۱﴾ ان کے مقامات کی بھی صحت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ فاران عرب میں واقع ہے اور مکہ ہی کا نام فاران ہے۔

نبوے کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام عیث ہے۔ یقین ہے کہ عیث ہی کی آبادی ہے۔ اس آبادی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شہر ”الخفیر“ ہے، جس کا تلفظ وال کے مشابہ ہے، اس لیے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس کا ابتدائی نام القید رہتا۔ ”مہام“ کے نشانات نجد میں سے ہیں۔

دومہ، شام اور مدینہ کے درمیان موجود ہے اور عرب کے اندر واقع ہے۔ نبی علیہ السلام کے عہد میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور دومہ الجندل کے نام سے یہ شہر مشہور تھا۔

”مسا“ غالباً یمن میں گیا، وہاں موسیٰ نام کی بستیاں موجود ہیں۔

”حدر“ کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدر بڑا قبیلہ ہے۔

”تیا“ اس نام کی بستی اب تک موجود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انھوں نے اہل فدک کے ساتھ اطاعت اسلام قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل ہے اور راہ خیبر کے قریب واقع ہے۔

قیدماہ، غالباً یمن میں تھا۔ مسعودی نے قوم قیدماہ کا ذکر کر کے ان کو بنی اسماعیل بتایا ہے۔

باقی بستیوں کا صحیح پتا معلوم نہیں ہوا ① لیکن اس مضمون پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے محض بعید تعلق رکھتا ہے اور جہاں تک اسماعیل علیہ السلام کی زندگی پاک کے مختصر حالات اندراج کے لیے ضروری تھے وہ درج ہو چکے ہیں۔ والحمد للہ۔

عدنان

یہ نبی ﷺ کے اجداد میں اکیسویں (21) پشت میں ہیں۔ ان کا منجانب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب آرمیا، برخیا علیہ السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے۔ دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے منجانب اللہ اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا۔ نیز ان کو اسیر کر کے لے گیا اور وادی فرات میں لے جا کر آباد کیا۔ انہی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد قائم کی تھی۔ ②

عدنان کے دو بیٹے تھے:

- ① معد: جن کا نام معد و نسب نبوی ﷺ میں آتا ہے۔
 - ② عک: انھوں نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔
- اس امر کا ثبوت ان کتبات سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو 1824ء میں حصن الغراب سے ملے تھے۔ ③

معد

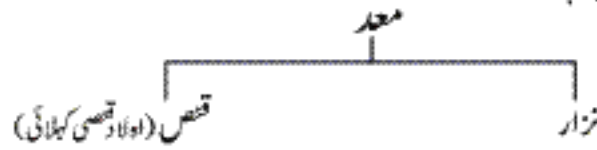
بخت نصر نے جب عرب پر حملہ دوم کیا تو بنو عدنان یمن چلے گئے تھے، مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ جب عرب سے بخت نصر کا دباؤ اٹھ گیا، تب معد بھی عرب میں واپس آ گئے۔ انھوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرہم بن جالبہ باقی ہے، تب انھوں نے اس کی دختر سے شادی کر لی، جس سے نزار پیدا ہوا۔

فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیاہ (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ 588 سال قبل مسیح ہے۔ چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر دوست ہیں، اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور عدنان کے درمیان 1158 سال کا زمانہ ہے۔

نبی ﷺ سے عدنان تک اکیس (21) پشتیں ہیں۔ پس ہر ایک پشت کا اوسط پچاسی (85) سال نکلا۔ چوں کہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے۔ اس لیے اس اوسط کی صحت میں شک نہیں۔

سرسید نے ”خطبات احمدیہ“ میں ہر جگہ ہر پشت کے لیے 22 سال کا اوسط لیا ہے اور اسی لیے وہ شجرہ کے حصہ دوم میں چند اسماء کے مکرر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، لیکن جو اوسط حصہ اول میں نکلتا ہے وہ اس شک کو مٹا دیتا ہے۔

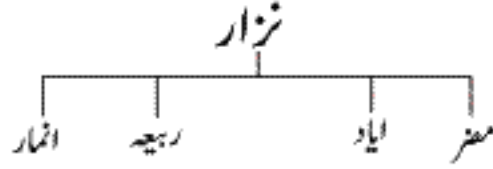
معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے: ④



- ① ملخصاً خطبات احمدیہ ② عرب از پردیس سرسید ج 22۔ ③ خطبات احمدیہ از سرسید احمد خان مرحوم۔
- ④ ابن سعد نے معد کے فرزند یہ بھی بتائے ہیں: قحطہ، سنام، عرف، عوف، شک، حیدان، حیدو، عبید الرحمن، حنیف، جنادہ، عجم۔

نزار

ان کی کنیت ابوایاد ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا سلسلہ نسب ان سے ملتا ہے۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔



نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مضر کو اونت اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ و سلاح اور ایاد کو بھیڑ بکری اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے۔ مضر و ربیعہ کی نسل وسط عرب میں، انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں اور ایاد کی اولاد مغرب و اطراف میں پائی جاتی ہے۔ ①

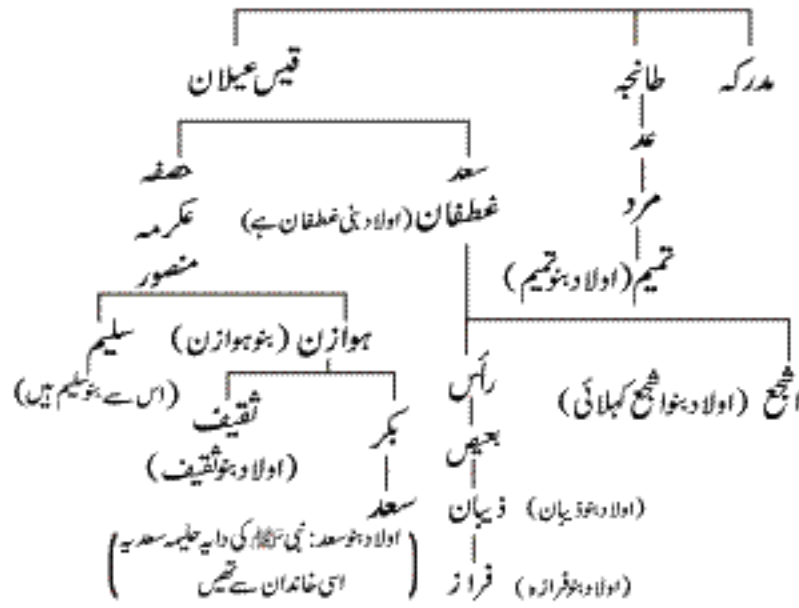
مضر

اونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے۔ بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت تھے۔ چوں کہ باپ نے تقسیم میں تمام سرخ رنگ کی چیزیں (سرخ خیمہ دینار وغیرہ) ان کی تقسیم میں دی تھیں۔ اس لیے تاریخ میں ان کا نام ”مضر الحمراء“ مشہور ہو گیا۔ مضر دین حنیف پر تھا۔

الیاس

ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب یہ مر گئے تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ پھر مدت العرس ایسے میں نہ بیٹھی۔ الیاس کو بہ کسر اول بھی پڑھا گیا ہے اور بہ فتح اول بھی۔ ان کا لقب کبیر قوم تھا۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

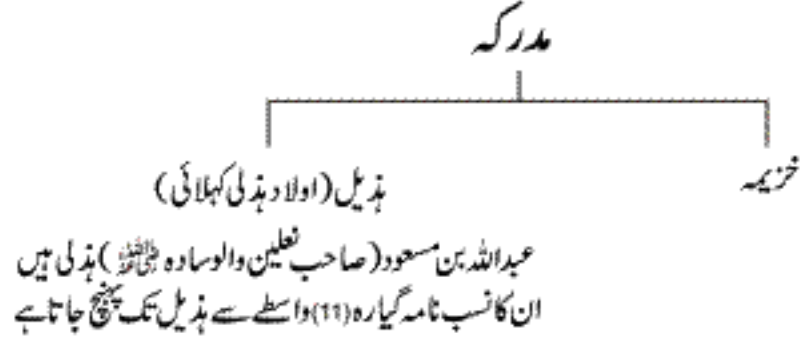
الیاس



① مضر اور ایاد کی والدہ سودہ بنت حنک ہے اور ربیعہ اور انمار کی والدہ خندلہ بنت ولعان جزیہی ہے۔ (کتاب بکر و ثعلب محمد بن الحنفی مطبوعہ نئیہ الاخبار مصر 1305ھ)

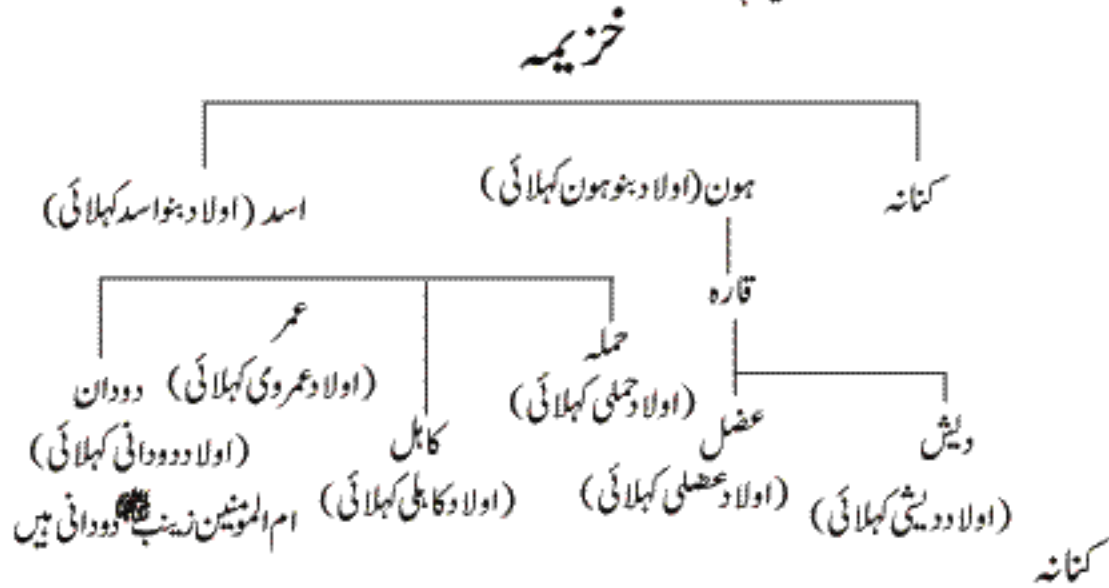
مدرکہ

مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل۔ یہ اور ان کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اونٹ بھاگ گئے۔ عمرو تعاقب میں دوڑتے گئے اور اونٹوں کو چالیا۔ چھوٹے بھائی نے اس کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا تھا۔ باپ نے ان کو ”مدرکہ“ اور چھوٹے کو ”طانجہ“ کا خطاب دیا۔ خطاب اصل نام پر غالب آ گیا اور اولاد کا شجرہ یہ ہے۔



خزیمہ

ان کی کنیت ابوالاسد تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

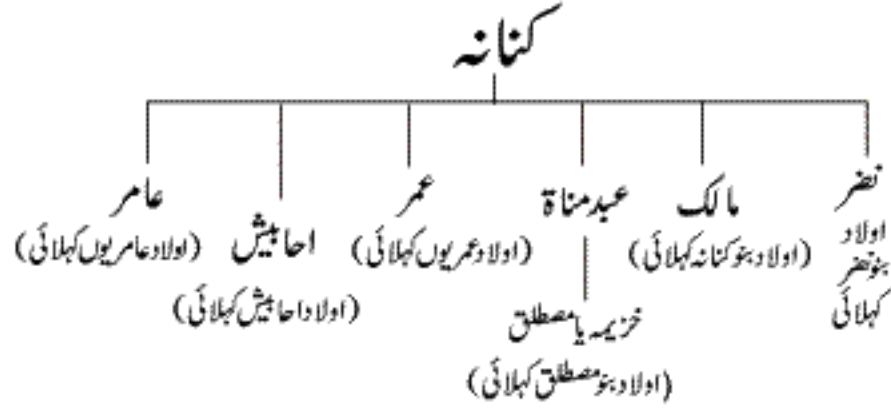


ان کی کنیت ابوالنصر تھی:

صحیح مسلم کی روایت وائل بن الاسقع میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ

”اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔“ ﴿۱﴾ شجرہ اولاد یہ ہے:

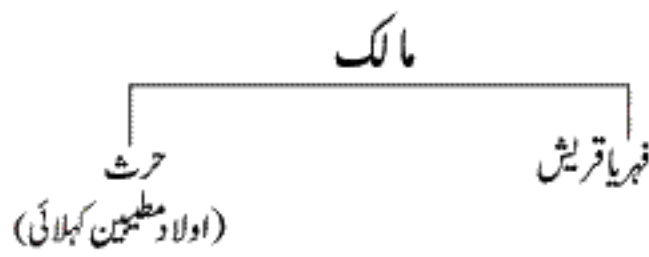


نضر
نضر کا نام تو قیس تھا، مگر خوبی حسن و جمال سے عرب ان کو ”نضر“ کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو نضلد تھی۔

نضر
مالک
(اولاد بنو مالک کہلائے)

مالک بن نضر

ان کی کنیت ابو الحارث تھی۔ مالک کا سلسلہ نسب یہ ہے:



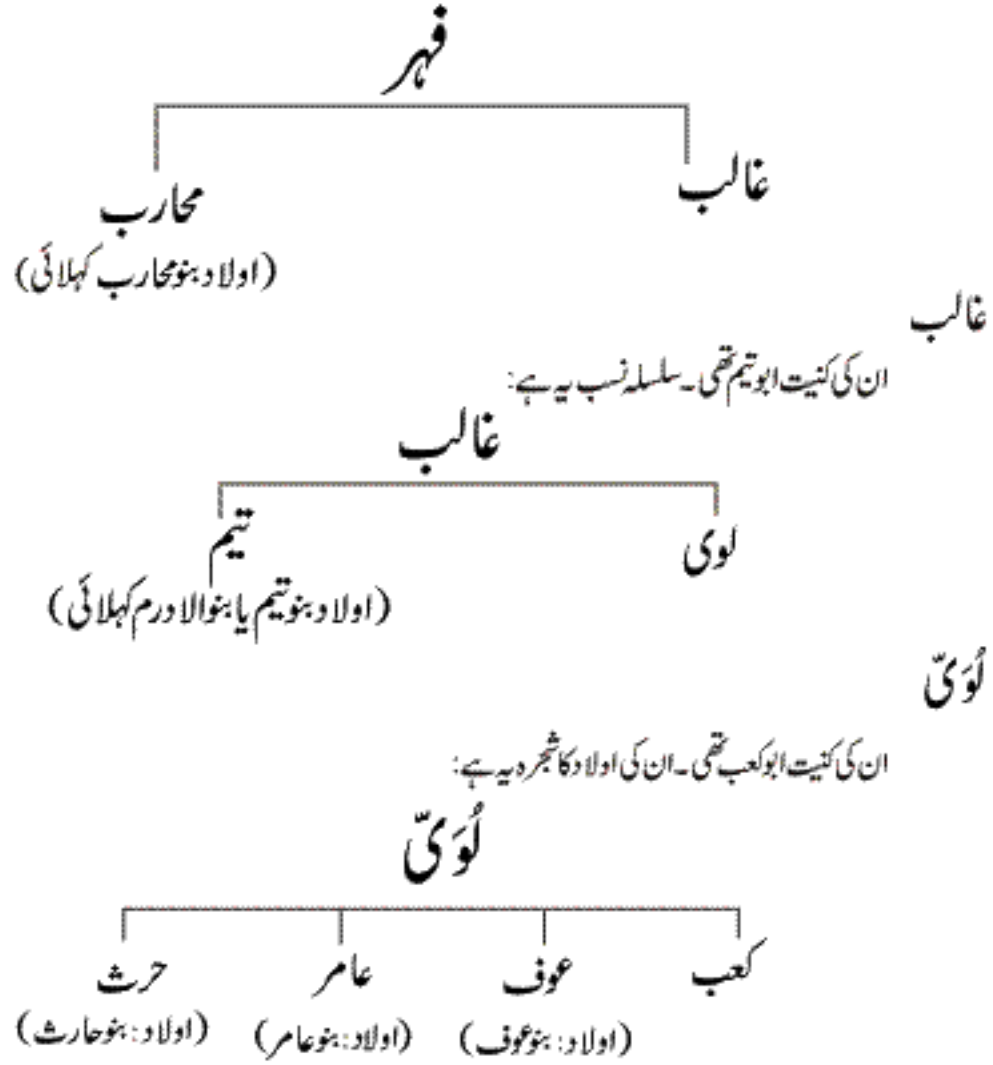
فہر

ان کے وقت میں حسان حاکم یمن ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ فہر نے مع برادران خود فوج سے مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور گرفتار کیا گیا۔ تین سال تک قید رہا، پھر فہر نے آزاد کر دیا۔ وہ یمن واپس چار ہا تھا کہ راستہ میں مر گیا۔ ﴿۲﴾
اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا تھا۔

فہری کا لقب قریش ہے۔ قریش لغت حجاز میں ”ذیل مچلی“ کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اور اولاد فہر کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب بھر میں جملہ قبائل سے طاقت و راور عظیم الشان تھے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں۔

و قریش التی یسکن البحر بہا سمیت قریش قریشا
سلطت بالعلو فی لجة البحر علی ساکنی البحور جیوشا
یا کل الغث والسمین لا یرک فیہا الذی الجنا حین ریشا
ہکذا فی الانام حی قریش یا کلون الانام کشیشا ①

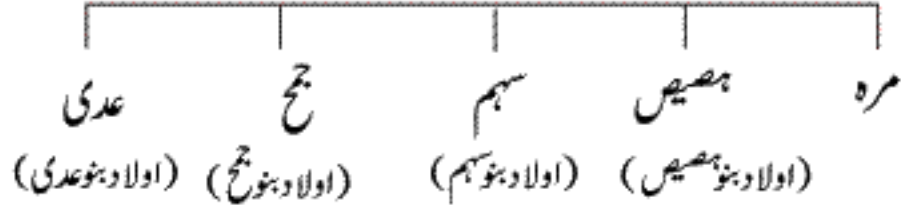
سلسلہ اولاد یہ ہے:



کعب

علوشان اور بلندی جاو کی وجہ سے ”کعب“ کا نام کعب رکھا گیا۔ عرب میں ان کی پیدائش سے سنہ کا شمار شروع ہوتا ہے۔ یہ سنہ واقعہ قبل تک (تقریباً چار صدیوں تک) جاری رہا۔ ان کی کنیت ابوہصیص تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

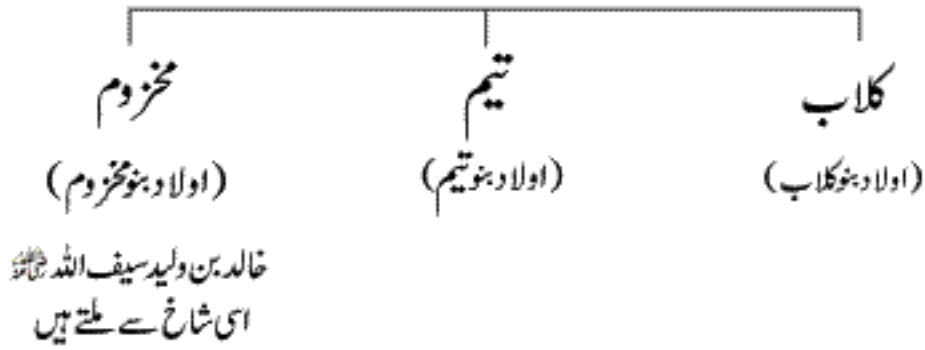
کعب



مرہ

ان کی کنیت ابو یقظہ ہے۔ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت میں وادائے گتے ہیں اولاد کا شجرہ یہ ہے

مرہ



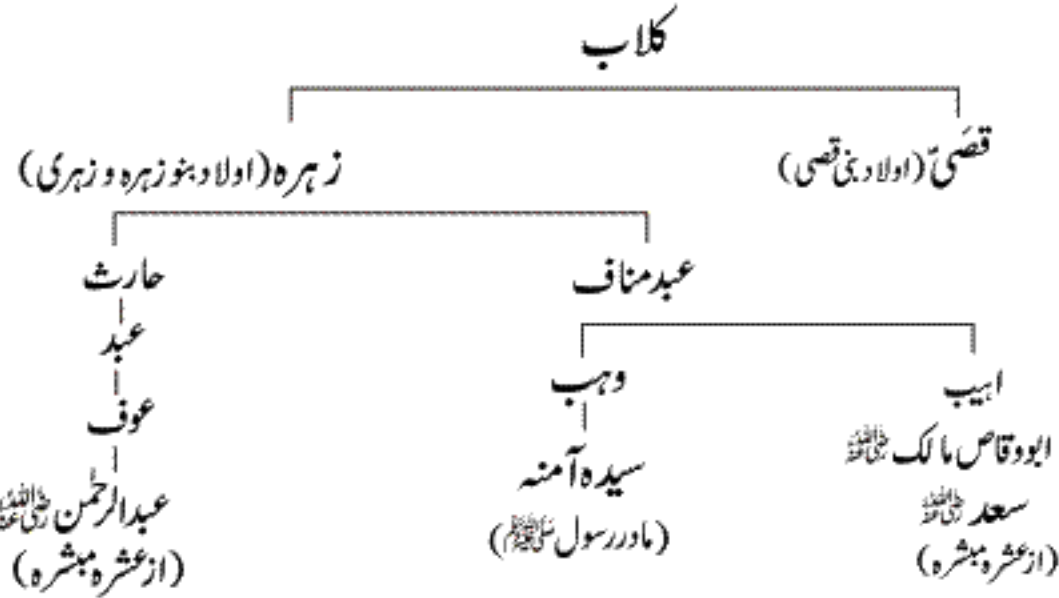
کلاب

ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابو زہرہ۔ شکاری کتے بہت پال رکھے تھے، اس لیے کلاب لقب ہو گیا تھا۔ ایک شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے۔

بذل النوال وكف الاذى
وجنبها طارقات الردى

حكيم ابن مره ساد الوری
اباح العشیرة افضاله

اولاد کا شجرہ نسب یہ ہے:



قصی

ان کا اصلی نام زید ہے۔ یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن خرام الخدری سے کر لیا۔ اس کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ قصی نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی جب جوان ہوئے تو واپس مکہ آ گئے۔ زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے، ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ قصی کی آواز کو باپ کی آواز سے مشابہہ پا کر انھوں نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا اور جائداد تقسیم کر دی۔

ان دنوں مکہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی المسماۃ بختی، قصی سے بیاہ دی اور جینز میں تولیت بیت اللہ کا حق بیٹی کو عطا کیا اور ابو غنجان کو بیٹی کا وکیل مقرر کر دیا۔ حلیل کے مر جانے کے بعد ابو غنجان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کر دیا اور اس طرح قصی کا قبضہ بیت اللہ پر ہوا۔

بنو خزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قصی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ ضائع ہوئے۔ آخر بھرم بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ بھرم نے فیصلہ کیا کہ:

① بنو خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں، قصی ان سب کا خون بہا ادا کرے۔

② بنو خزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں، آئندہ حکومت قصی کرے۔ اس فیصلہ پر عمل ہوا۔ ③ شہر پر حکومت ہو

③ حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کے بعد بیت اللہ پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ بنو جرہم حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کے سسرالی تھے۔ صدیوں تک انہی کی حکومت مکہ پر اور قبضہ بیت اللہ پر رہا۔ پھر عمالقاہ کا قبضہ ہوا مگر بنو جرہم نے قبضہ لے لیا جب وہ ظلم کرنے لگے تو عمرو بن لئی خزاعی نے جو بنو جرہم کا ہمیشہ زور تھا ان کو مکہ سے نکال دیا۔ جرہم کا ظلم تو چار تار ہا مگر ان کی نے 207ء میں بت پرستی کو رواج دیا۔ اس نے مصر و شام میں عمالقاہ کو بت پرستی کرتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کی طفیل سے ان کی مراویں پوری ہوئی۔

جانے کے بعد قصی نے اولاد فہر کو جا بجا طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت اولاد فہر کی بارہ (12) شاخیں ہو گئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آئے اور قریش (اولاد فہر) کی عزت سارے ملک میں مستحکم ہو گئی۔

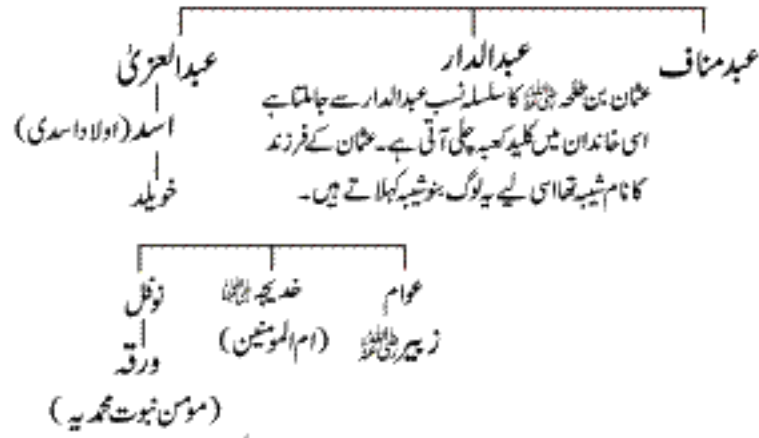
قصی کو قصی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ طفولیت میں اپنے وطن سے دور جا پڑے تھے۔ اس کو ”جمع“ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے قبائل قریش کو پھر مکہ میں جمع اور فراہم کر لیا تھا۔ شاعر قدیم حذافہ بن غانم کا شعر ہے۔ [1]

بنو شیبۃ الحمد الذی کان وجہہ یضی ظلام اللیل کالقمر البدر
قصی لعمری کان بدی مجمعا بہ جمیع اللہ القبائل من فہر

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیر مسلم مؤرخ قصی کی کامیابی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اسی نے حکومت کو جمہوریت کے اصول پر قائم کیا تھا۔ ان کا مطلب در پردہ یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو انہی کے اصول کی شرح ٹھہرائیں۔

لیکن جو شخص غور کرے گا کہ قصی نے تقسیم ترکہ کے متعلق اپنی اولاد میں کیسے غیر منصفانہ طریق کو اختیار کیا تھا اور اپنے ایک فرزند عبدالدار کو بڑھاتے ہوئے دوسرے فرزندوں کو اس کی غلامی کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اسی وجہ سے اس کی اولاد کے اندر وہ مشہور مخالفین ہوئی تھیں جو تاریخ میں مذکور ہیں تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قصی ہنوز جمہوریت یا ایثار سے بہت دور تھا۔

قصی کی اولاد کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:



تَحْمُرُ اور برہ قصی کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بہن بھائی ایک ہی والدہ مسامۃ خنی کے لطن سے ہیں۔

عبدمناف

اس کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ ماں نے پہلے پہل منافہ بت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا۔ اس لیے عرف عام میں عبدمناف مشہور ہو گئے۔ حسن و جمال میں ایسے فائق تھے کہ ان کا لقب ”قمر البطحی“ پڑ گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی

پہنچا ہے، اس لیے وہاں سے ایک بت بھی اٹھا لیا تھا۔ اس کا نام کل تھا۔ اس بت کو خانہ کعبہ کے اوپر نصب کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسامیل پر نظر التفات فرمائی تو قصی کے وقت میں خانہ کعبہ کی تولیت قریباً 440 میں ان کو عطا فرمائی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ کو قبلہ ہونے کا درجہ ملا اور سب بت توڑ چھوڑ کر پھینک دیے گئے۔ [2] ابن غانم نے یہ قصیدہ عبدالطلب کی مدح میں لکھا تھا قصیدہ کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حضور میں کسی شاعر کے اشعار ذیل پڑھ کر سنائے تھے، ان کو سن کر حضور ﷺ متبسم و مسرور ہوئے تھے۔

یا ایہا الرجل المحول رحله
ہیئتک امک لو نزلت برحلمہم
الا نزلت بال عبدمناف!
منعوك من علام و من اقراف
الخالطين غنیہم بغیرہم
حتی یعود فقیرہم کالکاف

اوتھڑی اٹھا کر جانے والے تو عبدمناف والوں کے ہاں کیوں نہ جاتا تھا، اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری، تنگ دستی کو دور کر دیتے وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی بنا دیتے ہیں۔

عبدمناف کی اولاد کا شجرہ نسب

نام اہلیہ	پسران	دختران
عاتکہ الکبریٰ بنت مرہ بن بلال	مطلب، ہاشم، عبدالمطلب	خافہ، بڑہ، حنفہ، ہالہ، قلابہ
واقد بنت عامر بن عبد	نوفل، ابو عمرو، ابو عبیدہ	
ثقیفہ		ریطہ

مطلب باپ کے پہلے بیٹے تھے، ان کی اولاد کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں۔ عبیدہ ابو الحارث رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ طفیل رضی اللہ عنہ اور حصین رضی اللہ عنہ ہر دو کی وفات 32ھ میں ہوئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ جو یکے از ائمہ اربعہ ہیں، ان کا نسب نامہ مطلب سے ملتا ہے۔

ہاشم کا ذکر آگے آئے گا۔

عبدالمطلب کا بیٹا امیہ ہے، جس کی اولاد بنو امیہ کہلائی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔ نوفل، ان کی اولاد نوفلیون کہلائی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔ نوفل کے قومی احسانات میں سے یہ ہے کہ اس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر سے قوم کے لیے حاصل کیا تھا۔ ابو عمرو، ابو عبیدہ کے حالات سے تاریخ سکت ہے، حتیٰ کہ اکثر مؤرخین نے ان کا نام بھی بیان نہیں کیا۔ صحیح بخاری کی روایت عن جبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شمس خیر کی تقسیم فرماتے وقت ہم ذی القرنیٰ میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت بھی اسی کے ہم معنی ہیں۔ [1]

ابوداؤد نسائی کی روایت میں ہے کہ بنی نوفل اور بنو امیہ نے بھی اس حصہ میں سے ملنے کی درخواست اس بنیاد پر کی کہ

جب بنو مطلب کو شامل کر لیا گیا ہے تو ہم بھی (ویسا ہی استحقاق رکھتے ہیں) شامل کیا جائے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔

إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَ بَنُو الْمَطْلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ هَكَذَا وَ شَبَكَ بَيْنَ الْأَصَابِعِ۔

[1] بخاری: 3140، کتاب الام جلد 4 ص 71 مطبوعہ مطبعہ الکبریٰ الامیریہ، بیلاقی مصر و اصول کافی مطبوعہ نول کشور 1303ھ میں عبدالمطلب کو ذی القرنیٰ تحریر کیا گیا۔

ہو ہاشم اور بنو مطلب تو ایک ہی چیز ہیں، پھر ایک بچہ کی انگلیوں کو ایک دوسرے بچہ میں ڈال کر فرمایا: اسی طرح۔
واضح ہو کہ امرت اسلام میں تین قسم کی آمدنی تھی۔^(۱)

اول زکوٰۃ

جن کی نسبت سورہ توبہ آیت 40 میں مدات ذیل کے آٹھ (8) مصارف بتائے گئے ہیں۔
﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [9: التوبہ: 60]

دوم: غنیمت

سورہ انفال آیت 41 میں اس کے مصارف ذیل بتائے گئے:
﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ، وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَلِلْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [8: انفال: 41]

اس آیت میں چار (4) حصے غنمین کو دے کر پانچویں حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ فرمایا: لِلَّهِ خُمُسُهُ، پھر
اپنی ملکیت میں ان پانچوں کو حق تصرف عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ ذوی القربی، یتامی، مساکین، مسافر، ان پانچ میں ذوی القربی بھی
ایک ہیں اور اسی سے خمس الخمس (پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) کا لفظ نکلا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ تقسیم خمس الخمس کا اہتمام نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ اہتمام
حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد رہا۔ کتاب الخراج امام ابو یوسف میں ہے:

حدثني محمد بن عبد الرحمن بن ابي ليلي عن ابيه قال سمعت عليا رضي الله عنه يقول قلت يا
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان رأيت أن توليني حقنا من الخمس فافسّم في حياتك كحي لا
ينازعنا أحد بعدك فافعل ففعل قال فولايتك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقسّمته حياته ثم ولايتك
ابو بكر الصديق رضي الله عنه فقسّمته حياته ثم ولايتك عمر رضي الله عنه فقسّمته حياته^(۲)

”ابی لیلی کہتے ہیں کہ میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خود سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اگر حضور ﷺ کی
رائے ہو تو خمس میں جو حصہ ہم ذوی القربی کا ہے حضور ﷺ اپنی زندگی میں مجھے اس کا متولی بنا دیجیے کہ میں تقسیم کرتا
رہوں تا کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے بعد اس میں نزاع نہ کرے۔ آپ نے مان لیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا
متولی ٹھہرایا اور میں حضور ﷺ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے ہی متولی ٹھہرایا اور میں

(۱) بخاری: 3140، نسائی: 4142، مسند امام احمد: 16298، ابوداؤد: 2978، 2980۔ چونکہ حقوق ذوی القربی کے مستحق و غیر مستحق کی بحث اور تفریق
اولاد و عہد مناف سے پائی جاتی ہے اس لیے اس کی بحث اسی مقام پر موزوں ہے۔ محدثین نے ہی کوئی پڑھا جس کے معنی مساوی ہونے کے ہیں۔ ہاشم اور عبدالمطلب
بھی جھگڑے ہوئے اور فلول اور عبدالمطلب میں بھی جھگڑے ہوئے مگر ہاشم اور عبدالمطلب میں بھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ مطلب سب سے بڑا تھا۔ ہاشم ان سے چھوٹا۔ عبدالمطلب
کی تربیت مطلب نے کی تھی۔ جب شعب ابی طالب میں نبی ﷺ حضور ہوئے تب بھی مطلبی ساتھ تھے۔ (۲) ابوداؤد: 2989، کتاب الخراج ص: 20

ان کے عہد میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے اس کا متولی بنایا اور میں ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔“
نبی ﷺ نے اپنا حصہ مجملہ غنیمت میں سے ایک سال کا کنبہ کا خرچ بہ قدر گزراں رکھ لیتے اور باقی مصالح المسلمین کے لیے عطا فرمایا کرتے تھے۔

ذی القربی کا حصہ بوجہ قرابت تھا (نہ بوجہ غربت) اس لیے امیر و غریب سب کو یکساں تقسیم کیا جاتا تھا، باقی تین حصص یتامیٰ و مساکین، ابن السبیل کے تھے۔ یہ حصص جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادیے تھے، ان میں ایک کا حصہ دوسرے کو نہیں دیا تھا۔

سوم: فے

فے کی تعریف قرآن مجید کی سورہ حشر میں آیت 6 میں ہے اور اسی سورہ کی آیت 7 میں اس کی تقسیم بھی بیان فرمادی گئی ہے۔
فے کی تعریف میں فرمایا:

﴿فَمَا أَزِفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ﴾ [59: الحشر: 6]
”وہ علاقہ جس پر کوئی فوجی سوار یا شتر سوار نہ گیا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا تسلط دے دیا ہو۔“

تقسیم فے

سورہ حشر آیت 7 میں فرمایا:

﴿مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [59: الحشر: 7]

”جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں سے فے میں دیا۔ وہ اللہ کا اور رسول اللہ ﷺ کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔“

پھر اس تقسیم سے متعلق یہ اصول بیان فرمایا:

﴿لَمْ يَكُنْ لَكُمْ دُولَةٌ بَيْنَ الْأُغْيِيَاءِ مِنْكُمْ﴾ [59: الحشر: 7]

”کہ اغنیاء کے اندر متداول نہ ہوگا۔“

میں چاہتا ہوں کہ ہر سہ (3) آیات میں بیان شدہ حصص کو ایک نقشہ کی شکل میں ظاہر کر دیا جائے۔ یہ نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔



﴿عام طور پر شریعت میں حق قرابت اعدوفاات اس قرععی کے ملے ہے، اس حق کا نام وراحت ہوتا ہے۔ یہ نبی ﷺ کا اختصاص خاص ہے کہ حضور ﷺ کے قرابت والوں کو حضور ﷺ کی حیات ہی میں ان کا حق دیا جاتا ہے۔

نقشہ احکام تقسیم صدقات و غنیمت و فی مع آیات قرآن مجید

آیت متعلق غنیمت سورہ انفال آیت 41	آیت متعلق صدقات سورہ توبہ آیت 60	آیت متعلق فی سورہ حشر آیت 7	ترجمہ آیات
1	إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ	1	
2	وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ	2	مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَى
3	فَإِنَّ لِلَّهِ حُمُسَهُ	3	فَلِلَّهِ
4	وَلِلرَّسُولِ	4	وَلِلرَّسُولِ
5	وَلِلَّذِي الْقُرْبَى	5	وَلِلَّذِي الْقُرْبَى
6	وَالْيَتَامَى	6	وَالْيَتَامَى
7	وَالْمَسَاكِينِ	7	وَالْمَسَاكِينِ
8	وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا	8	
9	وَالْمُؤَلَّفَةَ قُلُوبِهِمْ	9	
10	وَفِي الرِّقَابِ	10	
11	وَالْفَارِصِينَ	11	
12	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	12	
13	وَابْنِ السَّبِيلِ	13	وَابْنِ السَّبِيلِ
14		14	لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ
15		15	وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ
16		16	وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ
	صدقات	غنیمت	فی
	فقیروں، مسکینوں، عمال، تالیف قلوب، آزادی غلامان، مقررہ ضامن فی سبیل اللہ اور مسافروں کے لیے ہیں	1/5 حصہ اللہ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت والوں اور بیگانی اور مسکینوں، مسافروں کا ہے	اللہ اور رسول ﷺ اور قرابت والوں بیگانی مسکین، مسافروں، مہاجرین اور انصار کے غلام اور ان سے بعد آنے والی نسلیں کے لیے ہے

اس نقشے کے ساتھ یہ حدیث بھی جو مشکوٰۃ
المصابیح کی کتاب الے میں ہے، پڑھ لیجی
چاہیے۔ عن مالک بن اوس بن
الحدثان قال قرأ عمر بن الخطاب
انما الصدقات للفقراء والمساكين
حتى بلغ عليهم حکیم هذه لہولاء
ثم قرأ واعلموا انما غنمتم من
شیء حتى بلغ وابن السبیل ثم قال
لہولاء قرأ ما افاء اللہ علی رسولہ
حتى بلغ للفقراء ثم قرأ والذین
جاء و من بعدہم ثم قال هذه
استوعبت المسلمین "یعنی حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے انما الصدقات کی آیت
علیم حکیم تک پڑھی اور فرمایا یہ آیت
انہیں لوگوں کے لیے ہے جن کے نام
آیت میں آ گئے ہیں۔ پھر انہوں نے
آیت واعلموا انما غنمتم کو ابن
السبیل تک پڑھا۔ اور فرمایا یہ غنیمت
انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام
آیت میں آ گئے ہیں۔ پھر انہوں نے
آیت ما افاء اللہ علی رسولہ
کو الذین جاء و من بعدہم تک
پڑھا اور فرمایا اس کے اندر تو سب ہی
مسلمان آ گئے۔

(مشکوٰۃ: 4061)

نقشہ پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ:

صدقات کو آٹھ (8) مساوی مدات پر تقسیم فرمایا گیا، ان آٹھ (8) میں دو (2) مساکین و ابن اسبیل (تو ایسے ہیں جو غنیمت اور فے میں بھی حصہ دار ہیں۔ باقی چھ (6) وہ ہیں، جن کا حصہ صدقات ہی میں ہے۔ غنیمت و فے میں نہیں۔ وہ چھ (6) یہ ہیں: فقراء، تحصیل داران صدقات، تالیف قلوب کے مستحقین، آزادی غلامان، ادائے قرض مدیونان، فی سبیل اللہ دیگر امور۔

غنیمت کو پہلی دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور لشکر کو $4/5$ کل غنیمت کا دیا۔ دوسرا حصہ جو $1/5$ تھا اسے اللہ تعالیٰ نے اول اپنی ملک بنایا اور پھر اس کو پانچ پر مساوی تقسیم فرمایا۔ ان پانچ میں مساکین و ابن اسبیل تو مشترک ہیں جو صدقات میں بھی تھے۔ باقی تین سہام یہ ہیں: رسول، اقرباء رسول، یتامی۔

فے کو اول اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت بنایا اور پھر اس کی تقسیم مدات مساوی پر فرمائی۔ ان میں پانچ (5) تو وہی ہیں جو آیات غنیمت میں $1/5$ سہم کی تقسیم میں حصہ دار تھے۔ باقی تین جن کے سہام اس میں ہیں وہ یہ ہیں: فقراء۔ مہاجرین۔ فقراء انصار اور ان کے بعد آنے والی سلیس۔

فے میں بہ مقابلہ غنیمت یہ شرط بھی زیادہ ہے کہ وہ انضیا کو نہ ملے گی۔

﴿حَتَّىٰ لَا يَكُونَ دُولَةٌ بَيْنَ الْأُغْيَاءِ مِنْكُمْ﴾ [الحشر: 7]

یا درکھنا چاہیے:

کہ اسلامی فرقوں میں وراثت رسول کی بابت جو اختلافات ہیں وہ فے ہی کے متعلق ہیں اللہ کرے کہ قرآن مجید کا تدبر اس باہمی اختلاف کے رفع کا سبب بن جائے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقسیم فے کا اہتمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا جیسا کہ فہم خمس کی تقسیم کا اہتمام عہد نبوی و صدیقی و فاروقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے متعلق رہا تھا۔ [۱]

ہاشم

ان کا نام عمرو ہے اور عمر و العلاء کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب اور نوفل اور عبد شمس ان کے بھائی تھے۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم کے سردار ہوئے۔ ان کے بھتیجے امیہ بن عبد شمس نے ان کی سرداری کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک بار سنا کہ مکہ میں آنا کیا ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں تو ذکر ذال دی گئیں۔ ”ہاشم“ کھڑے کھڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے ہاشم نام ہوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسم حج میں وہ زوار کعبہ کو دعوت عام دیا کرتے تھے اور یہی کھانا جسے لغت عرب میں شید بھی کہتے ہیں، کھلایا کرتے تھے۔ سردار ہاشم کی زیر کی و حزم کا اس واقعہ سے پتا لگتا ہے کہ انھوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہوتا ہے۔ [۲]

امیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع ہو گیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبد شمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی۔ بیسیوں واقعات ان ہردو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے وجود یا مسعود کی یہ برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں جاتی رہی تھیں اور ﴿كُنْتُمْ بِبِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ کا مصداق سب پر صحیح عائد ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ کے بعد 133ھ تک بنو امیہ اور بنو عباس میں محاربے ہوتے رہے۔ ہاشم کی اولاد کا نقشہ درج ذیل ہے:

ہاشم کی اولاد کا نقشہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
سلمیٰ بنت عمرو بن زید بخاری	شیبہ یعنی عبدالمطلب *	رقیہ، بچپن میں فوت ہوئی
ہند بنت عمرو بن اقلبہ الخزرجی	ابا صغی (صیفا)	//
قبیلہ الملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزء	اسد	//
امیہ بنت عدی بن عبد اللہ بن دینار (من قضاعہ)	نعلہ (نعلہ)	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن)	//	ضعیفہ۔ خالدہ
عدی بنت حبیب (از بنو ثقیف)	//	خندہ

تاریخ میں ابا صغی، اسد اور نعلہ کے حالات کم ملتے ہیں۔ بنو خزاعہ کے معاہدہ یا عبدالمطلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نعلہ کا فرزند ارقم اور ابی صغی کے فرزند ان شحاک اور عمرو کے چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ رقیہ بنت ابی صغی بن ہاشم کے اشعار نبی ﷺ کی مدح میں ہیں۔

مَنَا مِنَ اللَّهِ بِالْمِيمُونَ طَائِرَةٌ وَخَيْرٌ مِنْ بَشَرٍ بِهِ مُضَرٌ
مَبَارَكُ الْأَمْرِ يَسْقَى الْعَمَامُ بِهِ مَا فِي الْأَنْامِ لَهُ، عَذْلٌ وَلَا خَطَرٌ

عبدالمطلب

ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تقاول (نیک گفتگو) کے لیے تھا کہ عمر دراز پائی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چند یا میں چند بال سفید موجود تھے۔ جب ان کے والد ”ہاشم“ کا انتقال ہوا یہ اپنے ننھیال (پیش) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب ان کو پیش سے جا کر لے آیا اور بیٹوں سے بڑھ کر ان کی پرورش و تربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت و اظہار میں یہ بھی تمام عمر ”عبدالمطلب“ مطلب کا غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا تھا کہ عبدالمطلب ہی اصل نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کو ”شیبہ الحمد“ اور

”فیاض“ اور ”معظم طیر السماء“ بھی کہا کرتے تھے۔ نیز سید قریش اور شریف قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے۔ قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے اس خطاب کا منکر نہ تھا۔ نبی ﷺ کا اسم مبارک ”محمد“ (ﷺ) ان ہی نے تجویز کیا تھا اور حضور ﷺ کی تربیت تا ہشت (8) سال کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا۔ ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔ [1]

عبدال مطلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی ”ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو“ عبدال مطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہو زم زم جسے عمرو بن حرث جرمی نے بند کر دیا تھا اور امتداد زمانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں تھا، عبدال مطلب ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ عبدال مطلب تین (3) شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو۔ پھر خواب ہی میں ان کو چاہو زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدال مطلب اور ان کے فرزند اکبر ”حارث“ نے اس کی جگہ کو کھودا۔ تین (3) دن تک کھدائی کے بعد ان کو بنی جرمی کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں، زرہیں، شاخہائے آہود وغیرہ۔ قریش کے لوگ اب تک تو عبدال مطلب کے فعل کو لغوی سمجھتے تھے، لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرادیا اور تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے، مگر عبدال مطلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔

یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوار اور صادو وار دیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمایا تھا عبدال مطلب کی بھی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبدال مطلب کو کثیر الاولاد کیا تھا۔ ذیل میں ان کی اولاد کو ایک نقشے کے اندر تحریر کیا جاتا ہے۔

نقشہ اولاد عبدال مطلب بن ہاشم

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
① صفیہ بنت جنید بن حجر بن زباب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر دیکھو نمبر 13 شجرہ نسب نبوی ﷺ	حارث	
② فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن محروم بن یثظہ بن مرہ دیکھو نمبر 7 شجرہ نبوی ﷺ	زبیر، ابوطالب عبد اللہ، *عبد اللہ اروی، تہرہ، عاتکہ	ام حکیم، بیضاء امیرہ
③ لبنی بنت ہاجرہ (از یثظہ بن زراعہ)	ابولہب (عبد العزیٰ)	
④ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، دیکھو نمبر 6 شجرہ نسب [2]	مقوم۔ نخل۔ مغیرہ حزہ	
⑤ تنیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار) دیکھو نمبر 19 شجرہ نسب	ضرار۔ قثم۔ عباس	

[2] ہالہ کی ماں عیلہ بنت مطلب ہے۔

[1] رحمۃ اللعالمین جلد اول۔

منعمہ بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاہ)	غیداق - مصعب	
میزان ازواج = 6	پسران = 15	دختران = 6

مندرجہ بالا نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب 15 بیٹوں اور 6 بیٹیوں کا والد تھا مگر بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام نفل ہے اور عبد الکعبہ وہی ہے جس کا نام مقوم ہے۔ اور قسم کوئی بھی نہ تھا۔ اندریں صورت عبدالمطلب کے فرزندوں کی تعداد بارہ (12) ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے چچا گیارہ (11) ہوئے۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ابنائے عبدالمطلب 12 تھے۔ ان میں سے ہم کو دس (11) کے حالات ملے ہیں اور سات (7) کے حالات کا اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے۔ آٹھویں ضرار، فتیان قریش میں سے تھے اور جود و جمال میں مشہور۔ آغاز بعثت ہی میں انتقال کیا۔ اولاد نہ تھی۔

⑨ مقوم اولاد صلیب تھی، مگر نسل جاری نہ ہوئی۔ ہند بنت المقوم کے پسر عبد الرحمن بن ابی عمرو کا ذکر علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔
 ⑩ نفل کے فرزند قمرہ کے اشعار طبقات الکبیر میں موجود ہیں، جس میں اس نے اپنے دو ازادہ (12) اعمام (چچوں) کے نام شمار کیے ہیں۔ غیداق - قسم۔ عبد الکعبہ کے حالات سے کتب تواریخ خاموش ہیں ممکن ہے کہ مقوم ہی کا نام عبد الکعبہ ہو۔ (واللہ اعلم)
 عبدالمطلب نے 82 سال کی عمر پائی۔ ان کا سال ولادت 497ء اور سال وفات 579ء اندازہ کیا گیا ہے۔ ⑪
 چونکہ عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت ﷺ کے اعمام و عمت ہیں، اس لیے ان کے مختصر حالات مع ان کی اولاد کے (جہاں تک کہ عہد نبوی ﷺ سے ان کا قریبی تعلق ہے) تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین اہل بیت نبوی ﷺ کے احوال سے بے خبر نہ رہیں۔
 حارث عم النبی ﷺ

عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابو الحارث تھی۔ یہ اپنے والد کی حیات ہی میں مر گئے تھے ⑫، مگر ان کے چار فرزند: نوفل و عبد اللہ۔ ربیعہ و ابوسفیان مغیرہ بنی النضر جو نبی ﷺ کے تایا زاد بھائی ہیں، مسلمان ہوئے۔ ہر ایک کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے۔

① نوفل بن حارث بن النضر

جنگ بدر میں کفار کی جانب تھے۔ پھر جنگ خندق یا فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین میں تین ہزار (3000) نیزے نبی ﷺ کی خدمت میں اعانت لشکر اسلام کے لیے پیش کیے تھے۔ اس وقت یہ ہاشمی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے۔ 25ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ ⑬

ان کے تینوں فرزند: مغیرہ۔ عبد اللہ۔ حارث بنی النضر بھی صحابی ہیں۔

مغیرہ بن نوفل حضرت عثمان بنی النضر کے عہد میں قاضی مدینہ تھے۔ ابن کثیر شقی نے جب سیدنا علی بنی النضر کو زخمی کیا تو خود بھاگ چلا تھا مغیرہ ہی نے اسے گرفتار کیا تھا اور سیدہ امہ بنت زینب بنت رسول ﷺ کا نکاح بھی بعد انتقال حضرت علی بنی النضر ان ہی کے ساتھ حسب وصیت مرتضوی بنی النضر ہوا تھا، جن سے یحییٰ بن مغیرہ پیدا ہوئے تھے۔ عبد اللہ بن نوفل کو حضرت عمر بنی النضر نے حاکم کوفہ کیا تھا ان کا چہرہ کسی قدر

نبی ﷺ سے مشابہت رکھتا تھا۔

حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حاکم مکہ پھر حاکم مصر کر دیا تھا۔ آخر میں یہ بصرہ جا رہے تھے۔ یزید کی وفات کے بعد اہل بصرہ ان کو امیر بنانا چاہتے تھے۔ 63ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا فرزند عبد اللہ المعروف ”بیہ“ بھی صحابی ہے۔

(2) عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حیات نبوی ﷺ میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب ”سعید“ سے مشرف فرمایا تھا۔

(3) ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ

ابو ادوی کثیت تھی۔ ان ہی کا نام نبی ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں لیا تھا اور فرمایا تھا: وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَصْعَفَ، دَمِ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ پہلا مطالبہ خون کا جسے میں ملیا میٹ کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن الحارث کا مطالبہ ہے اس کی شرح یہ ہے کہ ربیعہ کا شیر خوار فرزند دشمنوں نے مار ڈالا تھا، نبی ﷺ نے پچھلے چھڑوں کا خاتمہ کرنے کے لیے اس مطالبہ کو ملیا میٹ کر دیا اور اس کا خون بہانہ دلا یا۔ ان کا انتقال 33ھ میں ہوا۔

ان کے دو فرزند عبد المطلب اور مطلب رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔

عبد المطلب نے دمشق میں بعد حکومت یزید وفات پائی۔

مطلب حیات نبوی ﷺ میں بالغ نہ ہوئے تھے۔

(4) ابوسفیان مغیرہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

یہ آنحضرت ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کیوں کہ انھوں نے بھی حلیمہ السعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ عرب کے مشہور شعراء صحابہ میں سے تھے۔

ابتداءً اسلام میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے مخالف بنے رہے مگر فتح مکہ سے چند یوم پیشتر جذبہ توفیق ربانی سے خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

جنگ حنین میں جو صحابہ ثابت قدم رہے تھے، ان میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی امتیاز حاصل ہے۔ یہ تورکاب نبوی ﷺ سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے۔

قبولیت اسلام کے بعد جو اشعار انھوں نے تصنیف کیے وہ رحمۃ للعالمین کی جلد اول میں درج کیے جا چکے ہیں۔

وفات حسرت آیات نبوی ﷺ کے بعد اشعار میں اکثر درودوں کا اظہار کیا کرتے تھے۔

أَرَفْتُ قَبَاتَ لَيْلِي لَا يَزُولُ وَلَيْلَ أَخْيِ الْمُصِيبَةِ فِيهِ طُولُ

”میں جا رہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی۔ ہاں! مصیبت زدہ کی رات لمبی ہی ہوا کرتی ہے۔“

فَأَمْعُدُنِي الْبُكَاءِ وَذَلِكَ فِي مَا أَصِيبُ الْمُسْلِمُونَ بِهِ قَلِيلُ

”میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو مصیبت کے مقابلہ میں جو مسلمانوں پر آتی بہت ہی کم ہے۔“

لَقَدْ عَظُمْتُ مُصِيبَتَنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةُ قَيْلٍ قَدْ فِضَ الرَّسُولُ

”اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہا نہ رہ گئی جب لوگ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بلائے گئے۔“

وَحَسَعْتُ أَرْضَنَا مِمَّا عَرَّاهَا تَكَادُ بِنَا جَوَانِبَهَا قَمِيلٌ
 ”معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر بھونچال آگیا ہے اور زمین دھنس جائے گی۔“

لَقَدْ ذَاكَ الْوَحْيَ وَالنُّزُلَ فِينَا بِرُوحٍ بِهِ وَيَعْدُو جِيرُنُ
 ”جس وحی کو لے کر صبح و شام جبریل علیہ السلام ہم میں آیا کرتے تھے آج ہم اس سے محروم ہو بیٹھے۔“

وَذَاكَ أَحَقُّ مَا سَأَلْتُ عَلَيْهِ نَفُوسُ النَّاسِ أَوْ كَادَتْ يَسِيلُ
 ”یہ وہ مصیبت ہے کہ لوگوں کا مرجانا یا قریب مرگ ہو جانا بالکل ٹھیک ہے۔“

نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُو الشُّكَّ عَنَّا بِمَا أَوْحَىٰ عَلَيْهِ وَمَا يَقُولُ
 ”نبی ﷺ اس شان کے ساتھ تھے کہ دل سے شک کو صاف کر دیتے تھے بھی بذریعہ کلام وحی اور بھی بذریعہ ارشادات خود۔“

وَيَهْدِينَا فَلَا تَخْشَى ضَلَالًا عَلَيْنَا وَالرَّسُولُ لَنَا دَلِيلُ
 ”وہ ہماری رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور ہم کو کبھی بھی بھٹک جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ کیوں کہ ہم جانتے تھے کہ اللہ کا رسول ہمارا رہنما ہے۔“

أَقَاطِمُهُ إِنْ جَزَعْتَ فَذَلِكَ عَذْرُ وَإِنْ لَمْ تَجْزِعِي ذَلِكَ السَّيْلُ
 ”اے فاطمہ! اگر تو روئے گی تو ہم تجھے معذور سمجھیں گے اور اگر صبر کرے گی تو بہتر ہے کیوں کہ یہی بہتر طریق ہے۔“

فَقَبْرُ أَبِيكَ مَيِّدٌ كُلِّ قَبْرِ وَفِيهِ مَيِّدُ النَّاسِ رَسُولُ
 ”تیرے باپ کی قبر ہر ایک قبر کی سید ہے اور اس قبر میں نوع انسان کا سردار اللہ کا رسول ﷺ آسودہ ہے۔“

نبی ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ ایک حدیث میں ہے:

ابوسفیان بن الحارث من شباب اهل الجنة ”ابوسفیان ہشتی جوانوں میں سے ہے۔“

یا سید فتیان اهل الجنة ”یا بہادران ہشتی کا سردار ہے۔“ (1)

أَبُو سَفْيَانَ خَيْرُ أَهْلِي يَا مِنْ خَيْرِ أَهْلِي ”ابوسفیان میرے اہل میں اچھا ہے یا میرے اچھے اہل میں سے ہے۔“ (2)

علماء کا قول ہے کہ كُلُّ الصَّيْدِ فِي جَوْفِ الْفَوَآءِ کی مثل بھی نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمائی تھی۔ (3) 20ھ میں وفات

پائی۔ ان کے فرزند عبد اللہ اور جعفر دونوں صحابی ہیں۔ جعفر بن ابوسفیان غزوہ حنین میں بھی شامل تھے اور عہد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

ابوطالب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا اصلی نام عبد مناف ہے، مگر کنیت نام پر غالب آگئی تھی۔

ان کو نبی ﷺ کے ساتھ کمال محبت تھی اور تادم زیست (10 نبوت) یہ آنحضرت ﷺ کے ناصر و فدائی رہے۔

ان کے چار (4) بیٹے اور دو (2) بیٹیاں ہیں اور باسٹھ طالب صحابی ہیں۔ طالب باپ کے بعد اور قبل از ایمان مر گیا تھا۔ اس کی

جائے وفات کا بھی پتا نہیں لگا۔ (4)

(1) سیر اعلام النبلاء 3/88، کنز العمال: 33346 (2) کنز العمال: 33347، 33655 (3) فراء کے اندر سب شکار آ جاتے ہیں اردو میں مثل مشہور ہے۔ ”ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں“ استغاب، ص: 709 (4) بخاری: 4283، زہری کی روایت ہے کہ ابوطالب کا ورثہ طالب اور عقیل نے سنبھالا۔

① عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

طالب سے دس (10) برس چھوٹے اور جعفر سے دس (10) برس بڑے تھے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔

عقیل واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس عمل میں ان کو امتیاز حاصل تھا۔ ابو یزید کنیت تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

يَا أَبَا يَزِيدَ إِنِّي أُحِبُّكَ حُبِّي حُبًّا لِقَرَابَتِكَ وَحُبًّا لِمَا كُنْتُ أَعْلَمُ مِنْ حُبِّ عَمِّي إِبْرَاهِيمَ ①

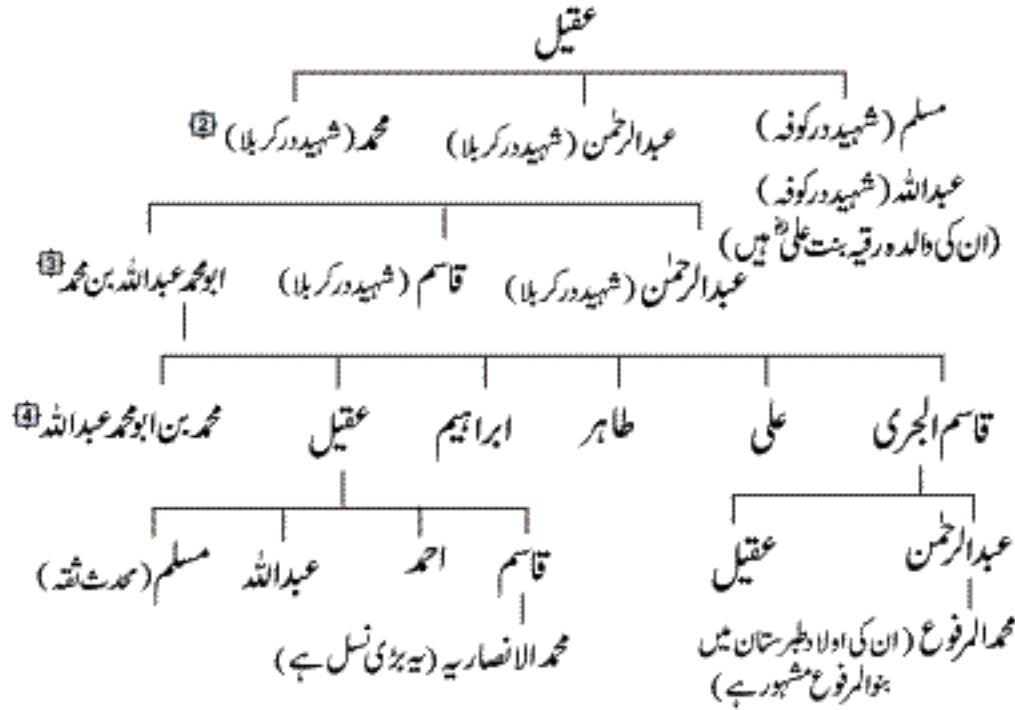
اے ابو یزید! میں تم سے دو گونہ محبت رکھتا ہوں: ایک تو محبت قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے تایا کو تم سے محبت تھی۔

ان کا انتقال سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جو امام حسین علیہ السلام کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز پنج

شنبہ (جمعرات) 2 ذی الحجہ 59ھ کو شہید ہوئے۔ ان ہی کے فرزند ہیں۔ عقیل رضی اللہ عنہ کے دو فرزند محمد و عبدالرحمن ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی

کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

اولاد عقیل بن ابی طالب کا شجرہ نسب



② جعفر (طیار) رضی اللہ عنہ بن ابوطالب

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس (10) سال بڑے قدیم الاسلام تھے۔ اول ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین

حبشہ کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ پر خوب اشاعت اسلام ہوئی۔ اسلام پر جو تقریر انہوں نے بادشاہ حبشہ کے دربار میں

فرمائی تھی وہ رحمۃ اللعالمین جلد اول پر درج ہے۔ 7ھ میں حبش سے مدینہ تشریف لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کو تشریف لے گئے تھے۔

① الطبقات الکبریٰ لابن سعد 4/30، اسد الغابہ 4/61۔ ② ان کے گھر میں نذیب البصر علی بت علی مرتضیٰ تھیں۔ ③ امام ترمذی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابن

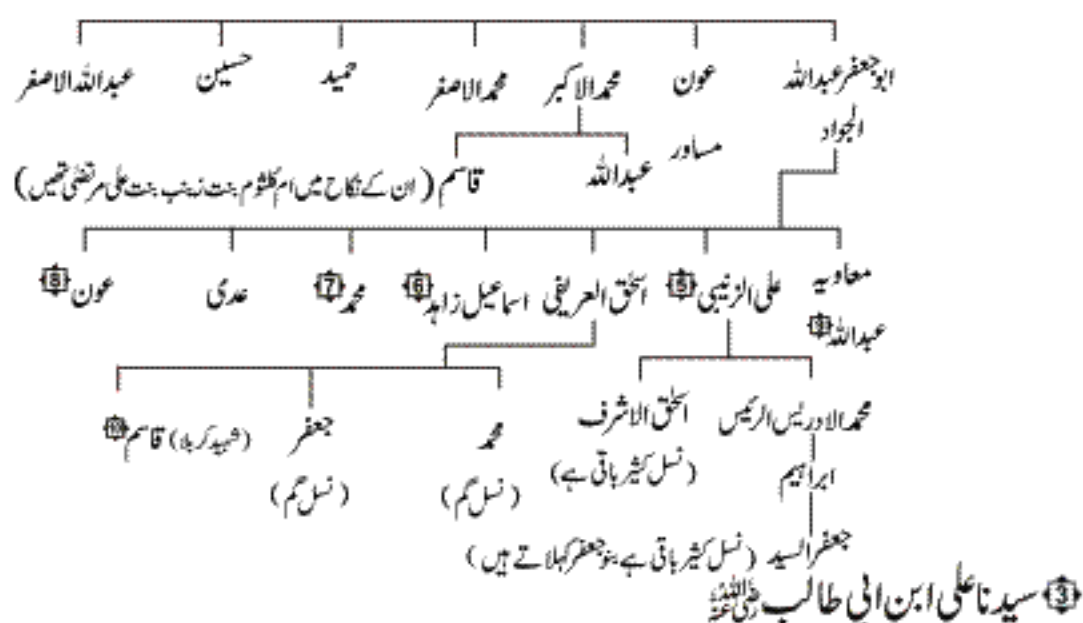
حجر مہندی نے 140ھ میں ان کی وفات تحریر کی ہے۔ ④ ان کی والدہ حمیدہ ہے جو مسلم بن عقیل کی بیٹی اور امام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے بطن سے تھی۔

نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا: أَشْبَهْتُ خَلْقِي وَخَلْقِي۔ ③
جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

(ا) عبد اللہ: یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر جنم میں پیدا ہوئے۔ کثرتِ سخا و کرم سے ان کا لقب بحر الجود تھا۔ عبادت گزار بھی حد درجہ کے تھے۔ 80ھ میں بہ عمر 90 سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا ان ہی کے گھر میں تھیں۔ عری بن عبد اللہ بن جعفر کر بلا میں شہید ہوئے۔ ابن ہشام نے ان کو شہید کیا تھا۔

(ب) عون بن جعفر (ج) محمد بن جعفر: یہ دونوں لستر میں شہید ہوئے۔ اولاد جعفر کا شجرہ نسب یہ ہے:

اوّل اعتراف (طا)



اس امام ہادی انا م ابوالنعم العظام کے محاسن و فضائل کے لیے دفتر درکار ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان

① المعجم الكبير للطبرانی: 110/2، کنز العمال: 33216، البدایہ والنہایہ: 72/3، مستدرک حاکم: 624/2، مجمع الزوائد: 271/9، نصب الراية: 225/4، اسد الغابا: 542/1، بخاری: 4261، 3709، 4264، 4265، ترمذی: 3765، مصنف عبد الرزاق: 20393، مشکئی: 8/5، اسد الغابا: 542/1، ② بخاری: 4261، ③ بخاری: 3708، 5432، ④ ان کی والدہ و شہینہ دختر علی رضی اللہ عنہا۔ ⑤ التوفی 145 ھ میں ان سے روایت ہے۔

کی سیرت پر ایک علیحدہ جلد لکھوں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سلمان پارسی رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ اس وقت عمر مبارک 8 سال تھی۔ حضور ﷺ کے شاندار کارنامے شب ہجرت، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر و حنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں۔ شجاعت اور فضل قضایا میں بین الامثال ممتاز تھے۔ سیدہ النساء، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے زوج اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد بزرگوار تھے۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر جو عطیہ نبی ﷺ ہے نہایت شادماں ہوتے تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہ ماہ ذی الحجہ 33 ھ خلیفہ ہوئے اور باندہ جمعہ 17 رمضان المبارک 40 ھ کو اشدی الناس ابن ہجم کے ہاتھ مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے۔

امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ (دیگر ازواج سے) ان کے سولہ (16) فرزند تھے۔ زخم کہ جس پر شہادت ہوئی، کثیر بن عمر السکوئی نے جو شاہان ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا بتایا کہ زخم دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب صحت محال ہے۔

کبر بن حماد القاہری نے ہائیکہ شہادت پر اشعار کہے ہیں:

قُلِّ لِبْنِ مُلْجَمٍ وَالْأَفْذَارِ غَالِبَةٍ هَذُمْتَ وَيَسْلُكَ لِلْإِسْلَامِ أَرْكَانًا
 ”ابن ہجم سے کہنا (گو میں جانتا ہوں) کہ تقدیر سب پر غالب ہے کہ کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھایا۔“
 قُلْتُ أَفْضَلَ مَنْ يَمْشِي عَلَى قَدَمٍ وَأَوَّلَ النَّاسِ إِسْلَامًا وَأَبْنَانًا
 ”وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سے سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول۔“
 وَأَعْلَمَ النَّاسِ بِالْقُرْآنِ ثُمَّ بِمَا سَنَ رَسُولُنَا شَرْعًا وَبَيَانًا
 ”اور قرآن و سنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا، تو نے اسے قتل کیا۔“
 صَهْرُ النَّبِيِّ وَمَوْلَاهُ وَنَاصِرُهُ أَضَحَّتْ مَنَاقِبُهُ، نُورًا وَبُرْهَانًا
 ”وہ داماد نبی اور ان کا دوست و ناصر تھا جس کے مناقب کے نور اور برہان روشن ہیں۔“
 وَكَانَ مِنْهُ عَلَى رُغْمِ الْحُسُودِ لَهْ مَا كَانَ هَارُونَ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ
 ”جو علی رغم حسود نبی ﷺ کے لیے ایسا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام۔“
 وَكَانَ فِي الْحَرْبِ مَيْفًا صَارِمًا ذَكَرًا لَبًّا إِذَا لَقِيَ أَقْرَانًا
 ”جولائی شمشیر براں اور دلیر شیر تھا جب خوب گھمسان کارن پڑ جاتا ہوا۔“
 ذَكَرْتُ قَائِلَهُ وَالذَّمْعُ مُنْهَدِرًا فَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّ النَّاسِ سُبْحَانًا
 ”میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں اے اللہ! تو پاک ہے، تیری قدرت عجیب ہے۔“

شہید کربلا ہیں۔ ان کی والدہ جنانہ بنت مہذب (ازنی فرازہ ہیں) [۱] ان کی والدہ بنت القاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں۔ قاسم اور امام جعفر صادق خاندانِ علی ہیں۔
 [۲] 125 ھ میں دعویٰ خلافت کیا 129 ھ میں اسیر ہوئے۔ 133 ھ میں وفات پائی۔ نسل آئندہ نہ چلی۔

إِنِّي لَأَخْبِيهِ مَا كَانَ مِنْ بَشَرٍ يَخْشَى الْمَعَادَ وَلَكِنْ كَانَ شَيْطَانًا

”میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ وہ بشر نہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ شیطان ہے۔“

أَشْفَى مُرَادًا إِذَا عُدْتُ قَبْلَهَا وَأَخْشَرَ النَّاسَ عِنْدَ اللَّهِ مُبْرَأًا

”اپنے قبیلہ مرادیوں میں سب سے زیادہ بد بخت اور میزبان میں سب سے زیادہ زیاں کار۔“

كَعَاظِرِ النَّاقَةِ الْأُولَى الَّتِي جُبِلَتْ عَلَى تَمُودَ بِأَرْضِ الْحَجَرِ عُسْرَانَا

”(وہ تو) عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح علیہ السلام کے ناقہ کو مارا اور قوم ثمود پر ملک حجر میں بتائی لانے کا سبب ٹھہرا۔“

كَأَنَّهُ، لَمْ يَسِرْ وَقَضَا بِضَرَبِهِ إِلَّا لِيُصْلِيَ عَذَابَ الْخُلْدِ يُبْرَأَنَا

”معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کرنے سے اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔“

حضرات علی و جعفر و عقیل رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا ہے جو اسلام لا کر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ

منورہ میں انتقال کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتارا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی لحد میں ان کے

ساتھ لیٹ گئے، فرمایا:

میں نے تمہیں اس لیے دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو لحد جنت پہنائے اور ساتھ اس لیے لینا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں فرمایا کرتے کہ ابوطالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا ①

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق مؤرخین نے چند اقوال نقل کیے ہیں:

① 18 بیٹے اور 18 بیٹیاں تھیں۔

② 19 بیٹے تھے جن میں سے 6 والد کے سامنے گزر گئے تھے۔ باقی 13 میں سے 6 کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ دنیا میں اس وقت

صرف 5 بیٹوں: امام حسن، امام حسین، محمد حنفیہ، عباس، عمر اطراف رضی اللہ عنہم کی نسل موجود ہے۔ ③

③ ذیل میں ایک نقشہ مع اسمائے زوجات درج کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
1	سیدۃ النساء العالمین: فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	حسن و حسین رضی اللہ عنہما ④	زینب۔ کلثوم
2	ام البنین بنت الحرام بن خالد (بنتی ہوازن)	عمر، عباس، جعفر عبید اللہ عثمان	--
3	لیلیٰ بنت مسعود (ازبنتی حمیم)	عبید اللہ۔ ابوبکر	--
4	اسماء بنت عمیس الخثعمیہ	عون۔ یحییٰ	--

④ اسد القاب: 2/37 ⑤ عمدة الطالب فی نسل ابی طالب ⑥ ایک تیسرے فرزند محمد کا نام کتب الاربعہ فی اسماء صحابہ میں سے ہے صرف ابو موسیٰ نے لکھا

ہے۔ علامہ ابی یوسف کہتے ہیں، تفرد بذکرہ ابو اسحق عن ہانی بن ہانی عن علی۔

5	امامہ بنت ابوالعاص (از بطن سیدہ زینب)	محمد - اوسط	--
6	خولہ بنت جعفر بن قیس	محمد بن حنفیہ یا محمد (اکبر)	--
7	ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	--	ام الحسن، رملۃ الکبریٰ
8	ام حبیبہ بنت ربیعہ الثعلبیہ	عمر	رقیہ
9	مہیابہ بنت امراء القیس الکفی	--	حارثہ

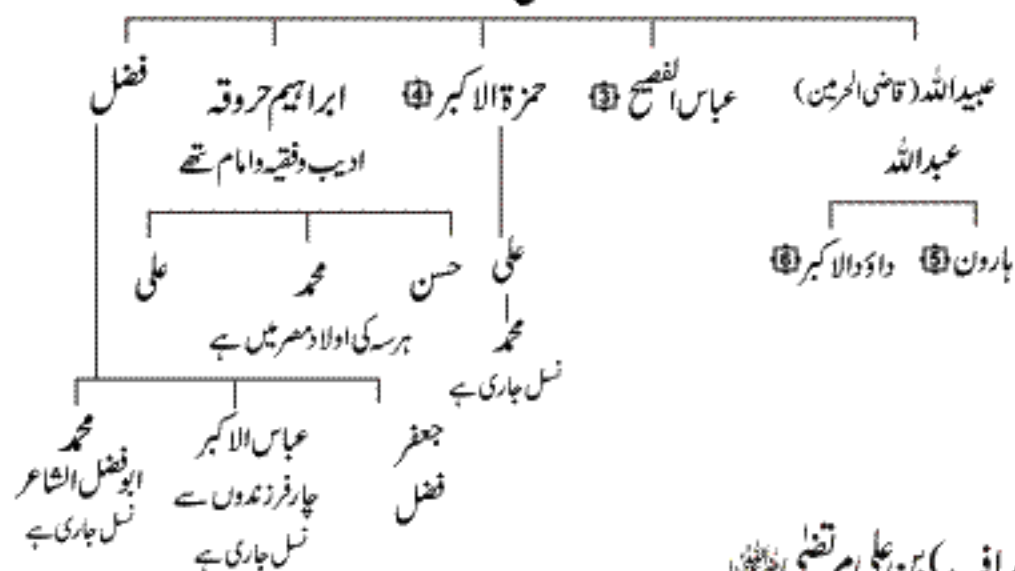
ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملہ الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ ام الکرام، ام سلمہ، جنت، نصیبہ، ام جعفر۔ ①
سیدہ فاطمہؓ کی اولاد کا ذکر اہل بیت نبویؐ میں کیا گیا ہے۔ اولاد علی مرتضیٰؑ کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔

میدان کربلا میں علیہ السلام اور امام ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقائے اہل بیت بھی ہے۔ 34 سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔ ②

اولا ویہ ہے:

عبداللہ

حسن



عمر (اطراف) بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

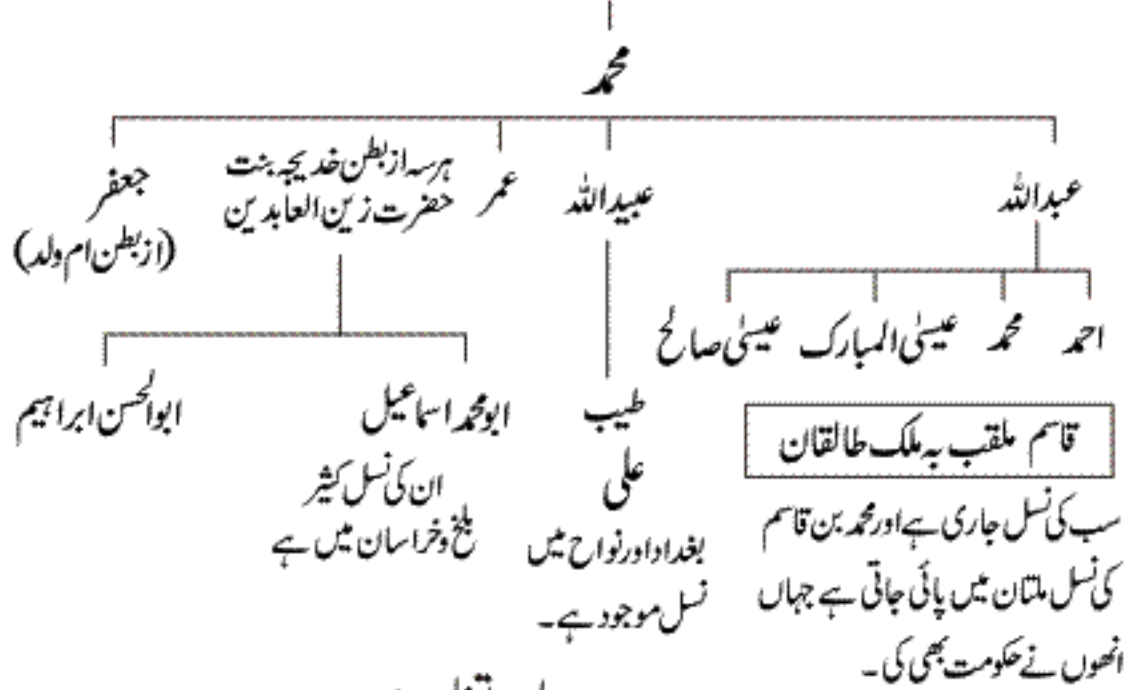
عباس علمبردار کے برادر حقیقی ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا۔ 77 سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض کا بیان

① جزو السنن والکتب الطبری و فیرو، ص 89۔ ② قاتلون کے نام مزید بن رقا و انقی اور حکیم بن الحقیل سہمی ہیں۔

ہے کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختار ثقفی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے:

حضرت عباس علمبردار کے باقی تین بھائی جعفر، عبید اللہ، عثمان کربلا میں شہید ہوئے۔

عمر (اطراف)



ابو القاسم محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ خولہ ملقب خنیہ قبیلہ خنیہ بن لحیم سے ہیں۔ اس قبیلہ نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملیں۔ محمد بن علی 21ھ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور یکم محرم 81ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے زہد و ریاضت اور زور و قوت کی حکایات بہت سی مشہور ہیں۔ لشکر مرتضیٰ کے علمبردار یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسن و حسین کو جنگ میں نہیں بھیجتے اور تم کو ہر ایک سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ فرمایا وہ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوں۔ شیعہ کے ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی۔ ایک شاخ کا اعتقاد ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی پھر ہردو کا اتفاق ہے کہ آئندہ امامت ان ہی کی نسل میں جاری ہوئی۔ مختار ثقفی جس نے قاتلان حسین سے سخت انتقام لیے، اپنے آپ کو انہی کا مختار بتایا کرتا تھا۔ ابن الحنفیہ کے غلام کا نام کیسان ہے، وہ بھی ایک فرقہ کا امام ہے کیسان یہی کا اعتقاد ہے کہ محمد بن علی

رحمہم اللہ (3) شاعر اور ہارون الرشید کا مقرب تھا۔ چار بیٹوں سے نسل جاری ہے۔ بعض مناسبات کہتے ہیں۔ صرف عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نسل سرحد میں رہ گئی ہے۔

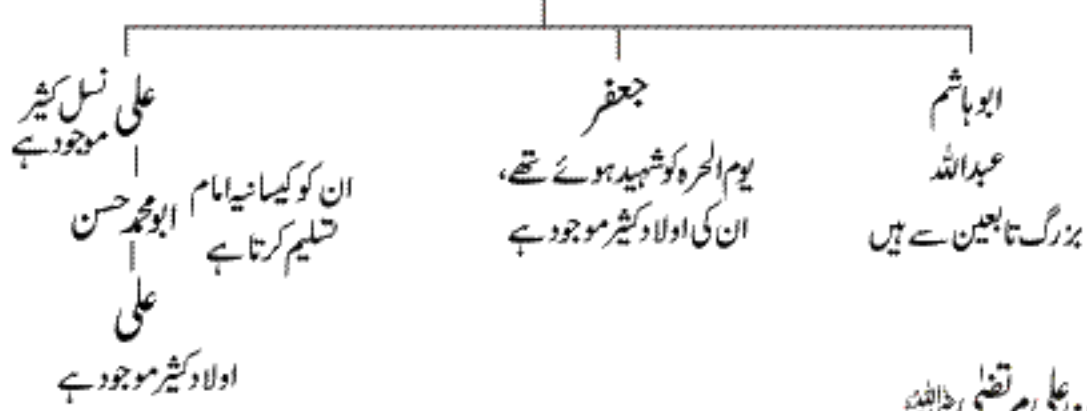
(4) ابو القاسم کنیت۔ اس کا چہرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشابہ تھا۔ ماموں نے اسے ایک لاکھ روپیہ دیا۔

(5) اولاد و ہارون کے نام سے مشہور اور سیاط میں پائی جاتی ہے۔ (6) ان کی اولاد و ہارون کے نام سے مشہور ہے اور یمن میں پائی جاتی ہے

مرتضیٰ کوہ رضوی (۱) پر رہتے ہیں، شیر و چنگ انکے پہرہ دار ہیں۔ شہد اور پانی کے چشمے ان کے متصل جوش زن ہیں۔ قرب قیامت میں مہدی کے لقب سے وہی ظہور پذیر ہوں گے۔

ابن الحنفیہ بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد 24 ہے جن میں سے 14 زینہ فرزند تھے۔ تین (3) سے نسل جاری ہے۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ



محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کربلا میں ایک شخص قبیلہ بنی ابان بن دارم کے تیر سے شہید ہوئے۔ سلسلہ نسب گم ہے۔

ابوبکر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ جنگ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان کی شہادت میں اختلاف بھی کیا ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دیگر فرزندوں عبداللہ و عمن و یحییٰ و عمر (فرزند حبیب) کے حالات نہیں ملے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو ”علوی“ بھی کہتے ہیں۔

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا دختر ابی طالب

یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ابو طالب کی سب اولاد طالب، عقیل، جعفر، علی، ہند، جمانہ ایک ہی والدہ فاطمہ اسدیہ سے ہیں۔

ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاطمہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم سے ہوا تھا۔ ام ہانی کے بطن سے ہانی، عمرو، یوسف اور جعدہ دختر پیدا ہوئے تھے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا عام الفتح کو اسلام لائی تھیں۔ ہبیرہ نجران کو بھاگ گیا تھا۔ اس کی واپسی از نجران اور قبولیت اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی۔

(۱) سعودی عرب کی مشہور بندرگاہ ”ذبیح“ سے ”کوہ رضوی“ کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

بہرہ نے اپنے فرار کے متعلق مندر یہ ذیل اشعار مکہ میں لکھ کر بھیجے تھے۔

لَعُمْرُكَ مَا وَلَيْتُ ظَهْرِي مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ جُبْنَا وَلَا حَيْفَةَ الْقَتْلِ
وَلَكِنِّي قَلْبْتُ أَمْرِي فَلَمْ أَجِدْ سَيْفِي غِنَاءَ إِنْ ضَرَبْتُ وَلَا نَسْلُ
وَقَفْتُ فَلَمَّا خَفْتُ ضِيعَةً مَوْفِي رَجَعْتُ لِعَوْدٍ كَالْهَزْبِ إِلَى الشَّلِ

”سچ سمجھو تو میں نے محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کے سامنے سے ہوجنا مردی یا خوف قتل پیٹھ نہیں دی، بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام الٹ گیا اور میری تلوار، میرا نیزہ اب کچھ کام نہیں بنا سکتے۔ پہلے تو میں ٹھہرا، لیکن جب دیکھا کہ موقف بھی نکل رہا ہے تب اوٹ کر چلا آیا جیسا کہ شیر اپنے بچوں کی طرف واپس آیا کرتا ہے۔“

سیدہ جمانہ رضی اللہ عنہا و خیر ابی طالب

اولاد ابی طالب میں جمانہ رضی اللہ عنہا کا نام ملتا ہے، مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی۔ ابن اسحاق امام السیر نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے پیداوار خیر میں سے تین (3) وقت خرما جمانہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خلعت اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

امیر المؤمنین اور اسد اللہ و رسولہ ان کے خطابات ہیں۔ 6 نبوت میں اسلام لائے اور پھر ہمیشہ ناصر اسلام رہے۔ یہ نبی ﷺ کے برادر رضاعی بھی تھے۔ یعنی ہر دو نے ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ ابوعمارہ ابو یعلیٰ کنیت فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگ احد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھ سے جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ کیا تھا۔ شہید ہوئے۔ نبی ﷺ نے سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔ ان کی لاش پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

رَحِمَكَ اللَّهُ أَيَّ عَمٍ فَلَقَدْ كُنْتُ وَصُولًا لِلْوَحَمِ فَعُولًا لِلْخَيْرَاتِ ①

”چچا، اللہ تم پر رحم کرے، تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔“

دشمنوں نے ان کا جگر نکالا، کان کاٹے، چہرہ بگاڑا، پیٹ چاک کر ڈالا تھا۔ نبی ﷺ لاش کی حالت دیکھ کر اس قدر غمزدہ اور اندوگین ہوئے تھے کہ اتنا رنج آپ ﷺ نے کبھی بھی نہ فرمایا تھا۔

کعب بن شرف یا عبد اللہ بن رواحہ نے اس شہادت پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

بَكَتْ عَيْنِي وَحَقُّ بَهَا بَكَاءُ وَمَا يَغْنِي الْبَكَاءُ وَلَا الْعَوِيلُ
”میری آنکھ روتی ہے، یہ رونا ٹھیک بھی ہے۔ گو رونے اور چلانے کا نتیجہ کچھ بھی نہیں۔“

عَلَى اسدِ آلِهِ غُدَاةٌ قَالُوا لِحَمْزَةٍ ذَاكُمِ الرَّجُلُ الْقَتِيلُ
”رونا اس شیر خدا پر ہے جب یہ آواز نکلی کہ حمزہ مرے پڑے ہیں۔“

① ابوداؤد 31363، ترمذی 1016، احمد 128/3، کنز العمال 30034، بیہقی 10/4، مستدرک حاکم 365/1، اسد الغابہ 69/2

اصيب المسلمون به جميعا هناك وقد اصيب به الرمول
”سب ہی مسلمانوں نے ان کے واقعہ کو مصیبت سمجھا، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی۔“

ابايعلى لك الاركان هدت وانت الماجد البر والوصول
”ابو یعلیٰ حمزہ کو مر گئے مگر شک نہیں بڑی ہی عزت والے اور لوگوں سے بھلائی کرنے والے اور قرابتوں سے احسان کرنے والے تھے۔“

عَلَيْكَ سَلَامٌ رَبِّكَ فِى جَنَانٍ بِخَالِطِهَا نَعِيمٌ لَا يَزُولُ
”حمزہ پر اللہ کی سلامتی ہو وہ ان بہشتوں میں ہیں جہاں نعمتوں کو زوال نہیں۔“

أَلَا يَأْسَأُكُمْ الْأَخْيَارُ صَبْرًا فَكُلُّ قَعَالِكُمْ حَسَنٌ جَمِيلٌ
”آل ہاشم کے سرداروں سے عرض ہے کہ صبر کریں ان کے کام تو سبھی اچھے ہوا کرتے ہیں۔“

رَمُوزُ اللَّهِ مُصْطَبِرٌ كَرِيمٌ بِأَمْرِ اللَّهِ يَنْطِقُ إِذْ يَقُولُ
”برگزیدہ رسول اللہ، سراپا صبر ہیں۔ وہ جب بھی بولتے ہیں تو حکم ربانی سے بولتے ہیں۔“

أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنَى لَوْثًا فَبَعْدَ الْيَوْمِ ذَائِمَةٌ تَدُولُ
”کوئی ہے جو قریش سے جا کر کہہ دے کہ آج سے تمہارا زمانہ ہمیشہ کے لیے گیا۔“

وَقَبْلَ الْيَوْمِ مَا عَرَفُوا ذَاقُوا وَقَبْلُهَا يَشْقَى الْخَلِيلُ
”ہاں آج سے پہلے ہم نے تم کو وہ مزے چکھائے ہیں جن کو سن کر دوست کو اطمینان ہو جاتا ہے۔“

نَسِيتُمْ صَرْبَنَا بِقَلْبِ الْبُذُرِ غَدَاةَ أَتَاكُمْ الْمَوْتُ الْعَجِيلُ
”وہ بدر کا کنواں، وہ مار، وہ ناگہانی موت، تم آج بھول گئے۔“

غَدَاةُ ثَوَى ابُو جَهْلٍ صَرِيحًا عَلَيْهِ الطَّيْرُ حَالِمَةٌ تَجُولُ
”جب ابو جہل چاروں شانے چت گر پڑا تھا۔ گدھ اس کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔“

وَعَتَبَةُ وَابْنُهُ خَيْرًا جَمِيعًا وَشِيَّةُ عَضَاهُ السِّيفُ الصَّقِيلُ
”اسی طرح عتبہ بھی اس کا بیٹا بھی۔ اس طرح شیبہ بھی تلوار نے ان کی ٹکا بوٹی کر دی تھی۔“

ان کے دو فرزند تھے۔ عمارہ اور یعلیٰ۔ عمارہ کا فرزند حمزہ ہوا اور یعلیٰ کے پانچ فرزند ہوئے، مگر پھر ان کی نسل آگے نہ چلی۔ دو لڑکیاں تھیں: ام الفضل اور امامہ۔ ام الفضل دختر حمزہ سے ایک حدیث عبد اللہ بن شداد نے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں، ہمارا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا تھا۔ اس کی ایک بیٹی، ایک بہن تھی۔ نبی ﷺ نے دونوں کو نصف نصف ورثہ دیا تھا۔ امامہ وہی ہے جن کے حق حصانت کی بابت حضرت زید رضی اللہ عنہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے تھے، حمزہ رضی اللہ عنہ مواخات میں میرے بھائی تھے۔ اس لیے لڑکی پر ورثہ کے لیے مجھے ملنی چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مدینہ تک ہودج فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سفر کیا ہے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کہتے تھے، یہ

میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔ [1] یہ واقعہ 6ھ کا ہے اور صحاح میں تفصیل سے مذکور ہے۔ امامہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

ابولہب بن عبدالمطلب

نبی ﷺ سے توحید کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا۔ جب نبی ﷺ بازاروں میں وعظ فرمایا کرتے، تب ابولہب قریب ہی کھڑے ہو کر چلایا کرتا، لوگو! اس کی نہ سنو، دیوانہ ہے۔

ابولہب جنگ بدر سے 8 دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جشہ سڑتا رہا، لیکن جب سرائندھ سے سارا محلہ تکلیف پانے لگا تب اس کے اقارب نے اس کی لاش کو لمبی لمبی بیویوں سے چار پائی سے نیچے گرا دیا اور دیوار کے اوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس ناپاک جشہ پر پھینکے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ دونوں کا لقمہ ایک ہی وقت میں آگ کو مل گیا۔

اس کے چار بیٹے تھے، دو (2) بہ حالت کفر بری طرح تباہ ہوئے اور دو (2) عقبہ اور معقب رضی اللہ عنہما عام الفتح کو مسلمان ہو کر جنگ حنین میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معقب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ ہی میں رہے۔ درہم رضی اللہ عنہ بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی۔ یہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں آئی۔ عقبہ، ولید اور ابوسلم درہم رضی اللہ عنہ ہی کے لڑکے ہیں۔ درہم رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث رسول ﷺ سے روایت کی ہے۔

إِنَّهُ، سُبُلَ آتَى النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالَ اتَّقَاهُمْ اللَّهُ وَامْرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنَّهُمَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْصَلَهُمْ لِرَوْحِمِهِ۔ [2]

لوگوں میں بہتر کون ہے؟ نبی ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا جسے اللہ کا تقویٰ زیادہ ہو، جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا اور برے کاموں سے روکتا اور قرابت مندوں سے سلوک کرتا ہو۔

یہ حدیث بھی درہم رضی اللہ عنہ بنت ابی لہب سے مروی ہے:

لَا يُؤْذِي حَتَّى بَمَيِّتٍ ”کسی مردہ کے افعال کے بدلے کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جاسکتی۔“

عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب عم النبی ﷺ

نبی ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ کا نام تمیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں جنہوں نے ”بیت الحرام“ کو حریر اور دیباچ کا لباس پہنایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جاہلیت میں بھی ریش قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقاہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقاہ کے معنی تو مشہور ہی ہیں (پیاؤ لگوانا) مگر عمارت سے مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کے اندر کسی شخص کو گالی گفتار نہ ہونے دیتے تھے اور کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بیہودہ بات زبان پر نہیں لاسکتا تھا۔ [3]

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے تھے، ان کی مٹک بندی زور سے کس دی گئی تھی جس کی تکلیف کی وجہ سے وہ

[1] بخاری: 2699، مسلم: 1783، ترمذی: 1904، بیہقی: 8/5، اسد الغابہ: 19/7

[2] مسند احمد: 26887-26888، [3] الاستیعاب، اسد الغابہ: 163/3

ہائے کرتے تھے۔ یہ آواز نبی ﷺ کے صبح مبارک تک آتی تھی اور آپ ادھر سے ادھر کروٹیں بدلتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا عباس کے کراہنے سے مجھے نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر ہو چکی تو یہ آواز حضور ﷺ نے نہ سنی۔ فرمایا عباس کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے ان کی مشک بندی کھول دی ہے۔ فرمایا جاؤ سب اسیروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرو۔^(۱)

حجاج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے، لیکن انھوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور حکم نبوی ﷺ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اخبار کفار حضور ﷺ تک پہنچایا کرتے اور غریب مسلمانان مکہ کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ اظہار اسلام کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شامل ہوئے۔

اظہار اسلام سے پیشتر بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ کی معیت میں حاضر تھے۔ بدر میں عقیل اور نوفل برادر زادوں اور حارث برادر خور کا فدیہ انھوں نے خود ادا کیا تھا۔ جنگ حنین میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ برابر مہترم رکاب نبوی ﷺ رہے۔

اسلام کے بعد نبی ﷺ ان کی نہایت حرمت و عزت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے: ”ہذا عقی و صنوابی“ یہ میرے تایا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں۔^(۲)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو ادو معظم، اہل قرابت سے سلوک کرنے والے، صاحب رائے و تدبیر اور صاحب دعائے مستجاب تھے۔ انھوں نے 12 رجب (یا رمضان) 22ھ میں عمر 88 سال وفات پائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کے فرزند یہ ہیں:

فضل، عبداللہ، عبید اللہ، معبد، حکم۔ عبدالرحمن (ام حبیب دختر) یہ سب تو ام الفضل کے بطن سے ہیں اور عون بن عباس ایک دوسری ماں سے اور تمام و کثیر ایک اور ماں سے ہیں اور حارث ایک اور ماں سے تھے۔

(۱) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سب سے بڑے ہیں۔ باپ کی کنیت ابو الفضل اور ان کی ماں (لبابہ الصغریٰ) کی کنیت ام الفضل انہی کے نام پر ہے۔ یہ غزوہ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے اور غسل نبوی ﷺ میں شامل تھے اور علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔ خلافت صدیقی 13ھ یا قاروقی 18ھ میں شہید ہوئے۔ ایک لڑکی ام کلثوم باقی چھوڑی۔ اس کا نکاح اول امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سے سب سے زیادہ مشہور، حرامت اور ربی امت کے لقب سے ملقب ہیں۔ 68ھ میں ستر (70) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا تھا: اَللّٰهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ وَ تَوَلَّ الْقُرْآنَ ایک حدیث (۱) میں الفاظ دعائے نبوی ﷺ یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَاَنْشُرْ مِنْهُ وَاَجْعَلْهُ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ۔

(۱) اسد الغابہ: 164/3 (۲) بخاری: 1468، مسلم: 983، ابوداؤد: 1623، نسائی: 2465، ابن خزيمة: 2329، ترمذی: 3770

(۳) بخاری: 3756، ابن ماجہ: 166، ترمذی: 3833، نسائی: 8178

مسرورق پہنچتے کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین ہیں۔ گفتگو سن کر یقین ہوتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ان کی روایات سن کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم بصرہ مقرر کیا تھا۔ جنگ جمل و صفین و نہروان میں یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مع اپنے فرزندوں حسن و حسین اور محمد کے حاضر رہے تھے۔ آخر عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اس پر ان کے اشعار یہ ہیں:

أَنْ يَأْخُذَ اللَّهُ مِنْ عَيْنِي نُورَهُمَا فَيْسِي لِسَانِي وَ قَلْبِي مِنْهُمَا نُورٌ
قَلْبِي ذِكْرِي وَعَيْنِي ذِي دَخَلٍ وَفِي فَمِي صَارِمٌ كَالسَيْفِ مَأْتُورٌ

علوم و شعر و انساب اور ایام عرب اور وقائع عرب اور علم حدیث و فقہ و تفسیر میں امام تھے۔ خلفاء عباسیہ انہی کی اولاد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ڈیڑھ ہزار (1500) سے کچھ زائد احادیث روایت کی ہے۔ خلفائے بغداد جن کی حکومت 122ھ سے 650ھ تک رہی، انہی کی نسل سے تھے۔

عالی جناب والا دو مان نواب صاحب بہاول پور اسی شاخ عالی سے ہیں۔

③ عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم سے امیر الحاج بھی بنے رہے۔ 58ھ میں وفات پائی۔ اجود الناس مشہور تھے۔

④ معبد، عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئے اور 35ھ میں بعہد خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ملک افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

⑤ حکم بن عباس عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عبید اللہ اور حکم کھیل رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے۔ مجھے آگے اور حکم کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور ہمارے لیے دعا بھی فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم مکہ کر دیا تھا اور شہادت مرتضوی رضی اللہ عنہ تک یہ اسی جگہ مامور رہے۔ حکم سعید بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمرقند کے جہاد کو گئے تھے۔ وہیں شہید ہو گئے۔

ایک شاعر ان کی مدح میں لکھتا ہے:

كَمْ صَارِخٌ بِكَ مَكْرُوبٌ وَ مَارِحَةٌ يَدْعُوكَ بِأَقْسَمِ الْخَيْرَاتِ يَاقَتَمُ

ترجمہ: بہت سے مصیبت زدہ مرد اور عورتیں حکم بن علی کو پکارتے ہیں۔

سب سے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی الگ ہوئے تھے یعنی لحد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لٹانے کے بعد سب سے آخر میں

یہی باہر نکلے تھے۔

⑥ کثیر، وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ماہ پیشتر دس (10)ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ فقیہ ذکی و فاضل تھے، ان کی ماں رومیہ (یورپین) تھیں۔

⑦ تمام، کثیر کے مادر زاد بھائی، اولاد عباس میں سب سے چھوٹے ہیں، بڑے بہادر حملہ آور تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حاکم مدینہ بھی رہے، ان کی اولاد باقی ہے۔

۸) عبدالرحمن، عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی معبد کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

۹) ام حبیب، دختر عباس رضی اللہ عنہ کا نکاح اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔ سفیان ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی برادر ہے۔

زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

آں حضرت ﷺ 24 سال کے تھے، جب ان کا انتقال ہوا۔ ۱) حلف الفضول ۲) کے قیام میں انھوں نے بہت سعی کی تھی، اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے۔ ۳) ان کا ایک فرزند عبداللہ اور دو لڑکیاں: صبا اور ام حکیم صحابی ہیں۔ ۴)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

جنگ اجنادین ۵) میں جو بعد خلافت صدیق ہوئی، شہید ہوئے تھے۔ ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، جس سے واضح تھا کہ کہی شجاعت کے بعد انھوں نے جان بجاں آفریں کر دی تھی۔ نبی ﷺ ان کو (ابن عی وجی) ”میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا فرمایا کرتے تھے۔“ ۶)

عمات النبی ﷺ

۱) ام حکیم بیضاء رضی اللہ عنہا عمة النبی ﷺ

حضرت عبداللہ و ابوطالب و زبیر کی حقیقی بہن ہیں۔

ان کا نکاح کزیر بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن مناف سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند کا نام عامر تھا جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی ہے، جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے والی خراسان بنایا تھا۔ ام حکیم کی دختر اروی ہیں، جو عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ ۷)

۲) امیمہ رضی اللہ عنہا عمة النبی ﷺ

ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔ ام المؤمنین زینب اور ام حبیبہ اور حمزہ دختران اور عبداللہ بن جحش ان کے پسریں۔ ام حبیبہ اہلیہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

حمزہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے، دوسرا نکاح حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس نکاح سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے، جو اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جحش یوم احد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

۱) انسان النبیون جلد اول ص 135 ۲) حلف الفضول دیکھو کتاب رجزہ للاحابین جلد اول ۳) طبقات کبیر جلد اول ۴) الاستیعاب۔

۵) زرقانی والاستیعاب ۶) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ 241/3 ۷) زرقانی والاستیعاب

③ عاتکہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انہوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا، کافروں نے یہ خواب سنا تو خوب ہنسی اڑائی کہ اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں، لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ خواب میں ان کو دکھایا گیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک سوار ہے اس نے کوہ ”ابونیس“ سے ایک پتھر اٹھایا اور رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے۔ اس پتھر کے ذرہ ذرہ ریزے ہو گئے ہیں۔ ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا ہے۔ البتہ نوز ہرہ بچے رہے۔ ④ عاتکہ بمعنی طاہرہ ہے۔

④ صفیہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا۔ وہ مر گیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ عوام حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی تھے۔ اس نکاح سے حضرت زبیر پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ⑤ یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے بھائی ہیں۔

سائب بن العوام رضی اللہ عنہ بھی ان کے فرزند ہیں، جو غزوات بدر و خندق میں اپنی شجاعت دکھا چکے اور جنگ یمامہ میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ انہوں نے جنگ خندق میں ایک یہودی کو قتل بھی کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔

انہوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حرمت شدہ پایا۔ پھر بھی نہ روئیں، نہ چلائیں، بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

⑤ برہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا نکاح عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا۔ ابوسلمہ عبداللہ ان ہی کے فرزند ہیں، جو ام المؤمنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اول ہیں۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا شمار اسلام میں داخل ہونے والوں میں کیا رہا (11) ہے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا حال ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں ہے۔

⑥ ارویٰ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ ابن سعد رحمہ اللہ اور ابن القیم رحمہ اللہ نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے اور واقدی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ جب ان کے فرزند طیب نے ماں کو اپنے اسلام کی خبر سنائی تو ارویٰ خاتون نے کہا:

إِنْ أَحَقَّ مَنْ وَارَدَتْ وَ عَصَدَتْ ابْنِ خَالِكَ لَوْ كُنَّا نَقْدِرُ عَلَى مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الرَّجَالُ لَمَنْعَاهُ وَ ذِيْنَاهُ عَنْهُ ⑦

”تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حق دار ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ہم عورتوں کو مردوں

⑦ ۱۱ شعیب ص: 723۔ نوز ہرہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے۔ ⑧ وہ دس (10) عظیم القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں عظیم برکات اللہ علیہم نے دیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ ⑨ طبقات ابن سعد

جیسی طاقت ہوتی تو ہم اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔“

اروی بن ابی لہب نے نبی ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

أَلَا يَارَسُولَ اللَّهِ كُنْتَ رَجَائُنَا وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكْ جَافِيَا
كَأَنَّ عَلَيَّ قَلْبِي لَذِكْرُ مُحَمَّدٍ وَمَا جَمَعْتُ مِنَ النَّبِيِّ الْمُحَاوِيَا ①

اروی بن ابی لہب کا نکاح عمیر بن وہب بن عبد بن قصی سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند طلیب رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے۔ ان کا شمار مہاجرین اول میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ کی اور پھر ہجرت مدینہ۔ بعض کے نزدیک طلیب رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے راہ حق میں خون بہایا (بعض کے نزدیک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں) جنگ بدر میں حاضر ہوئے۔ واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ اولاد نہیں چھوڑی۔

سردار عبد اللہ والد النبی ﷺ

باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ عبد المطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے دس (10) فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک کو تقرب الہی کے لیے ذبح کرے گا۔

جب عبد المطلب کے گھر دس (10) فرزند پیدا ہو چکے، تب انھوں نے اپنی منت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو عبد اللہ کے نام نکلا۔ عبد اللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضاة الہی کے لیے قربان ہونا قبول کر لیا، لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شقیق کے لیے مزاحمت کی اور اشعار ذیل میں اپنا مدعا باپ سے بیان کیا:

كَلَّا وَرَبِّ الْبَيْتِ ذِي الْأَنْصَابِ مَا ذَبَحَ عَبْدُ اللَّهِ بِالنَّصَابِ
يَا شَيْبَ أَنْ الرِّيحَ ذُو عَقَابِ أَنْ لَنَا جَرَهُ فِي الْخَطَابِ
أَحْوَالُ صَدَقَ كَأَسْوَدِ الْغَابِ ②

حضرت عبد اللہ کے خضیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔ مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم نے کہا:

يَا عَجَبًا مِنْ فِعْلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَذُبْحِ ابْنِ أَسَا حِمْصَالِ الذَّهَبِ
كَأَنَّ وَبَيْتُ اللَّهِ مَسْتَوِرُ الْحَبَبِ مَا ذَبَحَ عَبْدُ اللَّهِ فِينَا بِاللَّعِبِ ③

آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب عبد اللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربان کر دینے چاہئیں۔

قرعہ کا آغاز دس (10) اونٹوں سے کیا گیا۔ پھر بیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسی، نوے تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ عبد اللہ کا نام نکلا، لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو (100) کر دی گئی، تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبد المطلب نے بیٹے کا فدیہ اپنی منت کے بدلے میں سو (100) اونٹ قربان کر دیے۔

اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند، یونان، مصر و ایران چین و افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔ ④

① سیرت، مولوی کرامت علی ② سیرت، مولوی کرامت علی ③ سیرت، مولوی کرامت علی ④ نیپال اور برہما کی وحشی اقوام میں اب تک جاری ہے۔ اندرون افریقہ میں بھی غالباً موجود ہے۔

عبدالطلب کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منت خاص اللہ عزوجل کے لیے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بت کے لیے نہیں جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیثا غیر اللہ ہی کے لیے کیا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سردار عبدالطلب کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا شوق پیدا ہوا ہو اور اس شوق میں مامور و غیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انھوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ہر ایک باپ کو قربانی فرزند کا حق حاصل ہے۔

اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالطلب کو بھی ایسے نذر سے سرخرو کیا اور عبداللہ کو بھی بچا لیا۔ اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس (10) اونٹ مقرر تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو (100) اونٹ ہو گئی، گویا عبدالطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پذیری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں وہ چند ترقی ہو جانے سے واردات قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کی ہو گئی ہوگی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یمن و برکت کا موجب بن گیا۔

بے شک جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ اللعالمین بنا تھا، اس کے آباء کرام کا بھی بنو نوع انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔ سردار عبداللہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرابطی و ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مر الخشعمہ نے ان سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سو (100) اونٹوں کا عطیہ بھی ان کو دینا چاہا، لیکن انھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا

أَمَّا الْحَرَامُ فَلَا مَمَاتُ دُونَهُ، وَالْحِلُّ لَأَحْلَ قَاسِيَتِهِ،

فَكَيْفَ إِلَيَّ إِلَّا الَّذِي تَبِعْتَهُ، يَحْمِي الْكَرِيمُ عَوْضَهُ، وَدِينَهُ ۝

”فصل حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مر جانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس لیے اعلان

ضروری ہے کہ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف آدمی کو لازمی ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔“

سردار عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کے لیے چلے گئے تھے اور واپسی کے وقت مدینے میں اس لیے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں، وہیں بیمار ہوئے اور عالم آخرت کو سدھار گئے۔

نبی ﷺ کے والدین کے اسماء پر نظر کرو، اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارباب نبوت تھا جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیت الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھنٹی ملی ہو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الافعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد کہلائے، ﷺ۔ سردار عبداللہ کا انتقال 25 سال کی عمر میں ہوا تھا۔ جب نبی ﷺ ہنوز شکم مادر ہی میں تھے۔

سیدہ آمنہ

نبی کریم ﷺ کی والدہ ہیں۔ ان کے والد بنو زہرہ کے سردار، قریش میں نہایت محترم تھے۔ سیدہ آمنہ نے اپنے چچا و بیب

کی حسانت میں پرورش پائی تھی۔ وہ حبیب بھی اپنے بھائی کی قوم کا سید اور مطاع تھا۔

آبا ئہ	امہاتہا	
وہب	بڑھ	اب: عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی ﷺ ام: ام حبیب (1) بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی
عبد مناف	قیلہ	اب: دخیل (2) بن غالب بن حارث (من خزاعہ) ام: سلمیٰ (3) بنت لوی بن غالب سلسلہ نمبر 10 آباء نبوی ﷺ
زہرہ	جمل	اب: مالک بن قصیہ بن سعد بن لیث (من خزاعہ) ام:
کلاب	فاطمہ	اب: سعد بن یس (من الازد) ام: ظریفہ بنت قیس

اس سلسلہ سے واضح ہوگا کہ زہرہ اور قصی بن کلاب دونوں برادر شقیق تھے۔

سیدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امانت داری اور نبوی (محمدی) بن گئی تھیں، ان کا بیان ہے کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو، میں نے ایسا ہی کر لیا مگر چند روز کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گری پڑی تھیں، پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔ (4)

سیدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ بچے کا نام احمد رکھنا، چنانچہ ماں نے آں حضرت ﷺ کا نام احمد رکھ دیا اور دادا نے محمد ﷺ تجویز کیا۔ پس محمد و احمد (5) دونوں مبارک نام حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔

اس خواب کے بعد ہی سیدہ آمنہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہوگا۔ چنانچہ جب حلیمہ نے آں حضرت ﷺ کو گود میں لینے سے اس لیے تامل کیا کہ حضور ﷺ یتیم بچے ہیں، تو سیدہ آمنہ نے فرمایا:

يَا ظِلْمُو سُلَيْمِي عَنِ ابْنِكَ فَإِنَّهُ، سَيَكُونُ لَكَ شَانٌ -

”اے دایہ اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔“

حلیمہ بچے کو لے چلیں، تو سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے:

أَعْيَدُ بِاللهِ ذِي الْجَلَالِ مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَى الْجَبَالِ
حَتَّىٰ أَرَاهُ خَامِلًا لِّلْحَلَالِ وَيَفْعَلُ الْعُرْفَ إِلَى الْمَوَالِ
وَعَيَّرَهُمْ مِنْ حَشْوَةِ الرِّجَالِ

(1) ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف ثانی قلابہ بنت الحارث، پر ثانی امیہ بنت مالک، پر ثانی، کی ماں زُہب بنت ثعلبہ پر ثانی کی ثانی عاتکہ بنت عامرہ پر ثانی کی پر ثانی یعنی بنت عوف بن قصی ہے۔ (ابن سعد) (2) دخیل کی ماں سلامہ بنت واہب ثانی امتیہ بنت حمیس بن ربیعہ پر ثانی عبیدہ بنت عبیدہ ہے۔ (3) سلمیٰ کی ماں ماویہ بنت کعب بن القین ہے۔ (4) (ابن سعد) (5) ابن سعد نے بروایت محمد بن علی یعنی ابن ابی نعیم روایت کی ہے کہ انھوں نے اپنے والد علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا کہ حضور ﷺ فرماتے تھے: ”سمیت احمد“ یہ روایت مرفوع ہے۔

”میں اپنے بچے کو خداؤ والجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے، یہاں تک میں اپنے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لو کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور در ماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے۔“

دو سال کے بعد جب آنحضرت ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا تو مائے حلیمہ حضور ﷺ کو مکہ میں لائیں اس وقت مکہ میں وبا کی بیماری تھی۔ دانش مند والدہ نے حضور ﷺ کو واپس بھیج دیا۔

پانچ سال کی عمر کے بعد مائے حلیمہ نبی ﷺ کو پھر واپس لائیں۔ اس وقت ماں نے اس آنکھوں کے نور کو جس نے تمام دنیا کے سامنے نور حقہ روشن فرمایا، اپنے پاس رکھ لیا اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب گئیں۔ انھیال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔

وہاں ایک مہینہ تک دار النابضہ میں قیام کیا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور ام ایمن لونڈی بھی ساتھ تھی۔ [1] نبی ﷺ جب 47 سال کے بعد مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو بچپن کی سب باتوں کو یاد کر کے ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی ایسہ ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اس قلعہ کے اوپر ایک پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا۔ بچے اسے اڑایا کرتے تھے اور اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھی اور اس گھر میں میرے والد کی قبر اس جگہ بتائی ہوئی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باولی میں میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔

سیدہ آمنہ ایک ماہ قیام یثرب کے بعد مکہ کو واپس ہوئی تو مقام ”ابوا“ پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ [2] غالباً پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا اپنا کام کر گیا اور یہ پیکر محبت پھر زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت کاملہ پوری ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی تربیت میں پدر مادر (ہردو) کے بار منت سے سبکدوش رہے۔ سیدہ آمنہ کے اشعار اپنے شوہر کی وفات پر درج ذیل ہیں۔

عَفَا جَانِبَ الْبَطْحَاءِ مِنْ ابْنِ هَاشِمٍ وَجَاوَرَ الْحَدَا خَارِجًا فِي الْعَمَاسِمْ
دَعَتْهُ الْمَنَآيَا دَعْوَةً فَأَجَابَهَا وَمَا تَرَكَتُ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ
عَشِيَّةً رَاحُوا يَحْمِلُونَ سَرِيرَتَهُ، تَعَاوَزَهُ أَصْحَابُهُ فِي السَّرَاحِمِ
فَإِنْ يَلُكُ عَائِلَتُهُ الْمَسَايَا وَرِيهَهَا فَقَدْ كَانَ مُعْطَاءً كَثِيرًا السَّرَاحِمِ [3]

ترجمہ: ”ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا۔ وہ لحد میں بہادروں کی بانگ و خروش کے ساتھ جاسویا۔ موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس موت نے اس کا نظیر بھی دنیا میں نہ چھوڑا۔ اسکے دوست شام کے وقت اس کی لاش اٹھالے چلے، اور ازراہ محبت وہ نوبت بہ نوبت کا نہ ہا بدلتے اور اس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کر دیا مگر اس میں شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ نئی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا۔“



[1] ام ایمن برکتہ بن اظہر بن عمرو بن حصین بن مالک بن سلمہ بن عمر بن النعمان سردار عبداللہ کی لونڈی خادمہ تھیں۔ نبی ﷺ کو ویر میں ملیں۔ نبی ﷺ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اسی بعد اسی اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ انکا پہلا نکاح عبیدہ حبشی سے ہوا تھا جس سے امین پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جس سے اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت کے ایام میں ام ایمن کی زیارت کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ امین غزوہ جنین میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ میں ان کی اس روز کی ثبات جرات کی تعریف کی ہے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ بہت محبت کیا کرتے تھے انھوں نے 54ھ میں وفات پائی [2] مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک بستی کا نام ”ابوا“ ہے [3] طبقات ابن سعد جلد اول۔

آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ان زینہ تین (3) اور دختران طاہرہ چار (4) ہیں۔ ہر ایک کا جدا گانہ مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے:

(الف) ابناء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

① قاسم علیہ السلام

پہلے مولود ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ”ابوالقاسم“ ان ہی کے نام پر ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع کرے اور ابوالقاسم محمد کہلائے۔ ② بعض نے اس فی کوزمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختص قرار دیا ہے۔

② عبد اللہ علیہ السلام

انہی کا لقب طیب و طاہر ③ ہے۔ مکہ معظمہ میں بعثت نبوۃ کے بعد پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ ہی میں وفات پائی۔ انہی کی وفات پر سورہ کوثر کا نزول ہوا تھا۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیوا نہیں رہا۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور 45-17 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ثناء میں ہے: ”میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدلاً باد تیری ستائش کریں گے“ (زبور 72-17) بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے: ”اس کا نام ابد تک رہے گا۔ جب تک آفتاب رہے گا، اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے، ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی۔“ زبور 72-15 بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی شان میں ہے۔ اس کے حق میں سدا دعا ہوگی، ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔

انہی بشارات صحف سابقہ اور اعلان قرآن مجید کا اثر ہے کہ ان کافروں کا نام بھی آج کوئی نہیں لیتا، جن کو اپنی اولاد کا غرور تھا، بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچاتا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اور اسم ہمایوں اذان و تکبیر تشہد و صلوٰۃ، درود و کلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔

③ ابراہیم علیہ السلام

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابورافع ④ نے جو سلمیٰ ⑤ دایہ کا شوہر تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچائی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک غلام عطا فرمایا اور بچہ کا نام اپنے جد بزرگوار خلیل الرحمن کے نام پر ”ابراہیم“ رکھا ہے۔ ام بردہ بنت المذہب نے

① کنز العمال: 45267، مسند احمد 2/260 ② میراثی خیال ہے کہ اس مولود مسعود کا لقب ”طیب“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تھا اور لقب ”طاہر“ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے۔ کیونکہ یہ بعثت نبوی کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے انہیں طیب اور طاہر کہا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اور بچہ نبوت کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ (مصنف) ③ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ④ سلمیٰ سیدہ مادر زبیر رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تمام بچوں کی قابلہ دایہ بھی یہی ہیں۔ سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کے غسل میں بھی مع اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی شامل تھی۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئی۔

زید الانصاری نے جو براء بن اوس انصاری کی زوجہ ہیں۔ ان کو دودھ پلایا۔ نبی ﷺ نے ام بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ابھی ایام رضاعت باقی تھے کہ حور یان فردوس کی چھاتیوں کا شیر پینے کے لیے خلد برین جاسد حارے۔ نبی ﷺ نے جب آخری وقت میں ان کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو گود میں اٹھایا اور زبان سے فرمایا: **يَا اِبْرَاهِيمُ لَا تَغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا** ﴿۱﴾ ابراہیم! حکم الہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آ سکتے ہیں۔“ پھر ارشاد فرمایا:

لَوْلَا اِنَّهَا اَمَرَتْ حَقًّا وَوَعْدُ صِدْقٍ وَاِنْ اٰخِرُنَا مَسِيْلُ حَقٍّ اَوْلَنَا لِحُزْنِنَا عَلَيْكَ حُزْنًا هُوَ اَشَدُّ مِنْ هَذَا وَاَنَا بِكَ يَا اِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُوٌّ وَنُورٌ تَبْكِي الْعَيْنُ يَحْزُنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ مَا يَسْخِطُ الرَّبَّ ﴿۲﴾

”ہم جانتے ہیں کہ موت تو امر حق اور وعدہ صدق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم کا الم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے۔ دل میں غم ہے مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کریں گے جو رب کو نا پسند ہو۔“

اتفاق یہ ہے کہ جس روز سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔ ﴿۳﴾ قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ کسوف و خسوف کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتا ہے، اب اس واقعہ پر کچھ کچھ مسلمان بھی کہنے لگے کہ سورج ابراہیم کی موت سے گہنایا گیا۔ نبی ﷺ نے یہ سنا تو خطبہ دیا۔

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا اٰيَاتَانِ مِنَ اٰيَاتِ اللَّهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا ﴿۴﴾

”سورج، چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے، وہ اللہ کی نشانیاں ہیں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قَدْ كَانَ مَلَأَ مَهْدَهُ، وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ يَنْهَى لَانَ نَبِيِّكُمْ اَخَوُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ابراہیم سے بگھوڑا بھرا نظر آتا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا مگر زندہ کیسے رہتا، ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ تو آخری نبی ہیں۔ ﴿۵﴾

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

مَاتَ وَهُوَ صَغِيرٌ وَلَوْ قَدِرَ اَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ لَعَاشَ وَلَكِنَّهُ، لَا نَبِيَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿۶﴾

”وہ بچپن ہی میں مر گیا، اگر بتقدیر الہی میں یہ ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو وہ زندہ ضرور رہتا لیکن حضور ﷺ کے بعد تو کوئی بھی نبی نہیں۔“

﴿۱﴾ ابن ابی شیبہ: 3/393، مشکل الآثار للطحاوی: 4/293، ابن سعد: 88/1، اسد الغابہ: 153/1، بخاری: 1303، مستدرک حاکم: 6825، ابن ماجہ: 1589

﴿۲﴾ بخاری: 1043، 1060، مسلم: 915، ﴿۳﴾ بخاری: 1043، 1060، مسلم: 915، ﴿۴﴾ سنن ابن ماجہ: 151، ﴿۵﴾ سنن ابن ماجہ: 1510

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ خاتون ہیں جو قطعی نسل سے ہیں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر شاہ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا۔ اسی طرح نبی ﷺ کے ہم عصر شاہ مصر نے ماریہ کو خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ اس مثال میں فرق ہے تو اس قدر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عہد بہت پرست و جبار تھا اور نبی ﷺ کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی باشندگان مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھے۔ اس واقعہ سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو داؤد علیہ السلام کی معرفت دی گئی تھی۔ ”بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔“ ﴿1﴾ زبور 945 نیز یہ بشارت پوری ہوئی۔ ”ترسیں ﴿2﴾ اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سبا اور سبیا کے بادشاہ ہدیے گزاریں گے۔“ زبور 72-10۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ واقف دی ﷺ اور ابن سعد رحمہ اللہ نے ولادت ابراہیم 8ھ اور وفات 10 ربيع الاول 10ھ تحریر کی ہے، اس پر ان کا اتفاق بھی ہے کہ یوم وفات کو سورج گرہن تھا۔

ان روایات میں ولادت کا ماہ و سال اور علی ہذا وفات کی تاریخ اور مہینہ سب غلط ہیں۔ صحیح صرف اس قدر ہے کہ 10ھ میں وفات پائی اور اس روز کسوف شمس تھا۔ مواہب لدنیہ میں 10ھ کے ساتھ تاریخ 28 یا 29 غالباً بتائی ہے مگر مہینہ کا تعین غلط کیا گیا۔ نبی ﷺ نے کسوف کو ایہ من ایسات اللہ فرمایا ہے۔ پس مؤرخ کے لیے بھی یہ واقعہ از برائے صحیح تاریخ ایک آیت ہے۔ حساب لگایا گیا تو 10ھ کا سورج گراہن 29 شوال بروز دوشنبہ مطابق 27/30 جنوری 632ء ثابت ہوا ہے۔ انڈین کروناچ اور انڈین آئے راکٹکم اور انڈین کیلنڈر رابرٹ سیول نے بھی یہی تاریخ اس گرہن کی تسلیم کی ہے۔ ہندوستان میں اس روز 28 شوال تھی۔ عرب کے حساب سے 29 ہو سکتی ہے۔ اسی کو محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ نتائج الافہام مطبوعہ مصر 1305ھ کے ص 10 پر اختیار کیا ہے۔

اب کہ تاریخ وفات 29 شوال 10ھ محقق ہوگئی تو امام بخاری کی روایت عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسند امام احمد کی روایت عن جابر پر بھی غور کر لینا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عمر 17 یا 18 ماہ اور مسند میں پورے 18 ماہ بیان کی گئی ہے۔ پس ان روایات صحیحہ سے زمانہ ولادت متعین کر لینا چاہیے۔ 18 ماہ پہلے شہور کو شمار کر جاؤ۔ جمادی الاول 9ھ آئے گی۔ یہی مہینہ ولادت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہوا اس تحقیقات سے دیگر سب روایتوں کا ضعف نمایاں ہو جاتا ہے جو سیدنا ابراہیم کی عمر اور تاریخ وفات کے متعلق ہیں۔

صحیح مسلم کی حدیث عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سورہ کوثر کا نزول ان کے سامنے ہوا تھا۔ ﴿3﴾ اس حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سورہ کوثر کا نزول مکرر مدینہ طیبہ میں بھی ہوا اور اس کا وقت غالباً وفات سیدنا ابراہیم کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر منصب نبوۃ کی شان بھی دیکھو۔ سانس چھوڑتے وقت بچہ کو گود میں اٹھایا تو لاکہ تغنی عنک شہنا (اے ابراہیم ہم تیرے کچھ کام بھی نہیں آسکتے) کی کیسی زبردست تعلیم تو حید دی ہے۔

موت پر صبر کے لیے کیسے عجیب دلائل، امر صدق، وعدہ حق اور الحاق آخر بادل ظاہر فرمائی ہیں پھر دلی رنج اور رضائے الہی کا

﴿1﴾ داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ یہ ”ملک بھین کا ترجمہ ہے“ سب مورخین ماریہ خاتون کو ملک بھین بتاتے ہیں۔ پیشین گوئی بالا میں پہلے سے بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادی ہوں گی اور ان کا آٹا ملک بھین کی شان میں ہوگا۔

﴿2﴾ ترسیں صوبہ حلب کے قدیم شہر کا نام ہے۔ سہا سے ملک بھین کی آ بادقوں میں اور سبا سے ملک مصر کی آ بادقوں میں مراد ہیں۔ غور کرو کہ ان سب کا اجتماع نبی ﷺ ہی پر ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ لفظ کوثر پر خیال کرو۔ وفات عبداللہ اور وفات ابراہیم کے درمیان زمانہ کو بھی دیکھو اور اندازہ کرو کہ اس زمانہ میں اسلام کو کس قدر وسعت ترقی، عروج اور اشاعت ہوئی یہ بھی غور کرو زمانہ مابعد میں بھی اس کا ظہور کیسا اتم و اکمل ہوا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں اس کی تکمیل اور بھی زیادہ ہوگی۔

ذکر فرما کر انسان کی کمزوری اور ایمان کی طاقت و قوت کا بیان فرمایا ہے۔

ذرا غور کرو کہ اصلاح عقیدہ مرحوم کا فرض کس قدر جلد غمِ فرزند پر غالب آ جاتا ہے اور نبی ﷺ کیسی سرعت و آمادگی سے وعظ و نصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جب عام طور پر ایسی سوانح و مصائب میں لوگ اپنے آپ کو غم زدہ تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں۔ (وَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ)

اس بیان کے خاتمہ پر ہم ایک جدول بھی شامل کرتے ہیں، جس سے 23 سالہ کسوف شمس کی تاریخیں معلوم ہو سکیں گی اور قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ عہد نبوت ﷺ میں کس کس تاریخ کو کسوف واقع ہوا۔ اس جدول سے علماء کو ان احادیث کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔ جس میں صلوٰۃ کسوف کی مختلف و متعدد ہیئت بیان کی گئی ہیں۔

جدول ۱۱ کسوف شمس بست و سہ سالہ عہد نبوت محمدیہ ﷺ

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
1	9	4	609	28	4	40 میلاد نبوی ﷺ
2	23	7	613	29	9	44 میلاد نبوی ﷺ
3	21	5	616	28	8	47 میلاد نبوی ﷺ
4	14	11	616	28	2	48 میلاد نبوی ﷺ
5	4	11	617	28	2	49 میلاد نبوی ﷺ
6	31	3	618	28	7	49 میلاد نبوی ﷺ
7	24	10	618	28	2	50 میلاد نبوی ﷺ
8	9	3	620	28	7	51 میلاد نبوی ﷺ
9	2	9	620	28	1	52 میلاد نبوی ﷺ
10	27	12	623	28	6	2 ربیعہری
11	15	12	624	28	6	3 ھ
12	26	10	626	29	5	5 ھ
13	21	4	627	28	11	5 ھ

۱۱) یہ جدول برادر بھجان برادر قاضی عبدالرحمن سلمہ النمان نے تیار کیا ہے۔ نقشہ جات و اقامات عظیمہ (ابتدائے سنین و شہور جو آخر کتاب میں ہیں) کی تصحیح بھی انھوں نے کی ہے۔ جزاء اللہ فی الدارين خیر اور برادر موصوف قریباً 25 سال سے ہر سال نقشہ افکار و صوم و اقامات بحری مرحب کر کے چھپوا کر ملت تقسیم کیا کرتے ہیں اور ہندوستان کے مشہور بلاد کے اوقات اس میں درج کرتے ہیں۔ یہ نقشہ سب سے زیادہ صحیح ہوتا ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
14	15	10	627	28	5	6ھ
15	9	4	628	28	11	6ھ
16	3	10	628	28	5	7ھ
17	13	8	630	28	4	9ھ
18	7	2	631	29	10	9ھ
19	27	1	632	28	10	10ھ یوم وفات ابراہیم

بنات النبی ﷺ

نبی ﷺ کی بیٹیاں چار (4) ہیں۔ چاروں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لطن طاہرہ سے ہیں ﴿۱﴾ اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

﴿۱﴾ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا: جو قاسم سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبی ﷺ سے بڑی ہیں۔

﴿۲﴾ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا: جو زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

﴿۳﴾ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا: جو رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

﴿۴﴾ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا: جو ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

یہ امر قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹیاں 3 یا تین سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [33: الاحزاب: 59]

آیت بالا نے عہد نبوی ﷺ کی مومنات کو تین (3) اقسام پر منقسم فرمایا: ﴿۱﴾ ازواج النبی ﷺ ﴿۲﴾ بنات

النبی ﷺ ﴿۳﴾ نساء المؤمنین۔ یہ مسلمہ ہے کہ لفظ بنات جمع بنت کی ہے اور عربی زبان میں صیغہ جمع دو سے اوپر کے لیے ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ احزاب میں پھر یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ [33: الاحزاب: 5]

”ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو۔ یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔“

یہ حکم ایسے اشخاص کے متعلق ہے جن کو لوگ ان کے اصلی باپوں کے سوا کسی دیگر تربیت کنندہ کی اہلیت کی نسبت دے کر بلایا کرتے تھے۔

﴿۱﴾ 28 شوال 10ھ کے بعد کوئی سوف حیات نبوی ﷺ واقع نہیں ہوا۔

﴿۲﴾ اصول کافی ص 278 چاپ نول کشور شیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب الخلیفی الرازی التوفی شعبان 329ھ

درحقیقت یہ امر سچ اور انصاف سے بعید ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود ہی تو احزاب آیت (5) میں یہ حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے اصلی باپ کے نام سے بلایا کرو اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی جو اصدق الصادقین ہے، اسی سورہ قرآنی کے آٹھویں رکوع میں ایسی لڑکیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیاں بتاتا ہے جو دراصل حضور ﷺ کے خون سے نہ ہوتیں، حالانکہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی دلیل و برہان یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔

اس کلام محکم پر یہ قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو کیوں کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے اور منطوق الہی کے سامنے قیاس انسانی کی کیا منزلت؟

معذبہ عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ بیویوں کی بیٹیوں کے لیے الگ لغت موجود ہے۔ خود قرآن پاک نے ایسی لڑکیوں کے لیے لفظ ربائب استعمال کیا ہے لفظ بنات نہیں۔ (۱) الغرض کلام اللہ کے لفظ بَنَاتِک نے علمائے نسب کی تحقیقات کی تصدیق فرمادی ہے۔ اب ہم ہر ایک بنت النبی ﷺ کا جدا گانہ ذکر کرتے ہیں۔

(۱) سیدہ زینب بنت النبی

جب سیدہ زینب بنت النبی پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک 30 سال کی تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابو العاص بن ریح بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔ ابو العاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت النبی کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح خدیجہ الکبریٰ بنت النبی کے سامنے ہوا تھا۔

سیدہ زینب بنت النبی اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہو گئی تھیں، مگر ابو العاص کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگ بدر میں ابو العاص قریش کی جانب تھے۔ ان کو عبد اللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ سیدہ زینب بنت النبی نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجہ الکبریٰ بنت النبی نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

ابتدائے اسلام نبوت میں کافران مکہ نے ابو العاص کو بہت اکسایا کہ وہ زینب بنت النبی کو طلاق دے دے، مگر اس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے ابو العاص کے اس فعل کی توصیف شکرگزاری کے ساتھ فرمائی تھی۔

ابو العاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت نبی ﷺ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینب بنت النبی کو ہجرت کی اجازت دے گا۔ چنانچہ سیدہ اپنے والد مکرم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئیں۔ سفر ہجرت میں سیدہ زینب بنت النبی کی مزاحمت ہبار بن الاسود نے نیزہ تان کر کی تھی۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے: (۲)

(۱) نبی ﷺ کے ربائب میں ام المومنین ام سلمہ کی لڑکیاں درجہ زینب، ام کلثوم اور ام المومنین ام حبیبہ کی دختر حبیبہ ہیں۔ دیگر ازواج النبی ﷺ میں سے کسی کے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔ اس لیے بھی یاد رکھو کہ ام المومنین ام سلمہ بنت النبی کا نکاح نبی ﷺ سے 4ھ میں ہوا ہے اور ام المومنین ام حبیبہ بنت النبی کا نکاح 6ھ ہجری میں۔ اس لیے مندرجہ بالا لڑکیوں کو ربائب النبی ﷺ ہونے کا درجہ 4ھ سے پیشتر حاصل نہ تھا اور سیدہ زینب بنت النبی ﷺ کا مذکور جنگ بدر کے (جو 2ھ میں ہوئی) فدیہ یا سیران میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنی والدہ خدیجہ الکبریٰ بنت النبی کا ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا تھا اور ام کلثوم و رقیہ بنت النبی ﷺ کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابواب کے ماسر اندہ افعال میں آتا ہے پھر ہر سہ بنات النبی ﷺ کا انتقال عیات نبوی ہوا۔ مگر مذکور بالا ربائب ارحام نبوی کے بعد در تک اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں جس کی تفصیل ان کے حالات میں ملتی ہے۔

(۲) مشکل الآثار 1/ 45، الہدایہ و النہایہ 3/ 331، تاریخ الکعبیر للطہری 1/ 8، تاریخ دمشق 1/ 297

ہی اَفْضَلُ بَنَاتِنِ اُصِيبَتْ فِیْہِ یَمِیْرٰی بَنٰیوُنَ مِیْنِ اَفْضَلِ ہے۔ میرے لیے اسے مصیبت پہنچی۔

ابوالعاص کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، ان کی مدح میں ابوالعاص کے دو شعر ہیں:

ذَکَرْتُ زَیْنَبَ لَمَّا رَکَبْتُ اَرْمًا فَقُلْتُ سَفِیًّا لِشَخْصٍ یَسْکُنُ الْحَرَمًا

بُنْتُ الْاَمِیْنِ جَزَاہَا اللّٰهُ صَالِحَةً وَكُلُّ بَعْلٍ سَیْفِیْ بِالَّذِیْ عَلِمًا

”مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا کہ ہر ایک ہاشمہ سرسبز شاداب رہے۔ زینب تو امین کی بیٹی صالحہ ہے اور ہر ایک شوہر اپنی ایسی بیوی کی تعریف ہی کرے گا۔ جیسے اوصاف کہ مجھے اس سے معلوم ہیں۔“

ابوالعاص 6ھ میں تجارت کے لیے شام گئے تھے، اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریق جنگ تھا۔ اس لیے ابوبصیر و ابو جندل کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے اور اب سرحد شام پر ایک پہاڑ پر جا گزیں تھے۔ [1] اس قافلہ کا تمام سامان ضبط کر لیا مگر ابوالعاص کو گرفتار نہ کیا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدہ حامدہ بنتہ پہنچا، نماز صبح کے وقت مسجد میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی۔

اِنِّیْ قَدْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِیعِ مِیْنِ ابِی الْعَاصِ بْنِ رَبِیعٍ کُوْپَنَہِ دِیْنِیْ ہوں۔

یہ آواز اس وقت سنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا گویا تم نے بھی کچھ سنا جو میں نے سنا ہے۔ سب نے عرض کی۔ ہاں۔ فرمایا:

اَمَّا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بَیْہِ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ سِوَاكَ حَتّٰی سَمِعْتُ مِنْہُ مَا سَمِعْتُمُ اللّٰہُ، یُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَذْنَہُمْ۔

اللہ کی قسم! مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا۔ بس میں نے یہ آواز تمہارے ساتھ ہی سنی ہے۔ اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے۔

پھر نبی ﷺ گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اسے فرمایا:

اَیُّ بَنَیَّةٍ اَکْرَمَیْ مَوْتَاہُ وَلَا یَخْلِصَنَّ اِلَیْکَ فَاِنَّکَ لَا تَحِلِّیْنَ لَہُ،

”بیٹی! ابوالعاص کو عزت سے ٹھہراؤ، خود اس سے الگ رہو تو اس کے لیے حلال نہیں۔“

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ تو مال قافلہ واپس لینے کو آیا ہے۔ تب نبی ﷺ نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی:

اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ مَنَا بِحَیْثُ عَلِمْتُمْ وَ قَدْ اَصْبَحْتُمْ لَہُ، مَا لَا وَہُوَ مِمَّا اَقَاءَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْکُمْ وَاَنَا اُحِبُّ

اَنْ تُحْسِنُوْا وَتَرْکُوْا اِلَیْہِ مَا لَہُ الَّذِیْ لَہُ، وَاِنْ اَبِیْتُمْ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِہُ۔ [2]

”اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو۔ تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہے تو یہ داد الہی ہے۔ مگر میں پسند کرتا ہوں

[1] ابوبصیر قریشی تھے۔ اسلام لائے، قریش نے نبی ﷺ سے زیر معاہدہ حدیبیہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے ان کو حوالہ کر دیا۔ یہ راہ میں سے بھاگ گئے اور ابو جندل کے پاس جا ٹھہرے۔ جب ابو جندل کے پاس نبی ﷺ کا فرمان بات واپسی سامان ابوالعاص پہنچا تب یہ (ابوبصیر) ہسٹر مرگ پر تھے۔ نامہ نبوی ﷺ ہاتھ میں لیا۔ اسے دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر گئے۔ اس پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ ابو جندل کا حال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد اول میں ملاحظہ کرو۔ عہد فاروقی میں

غازیان اسلام میں شامل تھے۔ [2] مستدرک حاکم 5038، دلائل النبوة 84/4، المعاری الموقدۃ: 2/562

کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو، لیکن اگر تم اس سے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔“ لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی نگیل کی رسی بھی واپس کر دی۔ ابوالعاص سارا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا سی چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ اور رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا اللہ تجھے جزائے خیر دے، تم تو نبی کریم ﷺ کے سب ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی لو میں اب خلعت اسلام سے ملمس و مزین ہوتا ہوں اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں۔ وہ مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ نے چھ (6) سال کی مفارقت کے بعد نکاح اول پر ہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کر دیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال 8ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان کے غسل میت کی کیفیت مشہور شیر دل صحابیہ ام سلیطہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔۔۔ (۱) یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بماء ذی الحجہ 12ھ وفات پائی۔ ان کا لقب جرولہطھا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لطن سے ایک فرزند علی اور ایک دختر امامہ نام پیدا ہوئی تھی۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم و نسائی و ابوداؤد میں ہے۔ نبی ﷺ نے ایک بار ان کو أَحَبُّ أَهْلِيْ اَلْمَدِيْنَةِ (اہل بیت میں میری سب سے پیاری) فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ سبط الرسول کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منگوا لیا اور ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی علی سبط الرسول نبی ﷺ کے ناقہ پر حضور ﷺ کے ردیف تھے۔

بنو زعفران بلوغ تھا کہ رفعت بخش علیین ہوئے۔ (۲)

صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضور ﷺ کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضور ﷺ کو بلارہی ہے اور ان کا فرزند بستر موت پر ہے۔ فرمایا جاؤ لڑکی سے کہہ دو:

إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى۔

اللہ ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر و شکیب قائم رکھے۔ خادم پھر واپس آیا، کہا وہ حضور ﷺ کو قسم دیتی ہیں کہ حضور ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ چل پڑے۔ حضور ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضور ﷺ کو بچہ دکھایا گیا وہ اس وقت سانس تو زبر ہاتھ اور سسکیاں بھر رہا تھا! (۳)

غالباً یہ حدیث علی سبط الرسول رضی اللہ عنہ ہی کی وفات کے متعلق ہے۔ (۴)

سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ پھر جب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہ کو وصیت فرمائی کہ وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل سے جو حادثہ عم النبی ﷺ کے پوتے تھے کر لیں۔ وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ حسن کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا۔ مغیرہ کے ہاں سیدہ امامہ کے لطن

(۱) بخاری و مسلم کی روایات میں ”ام سلیطہ“ کی بجائے ”ام علیہ“ کا نام مروی ہے دیکھئے بخاری 1250، 1252، مسلم: 2168، 2176 (۲) ماخذ اللہ متبعاب ہے۔

(۳) بخاری: 3125، 1284، ابن ماجہ: 1588، ابن حبان: 461، مسند امام احمد: 204/5 (۴) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات 8ھ ہجری میں ہوئی۔

سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ بچی نام تھا، یہ نسل دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کی دوسری بیٹی ہیں جو حضور ﷺ کی 33 سال کی عمر میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (1) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ دیکھو نسب نامہ نبوی ﷺ سلسلہ نمبر 5 ان کی تانی ام کلثوم بیضاء ہیں، جو نبی ﷺ کی چھوٹی بیٹی ہیں۔ یہ ان دس (10) میں سے ہیں جن کو نبی ﷺ نے بشارت جنت نام بنام دی۔ نیز ان چھ (6) میں سے ہیں جن کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں شایان خلافت بتایا تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان (جس کا مضمون باستان ذکر قرآن مجید میں ہے) کا وقوع اس لیے ہوا کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش نے حضور ﷺ کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بنا کر ان کی طرف سے بیعت قبول فرمائی تھی۔ اس نگار کو دیکھ کر بے اختیار ایک صحابی بول اٹھا تھا، عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت فیاض تھے اور جہاد ہمالاں میں سے سب صحابہ سے خوش چش رہتے تھے۔ عیدین میں بیڑ رومہ کا نصف بارہ ہزار (12000) میں پھر باقی اٹھارہ ہزار (18000) میں لے کر مسلمانوں کے لیے آب شیریں کا چاہ وقت کیا تھا۔ غزوہ تبوک میں ایک ہزار (1000) شتر اور ستر (70) گھوڑے مع ساز و سامان دیے تھے۔ نقد چھوہ اس کے علاوہ تھا۔ غزوہ خیبر میں دو کپ افر تھے۔ لشکر عطفان کو یہود سے علیحدہ رکھنے اور شامل ہونے دینے کی ذمہ داری ان پر تھی۔ حضرت عثمان شہد کیم محرم 24ھ کو خلیفہ امیر المومنین ہوئے اور 17 ذی الحجہ جمعہ 35ھ کو اپنے ہی گھر میں دارالآخر قاعدینہ طیبہ کے اندر بھوکے پیاسے شہید ہوئے۔ اس وقت 78 سال کی عمر تھی۔ جب ان کی خبر شہادت ملی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں کٹی تو انھوں نے فرمایا: ایتا لکم اھو الدھر (اب تم پر ہمیشہ ہلایا ہی آئے گی) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کا ارشاد ہے: مَنْ تَبَايَعَ مِنْ دِينِ عُثْمَانَ فَقَدْ تَبَايَعَ مِنَ الْإِسْلَامِ (جو کوئی عثمان رضی اللہ عنہ کے دین سے ہزارے وہ ایمان ہی سے ہزارے۔ الاستیعاب)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصر وغیرہ کے کومسلم قبائل نے شہید کیا تھا اس قوم باغی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ وہ باغیوں کے مطالبات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچائیں۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو قہر فرمائی اس کے خہرات یہ ہیں:

وَاللّٰهُ مَا أَدْرَىٰ مَا أَقُولُ لَكَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا تَجْعَلُهُ وَلَا أَذْكَكَ عَلَيَّ أَمْرًا لَا تَعْرِفُهُ. إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَيَقُولُكَ إِلَىٰ خَلْقٍ فَتُخْبِرُكَ عَنْهُ وَلَا تَخْلُقُوهُ بِنِسْبَةٍ فَيُضِلَّكَ هُوَ وَقَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحَّتْ رُسُلُ اللَّهِ كَمَا صَحَّحْنَا وَمَا مِنْ أُنْبَىٰ قَحَاقَةٍ وَلَا إِنْجَابٍ الْخَطَابُ أَوَّلَىٰ بِعَمَلِي الْخَفِيِّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشِبْجَةَ رَجَمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ بَلَّغْتُ مِنْ جِهَتِهِ مَا كُنْتُمْ يَتْلَوْنَ

بھلا میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں، میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس کی آپ کو خبر نہ ہو۔ میں کوئی امر ایسا نہیں بتا سکتا جس سے آپ واقف نہ ہوں۔ جتنا ظلم ہم کو ہوا اتنا آپ کو ہے۔ ہم کو آپ پر کسی شے میں بہت نہیں۔ جس کی خبر آپ کو دے سکیں۔ ہم نے آپ سے علیحدہ کچھ نہیں سیکھا جس کی آپ تخلیق کر سکیں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ آپ نے دیکھا۔ جو ہم نے سنا وہ آپ نے سنا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے جیسے ہم رہے اور ابوبکر و عمرؓ بھی عمل حق میں آپ سے اولیٰ نہ تھے۔ آپ ان دونوں سے بڑھ کر نبی ﷺ سے قرابت داری رکھتے ہیں۔ آپ کو نبی ﷺ کے دلدادہ ہونے کی عزت حاصل ہے جو ان دونوں کو نہ تھی۔ (صحیح ابی داؤد ص 135 جاب دارالسلطنت حیدرآباد 1267ھ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی نے جن کو قرآن مجید میں عالم الکتاب بتایا گیا ہے۔ فرق باطلہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم کو شہید کیا تو پھر ہمیشہ کے لیے اسلام میں تلوار چلتی رہے گی۔ اس وقت اس ارشاد کی وقت نہ کی گئی، لیکن بعد میں جتنے بھی ہولناک واقعات اہل اسلام میں ہوئے وہی اگلا عظیم کی شامت ہیں کہ خلافت عظمیٰ اور حرم نبوی رضی اللہ عنہ کو اہل حرام کی حرمت کو بر باد کیا گیا اور اس لیے آئندہ کسی بڑی سے بڑی شے کی حرمت و عزت بھی بغاوت کرنے والوں کی نظر میں قائم نہ رہی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا قاتل شقی رومان ہے جو اسی قبیلہ سے ان کا ہم قتل امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تھا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید پر حملہ کیا گیا تو اس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور اسی طرح مصروف رہے۔ انکے نیزہ لگایا گیا، خون جو جسم سے نکلا وہ قرآن مجید پر پڑا اور آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ رَکْعًا وَاَوْسَتْ لَیْلًا پڑھنے لگے۔ ہمارے شاہد ہے کہ یہ پیش گوئی کیوں کر پوری ہوئی۔

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم بلحاظ خلافت بڑے کامیاب خلیفہ تھے۔ آج جو کوئی شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اس پر جامع قرآن کا احسان ہے۔ یہ لحاظ فطوحات و ترقی و دائرہ اسلام ان کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔

مشرق میں علاقہ جات: خراسان، ماوراء النہر، ترکستان، سندھ اور قاضی۔ مغرب میں: سوزان، سکندریہ، مراکو، تیونس، طرابلس، المغرب فتح ہوئے۔
 سب سے پہلے انھوں نے بحری جہاز بنایا جس سے ہر قلعہ کے جہاز کو تباہ کیا اور پھر بڑے آباد جہازوں کے قریب، کریم، مالٹا وغیرہ واپسی کے فتح ہوئے۔

سے ہوا تھا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی:

أَحْسَنَ زَوْجَيْنِ رَأَاهُمَا إِنْسَانٌ رَقِيَّةٌ وَزَوْجُهَا عُثْمَانُ (سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے دو رقیہ و عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔)
اس نکاح پر سعدی بنت کرز العنسیہ رضی اللہ عنہا صحابیہ کے یہ اشعار ہیں:

هدى الله عثمان الصفى بقوله فارشده والله يهدى الى الحق
فبائع بالراى السيد محمدا و كان ابن اوى لا يصدعن الحق
والنكحه المبعوث احدى بناته وكان كبد مازح الشمس فى الافق
فداؤك يا ابن الهاشميين مهجتي فانت امين الله ارسلت فى الخلق

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا اور ہر ایک ہجرت کرنے والے شاہ راہ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا تھا۔ حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے:

إِنَّهُمَا لَا وَدَّ مَنْ هَاجَرَ بَعْدَ لُوطٍ وَآبِرَاهِيمَ ۝

لوط و ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے 2ھ میں چچک نگی اور اسی مرض میں انکا ارتحال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے اس وقت سیدہ صاحبہ فرات تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت سیدہ کی تدفین ہو رہی تھی۔ عمر بوقت وفات اکیس (21) برس تھی۔
سیدہ کے گھٹن سے ایک فرزند عبد اللہ تھا۔

عبد اللہ سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے بعد دو سال تک زندہ رہے۔ ان کی عمر چھ (6) سال کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونک ماری، زخم پک گیا، آخر والدہ کی یادگار بھی آغوش مادر میں جاسویا۔

③ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری دختر ہیں۔ 3ھ میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اسی لیے ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا، کیوں کہ ختمیت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سیکہ قلب بنائے گئے۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا، یہ جبریل ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے

عظیم کر وہ جڑے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر خاص کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار ان کی شہادت پر یہ ہیں:

بِأَقْبَلِ اللَّهِ قَوْمًا كَانُوا أَمْرُهُمْ قُلُوبُ الْإِمَامِ الزُّكَايَا الطُّيْبِ الرُّدَى
مَنْ قَلْبُهُ قَلْبِي ذَنْبُ الْمِمْسَ إِلَّا السُّدَى نَسَطُ قُودًا زُورًا وَلَسْمُ نَسْكَسْ

ہندوستان میں عثمان شہید رضی اللہ عنہ کی لسل کثیر پائی جاتی ہے۔ اور دیگر جملہ اسلامی ممالک میں بھی۔ خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پائی جاتی، پڑھنے پہنچنے کی وقت قاضی ثناء اللہ پائی جاتی پڑھنے (مستطاف از الہام و غیرہ) اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن پڑھنے اسی دو زبان عالی سے ہیں۔

④ مستدرک حاکم: 6849

بزرگ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔^[۱]

جن دنوں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا، انہی دنوں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دختر حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہو گئی تھیں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی لڑکی کا ذکر کیا۔ انھوں نے انکار سا کر دیا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رنج کا اظہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكَا أَذَلُّ عُثْمَانَ عَلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَّهُ مِنْهَا وَادْلَهَا عَلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَهَا مِنْ عُثْمَانَ۔^[۲]

عثمان رضی اللہ عنہ کو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر زوجہ ملے گی اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر ملے گا۔

اس ارشاد کے بعد حفصہ بنت فاروق کو ام المومنین رضی اللہ عنہا ہونے کا شرف عطا ہوا اور عثمان غنی کو ذوالنورین کی عزت حاصل ہوئی۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے اولاد نہ ہوئی۔ 9ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وفضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مراسم تدفین پورے کیے۔

صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دو چشمان نورانی میں پانی تھا۔

(۴) سیدۃ النساء العالمین فاطمہ رضی اللہ عنہا

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لطن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں، ان کی ولادت غالباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں (41) سال میں ہوئی۔^[۳]

سیدہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھنے گئے، وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر لارکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سجدہ میں تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرا دیا اور عقبہ کے لیے بددعا فرمائی۔^[۴]

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ کا نکاح واقعہ بدر کے بعد احد سے پہلے ہوا تھا۔

جنگ احد میں سیدہ نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ سیدہ میدان جنگ میں پہنچیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار سے باہر نکل آئے تھے۔ سیدہ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو چلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہو گیا۔^[۵]

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک بار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ پیاری بیٹی کیا حال

[۱] مستدرک حاکم: 6860، اسد الغابہ: 7/374، ازلیہ النفاص: 223 [۲] مستدرک احمد: 6/283، اسد الغابہ: 7/67

[۳] (الاستیعاب) واضح ہو کہ اصول الکافی میں شیخ محمد کلینی نے ولادت سیدہ نبوت بتائی ہے اور عمر یوقت وفات 18 سال 75 ہجری بعد از وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ولادت امام حسن 2ھ بتائی ہے۔ اندریں صورت عمر سیدہ بہ وقت ولادت امام حسن صرف دس سال ہوتی ہے اور اگر ولادت امام حسن 3ھ مان لی جائے جیسا کہ اسی کتاب کی دوسری روایت ہے تب عمر سیدہ 11 سال ہوگی۔ اسی لیے میں نے الاستیعاب کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ مدائنی نے ولادت سیدہ 5 سال قبل از نبوت اور عمر یوقت وفات 29 سال تحریر کی ہے۔

[۴] بخاری: 3854 [۵] مسلم: 4075

ہے؟ انھوں نے فرمایا مجھے تکلیف ہی ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کی شے بھی نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:

يُنْبِئُكِ اَمَّا تَرْضَيْنَ اَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ قَالَ بَابَتْ قَائِنٌ مَرْيَمُ بِنْتُ عَمْرَانَ قَالَ تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِيهَا وَ اَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِكَ اَمَّا وَاللّٰهِ لَقَدْ رَزَقْتُكَ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔^[3]

”بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء العالمین کی سیدہ ہو۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: باوا جان! مریم علیہا السلام کدھر گئیں؟ فرمایا: وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارا شوہر دنیا اور آخرت میں سید ہے۔“

ابی ثعلبہ اشجعی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نفل پڑھ کر پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ نساء اہل الجحیم کی سردار مریم علیہا السلام اور پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر آسیہ رضی اللہ عنہا زین فرعون ہیں۔^[4]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا۔ وہ جب باپ کے پاس آیا کرتیں تو نبی ﷺ بوسہ دیتے، مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ بیٹی سے ملنے جاتے وہ بھی اسی طرح ملا کرتی تھیں۔^[5] ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الذِّدِّي وَلَكَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے جو نبی ﷺ کا چایا ہو۔^[6]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جمیع بن عمیر صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ انھوں نے پوچھا مردوں میں سے کون تھا؟ جواب دیا: شوہر فاطمہ رضی اللہ عنہا اور یہ بھی بتایا کہ علی رضی اللہ عنہ تو بڑے صوام و قوام تھے۔^[7]

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا ہے، مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے اس کا پیکر نظر آتا ہے۔ اسماء نے کہا میں نے حبشہ میں ایک دستور دیکھا ہے، قمیصیں دکھاتی ہوں، پھر انھوں نے مجھور کی تازہ شاخیں منگوا کر چار پائی پر لگائیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ بہت خوب اور بہت ہی اچھا ہے۔ مرد عورت کے جنازے کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ جب میں مر جاؤں تب تو اور علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی وفات شب سہ شنبہ (منگل) 3۔ رمضان المبارک 11ھ کو ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا۔^[8] حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اہل

[3] حلیۃ الاولیاء 2/42 [4] حاکم: 157/3، تہذیب الاشراف: 1346، ترمذی: 3887 [5] ترمذی: 3881، ابوداؤد: 5217، مستدرک حاکم: 4753 [6] مستدرک حاکم: 4756 [7] ترمذی: (ان کما ان علمتہ) کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ سوال وجواب بعد از وفات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوئے تھے۔ ام المؤمنین کو دیکھو وہ سائل کو کس طرح حضرت سیدہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل بتاتی ہیں اور ان کو اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ رَسُولِی ظاہر کرتی ہیں۔ ترمذی: 3883، تہذیب الاشراف: 16054 [8] الاستیعاب، بیان سلمیٰ خادم رسول غسل سیدہ میں سلمیٰ خادم رسول مولانا صفیہ بنت عبدالمطلب بھی شامل تھیں۔

بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی ﷺ سے جا ملیں۔

سیدہ کی عمر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ ہشام نے دریافت کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟ عبداللہ نے کہا تیس (30) سال کبھی نے کہا: پینتیس (35) سال۔ ہشام نے کہا: ابو محمد سنتے ہو کہ کبھی جو تاریخ میں سربراہ آوردہ ہے کیا کہتا ہے، انھوں نے کہا میری ماں کا حال مجھ سے دریافت کیجئے اور کبھی کی ماں کا حال کبھی سے پوچھ لیجئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا پہلے مجھے بتایا کہ میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی تھی پھر بتایا کہ میں (فاطمہ رضی اللہ عنہا) حضور ﷺ کو خاندان کے سب اشخاص سے پہلے جا کر ملوں گی، اس پر میں خوش ہو گئی تھی۔ ①

وفات نبوی پر سیدہ رضی اللہ عنہا کے اشعار ہیں:

إِنَّا فَقَدْ نَاكَ فَقَدْ الْأَرْضِ وَإِبْلَهَا وَغَابَ مُذْغِبَتْ عَنَّا الْوَحْيُ وَالْكَتُبُ

”ہماری محرومی حضور ﷺ سے ایسی ہے جیسے زمین سے طراوت کا جاتے رہنا۔ جب سے آپ ﷺ غائب ہوئے ہمارے پاس سے وحی اور کلام الہی کا انقطاع ہو گیا۔“

فَلَيْتَ قَبْلَكَ كَانَ الْمَوْتُ صَادِقًا لَمَّا نُعِبْتُ وَحَالَتْ دُونَكَ الْكُتُبُ

”کاش! حضور ﷺ کے انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور کو پوشیدہ کر دیا تھا، ہمیں موت آ جاتی اور ہم مر گئے ہوتے۔“ ②

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ہمشیروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ہی ان کی ذریت چلی اور ان ہی کی ذریت سے ائمۃ العظام ہوئے، جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے، رضی اللہ عنہا۔

سیدہ کے بطن اطہر سے امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام سید و ام کلثوم رضی اللہ عنہا، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے حالات علیحدہ لکھ دیے گئے ہیں۔

سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چالیس ہزار (40000) درہم ان کا مہر تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔

زید بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے۔ تاریکی شب میں ان کو شناخت نہ کیا گیا ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی۔ چند روز مضروب رہ کر رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ ③

سیدہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔ میدان کر بلا میں اپنے برادر مکرم مخم حسین علیہ السلام کے ہمراہ

تھیں۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت کیا اور اہل بیت حسین علیہ السلام کی حضانت فرمائی اور اعداء اشتیاق کو خوب جواب دیے۔ ان کے فرزند عدی بن عبد اللہ بن جعفر بھی میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ سیدہ نساء العالمین کی اولاد میں بعض نے محسن اور رقیہ کے نام بھی بڑھا دیے ہیں اور اکثر نے یہ نام نہیں لکھے۔ جنھوں نے لکھے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ محسن اور رقیہ ہر دو کا انتقال نہایت صغریٰ میں ہو گیا تھا۔ اس لیے ان کے حالات تاریخ میں نہیں ملتے۔ سیدہ فاطمہؓ کی قبر میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجد نبویؐ کو وسعت دی گئی۔ تب یہ جگہ شامل مسجد نبویؐ ہو گئی تھی۔ اصول الکافی میں شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے۔ امام حسن، امام زین العابدین اور حضرت عباسؓ عم رسول اللہؐ کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔

مسعودیؒ نے مروج الذهب میں تحریر کیا ہے کہ 304ھ میں بقیع میں ایک پتھر ملا تھا، جس پر یہ تحریر تھا:

هَذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ -

مرویات

① نسائی میں ثوبانؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار نبیؐ حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے، وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت ہبیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علیؓ نے لا کر دیا ہے، نبیؐ نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں۔ انھوں نے ہار فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اسے راہ حق میں آزاد کر دیا۔ نبیؐ کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمد للہ فرمایا۔

② فاطمہ بنت الحسینؓ نے اپنی جدہ فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا چاہیے۔ اور خروج مسجد کے وقت درود شریف کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیے رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ بدل لینا چاہیے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ روایت میں ارسال ہے کیوں کہ فاطمہ بنت الحسین نے اپنی جدہ کو نہیں دیکھا۔ ②

③ ایک نہایت صحیح حدیث جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے، یہ ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے ایک روز ابن عبد الواحد سے فرمایا، میں تجھ سے فاطمہؓ بنت الرسولؐ کی ایک بات کہوں جو سارے کتبہ میں بھی نبیؐ کو بہت پیاری تھیں۔ ابن الواحد نے کہا: ہاں۔

علیؓ نے کہا: فاطمہؓ نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے، پانی کے لیے مٹک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ انھیں ایام میں نبیؐ کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے فاطمہؓ سے کہا: تم اپنے ابا کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو۔ فاطمہؓ گئیں، مگر وہاں ہجوم تھا نہ سکیں۔ اگلے روز نبیؐ خود آئے اور دریاخت فرمایا کیا ضرورت تھی؟ فاطمہؓ چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ میں حضورؐ کو بتاتا ہوں۔ چکی پیٹے پیٹے ان کے ہاتھوں میں

نشان پڑ گئے ہیں اور منہ اٹھاتے اٹھاتے گردن پر، میں نے دیکھا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضور کے پاس جائیں اور خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اَتَقْبَى اللّٰهُ يَا فَاطِمَةُ وَاَدَى فَرِيضَةَ رَبِّكَ وَ اَعْمَلِيْ عَمَلِ اَهْلِكَ وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَسَبِّحِيْ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِيْنَ وَ اَحْمِدِيْ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِيْنَ وَ كَبِّرِيْ اَرْبَعًا وَ ثَلَاثِيْنَ فَذَلِكَ مِائَةٌ هِيَ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ خَادِمٍ ①
 ”اے فاطمہ! اتقویٰ اختیار کرو۔ فرائض الہی ادا کرو، اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب میں لیٹو تب 33

بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ 34 بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو (100) ہو گیا۔ یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔“

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رَضِيتُ عَنِ اللّٰهِ وَ عَنِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

میں اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے اسی حال پر خوشنود ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: و لَمْ يَخْدُمَهَا فَاطِمَةُ رَضِيَتْ كَوْنَهَا مَدَنِي۔

اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کنبہ کی معیشت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زہد و ریاضت اور رضا و تسلیم اور نبی ﷺ کی اپنے لیے اور اپنے احب اہل کے لیے دنیا و اموال دنیا سے علیحدگی و برأت بخوبی آشکارا ہو گئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهُ ②

④ ایک اور روایت ہے جسے ابن عدی و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ مَنْ يَمْنَعُكَ اَنْ تَسْمَعِيْ مَا اَوْصِيْتُكِ بِهِ اَنْ تَقُوْلِيْ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ وَ لَا تَكْلِيْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرَفَةَ عَيْنٍ وَ اَصْلِحْ لِيْ شَانِي كُلَّهُ ③

مطلب یہ ہے کہ اس وظیفہ کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔

’يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ وَ لَا تَكْلِيْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرَفَةَ عَيْنٍ وَ اَصْلِحْ لِيْ شَانِي كُلَّهُ،

ترجمہ: اے زندہ رہنے والے، اے قائم رکھنے والے، میں تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ تو میرا ہر کام درست فرما اور مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا۔ ⑤

ابنائے فاطمہ رضی اللہ عنہا

① امام حسن رضی اللہ عنہ سبط النبی ﷺ

نصف رمضان 3ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ کا نام سووہ بنت مسرح الکندیہ ہے۔ نبی ﷺ نے ساتویں دن دو مہینہ ④ عقیقہ کے ذبح کیے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔

① بخاری: 3705، مسلم: 2727، ابوداؤد: 2988، ترمذی: 411/1

② اختلافات السنیہ: 66/5، کنز العمال: 3918، میزان الاعتدال: 2448، اکمال فی الصغائر: 4/1636 ③ صحیح الترمذی و الترمذی: 273/1

④ ابوداؤد: 2841، نسائی: 7/165، عہد الرزاق: 7862، ابن الجارود: 911، 912، بیہقی: 9/299، ابن حبان: 1061

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا نصف پیکر بالائی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا نصف پیکر زریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

مشابہ تر تھا۔^(۱)

احادیث صحیحہ سے یہ تو اتر ثابت ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا:

ان ابنی هذا سيد وعسى الله ان يبقيه حتى يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين

یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے

اندر صلح ہو جائے۔^(۲)

مسند امام احمد میں امام حسن رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت روایت کی گئی ہے۔

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهَا فِي الْوُتْرِ أَلْهِمَّ اهْدِنِي فِي مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِي مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِي مَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِي مَا أَنْعَمْتَ وَفِي شَرِّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَدُلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعْزُ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ حَاسِمٍ فِي رَوَايَتِ الْمِثَاقِ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَتْرِي هِيَ۔

امام ترمذی نے لکھا ہے: وَلَا تَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ شَيْءٌ أَحْسَنَ مِنْ هَذَا^(۳)

امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت میں مبارزت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں سے تھے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار (40000) سے زیادہ بہادوروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ سب وہ تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے۔ ان لوگوں کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اطاعت و محبت کا ذوق پہلے سے زیادہ تھا۔ چار ماہ تک امام ہمام نے عراق و عرب اور ماوراء خراسان تک کی خلافت فرمائی اور پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب کوچ کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ان کی طرف چلے۔ جب دونوں فوجوں کا تقابل ہوا تو امام حسن رضی اللہ عنہ کا دل رحم منزل سمجھ گیا کہ جب تک ان دونوں میں ایک فوج فنا نہ ہو جائے گی تب تک لڑائی ختم نہ ہوگی۔ یہ تو سخت خون ریزی ہے۔ اس لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ میں اس شرط پر کہ اس کے بعد حکومت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ہوگی صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تھوڑی سی رد و کد کے بعد گفتگو ختم ہو گئی اور کوفہ کی جامع مسجد میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہ ماہ جمادی الاولیٰ 4ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی حکومت سپرد فرمائی۔

ابو عامر سفیان بن لیثی ایک شخص جو کوفہ کا باشندہ اور بوڑھا تھا اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا: اَلَسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُدِلَّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت امام نے فرمایا ابو عامر ایسا نہ کہو، میں نے جو کچھ کیا مومنوں کی ذلت کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کیا کہ محض سلطنت کے لیے مومنین کا قتل کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ حکومت چھوڑ کر امام حسن رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کو جا رہے تھے جب بیمار ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے کئی دفعہ زہر پلایا گیا۔ اس دفعہ تو وہ ایسا سخت ہے کہ میرا کبچہ کاٹ ڈالا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا بھائی! زہر کس نے دیا؟ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا پوچھنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا اسے قتل کرو

(۱) ترمذی 3788، 108، 99/2، بخاری: 2704، ابوداؤد: 4662، 44، 37/5، نسائی: 107/3، مسند حمیدی: 793، ترمذی: 3782

(۲) ابوداؤد: 1425، 1426، 1178، دارمی: 373، ابن خزیمہ: 1096، 1098

گئے؟ فرمایا: ہاں۔ اگر زبردینے والا وہی شخص ہے جس کی نسبت میرا گمان ہے، تب تو اللہ تعالیٰ خود ہی انتقام لے گا اور اگر وہ نہیں، تو میں پسند نہیں کرتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے چند احادیث کی روایت فرمائی ہے، ان میں سے (1) دعا قوت (2) انا ال محمد لا تحل لنا الصدقة ہے (3) ”ہم ال محمد ﷺ کے لیے صدقہ جائز نہیں“ (3) امام احمد، ترمذی و دارمی و نسائی نے یہ حدیث بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً روایت فرمائی ہے۔ دَعُ مَا يُرِيكَ إِلَى مَا لَا يُرِيكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طَمَآنِيَةٌ وَإِنَّ الْكُذْبَ رَيْبَةٌ (2) ”شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ دو اور شک میں نہ ڈالنے والی کو اختیار کر لو کیونکہ سچ اطمینان کا باعث اور شک جھوٹ ہو سکتا ہے۔“

آخری وقت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے عائشہ ام المؤمنین سے ایک بار ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں، انھوں نے مان لیا تھا مجھے وہم ہوتا ہے کہ مبادا انھوں نے میری شرم سے کہہ دیا ہو، اب تم میری وفات کے بعد جانا اور یہی درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کرنا، ہاں میرا یہ بھی خیال ہے کہ اہل حکومت مجھے وہاں دفن نہ ہونے دیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو مت جھگڑنا اور پھر مجھے بقیع الغرقہ ہی میں دفن کر دینا۔

جب امام حسن رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے روح النور نے پرواز کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اجازت مانگی تو انھوں نے کہا: نَعَمْ وَتَحْسَرَانِ ہاں! اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں۔ مروان حاکم مدینہ (2) نے یہ واقعہ سنا تو بولا کہ وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ یہاں کبھی بھی دفن نہ ہوگا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو تو انھوں نے قبرستان میں بھی دفنانے نہ دیا اور آج حسن رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ (3) حضرت امام محمد روح رضی اللہ عنہ نے 46 سال کی عمر میں بہ ماہ ربیع الاول 59ھ میں وفات پائی (4) اور والدہ مکرمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں روایت ابی بکرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: وَآلَهُ، رَضِيَ عَنْهُ مِنَ الدُّنْيَا (5) ”یہ میرے دنیا کے پھول ہیں۔“

اور حسین شہیدین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں یہ حدیث ہے:

إِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ”یہ دونوں نوجوان بہشت کے سردار ہیں۔“ (6) دوسری حدیث ہے:

أَلَهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُمَا فَاجِبْهُمَا وَاجِبٌ مَنْ يُحِبُّهُمَا (7)

”اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی ان دونوں سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما۔“

(1) مسند احمد: 1727 (2) ترمذی: 218، نسائی: 5711، ابن خزيمة: 2347، شعب الایمان: 5747، مسند احمد: 1725، دارمی: 245/2 (3) مصنف بیہیہ کی بات تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے کیونکہ اس وقت مدینہ کے گورنر سعید بن عاص تھے۔ اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ حجرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین سے روکنے کی حرکت مذموم مروان بن حکم نے ہی کی تھی (4) مروان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنی پر منہاج باغیان قوم جو ظلم و ستم ہوئے اس میں اہل بیت نے بھی کوئی حصہ لیا تھا مگر یہ بہتان عظیم ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے اپنے افعال کو چھپانے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بزرگ نام کو سپر بنالیا تھا ورنہ ان کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ (5) ماخوذ از الاستیعاب ص: 142۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات 50ھ کے قریب ہوئی تھی۔ اس طرح ان کی عمر 46 سال بنتی ہے۔ ان کی پیدائش 3ھ کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات 58ھ ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ان کی زندگی میں ہوئی تھی۔ انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفنانے پر رشا مند کیا تھا۔ (6) بخاری: 3753، ابی الطرود: 85، ترمذی: 3779، احمد: 9385/2 (7) ترمذی: 3790، نسائی: 193، ابن خزيمة: 1194، مسند احمد: 391/5 (8) ترمذی: 3791، کنز العمال: (34280)

امام حسن رضی اللہ عنہ کے ایک قانونی مشورہ کا ذکر علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے، جو دلچسپ ہے:

ایک شخص کو گرفتار کر کے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی، یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔

اس شخص نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال کر لیا اور انھوں نے قصاص کا حکم دے دیا اتنے میں ایک شخص اور دوڑا اور آ یا اور اس نے خلیفہ کے سامنے اقبال جرم کیا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے اقبال جرم کیوں کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی، میں نے سمجھا ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں قصاص ہوں، میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بکرے کو ذبح کیا تھا، گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا، میں جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی میں اسے دیکھنے کے لیے اس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہی شخص اس کا قاتل ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اقبال جرم کر لینا ہی بہتر جانا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا: اس نے کہا کہ میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے بہ طمع مال قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی، میں گوشہ میں جا چھپا۔ اتنے میں پولیس آ گئی۔ اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ امیر المؤمنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [5: المائدہ: 32] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ کو قبول فرمایا، دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا۔^[1]

اولاد امام حسن رضی اللہ عنہ

امام ہمام کے بارہ (12) بیٹے تھے:

1. زید 2. حسن ثقی 3. حسین 4. طلحہ 5. اسماعیل 6. عبداللہ 7. حمزہ 8. یعقوب 9. عبدالرحمن 10. ابوبکر 11. قاسم 12. عمر

پانچ بیٹاں تھیں:

1. فاطمہ 2. ام سلمہ 3. ام عبداللہ 4. ام حسین رملہ 5. ام الحسن

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل ان کے چار فرزندوں یعنی زید۔ حسن امثلی۔ حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی تھی۔ مگر حسین اور عمر کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اب دنیا میں زید اور حسن ثقی کی اولاد باقی ہے۔

اولاد حسن رضی اللہ عنہ میں سے عمر، قاسم اور عبداللہ میدان کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

[1] الطرق الحکمیہ فی السیاسة الشرعیۃ لابن القیم ص 52 مطبعہ الآداب مصر۔

① زید بن حسن علیہ السلام (المتوفی 120 ہجری)

ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے۔ حضرت زید کے فرزند ابو محمد حسن سلطنت منصور میں امیر مدینہ منورہ ہو گئے تھے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز حضرت خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بھی حضرت زید بن حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کا مزار بمقام گلبرگہ (علاقہ سرکار والی نظام خلد اللہ ملکہ) ہے۔

② حسن ثنی علیہ السلام (المتوفی 97 ہجری)

ان کی والدہ خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن کی بن مازن بن فزارہ ہیں۔ صدقات علی مرتضیٰ علیہ السلام کا اہتمام حضرت حسن ثنی ہی کے متعلق تھا، یہ میدان کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہو گئے تھے۔ اختتام جنگ کے بعد ان کو سکتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسماء بن خادج فزاری نے ابن سعد سے علاج کرانے کی اجازت حاصل کر لی اور یہاں چھ ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام کی دختر فاطمہ ان کے نکاح میں تھی جس سے ابراہیم الغمر، حسن مثلث اور عبداللہ محض پیدا ہوئے تھے۔ یہ تینوں وہ پہلے شخص ہیں جن جو طریفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اور میں نہیں پایا جاتا۔ ایک رومیہ عورت سے داؤد جعفر و داؤد فرزند بھی تھے۔

③ عبداللہ محض شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب تھے۔

ان کے پانچ فرزند تھے: (1) محمد ذی النفس الزکیہ (2) ابراہیم (3) موسیٰ الجون (4) سلیمان (5) اور یس۔ محمد ذی النفس الزکیہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام مالک علیہ السلام نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا۔ ابراہیم بن عبداللہ محض نے بھی دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام ابو حنیفہ علیہ السلام نے ان کو چار ہزار (4000) درہم بطور امداد بھیجے تھے، ان کے بیٹے حسن اور ان کے فرزند عبداللہ مشہور ہیں۔ دنیا میں ان کی نسل باقی ہے۔ عبداللہ محض کے فرزند موسیٰ الجون کی نسل بھی بہت پھیلی ہے۔ شیخ الجلیل امام اولیاء ابوصالح سیدی الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت موسیٰ الجون ہی کی نسل سے ہیں۔

④ سداوت لفظ عاشق (471) ہے۔ سنین عمر لفظ کامل (91) ہے۔ سداوت لفظ معشوق الٰہی (562) سے برآمد ہوتا ہے۔ طفلی امدہب تھے۔ کرامات کثیرہ کی روایات تو اتر کے ساتھ مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ ذات گرامی تک شعی ہوتا ہے۔

تہنقات سے چند کتابیں ملتی ہیں۔ سید عبدالوہاب شعرائی علیہ السلام نے تحریر کیا ہے کہ سید الشیخ جیلانی علیہ السلام نے فرمایا ایک روز مجھے نور عظیم نظر آیا جس نے افق کو چھپا لیا تھا۔ پھر اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی، اس نے کہا: عبدالقادر میں حیرت میں اور تیرے لیے جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ میں نے کہا اے صحن دور۔ اسی وقت وہ نور غلٹ بن گیا اور وہ صورت بن گئی۔ پھر آواز آئی عبدالقادر تیرے رب نے تجھے علم دیا اور منازل احوال کا عقد عطا کیا۔ اس لیے تو فحاشیاں نہ سزا دل طریق کو میں اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا یہ سب کچھ بفضل ربی ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضور کیوں کر کچھ لیا کہ وہ شیطان ہے؟ فرمایا اس فقرہ سے کہ جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار للشعرائی نے نسب عالی اسی طرح بیان کیا ہے۔ شیخ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ الزائد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن امام حسن بن علی مرتضیٰ علیہ السلام۔

- ② ابراہیم الغفر بن حسن شمیٰ کا لقب غمر کثرت جوہر کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ ابو اسماعیل کنیت ہے۔ 145ھ میں 69 سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ ان کی نسل اسماعیل دیاج سے جاری ہے۔ اسماعیل دیاج کی کنیت ابو ابراہیم اور لقب شریف الخاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزندان الحج اور ابراہیم طباطبایا سے جاری ہے اور بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ سادات بنومعویہ کے سلسلہ نسب انہی میں آ کر شامل ہوتا ہے۔ بنومعویہ میں سے سید عماد الدین محمد بن حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔
- ③ حسن المثلث بن حسن شمیٰ کی کنیت ابو علی ہے۔ 149ھ میں وفات پائی۔ ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔
- ④ داؤد بن حسن شمیٰ کی والدہ رومیہ ہیں۔ یہ اور امام جعفر صادق باہم رضيع تھے اور یہی صدقات علی مرتضیٰ علیہ السلام کے متولی تھے۔ ان کی نسل سلیمان بن داؤد سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ ام کلثوم بنت امام زین العابدین ہیں۔ سلیمان کی نسل چار فرزندوں: (1) موسیٰ (2) داؤد (3) اسحق (4) حسن، سے دنیا میں موجود ہے۔
- ⑤ جعفر بن شمیٰ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ 70ھ میں وفات پائی۔
- ان کا بیٹا حسن تھا، جس کی نسل عبداللہ اور جعفر ملقب بہ غدار اور محمد الشلیق سے جاری ہے۔ قزوین، راونڈ، مراغہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

② امام حسین علیہ السلام سبط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

امام حسن علیہ السلام کے برادر خور ہیں۔ 5 شعبان 4ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

واقعی بیٹہ وغیرہ کا قول ہے حسن علیہ السلام کی ولادت سے 50 یوم بعد حسین علیہ السلام نے طین مادر مطہر میں استقرار پایا تھا۔ امام جعفر صادق عن ابیہ کی روایت ہے: لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحُسَيْنِ وَالْحُسَيْنِ إِلَّا طَهْرًا وَاحِدًا۔

مصعب الزہیری سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بچپن (25) حج پیادہ کیے تھے۔ یہ روایت الاستیعاب کی ہے۔ الکافی میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے بیس (20) حج پیادہ کیے تھے۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایات شہید بن سعید بن کے متعلق صحیح معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ صورت تحقیق یہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے بیس (20) حج اکٹھے کیے ہوں گے۔ امام حسین کے پانچ (5) حج زائد ہیں یہ غالباً بعد از وفات امام حسن علیہ السلام ادا کیے ہوں گے۔

ابو ہریرہ علیہ السلام کہتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ حسین علیہ السلام بچہ ہی تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔ اس وقت حسین علیہ السلام کے قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت قدم پر تھے۔ پھر فرمایا، چڑھو، چڑھو۔ حسین اوپر کو چڑھے جاتے تھے، حتیٰ کہ ان کے پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ پھر فرمایا کہ منہ کھولو۔ انھوں نے منہ کھولا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منہ چوم لیا اور زبان سے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُ فَاَتَى اَحِبُّهُ اِلٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

امام زہری علیہ السلام نے (بامسناد عن علی بن الحسین عن ابیہ) امام حسین علیہ السلام سے یہ حدیث نبوی روایت کی ہے۔

① حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام میں صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا۔ ان روایات سے معلوم ہو گیا کہ یہ غلط بات مشہور ہے کہ امام حسین علیہ السلام والدہ مطہرہ میں صرف چھ ماہ بھرے تھے کیوں کہ ابتدا و انتہا سے حمل کی تاریخوں کا عین ہو چکا ہے۔ اسد الغابہ 2/ 27، بخاری 3749، مسلم 58، 2422، ترمذی 3792، ابوالفرج 86

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَنْبَغِيهِ ①

”انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ نا کارآمد چیز کو ترک کر دے۔“

امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہار سے جو نبی ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں ممتاز تھے نبی ﷺ کا حلیہ سنا اور کچھ عرصہ تک اس کا ذکر حسین رضی اللہ عنہ سے نہ کیا۔ پھر جب میں نے ذکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پیشتر ہی دریافت کر چکے اور سن چکے تھے، بلکہ انھوں نے حضور ﷺ کی آمد و رفت کے متعلق کچھ زائد معلومات بھی حاصل کر رکھی تھیں۔ ②

مسند احمد و سنن ابوداؤد میں ایک حدیث مرفوعہ حسین علیہ السلام سے مروی ہے:

إِنَّ لِللَّسَانِ حَقًّا وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرْسٍ ③

”سائل کا حق قائم ہو جاتا ہے خواہ وہ گھوڑے پر ہی سوار آئے۔“

امام حسین رضی اللہ عنہ شاعر بھی تھے۔ مندرجہ ذیل اشعار اپنی بیوی رباب بنت امری القیس الکلبی ④ اور اپنی بیٹی سکینہ ⑤ جو رباب کے بطن سے ہیں، انشاء فرمائے تھے:

لَعَمْرُكَ إِنِّي لَأَحِبُّ أَوْحَا
تَحَلُّ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ ⑥
أَحِبُّهُمَا وَابْدَلْ جُلَّ مَالِي
وَلَيْسَ لِعَاقِبِ عُنْدِي عِتَابُ
فَلَسْتُ لَهُمْ وَإِنْ غَابُوا مُضِيعًا
حَيَاتِي أَوْ يُغَيَّبِي الشَّرَابُ
كَانَ اللَّيْلَ مَوْصُولٌ بِلَيْلٍ
إِذَا زَرْتُ سُكَيْنَةَ وَالرَّبَابُ

بی بی رباب کی محبت میں اشعار ارشاد فرمائے گئے وہ بھی مہر وفا کی پتلی تھی۔ امام ہمام کی شہادت کے بعد بہت لوگوں نے ان کے پاس پیغام نکاح بھجوائے مگر انھوں نے انکار ہی کر دیا۔ صاحب الاغانی نے سند متصلہ کے ساتھ ان کے مندرجہ ذیل اشعار جو شہادت کے بعد کہے گئے روایت کیے ہیں۔

ان الذی کان نور استضاء به
بکربلاء قتیل غیر مدفون
مبط النبی جزاء الله صالحه
عنا وجبت خسران الموازين

① ترمذی: 2318، ابویوسف فی الخلیفہ: 171/10، تہذیب الاشراف: 316/13۔ ② ثنائی ترمذی: 8۔ ③ مسند امام احمد: 1732، ابوداؤد: 1665۔

④ صاحب الاغانی نے عوف بن خارجہ المزنی سے روایت ہے کہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے میں ایک لڑکے کو جو شخص لوگوں کو چیرتا ہوا آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ امراء القیس الکلبی ہے۔ جس نے بکربین واکل پر چلنے کا حکم کیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ادب کیا چاہتے ہو؟ وہ بولا اسلام۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مسلمان بنایا اور اسے شام کے رہنے والے بنو قریظہ کا سردار بنادیا اور رایت سرداری عطا کر دیا۔ امراء القیس اس شخص سے اٹھا تو اس کے سر پر رایت سرداری لہرا رہا تھا، وہ اسی وقت واپس چل دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ حسین کو لیے ہوئے اس کو راہ میں مل گئے۔ امراء القیس سے فرمایا میں علی عم زانی ہوں میرے یہ دونوں فرزند رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری قرابت ہو جائے۔ امراء القیس بولا، میری تین بیٹیاں ہیں: حبیبا علی کو، سکینہ کو اور رباب حسین کو دیتا ہوں۔ اس طرح رباب امام حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی تھیں۔ ⑤ سکینہ صیدہ تھمیر ہے۔ ان کا نام امیر یا امینہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے نکاح ہوئے۔ اول عبد اللہ بن حسن بن علی سے ہوا تھا۔ ایک نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا تھا۔ ایک لاکھ کا مہر ادا کیا گیا۔ یہ لفظ ہے کہ سکینہ کا انتقال زندان شام اور بیچنے میں ہو گیا تھا۔ ⑥ پہلے تین شعر اغانی سے اور چوتھا روض الاناف سے نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: حج تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے۔ میں ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عتاب کے عتاب کی پروا نہیں کرتا۔ گو وہ یہاں موجود نہیں ہیں مگر میں غور و برداشت سے بے خبر نہ رہوں گا جب زندہ ہوں اور جب تک مٹی مجھے چھپا نہ دے گی۔ جب سکینہ و رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوئی ہوں تو رات ایسی ہی نظر آتی ہے کہ گویا رات کے ساتھ دوسری رات مل گئی ہے۔

قد كنت لى جبالا صعبا الوزبه و كنت تصحبا بالرحم والدين
من لى نامى و من للسانين و من يعنى و يباوى اليه كل مسكين
والله لا ابتغى صهرا بعدكم حتى اغيب بين الرمل والطين ﴿١﴾
حضرت امام ہمام کی شہادت بروز جمعہ عشرہ محرم 60ھ کو میدان کربلا میں جسے طف بھی کہتے ہیں۔ آغاز وقت زوال میں ہوئی۔

انا لله وانا اليه راجعون!

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: 173]

”واقعہ ہانڈہ کربلا کا مکمل بیان میں نے لکھا تھا اور ارادہ تھا کہ اسی کتاب میں شائع کیا جائے مگر احباب کے مشورہ سے قرار پایا کہ اسے علیحدہ شائع کیا جائے تاکہ تھوڑی قیمت پر بہت ہاتھوں تک پہنچ سکے۔ اس مضمون میں واقعات کو تنقید صحت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اصل خطوط کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور شہداء کے اسماء اور قبائل کی تحقیقات کی گئی ہے۔“

اولاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اسم مبارک علی ہے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین، سجاد، ذوالشقات لقب پڑ گئے تھے۔ واقعہ کربلا میں عمر مبارک 23 سال کی تھی۔ 38ھ میں پیدا ہوئے۔ 95ھ میں وفات پائی۔ ان کی والدہ بنت یزید جرد ہیں۔ جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔

امام زین العابدین کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں ﴿١﴾ محمد باقر ﴿٢﴾ عبد اللہ الباہر ﴿٣﴾ زید الشہید ﴿٤﴾ عمر الاشرف ﴿٥﴾ حسین الاصغر ﴿٦﴾ علی الاصغر سے باقی ہے۔

دو بیٹیاں: ام کلثوم و خدیجہ تھیں

ام کلثوم: کانکاج داؤد بن حسن شہی سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا۔ سلیمان کی نسل داؤد، اسحاق اور حسن سے جاری ہے۔
خدیجہ کانکاج محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ سے ہوا۔ ان کے بطن سے عبد اللہ، عبید اللہ، عمر پیدا ہوئے۔ نسل باقی ہے۔

عبد اللہ الباہر بن زین العابدین رضی اللہ عنہ

امام باقر کے برادر شقیق ہیں، ان کی نسل محمد الارقطہ سے جاری ہے۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا، اسماعیل۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ حسین ﴿١﴾ ان اشعار کا مصرعہ اول حضرت حسان بن علیؓ کے غزل اشعار سے لیا گیا ہے۔ ترجمہ اشعار یہ ہے: وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا کربلا میں مقبول پڑا ہے۔ اسے کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ اسے سبط نبی اللہ تھے ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ میزان عمل کے خسران سے بچائے گئے۔ تم میرے لیے بلند پھاڑ کی چوٹی تھے جس کی پناہ لیا کرتی تھی۔ (یہ محاورہ حضرت داؤد کی زیور میں بکثرت ہے) آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ رحم اور دین کا تھا۔ اب قیہوں کا کون ہے؟ اب فقیروں کا کون ہے؟ اب کون رو گیا ہے جس کے پاس ہر ایک مسکین کو پناہ مل سکے۔ اب میں اس قربت کے بعد اور کوئی غوغائی پسند نہ کروں گی۔ حتیٰ کہ ریت اور مٹی کے تودوں میں جا چھپوں۔ فقط۔

اور محمد۔ یہ نسل رے قم، جرجان میں پائی جاتی ہے۔

زید الشہید بن امام زین العابدین علیہ السلام

ان کی والدہ ام ولد تھیں، انھوں نے عہد سلطنت ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ مدائن، بصرہ، واسطہ، موصل، خراسان، رے، جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے پانچ ہزار (5000) شخص تھے۔ جب یوسف ثقفی نے ان کے مقابلہ میں لشکر لایا تو یہ سب لوگ امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا کہ **رَفَعُوا نَا الْيَوْمَ اسْ دِنَ سَے رَافِضِی کَالْفَظْ لَکَا۔** آپ 15 صفر 121ھ کو اس جنگ میں زخم تیرے شہید ہوئے تھے۔

ان کے چار فرزند تھے۔ بچی جو 18 سال کی عمر میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ایک دختر تھی، باقی تین فرزندوں حسین، ذی الدمعہ، عیسیٰ موتمن الاشبال، محمد سے نسل جاری ہے۔ ⁽³⁾

حسین ذی الدمعہ نے 135ھ میں وفات پائی۔ نسل کثیر باقی ہے اور کبھل، سنجل وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ ترمذی کہلاتے ہیں۔

عیسیٰ موتمن الاشبال کی نسل چار فرزندوں: احمد، زید، محمد، حسین عصارہ سے جاری ہے۔

سادات بارہ بلگرام کا نسب محمد بن عیسیٰ تک بنتی ہوتا ہے۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ المتوفی 1200ھ اسی نژاد عالی سے ہیں۔

عمر الاشرف بن امام زین العابدین علیہ السلام

زید شہید کے برادر شقیق ہیں۔ ان کی نسل علی الاصغر سے جاری ہوئی۔ ان کے تین فرزند قاسم، عمر الشجری، ابو محمد الحسن تھے۔ نسل کثیر باقی ہے۔

حسین الاصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام

ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے۔ جو ام ولد ہیں۔ حسین الاصغر نے 157ھ میں وفات پائی۔ یقع میں دفن ہوئے۔
 ① عبد اللہ ② عبید اللہ الاعرج ③ علی ④ ابوالحسن ⑤ سلیمان
 سے نسل باقی ہے۔ حجاز و عراق، شام و مغرب میں پائی جاتی ہے۔

علی الاصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام

ان کی نسل افطس سے جاری ہے۔ افطس کی نسل علی الحوری، عمر، حسین، حسن مکفوف، عبد اللہ الشہید سے جاری ہے۔

امام باقر علیہ السلام

محمد نام، باقر لقب، ابو جعفر کنیت ہے۔ باقر العلوم، وافر الحکم، جلیل القدر تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیث عن جابر رضی اللہ عنہ در بارہ حج موجود ہے۔ ⁽²⁾ جس سے دو سو (200) کے قریب مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ صحاح و سنن میں ان کی مرویات خوب ملتی ہیں۔ ولادت مدینہ میں 57ھ میں، وفات 114ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

① دست بردستی میں شریکو ہلاک کیا تھا۔ موتمن الاشبال "سچگان شریکو یم بنائے والا" لقب پڑ گیا۔ ⁽²⁾ مسلم: 2950

واقعہ کربلا میں تقریباً تین سال کے تھے، ان کی نسل صرف امام جعفر صادق سے جاری ہے۔ ان کی والدہ ام عبداللہ بنت امام حسن علیہ السلام ہیں۔
امام جعفر صادق علیہ السلام

جعفر نام، صادق لقب، ابو عبداللہ کنیت ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ ہیں، جو ابوبکر صدیق علیہ السلام کے پوتے، قاسم الفقیہ کی بیٹی ہیں۔ ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق علیہ السلام ہیں۔ اسی لیے امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے۔ وَلَدْنِي أَبُو بَكْرٍ مَرْكَبَيْنِ مجھے ولادت میں ابوبکر سے دہرے واسطے ہیں۔
 وافر العلوم، کثیر الشیخو ض تھے۔ دواوین، احادیث و سنن میں ان کی مرویات اور فتاویٰ موجود ہیں۔ ولادت 83ھ۔ وفات 148ھ۔ یقین میں مدفون ہوئے۔

ان کی نسل پانچ فرزندوں ① موسیٰ کاظم ② اسماعیل ③ علی العریضی ④ محمد المامون ⑤ اخلق سے جاری ہے۔
 ① اسماعیل: اپنے والد کے فرزند اکبر ہیں۔ اسماعیلیہ ان ہی کو جعفر صادق کے بعد امام مانتے ہیں۔ ہر بائینس (His Highness) مسٹر آغا خاں بالقاب کا سلسلہ نسب انہی سے ہے۔ ان کی نسل دو فرزندوں محمد اور علی سے جاری ہے۔
 علی ملقب ضیاء الدین کے سلسلہ نسب میں مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری علیہ السلام ہیں۔
 ② علی العریضی بن امام جعفر صادق کی نسل چار فرزندوں: ① محمد ② احمد اشعرائی ③ حسن ④ جعفر الاصغر سے جاری ہے اور خلق کثیر موجود ہے۔
 ③ محمد المامون یا محمد وساج۔ انھوں نے دعویٰ خلافت بھی کیا تھا۔ مامون الرشید نے ان کو گرفتاری کے بعد معاف کر دیا تھا۔ ان کی نسل علی الخارجی، قاسم، حسین سے جاری ہے۔ اکثر مصر میں پائے جاتے ہیں۔
 ④ اخلق بن جعفر صادق: مؤتمن لقب، ابو محمد کنیت، امام موسیٰ کاظم کے برادر شقیق ہیں۔ شیعہ کا ایک فرقہ ان کو امام مانتا ہے۔ ان کی نسل محمد، حسن، حسین، تین فرزندوں سے جاری ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

موسیٰ نام، کاظم لقب۔ ابو الحسن اور ابو ابراہیم کنیت تھی۔ ان کی والدہ کا نام حیدہ ہے، جو ام ولد تھیں۔ ولادت 128ھ مقام ابواء۔ وفات 6 رجب 183ھ کو بمقام بغداد ہوئی۔
 یہ 23 بیٹوں اور 37 بیٹیوں کے والد ہیں۔ فرزند ان نرینہ میں سے عبدالرحمن، عقیل، قاسم، یحییٰ، واؤد و لا ولد تھے۔
 سلیمان، فضل، احمد کے صرف اولاد دختر تھی۔
 حسین، ابراہیم الاکبر، ہارون، زید، حسن کی اولاد کے متعلق علماء نسب میں اختلاف ہے۔
 علی، ابراہیم الاصغر، عباس، اسماعیل، اخلق، حمزہ، عبداللہ، عبید اللہ، جعفر کی نسل جاری ہے۔
 سلطان الجند خواجہ بزرگ سید معین الدین حسن سنجر علیہ السلام امیری المتوفی 6 رجب 623ھ امام موسیٰ کاظم ہی کی اولاد ہیں۔

امام علی الرضا علیہ السلام

علی نام۔ رضا لقب۔ ابو الحسن کنیت ہے۔ ولادت 148ھ۔ وفات بہ ماہ صفر 203ھ بہ عمر پانچا و شیخ (55) سال۔ حزار مشہد

مقدس میں ہے۔ ان کی نسل صرف محمد الجواد سے جاری ہے۔

امام محمد الجواد علیہ السلام

محمد نام،، جواد لقب،، ابو جعفر کنیت، ولادت 195ھ وفات آخری ذی قعدہ 220ھ بمصر 25 سال سُرْمَن رَای میں انتقال فرمایا۔ علی البہادی اور موسیٰ المبرقع سے نسل جاری ہے۔

موسیٰ المبرقع کی نسل ان کے فرزند احمد سے جاری ہے۔ مضافات لکھنؤ خیر آباد، سفیدوں، پانی پت، سامانہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

امام علی النقی علیہ السلام

علی نام۔ عسکری لقب، ہادی نقی علم، ابو الحسن کنیت ہے۔ سُرْمَن رَای میں بمصر 41 سال 6 ماہ وفات پائی۔ ولادت نصف ذی الحجہ 212 جمادی الاخرہ 254ھ۔

دو فرزندوں ابو عبد اللہ جعفر کذاب اور حسن عسکری سے نسل جاری ہے۔

{1} ابو عبد اللہ جعفر کے نام کے ساتھ لقب کذاب بعض لوگ اس لیے شامل کیا کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بھائی حسن عسکری کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کی اولاد ان کو جعفر تواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو ”رضوی“ کہلاتے ہیں۔

ابو عبد اللہ کنیت ابو کرین بھی ہے۔ کرساٹھ فقیر (بچوں) کو کہتے ہیں۔ چوں کہ وہ 120 بچوں کے والد تھے اس کنیت کی وجہ سے پکارے جاتے تھے۔ ان کی وفات 271ھ میں ہوئی۔ ان کی نسل کا صرف چھ فرزندوں سے جاری ہونا پایا جاتا ہے۔ اسماعیل حریف۔ بکچی الصوفی کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔

ہارون بن جعفر کی اولاد میں سے سادات امر وہ مشہور ہیں۔

علی الحقار کی اولاد میں سے سادات بھکر میں قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 14 ربیع الاول 635ھ اسی شاخ سے ہیں۔

محمد نازک اور سید جلال الدین بخاری نزہیل ہند انہی علی الحقار کی اولاد ہیں۔

اور یس بن جعفر کی نسل قاسم سے جاری ہے۔ اولاد ”قواسم“ کہلاتی ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام

حسن نام۔ عسکری لقب۔ ابو محمد کنیت۔ ولادت بمابہ رمضان 232ھ والدہ کا نام حدیث ہے جو ام ولد تھیں۔ وفات 8 ربیع الاول 260ھ کو سرمن رائی میں ہوئی۔

ایک فرزند محمد المہدی نصف شعبان 255ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ جو سرمن رائی کے قار میں بہ عمر چار سال غائب ہو گئے تھے۔ فرقہ اثنا عشریہ ان کو زندہ تسلیم کر کے امام مظلوم۔ امام زمان دوران کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى لَهُ

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهِ وَّ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهِ وَّ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۱﴾

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات قلم بند کرنے سے پہلے اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے جو عیسائی لوگ ایک سے زیادہ بیوی کے متعلق ظاہر کیا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے جواز و عدم جواز کی بحث صرف دو ہی پہلو سے کی جاسکتی ہے۔

﴿۱﴾ قانون ﴿۲﴾ مذہب

﴿۱﴾ قانون: اس مسئلہ کا فیصلہ یورپ کے لیے اور طرح کرتا ہے اور ایشیاء کے لیے اور طرح، ہندوستان کی تمام ہائی کورٹیں ایک سے زیادہ بیوی کی شخصیت کو تو انہیں، دیوانی اور فوجداری میں صحیح تسلیم کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ان مقدمات میں جو چاندو کے متعلق ہوں دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق بمقابلہ ان کے شوہر کے ورثاء قانونی کے تسلیم کرتی ہے اور ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔

یہ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ مقدمات زیر دفعہ 494 تعزیرات ہند میں ایسی عورت کو جو اپنے شوہر کی دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی تھی کسی دوسری جگہ شادی کر لینے سے مجرم قرار دیتی ہیں اور اس شخص کو بھی مجرم ٹھہراتی ہیں جو ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔ ہندوستان کی ہائی کورٹوں کو یہ متفقہ اور مسلمہ رویہ انگلستان کے قانون پولی گمی (Poly Gamy) کے بالکل خلاف ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی انصاف رساں عدالتوں کا یہ قانونی دستور ایشیاء کو یورپ سے متمیز کرتا ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ محض قانونی پہلو سے اس مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے۔ ﴿۲﴾

﴿۲﴾ اب اس مسئلہ پر مذہب کی رو سے غور کرنا ہے۔ مذہب کا سرچشمہ ملک ایشیاء ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی شام میں پیدا ہوئے اور ایشیائی ہیں۔

ایشیاء کے مشہور مذہب

ایک سے زیادہ بیوی کی تائید میں ہیں۔ قدیم ہندوستان کو لیجیے۔

﴿۱﴾ سری رام چندر جی کے اولاد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں:

♦ پنڈت رائی کوشلیا والدہ رام چندر جی

﴿۱﴾ مسلوٰت کے یہ الفاظ بروایت ابوسعید ساعدی رضی اللہ عنہ امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیے ہیں۔ ﴿۲﴾ دفعات 363, 366 کو بھی جب شادی شدہ عورت کے متعلق ہوں، نیز دفعہ 498 کو اس نظیر میں بھی شامل کر لیتا چاہیے۔ ہماری اس دلیل کے خلاف یہ جواب درست نہیں ہوگا کہ ہندوستان کی عدالتوں نے اس بارے میں ہندوستان کے رواج کی خلاصہ بیرونی کی ہے کیوں کہ اگر ہمارے واضعان قانون اسی مسئلہ کو قطعاً مخرب اخلاق سمجھتے تو اس کا ضروری اسناد اور کر دیتے۔ خواہ رسم اور رواج اس کی تائید ہی میں پائے جاتے۔ اسناد اور رسم ہی کے متعلق گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس کی بنیاد مذہب پر بھی بتاتے ہیں۔ تعدد شوہران کے بارہ میں ان عدالتوں کا بھی رویہ ہے۔ اگرچہ ان علاقہ جات کے لوگوں نے رسم و رواج کو تائید میں بار بار پیش کیا ہے۔ ان نظائر پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دلیل صحیح ہے۔

- ♦ رانی سمھرا والدہ پچھن جی
♦ رانی لیکنی والدہ بھرت جی
- [2] سری کرشن جی کی، جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے۔ سینکڑوں بیویاں تھیں۔ [3]
[3] راجہ پاٹھو کے جو مشہور پاٹھوں کا جد اعلیٰ ہے، دو بیویاں تھیں۔
♦ کنکتی والدہ یدہ شتر و بھیم سین وارجن
♦ مادری والدہ نکل و سہد یو
- [4] راجا شتن کی دو بیویاں تھیں:
♦ گگا والدہ بھیکم
♦ ستیوتی والدہ چترانگد و پچھتر ایرج پسران شتن۔ نیز
والدہ بیاس جی۔ پسر پراشر کھیشتر
- [5] پچھتر ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔
♦ امیکا والدہ دھرتراشت۔ پسر بیاس جی
♦ امبالکا والدہ پاٹھو۔ پسر بیاس جی
♦ لونڈی والدہ بدر۔ بن بیاس جی

منہاج نبوت ﷺ اور تعداد ازواج

اب اس مسئلہ کو منہاج نبوت ﷺ پر دیکھ لینا چاہیے۔
عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کو ظلیل الرحمن تسلیم کرتے ہیں [2] حضرت یعقوب علیہ السلام کو خدا کا اسرائیل اور نہایت برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں۔ [3]
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نہیں اٹھا جس سے اللہ آسمان سے آشنائی کرتا۔ [4]
ہم حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت بائبل میں یہ فقرہ پڑھا کرتے ہیں: ”خدا نے اس سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تیرا باپ ہوا۔“ [5]

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت عیسائی مانتے ہیں کہ خدا نے اسے فرمایا تھا: ”میں نے ایک عاقل اور سمجھدار دل تجھ کو بخشا۔ ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا“ [6] تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے سلیمان علیہ السلام کی بابت یہ بھی کہا تھا: ”وہ

[1] لالہ اجیت رائے آنجنائی نے اپنی کتاب کرشن چرتر میں صرف 18 رانیاں تسلیم کی ہیں۔ ہمارے مدعا کے لیے یہ تعداد بھی کافی ہے۔

[2] یعقوب کا ذکر مشمول انجیل 2/22 [3] توارخ 22/10 خروج [4] استثناء 34/10 زبور 2/7 [5] اساطین 3/12

میرا بیٹا ہوگا، میں اس کا باپ ہوں۔“ (1)

حوالہ جات بالا کے بعد ہم بہ وثوق اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انبیاء صدر کے افعال منہاج نبوت کے ثابت کرنے میں محکم ترین دلائل اور بہترین نقائر ہیں۔

اب انبیاء صدر علیہم السلام کے متعلق ملاحظہ ہو

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں:

① سیدہ ہاجرہ علیہا السلام۔ کتاب پیدائش 16/4

② سیدہ سارہ علیہا السلام۔ کتاب پیدائش 18/15

③ قنورہ خاتون۔ کتاب پیدائش 25/1

حضرت یعقوب اسرائیل علیہ السلام کی چار بیویاں:

① لیاہ۔ کتاب پیدائش 29/23

② زلفہ۔ کتاب پیدائش 29/23

③ راضل۔ کتاب پیدائش 29/28

④ بلہہ۔ کتاب پیدائش 29/29

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں:

① سفورہ خاتون۔ کتاب خروج 2/21

② حیشہ

③ ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا۔ قاضیون 1/16

④ ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔ قاضیون 4/16

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیویوں کا جواز

جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا، ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انھیں اسیر کر

لائے۔ (10)

اور ان اسیروں میں خوب صورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جوڑو بنائے۔ (11)

تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔ (12)

تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس

کے تو اس کے ساتھ ظلوت کر اس کا خصم بن اور وہ تیری جوڑو بنے۔ (13) (2)

① التواریخ: 22/10 ② کتاب استثناء: 10/2 13

حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں

حضرت داؤد علیہ السلام کی 9 بیویوں کے نام اور ان کے علاوہ 2 دس حرموں کا ذکر 3 اور پھر ان کے علاوہ اور

4 جو روئوں کا ذکر بائبل سے حسب صراحت ذیل ملتا ہے۔

نمبر شمار	نام زوجہ	حوالہ	کیفیت اور ان کے بطن سے پیدا شدہ فرزند ان کے نام
1	اختوم	1۔ سمویل 26/23	آمنون، پہلوٹھا اس سے پیدا ہوا۔
2	ابی جیلی	2۔ // //	کلیاب اس سے پیدا ہوا۔
3	میکل بنت ساول بادشاہ اسرائیل	1۔ سمویل 18/27	بے اولاد
4	معکہ بنت تلمی بادشاہ جسور	2۔ سمویل 3 باب	اسلوم، اس سے پیدا ہوا۔
5	جیت	// // //	ابی سلوم۔ او دنیاہ پیدا ہوئے
6	ایطال	// // //	سقطیاہ پیدا ہوا
7	عجلاہ	// // //	تیر عام اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ داؤد کے مندرجہ بالا فرزند بمقام حمرون پیدا ہوئے تھے 2۔ سمویل 3 باب
8	بنت سبع دختر ایجام	2۔ سمویل 26,3/11	حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے پیدا ہوئے۔
9	ابی شاگ	2۔ سمویل	
10	دس حرمین داؤد کی	2۔ سمویل 20/30	

دیگر داؤد نے حمرون سے آ کر یروشلیم اور حرمین دیگر اور جو روئیں کیں۔ 2

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار (1000) عورتیں

اس کی سات سو جو روئیں، بیگمات اور 300 حرمیں تھیں۔ 3

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ اللہ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں اور ان کی

کثرت زوجات کی بنیاد پر عیسائیوں نے ان انبیاء علیہم السلام کی تقدیس میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ہم ابھی اور مثالیں پیش کریں گے۔ حزقیل نبی کی کتاب کا 22 باب نکالو اور 1 تا 4 درس پڑھ جاؤ۔ 22/1 خداوند کا کلام مجھے

پہنچا اور اس نے کہا:

22/2 اے آدم زاد، دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔

1 داؤد نے ان کو ایک قصور میں یہ سزا دی کہ ان کے پاس نہ گیاہ مرتے دم تک قید میں رہیں اور نرغہ اپنے میں دن کاٹنے 2 سمویل 20/3

2 سمویل 5/13 3 سلاطین 11/3۔

23/4۔ ان میں بڑی کا نام ابولہ اور اس کی بہن کا ابو لیہ اور وہ میری جوروئیں نہیں اور بیٹے اور بیٹیاں جنہیں۔

اس کلام میں خدا نے ایک سے زیادہ عورتوں کو جوروئیں بنانے کا ذکر کیا ہے۔

عیسائی کہیں گے کہ یہ کلام تمثیلی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کا جورو بنانا خدا کے نزدیک پسند نہ ہوا تو تمثیل بھی اس فعل کو اپنی جانب منسوب نہ کرتا۔

اس کے بعد انجیل متی کا 25 باب پڑھو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد کی خبر میں دس (10) کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ (5) نے دولہا کے ساتھ شادی کی۔ گھر میں تکیں اور پانچ (5) جو پیچھے رہ گئی تھیں، ان کے لیے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے اگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ ہوتا۔ انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن (Milton) تو اسی تمثیل سے ایک سے زیادہ بیوی کے جواز کا قائل تھا۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو منہاج نبوت ہزاروں سال سے سینکڑوں انبیاء علیہم السلام نے اپنے پاک اور محکم چال چلن سے قائم کیا تھا وہ یہ تھا کہ نبی کے گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔

اگر کوئی شخص اب بھی ہمارے ساتھ نتیجہ بالا میں متفق نہیں ہے تو اسے عبرانیوں 13/4 پڑھنا چاہیے۔

بیہ کرنا سب میں بھلا ہے اور بستر ناپاک نہیں

یہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کی عدالت کرے گا۔

یہ درس صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرتا ہے۔

① بیہ

② زنا

اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ناپاک بستر ہے تو کیا وہ یہ بھی اقرار کرنے کو آمادہ ہے کہ وہ سب مقدس لوگ جن کی نبوت پر اسے ایمان ہے عبرانیوں کے فقرہ 13/4 کے مصداق تھے۔ ہم جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ کوئی بھی ایمان دار عیسائی ایسا نہیں پایا جائے گا۔ اس لیے ہم ہر ایک عیسائی کے ایمان ہی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جناب حمیت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہنے سے اس طرح رک جائے جس طرح وہ حضرت ابراہیم و یعقوب اور موسیٰ و عیسیٰ کے سامنے مہر بر لب ہو گیا ہے۔



نبی ﷺ اور کثرت زوجات

نبی ﷺ کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ 63 سال میں سے ابتدائی 25 سال حضور ﷺ کے کمال تجرد سے گزرتے ہیں جس بزرگ نے 25 سال تک عقوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حسن مردانہ کے کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے تزویج کا آرزو مند کر دیا ہو پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرد و تفرّد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو، کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟ جس مقدس ہستی نے 25 سے 50 سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے 15 سال بڑی اور ان سے بیشتر دوشوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضور ﷺ کی وابستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو بلکہ اس کے مرجانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا ان کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تزویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستارانِ حسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے۔؟ نبی ﷺ کی زندگی (55ھ سے لے کر 59 تک) کی درمیانی مدت کا شیخ سالہ زمانہ ایسا ہے جب ازواجِ مطہرات سے محرمات آباد ہوئے تھے۔ اس لیے ہر ایک شخص کو غور کرنا چاہیے کہ زندگی مبارک کے 55 سالہ رویہ سے بڑھ کر جو عمل ہوا اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے؟ خصوصاً جب نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی موجود ہے۔ **صَالِيَ فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ** (مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں) ^[1] غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی ﷺ نے جس قدر نکاح کیے ان کی بنیاد فوائدِ کثیر دین اور مصالحِ جمیلہ ملک اور مقاصدِ حسنہ قوم پر مبنی تھے۔ ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ ^[2]

نکاح ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

مثلاً ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے بیشتر جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سرا یا اعلا یہ ضرور ہوتا تھا مگر تزویج صفیہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

مثلاً ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابوسفیان عمادِ قریش میں سے تھا اور قوم کا نشانِ جنگ اس کے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آبائی ہدایت اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ احد اور حراء الاسد، بدر الاخریٰ، احزاب، وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائدِ قریش نظر آتا ہے۔ اس تزویج مبارک کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ کر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

[1] بخاری: 5149، مسلم: 1425، ابوداؤد: 2111، ترمذی: 1114، دارمی: 2201، مسند احمد: 330/5

[2] پولین بونا پارٹ کی دوسری شادی پر غور کرو جو خاص پوپ کی موجودگی میں کی گئی اور جسے سارے یورپ نے تسلیم کیا ہے۔ ان میں صرف مذکر تھا کہ بونا پارٹ کی نسل باقی رہے۔ حالانکہ یہ ضرورت ان مصالح کے مقابلہ میں جو انبیاء اللہ علیہم السلام کی تزویج میں ہوتے ہیں کوئی بھی درجہ نہیں۔

نکاح ام المومنین جو یہ فی النہجہ اور امن عام

مثلاً ام المومنین جو یہ فی النہجہ کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور ہزن ذہنی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور اور جنگ جو قبیلہ جو چند در چند شہوب پر محنتی تھا اس کے اشارہ پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تروج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی اس قبیلہ کی شرکت ضروری پائی جاتی ہے۔ لیکن اس نکاح کے بعد سب محاممتیں نابود ہو جاتی ہیں۔ تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا؟

ام المومنین میمونہ فی النہجہ کے نکاح کے فوائد

علی ہذا ام المومنین میمونہ فی النہجہ کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور امن اور اسلام پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ قبل ازیں اہل نجد ہی وہ تھے جنہوں نے ستر (70) واعظان دین کو اپنے ملک میں لے جا کر غدر سے قتل کیا تھا۔ اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آچکے تھے۔ ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

ام المومنین زینب فی النہجہ کے نکاح کے دینی فوائد

ام المومنین زینب بنت جحش فی النہجہ اور عائشہ صدیقہ فی النہجہ اور حفصہ فی النہجہ کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح دینی پر مبنی تھے۔ بنت جحش کے نکاح نے تنہیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

عائشہ و حفصہ فی النہجہ کے نکاح نے القان قرآن و حفاظت کتاب اللہ و نشر احادیث و تعلیم نساء کے بارہ میں فوق العادت کام کیے اور پھر صدیق فی النہجہ و فاروق فی النہجہ کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پر منفعت بنانے میں بڑا کام کیا۔ اور یہ ایسے فوائد ہیں جن کے لیے نبی ﷺ کسی عمدہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے، یہ غمو نے ہیں ان اغراض و مقاصد دینیہ کے جو نبی ﷺ کے مدعائے اعلیٰ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اور ضروریات ملکی اور مصالح دینی پر بھی مشتمل تھا تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم صحیح کا مادہ رکھتا ہے، اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہی کرنا شایان و ضروری تھا اور اگر ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک اور نوع اور قوم اور اسلام کو محروم ہوتا پڑتا اور ایسا کرنا اس مصلح اعظم کی شان کے منافی تھا جسے اللہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ بنایا ہے۔



ازواج النبی ﷺ کے فضائل

ازواج النبی ﷺ کی فضیلت خود نبی ﷺ کی شرف و فضیلت کا ایک شعبہ ہے۔ اس لیے سیرت نبی ﷺ میں ان کے فضائل کا ذکر ضروری ہے۔

ہم ان فضیلتوں کا ذکر اس وقت قرآن مجید سے نمبر وار کریں گے۔

فضائل وارده احادیث کا ذکر کسی اور مقام پر ہوگا۔

[1] فضیلت اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازواج النبی ﷺ کے خطاب عالی سے یاد فرمایا ہے:

زبان عرب میں لفظ زوج کا استعمال تشابہ، متشاکل اور متساوی اشیاء پر کیا جاتا ہے۔

مثلاً رَوْجًا خَفِیًّا جراب کے دونوں پاؤں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿أَحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ [37: الضُّلَّتْ: 22] ”یعنی ظالموں کو اور جو ان جیسے تھے، جمع کرو۔“

ایک دوسری مقام پر ہے:

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ [81: النُّفُوسُ: 7] ”یعنی جب ہر ایک گروہ کو قسم وار کیا جائے گا۔ صالح کو صالح کے ساتھ، فاجر کو

فاجر کے ساتھ ملایا جائے گا۔“

پس جب ازواج نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام صدق الیتام میں ازواج النبی ﷺ فرمایا تو یہ خطاب فی الواقع ان کے لیے نبی ﷺ کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہو گیا۔

اس نکتہ کے مزید انشراح کے لیے آپ تمام قرآن مجید پر تدبر فرمائیں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو۔ دونوں میں اتحاد ظاہری و باطنی اور وحدت ازدواجی و ایمانی پائی نہ جاتی ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے لفظ ”امراة“ کے استعمال میں یہ تقید نہیں کیا، بلکہ اس کا استعمال ہر

چهار صورت ہائے ذیل میں ہوا ہے:

[1] جب زن و شوہر ہر دو کافر ہوں: ابولہب اور اس کی عورت کے لیے فرمایا:

﴿وَأَمْرًاؤُا حَمَآلَۃٌ الْخَطْبِ﴾ [الہب: 14] اس کی عورت لکڑیوں کو چننے والی۔

[2] جب شوہر مومن اور عورت کافر ہو، فرمایا:

﴿أَمْرَآۃٌ نُوحٍ وَأَمْرَآۃٌ لُّوطٍ﴾ [التحریم: 10] نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی عورتیں۔

[3] جب عورت مومنہ اور شوہر کافر ہو، فرمایا:

﴿أَمْرَآۃٌ فِرْعَوْنٍ﴾ [التحریم: 10] فرعون کی عورت۔

[4] جب زوجین مومن ہوں:

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی بیوی کی بابت فرماتے ہیں:

﴿وَكُنَّتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا﴾ [مریم: 5] ”میری بیوی بانجھ ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

﴿فَأَقْبَلَ امْرَأَتَهُ فِي حَصْرَةٍ﴾ [الذاریات: 29] ”اس کی عورت جماعت میں آئی۔“

صورت اول کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے۔ ابولہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا تھا۔

صورت دوم وسوم کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل و تساوی ہوتا ہے۔ نہ کا فر عورت مسلمان شوہر سے مشاکلت رکھتی ہے اور نہ مسلمان عورت کا فر شوہر سے۔ اس لیے لفظ ”امراة“ پراکتفا ہوئی۔

صورت چہارم کی وجہ یہ کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا اور یہ ذکر ”امراة“ کے ساتھ کیا جانا زیادہ بلند تھا کیوں کہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت ہر دو پر نافذ ہوتا ہے۔

البتہ کوتاہ فہم اشخاص کے ازالہ شبہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا ذکر دوسری آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا:

﴿وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ﴾ [الانبیاء: 9] ”یعنی ہم نے اس کی بیوی کے مرض کی اصلاح کر دی۔“

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی بابت زبان ملائک سے یہ بیان فرمایا:

﴿رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ [ہود: 73] ”اے گھر والی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں۔“

غرض لفظ زوج کے استعمال کی بابت اللہ تعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ امراة کے استعمال میں یہ عدم التزام ہماری دلیل کو خوب مستحکم کرتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ازواجِ نبی ﷺ کو سورہ مریم میں دو (2) دفعہ اور سورہ احزاب میں چار (4) دفعہ ازواجِ النبی ﷺ فرمایا گیا ہے۔ اسی سے ان کا شرف اور فضیلت آشکار ہے۔

2 فضیلت دوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [احزاب: 32] ”تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔“

النساء میں جنس انوہیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ پھر لفظ احد بھی موجود ہے اور جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ غور کرو۔

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ، كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [اعلاص: 4] (اللہ کا کوئی بھی کفو نہیں) غرض نفی میں احد کا استعمال کسی استثناء کا موقع نہیں رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ ازواجِ النبی ﷺ کا درجہ ہر ایک عورت سے بالا و متمیز اور شان خاص کا ہے۔

3 فضیلت سوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّا أَخْلَقْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ﴾ [احزاب: 50] ”ہم نے تیری ازواج کو تیرے لیے حلال رکھا۔“

زن و مرد تزویج کے بعد زن و شوہر بن جاتے ہیں خواہ یہ تزویج اسلام کے مطابق ہو یا مذہب غیر اسلام کے مطابق ہو جس کا

پابند یہ زن و مرد اس وقت تھے۔ لیکن کوئی زن و شوہر دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عقد کا درگاہ رب العزت میں کیا درجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کے متعلق ﴿إِنَّا أَخْلَصْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ﴾ کا حکم قانونی دے کر اعلان فرمایا کہ نبی ﷺ کی بیویوں کا ازواج النبی ﷺ ہونا بمظہوری رب العالمین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقع ان کے لیے فضیلت عظیمہ ہے۔

[4] فضیلت چہارم: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حسن معاشرت یا ازواج کی اطلاع ان الفاظ میں دی ہے: ﴿تَبَتَّغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ﴾ [التحریم: 11] ”نبی اپنی ازواج کی مرضاة کی ابتغا کرتا۔ یعنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کرتا ہے۔“

یہ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے افعال غلطی کے مشابہ سے بالاتر ہیں۔ پس جب حضور ﷺ ان پاک بیویوں کی خوشنودی کے جو یار رہتے تھے تو یہ امر ان کی فضیلت پر ثبت ہوا۔

کسی شخص کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبَتَّغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ﴾ [التحریم: 10] کیوں کہ ان الفاظ میں لِمَ کا اثر ﴿تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ پر ہے مگر ﴿تَبَتَّغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ﴾ پر اس کا اثر ذرا بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَبَتَّغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ آپ ازواج کی خوشی کے لیے ہر ایک بات کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں بشرط کہ کسی حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے شہد کے استعمال کو ترک کرنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمایا تھا کہ ایک بیوی کو شہد کی بوگوار نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مرضاة ازواج کی اجازت فرمادی اور فی الواقع یہ اجازت تدبیر منزل اور حسن معاشرت زوجین کی جان ہے اور جو حد قائم فرمادی گئی ہے وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف خوشنودی زوج کے لیے تحریم حلال میں نہ پڑ جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جب تحریم حلال کی اجازت نہیں دی گئی تو تحلیل حرام کی اجازت تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک عظیم الشان مسئلہ بھی طے ہو گیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نبی ﷺ کا بہترین سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم کے ساتھ کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے۔ پس یہ آیت فی الواقع ازواج النبی ﷺ کی فضیلت میں ہے۔

[5] فضیلت پنجم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الروم: 21] ”یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ اس سے تسکین پاؤ اور تم دونوں کے درمیان محبت اور پیار پیدا کر دیا۔ اس میں فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

اس آیت میں جب عام طور پر زوجین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے تو بالضرور نبی ﷺ اور ازواج النبی ﷺ بھی اس صفت کے مظہر تھے اور حسب الحکم علام الغیوب یہ ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی ﷺ حضور ﷺ کے لیے سیکڑہ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت و مودت بھری ہوئی تھی جیسا کہ حضور ﷺ کے قلب پاک میں ان کے لیے ود اور رحمت موجود تھی۔ اس سے

صاف طور پر ازواج النبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہو گئی۔

[6] فضیلت ششم: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کا امتحان لیا اور ان کے سامنے اور چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لیں۔ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُحِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنْتُنَّ تُرِِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 28-29]

”اے نبی ﷺ! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ کہ میں تمہیں بہت کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کر دوں اگر تم اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت کو پسند کرتی ہو، تب تم کو بتایا جاتا ہے کہ اللہ نے تم میں نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

ازواج النبی ﷺ کے لیے	ایک جانب	دوسری جانب
	دنیا اور زینت دنیا	اللہ، رسول اور وراثت خرت
شق اول کی صورت میں رسول اللہ کا کام	ایسی ازواج کو اپنے سے علیحدہ کر دینا تھا	
شق دوم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کام	ازواج کو اجر عظیم عطا کرنا ہے	

یہ حکم تبلیغی تھا اور کچھ شک نہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم کو ضرور ازواج پاک تک پہنچایا۔ اس نتیجہ کی تلاش کرنا چاہیے کہ کیا ازواج نے حیاۃ دنیا اور زینت دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور تھا کہ نبی ﷺ اس فرض کو جو اللہ نے حضور ﷺ پر عائد کیا تھا، پورا کرتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے۔ اس بارہ میں شہادت اور اسلامی فرقوں کی متفقہ کتب تاریخ نسب کی سب متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی ایک بیوی کو بھی ترک نہیں کیا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ وہ شق دوم میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت ایک اور آیت سے بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَهَبَتْكَ حُسْنُهُنَّ﴾ [الاحزاب: 52]

”تجھے ان ازواج کے بعد اور عورتیں حلال نہیں، تجھے یہ بھی حلال نہیں کہ ان ازواج میں سے کسی کے بدلے کسی کو اپنا زوج بنائے گواں کا حسن تجھے پسند بھی ہو۔“

پہلی آیت میں نبی ﷺ کو ازواج کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس سچھلی آیت میں وہ اختیار کا تبدیل کرنا بھی نبی ﷺ کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ ازواج النبی ﷺ کی بابت جب امتحان میں ثابت ہو گیا اور وہ اللہ اور رسول ﷺ اور وراثت ہی کی خواستگار ہیں تو اب ان کو دوام کے لیے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے واسطے پسند کر لیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول اللہ ﷺ کو نہیں رہا۔ دونوں آیتوں سے ازواج النبی ﷺ کے معاملات متعلق عقائد و کیفیات قلبی و قبولیت ربانی، بخوبی ظاہر ہو گئے ہیں۔

اس دلیل کے زیادہ روشن کرنے کے لیے آیت ذیل کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ، مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۖ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ

عَظِيمًا﴾

[الاحزاب: 53]

”اے ایمان والو! تمہیں یہ شایان نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور تمہیں یہ بھی کبھی شایان نہیں کہ رسول اللہ کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ گناہ عظیم ہے۔“

پہلی آیت میں چونکہ ازواج النبی ﷺ کا اتصال نبی ﷺ سے دوام کے لیے ظاہر کیا گیا ہے اور اسی لیے نبی ﷺ سے بھی اختیار بتادلہ لے لیا گیا تھا۔ اس لیے اس آیت میں امت پر ان کی حرمت دوام کا اعلان کیا گیا۔

آخری آیت میں قابل غور بات یہ ہے کہ مومنین کو پہلے تو ایذائے رسول اللہ ﷺ سے روکا گیا ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ حقوق ازواج النبی ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ ایذائے رسول اللہ ﷺ کی جس قدر اقسام ہو سکتی ہے، ان سب میں سے زیادہ سخت وہ صورت ہوگی جس میں ازواج النبی ﷺ کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو۔ کیوں کہ قرآن پاک نے ایذائے رسول اللہ ﷺ کے تحت میں خصوصیت سے اسی جزئی کا ذکر فرمایا ہے۔

[7] فضیلت ہشتم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَإِذْ كُنَّا مَا يَنْتَلِي فِي بَيْوتِكُنَّ مِنْ آيَةِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [آب: 34]

”اے بیویو! تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور حکمت الہیہ کی جو تلاوت کی جاتی ہے۔ تم اس کا ذکر کرتی رہو۔“

اس آیت میں ”بیوت“ کو ضمیر جمع مؤنث ”مکن“ سے مضاف کیا گیا ہے اور اسی سورت کے رکوع 7 میں ﴿لَا تَدْخُلُوا بَيْوتَ النَّبِيِّ﴾ فرما کر ان بیوت کو نبی ﷺ کی جانب مضاف فرمایا گیا اور یہ امر اتحاد زوجین حکیمین پر دلیل صریح ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو نبی کے گھر بتایا اور ایک دفعہ انہیں گھروں کو ازواج کا گھر فرمایا۔

اب آیت بالا پر غور کرو کہ ازواج نبی ﷺ کے بیوت (گھروں) کی اللہ پاک نے کس قدر صفت و ثناء فرمائی ہے۔ ان گھروں کو مہبط وحی الہی بتایا۔ ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا سب جانتے ہیں کہ مکان کو عزت مکین سے ہوتی ہے۔ اب ازواج النبی ﷺ کی عزت ربانیہ اور حرمت الہیہ کا قیاس خود ہی کر لیجیے۔ بے شک یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔

[8] فضیلت ہشتم: اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کی شان بلند میں آیت تطہیر کو نازل کیا اور وحی مکتوب میں فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ٥ وَإِذْ كُنَّا مَا يَنْتَلِي فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَةِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ [آب: 33-34]

”اے ازواج نبی! تم اپنے گھروں میں ٹھہرو اور جاہلیت اول کی طرح باہر مت پھرو۔ نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اے گھرو! اللہ یہ چاہتا ہے کہ جس کو تم سے دور کرے اور تم کو بالکل پاک بنادے اور تمہارے گھروں میں جو آیات اللہ کی اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں، انہیں یاد رکھو۔ اللہ لطیف و خبیر ہے۔“

اول سے اخیر تک تمام کلام کی مخاطب ازواج النبی ﷺ ہیں اور اس لیے ”اہل البیت“ کے لفظ کا خطاب بھی انہی کے لیے ہے۔ جیسا کہ ”بیوتکن“ کا خطاب بھی ان کے لیے ہے۔ اس کی مزید تائید قرآن پاک کے کلام مجز نظام کے سیاق سے بھی ہوتی ہے اور

عرف عام سے بھی۔ کیوں کہ صاحب خانہ یا گھر والی ہمیشہ بیوی کو کہا جاتا ہے اور اہل البیت گھر والی کا لفظی ترجمہ ہے۔ مگر حقائق حق کے لیے ہم پھر قرآن مجید کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ کیا اس لفظ کا استعمال کسی دوسرے مقام پر بھی کسی نبی کی زوجہ کے لیے ہوا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے اور چوں کہ نبی ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بحکم ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوا وَهَذَا النَّبِيُّ﴾ [آل عمران: 68] مشابہت تامہ ہے، اس لیے ان کے قصہ کا حوالہ زیادہ خصوصیت بخش ہے:

﴿وَأَمْرًا أَنَّهُ، قَائِمَةٌ فَضَحِكْتُ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا ط إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ قَالُوا اتَّبِعِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾ [صود: 71-73]

”ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی، وہ ہنس پڑی۔ ہم نے اسے اسحاق علیہ السلام کی اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔ وہ بولی ہائے، اب میں جنوں گی۔ جب میں بوڑھی ہو گئی اور میرا شوہر بوڑھا ہو گیا۔ یہ تو عجب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں اور اللہ حمد و مجد والا ہے۔“ اسی جگہ نبی کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کو اہل البیت کے لفظ سے مخاطب کیا گیا۔

پس آیت سے معلوم ہوا کہ ازواج النبی ﷺ کو یہ فضیلت بزرگ حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ تطہیر فرمایا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آل اور اہل دونوں لفظ ایک ہی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اہل آتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا میں اگرچہ اہل البیت سے مراد بالخصوص ازواج النبی ﷺ ہیں، لیکن احادیث صحیحہ میں لفظ اہل یا آل زیادہ وسیع معنی میں آیا ہے۔

- ① یہ لفظ ازواج کے لیے بھی آیا ہے۔ (دیکھو ابو نعیم محمد کی حدیث میں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ہے اور ابو سعد ساعدی کی حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ ہے۔ یعنی حدیث دوم حدیث اول کی تفسیر کرتی ہے۔ ②)
- ② یہ لفظ جملہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے لیے آیا ہے، جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ حدیث میں ہے: اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صدقہ تو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ ③)
- ③ یہ لفظ حضور ﷺ کی ذریت کے لیے ہے۔ بیہقی نے سند جید کے ساتھ واصلہ بن اسحق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسین علیہ السلام کو بلایا اور ان کو اپنی رانوں پر بٹھایا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی گود سے قریب کیا اور ان پر چادر ڈال کر فرمایا: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ يٰ اَبِيْ يٰ مِيرَةَ اٰهْلِ يٰ هِيَ۔ ④) پس تبع آثار و احادیث نبویہ و رضی اللہ عنہما سے واضح ہوتا ہے کہ بنو ہاشم و بنو مطلب بھی زیادہ وسیع معنی میں اور آل عباس بھی خاص معنی میں بروئے ارشادات نبوی ﷺ داخل اہل بیت ہیں، جیسا کہ ازواج النبی ﷺ بروئے قرآن پاک مخاطب بہ اہل بیت ہیں، ان میں سے کسی ایک امر کا انکار احادیث سے ناواقفیت یا منطوق قرآن سے عدم مہارت پر دال ہے۔

① یاد رکھنا چاہیے کہ مرد اور عورت دونوں گھر والے ہوتے ہیں۔ ”علیکم اہل البیت“ اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی اس میں داخل ہیں۔

② نسائی: 49، ابوداؤد: 978، مسند احمد: 4/243، ترمذی: 279/2، مسلم: 1072، ابوداؤد: 2985، ابن جریر: 2342، احمد: 166/4

③ مسلم: 6220، ترمذی: 3724

9 فضیلتِ نَم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ [33: الاحزاب: 6]

”مومنین پر نبی ان کی جانوں سے بڑھ کر ہے اور نبی کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔“

یہ روشن ہے کہ اَنفُسِهِمْ اور اُمَّهَاتُهُمْ کی ضمیروں کا مرجع مومنین ہیں اور اسی لیے ازواجِ النبی ﷺ کا لقب امہات المومنین ہے نہ کہ امہات الامت وغیرہ (۱) لفظ مومنین کے استعمال کا زاویہ یہ ہے کہ مومن کے متمیز و مشخص کرنے کی علامات کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت میں دو علامتیں بتائیں۔

اول: مومن وہ ہے جو ازواجِ نبی ﷺ کو اپنی جان شیریں سے زیادہ محبوب رکھتا ہو اور حضور ﷺ کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔

دوم: مومن وہ ہے جو ازواجِ نبی ﷺ کو اپنی ماں جانتا ہو وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا، بلکہ وہ ماں جس کی فرزندگی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولادتِ نبوی ﷺ اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

الغرض اس آیت میں ازواجِ مطہراتِ نبوی ﷺ کی بڑی فضیلت کا بیان ہے۔ ذرا غور کرو کہ کس طرح نبی ﷺ کے شرف و تعظیم کے ساتھ ساتھ ازواجِ النبی ﷺ کی تجلیل و تکریم کو بیان فرمایا اور تجلیلِ ایمان کے لیے محض النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ [33: الاحزاب: 6] پر اقتصار نہ کر کے اَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ کے اخبار و اعلان کو حقوقِ نبی اور شرائطِ ایمان کے ساتھ منضم کیا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ [27: النمل: 59]

ماں کی فضیلت کے متعلق صحیح نسائی میں حدیث ہے:

أَنَّ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَدْتُ الْغَزْوَ - وَقَدْ جِئْتُ أَسْتَشِيرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَلْزِمَهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا - (۲)

جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ میں اس بارہ میں حضور ﷺ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ کیا تیری ماں زندہ ہے؟ وہ بولا ہاں۔ فرمایا جا، اس کی خدمت میں لگا رو۔ اس کے پاؤں تلے جنت ہے۔ فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ اس کا ترجمہ میرا نہیں نے کیا ہے:

ع کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

مرزا دہیر نے ترجمہ کیا:

ع تحت قدم والدہ فردوس بریں ہے

حدیث شریف کے درج کرنے کا مدعا یہ ہے کہ جب جسمانی ماں کی خدمت کا اس قدر اجر جمیل ہے تو ایمانی ماں کی خدمت کا اجر عظیم ہونا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

(۱) الامت میں اشرار و اخیار سب ہی شامل ہیں۔ ازواجِ مطہرات کے اس لیے امہات مومنات کہا کہ اشرار کو ان کی فرزندگی کا شرف نہیں مل سکتا۔

(۲) نسائی: 3106، مستدرک امام احمد: 3/294، بیہقی: 9/26، مشکل الاحزاب: 30/30

ازواج مطہرات کے ساتھ نبی ﷺ کا حسن سلوک

حدیث میں ہے: غَيْرُكُمْ غَيْرُكُمْ لَا هِلْمَ وَ آتَا غَيْرُكُمْ بِأَهْلِي سب لوگوں میں اچھا ہے جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں۔ [1]

نبی ﷺ ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے۔ رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

کھانے، پینے، مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرمایا کرتے۔ عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے۔ شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے۔

بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اور ان کے عزیز واقارب کو حسن سلوک سے شاد کام رکھتے۔ سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی۔ جس بیوی کا نام نکلتا اس کو ساتھ لیتے۔ ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ پاک نے ”حجرات اور بیوت النبی ﷺ اور بیوتکم“ فرمایا ہے، باہم پیوستہ تھے۔ مکان نہایت مختصر تھے۔ مثلاً عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا در بچے مسجد نبوی ﷺ کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے رَوْضَةُ مَن رِيسَا ضِ الْجَنَّةِ [2] خیابان جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے، اس قدر تھا کہ جب نماز جنازہ مطہر کے لیے لوگ داخل ہونے لگے تو دس (10) آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کے آرام فرمانے کے لیے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر چڑے کا تھا جس کے اندر گجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکین زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا۔ ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ایک پیالہ چوبی کا ذکر کیا ہے جسے مختلف اشربہ میں برتنا جاتا تھا۔

فتح خیبر کے بعد نبی ﷺ نے ہر ایک بیوی کے لیے 80 دینار ہجور کے اور 20 دینار جو کے سالانہ مقرر کر دیے تھے۔ دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہر ایک شے میں ماتحتاج رکھ کر باقی سب چیزوں کو بیواؤں، یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں۔

باوجود اس قدر ولداری اور عطوفت کے نبی ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوت کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو۔

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ایک بار ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودن کہہ دیا۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود ابن یعقوب پر مشتمل ہوتا تھا مگر کہنے کا انداز ولہجہ حقارت آمیز تھا۔ اتنی بات پر حضور ﷺ کچھ عرصہ تک ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے گھرنے گئے۔ جب انھوں نے توبہ کی تو خطا بخش ہوئی۔^[1]

جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی ﷺ کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے کیوں کہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آ جاتی۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ نبی ﷺ کے فیضانِ عالیہ کا تھا کہ زوجات کو تاثرات طبعی و جنسی سے ارفع و اعلیٰ بنا کر محبت صادقہ ایمانیہ میں متفق و متحد بنا دیا تھا۔ اس راز کے سمجھنے سے وہ افراد قاصر ہیں جو تعلقات زوجین کی حقیقت صرف خواہشات طبعی کے نفاذ کو سمجھا کرتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے بہشت میں زن و شوہر کے زن و شوہر ہو کر رہنے سے انکار کیا ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے کام

زنان امت کو تعلیم دینا۔ ان کی معروضات کو حضور نبوی ﷺ میں پہنچانا۔ پھر جواب سمجھانا۔ نبی ﷺ کے افعال و اقوال و عبادات کو جو حجرات کے اندر کیا کرتے تھے حفظ و اتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا، مشکلات علمیہ میں فرزند ان امت کی رہبری کرنا تھا۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے مہور

نبی ﷺ کی بیویوں اور بیٹیوں کے مہر سوا بارہ اوقیہ نقرہ سے زیادہ نہ تھے۔^[2]



[1] ترمذی: 3903، نسائی: 8919

[2] بخاری: 5149، مسلم: 1426، دارقطنی: 2199، 2200، ابوداؤد: 2105، نوٹ: یہ وزن ہمارے اعشاری حساب سے قریباً 1500 گرام یعنی ڈیڑھ کلو گرام چاندی بنتی ہے۔

فصل چہارم 4

ازواج النبی ﷺ کے نسب ناموں کا نسب نامہ نبوی ﷺ سے قریب تر ہونا
چوں کہ اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو نبی ﷺ کے ساتھ باعتبار نسب بھی قرابت حاصل ہے۔ اس لیے ایک نقشہ بنا دیا گیا
ہے تاکہ ہر ایک ام المومنین رضی اللہ عنہا کی قرابت نسب کا حال بخوبی واضح ہو سکے۔
نقشہ عمود نسب نبی ﷺ اور اس کے ساتھ انساب امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا اتصال

				20۔ معد بن عدنان				
				19۔ نزار				
				18۔ مضر				
				17۔ الیاس				عیلان
				16۔ مدرکہ				قیس
				15۔ خزیمہ				نصفہ
				14۔ کنانہ				عکرمہ
				13۔ نضر				منصور
				12۔ مالک				ہوازن
				11۔ فہر				بکر
				10۔ غالب				معاویہ
				9۔ لوی				عدی
				8۔ کعب				زراح
				7۔ مرہ				قرط
				6۔ کلاب				عبداللہ
				5۔ قصی				رباح
				4۔ عبد مناف				عبدالعزی
				3۔ ہاشم				لقیل
				2۔ عبد المطلب				خطاب
				1۔ عبداللہ				عمر بن الخطاب
				محمد ﷺ				حفصہ

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جداگانہ حالات

۱) ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قریشیہ الاسدیہ۔

ان کے والد خویلد عرب کے مشہور تاجر اور قریش میں معزز و نامور تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب بھی نبی ﷺ کے ساتھ لوطی میں شامل ہو جاتا ہے (دیکھو نمبر 9۔ شجرہ نبوی ﷺ) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح نبی ﷺ سے کیا۔ مہر کے چھ (6) اونٹ مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 سال ۱) اور نبی ﷺ کی عمر 25 سال کی تھی۔

ان کا پہلا نکاح عقیق بن عامر مخزومی سے ہوا تھا۔ ۲) اس سے کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابوبالہ ہند بن نباشہ غسانی سے ہوا تھا۔

نبی ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد نبی ﷺ فکر معیشت سے آزاد ہو کر ذکر ربانی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ پانی کی مشک اور ستودوں کی تھیلی لے کر غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی واپسی تک طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ستوتیار کر چھوڑ تیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا لقب جاہلیت میں بھی ”طاہرہ“ تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں۔ ان پر کسی مرد یا عورت کو تقدم فی الاسلام حاصل نہیں۔

جب نبی ﷺ نے ان سے نزول وحی کا ذکر کیا تو مشکلات نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي مَجْهَاطِي جَانِ كَا اَنْدِيشَہ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا: كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ تَصِلُ الرِّيحَ وَتَحْمِلُ الْكُلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَنُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ ۳)

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مزید انشراح صدر اور طمانیت قلب خود کے لیے یہ کیا کہ نبی ﷺ کو اپنے پیچھے بھائی

۱) زرقانی نے مغلطائی سے ایک روایت بیان کی ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 28 سال کی تھی۔ یہ روایت شاذ ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲) مؤرخین میں اختلاف ہے کہ عقیق سے پہلا نکاح ہوا یا ابوبالہ سے۔ قتادہ نے عقیق کو پہلا بتلایا ہے اور جر جانی نے ابوبالہ کو۔ صاحب الاستیعاب نے بھی قول جر جانی کو صحیح کہا ہے۔ میں نے قول قتادہ کو اس لیے پسند کیا ہے کہ صاحب الاستیعاب نے ہند کو ربیب رسول اللہ ﷺ لکھا ہے اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ ابوبالہ کے بعد ہی نبی ﷺ کا نکاح ہوا ہو۔

۳) (بخاری: 3) ”میں آپ کو ڈر کا ہے کا ہے اللہ کی قسم! آپ کو ہر ایک مشقت سے بچائے گا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے ہیں درمندانوں کی دلگیری کرتے، جہی دستوں کی امداد فرماتے، مہمانوں کی دعوت کرتے، اصلی مصیبت زدوں کی امداد کیا کرتے ہیں۔“

قارئین! غور کریں کہ قبل از نبوت بھی نبی ﷺ کیسے اخلاق فاضلہ سے متصف تھے۔ نیز طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زیرکی و لطافت کو ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے حضور ﷺ کے فضائل کا کیسے گہر سے گہر سے مطالعہ کیا تھا۔

ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں۔ ورقہ عیسائی تھا اور الہیات کا بڑا عالم تھا۔ خدیجہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ ان کو واقعہ سنائیں۔ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے آنے اور وحی پہنچانے کا حال بھی سنا دیا۔ اس نے اقرار کیا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔^[1]

نبی کریم ﷺ نے تمام دنیا و آخرت کی چار (4) برگزیدہ عورتوں میں سے ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو شمار کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

أَمَنْتُ بِهِيَ حِينَ كَفَّرَ بِيَ النَّاسُ صَدَّقْتَنِي حِينَ كَذَّبَنِي النَّاسُ وَأَشْرَكْتَنِي فِي مَالِهَا حِينَ حَوَّضَنِي النَّاسُ. وَرَزَقْنِي اللَّهُ وَلَدَهَا وَحَرَمَ وَلَدَ غَيْرِهَا^[2]

[1] وہ مجھ پر ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔

[2] اس نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔

[3] اس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا، جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔

[4] اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب کہ کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزنہ نبی ﷺ سے ملنے آئی۔ نبی ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا۔ وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی عنایت سے حضور ﷺ باتیں فرماتے رہے۔ فرمایا: خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی ہے۔ اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت محبت تھی۔^[3]

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ و فضلہا میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے:

أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلِذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ وَ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَأَقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنْنِي وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبٍ.^[4]

جبریل نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ کہا ابھی خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس ایک برتن جس میں کچھ کھانے پینے کی چیز ہے لے کر حاضر ہوتی ہیں۔ آپ ان سے رب العالمین کا سلام [5]، نیز میرا سلام، کہہ دیجیے اور ان کو ایک ایوان جنت کی بشارت دیجیے جو خالص مردار سے ہوگا۔ جس کے اندر کوئی رنج و الم نہیں۔

[1] بخاری: 3، اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ ورقہ نے کہا: کاش آج میں جوان ہوتا کہ حضور ﷺ کی خدمت کرتا۔ کاش میں زندہ رہتا کہ آثار نبوت سے فیضان پاتا۔

نیک مرد ورقہ اس واقعہ کے قصورے دنوں کے بعد ہی واصل حق ہوا۔ نبی ﷺ نے خواب میں اسے اچھی حالت میں معاف فرمایا۔ [2] اسد الغابہ: 7/86

[3] استیعاب جلد 2 ملخصاً۔ [4] امام بخاری جلد 13 شوال 194ھ کو پیدا ہوئے۔ شب عید الفطر 256ھ میں وفات پائی۔ لفظ صدق سے سال ولادت اور لفظ نور سے سال

وفات لگتا ہے۔ [5] بخاری: 3820، مسلم: 2432، نسائی: 8362، ترمذی: 3885 [6] رب العالمین کا سلام۔ یہ ایسا شرف ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا دنیا کی کسی عورت کو حاصل نہیں۔

فرزند ان خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ہالہ، طاہرہ اور ہند۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ابو ہالہ سے ہیں۔ یہ تینوں بھائی صحابی ہیں۔

(۱) ہالہ بن خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر حاضر ہونے کا اذن چاہا تو حضور ﷺ نے نام سن کر فرمایا: اللہم ہالہ۔ ہالہ کے فرزند کا نام ہند تھا اور وہ اپنے باپ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ (۱)

(۲) طاہرہ بن خدیجہ الکبریٰ کو نبی ﷺ نے ایک رطل یمن کا حاکم مقرر فرما دیا تھا اور انتقال نبوی ﷺ تک بدستور برسر حکومت رہے تھے۔ ان کی حکومت میں قبائل عک اور اشعرئین تھے۔ وفات نبوی ﷺ کے بعد یمن میں یہی قبائل سب سے پہلے مرتد ہوئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طاہرہ رضی اللہ عنہا کو ان سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے یہ معیت مسروق بن الاعدس لشکر کشی کی اور فتح عظیم حاصل ہوئی۔ جس سے یہ فتیہ فوراً دب گیا۔ اس واقعہ کے متعلق طاہرہ کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں: (۲)

فَوَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ لَا شَيْءٌ غَيْرُهُ
فَلَمْ تَرَ عَيْنِيْ مُثْلَ جَمْعٍ رَأَيْتُهُ
قَتَلْنَاهُمْ مَا بَيْنَ قَتْنَةٍ خَاصِرٍ
وَفَنَّنَا بِأَمْوَالِ الْاَحْبَابِ عَنُودَةٍ
اَمَّا قُضِيَ بِاَلْاَجْرَاعِ جَمْعُ الْعَشَاعِثِ
بِحَنْبٍ مَّجَازٍ فِيْ جَمُوعِ الْاَحْبَابِ
اِلَى الْقَيْعَةِ الْيُطْءُ ذَاتِ النِّبَاتِ
جَهَارًا وَلَمْ نَحْفَلْ بِمَلِكِ الْهَشَابِثِ

”اللہ کی قسم! اگر اللہ ہی کی مدد نہ ہوتی تو ان فساد کی گروہوں کو ریگستان میں شکست نہ دی جاسکتی۔ میری آنکھوں نے ایسا کوئی گروہ نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے سر راہ ان خبیث گروہوں کو دیکھا ہے۔ ہم نے ان کو پہاڑوں کی بلند اور ڈھانچے والی چوٹیوں اور صاف زمین پر قتل کیا۔ ہم نے ان کے مال و زر پر جنگ میں قوت سے قبضہ حاصل کیا اور شور و شغب کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔“

(۳) ہند بن خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: یہ آنحضرت ﷺ کے ربیب (پروردہ) ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب تھے اور وہیں شہید ہوئے۔

ہند رضی اللہ عنہا فصاحت و بلاغت میں مسلمہ تھے اور اوصاف النبی ﷺ میں مشہور تھے۔ نبی ﷺ کا حلیہ نہایت خوبی اور صحت سے بیان کیا کرتے تھے۔

(۴) ہند بن ہند کا انتقال بصرہ میں ہوا۔ ان دنوں طاعون کا زور تھا اور لوگ اپنے اپنے مردوں کی تجھیز و تکھیز میں مصروف تھے۔ ان کی چار پائی اٹھانے والے صرف چار آدمی تھے۔ ایک عورت نے یہ دیکھا اور ”واہ ہند بن ہند! ابن ربیب رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگایا۔ جسے سن کر تمام لوگ اپنے اپنے مردوں کو چھوڑ کر ان کے جنازہ پر جمع ہو گئے اور دن بھر بازار بند رہے۔“ (۴)

اقارب: حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں، جو صحابیہ ہیں۔ ان کے فرزند ابو العاص بن ربیع ہیں جو

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر اور نبی ﷺ کے اولین داماد ہیں۔ ایک بہن کا نام رقیہ ہے جن کی بیٹی امیرہ بنت عبد صحابیہ ہیں۔ امیرہ سے روایت حدیث ان کی بیٹی حکیمہ اور محمد بن المنکدر نے کی ہے۔ عوام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی ہیں۔ ان کے فرزند زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اور سائب بن العوام رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

اولاد النبی ﷺ: طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھٹن سے جو اولاد نبی ﷺ کی ہوئی۔ اس کا ذکر اولاد نبوی ﷺ کے ذیل میں درج ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال رمضان 10 نبوت مکہ معظمہ میں ہوا۔ بیت النبی ﷺ میں ان کی مدت قیام 24 سال یا 25 سال ہے۔

2) ام المومنین سوودہ رضی اللہ عنہا

سوودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ ان کی والدہ کا نام شمس بنت قیس تھا۔ برادر سہلی زوجہ ہاشم ہیں۔ گویا حضرت سوودہ رضی اللہ عنہا کے نکھیاں نبی ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے نکھیاں تھیں۔ یہ سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔ یہ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر انھوں نے خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرت حبش کی تھی۔ سکران نے حبش میں انتقال کیا۔ حب نبی ﷺ نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے 10 نبوت میں بعد از وفات خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان سے نکاح کر لیا تھا۔ انھوں نے چند سال بعد اپنا وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ یعنی اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم دی تھی۔ عشق میں ایثار ان ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

اقارب

عبدالرحمن اور عبد بنائے زمعہ باپ کی طرف سے ان کے بھائی ہیں اور قرظہ بن عبد عمرو ان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔ مالک بن زمعدان کا برادر شقیق ہے۔ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ انھوں نے بھی مع زوجہ خود عمرہ بن السعدی العامریہ ہجرت حبش کی تھی۔

حضرت سوودہ رضی اللہ عنہا کا ام المومنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے ہجرت حبش کرنا تھا۔

حضرت سوودہ رضی اللہ عنہا محاسن اخلاق اور مکارم افعال میں ابتدائی سے معروف تھیں۔ انھوں نے آخر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔ کتب احادیث میں ان سے پانچ (5) احادیث مروی ہیں: صحیح بخاری میں ایک، سنن اربعہ میں چار۔

3) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا (صدیقہ بنت صدیق۔ طیبہ، زوج طیب۔ حبیبہ حبیب اللہ)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ ان کی ماں کا نام ام رومان ہے۔ جس کا سلسلہ نسب نبوی میں کنانہ سے جاملتا ہے۔ ان کا

{1} عبداللہ بن عثمان نام۔ ابو بکر کنیت۔ صدیق خطاب۔ حقیقی علم، صاحب الغار لقب ہے۔ اشہر روایات یہ ہے کہ جہاں میں سے سب سے پہلے یہی اسلام لائے تھے۔
{2} ان کے ذریعہ جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان میں سے کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ (2) یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مکہ میں سب سے پہلے مسجد تھیری۔ جب کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ (3) انھوں نے اپنے مال سے حضرت بلال و حضرت عامر بن لہیرہ جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کر لیا تھا۔ (4) یہی شب ہجرت کو نبی ﷺ کے ساتھ فارثہ میں تھے۔ (5) نبی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ (6) نبی کو نبی ﷺ

نکاح شوال 10 نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال 11 نبوت میں مدینہ میں ہوئی۔ ازواج النبی ﷺ میں یہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت ہوئی اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں یہی وہ طیبہ ہیں جن کا پہلا نکاح ﷺ نے جنگ بدر میں اپنے ساتھ عریش میں ٹھہرایا تھا۔ (7) انہی کو نبی ﷺ نے غزوہ جہوک میں جب سب سے زیادہ فوج کا اجتماع ہوا، نشان اعلیٰ عطا فرمایا تھا۔ (8) انہی کو نبی ﷺ نے فریخت ج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرر فرمایا تھا۔ (9) انہی کو نبی اللہ ﷺ نے اپنے سائے (مرض الموت میں) اپنی جگہ امام نماز مقرر فرمایا تھا۔ (10) یہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور صرف انہی کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔ باقی ہر سرخلافے راشدین صرف امیر المؤمنین کہلائے۔ (11) انہی کے انتظام سے اسود غسی مسیلہ کذاب اور ظہر اسدی کے جھوٹے نبوت کے دغاوی برپا ہوئے۔ ظہر بعد تو یہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (12) انہی کے وقت میں عراق، خیز شام، کچھ حصہ نجد ہوا۔ (13) انہی کی کوشش سے مانعین زکوٰۃ فریضہ زکوٰۃ پر قائم ہوئے۔ (14) انہی کے حکم سے قرآن پاک صحیفہ واحد میں لکھا گیا اور مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔ ان کے فضائل میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں۔ ان کی تعریف میں صحابہ کرام کے اشعار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِذَا تَذَكَّرْتُ خَيْرًا مِنْ أَبِي عِصَىٰ سَقِيَّةٍ فَادْكُرْ أَخَاكَ أَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلَا
 جب تم رنج و غم کے ساتھ کسی معزز بھائی کو یاد کرو تو ابو بکر کو بھی یاد کرو جو ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ (انتقال کر گئے)
 خَيْرُ الْبَرِيَّةِ أَنْفَاكَا وَأَعْدَلُهَا بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْفَاكَا لِلسَّاحِلَا
 وہ نبی ﷺ کے بعد تمام خلقت میں بہتر، سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ عادل، اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔
 وَالْقَائِمُ الْفَالِسُ الْمُحْمُودُ مُشْهَدًا وَأَوَّلُ النَّاسِ مِنْ صَدَقِ الرَّسُولَا
 وہی ہیں جن کو نبی رسول قرآن میں کہا گیا اور ان کی حاضری غار کی تعریف کی گئی۔ وہی ہیں جنہوں نے سب سے پیشتر تصدیق رسالت کی۔
 وَكَانَ حُبُّ رَسُولٍ قَدْ عَلِمُوا خَيْرُ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَغْدِلْ بِهِ رَجُلَا
 سب بہتر جانتے کہ ابو بکر نبی ﷺ کے پیارے تھے۔ خیر البریہ تھے۔ نبی ﷺ ان کے برابر کسی کا درجہ نہیں سمجھتے تھے۔
 خلاف بن ندبہ سلمی رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

إِنْ أَبَا بَكْرٍ هُوَ الْفَيْسُ إِذَا لَمْ تَوَلِ الْأَرْضَ سَحَابٌ بِمَا
 جب بادل زمین پر پانی نہ برسائے تو اس وقت ابو بکر لوگوں کی فریادیں کرنے والے ہیں۔
 تَلَا اللَّهُ لَا يُذْرِكُ إِلَّا نَامُهُ ذُو حُرٍّ خَافٍ وَلَا ذُو جَدَامِ
 مجھے اللہ کی قسم ہے کہ کوئی انسان (یا برہنہ) ہو یا فعل پوش ہو (ابو بکر کے فضائل کو حاصل نہیں کر سکتا)۔
 مَنْ يَنْعَى حَسْبَى يُذْرِكُ إِلَّا نَامُهُ يَجْتَبِي الشَّدَّ بِأَرْضِ فَخَامِ
 اگر کوئی شخص ابو بکر کے فضائل کو حاصل کرنے کی سعی بھی کرے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے صحرائے عظیم کو دوز و دژ کرے کرنے کی سعی کرتا ہے۔
 ابو بکر ثقفی رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

وَمُتَيْتُ صِدْقًا وَحُلًّا مَهَاجِرٍ يَوْمَكَ يُتَمِّسُ بِإِسْمِهِ غَيْرُ مَنْعٍ
 تم ہی ہو جسے صدیق رضی اللہ عنہ کہہ کر بلا یا جاتا ہے۔ حالانکہ باقی سب مہاجرین کو نام لے کر بلا یا جاتا ہے۔ اسی پر سب کا قتل بلا انکار احد ہے۔
 تَبَقَّتْ أَلْسِي الْإِسْلَامَ وَاللَّهُ فَاعِدٌ وَكُنْتُ جَلِيلًا بِالْعَرَبِ بِشِ الْمَشْهُرِ
 اللہ گواہ ہے کہ تم ہی کو سبقت (الی الاسلام) حاصل ہے۔ اور عربوں کے اندر نبی ﷺ کی ہم نشینی کا درجہ تم ہی کو ملتا ہے۔
 وَبِالْعَرَبِ إِذَا أُتِيَتْ بِالْعَرَبِ صَاحِبًا وَكُنْتُ رَفِيقًا لِبَنِي الْمُطَهَّرِ
 غار میں تم ہی تھے اور صاحب الغار تمہاری نام ہے۔ نبی مطہر کے رفیق تم ہی تو ہو۔

حدیث تحریر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وکان ابو بکر اعلمنا به ابو بکر رضی اللہ عنہم سے زیادہ علم والے تھے۔ (بخاری: 3904، مسلم: 2382)
 بیت خلافت کی بابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّضَ لِبَالِي وَأَيَّامًا يَنَادِي بِالصَّلَاةِ فَيَقُولُ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَلَمَّا فُضِيَ رَسُولُ اللَّهِ

نبی ﷺ سے ہوا۔ حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرَأَيْتُكَ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ جَاءَ نَبِيَّكَ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هَلْ دِهَ امْرَأَتُكَ فَكَشِفُ مِنْ وَجْهِكَ فَإِذَا أَنْتَ هِيَ فَيَقُولُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يُمَضِّهِ۔⁽¹⁾

”رسول اللہ ﷺ نے (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور ﷺ کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) اللہ کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا کر دے گا۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام حظیرہ القدس میں کیا گیا تھا اور نبی ﷺ نے اس شادی کو منجانب اللہ قرار دیا۔

محبت کا امتحان

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سخت امتحان بھی دینا پڑا۔ غزوہ انمار میں ان کی سواری کھپ میں دیر سے پہنچی اور اس پر منافقین نے ان کی شان پاک میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جس لطیف کے لیے ایسا موقع سخت امتحان کا ہوتا ہے لیکن اس وقت بھی ان کی قوت ایمانیہ اور پاکی فطرت میں عجیب شان نظر آئی۔ جب نبی ﷺ نے ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے میکے والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((قَلْبِي قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَبِثَ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي بَرِيئَةٌ مِنْهُ لَتُصَدِّقُنِي فَوَاللَّهِ لَا أَجِدُ لِي وَلكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ ﴿قَصْبِرُ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾))⁽²⁾

”اگر میں اب کہوں گی کہ میں پاک ہوں تو میری بات باور نہ ہوگی، اگر میں کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں تو وہ باور نہ کر لی جائے گی۔ پس اندریں حالت میں اپنے لیے صرف حضرت یعقوب کی مثال پاتی ہوں۔ جنہوں نے کہا تھا (کہ آزمائش میں) صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے۔ اس بارہ میں اللہ ہی مدد رساں اور کارساز ہے۔“

ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم تَطَوُّتٌ إِذَا الصَّلَاةُ عَلِمَ الْإِسْلَامَ وَقَوْمُ الْيَهُودِ فَرَحِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ دَجِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِدُنْيَانَا قَبَائِعُنَا أَبَانِيكُمْ (اسد الغابہ: 3/328)

رسول اللہ ﷺ چند شب و روز بیمار رہے۔ حضور ﷺ سے نماز کے لیے عرض کیا جاتا تو فرما دیتے کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر جب نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے غور کیا کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے۔ اس لیے ہم نے دنیا کی حکومت کے لیے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا اور اسی سے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے بکثرت پائی جاتی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ اسی خاندان عالی سے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نظام الاولیاء نظام الملک آصف جاہ، میر محمد عثمان علی خاں سابق خسر دوکن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الشیوخ ہی سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو انوار صدیقیت و ولایت سے بھی بہرہ اندوز فرمائے۔ فہم اقول علی موعظی الاستیعاب سے منقول ہوئے ہیں۔

(1) بخاری: 3895، مسلم: 2438، ترمذی: 3889، تحفہ الاشراف: 16258 (2) بخاری: 1441

صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے وثوق تھا کہ میری بابت روایا میں نبی ﷺ کو بتا دیا جائے گا، مگر اس کا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحی الہی کا نزول ہوگا۔ لیکن نبی ﷺ بھی اسی جگہ تشریف رکھتے تھے کہ قرآن پاک اترے۔ اللہ پاک نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نصرت فرمائی، بے قصوری ظاہر کی۔ ان کو طیبہ ٹھہرایا اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لیے ہے۔^(۱) نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے ان کی شان میں ذرا بھی فرق نہ آیا، بلکہ رتبہ بڑھ گیا۔ ان کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وہ وحی اتری جس کی قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جائے گی۔ جب ﴿الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ﴾ (النور: 26) (پاک مرد پاک عورتوں کے لیے) کو کوئی ایمان والا شخص پڑھے گا تو اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی و طہارت کا اندازہ نبی ﷺ کی پاکی و طہارت سے کرنا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ اس تواضع و انکسار کا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تھا کہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھا باوجود بے قصوری و مظلومی کے اور باوجود افترا پر دازوں کو جھوٹا جاننے کے۔ آپ اپنا یہ درجہ نہ سمجھا کہ ان کے لیے قرآن اترے۔ ہر چند ان کو علم تھا کہ ان کے رنج و اندوہ سے ان کے والدین کو بھی صدمہ پہنچا ہے اور جمیع اہل ایمان کے دل بھی درد مند ہوئے ہیں اور نبی ﷺ کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے۔ پھر بھی وہ تواضع و انکسار سے یہی سمجھتی ہیں کہ ان کی پاکی عالم روایا میں ظاہر فرمائی جائے گی، لیکن رب العالمین ان ہی کے رتبے بلند فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع و انکساری اختیار کرتے ہیں۔

فضائل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ ہیں۔ صحیح بخاری میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

كَمِلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمَلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْثَمُ بِنْتِ عِمْرَانَ وَ أَمِيَّةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ وَ قُضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَقُضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔^(۲)

”مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے، مگر عورتوں کے اندر صرف مریم دختر عمران اور آسیہ زن فرعون ہی تکمیل کو پہنچیں اور عائشہ کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر۔“
انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔

اس فضیلت کی وجہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہ الہی میں نہایت بلند تھا اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے جسے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

وَاللَّهُ مَا نَزَلَ عَلَى الْوَحْيِ وَ أَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُمْ غَيْرَهَا۔^(۳)

”یہ عائشہ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔“

یہی وجہ تھی کہ نبی ﷺ نے حضرت سیدۃ العالمین فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو محبت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم دیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے۔

نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

(۱) بخاری: 4141 (۲) بخاری: 3770، مسلم: 2446

(۳) بخاری: 3776، 2573۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے، امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کی ولادت 204ھ سنوفا 24 رجب 261ھ ہے۔

أَيُّ بَنِيهِ أَكْرَبُ تُحِبُّنَ مَا أُحِبُّ فَقَالَتْ بَلَى فَقَالَ فَاجِئِي هَذِهِ ①

پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ بالکل یہی درست ہے۔ فرمایا تب تو بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمالات علمیہ پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جسے صحیحین میں روایت کیا گیا ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا إِنَّ جَبْرِئِلَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ قَالَتْ قُلْتُ وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ ②

”نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ جبریل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ ان پر بھی سلام اور رحمت ہو۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات برامت میں سے ہے کہ آیت تحیم کے نزول کا سبب ظاہری بھی وہی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (اپنی بہن) کا مانگا ہوا تھا جو راستہ میں کہیں گر پڑا۔ نبی ﷺ نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ انھیں راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اور انھوں نے (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) بلا وضو کے نماز پڑھی اور جب حاضر ہوئے تو انھوں نے بے وضو نماز پڑھنے کا ذکر بھی رنج کے ساتھ کیا۔ اس وقت آیت تحیم کا بھی نزول ہوا۔ اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ تَعَالَى آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكَ مِنْهُ قَرَحًا وَمَعْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ بَرَكَةً ③

”جب کوئی آپ کا کام اٹکا تو اللہ نے خود اس میں کشور کار فرمائی اور مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی۔“

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کے دو تین واقعات درج کرتا ہوں۔“

① صحیح مسلم میں ہے، ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ سے تبدیل کر لیا۔ راستے میں نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف گئے۔ جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سواری اور ان ہی کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس مفارقت کی برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اتریں تو انھوں نے اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا:

يَا رَبِّ مَلِطَ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي رَمَوْكَ وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَكَ شَيْئًا ④

اے رب کسی بچھو یا سانپ کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے اور وہ تیرے رسول ہیں۔۔۔ ان کی شان میں تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی فعل کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ نبی ﷺ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے۔ (اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے)

① اس حدیث کو امام مسلم مجاہد نے بھی روایت کیا ہے، یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ بخاری: 2581، مسلم: 6290، نسائی: 3953 ② بخاری: 3213 ③ مسلم: 2447، ترمذی: 3890 ④ بخاری: 3773 ⑤ مسلم: 4645

اے شک چشمے کہ او حیران دوست
وے ہمایوں دل کہ آن قربان دوست
بخدا! بوکیر ہڈی (۱) حضور ﷺ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اس کے شعر کیا ہیں۔ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیے۔

وَمَرْءٍ مِنْ كُلِّ غَيْرٍ حِصَّةٍ وَقَسَادٍ مُرْضِعَةٍ وَذَائٍ مُعْبَلٍ
وَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى أَسْرَةٍ وَجْهِهِ بَرَقَتْ كَبْرَقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ
”وہ ولادت و رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔“

نبی ﷺ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا۔ پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا: مَسْرُوبٌ مِیْنِیْ کَسْرُورِیْ مِنْکَ جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا ہے اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا۔ (۲)
(۳) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ جو قرآن مجید کی آیت تخییر کے نزول پر ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُحِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّتْهَا فَمِنْكُمْ أَمْ تَبْتَغِينَ مَا يَكْفِيكُمْ مِنْ يَوْمِكُمْ ۖ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُحِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُمُ الْجَزَاءَ عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 28-29]

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں رخصتاً نہ دے دلا کر اپنے سے خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت کی خواہاں ہو تب تم میں سے جو نیکی کرنے والیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔“

نبی ﷺ نے سب سے پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کو یہ آیت سنائی اور تلاوت آیت سے پیشتر یہ بھی فرمایا کہ ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں۔ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت صدیقہ نے آیت سنتے ہی جھٹ سے کہا: کیا میں اس معاملہ میں بھی والدین سے مشورہ کروں گی؟

میں تو اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت ہی کو اختیار کرتی ہوں۔ (۴) اس کے جواب میں انھوں نے اپنی محبت الہی اور محبت رسول ﷺ کا ثبوت دیا۔ نیز دیگر ازواج کے لیے ایک سنت بھی قائم فرمائی، جس کا اتباع سب ازواج النبی ﷺ نے فرمایا۔ فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑا شرف ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں کوکب تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معافی

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا جس طرح اپنے فرزند ان شریعت کی شیر علم سے پرورش فرمایا کرتی تھیں اسی طرح اپنی جود و سخاوت سے فقراء و مساکین کی تربیت بھی فرماتی تھیں۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ انھوں نے ایک روز میں ستر ہزار (70000) درہم راہ حق میں صرف کیے۔ خود ان کے جسم پر پھونکا ہوا کڑا تھا۔ ایک روز عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ (100000) درہم بھیجے۔ انھوں نے سب کے سب اسی روز راہ حق میں صدقہ کر دیے۔ اس روز حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لوٹدی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور یہ بھی کہا اگر سالن کے لیے کچھ بچا یا ہے تو میں سالن بھی تیار کر لیتی ہوں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے تو خیال نہ آیا تجھے یاد دلانا تھا۔ (1)

علامہ ابن قیمؒ نے ایک بحث لکھی ہے [2] کہ خدیجہ الکبریٰؓ اور عائشہ صدیقہؓ میں سے افضل کون ہے؟ وہ لکھتے ہیں کہ اس بارہ میں تین مذہب ہیں۔ [1] خدیجہؓ افضل ہیں۔ [2] عائشہؓ افضل ہیں۔ [3] سکوت کرنا چاہیے۔

طیبہ صدیقہ علیہ السلام کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے۔

- ① جو تعلقہ انھوں نے دین میں حاصل کیا۔
② اور جو تبلیغ انھوں نے امت کو فرمائی۔

﴿۳﴾ اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انھوں نے کیے اور جو علمی فوائد انھوں نے فرزند ان امت کو پہنچائے وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔

کتب احادیث میں مرویات صدیقہ (رضی اللہ عنہ) کی تعداد دو ہزار دو سو دس (2210) ہے۔

صحیحین میں متفق علیہ	174 حدیثیں
صرف صحیح بخاری میں	54 حدیثیں
" " " مسلم "	67 حدیثیں

① مدارج النبیؐ 2 ج 2 ص 506 ② امام ابو محمد علی بن حزم الطائری التوفیقی 457ھ نے دیگر مکتوفیٰ فی الردایہ کی حدیثوں کا بھی شمار کیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ 537ھ بمطابق 1558ھ میں مسعود بنی ہاشم 800 چشمہ جابر بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ 150ھ سے لڑا، ابن عرواض رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر، کتاب الفضل فی الملل

فتاویٰ شرعیہ اور حل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور سیر و واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے۔^(۱)

جہاد فی سبیل اللہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَ أُمَّ سَلَمَةَ وَ إِنَهُمَا لَمُسْمِرَتَانِ أَرَايَا خَدِمَ سَوْقَهُمَا تَنْقِرَانِ الْقُرْبَ
عَلَى مَتْنِهِمَا تَقْرَعَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرَجِعَانِ قَتْمًا لَهَا ثُمَّ تَجِئَانِ فَتَقْرَعَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ۔^(۲)

صحیح بخاری کے باب غزوہ احد میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور مومنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ پانی ختم ہو جاتا تو پھر مشک بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ڈکاتی جاتی تھیں۔

جنگ بدر میں رایت نبوی (پرچم) مرط عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یعنی جس نشان کے تحت میں ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت و فتح نازل ہوئی وہ نشان عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی اور وحی کا بنایا گیا تھا۔ یہ امر صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔^(۳)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (المؤید بروح القدس) ان کی شان میں فرماتے ہیں:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تَرُونَ بَرِيَّةً	وَتَصْبِحُ عَرُوسٌ مِنْ لُحُومِ الْغَوَائِلِ
عَقِيدٌ أَصْلٌ مِنْ لُؤْيٍ بِنِ عَالِبٍ	كَرَامَ الْمَسَاعِي مَجْدُهُمْ غَيْرُ رَائِلٍ
مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَهَّرَ اللَّهُ حُجْمَهَا	وَطَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ بَغْيٍ وَبَاطِلٍ
فَإِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيلَ عَنْيُ قُلْتُ،	فَلَا رَفَعْتُ صَوْتِي إِلَى آتَمِلٍ
وَإِنَّ الَّذِي قَدْ قِيلَ لَيْسَ بِلَاطِلٍ	بِهَا الدَّهْرُ بَلْ قَوْلُ امْرِءٍ مَتَّاحِلٍ
فَكَيْفَ وَوَدَّيْ مَا حِيَسْتُ وَنُصِرْتُ	لَا لِرَسُولِ اللَّهِ زَيْنُ الْمَحَافِلِ
رَأَيْتُكَ وَ لِيُغْفِرَكَ اللَّهُ حُرَّةً	مِنْ الْمُحْصَنَاتِ غَيْرَ ذَاتِ الْغَوَائِلِ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انصاف اور صداقت کے لمعان اس وقت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ جب وہ اپنی کسی سوت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا کرتی ہیں۔

(الف) ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تعریف میں کہتی ہیں۔

① عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا لَيْسَ بِهِ أَسْرَعُكَ لِحَوْفَابِي أَطُولُكُمْ
يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ أَطُولَنَا يَدًا زَيْنَبُ لَأَنَّهَُا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ۔^(۴)

① ابن القیم کتاب جلاء الافہام۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کر چکے ہیں۔ ترجمہ کا نام "الصلوة والسلام" ہے۔

② بخاری: 4064، مسلم: 2442، سیرت حلبیہ جلد 2 ص 147، مسلم: 2452، اسد الغابہ 7/ 128۔

ایک روز نبی ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا۔ تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آٹے کی جو زیادہ تھی ہوگی۔ یہ سن کر سب سے زیادہ تھی زینب رضی اللہ عنہا ثابت ہوئیں کیوں کہ وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی اور پھر اس کو راجح میں صدقہ دیا کرتی تھیں۔

﴿۲﴾ وَمَا رَأَيْتُ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّينِ مِنْ زَيْنَبَ وَاتَّقَى اللَّهَ وَأَصْدَقُ حَدِيثًا وَأَوْصَلَ لِلرَّحْمِ وَأَعْظَمَ صَدَقَةً ۝﴾

”میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا زیادہ تقویٰ رکھنے والی بہت زیادہ سچ بولنے والی، اقارب سے بہت بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ صدقہ دینے والی تھیں۔“

(ب) ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ صَانِعَةَ طَعَامٍ مِثْلَ صَفِيَّةَ ۝﴾

میں نے صفیہ رضی اللہ عنہا جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔

(ج) ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا مِنْ النَّاسِ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ فِي مَسْلَاحَتِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتُ زَمْعَةَ إِلَّا أَنَّ بِهَا حَذَقًا ۝﴾

”سودہ میں ذرا تیزی تو تھی ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے درجہ میں ہونا مجھے سب سے پیارا ہو۔“

(د) ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کی صفت جمال بیان کرتی ہیں:

كَانَتْ جَوِيرِيَّةً عَلَيْهَا حُلَاوَةٌ وَمَلَا حَةَ لَا يَكَادُ يَرِيهَا أَحَدًا إِلَّا وَقَعَتْ فِي نَفْسِهِ ۝﴾

جویریہ میں ایک شیرینی دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

امومت امت:- بشر بن عقرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن میرے والد شہید ہو گئے تھے۔ میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَمَّا تَرُحِي أَنْ تَكُونِ عَائِشَةُ أُمَّكَ وَ أَكُونُ أَنَا أَبَاكَ ۝﴾

”کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہ تو تیری ماں اور میں تیرا باپ ہوں۔“

اس حدیث میں بمقابلہ دیگر ازواج کے نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تخصیص امومت فرمائی ہے۔

غرض: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زلات بشری میں سے یہ ہے کہ وہ جنگ جمل میں شریک ہوئیں۔ اس جنگ کا نام جنگ جمل ۝﴾

۱ مسلم : 6316، نسائی: 3396۔ طویل طویل سے ہے۔ طویل کے معنی جو دو طاقت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام ۝﴾ والٹول ۝﴾ ۲ نسائی: 3409، مسلم: 3629 ۳ طبقات ابن سعد: جز و ترجمہ جویریہ رضی اللہ عنہا ۴ اسد الغابہ: 4/60، الاصابہ: 5639 ۵ یہ واقعہ 15 ہجری الاخر 36ھ کو ہوا۔ لڑائی مح سے تیسرے پہر تک رہی۔ زبیر رضی اللہ عنہ آغاز جنگ سے پہلے ہی صف سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور جان بحق ہونے سے چند منٹوں کی تعویذ کی تعویذ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک افسر کے ہاتھ پر کی۔ ابن حزم رحمہ اللہ اور ابن حبیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ فریقین میں سے کوئی بھی آغاز جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا چند شہریروں نے جو قتل عثمان میں ملوث تھے، جنگ اس طرح کرادی کہ رات کو اصحاب جمل کے لشکر پر چھا پامارا۔ وہ سمجھتے کہ یہ فعل حکم اور بعلم حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوا ہے۔ انھوں نے بھی مدافعت میں حملہ کیا اور جنگ ہوگئی۔ ہر ایک طرف گمان یہ تھا کہ ابتدا دوسرے کی جانب سے ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس پر برہان یہ ہے کہ ام المؤمنین اور زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہم ان کے رفقاء نے امامت علی رضی اللہ عنہ کے بھٹان یا طعن یا جرح میں ایک لفظ بھی نہ کہا تھا اور نہ انھوں نے نقض بیعت کیا۔ نہ کسی دوسرے کی بیعت کی اور نہ اپنے لیے کوئی دعویٰ کیا۔ یہ جملہ وجوہ یقین دلاتے ہیں کہ جنگ صرف حادثہ اتفاق تھی۔ جس کا ہر دو جانب کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ (کتاب الفصل فی الملل جز و چہارم ص 158 مطبوعہ مطبعہ الادبیہ بمصر 1317ھ)

اس لیے مشہور ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہوج ایک اونٹ پر تھا۔ اونٹ کا نام عسکر تھا۔ اس جنگ میں سامنے کی طرف خلیفہ راشد علی مرتضیٰ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میری اور علی رضی اللہ عنہ کی شکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عموماً بھاج اور دیور میں ہو جایا کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! ایسی گئی بات ہے قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [الحجرات: 9]
 ”اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں تو ان میں صلح کرادو۔“

میرے نزدیک یہی وہ پہلی جنگ ہے جس کے دونوں فریق مومن تھے۔ اس مصداق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت سے آگے چند آیات کو ﴿إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ [الحجرات: 12] تک پڑھ لینا چاہیے کہ بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صداقت اور مودت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توثیق ترمذی کی حدیث عن جامع بن عمیر سے ہوتی ہے۔

قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِي عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَسَنَلْتُ أُمَّيَ الْيَسَاءِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ قِيلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ رَوْجُهَا۔^[1]

راوی نے کہا: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، ان سے سوال ہوا کہ عورتوں میں سے سب سے پیاری نبی ﷺ کو کون تھی؟ انھوں نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر سوال ہوا کہ مردوں میں سے کون تھا۔ فرمایا شوہر فاطمہ رضی اللہ عنہا (یعنی علی رضی اللہ عنہ)۔

دوسری حدیث صحیح کی ہے: ﴿لِيَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسُ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ میں حسین اور علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ اس حدیث کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی نے بیان کیا ہے۔

جن دنوں جنگ جمل کی ابتدا تھی۔ حضرت عمار یا سر رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں رفقاء مرتضوی رضی اللہ عنہ کے سامنے خطبہ فرمایا تھا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّهَا رَوْجَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّ اللَّهَ ابْتَلَاكُمْ لَتَسْبِعُوهُ أَوْ يَأْتَاهَا۔^[2]
 میں جانتا ہوں کہ عائشہ نبی ﷺ کی زوجہ دنیا اور آخرت میں ہیں، لیکن اللہ نے تم سب پر آزمائش ڈالی ہے کہ ایسی حالت میں تم اس کا اتباع کرتے ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن خصوصیات کا ذکر بطور فقر فرمایا کرتی تھیں، ان میں سے ایک یہ فقرہ بھی ہے۔
 تَوَفَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي وَنَوَيْتِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَجَمَعَ اللَّهُ بَيْنَ رِيقِي وَرَيْقِهِ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بِسَوَاكَ فَضَعَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْهُ فَقَضَمَتْهُ ثُمَّ سَنَنْتُهُ۔^[3]

[1] ترمذی: 3883، تحفۃ الاشراف: 16054، تیسرا اصول جامع الاصول جلد ثانی ذکر فاطمہ۔ اس میں ایک راوی کذاب ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روایت درست نہیں۔

[2] بخاری: 3772، بخاری: 680، 4448

نبی ﷺ نے میرے گھر میں میری نوبت میں، میرے سینے اور گلوں کے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ نے میرے لعاب کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملا دیا۔ وہ اس طرح کہ (میرے بھائی) عبدالرحمن مسواک لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ضعف تھا (یہ دیکھ کر کہ) آنحضرت ﷺ مسواک فرمانا چاہتے ہیں۔ میں نے مسواک لے کر پہلے اپنے دانتوں سے نرم کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو مسواک کرا دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ درجست کو کھٹکھٹاؤ، کھولا جائے گا۔ لوگوں نے کہا: کیوں کر کھٹکھٹائیں؟ فرمایا بھوک اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

ایک بار ایک شخص نے سوال کیا۔ میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں؟ فرمایا جب تجھے اپنے برے ہونے کا گمان ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اپنے آپ کو برا کب سمجھوں؟ فرمایا جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔

انتقال نبوی ﷺ کے وقت ان کی عمر 18 سال کی تھی۔ 9 سال کی مصاحبت قدسیہ میں جو علوم عالیہ سیکھے تھے۔ تقریباً نصف صدی تک فرزندان روحانی کو ان کی تعلیم دیتی رہیں۔

اقارب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ۔ ام رومان کنانیہ ہیں جن کا انتقال رمضان 6ھ میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَخَفْ عَلَيْكَ مَا لَقِيَتْ اُمُّ رُوْمَانَ فِيْكَ وَفِيْ رَسُوْلِكَ.

”اے الہی! تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان نے تیرے لیے اور تیرے رسول کے لیے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔“

نیز فرمایا:

مَنْ مَّرَّ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى اِمْرَاَةٍ مِنَ الْخَوَرِ الْعَيْنِ فَيَنْظُرَ اِلَى اُمِّ رُوْمَانَ ①

اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کو دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ: ان کے حقیقی بھائی ہیں۔ بہادران عرب میں سے تھے۔ جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے جن میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہے جب ولی عہد کا ذکر کیا تو انہی نے جواب میں لکھا تھا:

اَكْرَقَلِيَّةٍ اِذَا مَاتَ كَسْرِيٌّ قَامَ كَسْرِيٌّ مَكَانَهُ لَا نَفْعَ لُ وَاللّٰهُ اَبَدًا۔ ②

”کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسری مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ کسری بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہ کریں گے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا بیٹا بھی صحابی ہے اس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر دو شعر بطور تمثیل کہے تھے۔

① بخاری عن مسروق تابعی رحمہ اللہ نے ایک حدیث ام رومان سے روایت کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ام رومان کی وفات بعد از وفات نبی ﷺ ہوئی تھی۔ کنز العمال: 34418، تاریخ جرجان للہبشمی: 199، الطبقات: 8/202، الاستیعاب: 792، اسد الغابہ: 321/7۔

② اسد الغابہ: 464/3۔

کُنَّا كَسِدًا مَّا فِي جَذِيمَةٍ حُقْبَةٍ مِّنَ الذَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَصْدَقَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا عَنَّا نِي وَمَالِكَا لِيَطُولَ اجْتِمَاعُ لَمْ نَبْتَ لَيْلَةً مَّعَا
ہم دونوں نعمان کے مصاحبوں کی طرح ایسے اکٹھے رہتے تھے کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ کبھی جدا ہی نہ ہوں گے، لیکن جدا کی
ہوئی تو فراق میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کبھی ایک شب بھی اکٹھے نہ رہے تھے۔ نعمان شاہ عرب کے مصاحبوں کا مختصر
قصہ یہ ہے کہ نعمان نے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ ایک امیر نے اسے اپنی ضمانت پر چند یوم کی رہائی دلا دی۔ جب وہ
مقرر دن پر نہ پہنچا تب حکم دیا کہ اس ضامن کو قتل کر دیا جائے۔ جلاد نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی کہ اس نے میں
ایک شخص ہانتا ہوا آگیا۔ بادشاہ نے دونوں کو اپنا مصاحب بنالیا۔ اب ہر ایک شخص دوسرے کو اپنا نجات دہندہ سمجھتا تھا۔
وہ مدت العمر جدا نہ ہوئے۔

(۲) طفیل بن نجران کا اخیانی بھائی ہے۔

(۳) عبداللہ بن فضالہ لیبی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پدر رضائی تھا۔ اباعائشہ کنیت کرتا تھا قاضی بصرہ ہو گیا تھا، عبداللہ اور فضالہ رضی اللہ عنہما دونوں
صحابی تھے۔

(۴) ان کی علاقائی بہن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا ذات الطالقین ہیں۔ ان کا اسلام سترہ (۱۷) اشخاص کے بعد تھا۔ تقریباً سو (۱۰۰) سال کی عمر
میں (بہ ماہ جمادی الاول ۷۳ھ) وفات پائی۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

(۵) ان کے علاقائی بھائی عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوہ حنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
فرمان عیسائی نجران کو ان کے حقوق کے متعلق دیا تھا اس کے کاتب یہی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ (۱) ان کی ایک بہن اور ہیں
جو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے لطن سے تھیں یہ وفات صدیق رضی اللہ عنہ سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

(۶) انہی کے علاقائی بھائی محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، جو ربیب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو حاکم مصر بنایا تھا۔
(۷) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی بریرہ تھی۔ عبدالملک کا بیان ہے کہ سلطنت ملنے سے پیشتر وہ مدینہ میں بریرہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا
اور بریرہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ عبدالملک تجھ میں کچھ خصلتیں اچھی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ تو سلطنت کے شایاں ہے۔ پس اگر تو
صاحب سلطنت ہو گیا تو خون ریزی سے بچنا، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَذْفَعُ عَنْ بَابِ الْجَنَّةِ بَعْدَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا بِمَلَاءٍ مُحَجَّمَةٍ مِنْ دَمٍ بِرِيقَةٍ مِنْ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ (۲)
”کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا، حتیٰ کہ اسے دیکھنے لگے۔ پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا، کیوں
کہ اس نے مسلمانوں کا بہت سا خون بے وجہ کیا ہوگا۔“

ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح

(۱) معاویہ بن خدیج نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابوبکر کو قتل کیا تھا اور اس لیے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معاویہ کی طرف

سے سخت رنج تھا، لیکن معاویہ مذکور نے افریقہ میں فتوحات اسلامی اور غزوات دینی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔
عبدالرحمن بن شماسہ المہری کا بیان ہے کہ معاویہ کی ماتحتی میں میں نے افریقہ میں کام کیا تھا۔ میں ایک روز ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ افریقہ میں تمہارے سر لشکر کا حال کیسا تھا؟ پھر فرمایا کہ میری طبیعت کا خیال نہ کرو، بلکہ اس کی خوبیاں بتاؤ۔
عبدالرحمن نے عرض کیا کہ میدان جنگ میں اگر اونٹ مر جاتا تو سپہ سالار اسی وقت دوسرا اونٹ مہیا کر دیتا تھا۔ گھوڑا مر جاتا تو فوراً گھوڑا بھم پٹپٹا دیتا تھا۔ کوئی غلام فرار ہو جاتا تو کوئی دوسرا آدمی جھٹ بھیج دیتا تھا۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ اللَّهُ أَغْفِرْ لِي إِنْ كُنْتُ لَا بَعْضَهُ مِنْ أَجَلِي أَنَّهُ قَتَلَ أَخِي وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ مَنْ رَفَقَ بِأَمَتِي فَارْفُقْ بِهِ وَمَنْ شَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقِ عَلَيْهِ ①
”میں اللہ سے بخشش چاہتی ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف فرما، میں تو اس سے بغض رکھتی تھی۔ اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ فرمایا کرتے ہیں کہ الہی جو کوئی میری امت کے ساتھ مہربانی کرے، اس پر مہربانی فرماتا اور کوئی امت پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کرنا۔“

② ام حکیم بنت خالد اور ام حکیم بنت عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کعبہ میں شامل تھیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ذکر پہل پڑا دونوں نے انھیں گالی کے ساتھ یاد کیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اسے گالی دیتی ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے داخل جنت فرمائے گا دیکھو تو سہی تو حسان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی شان میں کس طرح کہتا ہے:

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا فَاجِئْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْجَزَاءُ،
فَإِنَّ أَبِي وَالَّذِي وَعَرَضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ
یہ سن کر دونوں نے کہا کہ ہم تو اس لیے کہتی تھیں کہ اس نے آپ کی شان میں کچھ کچھ کہا تھا۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ تو کچھ بھی نہیں۔ ③

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے 63 سال کی عمر میں 17 رمضان 57ھ کو مدینہ منورہ میں اجل طبعی سے وفات پائی اور جنت البقیع میں استراحت فرمائی۔

④ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ کے نکاح میں آنے سے چوتھیں بن حذافہ بن قیس بن عدی سلمی رضی اللہ عنہ کے گھر میں

① الاستیعاب ص: 72، الاسابہ: 8082، اسد الغابہ: 199/5

② اس بارہ میں اختلاف روایات ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے قصہ الکلب میں حصہ لیا یا نہیں۔ میرے نزدیک حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل شعر اس بارہ میں عمدہ دلیل بن سکتا ہے۔ وہ حضرت صدیقہ کی تعریف کرتے ہوئے اس جہت سے اپنی برات بھی ظاہر کرتے ہیں۔

فَإِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيلَ عَنِّي قَلْبُهُ فَلَا رَفَعْتَ سَوْطِي إِلَى الْأَمَلِي

کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ کہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اللہ کرے کہ میرا ایک ہاتھ ہی بالکل نکلا ہو جائے۔

تھیں۔ خنیس رضی اللہ عنہ سابقین میں سے تھے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی۔ بدر و احد میں حاضر ہوئے اور جنگ احد میں زخمی ہو کر مدینہ میں شہادت پائی۔ ان کے بھائی عبداللہ بن حذافہ سلمیٰ بھی صحابہ میں نہایت مشہور، بہادر و شاعر ہیں۔

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حصہ خنیش کا ذکر کیا۔ انھوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت رنج ہوا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حصہ رضی اللہ عنہ کا ذکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا کیوں کہ ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی انہی دنوں میں ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا آج کل تو میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ نبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يَتَزَوَّجُ الْحَفْصَةُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ وَ يَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ حَفْصَةَ

”حصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حصہ سے بہتر ہے۔“

بعد ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیاہ دی۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مل کر فرمایا تم اس بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے۔ (1)

میں اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ راز ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ ہاں اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ ان کا انتقال بہ عمر شصت (60) سالہ جمادی الاولیٰ 41ھ میں ہوا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی۔

فَإِنَّهَا قَوَّامَةٌ صَوَّامَةٌ وَإِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ (2)

”وہ بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہے اور وہ بہشت میں بھی آپ کی زوجہ ہے۔“

ولادت حصہ رضی اللہ عنہا پانچ سال قبل از بعثت ہے۔ (3)

مرویات حصہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا:

متفق علیہ 4 صحیح مسلم میں 6

دیگر کتب حدیث میں 50 کل تعداد 60=

بعض لوگ آیت ﴿وَإِذَا أَسْرَى النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا﴾ (4) کی تفسیر میں ام المؤمنین حصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب رب العزت کو اپنے حبیب کے گھرانے کی عزت و حرمت کا اتنا پاس ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا تو ہم کو بھی اس بارہ میں جرات نہیں کرنی چاہیے۔

بعض لوگ یہ بھی بحث کیا کرتے ہیں کہ وہ راز کیا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو کوئی حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راز میں دخل دینے یا اس کے افشا کرنے کا نہیں۔

(1) اسد الغابہ: 67/7 (2) الاستیعاب، الطبرانی فی المعجم: 365/18، کشف الاستار: 2668، مجمع الزوائد: 15332، 15333، 15334 (3) مدارج النبی: 7

(4) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے راز کی ایک بات کی (سورہ تحریم)

① عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو اشہر المشاہیر فی الاسلام ہیں، ان کے والد بزرگوار ہیں۔ وہ 13ھ میں بعد وفات ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تھے اور کسی ایک شخص نے بھی ان سے بیعت کرنے میں تاہل یا انکار نہیں کیا تھا۔ دس سال چھ ماہ خلافت کی۔ 24 ذی الحجہ 23ھ کو شہید ہوئے۔ زخمی ہونے کے بعد انھوں نے اپنے قاتل کی بابت تفتیش کرائی۔ جب ان کو پتا لگا کہ وہ ابولولونصرانی ہے۔ تب فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ قَتْلِيْ بِيَدِ رَجُلٍ يُحَايِنُنِيْ بِلَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ

”اللہ کا شکر ہے کہ میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوا جو لا الہ الا اللہ کا سہارا لے سکتا ہو۔“

یکم محرم 24ھ کو انتقال ہوا۔

② عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کے برادر شقیق ہیں۔ ان کا انتقال 73ھ میں مکہ میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ سے 2210 حدیثیں مروی ہیں۔ ③

③ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں، جو نہایت قدیم الاسلام تھیں۔ انھوں نے قبل از ہجرت مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کعب میں شامل ہو جاتا ہے اور ان کی نانی کا سلسلہ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔

④ ان کے ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں۔ 13 کس (آدمیوں) کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ ذوالحجہ تین ہیں۔ مہاجرین میں

سے مدینہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور اپنے فرزند ابراہیم کی

قبر ان کے پاس بنا کر فرمایا تھا۔ اَلْحَقُّ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَّا۔ ⑤

⑤ ام المساکین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین تھا۔ ان کا پہلا نکاح طفیل سے، دوسرا عبیدہ سے ہوا یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاویعینی

حارث بن عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاوی ہیں اور ام المومنین زینب

بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ جنگ احد میں وہ شہید ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین

مہینے زندہ رہیں۔ ماں کی جانب سے یہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

⑥ ام المومنین ام سلمہ (ہند) رضی اللہ عنہا

ہند بنت ابی امیہ المعروف بزاوہ الرکب بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چوتھا ام سلمہ حضرت ابوسلمہ

عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔ ان ہر دو کا نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں شامل ہو جاتا ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت قدیم الاسلام ہیں اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ

برہ بنت عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تینوں برادران رضاعی بھی ہیں۔

⑦ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہے قلب الاقطاب خواجہ فرید شکر گنج، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی

اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سب فاروقی ہیں۔ شیخ الوقت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی مجددی و فاروقی ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء معصوم صاحب ترین چار باغ (کابل) کا خاندان بھی

اسی نژاد حالی سے ہے۔ ⑧ کنز العمال 33606، مجمع الزوائد 15655، الطہرات فی الکبیر: 837

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ اول ہجرت حبش کی تھی اور پھر مکہ میں واپس آ گئے تھے۔ مگر جب ابوسلمہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما مع اپنے بچے سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہجرت مدینہ کے لیے نکلے تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر بچے کو جو ہمارے خاندان کا فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔ علی ہذا ام سلمہ کے گھر آنے والوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو چھین لیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو کہ ہمارے خاندان کی لڑکی ہے تم نہیں لے جا سکتے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نہایت قوی الاسلام اور راسخ العزم تھے۔ بیوی اور بچے کے چھین جانے پر بھی انھوں نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں چل پڑے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں رہیں۔ وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں جہاں شوہر سے علیحدہ ہوئی تھیں۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں۔ حتیٰ کہ سنگ دل عزیزوں کا دل بھی ان کے گریہ و آہ و بکا پر نرم ہو گیا۔ انھوں نے بچہ بھی وے دیا اور ان کو سفر کی اجازت دے دی۔ یہ اللہ کی ہندی یکہ و تہا مدینے کو چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرام تھے۔ گوا بھی مسلمان نہ ہوئے تھے، لیکن ان کو بھی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بے کسی و تنہائی پر رحم آیا۔ وہ ساتھ ہو لیے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کراتے، خود پیدل چلتے منزل پر پہنچ کر ان سے دور جا کر ٹھہرتے۔ جب منزل پہ منزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستان مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا: ”دیکھو جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے۔ تم آگے بڑھو، میں واپس جاتا ہوں۔“ یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ احد میں زخمی ہوئے، زخموں سے جانبر نہ ہو سکے۔ اور جمادی الاخر 3 ہجری میں انھوں نے شہادت کی موت پائی۔ مرتے وقت ان کی زبان پر تھا:

اَللّٰهُمَّ اَخْلُفْنِيْ فِيْ اَهْلِيْ بِخَيْرٍ۔ الہی میرے کنبہ کی اچھی طرح نگہداشت فرماتا۔

چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو محبت و قربت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے تھی اور مدت العمر انھوں نے اسلام میں جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی۔ نیز ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کے لیے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں کو پورا کیا تھا، ان سب امور پر خیال کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور ان کے بچے عمر و سلمہ اور لڑکیاں زینب و درہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رہیب تھے اور انھوں نے زیر تربیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پرورش پائی۔

اقارب

① عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ 2ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے فارس اور بحرین کے حاکم رہے۔ 83ھ میں وفات پائی۔ سعید بن مسیب اور ابوامامہ بن سہل اور عروہ بن زبیر نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔

② سلمہ بن ابوسلمہ: کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت امیر حمزہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا تھا۔ انھوں نے عبدالملک کے عہد میں وفات پائی۔ ان سے روایت حدیث جاری نہیں ہوئی۔

③ زینب بنت ابوسلمہ: کا نکاح عبداللہ بن زعد الاسود الاسدی کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانہ میں سب عورتوں سے زیادہ فقیہ تھیں اور ان کی ولادت حبش میں ہوئی تھی۔ جب ان کے والدین ہجرت حبش کر کے مکہ سے گئے تھے۔

ان کا بیان ہے کہ یہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ غسل فرما رہے تھے۔ یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئیں۔ نبی ﷺ نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے جس کی یہ برکت ہوئی کہ ان کے چہرے کی رونق اور تازگی شباب جیسی ہی قائم رہی۔
یوم الحرحہ میں ان کے دونوں بیٹے مارے گئے تھے۔ دونوں کی لاشیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ نسب نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ واللہ ان دونوں کا مرنے پر لیے بڑی مصیبت ہے، لیکن ایک کی مصیبت دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا اور اس نے جنگ سے اپنے ہاتھ کو روکا اور مظلوم مارا گیا۔ مجھے امید ہے کہ اسے جنت ملے گی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور یہی وہ امر ہے جسے میں مصیبت عظمیٰ سمجھتی ہوں۔
(4) ام کلثوم بنت ام سلمہ سے ایک حدیث موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔

(5) درہ بنت ام سلمہ کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین ام حبیبہؓ نے دریافت کیا تھا کہ کیا حضور ﷺ درہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ فرمایا اگر وہ میری رچہ بھی نہ ہوتی، تب بھی وہ حلال نہ تھی۔ اس کا باپ ابوسلمہؓ تو میرا دو دوہ کا بھائی تھا۔
(6) زبیر، عامر، عبداللہ، مہاجر ام المومنین کے بھائی اور عبداللہ و معبد برادر زاوے اور عبداللہ بن زمعہ بھانجے ہیں۔ زبیر کا حال نہیں ملا۔
(7) عبداللہ کی ماں عائشہؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شدید العداوت تھا۔ لیکن عام الفتح کو توفیق ازلی سے قبل از فتح مکہ مدینہ کو روانہ ہوئے اور راہ ہی میں آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہو کر اسلام لائے اور عقوبت میرات سے شاد کام ہوئے۔ فتح مکہ اور غزوہ طائف میں شامل اور طائف ہی میں تیر کھا کر شہید ہوئے۔
(8) عامر مولفۃ القلوب میں سے ہیں۔

(9) مہاجر حضرت ام سلمہؓ کے برادر شقیق ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کی حارث بن عبدالکلال حمیری شاہ یمن کے پاس بطور سفارت بھیجا تھا اور پھر صدقات کندہ اور صدق کا عامل بھی بنا دیا تھا اور پھر ابو بکر صدیقؓ نے ان کو یمن کی حکومت پر بھیجا تھا اور حضرت موت میں قلعہ نجیر انہی نے فتح کیا تھا۔

ام المومنین ام سلمہؓ کا انتقال مدینہ منورہ میں 59ھ کو ہمر 84 سال ہوا۔ بعض نے 60ھ میں روایت کیا ہے۔ مرویات ام سلمہ ام المومنینؓ، کتب احادیث میں حسب ذیل ہیں:

صحیحین میں	13	صرف بخاری شریف میں	3
صرف صحیح مسلم میں	13	دیگر کتب حدیث میں	349
کل	378		

ام المومنین ام سلمہؓ نے اپنے چچا زاد بھائی ولید کی وفات پر یہ اشعار فرمائے تھے:

یا عین فابکی الولید (1) ابن الولید بن المغیرہ

قد کان غیثاً فی السنین ورحمة فینا ومیرہ !

(1) ولید بن ولید حضرت خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کے بڑے بھائی اور ان سے مقدم اسلام ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو فریت اسلام انہی نے دلائی تھی۔ الاستیعاب

ضخم السبعه ساجداً يسموا الى طلب الوتيره
مثل الوليد بن الوليد الى الوليد كفى العشيره
وليد بن وليد اور خالد بن وليد رضی اللہ عنہما اور حشام بن وليد اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دادا ایک ہے یعنی مغیرہ۔

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

زینب بنت جحش بن ایاب بن بھر بن صیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی۔ ان کی والدہ امیرہ بنت عبدالمطلب نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا عالی نسب

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نسب آبائی قضاہ تک منتهی ہوتا ہے اور ان کی ماں کا نسب بنی معن بن طی سے ملتا ہے۔ گویا حضرت زید رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین تھے مگر لو کہیں میں ایک گروہ نے ان کو اٹھالیا اور سوق حباشہ میں (جو مکہ کے قریب سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) فروخت کیا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ان کو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لائے۔ جب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ کے ساتھ ہوا، تب انھوں نے نبی ﷺ کو زید رضی اللہ عنہ ہیہ کر دیے۔ زید رضی اللہ عنہ کے والدین ان کی تلاش میں تھے۔ وہ پتا لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور نبی ﷺ سے درخواست کی کہ زید کو واپس کر دیا جائے۔ نبی ﷺ نے منظور فرمایا۔ مگر زید پر نبی ﷺ کے الطاف و اشفاق کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور ماں باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والدین نے بھی جب دیکھا کہ ان کا بیٹا اس گھر میں بحالت غلامی نہیں۔ بلکہ فرزندانہ تربیت پا رہا ہے تو وہ بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ نبی ﷺ کی الفت و محبت دیکھ کر زید کو زید بن محمد رضی اللہ عنہ کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ سب واقعات بعثت و نبوت سے پیشتر کے ہیں۔

ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے

نبوت کے بعد جن امور کی اصلاح نبی ﷺ نے فرمائی، ان میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ نبی ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگو! تم نے ان کو غلام کیونکر بنالیا ہے۔ ماں کے پیٹ سے تو یہ آزاد پیدا ہوئے تھے۔“ عملی طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غلامی کا جھوٹا خطاب کوئی وقعت نہیں رکھتا اور کوئی شخص صرف اس وجہ سے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا کہ اسے ایک نے زبردستی پکڑ کر بیچ ڈالا ہو اور دوسرے نے چند درہم دے کر خرید لیا ہو۔ نبی ﷺ نے ایک بہترین مثال قائم فرمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح زید رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ یہ تجویز فی الواقع اسی غرض کے لیے تھی کہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لیے دفن کر دی جائے اور کوئی شخص کسی شخص کو اس کے جائز حقوق انسانیت سے اس لیے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی خریدا یا بیچا گیا تھا۔ جو لوگ خاندانی غرور و تکبر پر مبنی والے تھے۔ وہ سید و ولد آدم اور صلح اعظم رضی اللہ عنہ کی اس تجویز پر آسانی سے متفق نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے زینب اور ان کے اقرباء نے بھی اس رشتہ سے انکار کیا۔ مگر نبی ﷺ نے جس اصلاح کا عزم فرمایا تھا اور جس بہترین مثال کے قائم کرنے کا قصد کر لیا تھا، اس پر برابر قائم رہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں بھی اس آیت کا نزول ہو گیا۔

﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾
 ”جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرما دے۔ تب کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔“ [الاحزاب: 36]

اس حکم کے بعد اقربائے نسب اور ذنب نبی ﷺ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے سامنے اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو چھوڑ دیا۔ اور اس نکاح کا ہونا انسانیت پر احسان عظیم ہوا اور حضرت ذنب نبی ﷺ بھی خاص تعریف کی مستحق ٹھہریں۔ اب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضرت ذنب نبی ﷺ ہی کی شاندار زندگی سے ایک دوسری اصلاح کو مشتمل فرمائے۔
 عام طور پر مختلف ممالک میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے فرزند کو لے کر اپنا فرزند بنالیا کرتا۔ جسے متبنی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد شخص متبنی اپنے باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب نہ کرتا اور فرزند ہی میں لینے والا شخص اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔
 یہ رسم فی الواقع قدرت خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ متبنی کرنے والا شخص گویا اللہ سے یہ کہتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا۔ یہ دیکھا میں نے بیٹا حاصل کر لی لیا۔

تبئیت کے کڑوے پھل

① اس رسم کا خاندانی وارثان بازگشت کے حقوق پر زہریلا اثر پڑتا تھا کیونکہ درختاء تو حقیقی طور پر وارث نہ ہوتے تھے اور یہ محروم کنندہ مصنوعی طریقہ سے وارث بنایا جاتا تھا۔ خصوصاً جب املاک و جائداد جدی پیدا کردہ ہوتی تھیں۔ تب رسم تبئیت سے تمام خاندان میں خصومتوں اور عداوتوں کی بنیاد قائم ہو جاتی تھی اور کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جاتے تھے۔
 ② بننے والے فرزند جو شجرہ خاندان سے شاخ بریدہ کی مانند ہوتا تھا، اس کے دل اور روح میں یہ حقیقت ہمیشہ خارجی طرح کھلکتی رہتی تھی کہ اس نے خاندان سے سچ مجھ اس کا کوئی تعلق خون کا نہیں، بلکہ اس دکھاوے کی ساری بنیاد ظاہری اور اوپری رسوم پر ہے۔ وہ اگر اپنے برادران حقیقی کو اچھی حالت میں دیکھتا تو ان پر حسد رکھتا تھا اور اگر اس کے برادران حقیقی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اس پر حسد کیا کرتے تھے۔

③ متبنی کرنے والا اگرچہ متبنی کو اس کے لڑکپن میں بڑے لاڈ، چاؤ سے پرورش کرتا، لیکن اس کے بلوغ کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص کے خاندانی اوصاف سے وہ متبنی کس قدر معرہ ہے اور اس کے اقارب کے ساتھ اس کو کس قدر بیگانگی ہے۔ اس کا دل بھی بھجھ جاتا۔
 ④ ادھر اس کا اصلی باپ جس نے اپنے شمرۃ الفواد سے خود محرومی گوارا کی تھی اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم قطع نہیں کر سکتے ہیں۔ جب دوسرے گھر میں اپنے فرزند کو کسی مصیبت میں دیکھتا ہے تو وہ جھٹ اس مصیبت کو اپنے ہی فعل کا نتیجہ قرار دیتا اور اس پر خود اپنے آپ کو ملامت کرتا اور اپنے کیے پر پچھتا تا۔ ان تمام احوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبئیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا پھل ہی ثابت ہوتا تھا۔ ہاں اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے، جس کی بابت کوئی شاعر کہہ گیا ہے:

ع آخر تو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسلام اس رسم زیوں کی بھی اصلاح کرے اور اللہ کا رسول ﷺ جو عالم کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے مصلح اعظم ہے خود اپنی نورانی شخصیت اور وجود پاک سے ایک زبردست برہان اس کے بطلان پر قائم فرمائے۔

قرآن مجید میں بہت پہلے سے یہ نازل ہو چکا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ﴾ [الاحزاب: 40]

”محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں ہے۔“

نیز قرآن مجید میں بہت پہلے یہ نازل ہو چکا تھا۔

﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ط ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ط وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝

أَدْعُوهُمْ لَا بِأَنبِهِمْ هُوَ أَفْطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ [الاحزاب: 4-5]

”اللہ نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمہاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں اور اللہ سچ فرماتا ہے اور سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو ان ہی کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ اللہ کے ہاں یہی بات ٹھیک انصاف کی ہے۔“

ہر دو آیات میں نہایت وضاحت اور زور قوت سے اس جھوٹی رسم کا بطلان کر دیا گیا تھا جس کے اندر نہ صرف اکیلا عرب بلکہ سارا جہان گرفتار تھا، لیکن رسم اتنی قدیم تھی اور اس قدر مستحکم تھی کہ اس کے ساتھ ایک زبردست نمونہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا۔ ﴿لَقَدْ كَسَبَ لَكُمْ فِئْسٌ مِّن رَّسُولٍ اللَّهُ أَسْوَفُ حَسَنَةً﴾ کہ ساری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس لیے اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ بھینکنے اور بطلان کا سمندر پاٹ دینے کے لیے نبی ﷺ ہی کو نمونہ بنایا گیا اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ساتھ نہ بنی۔ وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو اپنے علم و تقویٰ سے ام ایمن جیسی بیوی کے ساتھ (جو عمر میں زید رضی اللہ عنہ سے قریباً دو چند بڑی بیوی اور حبشی الاصل تھی، خوش خوش زندگی بسر کر رہا تھا، زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بسر نہ کر سکا اور نوبت اس جا رسید کہ نبی ﷺ کے گوش مبارک تک انھوں نے شکایت پہنچائی۔ نبی ﷺ نے زید کو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (الاحزاب: 37) (اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے) کی نصیحت فرمائی اور وَاتَّقِ اللَّهَ (اللہ سے ڈر) کہہ کر اسے زیادہ برداشت کے لیے آمادہ بھی بنایا۔

خاوند بیوی کا رشتہ

لیکن خاوند بیوی کا عجیب رشتہ ہے کہ جب دل پھٹ جاتا ہے تو کوئی نصیحت بھی کارگر نہیں ہوتی۔ زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اس طلاق کا اثر زینب رضی اللہ عنہا اور اس کے خاندان پر کیا ہوا ہوگا؟ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وہ تو زید رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے اس شادی کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا تھا، اسے پسند و اختیار کو چھوڑ کر صرف حکم اللہ اور رسول پر عمل کرتے ہوئے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق کی ذلت بھی اٹھانی پڑے گی اور اسے دنیا کے منہ سے بھی سننا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی قابلیت ہی نہیں۔

اس طلاق کا نبی کریم ﷺ پر کیا اثر ہوگا؟ اول تو حضور ﷺ کی اس مصلحت دیدہ کو صدمہ پہنچا، جس کے استحکام کے لیے

اس نکاح پر حضور ﷺ نے زور دیا اور اپنے خاندان کی ممتاز عورت کو ایک ایسے شخص کی تزویج پر رضا مند کیا جو غلام ہو کر بکا تھا اور مولیٰ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ (۱) دوم نذیب اور اس کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کی اماج مصیبت ہونے کا واقعہ بھی حضور ﷺ کے رحم پر در قلب کے لیے کچھ کم صدمہ رساں نہ تھا۔ اس پیچیدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کی وحی قرآنی حضور ﷺ کو مطلع کرتی ہے کہ نذیب رضی اللہ عنہ کو ام المؤمنین کا درجہ عطا کیا گیا۔ اب اللہ کا نبی ﷺ بذات خود اس کی دل شکنی کا معاوضہ ہو گیا۔

جواز تنبیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی

اللہ اکبر! ایک وقت تھا، جب ایک رسم کی پابندی نے نذیب رضی اللہ عنہ کو زید سے شادی کرنے سے روک دیا تھا اور ایک وقت وہ ہے جب رسوم کے اندر پھنسے ہوئے عوام کے خیال سے نبی ﷺ نے حضرت نذیب رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے میں تامل فرمایا۔ لیکن اللہ کا حکم پورا ہوا۔ اور نبی ﷺ نے حضرت نذیب رضی اللہ عنہ کو بطور زوجہ قبول فرمایا۔ اب حتمی گری کی اس رسم کی جڑیں کٹ گئیں۔ جس نے دنیا بھر کو مغالطہ میں ڈال رکھا تھا۔ اس بطلان کے بت کو چکنا چور کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا، کیوں کہ اسلام قرار دے چکا تھا کہ فرزند کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس کے باپ پر حرام ہوتی ہے۔ اب کہ زید رضی اللہ عنہ کی بیوی کو حکم قرآنی سے نبی ﷺ کی بیوی بنا دیا گیا تو تنبیت کی تائید میں کوئی بھی چھوٹی بڑی تاویل کی گنجائش نہ رہی۔

کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانہ کے کافر اپنی پرانی رسوم کو بر باد ہوتے ہوئے دیکھ کر روئے چلائے ہوں اور انھوں نے اس جھوٹی رسم کا رونا روتے ہوئے نبی ﷺ یا قرآن پاک کی شان میں اس رسم کے قائل ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ الفاظ کہے ہوں، لیکن آپ تعجب کریں گے کہ اب ہمارے زمانہ میں سے سب سے زیادہ عیسائی لوگ اور مسیحی مناد اس قصہ سے اپنی ناراضگی ظاہر کیا کرتے ہیں۔

عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں

ہمارے لیے قابل غور یہ امر ہے کہ عیسائیوں کو اس واقعہ سے رنجیدہ ملول ہونے کی خاص وجہ کیا ہے؟ کیا تورات نے تنبیت کو حق ٹھہرایا ہے؟ کیا مسیح نے تنبیت کو جائز تسلیم کیا ہے؟ اور ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے؟ اگر نہیں تو عیسائیوں کو کیوں رنج ہے۔ ہاں رنج کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کافروں کی رسم تنبیت ہی کا بطلان ہوا، بلکہ تثلیث کا بطلان بھی ساتھ ساتھ ہو گیا، کیوں کہ جب اسلام نے ثابت کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا، ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو، بالکل جھوٹ اور باطل اور کامل افترا اور بہتان ہے۔ تب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک انسان کو اللہ کا بیٹا کہنا قطعاً و حتماً باطل ہے۔ پورا پورا افترا ہے اور صریح بہتان ہے اور کھلم کھلا دروغ۔ کیوں کہ انسان کو اللہ کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں، یہ جسم اور روح سے مرکب انسان جو سکڑوں حوائج انسانی کا محتاج ہے جو ایک دن پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ تھا، جو ایک دن مر جائے گا وہ لقمہ فنا ہوگا کیونکہ اس جی القیوم زندہ اللہ کا فرزند ہو سکتا ہے جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔

پس یہی ہے وہ راز جس کی وجہ سے عیسائی واعظین اس قصے سے زیادہ ناراض رہا کرتے ہیں۔ ہمارا مقصود اس جگہ صرف نذیب رضی اللہ عنہ کی سیرت لکھنے کا تھا اور ہم کو اپنی تحریر صرف اسی مقصود کے اندر محصور رکھنی چاہیے۔ تمام واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت

(۱) آزاد کردہ غلام کو مولیٰ کہا کرتے تھے۔

نہنب رضی اللہ عنہما کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار اور رسوم ضالہ کے بطلان میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے اور اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں۔

هِيَ الْيَتِي تَسْأَلُنِي فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔^[1]
 ”نہنب ہی ہے جو بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں میری منزلت میں برابر تھی۔“

جب حضرت نہنب کا نکاح نبی ﷺ سے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر 36 سال کی تھی^[2] اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ان دونوں فقیروں کو یاد رکھنے کے بعد کوئی شخص اس لغو داستان کو باور نہ کر سکے گا کہ آنحضرت ﷺ حضرت نہنب رضی اللہ عنہا کے حسن کو یکا یک دیکھ کر ان پر مائل ہو گئے تھے۔ نہنب تو نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں، ان کی شکل و صورت کیوں کر آنحضرت ﷺ سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ خصوصاً جب پردے کا حکم بھی ابھی جاری نہ ہوا تھا۔ پھر 36 سالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد و حل جاتا ہے۔ ایسا کیوں کر مانا جاسکتا ہے کہ زید رضی اللہ عنہ (ایک آزاد کردہ غلام! تو اس سے بیزار ہو جائے اور سید الانبیاء، امام الانبیاء ﷺ اس پر شیفٹنگی کا اظہار کریں۔ عقل اور عادت تجربہ اور مشاہدہ ایسی دانی باتوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

حضرت نہنب رضی اللہ عنہا نے 20ھ میں وفات پائی۔^[3] اس وقت ان کی عمر 52 سال کی تھی۔ ان کی کنیت ”ام الحکم“ لکھی ہوئی ہے۔^[4]

اقارب

ان کے تین بھائی: عبداللہ، (المجد فی اللہ) ابو احمد عبداللہ اور عبید اللہ اور تین بہنیں: نہنب، حمہ، اور ام حبیبہ ہیں۔
 [1] عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام ہیں، ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ سے مشرف ہوئے۔ ان کو 2ھ میں نبی ﷺ نے بطن نخلہ کی جانب 12 مہاجرین پر افسر کر کے روانہ کیا تھا اور امیر المؤمنین کے خطاب سے معزز فرمایا۔ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ اور احد میں شہید ہو کر حضرت امیر حمزہ کے ساتھ ان کی قبر میں مدفون ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے مجھ سے عبداللہ نے کہا: آؤ۔ ہم اللہ سے اپنی اپنی آرزوؤں کی دعا کریں، میں نے کہا اچھا ہم ایک کنارہ ہو گئے۔ پہلے میں نے دعا کی۔ اٹھی جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو، جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لیے ہو، پھر مجھے فتح ہو، میں اسے قتل کر دوں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبداللہ نے کہا: آمین۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے دعا کی۔

اللهم ارزقني غداً رجلاً شديداً باسمه شديد احمره اقاتله فيك و يقاتلني فيقتلني ثم ياخذني
 فيجده انفي و اذني فاذا لقيتكَ قلت يا عبدالله فيم جدد انفك و اذنك فاقول فيك و في رسولك
 فيقول صدقت۔^[5]

اٹھی کل ایسے مرد سے جوڑ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو، ہم دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو، پھر وہ مجھے قتل کر

[1] مسلم: 2442، نسائی: 3396 [2] انسان الامین نے 35 سال کی بتائی ہے مگر حساب سے 36 سال نکلتی ہے۔ [3] کتاب الاستیعاب۔

[4] مدارج النبوت شاہ عبدالحق مگر اس کنیت کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ صرف تو صغی کنیت ہو۔ [5] مجمع الزوائد 15652، اسد الغابہ: 195/3

ڈالے، پھر جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو دریافت فرمائے کہ عبداللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تب میں عرض کروں، تیری راہ میں، تیرے رسول ﷺ کی راہ میں، تب تو فرمائے کہ ہاں سچ کہتا ہے۔
سعد بن ابی وقاصؓ کا قول ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعائیں میری دعا سے بہتر تھیں۔ چنانچہ یہ بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہوئے بطن نخلہ کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

تَعِدُّونَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيمَةً وَ أَعْظَمَ مِنْهُ لَوْ بَرَى الرَّشِدُ ارْشِدَ
حُرْمَتِ كَافَّةٍ فِي قَتْلِ كَوْبَةٍ بَرَّاهُ لَكِنْ أَمْرٌ قَتْلُ الْوَالِدِ كَرِهٌ لِّكُلِّ بَالٍ عَاقِلٍ
صَدُّكُمْ عَمَّا يَقُولُ مُحَمَّدٌ وَ كُفْرُكُمْ بِاللَّهِ وَ رَأْيِهِ وَ شَاهِدِهِ
کہ تم لوگوں کو محمد ﷺ کی تعلیم سے روکتے اور خود کفر پر اڑے ہوئے اللہ تمہاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے۔ (ہاں قتل سے بھی بڑھ کر تمہارا یہ فعل ہے۔

وَ اخْشَرَا جُحُومٍ مِنْ مَسْجِدِ اللَّهِ أَهْلَهُ، لِنَلَّا بُرَى لِّلَّهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِدًا،
کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے اس لیے نکال دیا ہے کہ اللہ کو سجدہ کرنے والا ایک شخص بھی نظر نہ آئے (مطلب ہے کہ ایک قوم کی آزادی مذہب کا سلب کر لینا قتل واحد سے زیادہ سخت ہے)

فَيَأْتِيَا وَإِنْ عَيَّرْتُمُونَا بِقَتْلِهِ وَ ارْجَفَ بِسَالِئِ سَلَامٍ بِسَاحِغٍ وَ حَاسِدٍ،
اگرچہ تم اس قتل پر ہم کو الزام لگاتے ہو اور اسلام کی بابت ہر ایک باغی و حاسد نے بہت کچھ بکواس بھی کی ہے۔

سَقِينَا مِنْ ابْنِ الْحَضْرَمِيِّ رَمَاحِنَا بِسُخْلَةٍ لِّمَا أَوْقَدَ الْحَرْفُ وَاقِدًا،⁽¹⁾
لیکن بات یہ ہے کہ جب (خواہ مخواہ) جنگ کرنے والے نے جنگ کی آگ کو سلگایا تب ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا۔

(2) ابو احمد عبداللہ شاعر تھے۔ انھوں نے بھی ہجرت حبش و مدینہ کی تھی، انکی ظاہری آنکھیں نہ تھیں۔ فارعہ بنت ابوسفیان اموی ان کے گھر میں تھیں۔ 20ھ میں اپنی بہن ام المومنین زینب کے بعد وفات پائی۔
ہجرت کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

لَمَّا رَأَيْتَنِي أَمَامَ أَحْمَدَ غَادِبًا بِذِمَّةٍ مَنْ أَخْشَى بَغِيبَ وَ أَرْهَبَ
جب میری بیوی ام احمد نے مجھے دیکھا کہ میں اللہ کے بھروسے پر سفر کو تیار ہوں۔ وہ اللہ جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں۔
تَقُولُ فَمَا كُنْتَ لَا بِدَفَاعِلٍ فِيمَا بِنَا الْبِلْدَانُ وَلِنِسَاءِ يَشْرَبُ⁽²⁾
تب اس نے کہا: اگر یہاں سے جانا ہی ہے تب ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور پھر بکواس کا خیال چھوڑ دے۔
فَقُلْتُ لَهَا بَلْ يَشْرَبُ الْيَوْمَ وَ جَهَنَّا وَ مَا يَشَا الرَّحْمَنُ فَالْغَبْدُ يَرْكَبُ،
میں نے کہا: اب تو پھر بکواس ہی ہمارا مقصود ہے اور عبداللہ تو ادھر ہی جائے گا جدھر رحمان چاہتا ہے۔

(1) لما اوقد الحرب و اوقد کے الفاظ پر غور کرو، ان سے صاف ثابت ہے کہ جنگ میں ابتدا مسلمانوں کی جانب سے نہ ہوئی تھی بلکہ قریش کی طرف سے تھی۔

(2) مدینہ کو پھر بکواس کہنے کی ممانعت ہو چکی ہے۔ یہ اشعار اس ممانعت سے پہلے کے ہیں۔

إِلَى اللَّهِ وَجْهِي وَالرُّسُولُ وَمَنْ يَنْقُمْ إِلَى اللَّهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يَخِيبُ
میرا رخ اللہ اور رسول کی جانب ہے اور جس نے آج اپنا رخ اللہ کی جانب کر لیا وہ خسارے میں نہ رہے گا۔
فَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيمٍ مُنَاصِحٍ وَنَاصِحَةٍ تَبْكِي بِدُمْعٍ وَتَنْدُبُ
ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلاتی سے منہ موڑا ہے۔
تَرَىٰ أَنْ تَسْرَافَنَّا عَنْ بِلَادِنَا وَنَحْنُ نَرَىٰ أَنْ الرِّغَائِبَ نَطْلُبُ
جو سمجھتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تنہائی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جا رہے ہیں۔
دَعَوَاتِ بَنِي غَنَمٍ لِحَقْنِ دِمَائِهِمْ وَلِلْحَقِّ لِمَا لَاحَ لِلنَّاسِ مَلْحَبُ
میں نے بنی غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو۔ یہ بچی بات تھی جو سیدھی سڑک جیسی ہے۔
اجابوا بِحَمْدِ اللَّهِ لِمَا دَعَاهُمَا إِلَى الْحَقِّ دَاعٍ وَالنَّجَاحِ فَادْهَبُوا
الحمد للہ! کہ جب حق اور نجات کے لیے داعی نے ان کو بلایا تو انھوں نے کہا ہاں لیا اور وہ سب ہجرت کر کے مدینے چلے آئے۔
وَكُنَّا وَاصِحًا لَنَا فَارْقُوا إِلَهُنَا اَعَانُوا عَلَيْنَا بِالسَّلَاحِ وَاجْلَبُوا
اب ہم اور ہمارے وہ پرانے ساتھی جو ہدایت سے دور پڑ کر ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کر رہے ہیں۔
كَفُّو جَيْشَ بَنِي جَنْجَنٍ مِمَّا فَمَوْفِقٍ عَلَى الْحَقِّ مَهْدِيٍّ وَفُوجٍ مَعْدَبٍ
وہ جماعتیں بن گئی ہیں جن میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ اور توفیق یافتہ ہے۔ دوسری گمراہ مخدول اور معذب ہے۔
طُغُوا وَتَمْنُوا كَذِبَهُ وَازْلَهُمُ عَنْ الْحَقِّ ابْلِيسَ وَخَابُوهُ وَخَيَّبُوا
انھوں نے سرکشی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور شیطان نے ان کو حق سے پھسلا دیا۔ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

وَرَعَيْنَا إِلَى قَوْلِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ فُطَابَ وَلَا تَقْرَبُوا طَبِيبًا
ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں اور ان کے فدائیوں کے حالات اور افعال پاک بن گئے ہیں۔
تَمَّتْ بِأَرْحَامِ إِلَيْنَا قَرِيبَةً وَلَا قَرِيبَ بِالْأَرْحَامِ إِذَا تَقَرَّبَ
ہم نے قریب کے رشتہ داروں سے تو سل ڈھونڈا مگر رشتہ داری کیا کام آتی ہے جب رشتہ داری قریب نہ آئیں۔
فَأَيُّ بَنِي أَخْتٍ بَعْدَ نَيْبِ أَمْنِكُمْ وَآيَةُ صَهْرٍ بَعْدَ صَهْرِي مَرْقَبٍ
بتاؤ کہ ہمارے بعد اب کونسا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کونسا داماد ہوگا جو تم سے فلاح کی امید کرے گا۔ (کیوں کہ میں تو بھانجا بھی تھا اور داماد بھی۔ تم نے میرا لحاظ نہ کیا)

سَتَعْلَمُ يَوْمًا آتِنَا إِذَا تَزَايَلُوا وَزَيْلُ أَمْرِ النَّاسِ لِلْحَقِّ أَصُوبُ ①
عنقریب اس روز جب مومن اور مشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائے گی۔ اور ہر ایک حالت نمایاں کی جائے گی۔

یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم میں سے حق پر کون تھا؟

③ عبید اللہ بن جحش جو بھائیوں کے ساتھ جہش چلا گیا تھا بڑا شرابی تھا۔ عیسائی ہو گیا اور وہیں مر گیا۔

خواہران ام المومنین

④ ام حبیب بنت جحش رضی اللہ عنہا: جس کا نام حبیبہ ہے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

⑤ حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (المقری الانصار) کے گھر میں تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ محمد اور عمران ان کے فرزند ہیں۔

⑧ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائد بن مالک بن خزیمہ (وہو المصطلق) من خزاعہ 5ھ میں غزوہ مریض میں اسیر ہو کر آئیں۔ ثابت ① بن قیس بن شماس القاری نے ان کو اسیر کیا تھا اور پھر مکاتب کر دیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں زر کتابت مانگنے کے واسطے آئیں۔ انھوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں ② اور پھر بتایا کہ وہ حارث بن ابی ضرار سید قوم کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے۔ جویریہ نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا زر کتابت بھی ادا کروں اور تجھ سے خود شادی بھی کر لوں۔ جویریہ نے خوشی سے مان لیا۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے بنی المصطلق کے سب قیدیوں کو جو سو (100) سے زیادہ تھے چھوڑ دیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے رشتہ دار ہو گئے ہی۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ اَعْظَمَ بَرَكَةً عَلٰى قَوْمِهَا مِنْهَا. ③

”میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو۔“

ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان مصطلق سے ہوئی تھی۔ ربیع الاول 56ھ میں وفات پائی۔ ④ عمر بوقت انتقال 70/65 سال کی تھی۔ ⑤

ایک روز نبی ﷺ ان کے گھر سے نماز صبح کے لیے تشریف لے گئے۔

اس وقت یہ مصلے پر تھیں۔ بوقت چاشت نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو یہ مصلے پر ہی بیٹھی تھیں۔ نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تم اسی وقت سے یہاں بیٹھی ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہاں! فرمایا: ”میں نے یہاں سے جانے کے بعد ایسے چار کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کو تیرے ورد کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری اتریں۔“ وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِيزَانَ كَلِمَاتِهِ. ⑥

ایک دفعہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جمعے کے دن روزے سے تھیں۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کل بھی روزہ تھا؟ کہا:

① ثابت بن ذبیحہ کو خطیب رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے نبی ﷺ نے ان کو جمعہ شہیدانہ فرمایا تھا۔ یہ جنگ یمامہ میں بعد خلافت صدیقی شہید ہوئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی صف میں رخنہ پڑ گیا تو انھوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ ہم عہد نبوی ﷺ میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر عطر حنوط لگایا۔ حملہ کیا اور شہادت پر فائز ہوئے۔ جویریہ کو مکاتب کرنے کے وقت ان کی عمر 30 سال کی تھی۔ ② مدارج النبوت ③ ابوداؤد: 393، مستدرک حاکم: 6781، اسد الغابہ: 58/7 ④ مستدرک حاکم: 6871 ⑤ مدارج النبوت ⑥ مسلم: 2726، ترمذی: 3555، ابوالمفضل: 647، ابوداؤد: 1503

نہیں۔ فرمایا: کل کو بھی روزہ رکھنے کی نیت ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا تو افطار کر دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے صرف جمعے کے دن روزہ رکھنے کو پسند نہیں فرمایا۔ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہؓ ہے۔

لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ ③

”کوئی شخص جمعہ ہی کا روزہ نہ رکھے۔ رکھے تو ایک دن آگے یا پیچھے بھی روزہ رکھے۔“

ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا عابدہ و زاہدہ تھیں۔

مرویات حدیث: صحیح بخاری میں 2

صحیح مسلم میں 2

دیگر کتب میں 3

کل 7 = ③

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن حارث ہیں۔ یہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے آئے تھے۔ ان کے ساتھ چند مادہ شتر اور ایک جھن لوٹھی تھی۔ یہ ان سب کو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔ جب انھوں نے نبی ﷺ سے رہائی اسیران کی بابت گفتگو کی تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں۔ لوٹھی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں جگہ چھپا کر آئے ہو؟ تو عبداللہ حیران ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ میرے ساتھ اور کوئی شخص بھی نہ تھا اور مجھ سے پہلے حضور ﷺ کے پاس ادھر سے کوئی آیا بھی نہیں۔ میں اسلام لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: لَكَ الْهَجْرَةُ ③ حتی تبلغ برك الغماد۔ ④

ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے بھائی عمرو بن الحارث ہیں۔ ان سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

ثَلَاثَةٌ مَاتَ تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَارًا أَوْ دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَعْلَةَ الْبَيْضَاءِ وَسَلَاحَةً وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً ⑤

اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ روپیہ، غلام، نہ کوئی اور چیز۔ صرف ایک سفید رنگ کا فخر تھا یا ہتھیار تھا یا کچھ زمین تھی، جسے آپ نے صدقہ فرما دیا ہے۔

ان کی بہن کا نام عمرہ بنت الحارث ہے، جو حدیث اَلْذُّنْيَا خَيْرُ صَوْفَةٍ حُلُوفَةٍ ⑥ (دنیا شاداب و شیریں لگتی ہے) کی راوی ہیں

⑥ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رملہ بنت ابوسفیان بن امیہ بن عبد القیس بن عبد مناف قصی۔ ان کی ماں صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ ہے۔

نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ ان کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا۔ دائم الخمر تھا۔ اس لیے عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہو گیا۔ مگر ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

③ بخاری: 1985، مسلم: 1144، ابوداؤد: 2320، ترمذی: 743، ابن ماجہ: 1723، ابن خزیمہ: 2158، احمد: 495/2 ④ دراج المنیوت ⑤ کتاب الاستیعاب

⑥ برک الغماد ایک مقام کا نام ہے جو مکے سے پانچ منزل ہے۔ ⑦ احمد: 17990 ⑧ مسلم: 2742، احمد: 7/3، کتاب الاستیعاب

اسلام کے لیے انھوں نے باپ بھائی خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا۔ پرولیس میں خاوند کا سہارا تھا، ارتداد سے وہ بھی جاتا رہا۔ نبی ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ القہری کو ملک حبشہ کے پاس بھیجا۔ اسے تحریر فرمایا تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کا پیام شادی پہنچائے۔ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی جو بادشاہ کی ملبوسات و عطریات کی تحویل دار تھی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے بیشتر خواب میں دیکھ چکی تھی کہ ان کو کوئی شخص ام المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ اب لونڈی سے یہ پیغام سن کر انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا عطا فرمایا۔ نجاشی نے مجلس نکاح خود منعقد کی جس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر جملہ مسلمان مدعو تھے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا۔

الحمد لله الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر اشهد ان لا اله الا الله و
اشهد ان محمد رسول الله و انه الذي بشر به عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلم اما بعد فان
رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب اليّ ان أزوجه ام حبيبة بنت ابي سفيان الى ما دعا اليه رسول
الله ﷺ و قد اصدقها اربع مائة ديناراً۔

اس کے بعد اس نے قوم کے سامنے دنیا رکھ دی۔

پھر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے۔ خطبہ پڑھا:

الحمد لله احمده و استعينه و اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدى و
دين الحق ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون اما بعد فقد اجبت الى ما دعا اليه رسول
الله ﷺ و زوجته ام حبيبة بنت ابي سفيان فبارك الله رسوله عليه السلام۔

اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ تزویج کے بعد کھانا

ہوتا ہے۔ ①

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے 44ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے کہا کہ سوت عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہو جایا کرتی ہے جو کچھ میں نے کہا سنا ہو مجھے معاف کر دو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے مجھے شاد ماں کیا ہے۔ اللہ تم کو شاد ماں کرے۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ ذات، حمید و صفات، جواد و عالی ہمت تھیں۔ ان کی مرویات حسب ذیل ہیں:

2	متفق علیہ
1	صحیح مسلم
62	دیگر کتب احادیث
65=	کل

ان کی بیٹی حبیبہ، رچیتہ النبی ﷺ ہیں۔ یہ مکہ میں پیدا ہوئیں تھیں اور والدین کے ساتھ ہجرت حبشہ کی تھی۔

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے وہ قصہ ہے جسے ابن اسحاق رضی اللہ عنہ امام اہل میر نے بیان کیا ہے کہ ان کا باپ ابوسفیان تجدید صلح کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ ابوسفیان بستر پر بیٹھنے لگا تو انھوں نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا: بیٹی میں نہیں سمجھا کہ تو بستر مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھے بستر سے۔ ام المؤمنین نے فرمایا: اے باپ! یہ بستر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو مشرک ہے اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے کھیانا ہو کر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جدا ہو کر بگڑ گئی۔ (1)

اللہ اکبر! یہ نمونہ ہے اس ایمان کامل کا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ام المؤمنین کے درجے پر ممتاز فرمایا اور یہی ہے وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بغیر کبھی کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ (2)

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میری محبت اس کو اس کی اولاد اور مادر پدر اور دیگر جملہ اشخاص سے بہت زیادہ نہ ہوگی۔“

اقارب: ابوسفیان صحابہ بن حرب ان کا باپ ہے جو ابتداء میں مشہور دشمن اسلام اور جاہلیت میں مشہور سرداران قریش میں سے تھا۔ غزوہ احد میں بھی کافروں کی فوج کا سردار تھا اور غزوہ خندق بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔

قریش کا سب سے بڑا نشان جس کا نام ”عقاب“ تھا، وہ اس کے خاندان اور اسی کے پاس ہوا کرتا تھا۔ فتح مکہ سے ایک دور روز پہلے مسلمان ہوئے۔ پھر جنگ حنین اور طائف میں ہمرکاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوئے۔ جنگ یرموک میں نہایت استقامت دکھائی اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کمال دلیری اور جرأت سے بڑھاتے رہے۔ 33ھ میں ہمر 96 سال وفات پائی۔ ولادت عام الفیل سے دس (10) سال پہلے کی تھی۔

□ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ اور عہد اسلام سے مشرف ہوئے۔ فتح شام کے لیے جن سرداران کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مامور کیا تھا ان میں سے یہ بھی تھے۔ انھوں نے 19ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت کل شام کے حاکم یہی تھے۔

□ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی دوسری ماں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جنھوں نے 20 سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر ساڑھے 19 سال تک شام کی سلطنت کی۔ یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے۔ 22 رجب 60ھ کو 82 سال کی عمر میں وفات پائی۔

□ حبیبہ بنت ام حبیبہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبرہ ہیں۔ جمش سے والدہ کے ساتھ آئی تھیں۔ ان کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملا۔

❖ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا

صفیہ بنت حمی بن اخطب بن شعبہ سبط ہارون علیہ السلام سے ہیں۔ ان کی ماں کا نام برہ بنت سموال تھا۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے، دوسرا نکاح کنانہ بن ابی العقیق سے ہوا۔ وہ جنگ خیبر میں مارا گیا تھا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اس جنگ کے سبایا میں تھیں۔

دجیہ کلبی (3) نے عرض کی کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے لو۔ انھوں نے صفیہ کو لینا چاہا۔ اس میں اختلاف ہو

(1) جلاء الافہام لابن قیم التونی 751ھ (2) بخاری: 15، مسلم: 168 (3) دجیہ بن خلیفہ بن فردہ بنو کلب سے ہیں۔ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ بدر کے سوا جملہ مشاہد میں مشرک رہ کر نبوی تھے۔ 6ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو قیصر کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بعد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی۔

گیا۔ لوگوں نے کہا کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ ہے اور ایسی عورت دجیہ کو مل جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ بہتر ہے کہ نبی ﷺ اس کو اپنے لیے خاص فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے آزاد فرما دیا اور نکاح کر لیا۔

ایک روز نبی ﷺ نے دیکھا کہ صفیہ زور رہی ہیں۔ پوچھا کیوں روتی ہو؟ انھوں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ حصہ بنی نضیر مجھے حقیر سمجھتی ہے اور اپنے لیے بطور غرقبتی ہے کہ ہمارا نسب آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیوں کر ہو سکتی ہو۔ میرا باپ ہارون علیہ السلام ہے اور میرا چچا موسیٰ علیہ السلام ہے اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے۔^[1]

صلی اللہ علی سیدنا محمد بن النبی وعلی ہارون وعلی موسیٰ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین
ایک بار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی صفیہ بہت کی عزت کیا کرتی اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کر بھیجا۔ انھوں نے کہا۔ جب سے اللہ نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے، سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی، ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ان کو ضرور دیتی ہوں۔

پھر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے؟ لونڈی نے کہا کہ مجھے شیطان نے بہکایا۔ ام المومنین نے کہا: جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو، ان کا انتقال 50 ھ میں ہوا۔^[2]

مرویات دس (10) ہیں: متفق علیہ = 1، دیگر کتب میں = 9،^[3] کل = 10

ان کے ماموں رفاعہ بن سوال صحابی تھے۔ ان کی حدیث موطا امام مالک میں موجود ہے۔^[4]

۱۱) ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا

میمونہ بنت الحارث بن بکیر بن محرم بن رومیہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حصہ بن قیس بن فیلان بن مضر۔^[5] حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی رہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں تھیں اور اس سے پندرہ بچے ہوئے۔ بعد ازاں ان کے نکاح میں۔ جب نبی ﷺ نے 7 ھ میں عمرہ فرمایا تو اس وقت یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے ذکر فرمایا اور نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنیں چار ہیں۔

۱) ام الفضل لبابہ الکبریٰ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

۲) لبابہ الصغریٰ جو حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

[1] ترمذی 3903، 3904، نسائی 8919، ابن سعد 100/8، حلیۃ الاشراف 15905، الاستیعاب [2] مدارج النبوة [3] [4] امام مالک بن انس بن مالک الاکبریٰ، امام دارالکفرات کے لقب سے مشہور ہیں۔ 95 ھ میں پیدا ہوئے اور 84 سال 179 ھ میں روگرائے عالم بنا ہوئے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے شرح موطا میں تحریر کیا ہے کہ جب کسی حدیث کی سند مالک تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ حدیث ذرہ اعلیٰ صحت تک پہنچ گئی۔ امام شافعی ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن حسن ابن وہب ابن القاسم یحییٰ بن سعید قطان عبد الرحمن بن مہدی عبد الرزاق ہارون الرشید مامون وغیرہ محدثین و ملوک ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے مشہور شاگردوں کی تعداد ایک ہزار (1000) تک شمار ہوتی ہے۔ جو من اعدا ستاد تسلیم ہوئے ہیں۔ [5] دیکھو سلسلہ نسب نبوی ﷺ

[6] خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اشیر الشاہیر سے ہیں۔ قریش میں صاحب القہ والاعتر تھے۔ قبہ سے مراد وہ خیمہ ہے جس میں نشست کرنے کے بعد کسی جنگ کا اعلان کیا جاتا تھا۔ اعدائے مراد سالہ اسب سواروں کا ہے نبی ﷺ نے بھی ہمیشہ ان کو سوارہ فوج کا افسر رکھا تھا۔

- ③ عصماء جو ابی بن خلف کے گھر میں تھیں۔
 ④ عزہ، جو زیاد بن مالک الہلال کے گھر میں تھی۔
 حضرت میمونہ کی بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں۔ یہ ہیں:
 ⑤ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان سے عبداللہ عون اور محمد پیدا ہوئے۔ پھر ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔
 ⑥ سلمیٰ بنت عمیس، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں۔ ان سے امہ اللہ پیدا ہوئی۔ پھر سلمیٰ کا نکاح شدا بن اسماء الہادی سے ہوا۔ ان سے عبداللہ عبدالرحمن پیدا ہوئے۔
 ⑦ سلمہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب بن ابی منہا لکھنوی سے ہوا تھا۔
 ⑧ ام المومنین زینب بنت خزیمہ، جو طفیل اور عبدہ فرزدان حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جمش کے گھر میں رہیں اور آخری نکاح ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مرویات حدیث مندرجہ ذیل ہیں:

متفق علیہ	:	7
صرف صحیح مسلم میں	:	1
صرف صحیح البخاری میں	:	1
دیگر کتب احادیث میں	:	67
کل	:	76



① الاستیعاب، مدارج النبوة میں عون بن علی لکھا ہے۔ بحر یحییٰ زیاد صحیح ہے۔

نقشہ

متعلق حالات تاریخی امہات المؤمنین تمہ باب امہات المؤمنین مشمولہ جلد دوم کتاب رحمۃ للعالمین

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	ام المؤمنین کی عمر بوقت نکاح	عمر	سندقات	مقبرہ	نبی ﷺ کی خدمت میں رجسٹرکامت بوقت نکاح	نبی ﷺ کی عمر بوقت نکاح	کیفیت
1	خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	25 میلاد النبی	40 سال	65 سال	10 نبوت	مکہ معظمہ	25 سال	25 سال	
2	سودہ رضی اللہ عنہا	10 نبوت	50 //	72 //	19 ہجرت	مدینہ منورہ	14 //	50 //	
3	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	نکاح نبوت 11 رخصتی شوال 1ھ	9 //	63 //	57ھ 17 رمضان المبارک		9 //	54 //	
4	حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان 3ھ	22 //	59 //	41ھ جمادی الاول		8 //	55 //	
5	زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	3ھ	30 //	30 //	3ھ		3 ماہ	55 //	
6	ام سلمہ رضی اللہ عنہا	4ھ	24 //	80 //	60ھ		7 سال	56 //	
7	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	5ھ	36 //	51 //	20ھ		6 //	57 //	
8	جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان 5ھ	20 //	71 //	56ھ ربیع الاول		6 //	57 //	
9	ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	6ھ	36 //	72 //	44ھ		6 //	58 //	
10	صفیہ رضی اللہ عنہا	جمادی الآخر 7ھ	17 //	50 //	50ھ رمضان المبارک		3 3/4 //	59 //	
11	میمونہ رضی اللہ عنہا	ذیقعدہ 7ھ	36 //	80 //	51ھ	سرف قریب مکہ معظمہ	3 1/4 //	59 //	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَقَرُّحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ ۖ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ
 الرَّحِيمُ ۝ وَعَدَ اللَّهُ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ [الروم 4-6]

غزوات و سرایا

دشمنان اسلام کی لڑائیاں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ اس وقت شروع ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے مکہ میں 13 سال تک تبلیغ فرمائی اور اس عرصہ میں جھوٹے معبودوں کے ماننے اور گندے عقیدے رکھنے والوں کو الہ یکتا کی وحدانیت کا وعظ فرماتے رہے۔

توحید کے مواظبات دشمنوں کی عداوت کا سبب بنے اور سلسلہ وعظ و نصیحت کے روکنے کی غرض سے دشمنوں نے مختلف و متعدد تدابیر پر عمل کیا۔
 □ مسیحیزم کی ایک جماعت مقرر کی گئی تھی۔ ان کا کام یہ تھا کہ نبی ﷺ کے ہر ایک فعل کی ہنسی اڑائیں، منہ چڑائیں، باہر سے آنے والے نوواردوں میں مسلمانوں کے خلاف بدظنی پھیلائیں تاکہ نووارد شخص نہ کسی مسلمان سے بات چیت کرے اور نہ آنحضرت ﷺ ہی سے ملاقات کرے۔ اس جماعت کے تحت میں کئی کمیٹیاں تھیں اور ہر ایک کمیٹی اپنے کام کو پوری مصروفیت سے انجام دیتی تھی۔

□ ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ جہاں کہیں وعظ کے لیے کھڑے ہوں اور تعلیم اسلام پر تقریر فرمائیں وہاں یہ لوگ شور و شغب کرتے اور مجمع میں بدامنی و پریشانی پھیلاتے رہیں۔

□ ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ نبی ﷺ پر گلی کوچہ میں آتے جاتے وقت گارا، کچڑ، مٹی ڈالا کریں، پتھر ماریں۔ عبادت میں حضور ﷺ کو دیکھیں تو گردن جھنجھیں۔ اندھیری راتوں میں حضور ﷺ کے راستہ پر گھڑے کھودیں، خار بچھائیں، دروازہ پر سرائے پھینکیں۔

□ چند ٹولیاں شریروں کو ان کی الگ تھیں جن کا کام تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ ہر طرح ظلم و ستم اور فریب و دغا کرنا مستحسن سمجھتے تھے اور موقع مل جانے پر قتل کر کے ان کی لاش کو پہاڑ کے غاروں میں پھینک دیا کرتے تھے۔ اس جو دستور کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اکثر مسلمان وطن چھوڑ چھوڑ کر ملک حبش میں چلے گئے تھے۔ نبی ﷺ بنو زان سنگ دلوں کے راہ راست پر آ جانے سے مایوس نہ ہوئے تھے۔ اس لیے مکہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ مگر دشمنان دین نے اب یہ معاہدہ کیا کہ کھانے کی کوئی چیز مسلمان اور ان کے خیر اندیش لوگوں کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے۔ تین (3) سال تک نبی ﷺ نے اس سختی کو بھی برداشت کیا (۱) اور اس کے بعد انھوں نے مکہ کے قرب و جوار میں دورے لگانے اور وعظ فرمانے شروع کیے، لیکن اطراف مکہ کے سب قبائل اہل مکہ ہی کے حلیف تھے۔ اس لیے وہ حضور ﷺ کی نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے تھے۔

حضور ﷺ کی ناکامیابی کی داستان سن کر اہل مکہ خوش ہوا کرتے تھے، لیکن ان کو تعجب و حسرت اور غصہ کی کوئی حد نہ رہ گئی جب انھوں نے یہاں تک پہنچا کہ نبی ﷺ کی پاک تعلیم اہل یثرب (مدینہ) کے قلوب کو سخر کر رہی ہے۔ اہل مکہ کو اب یقین آنے لگا

(۱) مکہ مکرمہ میں محلہ شعب ابی طالب میں (3) برس تک معاشی مقاطعہ (Social boycott) کا شکار رہے۔

کہ تعلیم محمدی ﷺ میں دور دور تک اثر پہنچانے کی طاقت مخفی ہے۔ اس لیے سب نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی حیات کا چراغ گل کر دیا جائے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں نہ کوئی حکومت ہو، نہ آئین ہو اور جہاں جان و مال کے تحفظ کا کوئی بھی ذریعہ موجود نہ ہو، جہاں وحشی اور جاہل اقوام کی جنگ جوئی و خونریزی صدیوں سے ضرب المثل ہو۔ جب تمام باشندے ایک نیپے شخص کے قتل پر متفق ہو جائیں اور اس کے لیے تدبیر بھی یہ کی جائے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک بہادر شمشیر زن کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب انتقام کے کمینہ جوش سے فراہم کیے جائیں تو بدیہی ہے کہ نظر پر اسباب ظاہری اس کا بیج جانا امکان سے بالاتر ہے۔ لیکن نبی ﷺ ان محاصرین کے محاصرہ سے صاف نکل کر چلے گئے۔ اس واقعہ پر ہر ایک منکر غور کرے تاکہ اسے قدرت ربانی کا اعتراف اہل ہو جائے۔ ہر ایک مسلم شکر کرے کہ اسے حفاظت الہی کا جو خاص خاص بندوں کے لیے بارگاہ رب العزت سے کی جاتی ہے وجود مجسم نظر آ جائے۔

نبی ﷺ کا بیج کر دینے پہنچ جانا، دشمنوں نے ایک ذلت کا موجب سمجھا اس لیے کینہ کی آگ حسد کی بھٹی میں اور زیادہ تیز ہو گئی اور سب نے سو گندیں (قسمیں) کھالیں کہ ہادی اسلام ﷺ اور ناجز مسلمانوں کو ضرور بر ضرور روئے زمین سے محو کر کے رہیں گے۔ نبی ﷺ ان خون خوار وحشیوں کی غارت گرانہ عادات سے بخوبی آگاہ تھے۔ حزم و احتیاط کا تقاضا تھا کہ ایسے دشمن کی حرکات و سکنات کی خبر رکھی جائے۔ بیدار مغزی و دور بینی سے دشمن کی تدابیر متعلق فراہمی افواج اور تیاری جنگ کو سرسبز نہ ہونے دیا جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام (جو انھوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی) لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں، نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش نہ مسلمانوں کے افعال کا تعین اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل و حرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مؤرخین نے اس نقل و حرکت کا نام ”غزوات و سرایا“ ہی رکھا ہے، لیکن یہ زمانہ حال کی خوش فہمی ہوگی کہ غزوات و سرایا کے الفاظ کو لفظ جنگ کا مترادف سمجھا جائے، حالانکہ ان کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین نے ہر ایک قسم کی نقل و حرکت کو دو قسموں پر منقسم کیا تھا۔

① وہ نقل و حرکت جو نبی ﷺ نے فرمائی ہو اس کا نام ”غزوہ“ ہے۔ غزوات کی تعداد امام بخاری رحمہ اللہ نے بہ روایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ انیس (19) بیان کی ہے۔ ②

② وہ نقل و حرکت جو کسی مسلمان نے (ایک ہو یا ایک سے زائد) کی ہو اس کا نام ”سریہ“ ہے۔ اب ہم ذیل میں ایک نقشہ جملہ غزوات و سرایا کا درج کرتے ہیں، جس طرح قدیم تاریخوں میں ان کو اسی عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ اندراج میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نقشہ کا نمبر شمار بہت ضروری نمبر ہے۔ نقشہ کے اختتام پر جو بحثیں لکھی گئی ہیں، ان میں ہر ایک جگہ اسی نمبر شمار کا حوالہ دیا گیا ہے۔



نقشہ غزوات و سرایا جو عہد نبوی ﷺ میں 2ھ سے 9ھ تک (8 سال کے اندر) ہوئے

نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام مع تاریخ	لشکر اسلام کی تعداد مع نام سردار	لشکر دشمن کی تعداد مع نام سردار	مسلمان کا نقصان زخمی راہبر شہید	دشمن کا نقصان زخمی راہبر مقتول	نتیجہ	کیفیت
1	سریہ سیف البحر رمضان 1ھ	30 راہبر حمزہ بن عبدالمطلب	300 ایذہیل			گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا۔ دشمن نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور لوٹ گیا
2	سریہ راعی شوال 1ھ	60 عیدہ بن الحارث	200 عکرمہ یا ابو سفیان			گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال اہل مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا۔ عیدہ المرہ پر موجود دیکھا گیا۔
3	سریہ ضرار ذی قعدہ 1ھ	80 سعد بن ابی وقاص				جحفہ تک گشت لگا کر واپس چلے آئے۔	
4	غزوہ ودان یا غزوہ ابوا۔ صفر 2ھ	70 نبی کریم ﷺ				عمر دین بخشی الضمری سے معاہدہ کیا کہ نہ قریش کو مدد دیں نہ مسلمانوں کو	
5	غزوہ بواط ربيع الاول 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	100 امیہ بن خلف			رضوی اور بواط تک ہو کر واپس مدینہ تشریف لائے۔ راہ میں قافلہ قریش مع امیہ ملا تھا۔	رضوی پہاڑ کا نام ہے جو یثرب کے قریب ہے۔
6	غزوہ خوان یا بدر اونی ربيع الاول 2ھ	70 نبی کریم ﷺ	کرز بن جابر الضمری			سفوان تک دشمن کا تعاقب کیا گیا مگر ہاتھ نہ لگا۔	کرز بن جابر اہل مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا جس کا تعاقب کیا گیا۔

(1) ان کا ذکر شہدائے کربلا میں ملے گا۔ (2) یکے از عشرہ مبشرہ، یکے از عش (6) جن کو فاروق بخیر نے خلافت کا اہل بنایا۔ قاتل قارس، بانی کوفہ، خال النبی ﷺ، سب سے پہلے اللہ کے راستے میں حیر چلایا، اسلام لانے میں ساتویں شخص۔ 54ھ میں وفات پائی۔

7	غزوہ ذوالعشرہ جمادی الاخرہ 2ھ	150 نبی کریم ﷺ	---				نبی مدح اور بنی نصرہ سے معاہدہ ہوا۔	ذوالعشرہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بندر بنوع کی جانب ہے۔
8	سریہ فیلہ رجب 2ھ	12 عبداللہ بن جحش	ایک قافلہ زبر سرکاری اہلکے امیہ	قیدی 2	1		قیدیوں کو چھوڑا گیا۔ مقتول کا خون بہا دیا گیا۔	قریش کی خبر کو جیسے گئے تھے۔ مگر مدہ بھیڑ ہو گئی تھی۔
9	غزوہ بدر الکبریٰ رمضان 2ھ	313 نبی کریم ﷺ	1000 ابو جہل	22/14	70	70	مسلمانوں کو فتح ہوئی۔	بدر مکہ سے سات منزل اور مدینہ سے تین منزل ہے۔ دشمن دو تہائی سفر طے کر چکا تب ثابت ہو گیا کہ وہ مدینہ آ رہا ہے تب سرور کائنات مدافعت کے لیے نکلے۔
10	سریہ عمیر بن الحدادی رمضان 2ھ	1 عمیر ⁽¹⁾	1 مساہ و مصاہبت مردان خطمیہ		1		مصاہ قتل ہوئی۔	عمیر نے اپنی رشتہ کی بہن کو، جو نبی کریم ﷺ کے خلاف قوم کو جنگ پر اکسایا کرتی تھی، چھری سے قتل کیا۔
11	سریہ عالم بن عمیر انصاری شوال 2ھ	1 سالم ⁽²⁾	1 ابو نعلفہ یہودی		1		یہودی قتل ہوا۔	ابو نعلفہ یہودی لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ سالم نے مار ڈالا۔
12	غزوہ بنو قینقاع شوال 2ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو قینقاع				شہر بدر کیا گیا۔	جب مسلمان بدر گئے ہوئے تھے اس وقت انھوں نے مدینہ کے اندر بلوہ اور بغاوت کی۔ اس لیے جلا وطن کر دیے گئے۔
13	غزوہ السویق ذی الحجہ 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	200 سوار ابوسفیان اموی	2			نبی ﷺ نے دشمن کا تعاقب کیا۔	ابوسفیان مدینہ تک آیا۔ دو مسلمانوں کو قتل کیا اور پچھلے درختوں کو کاٹ کر چلا گیا۔

(1) بنو نعلفہ میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ انہیں مکرور تھیں، ان کے والد حدادی بن خردہ مشہور شاعر تھے۔
(2) بدر و احدہ خندق اور جملہ مشاہد نبوی ﷺ میں حاضر رکاب رہے۔ اللہ کے خوف سے رو دیا کرتے۔ بعد اسی معاویہ وفات پائی۔

14	غزوہ قرقر و اکلدر یا بنو سلیم۔ محرم 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو غطفان و بنو سلیم			1	دشمن مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے فراہم ہوا تھا۔ اسلامی فوج کے مظاہرہ سے بھاگ گیا۔	ایک غلام یا رانہ کی گرفتار ہوا تھا۔ چھوڑ دیا گیا۔
15	سریہ اینٹا عالم بن عبداللہ لیشی	اینٹا	اینٹا	3			دشمن کے کچھ آدمی مارے گئے باقی بھاگ گئے۔	غزوہ 14 کی تکمیل میں یہ سریہ روانہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ دشمن نے دوبارہ اجتماع کر لیا تھا۔
16	سریہ محمد بن مسلمہ رائع الاول 3ھ	5 محمد بن مسلمہ الانصاری الخزرجی ؓ	1 کعب بن اشرف یہودی	1		1	ایک قتل ہوا۔	کعب یہودی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ مکہ جا کر قریش کو جنگ کے لیے آمادہ کیا جس کا نتیجہ جنگ احد ہوا۔ ابن مسلمہ اس کا دودھ شریک بھائی تھا۔ اس نے قتل کر ڈالا۔
17	غزوہ ذی امر یا غزوہ غطفان، انمار رائع الاول 3ھ	450 سوار نبی کریم ﷺ	بنو شلبہ اور بنو مخارب				بنو شلبہ اور بنو مخارب جمع ہوئے تھے کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ اس مظاہرہ پر منتشر ہو گئے۔	آنحضرت ﷺ نے نجد تک سفر فرمایا۔ وعود نامی جو تلوار لے کر نبی ﷺ پر حملہ آور ہوا تھا مسلمان ہوا۔
18	سریہ قرہ جمادی الآخر 3ھ	100 زید بن الخطاب بن حارثہ	ابوسفیان اموی			1	قریش کے تجارتی رستہ پر مظاہرہ کیا گیا۔	قراۃ بن سفیان جو قافلہ کار ہوتا تھا، گرفتار ہوا پھر مسلمان ہو گیا۔
19	غزوہ احد 6 شوال 3ھ	650 پیادہ 2800 پیادہ 200 سوار کل 3000 ابوسفیان اموی	40 ذی 70			30	مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا مگر کفار مرعوب ہو کر ناکامیاب ہوئے	احد مدینہ سے 3 میل ہے۔ دشمنوں نے مکہ سے احد تک چڑھائی کی تھی۔

[۱] فضلاء صحابہ میں سے نبی ﷺ نے ان کو اپنی غیر حاضری میں امیر مدینہ بنایا تھا۔ ایام ہجرت میں سے الگ رہے۔ 41ھ میں یہ عمر 77 سال مدینہ میں وفات پائی۔ 10 پر 6 دختر اولاد تھی۔

20	غزوہ حراء الاسد 7 شوال 3ھ	نبی کریم ﷺ 540	2970 ایسٹیان	2 یعرہ و معاویہ بن مغیرہ	دشمن کو مرعوب کیا گیا۔ جنگ احد سے اگلے دن دشمن کے کیمپ تک صرف اس لیے مظاہرہ کیا گیا تھا کہ دشمن مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر پھر حملہ نہ کر دیں۔ 2 اسیر ہوئے اور شاعر یعرہ قتل ہوا کیونکہ بدر میں اس نے عہد دیا تھا کہ آئندہ شریک جنگ نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے اس نے اس دفعہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔
21	سریہ قطن یا سریہ ابوسلمہ مخزومی محرم 4ھ	150 ابوسلمہ مخزومی	طلحہ و سلمہ		مسلمانوں کے مظاہرہ سے مدینہ پر ڈکیتی نہ کر سکے۔ یہ مشہور ڈکیت اور ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ مدینہ پر ڈکیتی ڈالنا چاہتے تھے۔ جب مسلمان مظاہرہ کرتے ہوئے قطن تک جو ان کا موطن تھا پہنچ گئے تو گروہ منتشر ہو گیا۔
22	سریہ عبداللہ بن انیس الجعفی الانصاری 5 محرم 4ھ	1 عبداللہ بن انیس الجعفی الانصاری ①	1 سفیان ہذلی	1	عبداللہ نے سنا تھا کہ سفیان پر عرنہ پر مسلمانوں کے خلاف جمعیت فراہم کی ہے۔ عبداللہ وہاں پہنچا اور سفیان کو مار ڈالا۔

① جزو انصاری عقی بدری ہیں۔ جملہ مشاہد میں حاضر رکاب نبوی ﷺ تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو 23 ویں شب ایلہ القدر بتائی۔ 54ھ میں وفات پائی۔

23	سریہ رجب صفر 4ھ	عاصم بن ثابت یا مرجم بن ابی مرجم الغنوی	10	قبیلہ غنمل وقارہ	100	10	واعظین اسلام کو شہید کیا گیا۔	مسماة سلامہ ذن طلحہ نے اشتہار دیا تھا کہ جو عاصم کو مارے اسے 100 شتر انعام دے گی۔ اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ دس واعظین اسلام کو ساتھ لے گئے۔ آٹھ کوراہ میں تیروں کا نشانہ بنایا۔ دو کو اہل مکہ نے خرید کر سولی پر چڑھایا۔ چالیس دن نعشیں سولی پر رہیں۔ کتب سیر میں ان کی تعداد 6 ہے۔ صحیح بخاری میں 10 ہے۔
24	سریہ یثرب معونہ یا سریہ طراز صفر 4ھ	منذر بن عمرو	70	ایک بڑی جماعت عاصم بن مالک	1	69	69 عالم دین شہید اور شکار ظلم ہوئے۔	عاصم خدمت نبوی ﷺ میں آیا اور کہا کہ میرا ملک اسلام کے لیے آمادہ ہے کچھ واعظ ساتھ بھیج دیے جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے 70 عالم ساتھ کر دیے۔ جب وہ ان کے علاقہ میں پہنچے تو قبائل رعل و ذکوان بنو سلمہ نے حملہ کیا۔ صرف عمرو بن امیہ الضمری بچ کر آئے۔

25	سریہ عمرو بن امیہ الضمیری ربیع الاول 4ھ	1 عمرو بن امیہ	2 از قبیلہ بنو کلاب		2	چونکہ عمرو نے غلط فہمی سے یہ دو شخص دوست دار قبیلہ کے قتل کر دیے تھے اس لیے آنحضرت ﷺ نے دونوں کا خون بہاوا کیا۔	عمرو بن امیہ جو 70 علماء سے بچ کر مدینہ آ رہے تھے (دیکھو 24 نمبر) انھوں نے دو شخصوں کو سوئے پڑے پایا اور غلطی سے انھیں قاتلوں کی جماعت سے سمجھ کر قتل کر ڈالا۔
26	غزوہ بنو نضیر ربیع الاول 4ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو نضیر			بہ وجہ جرم بغاوت و اقدام قتل آنحضرت ﷺ مدینہ سے نکال دیے گئے۔	بنو نضیر یہودی مدینہ کے اندر آباد تھے اور مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کے جرم کی سزا میں جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے۔ غزوہ خیبر بھی ان ہی کی شرارتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔
27	غزوہ بدر الاخری ذی قعدہ 4ھ	1500 پیادہ 10 سوار نبی کریم ﷺ کل=1510	2000 پیادہ 50 سوار ابوسفیان اموی کل=2050			مقابلہ نہیں ہوا تھا۔	ابوسفیان مکہ سے لشکر لے کر طبران یا عسقلان تک آیا۔ نبی ﷺ بھی خبر پا کر مقابلہ کے لیے نکلے۔ وہ راستہ سے لوٹ گیا تو نبی ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے۔
28	غزوہ دومت الجندل ربیع الاول 5ھ	1000 نبی کریم ﷺ	باشندگان دومت			مقابلہ نہیں ہوا تھا، راہ ہی سے لوٹ آئے۔	معلوم ہوا تھا کہ دومت الجندل میں جمع کثیر فراہم ہے اور مدینہ پر حملہ کرنے کو تیار ہے۔ آنحضرت ﷺ روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ واپس تشریف لے آئے۔ راہ میں عبید بن جحین سے معاہدہ ہوا۔

29	غزوہ بنو مصطلق یا ربیع 3 شعبان 5ھ	نبی کریم ﷺ	حارث بن ضرار سید بنو مصطلق	1	190	10	دشمن کو شکست ہوئی۔ قیدی سب چھوڑ دیے گئے۔	نبی کریم ﷺ نے سنا تھا کہ حارث نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمعیت فراہم کی ہے۔ بریدہ اسلمی کو بھیج کر تصدیق کی گئی جب آنحضرت ﷺ اور متوجہ ہوئے۔ بنو مصطلق جنگ پر کھڑے ہوئے باقی منتشر ہو گئے تھے۔
30	غزوہ احزاب یا خندق۔ شوال ذی قعدہ 5ھ	نبی کریم ﷺ	10000 ابوسفیان اموی وغیرہ	6		10	دشمن ناکام واپس ہوا۔	سرداران یہود نے مختلف قبائل اور قریش کو لڑائی کے لیے فراہم کیا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے اندر رہ کر خندق کی پناہ میں مدافعت کی۔ ایک ماہ تک دشمنوں نے محاصرہ رکھا۔ پھر چپکے سے ناکام واپس چلے گئے۔
31	سریہ عبداللہ عتیک ذی قعدہ 5ھ	عبداللہ بن عتیک الانصاری الخزرجی ؓ	1 سلام بن ابوالحق یہودی خیر			1	دشمن قتل ہوا۔	جنگ احزاب میں اسی نے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں جدوجہد کی تھی۔ اب مکرر جمعیت کا انتظام کر رہا تھا۔ عبداللہ نے اس کو خواب گاہ میں پہنچ کر رات کو قتل کر دیا۔

(3) احد میں حاضر ہوئے یمامہ میں شہید ہوئے۔ سریہ مذکور میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک ساق پر بھیر دیا۔ فوراً اچھے ہو گئے۔

32	غزوہ بنو قریظہ ذی الحجہ 5ھ	نبی کریم ﷺ	بنو قریظہ		4	200	400	دشمن قید اور قتل ہوا۔	بنو قریظہ یہودی تھے اور مسلمانوں کے ساتھ ہم عہد تھے۔ بغاوت کے جرم میں یہ اسیر کیے گئے۔ انھوں نے چاہا کہ ایک منصف جو مقبول فریقین ہو، ان کا فیصلہ کرے۔ منصف نے ان کا فیصلہ بموجب احکام تورات شریف جس کے وہ قائل تھے کر دیا۔ اس لیے 400 قتل ہوئے۔ یہ تعداد بروایت جابر ترمذی و نسائی و ابن حبان ہے۔
33	سریہ قریظہ محرم 6ھ	30 سوار محمد بن مسلمہ انصاری	20 ثمامہ بن اثال			1		ثمامہ پکڑا گیا۔ نبی ﷺ نے اسے رہا کر دیا۔ وہ بعد رہائی مسلمان ہو گیا۔	محمد بن مسلمہ نے ثمامہ کو بجانب مدینہ آتے دیکھا اور راستہ گھیر کے گرفتار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے رہا فرما دیا۔ اخلاق محمدی اور تعلیم نبوی ﷺ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔
34	غزوہ بنی لویان ربیع الاول 6ھ	200 سوار سرور کائنات ﷺ	بنو طیآن شاخ ہذیل					دشمن خبر پا کر منتشر ہو گیا۔ مقابلہ نہیں ہوا۔	اہل رجب جنھوں نے 10 علماء اسلام کو بے وجہ قتل کیا تھا (دیکھو نمبر 22) ان کی سزا کے لیے یہ حملہ کیا گیا تھا۔
35	غزوہ قردہ یا غابہ ربیع الاول 6ھ	500 سرور کائنات ﷺ مع سلمہ بن اکوع	سواران بنو غطفان زیر سرداری عیبہ فزازی	ایک عورت	3		1	ذکیوتوں نے اونٹوں کو لوٹا تھا۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے اپنے سب مویشی چھڑا لیے۔	یہ ذکیوتوں کا گروہ نبی ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ کرے گیا تھا۔ ذر بن ابوزر کو قتل کر کے لیلٰی زہرہ ابوزر کو اغوا کر لے گئے تھے۔ صحابہ نے تعاقب کیا، نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے تھے

36	سریہ عکاش بن محسن یا سریہ غمر مزدق ربیع الآخر 6ھ	40	عکاش بن محسن الاسدی <small>(ؓ)</small>	بنو اسد					دشمن منتشر ہو گیا، مقابلہ نہیں ہوا۔ اس کے دو سو (200) شتر گرفتار ہوئے۔ بنو اسد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمعیت فراہم کی۔ 40 شخصوں کا یہ طلایہ گیا تھا۔
37	سریہ ذی القصد ربیع الآخر 6ھ	10	محمد بن مسلمہ	بنو ثعلبہ	100	1	9		9 عالمان شہید اور محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے۔ 10 عالمان دین ہدایت کے لیے گئے تھے۔ وہ سوئے پڑے تھے کہ بنو ثعلبہ دشمن قبیلہ نے حملہ کر دیا۔ ذی القصد مقام کا نام تھا۔
38	سریہ بنو ثعلبہ ربیع الآخر 6ھ	40	ابو عبیدہ ابن جراح	بنو ثعلبہ			1		دشمن بھاگ گیا۔ جس کے گلے سڑے اسباب پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔
39	سریہ جموم ربیع الآخر 6ھ	زید بن حارثہ	بنو سلیم				10		چند اشخاص گرفتار کیے گئے۔ آٹھ شخص نے سب کو چھوڑ کے خلاف کر دی۔ جب زید بن حارثہ اس کی دیا تھا جن میں مخبر عورت کا شوہر بھی تھا۔ اندازاً لکھی گئی ہے۔
40	سریہ طرف یا طرق جمادی الآخر 6ھ	15	زید بن حارثہ	بنو ثعلبہ					دشمن بھاگ گیا۔ 20 شتر گرفتار کر لائے۔ مجرمان ذی القصد (دیکھو 37 نمبر) کی سزا دی گئی تھی۔

﴿فصلاً و صحابہ میں سے ہیں۔ 42 سال کی عمر بعد خلافت صدیق مرتدین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ بدر احد جملہ مشاہد میں مشہور رکاب المہدی (ؑ) تھے۔ نبی (ﷺ) نے بشارت دی تھی کہ باحساب جنت میں داخل ہوں گے۔

41	سریہ وادی القرئی رجب 6ھ	12	زید بن حارثہ	ساکنان وادی القرئی	1	زخمی	9	9 مسلمان شہید اور 1 زخمی ہوا۔	حضرت زید رضی اللہ عنہ بطور گشت گئے تھے لوگوں نے حملہ کر دیا۔
42	سریہ دومۃ الجندل شعبان 6ھ		عبدالرحمن بن عوف القرشی الزہری (۱)	قبیلہ بن کعب اصبح بن عمرو کلبی				وعدہ میں نمایاں کامیابی ہوئی۔	اصبح بن عمرو کلبی سردار قبیلہ مسلمان ہوا اور علاقہ میں بھی اسلام پھیلا۔ یہ پہلے عیسائی تھے۔
43	سریہ فدک شعبان 6ھ	200	علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	بنو سعد بن بکر				دشمن بھاگ گیا۔ 100 شتر 2000 ہزار بکریاں مال غنیمت ملا	معلوم ہوا کہ یہ قبیلہ ان یہودیوں کو جو مدینے سے خارج ہو کر خیر جاتے تھے لڑائی کے لیے آمادہ کرتا ہے اور خود امداد دینے کا وعدہ کر چکا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰؑ نے مظاہرہ کیا تھا۔
44	سریہ ام قرقہ رمضان 6ھ		ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	قوم فزارہ زیر سرداری ام قرقہ			2	دشمن کو شکست ہوئی۔	بنو فزارہ نے ام قرقہ کی تحریک سے زید بن حارثہ کے تاجرانہ قافلہ کو لوٹا تھا۔ اس ڈکیتی کی وجہ سے ان کو گرفتار کیا گیا۔ ام قرقہ اور اس کی دختر بھی گرفتار ہوئی تھی۔ باقی سب بھاگ گئے تھے۔ (صحیح مسلم)

(۱) یکے از عشرہ مبشرہ، یکے از ست (6)، جن کو فاروقی رضی اللہ عنہ نے خلافت کا اہل بنایا۔ بڑے تاجر اور زمیندار، بڑے مالدار، زاہد، امین فی الارض و امین فی السماء۔ اہمات المؤمنین کی خدمت مافی سب سے زیادہ کرنے والے جگہ احد میں 21 زخم کھائے۔ نبی ﷺ نے ایک سفر میں ایک نماز ان کے پیچھے پڑھی تھی۔ ان کے ترکہ کا 8/3 بیوی کو 83 ہزار نقد ملا تھا۔ 31ھ میں پھر 72 سال وفات پائی۔

45	سریہ عبداللہ بن رواحہ شوال 6ھ	30	عبداللہ بن رواحہ	30	اسیر بن رزام	1			فریقین کی غلط فہمی سے لڑائی ہوئی۔ سب یہودی مارے گئے۔	30	عبداللہ مع 30 مسلمانوں کے اسیر کو لینے گئے۔ جس کو بطور سردار یہودی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ وہ 30 یہودیوں کے ساتھ چل پڑا۔ رات میں ایک دوسرے سے بدگمانی ہو کر حملہ ہو گیا۔
46	غزوہ عرقین شوال 6ھ	200	سوار کرز بن جابر الغیری (۱)	چند کس از مکل دھیرے				8	یہ لوگ مسلمان چڑا ہے کو قتل کر کے اونٹ لوٹ کر لے گئے تھے۔ پھر پکڑے گئے اور قتل ہوئے		یہ لوگ بیمار تھے۔ علاج کے لیے آئے تھے۔ جب تندرست ہوئے تب موقع پار کر یہ انہوں نے مولیٰ رسول ﷺ کو قتل کر گئے، اونٹ لے گئے تھے۔
47	سریہ عمرو بن امیہ شوال 6ھ	1	عمرو بن امیہ						عمرو بن امیہ مکہ سے اس لیے آیا تھا کہ نبی ﷺ کو قتل کرے لیکن تعلیم اور خلق محمدی دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر مکہ جا کر تبلیغ اسلام کرتا رہا۔ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا کہ ابوسفیان کو ہلاک کر دے مگر کتب اسلام میں کوئی ایسی روایت نہیں پائی جاتی۔		

① ان کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ لہر 9 بجے سلسلہ نمبر 11 نسب نبی (میں شامل ہو جاتا ہے۔ غزوہ ستوان نمبر 6 کے وقت سردار کفار تھے۔ پھر اخیار ابراہیم میں شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن شہید ہوئے۔

48	غزوہ حدیبیہ ذی قعدہ 6ھ	1400 نبی کریم ﷺ	اہل مکہ سمیل بن عمرو قریش				دس سال کے لیے قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ نبی ﷺ واپس تشریف لائے۔	نبی کریم ﷺ نے نیت عمرہ تشریف لے گئے تھے۔ مگر قریش نے حضور ﷺ کو حدیبیہ سے جو مکہ سے سات کوس ہے، آگے نہ بڑھنے دیا۔ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔
49	غزوہ خیبر محرم 7ھ	1400 رجال 20 زنانہ چاردار نبی کریم ﷺ کل=1420	10000 یہود خیبر کناہہ بن ابو الحقیق	50 زخمی	18	93	فتح یمین حاصل ہوئی تھی۔	احد و احزاب میں یہودی حملہ کر چکے تھے۔ علاوہ ازیں اکثر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا کرتے۔ اب پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر پہنچ کر ان کے مفسدانہ ارادوں کا سد پاب کر دیا۔
50	غزوہ وادی القرئی محرم 7ھ	1382 نبی کریم ﷺ	یہود ان ساکنان وادی القرئی		1	11	خفیف مقابلہ کے بعد دشمن کو تکلیف ہوئی۔ یہودیوں کو ان کی اراضی و فیروزہ پر قابض رکھا گیا۔	وادی القرئی میں یہودی آباد تھے۔ خیبر کی واپسی کے وقت جب یہاں قیام ہوا تو یہاں کے یہودیوں نے جنگ کی ابتدا کی۔ جما کے باشندوں نے یہاں آخر خود صلح کی
51	غزوہ ذات الرقاع محرم 7ھ	400 نبی کریم ﷺ	بنو غطفان، بنو محارب، بنو ثعلبہ بنو انمار				دشمن منتشر ہو گیا۔	بنو غطفان نے بنو محارب، بنو ثعلبہ، بنو انمار کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں نے ان کی سرحد پر جا کر مظاہرہ کیا تو سب منتشر ہو گئے۔

52	سریہ عیص صفر 7ھ	72 ابو جندل و ابوالصیر [1]	قافلہ قریش			9	اول دشمن کا اسباب لوٹ لیا۔ پھر کلم نبوی ﷺ کے صادر ہونے پر سب کچھ واپس کر دیا۔	ابو جندل مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسے قریش نے قید کر دیا۔ اس نے جیل خانہ ہی میں تبدیل اسلام کر کے کافی تعداد کو مسلمان کر لیا۔ پھر بھاگ گیا۔ مکہ اور شام کی راہ پر ایک پہاڑ پر جا ٹھہرا۔ اب قریش کا جو فریق جنگ تھا قافلہ لوٹ لیا۔ حضور ﷺ نے اسباب واپس دلادیا۔ ابو جندل کو مدینہ بلا لیا۔
53	سریہ کدید صفر 7ھ	60 عاب بن عبداللہ لثی	بنو ملوح	1			خفیف لڑائی ہوئی۔	بنو ملوح نے اصحاب بشیر بن سوید کو قتل کر دیا تھا۔ ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا۔
54	سریہ فذک صفر 7ھ	عاب بن عبداللہ لثی	اہل فذک					کچھ دشمن لوگ مارے گئے۔
55	سریہ حسی جمادی الآخر 7ھ	500 زید بن حارثہ	102 بند بن عوف جزری			100	2	مسلمانوں کو فتح ہوئی، بنید اور اس کا فرزند مارا گیا۔ باقی کو بعد توہ چھوڑ دیا گیا۔ دجہ کلبی رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کی جانب سے سفیر بن کر ہرقل قیصر کے پاس گئے۔ اب واپس آ رہے تھے قیصر کے تحائف بھی ان کے پاس تھے۔ بنید نے ان کو لوٹ لیا۔ ان ڈکیتوں کی گرفتاری کے لیے حضرت زید رضی اللہ عنہ بھیجے گئے۔

[1] ابو جندل کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ نبی بن غالب (دیکھو نسب نبوی نمبر 9) میں شامل ہوتا ہے۔ خلافت فاروق رضی اللہ عنہ میں شام کو غزوہ کرتے ہوئے انتقال کیا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن کلیل رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔

56	سریہ ترپہ	30	اہل ترپہ	دشمن منتشر ہو گیا۔	ترپہ مکہ سے دو منزل پر ہے۔ یہاں کے لوگ بنو غطفان (نمبر 51) کے ساتھ شامل تھے۔ ان کی سرحد پر مظاہرہ کیا گیا۔
57	سریہ بنو کلاب	ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	بنو کلاب	فتح ہوئی، دشمن بھاگ گیا۔ دشمن کچھ مرے، کچھ قید ہوئے۔	یہ لوگ بنو مخارب بنو انمار وغیرہ کے ساتھی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرتے تھے۔
58	سریہ مہدہ رمضان 7ھ	قالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ	اہل مہدہ	خفیف لڑائی ہوئی۔	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔
59	سریہ خربہ رمضان 7ھ	اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (1)	اہل خربہ		حضرت اسامہ مع ہمراہ بیان چلے آتے تھے راہ میں ایک شخص پہاڑ سے نیچے اترتا ہوا سیدھا ان کی طرف آیا۔ اسامہ نے باوجود اس کے کلمہ شہادت پڑھنے کے تلوار سے مار دیا۔ پس ایک مسلمان مارا گیا۔
60	سریہ بنی مرہ شوال 7ھ	30	بنی مرہ قریب فدک بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ	خفیف لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔

(1) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو بہت پیارے تھے۔ ان کی والدہ ام المہاجرین رضی اللہ عنہا ہیں جن کو حضور ﷺ اسی بعد اسی فرماتے۔ ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن پر آپ ﷺ کی شفقت کو دیکھ کر لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے۔ 54ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر 18 تا 20 برس تھی۔

61	سریہ شیر بن سحر انصاری شوال 7ھ	30 پیادہ شیر بن سحر بن ثعلبہ انصاری الفرجی رضی اللہ عنہ (1)	اہل فزارہ و عذرہ	30	2	سب مسلمان تیروں سے زخمی ہوئے۔ دشمن کے دو کس گرفتار ہوئے۔	فزارہ و عذرہ نے جنگ خیبر میں یہودیوں کو مدد دی تھی۔ ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ صرف مظاہرہ مقصود تھا۔
62	سریہ ابن ابی العوجا ذی الحجہ 7ھ	50 پیادہ ابن ابی العوجا رضی اللہ عنہ	بنو سلیم	1	49	ابن ابی العوجا زخمی ہوئے باقی سب شہید ہوئے۔	دشمن کی سرحد پر مظاہرہ کیا کیونکہ یہ مدینہ پر حملہ کی تیاری کرتے تھے۔
63	سریہ ذات طح ربیع الاول 8ھ	15 کعب بن عمیر انصاری الغفاری رضی اللہ عنہ (2)	ساکنان ذات طح بنو قنقذہ		14	سب مسلمان شہید ہوئے۔ ایک صحابی جانبر ہوئے۔	یہاں کے لوگ تعداد کثیر میں فراہم ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ ان کو مرعوب کرنے کے لیے ایک دستہ بھیجا گیا۔ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا۔ سب مسلمان شہید ہوئے۔
64	سریہ ذات عرق ربیع الاول 8ھ	25 شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ (3)	بنو ہوازن مقیم ذات عرق			لڑائی نہ ہوئی۔ دشمن کے کچھ اونٹ ملے۔	بنو ہوازن چند ہار دشمنوں کو مدد دے چکے تھے۔ اب انھوں نے مدینہ سے پانچ منزل پر پھر فراہمی لشکر کا کام شروع کر دیا تھا اور بہت لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے اس ان کو مرعوب کرنے کے لیے مظاہرہ کیا۔

(1) عقبی ہدٰی سب سے اول بیعت صدیقی میں داخل ہوئے عین انقر پر شہید ہوئے۔ (2) اصحاب بزرگ میں سے ہیں۔
(3) حبشہ و مدینہ کی ہجرت اور جملہ مشاہدہ میں حاضر ہوئے۔ حادثہ حسانی اور جبلہ حسانی کے پاس سفیر نبوی ﷺ بن کر گئے تھے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

65	سریہ موتہ جمادی الاول 8ھ	زید بن حارثہؓ	3000	10,0000 شرعیل نسائی	12	تعداد معلوم نہیں ہوئی	مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کے سفیر حارث بن عمر ازدی کو شرجیل نے قتل کر دیا تھا۔ اس لیے جنگ ہوئی۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج میں بھی نقصان ہوئے مگر تین ہزار (3000) نے ایک لاکھ کو شکست دی۔
66	سریہ ذات السلاسل جمادی الآخر 8ھ	عمرو بن العاص قرشی السہمیؓ	500	بنو قضاہ مہم ذات السلاسل			مسلمانوں کے مظاہرہ سے دشمن منتشر ہو گیا۔ بنو قضاہ بنو القین مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ عمرو بن العاص کی سرکاری میں اس مہم کی یہ وجہ خاص بھی تھی کہ ان کی دادی اس قوم کی تھی اور یہ اس علاقہ سے خوب واقف تھے۔
67	سریہ سیف البحر رجب 8ھ	ابو عبیدہ بن الجراحؓ	300	قریش			سمندر کے کنارے چند روز ٹھہر کر واپس آ گئے۔ اس سریہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کی توجہ منتشر ہو جائے۔
68	سریہ حارث شعبان 8ھ	ابو قتادہ الانصاریؓ	15	بنو عطفان مہم خطرہ واقع نجد			دشمن خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔ کچھ مویشی ہاتھ آئے۔ بنو عطفان جو چند بار پیشتر حملہ آور ہو چکے تھے۔ اب پھر مقام خطرہ پر جمع ہو رہے تھے۔ پندرہ کس کا ایک دستہ خبر کے لیے بھیجا گیا۔

① صفر 8ھ مسلمان ہوئے۔ نبی ﷺ نے ان کو والی عمان بنا دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے والی فلسطین بنایا۔ پھر مصر فتح کیا۔ واقعہ حکیم اور صفین کے متعلق ان کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔

② فارس رسول خطاب ہے۔ مشاہدہ نبوی ﷺ اور مشاہدہ مرتضویؓ میں شامل رہے۔ 40ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ حضرت علیؓ نے ان کی نماز جنازہ سات (7) تکبیروں سے پڑھائی۔

69	غزوہ فتح مکہ رمضان 8ھ	10000 نبی کریم ﷺ	قریش مکہ	2	12	فتح ہوئی۔ علماء میں اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا ہے یا واغلام صلح سے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر مکہ کو جائے اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے۔ لشکر شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہوا۔ صرف ایک دستہ فوج کی مزاحمت ہوئی۔ نبی ﷺ نے قبضہ شہر کے بعد سب کو عام معافی دی۔
70	سریہ خالد بن ولید رمضان 8ھ	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	بت خانہ عزنی			عزنی قبیلہ بنو کنانہ کا بت تھا۔ اسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے توڑ دیا تھا۔
71	سریہ عمرو بن العاص رمضان 8ھ	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	بت خانہ سواع			سواع قبیلہ بنو مذہیل کا بت تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے توڑا تھا۔
72	سریہ سعد اشجلی رمضان 8ھ	سعد بن زید اشجلی الانصار کی رضی اللہ عنہ ①	بت خانہ منات			منات قبیلہ اوس و خزرج کا بت تھا۔ سعد اشجلی نے توڑا تھا۔
73	سریہ خالد بن ولید شوال 8ھ	350 خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	بنو خزیمہ		95	بنو خزیمہ کے جو پہلے ہی سے اسلام لائے تھے۔ 95 کس قتل کیے گئے۔ نبی ﷺ اس قتل سے ناخوش ہوئے۔ اور مقتولین کا خون بہا ادا کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ بنو خزیمہ پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کی بابت شک ہوا ان کے آدمی قتل کیے گئے۔

① عقبہ بدری ہیں۔ جملہ مشاہد نبوی ﷺ میں ملتزم رکاب رہے۔

74	غزوہ حنین یا دوطاس یا ہوازن۔ شوال 8ھ	نبی کریم ﷺ	12000	بنو ہوازن، بنو ثقیف بنو مضر، بنو حسم وغیرہ		6	6000	71	فتح ہوئی۔	سب قیدی آنحضرت ﷺ نے بلا معاوضہ چھوڑ دیے تھے۔ قیدیوں کو کپڑے بھی عطا فرمائے تھے۔
75	غزوہ طائف۔ شوال 8ھ	نبی کریم ﷺ	12000	بنو ثقیف	بنو کثیر	13	بنو کثیر		ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد نبی ﷺ چلے۔	محاصرہ اٹھالینے کے بعد لوگ از خود حاضر ہو کر اسلام لائے۔
76	سریہ عینہ بن حصین محرم 9ھ	50 سوار عینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر ہاشمی رضی اللہ عنہما (1)		قبیلہ بنو تمیم			62		عام بغاوت کا انسداد ہو گیا۔	اس قبیلہ نے ماتحت قبائل کو بہکایا اور ادائے خراج سے منع کیا۔ پھر عینہ کے جانے سے بھاگ گئے۔ وہ 11 مرد 21 عورتیں، 30 بچے قید کر لائے۔ جب ان کے سردار عینہ میں حاضر ہوئے نبی ﷺ نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔
77	سریہ قطیف بن عامر صفر 9ھ	20 قطیف بن عامر رضی اللہ عنہ		قبیلہ بنو تمیم	نصف سے زیادہ		اکثر		منتشر ہو گئے۔	مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو حضرت قطیف رضی اللہ عنہ اسیر کر لائے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔
78	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی ربیع الاول 9ھ	ضحاک رضی اللہ عنہ		قبیلہ بنو کلاب						مسلمان بنو کلاب کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ کفار نے مزاحمت کی۔ مقابلہ ہوا اہل سریہ کی تعداد کسی کتاب میں نہیں ملی۔ محدودے چند ہوں گے۔

(1) بنو فزارہ کا سردار نبی ﷺ نے اسے اصل متاع بتایا تھا۔ جھاکش جنگ جو نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی بیوی بہت خوبصورت ہے۔ فشاہو تو اس سے نکاح فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہنس کر نال دیا۔

79	سریہ عبداللہ بن حذافہ ربیع الاول 9ھ	300 عبداللہ بن حذافہ قرشی السبکیؓ	حبشی لوگ بحری ذکیت				دشمن منتشر ہو گیا۔ بحری ذکیت تھے۔ ساحل جدہ پر جمع ہو گئے تھے اور مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرتے تھے۔ اس سریہ کے جانے سے منتشر ہو گئے۔
80	سریہ بنو غطفہ 9ھ	150 علی مرتضیٰؓ	بنو غطفہ	مسماۃ ہاندہ دختر حاتم مع دیگر مردم			نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا اور دختر حاتم کو با کرام رخصت فرمایا۔
81	غزوہ جحک رجب 9ھ	30000 نبی کریم ﷺ	قیصر ہرقل				سرحد پر مظاہرہ کرنے اور دشمنوں کو مرعوب کرنے کے بعد واپس تشریف لائے۔ پہا لگا تھا کہ قیصر ہرقل مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ جنگ موتہ (نمبر 65) کا داغ دھویا جائے۔ آنحضرت ﷺ سرحد پر تشریف لے گئے۔ اس سے دشمن پر رعب چھا گیا اور جنگ کا عزم ترک کر دیا۔
82	سریہ دومۃ الجندل خالد بن ولیدؓ	420	اکیدروالی دومۃ الجندل				اکیدروالی دومۃ الجندل قید اور اس کا بھائی قتل ہوا۔ اکیدر کو نبی ﷺ نے پھر بحال کر دیا۔ دیگر عیسائی حکومتوں کے ساتھ معاہدات کر لیے گئے

[1] نبی ﷺ کے سفیر بنی امیہ کسریٰ۔ مہاجرین اوسین سے ہیں۔ ہجرت حبشہ کی۔ طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ بعد خلافت فاروقؓ بنو عیسائیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے تھے۔ ہرقل نے عیسائی بنانے کی بہت کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ مصر میں وفات پائی۔

جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت نبویہ ﷺ

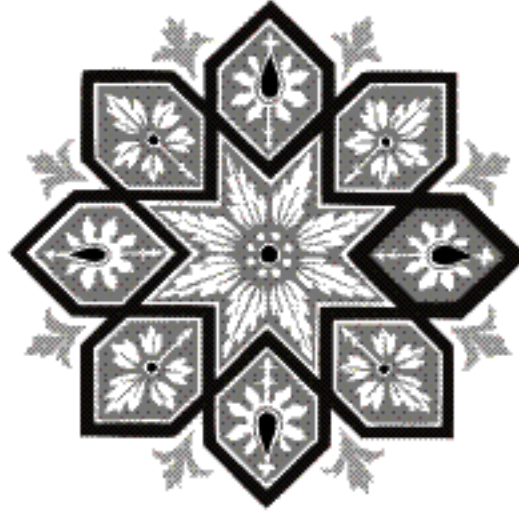
نمبر شمار	واقعات	یوم	سن قمری اسلامی					سن شمسی عیسوی			سن قمری
			تاریخ	ماہ	قمری ولادت	سن نبوت	سن ہجرت	تاریخ	ماہ	سال	عیسوی
1	ولادت با سعادت	دوشنبہ	9	ربیع الاول	1		//	20/22	اپریل	571	588
2	بعثت نبوت	//	9	ربیع الاول	41	1	//	9/12	2	610	628
3	نماز فجر عصر کا مسلمانوں پر فرض ہونا	//	9	ربیع الاول	41	1	//	//	//	//	//
4	آغاز نزول قرآن مجید	شب جمعہ	17	رمضان	41	1	//	14/17	8	610	628
5	ہجرت صحابہ بملک حبش	//	17	رجب	45	5	//	//	4	614	632
6	نبی ﷺ کا محصور ہونا	سرخنبہ	کیم	محرم	47	7	//	30/3	9/10	615	634
7	سفر طائف	//	//	جمادی الثانی	50	10	//	//	2	619	637
8	معراج و فرضیت نماز فرض	دوشنبہ	27 شب	رجب	50	10	//	شب 19/22	مارچ	619	637
9	ابتدائے ایمان اہل مدینہ	دوشنبہ	27 شب	ذی الحجہ	50	10	//	شب 19/22	7	619	637
10	بیعت عقبہ اولیٰ	//	//	ذی الحجہ	52	12	//	//	7	621	639
11	بیعت عقبہ ثانیہ	//	//	ذی الحجہ	52	12	//	//	6	622	640

451

641	622	9	شب 10/13	1	14	54	صفر	27	شب جمعہ	ہجرت از مکہ و داخلہ عمار	12
641	622	6	20/23	1	14	54	ربیع الاول	8	دوشنبہ	داخلہ قبا	13
641	622	10	4/7	1	14	54	ربیع الاول	22	جمعہ و شنبہ	داخلہ مدینہ طیبہ	14
641	622	10	//	1	14	54	ربیع الاول	//	دوشنبہ	بنیاد مسجد نبوی ﷺ	15
641	622	10	//	1	14	54	ربیع الثانی	//	//	ظہر و عصر و عشاء کی نمازوں میں اضافہ	16
642	624	2	11/14	2	15	55	شعبان	15	شنبہ	تحویل قبلہ	17
642	624	2	26/29	2	5	55	رمضان	کیم	کیم شنبہ	فرضیت کے بعد رمضان کا پہلا روزہ	18
642	624	2	//	2	15	55	//	//	//	فرضیت زکوٰۃ	19
642	624	2	//	2	15	55	//	//	//	فرضیت جہاد	20
643	624	3	13/16	2	15	55	رمضان	17	سہ شنبہ	جنگ بدر کا دن	21
643	625	//	//	3	16	56	//	//	//	تحريم خمر	22
644	626	4	4/7	4	17	57	ذی القعدہ	کیم	جمعہ	حکم حجاب نساء	23
647	628	5	11/14	7	20	60	محرم	کیم	چار شنبہ	تبلیغ اسلام بسلاطین عظام	24
648	630	1	11/14	8	21	61	رمضان	20	پنج شنبہ	فتح مکین مکہ	25
649	631	1	//	9	22	63	//	//	//	فرضیت حج	26
649	631	3	18/21	9	22	62	ذی الحج	9	دوشنبہ	اولین حج اسلام جو امامت صدیق اکبر ہوا	27

452

650	632	3	2/9	10	23	63	ذی الحج	9	جمعہ	حج الوداع نبی ﷺ	28
651	632	5	25/28	11	24	64	صفر	29	دوشنبہ	ابتداءے مرض نبوی	29
651	632	6	8/11	11	24	64	ربیع الاول	13	چاشت دوشنبہ	وفات پر آیات	30
651	632	6	9/12	11	24	64	ربیع الاول	14	شب چهارشنبه 23 گھنٹے بعد از وفات	تدفین پیکر اطہر	31



قارئین چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اس نقشہ میں:

اول: سیف البحر نمبر 1، رابع نمبر 2، نخلہ نمبر 8 بھی درج ہیں، حالانکہ یہ دستے محض گردآوری تھے، جو ان راستوں پر بھیجے گئے تھے۔ جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں۔ اس لیے قریش جیسا خونخوار کینہ تو دشمن مسلمانوں کو بے خبری ہی میں آ کر نہ دبا لے۔

محض سفر

دوم: اسی نقشہ میں غزوہ ودان نمبر 4، غزوہ یواط نمبر 5، غزوہ ذوالعشیرہ نمبر 7 درج ہیں۔ حالانکہ یہ محض سفر تھے۔ ان کا مقصد ودعظ و ہدایت فرمانا بھی تھا۔ اور قبائل سے معاہدات کر لینا بھی تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمن قریش سے اتحاد نہ کر لیں۔

تبلیغ

اسی فہرست میں سریہ دومۃ الجندل نمبر 42 بھی ہے، حالانکہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک سفر تھا، جو عیسائی آبادی کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ خاص دومۃ الجندل ہی میں جا کر اترے تھے اور تین روز برابر ودعظ و پند ہی فرماتے رہے تھے اور اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کا سردار مسلمان ہو گیا تھا۔

اشتباہ

اس نقشہ میں سریہ قرظہ نمبر 33 بھی شامل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ کو چند شخص ملے، انھوں نے دشمن سمجھ کر ان کے سردار کو پکڑ لیا۔ نبی ﷺ نے شخص کے بعد اسے (ثامہ بن اثال) کو چھوڑ دیا اور وہ غلط محمدی پرفریت ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس فہرست میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جنہیں قانونی اصطلاح میں صرف قتل 302 تعزیرات ہند یا ذکیٹی 395 یا قتل مع ذکیٹی 396 کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں وہ واقعات بھی ہیں کہ

① مسلمانوں کے خلاف کسی حرکت کا ارتکاب ہوا۔

مثلاً کرز بن جابر مدینہ سے مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے تعاقب کیا۔ نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے۔ نقشہ میں اسی کا نام غزوہ سفوان نمبر 6 ہے۔ ذرا غور کرنا چاہیے کہ ایسے واقعہ کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ غزوہ نبوی ﷺ کفار کے خلاف اسلام قبول کرانے کے لیے تھا؟

مثلاً عمرو بن امیہ یک و تہا مکہ سے مدینہ اس لیے آیا تھا کہ داؤد پاکر نبی ﷺ کو قتل کر ڈالے۔ وہ آیا اور چہرہ انور کی زیارت کرتے اور کلام مبارک کے سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور پھر گھر کو چلا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ عمرو بن امیہ نمبر 47 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً مرض استسقاء کے چند مریض نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، نبی ﷺ نے ان کو بہ مقام عرینہ اپنے چرواہوں کے پاس رکھا، وہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پی کر اچھے ہو گئے۔ پھر چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ بھی لوٹ کر لے گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور پکڑ لیا۔ قتل مع ذکیٹی کے جرم میں وہ بھی کیفر کردار کو پہنچائے گئے۔ اس نقشہ میں اسے سریہ کرز بن جابر نمبر 46 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً بنو غطفان نے عابہ میں ذکیٹی کی۔ نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اس کی جو رو اور اونٹوں کو لے گئے خبر ہونے پر نبی ﷺ

نے ان کا تعاقب کیا۔ نقشہ میں اس کا نام غزوہ ذی قرد یا غزوہ غابہ نمبر 35 درج ہے۔

مثلاً بنید بن عوص کے ذکیتوں کے گروہ نے حضرت وحیدہ کلبی رضی اللہ عنہا کو لوٹ لیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کے سفیر تھے اور ہر قل کے پاس سفارت پہنچا کرواپس آ رہے تھے۔ ذکیتوں نے وہ تمام تحائف بھی لوٹ لیے تھے جو ہر قل نے نبی ﷺ کے لیے ارسال کیے تھے۔ ان ذکیتوں کی سزا دی کے لیے ایک افسر مقرر کیا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ حسی نمبر 55 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قافلہ تجارت کو قوم فزافہ نے جو زیر سرداری ام قرفہ تھے لوٹ لیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے لیے ایک افسر مامور ہوا۔ اس نقشہ میں سریہ ام قرفہ نمبر 44 کے نام سے درج ہے۔

مثلاً سریہ قطن کی بھی یہی حالت ہے کہ ذکیتی پیشہ گروہ کے منتشر اور مرعوب کرنے کے لیے ایک جمعیت بھیجی گئی تھی اور وہ نقشہ میں سریہ نمبر 21 درج ہے۔

② ایسے واقعات بھی موجود ہیں جو مسلمانوں سے غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہوئے۔

□ مثلاً عمیر بن عدی نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت عصماء نامی کو جو عائشاؓ کی بیوی بھی رہ چکی یا رشتہ کی بہن تھی، قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 10۔

□ مثلاً سالم بن عمیر نے ایک یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 11

□ مثلاً احمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر رضاعی کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 16۔

□ مثلاً عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے سفیان بن خالد ہذلی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 22۔

□ مثلاً عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے سلام بن ابی الحقیق یہودی کو مار ڈالا تھا۔ سریہ 31

یہ سب ایسے واقعات ہیں، جن کا نام جنگ کے نام سے ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ گو ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مقتولوں کے کشتنی و گردن زدنی ہونے کی وجہ سے یا قاتلوں کے صرف جوش مذہبی کی وجہ سے ان کا ارتکاب ہوا تھا۔

واعظین اسلام کا قتل

اسی نقشہ کے اندر واقعہ رجیع بھی ہے۔ چند لوگ دس (10) واعظوں کو نبی ﷺ کی اجازت سے اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنے علاقہ میں لے جا کر آٹھ (8) کو قتل دو (2) کو فروخت کر ڈالا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ رجیع نمبر 23 ہے۔ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ ان کے علاقہ تک دو سو (200) سواروں کو لے کر گرداوری کر کے واپس تشریف لے آئے تھے، جس سے مقصود ان سرکشوں کو صرف مرعوب کر دینا تھا۔ وہ اس نقشہ میں غزوہ لحيان نمبر 34 کے نام سے درج ہے۔

مقام ذی القصہ پر بھی ایسا ہی ہوا۔ دس عالمان دین تبلیغ کے لیے نکلے تھے۔ رات کو ایک جگہ سوئے، بنو نضلہ نے حملہ کر کے ان میں سے نو (9) کو شہید کر ڈالا۔ ایک سخت زخمی ہوئے۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بنی القصہ نمبر 37 درج ہے۔ ان بنو نضلہ کے مرعوب کرنے کو دو سردار بھیجے گئے۔ وہ سریہ نمبر 38 و سریہ نمبر 40 کے نام سے درج ہے۔ علیٰ ہذا ملک نجد کے لیے ستر (70) واعظ بھیجے گئے تھے۔ دالی نجد کا پچا ان کی حفاظت کا خود ذمہ دار بنا تھا۔ جب وہ اس کے علاقہ میں پہنچے تو حملہ کر کے سب کو شہید کر ڈالا۔ ایک مسلمان سخت زخمی ہو کر جانبر ہو

گیا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ بیڑ معونہ نمبر 24 ہے۔

③ بعض واقعات صرف غلط فہمی سے وقوع میں آئے تھے۔

مثلاً اسیر بن رزام یہودی اپنے تئیں (30) آدمیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ کو آ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اسیر کو اس لیے طلب فرمایا تھا کہ اسے اس کے قبیلہ کا سردار بنایا جائے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی تئیں (30) ہی مسلمان تھے۔ ایک ایک اونٹ پر ایک مسلمان، ایک یہودی سوار تھا۔

اسیر نے چپکے سے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ انھوں نے اونٹ سے نیچے کود کر اسیر کے ضرب لگائی، اس نے عبداللہ کو ضرب لگائی۔ سرداروں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر ہمراہی بھی لڑ پڑے۔ تئیں (30) مسلمانوں نے تئیں (30) یہودیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس نقشہ میں یہ سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر 45 کے نام سے درج ہے۔

اس واقعہ میں کوئی شخص یہودیوں کو مقتول اور مسلمانوں کو قاتل سمجھ کر اس کو غلط فہمی پر محمول نہ کرے، لیکن خود مسلمانوں کے اندر باہمی بھی ایسی غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔

مثلاً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو خزیمہ میں تبلیغ اسلام کرنے گئے تھے۔ وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انھوں نے لشکر اسلام کی آمد سنی تو مسلح ہو کر آگے بڑھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے مسلح ہونے کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے۔ بنو خزیمہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے اَسْلَمْنَا اَسْلَمْنَا کہنے کی بجائے اَصْبَانَا اَصْبَانَا کا لفظ استعمال کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کچھ سواروں نے قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نقشہ میں اس کا نام سریہ خالد نمبر 73 ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کو ایک مسلمان دشمن کے ملک میں ملا۔ اس نے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کیا، مگر ان کا شہر رفع نہ ہوا اور قتل کر دیا۔ وہ اس نقشہ میں سریہ خربہ نمبر 59 کے نام سے درج ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ انھوں نے دو شخصوں کو بیر معونہ کے قریب دیکھا اور ان کو 69 مسلمانوں کے قاتلوں میں سے سمجھا اور مار ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی دیت ادا کی۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بیر معونہ نمبر 25 کے نام سے درج کیا۔ اس سے بھی عجیب تر سریہ نمبر 70، سریہ نمبر 71، سریہ نمبر 72 ہیں۔ ان کا خلاصہ تو یہ ہے کہ یہ قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور ان ہی کی مرضی کے موافق ان بت خانوں کو گرایا گیا مگر اس نقشہ میں ان کا اندراج سرایا کے نام سے ہے۔

تفصیلات بالا سے ایک تحقیق پسند دوست شخص سمجھ سکے گا کہ عنوان غزوات و سرایا کے تحت میں صرف لڑائیاں ہی درج نہیں کی گئیں بلکہ نبی ﷺ یا مسلمانوں کا ہر قسم کا سفر درج ہے۔ ہم اس نقشہ کے اندر اگر اصلی لڑائیوں کا انتخاب کرنے لگیں تو ان کا شمار بہت کم نکلے گا۔

بدر نمبر 9، احد نمبر 19، غزوہ احزاب نمبر 30، خیبر نمبر 49، فتح مکہ نمبر 69، غزوہ جنین نمبر 74، بے شک لڑائیاں ہیں مگر نقشہ میں ان کی تعداد کو بھی بڑھانے کی سعی کی گئی ہے۔

مثلاً غزوہ حراء الاسد نمبر 20 کو غزوہ احد سے علیحدہ شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ احد پہلے دن کی لڑائی کا نام ہے اور حراء الاسد نمبر 30 دوسرے دن کے تعاقب یا تجسس دشمن کا۔ پھر اس کا شمار علیحدہ کیوں کر ہو سکتا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ جملہ غزوات و سرایا کو ان کے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کر دوں تاکہ قارئین کتاب میرے مدعا کو بخوبی ذہن نشین فرمائیں۔

- ① تکمیل معاہدات و تبلیغ اسلام و مواعظ کے لیے سفر
غزوہ ودان نمبر 4، غزوہ یواط نمبر 5، غزوہ ذوالعشیرہ نمبر 7، سریہ دومۃ الجندل نمبر 42، غزوہ حدیبیہ نمبر 8۔
 - ② حملہ آور دشمن کے احوال کی دریافت۔
سیف البحر نمبر 1، رافع نمبر 2، ضرار نمبر 3، سریہ نخلہ نمبر 8، سریہ قرہ نمبر 18، سریہ ابوققادہ نمبر 68۔
 - ③ گردآوری تا سرحد حملہ آوران جس کا مقصد دشمن کو مرعوب کر کے اس کو حملہ آوری سے روکنا تھا۔ غزوہ قرقرۃ الکدر نمبر 14، سریہ قرقرۃ الکدر نمبر 15، غزوہ ذی امر نمبر 17، بدر اخریٰ نمبر 27، غزوہ دومۃ الجندل نمبر 28، سریہ قرظہ نمبر 33، خزون بنو لحيان نمبر 34، سریہ عمر نمبر 36، سریہ بنو ثعلبہ نمبر 38، سریہ جموم نمبر 39، سریہ طرف نمبر 40، سریہ وادی القرئی نمبر 41، سریہ فذک نمبر 43، غزوہ وادی القرئی نمبر 50، غزوات ذات الرقاق نمبر 51، سریہ عیص نمبر 52، سریہ کدیدا سریہ غالب نمبر 53، سریہ غالب نمبر 54، سریہ تربہ نمبر 56، سریہ بنو کلاب نمبر 57، سریہ مقعدہ نمبر 58، سریہ بنو مرہ نمبر 60، سریہ بئیر نمبر 61، سریہ ابن ابی العوجا نمبر 62، سریہ کعب بن عمیر نمبر 63، سریہ شجاع بن وہب نمبر 64، سریہ عمرو بن العاص نمبر 66، سریہ ابو عبیدہ نمبر 67، سریہ ابوققادہ نمبر 68، سریہ عیینہ نمبر 76، سریہ قطیفہ نمبر 77، غزوہ تبوک نمبر 81، سریہ دومۃ الجندل نمبر 82۔
 - ④ سزا دی گروہ ذکیٹی پیشگاہ: سریہ حسی نمبر 55، سریہ ام قرظہ نمبر 44، سریہ عربینین نمبر 46۔
 - ⑤ تعاقب و کیتاں: غزوہ سفوان نمبر 6، سریہ قطن نمبر 21، غزوہ ذی قرہ یا غزوہ غابہ نمبر 35، سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر 79۔
 - ⑥ معاہد اقوام کی جانب سے بغاوت اور غدر اور بلوے اور ان کے انجام: غزوہ بنو قینقاع نمبر 12، سریہ رجب نمبر 23، سریہ بئر معونہ نمبر 24، غزوہ بنو نضیر نمبر 26، سریہ بنو مصطلق نمبر 29، غزوہ بنو قریظہ نمبر 32، سریہ ذی القصدہ نمبر 37، سریہ بنی سٹہ نمبر 80۔
 - ⑦ غلط فہمیاں: سریہ عمرو بن امیہ نمبر 25، سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر 45، سز عمرو بن امیہ نمبر 47، سریہ تربہ نمبر 59، سریہ خالد نمبر 73، سریہ فحاک بن سفیان نمبر 47۔
 - ⑧ بت شکنی: سریہ خالد نمبر 70، سریہ عمرو بن العاص نمبر 71، سریہ سعد اشہلی نمبر 72۔
 - ⑨ جنگ: بدر الکبریٰ نمبر 9، غزوہ احد نمبر 19، غزوہ اتزاب نمبر 30، غزوہ خیبر نمبر 49، سریہ موتہ نمبر 65، فتح مکہ نمبر 69، غزوہ حنین نمبر 74۔
 - ⑩ تعاقب دشمنان: غزوۃ السویق نمبر 13، حمراء الاسد نمبر 20، غزوہ طائف نمبر 75۔
 - ⑪ لوکل یا پرسنل واقعات مقامی یا شخصی: سریہ عمیر نمبر 10، سریہ عالم نمبر 11، سریہ محمد بن مسلمہ نمبر 16، سریہ ابن انیس نمبر 22، سریہ ابن عتیک نمبر 31۔
- امید ہے کہ صراحت بالا کا علم اور اس پر غور کے بعد اس نقشہ کا طول جو ہم غزوات و سرایا کی بابت دے آئے ہیں، بہت مختصر نظر

آنے لگے گا، لیکن ہم قارئین کتاب کو اس مسئلہ کے ہر پہلو سے واقف کرنا چاہتے ہیں کہ بصیرت کامل ہو جائے۔
غزوات و سرایا کی تقسیم ہر فرقہ بندی پر کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ کن کن قبائل کے ساتھ یہ جھگڑے ہوئے شخصی واقعات کو جن کا شمار (5) ہے، چھوڑ دیا گیا۔

① قریش مکہ

سیف البحر نمبر 1، رابغ نمبر 2، ضرار نمبر 3، بواط نمبر 5، سفوان نمبر 6، ذوالعشیرہ نمبر 7، غزوۃ السویق نمبر 13، ذی قردہ نمبر 18، احد نمبر 19، حمراء الاسد نمبر 20، بدر الاخریٰ نمبر 27، اتراب نمبر 30، سریہ عبیس نمبر 52، سریہ عمر بن امیہ نمبر 47، حدیبیہ نمبر 48، سیف البحر نمبر 67، مکہ نمبر 69۔

② بنو غطفان و انمار

قرقرۃ الکدر نمبر 14، نمبر 15، ذی امر نمبر 17، دومۃ الجندل نمبر 28، بنو مصطلق نمبر 29، غابہ نمبر 35، وادی القرئی نمبر 41، سریہ کرز بن جابر نمبر 46، ذات الرقاع نمبر 51، سریہ تریہ نمبر 56، سریہ منقہہ نمبر 58، سریہ خربہ نمبر 59، سریہ ابوقنادہ نمبر 68، سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر 77۔

③ بنو سلیم

بیر معو نہ نمبر 24، جوم نمبر 39، ابن ابی العوجاء نمبر 62، بنو ملوح، حلیف بنو سلیم نمبر 53۔

④ بنو ثعلبہ

ذی القصہ نمبر 37، بنو ثعلبہ نمبر 38، طرف نمبر 40، سریہ حسمی نمبر 55۔

⑤ بنو فزارہ و عذرہ

سریہ ابوبکر صدیق نمبر 44، سریہ فدک نمبر 54، سریہ بشیر بن سعد نمبر 61، ذات الطح نمبر 63۔

⑥ بنو کلاب و بنو مرہ

قریظہ نمبر 33، بنو کلاب نمبر 57، بنو مرہ نمبر 60، سریہ شحاک نمبر 78۔

⑦ بنو عضل و قارہ

رجع نمبر 23۔

⑧ بنو اسد و بنو قضاہ

قطن نمبر 21، غمر نمبر 36، ذات السلاسل نمبر 66۔

۹۱ بنو ذکوان

بیر معوذہ نمبر 24 اسی کو ہم نے بنو سلیم کے تحت میں درج کیا ہے۔ واقعہ ایک ہے دو قبائل کا تعلق تھا۔

۹۲ بنو لحیان

غزوہ نمبر 34

۹۳ بنو سعد بن بکر

فدک نمبر 43

۹۴ بنو ہوازن: ذات عرق نمبر 64

۹۵ بنو تمیم

سریہ عیینہ نمبر 76

۹۶ بنو ثقیف

حنین نمبر 74، طائف نمبر 75۔

۹۷ یہود

بنو قریظہ نمبر 12، بنو نضیر نمبر 26، بنو قریظہ نمبر 32، سریہ ابن رواحہ نمبر 45، خیبر نمبر 49، وادی القریٰ نمبر 50۔

۹۸ عیسائیوں

موتہ نمبر 65، بنو غطفہ نمبر 79، حبوک نمبر 80، دومة الجندل نمبر 28، نمبر 42، نمبر 82۔

متعدد قبائل کے نام دیکھ کر ناظرین کو خیال ہوگا کہ اتنے قبائل سے جنگ کی وجہ کیا ہیں؟

ہم اول تو ان قبائل کے باہمی تعلقات قرابت کو بیان کریں گے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ فی الواقع یہ قبائل اتنے ہی ہیں جس قدر بادی النظر میں معلوم ہوتے ہیں یا یہ سلسلہ جدیت کی وحدت میں منسلک ہیں اور حیات و بقا اور جنگ و صلح میں وہ اس قدر متوافق و متحد چلے آئے تھے کہ ایک ہی سمجھے جاتے تھے اور ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ الیاس بن مضر کے تین فرزند تھے:-

۱ قیس بن عیلان اور بنو غطفان۔ بنو غلبہ بنو محارب بنو شعیب بنو بیسان بنو فزارہ اسی قیس عیلان کے فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

۲ طانجہ بنو تمیم اسی فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

۳ مدرکہ اور بنو اسد بنو ہون بنو قارہ بنو عقیل اور بنو کنانہ (جس کے اندر الا حاجیش و بنو خزیمہ یعنی بنو مصطلق اور قریش داخل ہیں) اسی مدرکہ کے فرزند خزیمہ کی اولاد ہیں۔

اسی شجرہ سے ایک محقق معلوم کر سکتا ہے کہ یہ تمام قبائل قریش ہی کے جدی اور شخص واحد الیاس بن مضر کی اولاد تھے اور

نبی ﷺ کے ساتھ جو کچھ لڑائی وغیرہ ہوئی وہ حضور ﷺ کے جدی بھائیوں ہی کے غیظ و غضب کا نتیجہ تھا۔ یہودی قریش کے ساتھ معاہدات کی رو سے متفق تھے جیسا کہ 1914ء میں ترکی اور جرمنی تھے۔ اس اصلیت کے منکشف ہو جانے کے بعد نبی ﷺ کے غزوات و سرایا یعنی لڑائیاں صرف ایک ہی نسل کے شخصوں یعنی بنو الیاس بن مضر سے ہوئیں جس نسل سے خود آں حضرت ﷺ بھی ہیں۔ کوئی بھی معترض یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے عرب بھر میں لڑائی پھیلا دی تھی یا یہ کہ اسلام کو بہ جبر قبول کروانے کے لیے لڑائی کی جاتی ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو عرب کے سینکڑوں قبائل میں سے کسی اور کے ساتھ بھی جارحانہ خصمانہ یا مدافعانہ طاقت آزمائی ہوئی ہوتی۔ یہ دلیل ایسی صاف اور مستحکم اور سراپا حقیقت ہے کہ غزوات نبوی ﷺ کے متعلق جن دلائل کو ہمارے علمائے کرام آج تک پیش کرتے رہے ہیں اور جو بجائے خود بہت کچھ قابل وقعت اور قابل قبولیت ہیں ان کی حاجت نہیں رہ جاتی 'البتہ فلسفہ تاریخ بنو زاس امر کا ہم سے خواستگار ضرور ہے کہ مندرجہ بالا قبائل کیوں کر جنگ میں شامل ہوتے رہے اور کیوں کر اور کب مسلمانوں کے خلاف وہ فریق مخالف ٹھہرے۔ اس انکشاف کے بعد ہماری پیش کردہ دلیل کو درجہ برہان حاصل ہو جائے گا۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ غزوات و سرایا کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ پہلا غزوہ یا جنگ واقعہ بدر ہے جو ہجرت کے دوسرے ہی سال میں ہوا تھا۔ ہم کو تفصیل کرنا ضروری ہے کہ قریش کے حملہ آور لشکر میں کن کن قبائل کے لوگ شامل ہوئے تھے۔

① قریش مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر ان کے درمیان بنو کنانہ کا علاقہ پڑتا تھا جن سے قریش کی جانی عداوت، خصامت کئی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ قریش کو مدینہ پر حملہ آور ہونے میں دو مشکلات کا سامنا تھا۔

① بنو کنانہ ان کو اپنے علاقہ سے فوج لے جانے نہ دیں گے۔

② اگر فوج کو راہ مل بھی گئی تب بھی اندیشہ ہے کہ بنو کنانہ اوہر تو حملہ آور فوج کا سلسلہ عقب سے منقطع کر دیں اور ادھر خود مکہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں کیوں کہ وہاں کوئی بھی ہتھیاراٹھانے والا باقی نہ رہ گیا ہوگا۔

یہ خیالات ایسے قوی تھے کہ قریش کو مجبوراً حملہ آور کے ارادوں کو چھوڑ دینا ضروری تھا۔

② سراقہ ① بن مالک المدلجی الکنانی جو اس درمیانی علاقہ کا سردار تھا اسے بھی معلوم ہو گیا کہ قریش صرف اس کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے رکے ہوئے ہیں اس لیے سراقہ مذکور خود مکہ گیا۔ اس نے تمام پچھلی عداوتوں کو چھوڑ کر قریش کے ساتھ معاہدہ اتحاد کر لیا اور صاف طور پر یہ طے ہو گیا کہ جب قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنی فوج لائیں گے تو سراقہ ان کو اپنے علاقہ سے راستہ دے دے گا اور خود ان کے وطن کو کوئی گزند نہ پہنچائے گا بلکہ جہاں تک ممکن ہو وہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف امداد بھی دے گا۔

یہی تھا وہ معاہدہ شیطانی جس کے ذریعے سے یہ شخص مسلمانوں پر قریش کے حملہ کر سکنے کا سبب قوی بنا تھا۔

③ الا حابیش اور بنو مصطلق بھی سراقہ کے ساتھ اس معاہدہ میں شامل تھے۔ لہذا بدر کی اولین جنگ ہی پہلا موقع ہے کہ الا حابیش اور بنو مصطلق بھی مسلمانوں کے دشمن یعنی قریش کے ساتھ عملی طریق پر شامل ہوئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ الا حابیش وہی بنو کنانہ ہیں اور ان

④ راہ ہجرت میں سراقہ ہی نے پامیدانہام مشہور قریش نبی ﷺ کا انقاب کیا تھا۔ سراقہ 8ھ میں داخل اسلام ہوئے اور 24ھ میں وفات پائی۔

کے تحت مندرجہ ذیل قبائل شامل ہیں۔

بنو نضر	یعنی اولاد نضر بن کنانہ
احابیش (۱)	یعنی اولاد مالک بن کنانہ
مطہیین (۲)	یعنی اولاد حرث بن مالک

بنو مصطلق کے تحت میں مندرجہ ذیل قبائل ہیں:

بنو الحرث	حرث بن لوی سے	بنو العوف	عوف بن لوی سے
بنو کعب	کعب بن لوی سے	بنو عدی	عدی بن کعب سے
بنو حصیص	حصیص بن کعب سے	بنو حجاج	حجاج بن کعب سے
بنو مرہ	مرہ بن کعب سے	بنو سہم	سہم بن کعب سے
بنو تیم	تیم بن مرہ سے	بنو کلاب	کلاب بن مرہ سے
بنو زہرہ	یعنی زہرہ بن کلاب سے	بنو قصی	قصی بن کلاب سے

جنگ بدر کا نتیجہ جب قریش کے خلاف نکلا۔ تب سراقہ کو افسوس رہا کہ اس نے کیوں قریش کو مسلمانوں کے خلاف پوری پوری مدد نہ دی۔ چنانچہ احد میں اس نے تلافی یافتہ کر دی اور عملاً شامل جنگ ہوا۔

(۴) واقعہ احد کو دیکھیے کہ قریش کا لشکر تین ہزار (3000) کی تعداد میں ہے جس میں قریش صرف ایک ہزار (1000) ہیں اور باقی دو ہزار (2000) ان ہی قبائل کے ہیں جو فرزدان الیاس بن مضر ہیں۔

امام علی بن ربیع الدین حلبی (۳) نے جنگ احد میں بنو المصطلق اور بنو ہون بن خزیمہ کی شمولیت اور واقعہ مدی نے بنو ثقیف کی شمولیت بیان کی ہے اور سیرۃ النبیؐ میں احابیش کی شمولیت کی صراحت کی گئی ہے۔ (۴) پس احد میں ان قبائل کا پہل کر کے کھلم کھلا میدان میں آ جانا ہر محقق کو مطمئن کر سکے گا کہ ان قبائل سے مسلمانوں کو بطور فریق جنگ برتاؤ کرنا بالکل دنیا کے مسلمہ قانون جنگ کے اتباع میں تھا۔

(۵) احد کے بعد دشمنوں کا بہت بڑا حملہ مسلمانوں پر جنگ خندق ہے جسے قرآن مجید میں جنگ احزاب فرمایا گیا ہے، لشکروں کا اجتماع اور مسلمانوں کی پریشانی و کمزوری قرآن مجید کے مندرجہ ذیل کلام صدق التیام سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

﴿إِذْ جَاؤُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾ [الاحزاب: 10-11]

”جب دشمن شہر کے اوپر اور نیچے کی جانب سے آ گئے۔ جب مسلمانوں کی آنکھیں پتھر انگلیں اور دل حلق تک اچھل آئے اور جب تم اللہ پر کچھ کچھ گمان کرنے لگے۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کی سخت آزمائش کی گئی اور ان کو بہت زور

(۱) احابیش حبشی سے ہوا ہے یہ مکہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے جس کے پاس انھوں نے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس لیے ”احابیش“ کہلائے۔ (۲) انھوں نے ایک معاہدہ کرتے وقت عطر کا استعمال کیا تھا اس لیے ”مطہیین“ کہلائے۔ (۳) انسان احمق بن ص: 28/3 واقعہ مدی ص: 147 (۴) سیرۃ النبیؐ یا زمولوی کرامت علی دہلوی۔

سے جھنجھوڑا گیا۔“

اب ان چند در چند لشکروں کا تعص کرنا چاہیے کہ کن کن قبائل سے مرکب ہیں۔

- | | |
|---|--|
| 1. قریش اور ان کے اتباع | زیرکمان ابوسفیان اموی |
| 2. بنو سلیم | زیرکمان سفیان بن عبد شمس (ابوالاعور سلمیٰ) |
| 3. بنو اسد | زیرکمان طلحہ بن خویلد الاسدی |
| 4. بنو شعیب | زیرکمان ابو مسعود بن اخیلہ |
| 5. بنو مرہ | زیرکمان حرث بن عوف مری |
| 6. بنو غطفان و اتباع بنو غطفان | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| یعنی بنو عیسٰ بنو ذبیان بنو العشر اء بنو سعد، | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| بنو حشر اء، بنو شعیب، بنو قحاش، بنو فزارہ | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| 7. یہودان خیبر و نواچی ذک | زیرکمان جہی بن اخطب |
| وام القرئی و تہا 700 کس | زیرکمان جہی بن اخطب |
| 8. قبیلہ بنی ہوازن | زیرکمان عامر بن طفیل |

حملہ قبائل بالا اس لشکر میں موجود تھے۔

9. یہودان بنو قریظہ مقیم مدینہ دشمنوں کو آلات کثیرہ مساجی، کرادین اور مقاتل سے امداد دی تھی۔ ان قبائل کے فریق جنگ بن جانے کے بعد ایک محقق کے لیے پوری پوری وجہ منکشف ہو جاتی ہے کہ کیوں فلاں فلاں قبائل کی سرحد پر مسلمانوں نے مظاہرہ کیا یا کیوں فلاں قبیلہ کے شخص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ جنگ خیبر و مکہ و جنین و طائف کے باعث بھی اسے معلوم ہو جائیں گے کیوں کہ یہ وہی قبائل ہیں جو اُحد اور خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

غرض کوئی ایسا قبیلہ یا گروہ نہیں کہ مسلمانوں نے اس پر حملہ کرنے میں ابتداء کی ہو، بلکہ جب متعدد بار اس نے حملے کیے تب اس کا انھوں نے جواب دیا ہے۔

ان سب انکشافات کے بعد ممکن ہے کہ معترض اپنے اعتراض کو ختم کر چکا ہو مگر ہنوز اس کے سینہ میں شکوک موجود ہوں تو میں اس سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نقشہ کے تمام نمبروں کو جو 82 ہیں لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جراحانہ ہی تسلیم کر لو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا۔ ہمارے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان سب لڑائیوں میں مسلمانوں اور فریق مخالف کا نقصان حسب ذیل تھا۔

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	1	127	259	387	ہردو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں۔
مخالف	6564	127	759	7323	
میزان	6565	127	1018	7710	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد ان شاء اللہ صحیح ہے۔

مقتولین ہردو جانب کی تعداد (1018) ہے اور 82 پر تقسیم کرنے سے فی جنگ 12.414 اوسط نکلتا ہے۔ کیا ایسی لڑائیوں کی نسبت کوئی ذی عقل یہ قرار دے سکتا ہے کہ صد ہا سالہ مذہب کے ترک کرانے اور نئے مذہب کے بہ جبر قبول کروانے کے لیے اور وہ بھی عرب جیسے خونخوار ملک میں یہ کافی مؤثر تھیں۔ دشمنوں کی تعداد اسیران کافی معلوم ہوتی ہے۔ یعنی 6564 مگر یہ تعداد بھی جزیرہ نما عرب کی وسعت کے مقابلہ میں بچ ہے اور چون کہ ان کی تعداد کے اندر بڑی تعداد (6000) ایک ہی غزوہ حنین کی ہے۔ اس لیے باقی جنگوں میں اوسط اسیران جنگ (7) رہتا ہے۔ یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تہذیبی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہم کو 6564 قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ 6347 کو نبی کریم ﷺ نے ازراہ لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا۔ صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے تھے۔ 215 قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کی بابت مجھ کو پتا نہیں چلا۔ امید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے، مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذات قدسی نے 6347 کے ساتھ لطف و احسان فرما دیا تھا اس کے الطاف سے 215 کس بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں گے۔ اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں سے نہیں ہوا۔

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متدین عرب اور تہذیب پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے، ذہنی و خونخواری کی وارداتوں کے روکنے، فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم و مستحکم بنانے، صوبوں اور نسلوں کی عداوت و مخالفت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے، استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے میں 1018 نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلہ میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں، انگلستان کو پارلیمنٹ میں لینے کے لیے جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔

زمانہ حال کے ملحدہ اعظمی (عظیم ترین جنگ) جو 14 اگست 1914ء سے شروع ہو کر تاریخ 3 مارچ 1917ء متہمدن دنیا کے حصہ کثیر پر جاری رہی ہے) کے نقصانات کو دیکھو۔ انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کے لیے اب تک لاکھوں نفوس اور اربوں اشرافیوں کو خاک و خون میں ملا دیا گیا۔ سینکڑوں جہاز سمندر میں فرق ہو چکے ہیں۔ تجارت عالم مخدوش ہو گئی ہے۔ عیش و آرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں۔ بایں ہمہ امید حصول مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔ ①

خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابی کا جنھوں نے فریقین کی صرف اور صرف 1018 قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و

① اخبار ہمد 17 اپریل 1919ء نے جنگ عظیم (18-1914ء) کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے۔ روس 17 لاکھ، جرمنی 16 لاکھ، فرانسیسی 13 لاکھ، ستر ہزار (70000)، اٹلی 4 لاکھ ساٹھ ہزار (460000)، آسٹریا 8 لاکھ، برطانیہ 7 لاکھ، ترکی 2 لاکھ، 50 ہزار، جرمنیم ایک لاکھ 2 ہزار۔ بلغاریہ ایک لاکھ۔ رومانیہ ایک لاکھ، سربیا، مانیٹیر، ایک لاکھ۔ امریکہ 50 ہزار، میزان 73 لاکھ 38 ہزار۔ مضمون نگار کو شک ہے کہ انگلستان و فرانس کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نوآبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں مگر یہ قرار ہے کہ زخمیوں، اسیروں اور گمشدہ کی تعداد مذکورہ بالا اعداد میں شامل نہیں۔

اخلاقی و مادی ولی فوائد حاصل کیے تھے، جن کو بہ حیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔ اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑ دیکر مقدسین کی لڑائیاں لو۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا۔ انکی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ (John Devon Port) نے اپنی کتاب ”اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن“ (Apology for Muhammad and Quran) میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ (1,20,00000) بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔^[1]

ایکلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار (3,40,000) عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں سے بیس ہزار (32000) آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔^[2]

فصل نمبر 1

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ﴾ [النساء: 135]

ملک یورپ کی جنگ عظیم میں جو اگست 1914ء سے جاری ہوئی میں نے انگریزی اخباروں کو دیکھا کہ رول آف آزرز کے نام سے ان بہادران جنگ کے نام شائع کرتے ہیں جنہوں نے ملک اور بادشاہ کے لیے اپنے سر کٹوائے تھے۔ میرے دل میں زور سے یہ تحریک ہوئی کہ اس کتاب میں ان مقدسین کے مبارک ناموں کی فہرست ضرور شامل کی جائے جنہوں نے سرور کائنات ﷺ کے سامنے خاک و خون میں مل کر صداقت اور حقانیت پر اپنی زندگی کو نثار کیا۔ وہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہم کو بتا رہا ہے۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَاسْتَبْشِرُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: 169-171]

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو، وہ تو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے جو کچھ ان کو ملا، اس پر خوش ہیں اور ان لوگوں کو جو ان سے نہیں ملے بشارت دیتے ہیں کہ اب انہیں کوئی خوف اور غم نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل پر خرم و شاداں ہیں اور اللہ تعالیٰ تو مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔“

وہ جن کی شان بلند میں رب العظیم فرماتا ہے:

﴿رَجُلًا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ﴾ [الاحزاب: 23] ”وہ جو اس مرد کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔“

مجھے کسی کتاب میں ایسی فہرستیں مرتب شدہ نہ ملیں، اس لیے ان کتابوں کو پڑھا جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات پر لکھی گئی ہیں۔ ان جواہر ریزوں کو جن چن کر اپنی کتاب کی آرائش کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے۔ ہر معونہ اور موتہ کی فہرستیں ہنوز تکمیل طلب ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی رہی تو ان شاء اللہ پوری کروں گا، ورنہ اس کی کو کوئی اور صاحب پورا کریں۔

① شہدائے بدر رضی اللہ عنہم

1	جعفی بن صالح رضی اللہ عنہ	قوم ملک سے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مہج سید الشهداء ①
2	عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی رضی اللہ عنہ	قرشی المطلبی، ابوالمحارث یا ابو معاویہ کنیت۔ 63 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ سب سے پہلے اسلامی سریہ کے سردار یہی بنائے گئے تھے۔
3	عمیر بن ابووقاص (مالک) بن اہیب بن عبد مناف رضی اللہ عنہ	قرشی الازہری حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ احد العشرة المبشرۃ کے برادر خورد ہیں۔ سولہ (16) سال کی عمر تھی نبی ﷺ نے ان کو بوجہ صغر سنی واپسی کرنا چاہا تو یہ رو پڑے اس لیے اجازت دی گئی۔ لڑے اور خنداں خنداں روضہ رضوان کو سدھارے۔
4	عاتل بن بکیر بن عبد یاسیل رضی اللہ عنہ	لشی ان کے بھائی خالد کا نام شہداء درجہ میں ہے۔
5	عمیر بن عبد عمیر بن ہنہلہ رضی اللہ عنہ	ذوالشمالین لقب ابو محمد کنیت حلیف بنو زہرا
6	عوف یا عوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ	انصاری بخاری۔ عفرہ ان کی والدہ کا نام ہے والد کا نام حارث ہے۔
7	معوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ	نمبر 6 کے برادر شقیق
8	حارث یا حارث بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہ	ان کی والدہ انس بن مالک کی پھوپھی ہیں حلق پر تیر لگا تھا۔
9	یزید بن حارث یا حرث بن قیس بن مالک رضی اللہ عنہ	انصاری بخاری۔ مواخات میں ذی الشمالین نمبر 5 کا بھائی تھا۔
10	رافع بن معلی بن لوذان رضی اللہ عنہ	انصاری
11	عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ	انصاری السلمی۔ حضرت عبیدہ نمبر 2 کے ساتھ مواخات تھی۔ دونوں ایک ہی میدان میں سرخرو ہو کر رونق افروز جنت ہوئے۔ میدان جنگ میں ان کا جزیہ تھا: رخصاء الی اللہ بغیر زاد الا التقی وعمل المعاد والصبر فی اللہ علی العباد وکل زاد عرضۃ النفاق غیر التقی والبر والرشاد
12	عمار بن زیاد بن سکین بن رافع رضی اللہ عنہ	انصاری الاشہلی
13	سعد بن خیشمہ الانصاری الدوسی ابو عبد اللہ کنیت سعد الخیر لقب رضی اللہ عنہ	نقیب محمدی ﷺ تھے، باپ نے کہا کہ تم ٹھہرو، میں جاتا ہوں، انھوں نے کہا کہ باپ مجھے بہشت میں جانے سے نہ روکو۔ ان کے والد خیشمہ غزوہ

① زرقانی جلد 1 ص 444۔ یہ اسلامی کی فیاضی و مسادات ہے کہ غلام بھی باطنی اسلام ﷺ کی مبارک زبان سے "سید الشهداء" کا خطاب حاصل کر لیتا ہے۔ کیا کسی قوم یا مذہب میں ایسی تقریر ملتی ہے؟

14	مہشر بن عبد المنذر بن زبیر بن زید رضی اللہ عنہ	احد میں شہید ہوئے۔ پس یہ شہید صحابی بن صحابی ہیں۔ الانصاری الاولیٰ (3)
		الانصاری الاولیٰ

(2) شہدائے غزوہ سويق

1	معبد بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ	
2	ایک حلیف معبد مذکورہ بالا کا	

(3) شہدائے احد (مہاجرین رضی اللہ عنہم)

1	حزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب ہاشمی	عم النبی ﷺ، اسد اللہ و رسولہ لقب، سید الشہداء خطاب۔
2	عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ الاسدی القرشی	المجدع فی سبیل اللہ لقب، نبی ﷺ کے پھوپھیرے بھائی۔
3	شمس بن عثمان رضی اللہ عنہ بن شریہ قرشی المخزومی	بدری، دو ہجرتیں کیں، عمر بوقت شہادت 24 سال
4	مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی۔ القرشی العبدری	دو ہجرتیں کیں۔ اولین مہاجرین مدینہ، انصار کے دو قبیلے ان کی تعلیم سے داخل اسلام ہوئے۔ بدر اور احد میں راۃ نبوی ﷺ انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کی شہادت کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملا۔ بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں۔ المقری القاری لقب۔ عمر بوقت شہادت 40 سال

(4) شہدائے احد الانصار رضی اللہ عنہم

5	انس بن نصر بخاری رضی اللہ عنہ	انس بن مالک کے چچا ان کے جسم پر اسی (80) سے زیادہ زخم تیر و تلوار اور نیزہ کے تھے۔ بیان بزرگوں میں ہیں جن کی شان میں آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ (احزاب: 23) نازل ہوئی۔ جب لشکر اسلام میں بھاگڑ پڑ گئی تو انھوں نے کہا: اے اللہ! میں مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور مشرکین کے کړتوت سے براءت ظاہر کرتا ہوں۔ پھر تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بولے سعد! دیکھو یہ ہے بہشت، واللہ! مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ حملہ کیا لاشوں پر لاشے گراتے ہوئے شہید ہوئے۔
---	-------------------------------	---

(3) زرقانی میں ہے: استشهد يوم بدر من المسلمين اربعة عشر رجلا جلد اول ص 444 فہرست کے نام زرقانی اور اللہ تعالیٰ کے شفق علیہ ہیں۔ بعض نے 22 تعداد بتائی ہے مجھے ان کے علاوہ سعد بن خولی اور عثمان بن یثربہ فیہری اور عبد اللہ بن سعید بن عامر اموی کے نام بھی ملے ہیں۔ اس طرح فہرست کے اسامی کی تعداد 17 ہے۔

6	انیس بن قنادہ بن ربیع بن خالد بن حارث رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔	
7	ابو ہبیرہ بن حارث بن علقمہ بخاری رضی اللہ عنہ ان کا نام ہی ابو ہبیرہ ہے۔ ابواسیرہ ان کے بھائی ہیں۔ (ابواسیرہ کا نام شہداء احد میں صرف واقدی نے لکھا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ غلطی ہے۔)	
8	اوس بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔	
9	ایاس بن اوس بن عتیک اشجلی رضی اللہ عنہ ان کے بھائی غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔	
10	اوس بن ثابت مزی رضی اللہ عنہ برادر حضرت حسان شاعر رسول مکی رضی اللہ عنہ	
11	رفاعہ بن قش بن زعبہ بن عمرو بن عبد اللہ اشجلی رضی اللہ عنہ بوقت شہادت بہت بوڑھے تھے۔	
12	ثابت بن قش رضی اللہ عنہ رفاعہ کے برادر حقیقی۔	
13	عمرو بن ثابت بن قش رضی اللہ عنہ حذیفہ بن یمان صحابی کے بھانجے۔	
14	سلمہ بن ثابت بن قش رضی اللہ عنہ بشرح صدر	
15	ثابت بن عمرو بن زید بخاری رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔	
16	ثابت بن وحاد رضی اللہ عنہ بنو نجلان سے ہیں۔ انہی نے کہا تھا: اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ قَتِيلًا لَّانَ اللَّهُ حَتَّى لَا يَمُوتَ۔ انہوں نے انصار کی مختصر جماعت کو فراہم کر کے حملہ کیا تھا۔ اس غزوہ کے سب سے آخری شہید ہیں۔	
17	ثعلبہ بن سعد بن مالک ساعدی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔	
18	ثقیب (ثقیب) بن فروہ بن بدن بن ساعدی رضی اللہ عنہ انساب انصار کے بڑے عالم تھے۔	
19	حارث بن اوس بن معاذ اشجلی رضی اللہ عنہ بدری حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے برادرزادے عمر بوقت شہادت 28 سال۔	
20	عمرو بن معاذ اشجلی رضی اللہ عنہ بدری حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے برادر عمر 32 سال	
21	حارث بن انس بن رافع اشجلی رضی اللہ عنہ بدری	
22	حارث بن عبد اللہ بن سعد بن عمرو خزرجی رضی اللہ عنہ	
23	حارث بن ثابت بن سفیان بن عدی خزرجی رضی اللہ عنہ	
24	حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ از بنو ساعدہ	
25	حبیب بن زید بن حمیم۔ بیاضی رضی اللہ عنہ	
26	حظلمہ بن ابی عامر، اوسی رضی اللہ عنہ اللہ کی شان، اس کا لقب غسیل الملائکہ ہے اور ان کے باپ کا لقب	

		فاسق۔ حضرت حظلہ کے فرزند عبداللہ بھی صحابی اور شہید ہیں۔ وہ یوم الحمرہ کو 33ھ میں شہید ہوئے۔
27	خارجہ بن زید بن ابوزہر خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی بدری ان کا خاندان بنو اعز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی دختر حبیبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان کے فرزند زید بن خارجہ کا بعد الموت تکلم کرنا روایات میں ہے۔ حضرت خارجہ کے جسم پر دس سے زیادہ زخم تھے۔ مواخات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔
28	سعد بن ربیع خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، نقیب محمدی، حضرت خارجہ نمبر 27 کے ابن عم۔ دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ بقیہ ذکر جلد اول میں ہے۔
29	جناب بن قحطی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ	
30	صہبی بن قحطی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ	نمبر 29 کے حقیقی بھائی ہیں اور ابوشیح بن تیہان نمبر 48 کے بھانجے ہیں۔
31	خیشمہ بن حارث بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ	ان کے فرزند سعد کا نام شہدائے بدر نمبر 13 پر ہے۔
32	ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ زرقی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری۔ مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی۔ مدینہ میں اسلام سب سے پہلے یہ اور اسعد بن زرارہ لے کر گئے تھے۔
33	رافع بن مالک بن عجلان زرقی خزرجی رضی اللہ عنہ	ابو مالک کنیت، نقیب محمدی۔ عقبی ہر سبعت 6 میں 12 میں 70 میں شامل ہیں۔
34	رافع مولیٰ غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	
35	رفاعہ بن عمرو بن زید خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، ابولید کنیت
36	سعد بن سعید بن سدید بن قیس بن الجبر رضی اللہ عنہ	خدری ہیں۔
37	سہل بن عدی بن زید بن عامر اشہلی رضی اللہ عنہ	
38	سہل بن قیس بن ابی کعب بن قیس رضی اللہ عنہ	بدری۔ اسلمی
39	سہیل بن حاطب بن قیس بن ہبشہ رضی اللہ عنہ	اوسی
40	سویق بن حاطب بن حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ	
41	صخرہ بن عمرو (بشر) رضی اللہ عنہ	بنو حلیف من الخزرج کے حلیف تھے۔
42	عبداللہ بن جبیر بن نعمان رضی اللہ عنہ	عقبی بدری، اس غزوہ میں سردار تیر اندازوں سے تھے۔
43	عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	ساعدی
44	عبداللہ مجز بن زیاد بلوی رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔ انصار کے حلیف تھے۔

45	عبادہ بن خشاش بن عمرو بن زمرہ رضی اللہ عنہ	
46	نعمان بن عبد عمرو بن مسعود رضی اللہ عنہ	بدری ہیں، نمبر 44، 45، 46 ایک قبر میں مدفون ہوئے۔
47	عامر بن امیہ بن زید بن خشاش بخاری رضی اللہ عنہ	بدری۔ ان کے فرزند ہشام بھی صحابی ہیں۔
48	عبید (عتیک) بن تیمان بن مالک رضی اللہ عنہ	ابو شیح کنیت، بدری، عقیقی ہیں۔
49	یسار رضی اللہ عنہ	نمبر 48 کے آ زاد کردہ غلام ہیں۔
50	عبید بن معلی بن نوذان بن حارث رضی اللہ عنہ	ان کے بھائی رافع کا نام شہدائے بدر میں نمبر 12 پر ہے۔
51	عباس بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہ	مہاجر و انصاری ہیں، عقیقین میں حاضر تھے۔ عثمان بن مظعون سے مواخات تھی۔
52	عامر بن مقلد بن حارث بخاری رضی اللہ عنہ	بدری ہیں، ان کی نسل باقی نہیں رہی۔
53	عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ	کے از عوف
54	عمرو بن مطرف یا مطرف بن علقم بن عمرو بن مکتف رضی اللہ عنہ	ابو حمام
55	عتبہ بن ربیع بن رافع رضی اللہ عنہ	خدری خزرجی
56	عباد بن سہل بن مخرمہ رضی اللہ عنہ	اشہلی۔ اوسی
57	عبداللہ بن عمرو بن حرام السلمی خزرجی رضی اللہ عنہ	بدری، نقیب محمدی، ابو جابر کنیت۔ مشہور صحابی جابر کے والد۔ حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے ان کے جنازہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا تھا اور رب العالمین نے ان سے حضوری میں بعد شہادت کلام فرمایا تھا۔
58	عمرو بن جموع بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ	سید الانصار تھے، پاؤں میں لنگ تھا۔ فرمایا یوں ہی نکلنا ہوا بہشت میں جا پہنچوں گا۔ گھر سے چلے تو یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الشَّهَادَةَ وَلَا تَرُدَّنِي اِلٰی اَهْلِيْ خَابًا۔ یہ نہایت سچی تھی۔ یہ شعر ان کی صفت میں کہا گیا ہے۔ اِذْ جَاءَهُ السُّوَالُ اَذْهَبَ مَالُهُ وَقَالَ خُذُوهُ اِنَّهُ عَائِدٌ غَدًا
		نمبر 57، 58 ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ نمبر 57 کی بہن ہند ① نمبر 58 کی اہلیہ ہیں۔
59	خلاد بن عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ	بدری نمبر 58 کے فرزند ہیں۔
60	ابو ایمن رضی اللہ عنہ	نمبر 58 کے آ زاد کردہ غلام ہیں۔

① سیرت کی تمام کتابوں میں ایک صحابیہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ احد میں ان کے شوہر اور بھائی اور بیٹے نے شہادت پنا تھا۔ لہذا اس صیب زوجہا و اخوها و امہا اور انھوں نے ان سب کی خبر شہادت بن بن کر بھی نبی ﷺ کی زیارت اور خیر و عافیت معلوم کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ حضور ﷺ کو دیکھا تو کہا: ۞

61	عمارہ بن زیاد بن سکین بن رافع رضی اللہ عنہ	اشہلی ہیں۔ ان کے جسم پر 14 زخم تھے۔ نبی ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک کو ان کا سر بانہ بنا دیا تھا۔ جب روح نکلی ان کے رخسار حضور ﷺ کے قدم مبارک پر تھے۔
62	یزید بن سکین رضی اللہ عنہ	ابو اسماء کنیت، عمارہ نمبر 61 کے چچا ہیں۔ عامر بن یزید ان کے فرزند بھی اسی روز شہید ہوئے تھے۔
63	عمر و لہ قیس بن زید بن سواد بن مالک رضی اللہ عنہ	بنو نجار سے ہیں۔
64	قیس بن عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ	نمبر 63 کے فرزند ہیں۔
65	قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صحر رضی اللہ عنہ	مازنی بدری ہیں۔
66	مالک بن سنان رضی اللہ عنہ	ابو سعید خدری کے باپ ہیں۔
67	نوفل بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	سالمی الخزرجی بدری ہیں۔
68	یزید بن حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ	اشہلی
69	وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ	نمبر 69 نمبر 70 دونوں چچا بھتیجا ہیں۔ جب حنین سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے تھے۔ شہر کو لوگوں سے خالی دیکھا، معلوم ہوا کہ سب میدان احد میں مصروف کارزار ہیں۔ فوراً نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام لائے اور شہید ہو کر فردوس کو سدھارے۔
70	حارث بن عقبہ بن قابوس رضی اللہ عنہ	

تتمہ

حسین یمان بن جابر العسی القطعی رضی اللہ عنہ	مشہور صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچہ اشتباہ مارے گئے۔
---	---

اللہ تعالیٰ مصیبتہ بعلقہ جملہ آپ سلامت ہیں تو ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے، مجھے کسی کتاب میں ان خاتون باندہ پاک کا نام نہ ملا۔ آخر شہداء امدادی قرابت مندی کے سلسلہ پر نظر ڈالی اور پھر صحابیات میں ایسی خاتون کا نام تلاش کیا، جن کے تینوں ایسی خاتون شہداء میں ہوں، مجھے اس تلاش میں کئی مہینے گزر گئے۔ الحمد للہ! کہ مجھے کامیابی ہوئی۔ یہ خاتون ہندو بھتیجا ہیں۔ علاوہ بدری ان کا فرزند ہے۔ عبداللہ بدری و عقبہ لہدی ان کا بھائی ہے۔ عمرو بن جموح سید الانصار ان کے شوہر یہ سب جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ یہ خاتون ہر سلاشوں کو اونٹ پر لا کر احد سے مدینہ لے گئیں اور پھر جنگ شہیدان میں شامل کرنے کے لیے احد میں لائی گئیں۔ بے شک ایسی قوی ایمان کی خاتون ایسے ہی اعلیٰ گھرانے کی ہو سکتی ہیں۔ جن کا ہر فرد ایمان اور عمل میں نہایت ممتاز تھا۔

ایک روایت میں اصیب زوجہا و اخوہا و ابوہا ہے۔ یعنی شوہر، برادر اور پدر شہید ہوئے تھے۔ ایسی خاتون کا نام میں متعین نہیں کر سکا۔ اسماء بنت یزید بن سکین رضی اللہ عنہا سے درجہ کی خاتون ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رسولہ النساء ہو کر آئی تھیں۔ ان کے والد یزید بن سکین اور بھائی عامر بن یزید شہداء احد میں ہیں، لیکن مجھے کسی کتاب میں ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اگر کسی روایت میں ان کے شوہر کا نام مل جاتا اور وہ نام اس فہرست میں پایا جاتا تو اس روایت کے مصداق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہوتیں۔ یہ بڑے درجے کی خاتون ہیں اور خود بھی جنگ یرموک میں کفار سے جنگ کرتی ہوئی شہید ہوئی تھیں۔

- ① الاستیعاب نے شہداء بدر میں ایک نام عمار بن زیاد بھی روایت ابن ابی شیبہ لکھا ہے۔ وہ شاید ان کے بھائی ہیں۔
 ② صحیح بخاری میں روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے کہ یوم احد کو ستر (70) مسلمان شہید ہوئے۔ بخاری 4078

تنبیہ

چند نام مالک بن ایاس اور حارث بن عدی بن خرشہ اور ایاس بن عدی چھوڑ دیے ہیں کیوں کہ امام اہل سیرا بن اہل خلق رحمہ اللہ نے ان کی روایت نہیں کی۔ جو اسماء لکھے گئے ہیں وہ علمائے سیر کے نزدیک متفقہ ہیں اور صحیح ہیں۔ ان شاء اللہ۔

شہدائے یوم الرجب رحمہم اللہ (8)

1	مرشد بن کنعان بن حصین غنوی رحمہم اللہ	ان کا سلسلہ نسب سعد بن قیس بن عیوان تک پہنچی ہوتا ہے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی، دونوں بدری ہیں۔ جن مسلمانوں کو مکہ میں قریش نے اسلام لانے کی بنا پر قید کر رکھا تھا۔ مرشد مدینہ سے آتے جیل کی دیوار پھاند کر اندر جاتے۔ ان میں سے ایک مسلمان کو اٹھاتے۔ دیوار کو کرا سے نکال لے جاتے۔ اسی طرح کئی مسلمانوں کو رہائی ہوئی۔
2	غیب بن عدی انصاری رحمہم اللہ	ان کا ذکر رحمۃ اللعالمین جلد اول میں ہے۔
3	عاصم بن ثابت بن ابی قیس انصاری رحمہم اللہ	ابو سلمان کنیت ہے۔ بدری ہیں اور اوی۔
4	زید بن وحید انصاری بیاضی رحمہم اللہ	بدری واحدی ہیں۔ کفار نے ان کو پھانسی دیا تھا۔ پھانسی کے نیچے جا کر کہنے لگا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ نبی ﷺ نے آئندہ ہر مقتول کے لیے اس نماز کو مسنون فرما دیا۔
5	زید بن مزین انصاری بیاضی رحمہم اللہ	
6	عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی رحمہم اللہ	
7	مغیث بن عبیدہ بن ابی ایاس بلوی رحمہم اللہ	نمبر 7، نمبر 6 بھائی ہیں۔
8	خالد بن کبیر بن عبد یاسل رحمہم اللہ	

شہدائے بیسرمعوضہ رضی اللہ عنہم (26)

1	منذر بن عمرو بن حنیس انصاری ساعدی رحمہم اللہ	عقبی بدری، لقب محمدی الملقب لقب سید الشہداء خطاب ہے۔ مواخات میں طلب بن عمرو کے بھائی بنے۔
2	حکم بن کیاں۔ مولی ہشام مخزومی رحمہم اللہ	نخلہ میں اسیر ہو کر آئے تھے۔ مشرف باسلام ہو کر پھر فائز شہادت ہوئے۔
3	حرام بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری رحمہم اللہ	بدری، احدی، ان کی بہن ام سلیم رحمہم اللہ حضرت انس بن مالک رحمہم اللہ کی والدہ اور مشہور صحابیہ ہیں۔ دوسری بہن ام ملحان بھی صحابیہ ہیں۔ یہ جب زخمی

① علمائے سیر نے اصحاب رجب کی تعداد چھ (6) لکھی ہے۔ حسان بن ثابت رحمہم اللہ کے اشعار میں بھی 6 کے نام ملتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد 10 بتائی گئی ہے۔ ان میں سے آٹھ (8) نام مل گئے ہیں۔

		ہوئے تو اپنے خون کو ہاتھ میں لے کر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے برب کعبہ مجھے اپنا مقصود مل گیا۔
4	سلیم بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری رضی اللہ عنہ	نمبر 3 کے برادر شفیق ہیں۔
5	حارث بن صمد انصاری بخاری رضی اللہ عنہ	جنگ بدر میں شامل ہونے کو آرہے تھے کہ راہ ہی میں زخمی ہو گئے۔ اُحد کے بہادران ثابت قدم سے ہیں۔ بوقت شہادت ان کو دشمنوں نے تیروں سے پرو پرو کر شہید کر دیا۔
6	ثابت بن خالد بخاری رضی اللہ عنہ	جنگ بدر و اُحد میں حاضر تھے۔
7	عامر بن فہرہ موالی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	قوم ازد سے تھے۔ سیاہ چروہ، روشن دل، قدیم الاسلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ سفر ہجرت میں ہمرکاب نبی ﷺ تھے۔ عمر بوقت شہادت 40 سال، عامر بن طفیل ان کے قاتل کا بیان ہے کہ جب انکے نیزہ مارا تو ان کے جسم سے ایک نور ساطع ہوا۔ قاتل یہی کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ان کی لاش مقتل میں نہیں ملی تھی۔
8	عروہ بن ساء بن صلت رضی اللہ عنہ	یہ بنو سلیم سے تھے۔ قاتل بھی اسی قبیلہ کا تھا۔ اس نے ہم قومی کی وجہ سے ان کو امان دینی چاہی۔ انھوں نے مسلمانوں سے الگ ہونے سے انکار کر دیا۔
9	عائذ بن معص بن قیس بن خلدہ رضی اللہ عنہ	انصاری الزرقی اور بدری ہیں۔
10	معاذ بن معص ایضاً رضی اللہ عنہ	نمبر 9، 10 برادران شفیق ہیں۔ بدری واحدی
11	مسعود بن قیس بن خالد رضی اللہ عنہ	نمبر 10 کے برادر عم زاد
12	سفیان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ	بنو بخت سے ہیں۔
13	مالک بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ	نمبر 12 کے برادر شفیق
14	سفیان بن حاطب بن امیہ رضی اللہ عنہ	انصاری، ظفری، اُحد میں حاضر تھے۔
15	سہیل بن عامر بن ثقف رضی اللہ عنہ	انصاری
16	سعد بن عمرو بن ثقف رضی اللہ عنہ	نمبر 15 کے برادر عم زاد ہیں۔
17	طفیل بن سعد بن عمرو بن ثقف رضی اللہ عنہ	جنگ اُحد میں حاضر تھے۔ نمبر 16 کے فرزند ہیں۔
18	سہل بن عمرو بن ثقف رضی اللہ عنہ	نمبر 16 کے برادر حقیقی۔
19	قطبہ بن عبد عمرو بن مسعود بن عبد الاشہل رضی اللہ عنہ	انصاری، خزرجی۔

20	منذر بن محمد بن عقبہ رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی، بدری، احدی۔
21	نافع بن بدیل بن ورقہ رضی اللہ عنہ	از بنو کعب
22	انس بن معاویہ رضی اللہ عنہ	از بنو عمرو بن مالک
23	ابی بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ	ابو الفتح کنیت
24	ابی بن معاذ بن انس رضی اللہ عنہ	انصاری، بخاری، بدری، واقدی نے ان کو اور ان کے بھائی کو اس سر یہ کے
25		شہداء میں شمار کیا ہے۔
26	مسعود بن خلدہ بن عامر بن زریق رضی اللہ عنہ	بدری، احدی، بعض نے ان کو شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔

شہید مرسیع رضی اللہ عنہ (1)

1	ہشام بن صباہ لیشی رضی اللہ عنہ	مقبوس بن صباہ کے بھائی ہیں اور ایک مسلمان کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہوئے۔
---	--------------------------------	--

شہدائے خندق (6) رضی اللہ عنہم

1	انس بن اوس بن عتیک بن عمرو رضی اللہ عنہ	انصاری، اشہلی احد میں حاضر تھے۔ تیرے شہید ہوئے۔ ان کے بھائی ایاس جنگ احد میں شہید ہوئے۔
2	عبداللہ بن کھل بن زید رضی اللہ عنہ	انصاری، حارثی، بدری ہیں۔
3	اعلیٰ بن عتہ بن عدی رضی اللہ عنہ	سلمیٰ خزرجی، عقبیٰ، احدی ہیں۔
4	طفیل بن مالک بن نعمان رضی اللہ عنہ	انصاری سلمیٰ، بدری، غزوہ احد میں 31 زخم کھائے تھے۔ شفا یاب ہو کر جنگ خندق میں شہید ہوئے۔
5	کعب بن زید بن قیس بن مالک رضی اللہ عنہ	انصاری، بدری، پیر معوند کے ستر (70) اصحاب میں سے یہی زندہ بچے تھے۔
6	سعد بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہ	اشہلی، خزرجی، سید الاوس یوم خندق میں تیر لگا۔ ایک ماہ زخمی رہے۔ نبی ﷺ نے بدست خاص دو ہار جراحی فرمائی۔ اھتر لہ، عرش الو حطنن ترجمہ: اللہ کا عرش جھوم گیا۔ انھی کی شان میں ہے۔

شہدائے بنو قریظہ (2) رضی اللہ عنہم

1	خدا بن سوید بن العلیہ رضی اللہ عنہ	انصاری الخزرجی، عقبہ و بدر واحد و خندق میں شامل تھے۔
---	------------------------------------	--

۱) پیر معوند کے شہداء کی تعداد انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے 70 بیان کی ہے۔ مجھے صرف 26 نام ملے، بخاری: 4078

2	شان بن حصن رضی اللہ عنہ	یہ نام سیرت ابن دحلان سے لیا ہے۔ الاستیعاب میں شان بن وہب بن حصن ہے اور غالباً یہی صحیح ہے۔ واقدی نے ان کا انتقال 32ھ میں ہونا تحریر کیا ہے جو غالباً صحیح نہیں ہے۔
---	-------------------------	---

شہدائے غزوہ غابہ (3) رضی اللہ عنہم

1	ذریعہ بن ابی ذریعہ رضی اللہ عنہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کیے جانے کی خبر پہلے سے بتادی تھی۔
2	محرز بن اھلہ رضی اللہ عنہ	بنی اسد میں سے تھے۔ غزوات بدر واحد اور خندق میں شامل تھے۔
3	دقاص بن محرز رضی اللہ عنہ	بنو مدیج سے ہیں۔

شہدائے ذی القصدہ (5) رضی اللہ عنہم

1	سلکان بن سلامت بن قوش بن رعبہ رضی اللہ عنہ	انصاری، اُشبلی ابونا کدکیت
2,3	حارث بن اوس بن معلیٰ بن لوذان رضی اللہ عنہ	ان کے چچا رافع جنگ بدر میں اور دوسرے چچا عبید رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔
4	دوکس از قبیلہ مزینہ رضی اللہ عنہ	
5	یکس از بنو عطفان رضی اللہ عنہ	

شہید سریہ واوی القریٰ (1) رضی اللہ عنہ

1	درد بن مرداس رضی اللہ عنہ	
---	---------------------------	--

شہید عربین رضی اللہ عنہ (1)

1	ایسار بنی رضی اللہ عنہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔
---	------------------------	-------------------------------------

شہید غزوہ واوی القریٰ (1) رضی اللہ عنہ

1	مدم رضی اللہ عنہ	حبشی غلام۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔
---	------------------	---

شہدائے خیبر (19) رضی اللہ عنہم

1	اوس بن حبیب رضی اللہ عنہ	انصاری۔ حصن نام پر شہید ہوئے۔
2	اوس بن فاکہ (یا فاکک) رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی

(3) شہدائے بنو قریظہ میں سے دو کے نام اور تین کے نام مل پتے ملے ہیں۔ واقدی رضی اللہ عنہ نے ابویس، نعمان، حمیر، حمیرہ ابو بردہ کے نام لکھے ہیں لیکن ذرہ فی بیض نے ان کی صحت سے انکار کیا ہے۔

3	اوس بن عاصم رضی اللہ عنہ	
4	اسلم رضی اللہ عنہ	خیبر کے کسی یہودی کے غلام جشی۔ میدان خیبر ہی میں اسلام لائے۔ اسی روز خلعت شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کی لاش خیمہ میں رکھی گئی۔ نبی ﷺ لاش دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو جھٹ لوٹ آئے۔ فرمایا اس کے پاس تو اس کی بہشتی بیوی از قسم حور میٹھی ہوئی ہے۔
5	ثابت بن واثلہ رضی اللہ عنہ	
6	حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی، حدیبیہ، احد، خندق میں شامل تھے۔ غزوہ بدر کے وقت نبی ﷺ نے ان کو کسی اور خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ قلعہ سے تیرا یا۔ دماغ کی ہڈی ٹوٹ جانے سے شہید ہوئے۔
7	رفاع بن مسروح رضی اللہ عنہ	بنو اسد سے ہیں۔ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔
8	ربیعہ بن اسلم بن سخرہ رضی اللہ عنہ	اسدی مہاجر۔ ابو یزید کنیت۔ بدر، احد، خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ قد بہت چھوٹا تھا مگر بہت نہایت بلند۔ عمر بوقت شہادت 34 سال تھی۔
9	سلیم ولد ثابت بن قیس بن زعہ رضی اللہ عنہ	احد، خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ مرحب یہودی کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد اور دو بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔
10	عامر بن اکوع (شان) رضی اللہ عنہ	مشہور پہلوان صحابی سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔
11	عبداللہ بن ابوامیہ بن وہب رضی اللہ عنہ	بنو اسد بن عبد العزی کے حلیف اور بھانجے تھے۔ ان کا نام صرف واقدی نے لیا۔
12	عبداللہ بن یسب بن اہیب رضی اللہ عنہ	اسعدی۔ لیشی
13	عدی بن مرہ بن سراقہ بن خباب رضی اللہ عنہ	بلوی (القضاہ) چھاتی میں نیزہ لگنے سے شہید ہوئے۔
14	عروہ بن مرہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ	انصاری
15	عمار بن عقبہ رضی اللہ عنہ	از بنو عصار بن ہلیل تیرے شہید ہوئے۔
16	ابوسفیان بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ	انصاری
17	عمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی، ابو قیساح کنیت، بدر، احد، خندق، حدیبیہ میں شامل تھے۔
18	مسعود بن سعد بن عامر بن عدی رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی، بدری ہیں۔

(3) اہل سیر نے شہدائے خیبر کی تعداد 15 لکھی ہے۔ مجھے تلاش کرتے ہوئے 23 نام ملے 19 فہرست بالا میں درج ہیں۔ باقی چار میں سے زئیف بن وائل کا نام صرف واقدی نے اور زئیف بن حبیب کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔ بشیر بن براد بن عمرو کا انتقال خاتمہ جنگ کے بعد زہراؓ کو گوشت کے کھانے سے ہوا تھا جو نبی ﷺ کے لیے نہی یہودیہ نے بھیجا تھا۔ بشیر بن عبدالمند رکی بابت دور روایات ہیں۔ (1) بدر میں شہید ہوئے۔ (2) جنگ خیبر میں شہید ہوئے۔ میرے نزدیک روایت اذل حق قوی ہے۔

19	محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ	انصاری حارثی اُحد و خندق میں حاضر تھے۔ دیوار قلعہ کے نیچے تھے کہ چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا۔ تین یوم زخمی رہ کر شہید ہوئے۔
----	-----------------------------	--

شہید سریہ خربہ رضی اللہ عنہ (1)

1	مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ	بنو فزازہ سے تھے۔
---	----------------------------	-------------------

شہید سریہ ابن ابی العرجاء رضی اللہ عنہ (1)

1	حزم بن ابی العرجاء رضی اللہ عنہ	
---	---------------------------------	--

شہید اطلح رضی اللہ عنہ

1	کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	انصاری، کبار صحابہ میں سے ہیں۔ نبی ﷺ ان کو اکثر سرایا میں سردار ہی بنایا کرتے تھے۔ دولابی وغیرہ کا قول ہے کہ دس (10) میں سے صرف یہی بچے تھے۔ ابن اخطاب کا قول ہے کہ سب ہی شہید ہوئے۔ دس میں سے صرف ان کا نام ملا ہے۔
---	--------------------------	--

شہدائے موت (14) رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر لازوی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ شریعیل بن عمرو الغسانی گورنر شام نے ان کو باندھ کر قتل کر دیا۔ اس مظلوم قتل کی وجہ سے یہ لشکر کشی کی گئی تھی۔ نبی ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا تھا اور لشکر کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ ”اگر زید رضی اللہ عنہ مارے جائیں تو جعفر طیار رضی اللہ عنہ امارت کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں۔ وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان کسی کو اپنے میں سے سردار بنائیں۔“ (1) واقفی کی روایت ہے کہ نعمان نامی ایک یہودی بھی حاضر تھا وہ بولا کہ اگر محمد (ﷺ) سچا نبی ہے تو یہ سب مارے جائیں گے۔ پھر وہ یہودی ازراہ شرارت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ وصیت کر جاؤ۔ کیوں کہ محمد (ﷺ) سچا نبی ہے تو تم واپس نہ آؤ گے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَشْهَدُ اَنْهُ رَسُوْلٌ صَادِقٌ نبی ﷺ نے رخصت کے وقت ان الفاظ سے لشکر کو مخاطب فرمایا تھا:

اغْزُوا بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ لَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغْلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا وَلَا اِمْرَاةً وَلَا

كَبِيْرًا قَانِيًا وَلَا مُنْعَزًا بِصَوْمِ مَعَةٍ وَلَا تَقْرَبُوْا نَحْلًا وَلَا شَجَرَةً وَلَا تَهْدِمُوْا بِنَاءً۔ (2)

”اللہ کے نام اور اللہ کی راہ میں منکرین حق سے غزا کرو۔ دیکھو عذر نہ کرنا، غل سے بچنا، بچے کو اور عورت کو اور بوڑھے کو

اور مندروں میں رہنے والوں کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت یا سایہ دار درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی عمارت کو نہ گرانے۔“

(1) بخاری: 4261، مسلم: 4522، ترمذی: 1408، ابوداؤد: 2613، تہاوی: 2858، مجمع الزوائد: 256/5، کنز العمال: 11008، موطا: 448، مسند احمد: 240/4،

تاریخ بغداد: 296/4

شہداء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ زرقانی جلد دوم ص 273 پر ہے کہ ان کی تعداد بارہ (12) تھی

<p>1 زید بن حارثہ بن شریک بن امیہ بن عبد مناف</p>	<p>باپ کی طرف ان کا سلسلہ نسب قضاء تک اور والدہ سعدی بنت ثعلبہ کی جانب سے بنو طے تک پہنچتا ہے۔ ان کو ہزنوں نے ان کی والدہ سے چھین لیا اور فروخت کر دیا۔ بازار عکاظ میں حکیم بن حزام نے چار سو (400) درہم میں ان کو اپنی پھوپھی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا۔ ام المومنین نے ان کو کمال شفقت و راحت سے پرورش کیا۔ ان کے والد اور چچا ان کو لینے آئے تو انھوں نے نبی ﷺ کو چھوڑ کر جانا پسند نہ کیا۔ بدر میں حاضر ہوئے اور سات سرایا میں امیر لشکر بنائے گئے۔ امام زہری رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ سب سے اول یہی اسلام آلائے تھے۔ مسلمانوں میں صرف انہی کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا: اَلنَّعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ۔ ”انعام یافتہ خدا و انعام یافتہ رسول“ ان کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو امین کے بطن سے تھے۔ وہ محبت رسول اللہ ﷺ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے مواخات میں حضرت حمزہ کا بھائی بنایا تھا اور مقدمہ حضانت و خیر حمزہ میں ان کو اُخوتنا و مولانا کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے مکہ سے طائف تک کے لیے حجر کرایا پر لیا۔ حجر والا ڈکیتی پیشہ تھا۔ وہ ان کو سنسان ویران جنگل میں لے گیا جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوئی وہ ان کو قتل کرنے لگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھ لینے دو وہ بولا پڑھ لو۔ جن لاشوں کو تو دیکھ رہا ہے یہ بھی نمازیں پڑھنے والے ہی تھے۔ میرے ہاتھ سے تو کوئی نہ بچا۔ حضرت نے نماز پڑھی۔ تین بار یا ارحم الراحمین! کہا۔ جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے ذکیت کو قتل کر دیا۔</p>
<p>2 جعفر رضی اللہ عنہ (طیار) بن ابی طالب بن عبدالمطلب</p>	<p>ان کا مفصل حال اس کتاب کے باب اول میں ہے۔ اور ان کی تقریر بہ دربار حبش جلد اول میں درج ہے۔</p>
<p>3 عبد اللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی رضی اللہ عنہ</p>	<p>یکے دوازدہ (12) نقبائے محمدی ﷺ ہیں۔ بیعت عقبہ اور غزوات بدر و احد و خندق و حدیبیہ و عمرہ القضاء میں شامل تھے۔ نبی ﷺ کے شعراء خاص میں سے تھے۔ سخت ریاضت کش تھے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں موسم گرم تھا۔ لوگ اپنے سردوں کو اپنے ہاتھوں کے سایہ سے بچاتے تھے اس روز</p>

<p>تمام لشکر میں نبی ﷺ اور ابن رواحہ ہی روزہ سے تھے۔ جنگ موتہ کے لیے جب فوج روانہ ہونے لگی تو لوگوں نے ان کو بہ خیر و عافیت واپسی کی دعا دی۔ انھوں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔</p> <p>وَلِكَيْتَبِي أَسْأَلَ الرَّحْمَنَ مَغْفِرَةً وَضَرْبَةً ذَاتَ قَسْرٍ تَقْذِفُ الزُّبْدَ وَعُفْنَةً بِيَدِي حِرَانَ مَهْجَرَةً بِحَرْبَةٍ تَنْفِذُ الْأَحْشَاءَ وَالْكَبَدَ حَتَّى يَقُولُوا إِذَا مَرُّوا عَلَيَّ جَدَّيْ يَا أَرْسَلَ اللَّهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدًا</p> <p>میرا سوال رحمن سے یہ ہے کہ سر پر ایسی چوٹ لگے جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے نیزہ اور تلوار میرے جگر و دل کو چھید ڈالیں۔ اللہ میری مغفرت کرے اور میری لاش کو دیکھ کر لوگ کہیں۔ شاباش غازی خوب کام کر گیا۔</p> <p>ان کو فوج کی کمانڈ حضرت زید و جعفر کے بعد ملی تھی۔ اس وقت میدان جنگ میں انھوں نے اشعار ذیل پڑھے اور حملہ کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے جنت کو سدھار گئے۔ نبی نے ہر سہ امراء کی اراک تک جنت پر رونق افروزی کا مشاہدہ کیا تھا۔</p> <p>يَا نَفْسُ اِنْ لَمْ تَقْتُلِيْ مَوْتَ هَذَا حِمَامِ الْمَوْتِ قَدْ صَلَيْتِ وَمَا تَمْنَيْتِ فَقَدْ اَعْطَيْتِ اِنْ تَفْعَلِيْ فَعَلِمَهَا هَدَيْتِ</p> <p>اے جان! موت کا بازار گرم ہو رہا ہے۔ قتل سے بچے تو موت سامنے ہے۔ جو تو نے چاہا اللہ نے دیا۔ اب اگر ابوبکر و عمر کی راہ پر چلنا ہو تو ہدایت مل گئی۔</p>	
	4 جابر بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری رضی اللہ عنہ
<p>نمبر 4، 5، 6، 7 حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے ایک بھائی قیس تھے۔ ان کو نبی ﷺ نے جنگ بدر میں فوج ساقہ کا سردار بنایا تھا۔ ایک بھائی حارث تھے۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔</p>	5 ابو کلاب بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری رضی اللہ عنہ
<p>بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، عمرہ القضاء میں ہمرکاب مصطفوی ﷺ تھے۔</p>	6 سراقہ بن عمرو بن عطیہ الانصاری النجاری رضی اللہ عنہ
<p>جنگ بدر میں مع برادر خورد سہج بن قیس شامل تھے</p>	7 عبادہ بن قیس بن عبسہ الانصاری رضی اللہ عنہ

8	وہب بن سعد بن ابی سرح القرشی احد - خندق - حدیبیہ - خیبر میں شامل تھے۔ العامریؓ
9	مسعود بن سدید بن حارثہ القرشی العدویؓ بنو عدی کے ان ستر (70) اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی۔
10	مسعود بن الاسود بن حارثہ الیضائیؓ نمبر 9 کے چچا زاد بھائی بیعت رضوان میں شامل تھے۔
11	عبادہ بن قیس بن زید بن امیہ الانصاری بدر احد خندق خیبر حدیبیہ میں شامل تھے۔ الخزرجیؓ
12	سود بن عمروؓ مواخات میں نمبر 8 کے بھائی تھے۔
13	ہوید بن یحیر بن عامر النضیؓ

شہدائے مکہ (2) رضی اللہ عنہما

1	حیش بن اشعر بن مہقد بن ربیعہؓ قوم خزاعہ سے ہیں۔
2	کرز بن جابر بن حیل فہری قرشیؓ ہجرت نبوی ﷺ کے بعد انہی نے قریش کی طرف سے مسلمانوں پر سب سے پہلا حملہ کیا تھا۔ بعد ازاں مسلمان ہوئے پھر عینکین میں سردار بنائے گئے۔ فتح مکہ کے دن حیش پہلے شہید ہوئے کرز نے ان کی لاش اپنی ٹانگوں کے درمیان کر لی اور لاش کی حفاظت کرتے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ [1]

شہدائے حنین (6) رضی اللہ عنہم

1	ایمن بن عبد جشیؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے مات بھائی ہیں۔ یہ ان جوانمردوں میں سے ہیں۔ جو یوم حنین کو عتابت قدم رہے تھے۔
2	حویث بن عبد اللہ بن حلفؓ غفاری انصاری ابی لہم لقب یہ بتوں پر جھٹکے کا گوشت پہلے سے نہیں کھایا کرتے تھے۔
3	مرہ بن سراقہؓ
4	سراقہ بن حبابؓ انصاری
5	سراقہ بن حارث بن عدیؓ بنو عجلان سے ہیں۔
6	یزید بن زمعد بن اسود بن مطلبؓ ام المؤمنین ام سلمہؓ کے بھانجے ہیں۔ سرداران قریش میں سے تھے۔ مہمات قومی میں ان کا مشورہ قریش ضروری سمجھتے تھے۔

[1] یہ فہرست ان شاء اللہ مکمل ہے۔ ابن وحلان نے 13 نام لکھے ہیں۔ حارثہ سفیر نبوی سمیت یہ اعداد 14 ہو گئی۔

[2] صحیح بخاری میں ہے قُتِلَ مِنْ عَیْلِ خَالِدِ بْنِ وَهَبٍ وَكَانَ مِنْ أَهْلِ بَنِي نَضْلَةَ 4280

شہدائے طائف (13) رضی اللہ عنہم

1	حارث بن کھل بن ابوصعبہ رضی اللہ عنہ	انصاری نجاری از بنو مازن۔ ان کے دو بچا جنگ موتہ میں ایک جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔
2	حباب بن جبیر رضی اللہ عنہ	
3	عرفطہ بن حباب بن جبیر رضی اللہ عنہ	نمبر 2، نمبر 3 باپ بیٹا ہیں۔ بنو امیہ کے حلیف ہیں۔
4	جلید بن عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	لیثی ہیں۔
5	رقیم بن ثابت رضی اللہ عنہ	انصاری۔ اوی
6	ثابت بن جذع رضی اللہ عنہ	انصاری عقبی و بدری
7	سعید بن سعید بن عاص بن امیہ رضی اللہ عنہ	قرشی الاموی
8	عبد اللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ	قرشی المخزومی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برادر از جانب پدر
9	عبد اللہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	قرشی الہاشمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں۔
10	سائب بن حارث بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ	قرشی۔ سہمی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ طائف میں زخمی اور یوم فحل 13 ھ میں شہید ہوئے۔
11	عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	عدوی ہیں۔
12	عبد بن قوال بن قیس بن قش بن اہلبہ	عدوی، احد اور جملہ مشاہد مابعد میں شریک ہوئے
13	منذر بن عبد بن قوال	نمبر 12 کے فرزند ہیں۔ ①

شہدائے مشاہد مختلفہ رضی اللہ عنہم

اس فہرست میں ان شہیدان پاک کے نام لکھے جاتے ہیں جن کی بابت علمائے سیر میں یہ توافق ہے کہ وہ عہد پر نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شہید ہوئے تھے مگر ان کے مشاہد کے تعین میں اختلاف ہے۔

1	قرعہ بن عقبہ (عقبہ) انصاری الاشہلی رضی اللہ عنہ	
2	مالک بن خلف بن عمرو الخزاعی رضی اللہ عنہ	طلیحہ احد پر مع اپنے بھائی نعمان کے مامور تھے
3	مخیر بن رضی اللہ عنہ	یہودی عالم از بنو نضیر تھے۔ بروز جنگ احد ایمان لائے اور سیدھے میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اپنے مال کی وصیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر گئے تھے۔
4	ثابت بن نعمان بن امیہ ابوحنہ رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔

① یہ فہرست ان شاء اللہ مکمل ہے۔

5	سہل بن رومی بن قوش بن زعبدہ رضی اللہ عنہ	واقعی نے شہدائے احد میں ان کا نام لیا ہے۔
6	یزید بن سعید الکندی والد سائب رضی اللہ عنہ	
7	بشر بن براء بن معرور۔ انصاری رضی اللہ عنہ	خیبری۔ زہر آلود گوشت کے کھانے سے شہادت واقع ہوئی۔
8	طفیل بن نعمان بن خضاء الانصاری رضی اللہ عنہ	
9	مسعود بن طلحہ رضی اللہ عنہ	الانصاری۔ الزرقی
10	عبداللہ (حکم) بن سعید بن العاص بن امیہ رضی اللہ عنہ	قرشی۔ بدری ہیں۔
11	مسعود بن الاسود بن حارثہ رضی اللہ عنہ	قرشی العدوی
12	ہبار بن سفیان بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ	المخزومی



﴿يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ [الانعام: 25]

کفار عرب قرآن مجید میں پہلی قوموں اور پہلے نبیوں کے حالات سنتے تو قرآن مجید پر یہ بھتی کتے کہ اس میں ہے ہی کیا؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ہمیں آساطیرِ الاولین سنایا کرتا ہے۔ لغت میں اساطیر فسانہ نما قصوں کو کہتے ہیں جن میں حقیقت کم ہو مگر دلچسپی زیادہ ہو۔ کفار عرب جو علوم سے بے بہرہ خط و کتابت سے عاری احوال عالم سے بے خبر تھے وہ تو اپنی جہالت اور نادانیت کی وجہ سے بہت کچھ قابلِ ترحم تھے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان جاہل وحشی بت پرستوں کے اس لفظ کو اہل کتاب نے نہایت پسندیدگی سے دیکھا اور خود بھی اپنی کتابوں میں بارہا مختلف پیرایوں کے ساتھ دہرایا۔

بعض پادریوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ محمد ﷺ نے یہ سب قصے ایک عیسائی عالم سے ہی سن کر اپنی زبان میں ڈھال لیے تھے۔ ہم اس مضمون میں دکھائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے متعلق موجودہ بائبل کیا بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کیا۔ اس کے ملاحظہ سے ناظرین خود ہی دیکھ سکیں گے کہ قرآن مجید اپنی تعلیم میں دیگر آسمانی کتابوں سے کس قدر اعلیٰ ہے۔ ایسی پاک کتاب کے سننے والے کی نسبت یہ خیال کرنا کس قدر غلط ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کو چراچرا کر بیان کرتا تھا۔ چوں کہ عیسائی لوگوں کا یہ اعتراض ذاتِ ستودہ صفاتِ نبی ﷺ پر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس بات کو سیرت النبی ﷺ کے اندر شامل کیا جائے۔

آدم علیہ السلام

بائبل کی کتاب پیدائش کے باب 2، 3 میں آدم علیہ السلام کی پیدائش، باغِ عدن کے قیام، درختِ تمیز سے پھل کھانے اور باغ سے نکلے جانے کا ذکر ہے۔ درس 17 باب 3 میں یہ بھی ہے کہ ”زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی“۔ تمام بائبل میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی معافی بھی ہو گئی تھی۔ لیکن قرآن مجید نے آدم علیہ السلام کے جن خاص فضائل کا ذکر کیا ہے اور جن سے بائبل خاموش ہے، وہ یہ ہیں:

① کہ پھل کھاتے وقت آدم علیہ السلام اللہ پاک کے حکم کو بھول گئے تھے۔

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسِيَ﴾ [طہ: 115]

② آدم علیہ السلام کی نیت میں خلافِ حکم کرنے کا ارادہ شامل نہ تھا:

﴿وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ [طہ: 115]

③ رب کریم نے ان کی اس حرکت کو بخش دیا تھا اور آسمان بھی بہترین راہداریت بھی کر دی تھی اور آدم علیہ السلام کو اپنی درگاہ کا برگزیدہ بھی بنالیا تھا۔

﴿ثُمَّ اجْعَلْنَاهُ رَبًّا ۖ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَاهُ﴾ [طہ: 122]

④ آدم علیہ السلام پر کلامِ الہی بھی نازل ہوا تھا۔

﴿فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ [البقرة: 37]

لیکن بائبل اس سے خاموش ہے حالانکہ اگر نسل انسانی کے پدر اعظم کو اس فضیلت سے عاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی بھی فضیلت نہیں رہ جاتی۔

قرآن مجید حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق جس بات میں چپ ہے اور بائبل اسے بیان کرتی ہے وہ یہ فقرہ ہے۔ خدا نے آدم کو پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسے بنایا۔ درس 1 باب 5۔ کتاب پیدائش یہی مطلب اس کتاب کے درس 26 میں ان الفاظ میں ہے: ”تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنادیں۔“

میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس فقرہ کے بعد کیوں کر کوئی اہل کتاب اللہ کے جسم اور جسمانیات سے انکار کر سکتا ہے اور کیوں کر اللہ کو محدود ہونے سے بری ٹھہرا سکتا ہے۔ اور کیوں کر اللہ کا تصور انسان سے بالاتر ہونے کا دوسرے کو دلا سکتا ہے۔ بے شک قرآن مجید نے اس فقرہ کو چھوڑ دینے سے ثابت کر دیا کہ تقدیس و تمزیہ ربانی کی جو تعلیم قرآن مجید میں ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے۔

قَاتَنُ وَهَائِيلَ فِرْزَنْدَانِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بائبل نے بیان کیا ہے کہ:

- ① قَاتَنُ نے اپنے بھائی ہائیل کو مار ڈالا۔ درس 8 باب 4 پیدائش۔
 - ② خداوند نے قَاتَنُ پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اسے پاوے مار نہ ڈالے۔
 - ③ خداوند نے کہا کہ کوئی قَاتَنُ کو مار ڈالے گا، سات گنا بدلہ اس سے لیا جائے گا۔
- ایک قاتل کے متعلق یہ اصول دنیا کے امن و امان کے لیے جس قدر مضر اور خطرناک ہے وہ ظاہر ہے۔ قرآن مجید نے اس قصہ کو بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے۔

- ① کہ قَاتَنُ اپنے بھائی کو قتل کرنے سے خود زیاں کار اور مجملہ اصحاب نارہنا۔
- ﴿فَتَكُونُ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ﴾ [المائدہ: 29] ”تو دوزخ والوں میں سے ہوگا۔“
- ﴿فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [المائدہ: 30] ”اس نے بھائی کو قتل کر دیا اور خسارہ پانے والوں سے ہو گیا۔“
- ② پھر انسان کی زندگی کی قدر و قیمت اور انسان کے ہلاک کرنے کے وبال سخت اور گناہ عظیم کا بیان فرمایا: ”کہ ایک انسان کا قتل کر دینا تمام بنی آدم کے قتل کے برابر ہے اور ایک انسان کو ہلاکت سے بچالینا تمام نسل کو ہلاکت سے بچانے کے برابر ہے۔“
- ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [المائدہ: 32]

”جس نے کسی انسان کو (قصاص) یا ملکی فساد کے بغیر قتل کیا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی زندگی کو بچایا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو بچایا۔“

اب قارئین بائبل اور قرآن مجید دونوں کے فرق کو اور قرآن مجید کے تفوق کو بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔

بائبل میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کتاب پیدائش کے 6 باب سے شروع ہوتا ہے۔ باب 7-8 میں طوفان کا ذکر ہے۔ باب 9 میں بعد طوفان کا ذکر ہے اور باب 10 میں اولاد نوح کا ذکر ہے۔ جو شخص بائبل کو پڑھ اور سمجھ سکتا ہے وہ بائبل کو پڑھے اور سمجھے۔

① اس میں ایک فقرہ بھی نوح علیہ السلام کے چند نصیحت فرمانے کی بابت درج نہیں۔

② اس میں ایک جگہ بھی نہیں بتایا کہ جو لوگ طوفان میں ڈبو دیئے گئے تھے ان کا خاص گناہ کیا تھا؟

③ اس میں نہیں بتایا کہ کیوں ہلاکت ہی بہ طور آخری علاج کے اختیار کی گئی تھی۔

④ اس میں نہیں بتایا گیا کہ نوح کن لوگوں میں مبعوث کیے گئے تھے۔

⑤ اور کون لوگ غرق طوفان ہوئے۔

لیکن قرآن مجید ان جملہ امور پر روشنی ڈالتا ہے۔

قرآن مجید نے بتایا:

① ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ [نوح: 1] کہ ”نوح علیہ السلام اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔“

② قرآن نے بتایا کہ نوح علیہ السلام 950 سال تک برابر نصیحت کرتے رہے:-

﴿فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا﴾ [احکاب: 14]

③ بتایا ہے کہ اسرار و اعلان کے تمام طریقوں سے حضرت نوح علیہ السلام قوم کو نصیحت کر چکے تھے۔

④ بتایا ہے کہ قوم شرک کے گندے گناہ سے آلودہ ہو گئی تھی۔

⑤ بتایا ہے کہ وہ شرک میں اتنے منہمک ہو گئے تھے کہ اولاد و احفاد، دوست احباب کو اسی شرک کے لڑوم کی نصیحتیں اور وصیتیں کیا کرتے

تھے: ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سَوَاعَا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ [نوح: 23]

⑥ بتایا گیا ہے کہ ان کی آئندہ نسلوں کی صلاحیت پذیر ہونے کی امید بھی منقطع ہو گئی تھی۔

﴿وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ [نوح: 27]

⑦ بتایا گیا ہے کہ وہی قوم غرق کی گئی تھی جس نے شرک و طغیان و سرکشی اختیار کی تھی۔

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۝ وَثَمُودَ وَقَوْمَ لُوطٍ وَأَصْهَابُ الْأَيْمَةِ ط أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ۝ إِن كُلًّا إِلَّا كَذَّبَ الرَّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ﴾ [ص: 12-14]

”نوح، عاد اور فرعون ذوالاوتاد اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب الایمہ کی جماعتوں نے ان سے پہلے تکذیب کی ان سب نے رسولوں

کو جھٹلایا اور اس لیے ان پر عذاب کا آنا ٹھیک ہے۔“

ہاں قرآن مجید نے جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام کی بابت بتایا ہے اور جس سے بائبل خاموش ہے وہ بہت سے امور ہیں۔

اول: نوح علیہ السلام کے ایک نافرمان بیٹے کا قصہ جس میں بتایا گیا ہے:

① کہ اللہ کے حکم کے سامنے اولاد کی محبت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

﴿نِزْيَهُ كَانَ عَالِيًا نَسَبًا هُوَ اس شخص کے لیے ذرا بھی مفید نہیں جس کے اپنے اعمال اچھے نہ ہوں۔﴾ [انہ لیس من اہلک
انہ عمل غیر صالح] [ص: 46]

﴿اور یہ کہ نیک باپ بری اولاد سے کیوں کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔﴾

﴿رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ﴾ [ص: 47]

اے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے اس بات کا سوال کروں جس کا علم مجھے نہیں۔

دوم: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اور بھی چند نفوس بچے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور اللہ نے ان کو بھی سلامتی کے خلعت سے مشرف فرمایا تھا۔

﴿وَمَا اَمِنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِیْلٌ﴾ [ص: 40]

”نوح علیہ السلام کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے۔“

﴿يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَعَكَ﴾ [ص: 48]

”اے نوح! کشتی سے اتر ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان سب پر جو تیرے ساتھ ہیں۔“

سوم: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد کبھی منقطع نہ ہوگی۔

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِیْنَ﴾ [الصفت: 77] ”ہم نے نوح علیہ السلام کی اولاد کو باقی رہنے والے بنایا۔“

بائبل ان جملہ اقادات سے خالی ہے۔

اب بائبل جو بات قرآن مجید سے زائد بیان کرتی ہے وہ یہ ہے: نوح سے پی کر نشہ میں آیا اور اپنے ذریعہ کے اندر خود کو ننگا کیا۔

حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا۔ [22-21) / 9 پیدائش] قرآن مجید بے شک اس سے خاموش ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

بائبل کی کتاب پیدائش میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ 12 باب سے 25 باب تک ہے۔ بائبل ہمہ بائبل ان فضائل کے بیان سے

ساکت ہے جو قرآن مجید نے حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام کے بیان کیے ہیں۔

﴿۱﴾ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ﴿مَلِكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [الانعام: 75] نظر ڈالنے تاروں چاند سورج وغیرہ

میں الہیت الہیت نہ ہونے پر استدلال کرنے کا مفصل بیان ہے اور اس سے سبق ملتا ہے کیوں کہ سعادت مندان ازلی اس صحیفہ

قدرت کو دیکھ کر منازل خدا شناسی کو طے کر جاتے ہیں۔ بائبل میں یہ مذکور نہیں۔

﴿۲﴾ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا بیان کیا ہے اور ﴿جَعَلْنٰهُمْ جُذًا﴾ [الانبیاء: 58]: کہہ کر تباہ دیا جاتا ہے کہ

ابراہیم علیہ السلام اپنی ابتدائی عمر ہی سے شرک کے دشمن اور توحید کے فدائی تھے۔ لیکن بائبل میں یہ مذکور نہیں۔

﴿۳﴾ قرآن مجید میں اس مناظرہ کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے بارے میں اپنی قوم کے ساتھ کیا اور عقیدے کی پختگی میں قوم

کی مخالفت کی ذرا پروا نہ کی تھی۔

﴿وَحَاجَّہٗ قَوْمُہٗ قَالَ اَتَحٰجُّوْنِیْ فِیْ اللّٰہِ وَقَدْ هَدٰی﴾ [الانعام: 80]

- ”اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم اللہ کی بابت مجھ سے جھگڑتے ہو اسی نے تو مجھے ہدایت فرمائی ہے۔“
- (4) قرآن مجید میں اس نصیحت کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو فرمائی تھی:
- ﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا﴾ [البقرہ: 42]
- ”اے باپ! تو کیوں ایسی چیزوں کو پوجا کرتا ہے جو نہ سن سکیں نہ دیکھ سکیں نہ تیرا کوئی کام بنا سکیں۔“
- قرآن پاک نے ان کے باپ کی سختی اور ابراہیم علیہ السلام کا باپ سے علیحدہ ہو جانا بھی بتایا ہے۔
- ﴿يَا إِبْرَاهِيمُ إِنَّا أَنْتَ لَرَجُلٌ مِّنْ أُمَّةٍ﴾ [مریم: 46]
- ”اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔“
- (5) قرآن پاک میں اس مناظرہ کا ذکر بھی ہے جو بادشاہ وقت سے انھوں نے کیا وہ بادشاہ مرگروہ مظلمین تھا۔ اللہ تعالیٰ کا منکر انانیت کا قائل اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان دلائل کو بھی بیان فرمایا ہے جنہیں سن کر ایسا محسن کش و مغرور بادشاہ بھی حیران رہ گیا تھا۔
- ﴿قَبِضَتْ أَلْيَدِي كَقَبِضَةِ السَّحَابِ﴾ [البقرہ: 258]
- ”تب کا فرحیران رہ گیا۔“
- (6) قرآن پاک نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف قوم اور سلطنت کا اتفاق ان کا آگ میں ڈالا، چنانچہ کریم کا اپنے خلیل علیہ السلام کو بچالینا بیان فرمایا ہے۔
- ﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانبیاء: 68]
- ”ہم نے کہا اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔“
- (7) قرآن مجید نے اس طریقہ استدلال کا بھی ذکر کیا ہے جس سے احيائے موتی کے مسئلہ میں غور کرنے والے کے لیے ابراہیم علیہ السلام ایک روشن مثال چھوڑ گئے ہیں۔
- ﴿رَبِّ ارْنِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى﴾ [البقرہ: 260]
- ”اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرے گا۔“
- بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے۔ بائبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔
- ① بائبل نے اگر کوئی ایسا ذکر بھی کیا جو قرآن مجید میں نہیں تو وہ یہ ہے کہ ”ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سکھایا تھا کہ تو کہتا کہ میں اس کی بہن ہوں“ (11-12 پیدائش)
- ② بائبل نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سرہ کے کہنے سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور بیوی ہاجرہ علیہا السلام کو گھر سے نکال دیا تھا۔ 10-14 درس 21 باب۔ وہ بے چارے بیابان میں بھٹکتے پھرتے رہے۔
- اس بیان سے ابراہیم علیہ السلام کے رحم اور انصاف پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔
- لیکن قرآن مجید نے جب اس واقعہ کا ذکر کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بچے کو نکالا نہ تھا بلکہ توحید کی

منادی پھیلانے کے لیے ایک مرکز منتخب فرمایا تھا اور توحید کی تعلیم کو تمام دنیا تک پہنچانے کے لیے اپنے کنبے کو دور دراز ممالک تک پھیلا دیا تھا:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ ﴾ [ابراہیم: 37]

”اے رب! میں نے اپنے کنبہ میں سے چند کو اس وادی میں جہاں زراعت نہیں ہوتی ہے تیرے عزت کے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے رب! میری غرض یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ اس لیے اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کر دے۔“

یہ ایسی پاک غرض ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفعت شان کو نہایت اعلیٰ بنا دیتی ہے۔ جملہ وجوہات کو دیکھ کر بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین بائبل سے لیے گئے ہیں۔ غرض بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے بہ قریح کر دیا ہے۔ بائبل ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

حضرت لوط علیہ السلام

① لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا انجام کتاب پیدائش باب 19 میں ہے۔ بائبل نے حضرت لوط علیہ السلام کی مساعی تبلیغ کا ذرا بھی ذکر نہیں کیا لیکن قرآن مجید نے ان کے زبردست دلائل وعظ کا ذکر فرماتا ہے۔

﴿ وَلَوْ هَاطَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ آتَانِي الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴾ [الاعراف: 80]

”لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔“

② بائبل نے لوط علیہ السلام کی عورت کے نمک کا کھمبائے جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے پیچھے کو پھر کر دیکھ لیا تھا۔ (26 درس 19 باب) لیکن قرآن مجید نے ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خیانت کرتی تھی۔

﴿ كَانَتْ تَحْتُ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا ﴾ [التحریم: 10]

”نوح اور لوط (علیہ السلام) کی جو روئیں ہمارے دو صالح بندوں کے تحت میں تھیں مگر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی۔“

③ اب بائبل جس مضمون کو خاص طور پر بیان کرتی ہے وہ لوط کی دونوں بیٹیوں کا قصہ ہے۔ دیکھو باب 19۔ مگر قرآن مجید ایسے قصوں سے بالکل پاک ہے۔

اس ناپاک قصہ کا اعلان خود بائبل سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔ دیکھو پیدائش (31-32) 19۔ پلوٹھی نے اس فعل قبیحہ کے جواز میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے۔ ”یہ دلیل بالکل غلط ہے کیوں کہ (20، 23) 19 میں شہر صغریٰ کی موجودگی اور سلامتی کا ذکر ہے، پھر وہ لڑکیاں کیوں کر کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں ہے۔

ہم باور کر سکتے ہیں کہ یہ داستان ہی بے اصل ہے۔

حضرت اسحق علیہ السلام

کتاب پیدائش کے 26 باب میں حضرت اسحق علیہ السلام کا ذکر ہے اور جو بیان اس میں قرآن مجید سے زائد ہے وہ یہ ہے

”اضحاق جرار میں رہا اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جورو کی بابت پوچھا وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے“ (درس 6) قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا اس فقرہ کا قرآن مجید میں نہ ہونا اس کی شان کو گھٹا سکتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

باب 25، کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور عیسو دو تو ام بھائی تھے اور پیدائش کے اعتبار سے عیسو بڑا تھا۔ اب مندرجہ ذیل امور پر غور کیجیے۔

- اول: 29 درس میں ہے: ”کہ یعقوب نے لپسی پکائی اور عیسو جنگل سے آیا اور وہ ماندہ ہو گیا تھا۔
30 اور عیسو اور یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اس لال لال میں سے کچھ مجھے کھانے کو دے کیوں کہ میں ماندہ ہو گیا ہوں۔
31 تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی اپنے پلوٹھے ہونے کا حق میرے ہاتھ ہے۔
32 عیسو نے کہا کہ دیکھ میں تو مرے جاتا ہوں سو پلوٹھا ہونا میرے کس کام آوے گا؟
33 تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی میرے سامنے قسم کھا اس نے اس کے سامنے قسم کھائی اور اس نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق یعقوب کے ہاتھ بیجا۔
34 تب یعقوب علیہ السلام نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ اس نے کھایا اور پیہ اور اٹھ کر چلا گیا۔ سو عیسو نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق ناجیز جانا۔
قارئین ذرا غور کریں کہ اوپر کے قصے سے کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی تعریف نکلتی ہے جنہوں نے حقیقی بھائی کو مسور کی دال اور روٹی اس وقت تک نہ دی جب تک اس سے وہ حق نہ لے لیا جو قدرت نے اسے عطا کیا تھا۔
شکر ہے کہ قرآن مجید میں یہ داستان موجود نہیں۔

دوم: کتاب پیدائش کا 27 باب پڑھیے جس میں یہ مذکور ہے کہ اسحق علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو کہا کہ وہ شکار کا گوشت باپ کے لیے لائے اور باپ اسے برکت دے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ماں نے حضرت یعقوب کو عیسو جیسا لباس پہنایا ان کا حلیہ عیسو جیسا بنایا اور ان کے ہاتھ بکری کا گوشت پکا کر اسحق علیہ السلام کے پاس بھیجا اور یعقوب علیہ السلام نے باپ سے کہا میں عیسو ہوں۔ شکار کھائے اور برکت دیجیے اور حضرت اسحق علیہ السلام اس دھوکے میں آ گئے اور یعقوب علیہ السلام کو وہ برکت دی۔ جو عیسو کو دینا چاہتے تھے۔

شکر ہے کہ قرآن میں یہ قصہ بھی نہیں ہے۔

سوم: 34 باب پیدائش میں دنیہ دختر یعقوب علیہ السلام کا قصہ ہے۔ پھر اسی باب میں مذکور ہے کہ فرزند ان یعقوب علیہ السلام نے امیر حوی حمور سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آئندہ کے لیے بیٹوں کی لیت و دیت جاری ہو جائے گی مگر پھر لادی و شمعون تلواریں لے کر اس شہر پر گئے۔ سب مردوں کو اور سکم و حمور کو قتل کر ڈالا۔ ان کی بھیڑ، بکریاں، گائے، بیل، گدھے اور جو کچھ شہر یا کھیت میں تھا سب دولت، سب بچے اور ان کی جوروئیں لوٹ کر لے گئے۔“

شکر ہے کہ قرآن مجید میں اس کی بابت ایک حرف بھی نہیں۔

چہارم: 35 باب 22 درس میں ”روبن جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔“
شکر ہے کہ یہ قصہ بھی قرآن مجید میں نہیں۔

پنجم: 28 باب کتاب پیدائش۔ یہود اور جو حضرت یعقوب کا تیسرا بیٹا ہے اور اس کی بہو تھر کا قصہ ہے۔
بائبل نے یہود اور کوا الزام سے بچانے کے لیے کہا ہے۔ اس نے نہ جانا کہ یہ میری بہو ہے۔“ (16 درس) لیکن عذر کے بعد پھر بھی یہود پر کسی ایک عورت کے ساتھ آلودہ ہونے کا جرم و گناہ قائم رہتا ہے اور یہ جرم ایسے شخص کے متعلق جو نبی کا بیٹا اور نبی کا پوتا اور بنی اسرائیل کے چند انبیاء مابعد کا باپ ہو بہت سخت ہے۔

شکر ہے کہ قرآن مجید اس پاک گھرانے کے کسی شخص پر ایسے الزام نہیں لگاتا بلکہ یوں تعریف کرتا ہے:-

﴿وَكُنْتُمْ كَلِمَةً رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ﴾ [اعراف: 137]

”اللہ تعالیٰ کا پاک فرمودہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا۔“

ان سب باتوں کو چھوڑ کر قرآن مجید نے جو کچھ خود بیان کیا ہے جو بائبل میں مذکور نہیں اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی عظمت نمایاں ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع اسرائیل (مرد خدا) کا خطاب پانے کے اہل تھے۔
(1) قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی سے ایک برگزیدہ بیٹے اور ایک برگزیدہ پوتے کی بشارت عطا فرما دی تھی۔

﴿فَبَشِّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَآءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ [صود: 71]

”ہم نے سارہ علیہ السلام کو اسحاق (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی بشارت دی۔“

(2) قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام اور ان کے والد پر خاص خاص الطاف فرمائے اور دنیا میں ان کے لیے ثنائے جمیل اور ذکر خیر باقی رکھا۔

﴿وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۚ وَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُم لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾

[مریم: 49-50]

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق و یعقوب علیہ السلام دیے اور ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین تعریف عطا کی۔“

ان بیانات کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بیانات بائبل سے ماخوذ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا احوال کتاب پیدائش کے باب 37 اور پھر باب 39 سے 50 تک ہے۔ اگرچہ یہ بارہ (12) باب حضرت یوسف علیہ السلام کی توصیف سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن ایک فقرہ حضرت یوسف علیہ السلام پر جزدیا گیا ہے۔

”یوسف علیہ السلام ان کے باپ کے پاس ان کے برے کاموں کی خبر لاتا تھا۔“ درس 2 باب 37 اس فقرہ سے یہ ظاہر ہے کہ یوسف علیہ السلام (نعوذ باللہ) ایک چغل خور تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کے بھائی برے کام کرنے والے تھے۔

(1) قرآن کریم نے بھی یوسف علیہ السلام کا قصہ دو رکوع میں بیان کیا ہے لیکن وہ بہت سی باتوں میں بائبل کے بیان سے زیادہ مبلغ اور ممتاز ہے۔

﴿۲﴾ قرآن پاک میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر یہ تعبیر بتائی تھی: ﴿يُجَنِّبُكَ رَيْثُكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ﴾ [یوسف: 6] ”اللہ تعالیٰ تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے علم تعبیر سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کرے گا۔“

﴿۳﴾ بائبل میں خواب کا ذکر تو ہے مگر اس تعبیر کا ذکر نہیں۔ گو وہ مضمون موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر انہی لفظوں میں پوری ہو گئی تھی۔

﴿۴﴾ قرآن مجید میں ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو چاہ میں گرا دینے پر اجماع کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یوسف علیہ السلام کو ان کے اطمینان خاطر کے لیے بتا دیا تھا:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهُمْ هَذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ [یوسف: 15]

ہم نے یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ تو ان کو ان کے کام کی خبر دے گا اور وہ تجھے نہ پہنچانتے ہوں گے، یعنی ایک وقت تجھ کو وہ مقتدرت ہوگی کہ تو ان کے افعال پر تنبیہ کرے گا۔

لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔

﴿۵﴾ قرآن پاک میں ہے کہ ”امراة العزیز“ کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرا بن کا پچھلا حصہ پھٹ گیا تھا اور عورت ہی کے خاندان میں سے ایک نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پیرا بن کے سامنے کا حصہ پھٹ گیا ہو تو یوسف علیہ السلام ملزم ہے ورنہ عورت ملزمہ ہے اور اس زبردست دلیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی و بے لوثی عزیز پر ثابت ہو گئی تھی۔ تب اس نے یوسف علیہ السلام سے درگزر کرنے کی التجا کی تھی اور عورت کو الزام دے کر کہا تھا کہ وہ اپنے گناہوں سے استغفار کر لے۔

﴿يُوسُفُ أَغْوَضَ عَنْ هَذَا سَكَنَ وَ اسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ﴾ [یوسف: 29]

”یوسف! تو اس تہمت کا خیال نہ کر۔ اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی اللہ تعالیٰ سے مانگ کیوں کہ خطا تیری ہے۔“

﴿۶﴾ قرآن پاک سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصر کی اور بہت سی عورتوں نے بھی مل کر یوسف علیہ السلام کو زن عزیز کی بات مان لینے اور بہکانے میں کوشش کی تھی اور وہ سب ناکام رہی تھیں مگر بائبل اس سے بھی خاموش ہے۔

﴿۷﴾ قرآن پاک نے بتایا ہے کہ جب زندان میں قیدیوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنے اپنے خواب کی تعبیریں پوچھیں تو یوسف علیہ السلام نے اول ان کو توحید کی تعلیم دی اور اپنے فرض تبلیغ کو ادا کیا تھا۔

﴿يَا صَاحِبِي السِّجْنِ ءَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [یوسف: 39-40]

”اے زندان کے ساتھیو! ذرا غور کرو کہ بہت سے رب اچھے یا ایک زبردست اللہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے سوا تم جس جس چیز کی پوجا کرتے ہو وہ خالی نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے گھڑ لیے۔ اللہ نے ان کی بابت کوئی بھی دلیل نہیں

اتاری۔ یاد رکھو کہ حکم دینے کا حق اللہ ہی کو ہے اور اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اسی کا نام دین محکم ہے لیکن بہت لوگ ہیں جو اتنی بات بھی نہیں جانتے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کیسے عالی پایہ نبی تھے جو زندان میں پہنچ کر بھی اپنے فرض تبلیغ سے قاصر نہیں رہے۔ دعوت الی اللہ زندان میں بھی جاری رکھی اور ہدایت خلق کا جو وقت اور جو موقع مل گیا، اسے ضائع نہ کیا۔ یہ پاک نظیر ان سب لوگوں کے لیے جو وعظ و ہدایت کا کام اپنے لیے پسند کرتے ہیں، بہترین ہدایت ہے۔ لیکن بائبل میں یہ مذکور ہی نہیں۔

⑧ بائبل میں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو فرعون نے تعبیر خواب کے لیے طلب کیا تو وہ جھٹ اس کے پاس چلے گئے مگر قرآن مجید میں ہے کہ انہوں نے جیل سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور پہلے اپنے الزام کے متعلق تحقیقات کیے جانے پر زور دیا۔

﴿ادْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسْتَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ﴾ [یوسف: 15]

اس بیان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامن، پرہیز گاری، نیز مستقل مزاجی اور عزت نفس کی نگہداشت پر بہترین شہادت ملتی ہے۔

⑨ قرآن مجید میں ہے کہ زنان مصر نے بھی یوسف علیہ السلام کی پاک دامن کی شہادت دی ہے۔

﴿حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ﴾ [یوسف: 51]

”پناہ بخدا! ہم نے تو یوسف علیہ السلام پر کوئی برائی محسوس نہیں کی۔“

اور خود زن عزیز نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت بیان اور طہارت نفس کی شہادت دیتے ہوئے سارا الزام اپنے اوپر لے لیا تھا۔

﴿قَالَتْ امْرِأَةُ الْعَزِيزِ النَّحْنُ حَصْحَصَ الْحَقِّ زَانَا وَأَوْدَتْهُ عَنْ نَفْسِهِ وَأَنَّهُ لَيَمُنَّ الصَّادِقِينَ ۝ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝ وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي﴾

”زن عزیز نے کہا اب تو سچ ثابت ہو گیا، خود میں نے یوسف کو پھسلانا چاہا اور وہ سچا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ یوسف جان لے کہ میں اسے پس پشت (بھی) کوئی الزام نہیں دیتی، ہاں اللہ بھی خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی ہوں، یوں کہ نفس تو برائی ہی کے لیے کہا کرتا ہے۔ بجز اس شخص کے جس پر

میرے رب کی عنایت ہو۔“ [یوسف: 51-53]

لیکن بائبل ان اوصاف کے بیان میں ساکت ہے، ایسے ہی دیگر مضامین اس سورہ مبارکہ میں ہیں جو بائبل میں نہیں ہیں۔ جن سے بیسیوں مسائل اور نکات آئندہ کے لیے بھی مستخرج ہوتے ہیں۔ میری کتاب ”الجمال والکمال“ (تفسیر سورہ یوسف) کو دیکھنا چاہیے۔ قارئین رحمۃ اللعالمین جلد اول کے ملاحظہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمام سورہ مبارکہ کیوں کر نبی کریم ﷺ کے احوال مبارک کے لیے بہ طور پیشین گوئی بھی ہے۔

ان جملہ افادات کے بعد کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے بائبل کے مضامین سن کر ان کو اپنی زبان میں ڈھال لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کا جس تفصیل اور تطویل کے ساتھ بائبل میں ذکر ہے اتنا اور کسی نبی کا نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری کتاب خروج

اور تیسری کتاب احبار اور چوتھی گنتی اور پانچویں کتاب استثنا اسی اولیٰ العزم نبی کے حالات میں ہیں۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا تذکرہ بہت ہے۔ اس قدر اور کسی نبی کا نہیں تاہم مجموعہ اس کا حجم بائبل کی مندرجہ بالا چار کتابوں میں سے ایک کتاب کے برابر بھی نہیں۔

مضامین کے لحاظ سے ہم اکثر مقامات کا اقتباس کریں گے۔

① 14 درس 4 باب خروج میں ہے کہ ”تب خداوند کا غصہ موسیٰ پر بھڑکا یہ اس موقع پر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسالت کو قبول کرنے سے عذر کیا ہے۔ مگر قرآن مجید اسی موقع پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نہایت الفت و شفقت سے سمجھایا تھا۔

﴿يَا مُوسَى لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ﴾ [النمل: 10]

”اے موسیٰ (علیہ السلام) ڈرو نہیں ہمارے ہاں رسول ڈر نہیں کرتے۔“

② 60 درس 60 باب خروج میں ہے عِمرام نے اپنے باپ کی بہن یو کد سے بیاہ کیا۔ وہ اس سے دو بیٹے جنی: ایک ہارون دوسرا موسیٰ۔ معلوم نہیں کہ بائبل کا مقصود اس بیان سے کیا ہے۔ قرآن مجید سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی بڑی تعریف نکلتی ہے۔

③ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ﴾ [قصص: 7] ”ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی۔“

واضح ہو کہ دنیا میں ایسی عورتیں بہت ہی کم ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی براہ راست آئی۔ قرآن مجید سے ایسی شرف والی عورتیں مادر موسیٰ، مادر عیسیٰ علیہ السلام ہی معلوم ہوتی ہیں اور بائبل سے مادر اسماعیل علیہ السلام کی بھی یہی منزلت معلوم ہوتی ہے اور مادر اسماعیل علیہ السلام کے سامنے تو دو بار فرشتہ خود آیا اور اس نے اللہ کا پیغام اور زمان مستقبل کی بشارت ان کو پہنچائی تھی۔ دیکھو (11-7) 16-21 کتاب پیدائش۔

④ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مادر موسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا ہے:

﴿لَوْ لَا أَنزَلْنَاهَا عَلَىٰ قَلْبِهَا﴾ [قصص: 10] اگر ہم اس کے قلب پر اپنا رابطہ نہ رکھتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادر موسیٰ علیہ السلام کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ حاصل تھا۔

⑤ کتاب خروج 7/1 میں ہے۔ ”پھر خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا۔

ناظرین فقرہ ”خدا سا“ پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا توحید کی تعلیم اسی طرح دی جایا کرتی ہے؟ اگر کوئی شخص اللہ کا مشہ بن سکتا ہے تو اللہ کی وحدانیت ذات اور وحدانیت صفات کیوں کر قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوری: 11]

”کوئی بھی چیز اللہ کی مثال جیسی نہیں۔“

﴿فَلَا تَصْبِرُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ﴾ [النمل: 74]

”اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔“

④ 11' 7/12 خروج میں ہے: "کہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا۔"

② 7/8 خروج میں ہے کہ جادوگروں نے بھی مصر کی زمین پر مینڈک چڑھائے۔

③ (16-17) 8/ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے گرد پر عصا کو مارا اور اس سے تمام ملک میں جوئیں پیدا ہو گئیں۔

18 درس میں ہے "جادوگروں نے بھی چاہا کہ اپنے جادوؤں سے جوئیں نکالیں پر نہ نکال سکے۔"

19 درس میں ہے: "تب جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ خدا کی قدرت ہے۔"

جادوگروں کا ذکر بائبل میں صرف اسی قدر ہے اور ان کے انجام کی بابت خاموش ہے، لیکن قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿قَالَتِی السَّحَرَةُ مُّجَدُّا قَالُوا اَمَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَ مُوسٰی ؕ قَالَ اَمْنُتُمْ لَهُ قُلَّ اَنْ اَذَنْ لَكُمْ اِنَّهٗ لَجَبَّیْرُكُمْ الَّذِیْ عَلَّمَكُمْ السَّحَرَ فَلَا فِطْعَنَ اَیْدِیْكُمْ وَاَرْجَلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَا صِلْبَیْكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ز وَتَعْلَمُنَّ اِنَّا اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْیٰی ؕ قَالُوا لَنْ نُوْثِرَكَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِیْهِ الْخَلْقَ الَّذِیْ اِنَّا اَمْنَّا بِرَبِّنَا لِنَغْفِرَ لَكَ خَطَايَاَنَا وَ مَا اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السَّحْرِ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ وَّ اَبْیٰی ؕ﴾ [73-70]

"ساحروں نے اللہ کو سجدہ کیا اور زبان سے کہا کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے اللہ پر ایمان لے آئے فرعون نے کہا تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تمہارا بڑا ہے اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ اب تمہارے ہاتھ پاؤں ادھر ادھر سے کانٹوں کا اور اونچے درخت کی شاخ سے تم کو پھانسی دوں گا۔ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سے عذاب میں اشد کون ہے اور کون باقی رہنے والا ہے؟ انھوں نے کہا ان روشن دلیلوں پر اور اپنے پیدا کرنے والے پر ہم تجھے اختیار نہیں کریں گے۔ تجھ کو جو کرنا ہے وہی کر لے تو اس دنیوی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو کہ تیرے مجبور کرنے سے ہم نے جادو کا کام کیا ہے معاف فرمائے اور اللہ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔"

اس بیان قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزات موسوی سحر کی قسم سے نہ تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نے کیوں کہ ساحروں کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور یہ بھی فصاحت ملتی ہے کہ انسان کو دنیا کے کسی دباؤ یا کسی مصیبت کے اندیشہ سے اظہار اسلام میں تامل نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی حکم ملتا ہے کہ ترک اسلام کے لیے خواہ کیسے بھی عذاب اور دکھ درد دیئے جائیں مگر مومن کو لازم ہے کہ جان پر کھیل جائے، لیکن اسلام سے منہ نہ پھرائے اور دنیائے فانی کو آخرت باقی پر ترجیح نہ دے۔

ان بہترین اسباق کا بائبل میں کہیں ذکر تک نہیں۔

⑤ کتاب خروج 24/ (9-11) پڑھو 9۔ تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ایہو اور ستر (70) بزرگ اسرائیل اوپر گئے اور انھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔ 10۔ اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی کچھاری اور اس کی شفا کی جرم آسمان کی مانند تھی۔ 11۔ اور بنی اسرائیل کے امیروں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا۔ انھوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا۔

قارئین! انھوں نے اللہ کے پاؤں بھی دیکھ لیے اور نیلم جیسی رنگت بھی دیکھ لی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے سارے جسم کی رنگت بھی نیلم جیسی ہوگی۔ ہندوؤں نے غالباً اسی مقام کو پڑھ کر گہنیا جی کی نیلی رنگت ظاہر کرنا سیکھا ہے۔ بھلا جس اللہ کے جسم کی شفافی اور رنگت کو دیکھ لیا گیا ہو، اس کے مجسم ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔ اللہ اکبر! ایسے ہی مقام ہیں جو ہندوؤں کو شرک جلی میں ڈال دیتے ہیں۔ قرآن پاک تو اللہ سبحانہ کی تقدیس کرتا اور اسے جسم و جسمانیت سے بالاتر بتاتا ہوا فرماتا ہے:

﴿لَا تَدْرِي كَيْفَ الْإِنْبَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْإِنْبَارَ﴾ [الانعام: 103]

”ابصار اس کا ادراک نہیں کر سکتے، وہ ابصار کا ادراک رکھتا ہے۔“

قارئین اندازہ کریں کہ کیا تعلیم قرآنی بائبل کی تعلیم سے ماخوذ ہو سکتی ہے؟

﴿باب 32 کتاب خروج کو ایک سے 6 درس تک پڑھ جاؤ اس میں درج ہے کہ ”ہارون نے سونے کا پتھر ڈھال کر بنایا اور کہا اے بنی اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر سے نکال لایا پھر ہارون نے اس کے لیے قربانیاں کیں۔“ ایک ایسے نبی پر جو موسیٰ کا بھائی اور اللہ کا برگزیدہ اور خیمہ عبادت کا امام ہو یہ الزام کہ اس نے اپنے ہاتھ سے بت بنایا اور خود اس کے سامنے قربانیاں پیش کیں اور اسے اسرائیل کا الہ بتایا نہایت سخت الزام ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں تو ایسے افعال کا مرتکب ادنیٰ درجے کا مسلمان کہلانے کا بھی استحقاق نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ نبی ہو اور امام بنی اسرائیل بھی۔ شکر ہے کہ رب کریم نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کے ذریعے سے اس غلطی کی اصلاح فرمائی کہ یہ فعل ”سامری“ کا تھا۔

﴿فَكَذَّبَكَ الْمَسَامِرِيُّ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُورٌ فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَى﴾

”اسی طرح سامری نے ڈالا پھر سامری نے ان کے لیے ایک چھڑے کی صورت نکالی، جس کی آواز پتھر سے جیسی تھی۔

تب لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا اللہ ہے۔“ [طہ: 87-88]

قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہ دریافت کیا تھا کہ ان گمراہوں کو انھوں نے کیوں نہ روکا۔

﴿قَالَ يَا هَارُونَ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا أَلَّا تَتَّبِعَنِ ط﴾ [طہ: 92]

”موسیٰ نے کہا: اے ہارون! جب تو نے ان کو گمراہ دیکھا تھا تب تجھے کس چیز نے روکا کہ میری پیروی نہ کرے۔ یعنی تبلیغ نہ کرے۔“

اس کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ جواب بھی بیان فرما دیا۔

﴿إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتُ بَيْنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَمْ تَرْفُقْ قَوْلِي﴾ [طہ: 94]

”مجھے ڈر ہوا کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں تفریق کر دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔“

الحمد للہ! کہ قرآن مجید نے اس بزرگوار کی شان کو صاف کر دیا، ورنہ اہل کتاب تو اپنے امام کو بت ساز اور بت پرستی کی ترغیب

دینے والا بتا رہے تھے۔

کیا اب بھی کوئی دانش مند کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید قصص میں بائبل کے مضامین کو دہراتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

① کتاب دوم سونیل کے 11 باب کو پڑھو جس میں مسماۃ بنت سحیح زوجہ حتی اور یاہ اور داؤد کا ذکر ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ پھر داؤد نے عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ وہ اس کی جورو بنی۔ یہ کام خداوند کی نظر میں برا ہوا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت کوئی ایسا قصہ نہیں۔ قرآن پاک تو ان کی تعریف پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ [ص: 26]

”اے داؤد! میں نے تجھے الارض (وعدہ کی زمین) کا خلیفہ کیا ہے۔ لوگوں میں راست بازی سے حکومت کیا کرو۔“

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورہ ص میں جو بیان بدیں الفاظ ہے:

﴿وَهَلْ أَسْلَمْتُ نِسْوَ الْغَضَمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾ [ص: 21] اس میں ”یہی اور یا“ والا قصہ بیان کی گیا ہے

لیکن ایسی بات خوش فہمی کی وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کے دماغ میں پہلے سے بائبل کے قصہ نے قبضہ کر رکھا ہے ورنہ قرآن مجید کے پاک کلام میں تو اس قصہ کی طرف اشارہ تک نہیں پایا جاتا اور لطف یہ ہے کہ بائبل میں اس قصہ کا جو قرآن پاک میں ان جھگڑنے والوں کے آنے اور دیوار کو پھاند کر اندر جانے کی بابت ہے، کچھ ذکر نہیں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جدا گانہ قصے ہیں۔

قرآن مجید نے جس قصہ کا بیان کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والیان سلطنت اور حاکمان ملک کو نقلی عبادت کے مقابلہ میں معدلت گسٹری اور انصاف رسانی کی جانب توجہ زیادہ تر مبذول رکھنی چاہیے نیز صاحبان حکومت کو اپنے قیام کے لیے ایسی جگہ پسند کرنی چاہیے جہاں فریادیوں کی رسائی بہ آسانی ہو سکے اور غریب رعایا کو داد و داری کے لیے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ ②

② کتاب 2 سونیل کے باب 13/14 کو پڑھو جس میں امنون بن داؤد اور اس کی تمک کا قصہ ہے۔ پھر ابی سلوم بن داؤد جو تمک کا حقیقی بھائی ایک ماں سے تھا کہ اس نے امنون کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور اپنے نوکروں کو حکم دے کر قتل کر دیا۔

③ سونیل 20/16 تا 22 میں ابی سلوم بن داؤد اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں ایسے قصے نہیں جن کو تفصیلاً ذکر کرنا بھی ہم نے نامناسب سمجھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

بائبل کے اولین سلاطین باب 3 کے درس 5 میں ہے: ”خداوند رات کے وقت سلیمان کو خواب میں دکھائی دیا اور خدا نے کہا جو تو چاہے کہ میں تجھے دوں، سو مانگ۔“

9 درس میں ہے: ”سلیمان نے عرض کیا تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عنایت کر کہ وہ تیرے لوگوں کی عدالت کرے تاکہ میں نیک اور بد میں امتیاز کروں۔“

12 درس میں خدا کا ارشاد ہے: ”میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہو اور نہ تیرے

بعد تجھ سے برپا ہوگا۔“

④ مضمون بالا کی تحریر سے چند ماہ بعد مجھے کتاب الفصل 11 بن حزم علیہ السلام کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس امام نے دلائل سے ان لوگوں کے فہم کا بطلان کیا ہے جو ان جھگڑنے والوں کو فرشتے بتاتے ہیں جو بکریوں سے مراد جو کچھ لیتے ہیں۔ جو انما افتاد سے مراد کسی گناہ کا ہونا لیتے ہیں۔ دیکھو جلد چہارم ص 18۔ کتاب مذکور

اولین سلاطین کے 6 باب 11 درس میں سلیمان پر خدا کا کلام اترنا درج ہے۔ اس قدر توصیف و محامد کے بعد سلاطین اول کے 11/4 میں یہ بھی ہے جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جو روؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ 5 سلیمان نے صیدانیوں کی دیوی عتارہ اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کی پیروی کی اور یوں ہی اس نے اپنی ساری جو روؤں کی خاطر کیا جو اپنے معبودوں کے حضور بخور جلایا کرتی تھیں۔

قارئین! ذرا انصاف کریں کہ جس برگزیدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف کیا جس سے اللہ تعالیٰ ہم کلام رہا ہو جس کو ایسا عاقل دل دیا گیا ہو کہ اس سے پہلے اور پیچھے کسی کو نہ ملا ہو، جس نے رب قدوس کی عبادت کے لیے بیت المقدس بنایا ہو کیا اس کا بت پرست ہو جانا ممکن ہے؟ کیا ایسے شخص کو اس کی بیویاں بت پرستی پر (جس کی شان ﴿مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهِمَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ [53: السج: 23] ہے) مائل کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، یقیناً نہیں۔ قربان جائے قرآن پاک کی تعلیم کے جس نے قطعی الفاظ میں فرمایا:

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ﴾ [البقرہ: 102] ”سلیمان (علیہ السلام) نے کبھی کفر نہیں کیا۔“ اور فرمایا:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [النمل: 16] ”سلیمان (علیہ السلام) اپنے (باپ) داؤد کا وارث بنا۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا وارث صرف سلیمان کو بتایا ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سترہ (17) فرزندان ذکر تھے۔ [1] اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں وراثت سے مراد مال و اسباب کی وراثت نہیں، بلکہ کلام الہی ہے۔ اس آیت کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ کتاب اول سلاطین 11/4 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ جیسا کہ اس کے باپ داؤد علیہ السلام کا دل تھا۔ اس فقرہ کے بعد جب ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [النمل: 16] پڑھا جائے گا تو ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضوان اور نبوت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہی درجہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے۔ اور ورثہ نبوت میں وہی داؤد علیہ السلام کے وارث تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

بائبل میں کتاب ایوب الگ ہی ہے جو 42 صفحات پر بخط باریک ختم ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں ان کا نام دو جگہ سورہ نساء و انعام میں انبیاء کی ذیل میں آیا ہے۔ اور دو جگہ ان کا قصہ ہے۔ دونوں جگہ دو دوسطروں میں اسے ختم کیا گیا ہے۔ سورہ انبیاء میں ہے:

﴿وَاَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُٗ اِنِّىْ مَسِيْنٌ الضَّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَ اٰتَيْنَاهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرًا لِّلْعٰبِدِيْنَ﴾ [الانبیاء: 83-84]

”ایوب علیہ السلام کا ذکر کرو جب اس نے اپنے اللہ سے یہ عرض کیا کہ مجھے تکلیفیں پہنچی ہیں اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے اس دعا کو قبول کر لیا، اس کی تکلیفیں دور کر دیں۔ اسے کنبہ دو چند عطا کیا۔ یہ ہماری رحمت تھی اور عبادت کرنے والے اسے یادداشت رکھ سکتے ہیں۔“

[1] حضرت داؤد علیہ السلام کے چھ (6) بیٹوں کے نام جو یہ مقام حرمون پیدا ہوئے 21 سوئیل 2/3 تا 5 میں اور گیارہ (11) بیٹوں کے نام جو یروشلم میں پیدا ہوئے۔ 2۔ سوئیل 13/2 میں ہیں۔

بائبل نے بھی 42 صفحات کے بعد نتیجہ یہی نکالا ہے جیسا کہ ایوب 42/10 تا 15 سے ظاہر ہے۔ عجیب بات جسے بائبل نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں اس پر اشارہ تک نہیں ہے یہ ہے ایوب 1/6 ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ آئے کہ خداوند کے حضور میں حاضر ہوں اور شیطان بھی ان کے درمیان آیا ہے۔ اب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔ 2/ باب کے 2 درس میں پھر یہی الفاظ ہیں۔ غور کرو کہ شیطان کانیوں کے ساتھ شامل ہو کر اللہ کے حضور میں پہنچ جانا کسی قدر ناممکنات سے ہے۔ اس میں اللہ کے نبیوں کی کس قدر ہتک ہے۔ اللہ کے دربار کی کس قدر توہین ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بیان سے کون سی خوبی مقصود تھی۔

الحمد للہ کہ قرآن مجید میں یہ فقرہ نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر لوقا نے اپنی انجیل کے 1/25 تا 25 میں کیا ہے اور قرآن مجید کی سورہ مریم کے رکوع اول میں اس کا بیان ہے۔ لوقا نے زکریا علیہ السلام کی دعا کا مضمون نہیں لکھا جو قرآن مجید میں ہے۔ حالانکہ اس دعا ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی کو فرزند کی خواہش کیوں تھی؟ آیا انہی اغراض پر جس کی وجہ سے سب لوگ فرزند کی تمنا کیا کرتے ہیں یا دینی مقصد کے لیے قرآن مجید میں ہے کہ زکریا علیہ السلام نے کہا تھا کہ بیٹا ایسا ملے جو

﴿يَرْتَبِي وَيُؤْتِي مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾ [مریم: 6] ”میرا وارث اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) کا وارث ہو۔“

ان الفاظ سے واضح ہے کہ قوم کی بہبود و فلاح اور دین الہی کی اشاعت اور قیام کے لیے وہ ایک نبی فرزند کے متنبی تھے اور یہی وہ وجہ ہے جو حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو استجاب حق کا مستحق بناتی ہے۔ لفظ ارث سے دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ زکریا علیہ السلام جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے وارث کا سوال کرتے ہیں۔ کیوں کہ اگر یہی معنی ہو تو حضرت زکریا علیہ السلام کا واحد بیٹا آل یعقوب کا جو کروڑوں کے شمار میں تھے کیوں کروارث بن سکتا تھا؟ آل یعقوب کے لفظ پر مزید غور مطلوب ہے کہ یہاں بنی اسرائیل نہیں کہا گیا یہ دونوں دلائل باور کروائیں گے کہ نبی فرزند کی بابت استدعا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا فوراً بشارت حق کا مژدہ لائی تھی۔ لوقا نے 1/25 میں صرف یہ الفاظ لکھے ہیں: ”خداوند نے مجھ پر نظر کی، میرے ساتھ ایسا کیا تاکہ لوگوں میں سے میری شرمندگی دور کرتے۔“ یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام نے فرزند کی تمنا صرف انہی اغراض سے کی تھی جو عموماً دنیا داروں کی اولاد سے وابستہ ہوتی ہیں۔

2۔ لوقا 1/20 میں لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے زکریا علیہ السلام کو یہ کہا تھا کہ تو گونگا ہو جائے گا اور جس دن تک یہ چیزیں واقع نہ ہوں بول نہ سکے گا۔ اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جواب اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔

اس سے دو باتیں نکلیں:

(1) حضرت زکریا علیہ السلام کا گونگا بنایا جانا بطور سزا کے تھا کہ انہوں نے جبریل علیہ السلام کی بات کا یقین نہ کیا۔

(2) گونگے پن کی مدت موعود بچے کی ولادت تک تھی۔

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس بشارت کی بابت علامت کا سوال کیا تھا اور رب العالمین نے تین دن تک بول نہ سکے کو علامت قرار دیا تھا۔

قارئین! دیکھ سکتے ہیں کہ کیا یہ مضمون قرآن پاک اپنے سے پہلی کتاب سے لیتا ہے یا اس کی کمی کی اصلاح کرتا اور ذکر یا علیہ السلام کو ایک عیب (سزایابی) سے بچاتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یوحنا، ہتھمدہ دینے والا لکھا گیا ہے۔ ان کا ذکر لوقا 75 تا 80 میں اور پھر 1 تا 3 نیز 7/19 تا 29 میں ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر سورہ مریم و آل عمران میں ہے اور بہت اختصار کے ساتھ ہے۔ سورہ مریم میں ہے:

﴿يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَحَنَانًا مِن لَّدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ [مریم: 12-14]

”اے یحییٰ کتاب (شریعت) کو خوب تمام۔ ہم نے اسے لڑکپن ہی میں نبوت اور نرم دلی اور پاکیزگی دی تھی۔ وہ خدا ترس اور ماں باپ سے عمدہ سلوک کرنے والا تھا اور وہ نہ ظلم پسند تھا اور نہ نافرمان تھا۔“

اور سورہ آل عمران میں ان کی صفت ان الفاظ میں ہے:

﴿مُصَدِّقًا لِّبِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَتَشَٰدًا وَخَصُورًا ۚ وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ [آل عمران: 39]

”وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والا اور سید اور عورتوں سے الگ رہنے والا اور نبی صالحین میں سے تھا۔“

یہ بارہ (12) صفات ایسی ہیں جو مجموعہ لوقا میں نہیں ملتی ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں باوجود اختصار سے بہت زیادہ بیان کرتا ہے اور یہ غلط ہے کہ وہاں سے لیتا ہے۔

حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان بتاتا ہے۔

اور عیسائی ان کو خداوند کہتے ہیں۔

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ بتاتا ہے اور عیسائی ان کو ”ابن اللہ“ کہتے ہیں۔

اس لیے واقعات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ انجیل سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے ان کے متعلق زیادہ طول کی حاجت نہیں۔

البتہ قرآن مجید کا یہ احسان عیسائیت پر ہمیشہ رہے گا کہ اس نے یہود کو کاذب ٹھہرایا اور مریم علیہا السلام کو صدیقہ بنا کر ابن مریم علیہ السلام کی شان کو بلند فرمایا اور اس طرح انجیل یوحنا 16 باب کا وہ فقرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق ہوا کہ وہ میری بزرگی کرے گا۔

13 بارہ صفات درج ذیل ہیں:

- | | | | | |
|-----------------------|---------------|--------------------|----------------------|------------|
| 1 کتاب | 2 نبوت | 3 نرم دلی | 4 پاکیزگی | 5 خدا ترسی |
| 6 والدین سے حسن سلوک | 7 علم سے غرور | 8 نافرمانی سے بچنا | 9 کلمۃ اللہ کی تصدیق | 10 سید |
| 11 عورتوں سے الگ رہنا | 12 نبی صالح | | | |

افضلیت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بَعَثَ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا وَجَاءَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَؤُلَاءِ
شَهِيدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ عَلَى جَمِيعِ إِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَوةً كَثِيرًا كَثِيرًا

اما بعد! نبی ﷺ کی افضلیت کا مسئلہ ہر مسلمان کا ایمان ہے، بلکہ ایمان کی جان ہے، اس مسئلہ کا بیان، بیان کرنے والے کے لیے آسان نہیں۔

بعض اوقات اس مسئلہ میں ایسا اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے، جس سے ذات سبحانہ و تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے یا ایسے پیرایہ میں ذکر ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان نمایاں ہوتی ہے اور اس سے وہی صورت منہیہ پیدا ہو جاتی ہے جس کو حدیث میں تحخیر بین الانبیاء بتایا گیا ہے اور اہل اسلام کو اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث شریف لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ (۱) کو علمائے سلف نے بیان افضلیت نبی ﷺ کا مانع نہیں ٹھہرایا۔ متقدمین میں سے امام ابو نعیم اصفہانی (۲) اور قاضی عیاض ماہکی (۳) نے اس مسئلہ پر خوب بیان فرمایا۔ (۴) قرآن مجید میں ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ [البقرہ: 253] ”یہ رسول ہیں۔ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔“ اس ارشاد سے فضیلت بین الرسل کا وجود متحقق ہو گیا۔ اب اگر قرآن مجید سے نبی ﷺ کی افضلیت کا ثبوت ہو جائے تو ظاہر کہ وہ کسی بندہ کی طرف سے تحخیر بین الانبیاء کا فعل نہ ہوگا، بلکہ مراد ربانی کا بیان اور تفسیر ہوگی جو با اتفاق علماء جائز اور ضروری ہے۔

انہی وجوہات سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس باب میں صرف آیات قرآنیہ سے تمسک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے صورت منہیہ (تحخیر) سے بچائے اور علمائے کرام سے التماس ہے کہ جس طرز کی ابتداء اس احقر نے باہمہ بے بضاعتی کی ہے اسے درجہ کمال و اتمام تک پہنچایا جائے۔

یہ مضمون اپنی موجودہ صورت میں خود راقم کے نزدیک بھی ہنوز نامکمل ہے اور اس کی تکمیل کے لیے چند دقیق مضامین بہ شرح و بسط لکھنے کی ضرورت تھی جن کو میں نے جلد سوم میں شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس مضمون میں صرف انہی انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارک کا ذکر کیا گیا ہے، جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض معزز قارئین کسی مقام کو پڑھ کر تصور فرمائیں کہ اس سے افضلیت کا ثبوت کیوں کر لگاؤ لیکن جب وہ دیکھیں گے کہ فضائل کثیرہ ایسے ہیں جن سے خاص خاص نبی یا رسول مخصوص پائے جاتے ہیں اور ان فضائل کا بروز و ظہور وجود ہا و وجود نبی اکرم ﷺ میں بھی پایا جاتا ہے تو اس وقت آشکارا ہو جائے گا کہ فَبِهِدَاهُمْ اَقْتَدِهِ کا مفہوم یہ ہے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(۱) بخاری: 3414، مسلم: 2373، (۲) ابو نعیم مصنف کتاب حلیۃ الاولیاء اعلام محدثین سے ہیں۔ ولادت 336ھ وفات 430ھ نام احمد بن محمد اللہ بن احمد بن حنبل۔

(۳) عیاض بن موی صوبہ غزنی کے شہر سہت کے قاضی، فقہ، تفسیر، حدیث، سوانح علوم کے نام تھے۔ شارح الاوار اور کتاب الفقہاء کے مصنف، ولادت 476ھ وفات 544ھ

حضرت آدم علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے فضائل بہت ہیں۔ نبی ﷺ کی ذات مبارک میں بھی وہ فضائل موجود ہیں۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ [البقرة: 31] ”اللہ نے آدم علیہ السلام کو سب اسماء سکھائے“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ذکر یہ طور شاگرد و بانی فرمایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس نفس قدسی کی تعلیم خود خدائے عالم نے فرمائی ہو اس کا علم و فضل تام و اکمل ہوگا۔

﴿وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151]

”یہ رسول تم کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور ایسے (علوم) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کا ذکر یہ طور استاد عالم فرمایا ہے۔ لفظ کتاب کے تحت میں جملہ شرائع الہیہ آجاتے ہیں اور لفظ حکمت کے تحت میں جملہ علوم فاضلہ و نافعہ داخل ہیں اور فقرہ ﴿مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151] کے تحت میں عالم ملکوت اور جہان قلب کے وہ سب اسرار و غوامض آجاتے ہیں جن سے تازمان بعث نبوی ﷺ عالم مادی کے کان نا آشنا اور مستعد دنیا کے قلوب بے بہرہ تھے۔

② اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ قَتْسَى﴾ [طہ: 115]

”ہم نے آدم (علیہ السلام) سے پہلے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گیا۔“

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی صفت بشریت کا اظہار فرمایا گیا ہے اور بتایا کہ نسیان لازم بشریت ہے۔ اس لیے کسی شخص کو شایان نہیں کہ آدم علیہ السلام کے ایک فعل یا ترک فعل پر جس کا صدور و بوجہ نسیان ہوا خوردہ گیری کرے۔

نبی ﷺ کے حق میں علیم و حکیم فرماتا ہے:

﴿سَنَقِرُ لَكَ فَلَا تَنْسَى﴾ [الاعلى: 6]

”ہم تجھے پڑھاتے رہیں گے اور تجھ سے نسیان نہ ہوگا۔“

اس آیت میں سَنَقِرُ لَكَ پہلی آیت کے لفظ عَلَّمَ آدَمَ کے معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ نبی ﷺ کے لیے خود باری تعالیٰ الْمُفْقِرُ (حرفاً حرفاً سکھانے والا) فرمایا ہے۔

③ اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے نسیان کی نفی کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عوامل بشریت کو رسالت محمدیہ ﷺ سے کوئی لگاؤ نہیں،

﴿فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة: 37]

① واضح ہو کہ تین احادیث صحیحہ میں نبی کریم ﷺ کے سہوا ذکر ہے۔ حدیث ذی الیدین میں دو رکعت پر سلام اور حدیث ابن مسعود میں دو رکعت سے قیام حدیث ابن مسعود میں ظہر کی پانچ رکعتوں کا پڑھا جانا بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ احادیث بھی آیات قرآنی کی معارض نہیں۔ اول تو یہ کہ نسیان اور شے ہے سہا اور شے ہے۔ نسیان میں ذہول و غفلت و آفت ذہن شامل ہیں اور سہو صرف ایک شغل کے لیے آتا ہے۔ قرآن مجید ہر دو آیات مذکورہ بالا میں لفظ نسیان ہے ہونے لیس۔ دوم نسیان کا تعلق علم سے ہے اور سہو کا فعل سے۔

”آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات پائے اور رب نے آدم پر توجہ کی۔“

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی سے مشرف فرمایا، نیز اس فعل کا خوش آئند کے اثر سے حضرت آدم علیہ السلام کو پاک ٹھہرایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یمن و برکت کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿وَيَسْمَعُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحَقِّقُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ﴾ [الشوری: 24-25]

”اللہ تعالیٰ اپنے کلمات سے باطل کو محو کرتا ہے اور حق کو حق ٹھہراتا ہے۔ وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔“

اس آیت میں ان کلمات کا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ذکر ہے۔ نیز ان کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی جو امت محمدیہ کو اس سے حاصل ہونے والے ہیں۔

﴿۴﴾ آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ [البقرة: 35-36]

تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ تب تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ مگر شیطان نے ان دونوں کو پھسایا اور جہاں تھے وہاں سے نکلوا یا اور ہم نے کہا اترو۔ تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے۔“

اس آیت میں ایک شجرہ کا ذکر بطور آزمائش گاہ کے ہے اور صورت خلاف پائے جانے پر ظلم بر خود اخراج، ہیو ط عداوت، یک دیگر کا ذکر بطور نتیجہ کے فرمایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال میں بھی ایک شجرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَ بِهَا﴾ [الت: 18-19]

”ان سب مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہے تھے اللہ راضی ہوا۔ اللہ نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا پھر اس پر سکینہ نازل فرمایا نیز ان کو فتح قریب دی اور مغانم کثیرہ بھی دیے جن کو وہ حاصل کریں گے۔“

یہاں بھی ایک شجرہ آزمائش گاہ ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الہی خلوص قلب، نزول سکینہ و حال استقبال کی فتوحات و مغانم کا حصول ہے۔

﴿۵﴾ آدم علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

﴿قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا﴾ [البقرة: 34]

”ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، انھوں نے سجدہ کیا۔“

اس آیت سے آدم علیہ السلام کی رفعت شان بخوبی نمایاں ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ [الاحزاب: 56]

”اللہ اور اللہ کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجا کرتے ہیں۔“

یُصَلُّونَ میں استمرار پایا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ملائکہ کے اشغال دائمی میں سے ہے اور چونکہ رب العالمین نے بھی صلوٰۃ کو ذات قدسی سے نسبت دی ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کی رفعت بہت برتر ہو جاتی ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ہے:

① اللہ تعالیٰ ان کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾ [مریم: 56] ”وہ بہت راست گو نبی تھا۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ﴾ [الزمر: 33] ”وہ جو صدق کو لے کر آیا۔“

② حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں ہے:

﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مریم: 57] ”ہم نے ادریس علیہ السلام کو درجہ عالی پر بلند کیا۔“

اس آیت سے حضرت ادریس علیہ السلام کی بلندی شان بخوبی نمایاں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [الم نشر: 4] ”ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی۔“

اس کی تفسیر حدیث قدسی میں یوں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی ضرور آتا ہے۔ اذان تکبیر، شہد، خطبہ نماز کوئی ایسا مقام نہیں جہاں اسم ہمایوں کا مذکور نہ ہوتا ہو۔ مقام دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام درود شریف میں آ جاتا ہے۔ یہ جملہ اقسام مناسک اسلام میں ہیں۔ انبیائے پیشین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ولادت، دارالہجرت، حلیہ، مکارم اخلاق، محاسن فضائل کا ذکر بہ کثرت کیا ہے۔ مجموعہ بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یسعیاہ، حضرت یرمیاہ، حضرت دانیال، حضرت خرقی ایل، حضرت جقوق، حضرت ملاکی، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے محامد محمدی اور نعوت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب عجیب اسلوب سے بیان فرمایا ہے اور یہ امر رفعت ذکر کی روشن ترین دلیل ہے۔ مندرجہ بالا پیشین گوئیوں کا مفصل ذکر اور شرح ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگی۔

حضرت الیاس علیہ السلام

امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ادریس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی حضرت الیاس ہے۔ اس لیے ان کا ذکر

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ الیاس علیہ السلام نے بعل بت کے خلاف وعظ فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی۔
﴿إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ [الصافات: 124-125]
”الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کہ بعل کو تو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔“
کسی بت کا نام لے کر تردید کرنا بڑی جرأت کا کام ہے کیوں کہ اس سے سخت خصومت پیدا ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے بھی مشہور دیویوں کے نام لے کر بت پرستوں پر حجت الہی قائم فرمائی اور ان کو توحید کی جانب دعوت فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذْ قَسَمَٰهُ ضُرُوبًا ۝ إِن هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمِيَّتُوهَا أَنْتُمْ وَابْنُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأُنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ﴾ [النجم: 19-23]

”کیا تم نے لات اور عزی کو اور پھر تیسری منات کو دیکھا۔ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لیے بیٹیاں۔ یہ تو بھونڈی بانٹ ہے۔ لوگو! یہ تو نام ہی نام ہیں جو تم نے رکھ لیے ہیں اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں۔ اللہ نے اس بات کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ تم تو اپنے ہی گمان اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کر رہے ہو حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔“

نبی ﷺ نے چوں کہ بہت سے بتوں کے خلاف اپنی آواز کو بلند فرمایا تھا اس لیے حضور ﷺ کو بہت سخت ابتلاؤں کا تحمل برداشت فرمانا پڑا۔

حضرت نوح علیہ السلام

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ انھوں نے توحید کی تبلیغ میں مساعی جمیلہ فرمائیں اور جملہ مصائب کو طیب قلب اور انشراح صدر سے برداشت کیا۔ کتاب حمید میں ان کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔

① دو جگہ نبی ﷺ اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ایک ہی آیت میں جمع فرمایا گیا ہے اور ہر دو جگہ نبی ﷺ کے نام کو تقدم دیا گیا ہے۔

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَ النَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ [النساء: 163]

”ہم نے تجھ پر وحی بھیجی جیسا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء (علیہم السلام) پر وحی بھیجی تھی۔“

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾

”جب ہم نے انبیاء (علیہم السلام) سے ان کا بیٹاق لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم و موسیٰ (علیہم السلام) اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام)

سے بیٹاق لیا۔“ [الاحزاب: 7]

آیت اول میں بتایا گیا ہے کہ جملہ انبیاء کی وحی کی حقیقت ایک ہی ہے۔ دوسری آیت میں اولوا العزم رسولوں کے نام بتائے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو نام بیان ہوئے ہیں ان میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اقتضائے ترتیب یہ تھا کہ حضور ﷺ کا نام صبی علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کے بعد ہوتا مگر نہیں وہ تو سب سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿2﴾ نوح علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ [نوح: 1] ”ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔“

سورہ توبہ و شعراء و سورہ ص و ہود وغیرہ میں بھی نوح علیہ السلام کا اپنی ہی قوم کے لیے رسول ہونا بیان ہوا ہے۔ نبی ﷺ کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۖ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾

”اے محمد ﷺ! ان سب کو جو نسل انسانی کے اندر داخل ہیں بتادے کہ میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جو

آسمان اور زمین کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔“ [الاعراف: 158]

آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام خدائی میں محمد ﷺ کی رسالت کو وسیع فرمایا ہے۔

﴿3﴾ نوح علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

﴿وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [اشعراء: 114]

”میں ایمان والوں کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔“

اس آیت سے نوح علیہ السلام کا خلق اور امت مومنہ پر شفقت و الطاف کا حال اصل معلوم ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعُدُوَّةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ [الانعام: 52]

”جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی رضا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے سے الگ نہ کر۔“

﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا:

﴿يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَ بَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّنْ مَعَكَ﴾ [ص: 48]

”اے نوح! کشتی سے ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہیں اتر۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گروہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے معیت رسول کی وجہ سے برکتوں کو نازل فرمایا تھا۔

نبی ﷺ کی امت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ [الحجاب: 43]

”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں۔“

﴿2﴾ ﴿يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُنِمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [المائدہ: 6]

”اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کا اتمام کرے تاکہ تم شکر کیا کرو۔“

﴿3﴾ ﴿لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ﴾ [الانفال: 11]

”تاکہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطانی میل کھیل کو تم سے دور کرے۔ تمہارے دلوں کو ملائے اور تمہارے پاؤں جمائے۔“

ہر سہ آیات پر غور کرو۔ صلوٰۃ، تطہیر، اتمام نعت، دوری رجز شیطان، ارتباط قلوب، ثبات اقدام کے وعدے اصحاب النبی ﷺ کے ساتھ فرمائے گئے ہیں اور جو لوگ ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ يَاحْسَنَ﴾ [التوبہ: 100] کے مصداق ہیں وہ بھی ان سب وعدوں میں ان ہی کے تحت میں داخل ہیں۔ یہ جملہ برکات امت محمدیہ کو نبی ﷺ کے اتباع و محبت کی وجہ سے عطا ہوئی ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام

① ہود علیہ السلام کی نبوت پر قوم کی جرح یہ تھی کہ وہ بشر ہیں۔ ②

قرآن مجید میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَمَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ [ہود: 27] ”ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔“

نبی ﷺ پر بھی کفار کا بڑا اعتراض یہ تھا:

﴿أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا﴾ [بنی اسرائیل: 94] ”کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا۔“

③ ہود علیہ السلام کے سامنے قوم کے مال دار لوگ کہا کرتے تھے:

﴿وَمَا نَرَاكَ إِلَّا الْبَدِينُ هُمْ أَزَادُنَا بَادِي الرُّأْيِ﴾ [ہود: 27]

”ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ تمہارے پیچھے ہو گئے ہیں جو ہم میں سے رذیل اور موٹی عقل کے ہیں۔“

امتیان نبی ﷺ کو بھی متکبران مکہ یوں ہی کہا کرتے تھے:

﴿أَلَوْ مِنْكُمْ أَمْنٌ الشُّفَعَاءُ﴾ [البقرہ: 13]

”کیا ہم بھی وہی مان لیں جو بے سمجھ لوگ مان گئے ہیں۔“

یہ جھوٹے مغرور جن لوگوں کو سبھا، بتاتے تھے، زمانہ نے دیکھ لیا کہ وہی لوگ امن بیٹھ کے پھیلانے والے، مساوات کا سبق دینے والے، عرب، مصر، ایران، شام، عراق و فلسطین کو علم اور تہذیب و تمدن اور شائستگی دینے والے تھے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا منصب رفیع کس قدر اعلیٰ ہے۔ جب حضور ﷺ کے اتباع والوں کی شان یہ ہے۔

④ ہود علیہ السلام کافروں کے سامنے فرماتے ہیں:

﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ [الانعام: 50]

”میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضہ میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔“

یہی الفاظ سورہ انعام کے پانچویں رکوع (آیت 50) میں ہیں اور ان کے شروع میں لفظ ”قل“ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان الفاظ کے سنا دینے کا حکم دیا تھا۔ ان الفاظ کے سنانے سے مدعا یہ ہے کہ اللہ کا نبی اپنی نسبت کسی خوش اعتقاد کی عظمت کو پسند نہیں کرتا۔ ان کے لیے وہی سچی تعریف کافی ہے جس کا مستحق اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے۔

⑤ ہود علیہ السلام کا زمانہ براہیم علیہ السلام سے جو شتر کا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام

اللہ پاک نے بتایا ہے کہ صالح علیہ السلام کے وعظ خالص توحید کے استحکام اور بطلان شرک کی بابت ہوا کرتے تھے:

﴿يَقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ﴾ [ص: 61]

”اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ اسی نے تم کو خاک سے بنایا اور اس میں آباد کیا۔ پس اسی سے بخشش مانگو اور اسی کی جانب توبہ کرو، میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کنندہ بھی ہے۔“

نبی کریم ﷺ کا وعظ بہ حکم ربانی یہ ہوتا تھا:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ طَلَلْتُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي فَاَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ [النمر: 10-15]

”کہہ دے (اے پیغمبر!) کہ اے ایمان لانے والوں! رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ سمجھا دے کہ اللہ کی زمین میں جو نیکی کرتا ہے اس کے لیے نیکی ہی نیکی ہے۔ (سمجھا دے) کہ اللہ کی زمین فراخ ہے کوئی عبادت کرنے میں روک ٹوک کرے تو تم وہ جگہ چھوڑ دو۔ (سمجھا دے) کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے اندازہ دے گا۔ بتا دے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کر کے واسطے اس کے عبادت اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے فرماں برداری کروں۔ بتا دے مجھے تو ڈر ہے کہ اگر نافرمانی کروں گا تو اس بڑے دن کا عذاب بھی سامنے ہے۔ بتا دے کہ وہی اللہ ہے اسی کی عبادت میں خلوص سے کرتا ہوں۔ یہی میرا دین ہے۔ اب لوگوں کی مرضی جس کی پوجا چاہیں کریں۔ بتا دے خسارے والے وہ ہیں جو قیامت کے دن وہ خود اور ان کا کنبہ خسارے میں رہیں گے۔ (یاد رکھو) یہی کھلم کھلا ٹوٹنا (خسارہ) ہے۔“

مندرجہ بالا آیات پر جو نبی ﷺ کی تبلیغ کے مضامین پر جامع ہے، غور کرو حضور ﷺ کیسے کیسے اسلوب بدیع (خوبصورت) کے ساتھ توحید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

حضرت خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نبی کریم ﷺ کو نہایت قرب اور مشاکلت کلی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے دعا مانگی تھی کہ حضور ﷺ مکہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا: ﴿وَآتَيْتُكَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ اس لیے واقعات ذیل خاص غور کے لائق ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

① ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

﴿يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الأنبياء: 69]

”اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جانا۔“

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ﴾ [النمل: 64]

”وہ جب جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔“

② ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ [البقرہ: 127]

”جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرتے تھے۔“

نبی ﷺ نے اس کعبہ کو قبلہ بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور رب العالمین نے حضور ﷺ کے میلان قلب کو دیکھ کر اسی کے موافق حکم نازل فرمایا:

﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ [البقرہ: 144]

”ہم نے تیرے رخ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھا، ہم تجھے اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے، پھیر دیں گے۔“

③ ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ کے بتوں کو توڑا۔

﴿فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا﴾ [الأنبياء: 58]

”پس انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔“

نبی ﷺ نے کعبہ کے 360 بتوں کو باہر نکلوا کر دائی حکم بطلان ضم پرستی کا صادر فرمایا:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [الاسراء: 81]

”حق آ گیا، باطل چلا گیا، باطل تو جاتے رہنے والا ہی ہے۔“

④ ابراہیم علیہ السلام نے ابتدائی عمر میں ایک بیوی پر اکتفا کر کے پھر آخر عمر میں متعدد نکاح کیے۔ نبی ﷺ نے بھی اسی سنت ابراہیمی پر عمل فرمایا:

⑤ ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا۔

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ [الحج: 27]

لوگوں میں حج کا اعلان کر دے۔

نبی ﷺ نے فرضیت حج کا حکم مع شرائط استطاعت سنایا۔

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ [آل عمران: 97]

”اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے فرض ہے جو اس گھر کی طرف جانے کی استطاعت رکھے وہ حج کرے۔“

⑥ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو البغضِ اللہی کی صفت جلیلہ میں دنیا کے سامنے نمونہ بنایا۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُاُ مِنْكُمْ وَمِمَّا

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ [الممتحنة: 4]

”تمہارے لیے عمدہ نمونہ ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کا جب انھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی عبادت تم اللہ کے سوا کرتے ہو ان سے بھی بیزار ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام دنیا کے لیے النُّبَّیِّہِ اللہ کی صفت جلیلہ میں بہترین نمونہ ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

”اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے ان سب کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرتے ہیں۔“ [البقرہ: 21]

یہ ظاہر ہے کہ یہی ہر دو صفات ہیں، جن سے ایمان باللہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان صفات میں یہی پدرا عظیم اور سید ولد آدم تمام عالم کے لیے اسوہ قرار دیئے گئے ہیں۔ دنیا کو ضرورت ہے کہ ان بہترین و اکمل ترین کی سیرت اور افعال و اقوال سے بخوبی واقف ہو، تاکہ ہر فعل ہر عمل اسی نمونہ کے مطابق کیا جائے۔ جو منظور شدہ بارگاہ و سرمدی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے خلق کی تعریف فرمائی ہے اور ارشاد کیا:

﴿إِنِّ اِبْرٰهٖمَ لَا وَاہٖ حَلِیْمٌ﴾ [النوبہ: 114] ”ابراہیم علیہ السلام بہت نرم دل اور بردبار تھا۔“

نبی ﷺ کے خلق کی بھی کلام مبین میں صفت فرمائی گئی۔ فرمایا:

① ﴿اِنَّكَ لَعَلٰی خُلِقْتَ عَظِیْمٌ﴾ [القلم: 4] ”تو بزرگ ترین اخلاق پر متصرف ہے۔“

② ﴿فَیْمَا رَحْمَۃً مِّنَ اللّٰهِ لَیْسَتْ لَہُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَقْطًا عَلِیْطُ الْقَلْبِ لَا تَفْضُوْا مِنْ حَوْلِکَ﴾

”یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خو بنایا، اگر تو درشت طبع، سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔“ [آل عمران: 159]

③ ابراہیم علیہ السلام نے منکر وجود باری تعالیٰ کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا وہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۤئِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِیْقِ فَاَتِ بِہَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ [البقرہ: 258]

”اللہ تعالیٰ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال دے۔“

نبی ﷺ نے بھی منکر حشر اجساد پر جو دلائل قائم کیے ہیں وہ کتاب حکیم میں درج ہیں۔

﴿قُلْ یٰحَیْہِیَہَا الَّذِیْ اَنْشَاَہَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَہُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُم مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوقَدُوْنَ﴾ [نہ: 79-80]

”کہہ دے مردہ کو وہی زندہ کرے گا جس نے اسے بار اول پیدا کیا تھا۔ وہ ہر پیدائش کی حالت کا خوب علم رکھتا ہے۔ وہ جس نے سبز درخت سے آگ کو نکالا جس سے تم روشنی لیا کرتے ہو۔“

ہر دو واقعات میں مشابہت کلی اس طرح بھی قائم ہو جاتی ہے کہ دلائل ابراہیمی بھی تعلیم من اللہ کا نتیجہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ﴿تِلْكَ حُجَّتُنَا اٰتٰیْنٰہَا اِبْرٰہِیْمَ﴾ [الانعام: 83] اور براہین محمدی ﷺ بھی وحی من اللہ ہیں۔ اسی آیت کے

آغاز میں لفظ ”قل“ اس راز کا انکشاف کر رہا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام ①

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ (بھتیجے) ہیں۔ بی بی سارہ کے بعد سب سے پہلے یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی محبت میں انھوں نے ہجرت الی اللہ کی تھی۔

① قوم نے ان کو اخراج کی دھمکی دی تھی۔

﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ﴾ [الشعراء: 167]

”اے لوط! اگر تو ہم کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔“

نبی کریم ﷺ کے اخراج کی بھی تجاویز کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے:

﴿تَكُونُوا آيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ﴾ [التوبہ: 13]

”اپنی سوگندوں (قسموں) کو توڑ دیا اور رسول کو باہر نکال دینے کا قصد کر لیا۔“

② لوط علیہ السلام کی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ ان جامع الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

﴿كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ﴾ [الانبياء: 74]

”وہ خبیثت والے کام کیا کرتے تھے۔“

نبی کریم ﷺ کی ثناء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: 157]

”ہمارا نبی لوگوں پر خبیث عادتوں، ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے۔ ان کے بوجھ اتارتا ہے اور ان کی گردنوں سے طوق نکالتا ہے۔“

③ لوط علیہ السلام کی مدد اور ان کے اعداء کی تباہی کے لیے فرشتوں کا اترنا قرآن پاک میں مذکور ہے۔

﴿يَا لُوطُ إِنَّا رَمَلْنَاكَ لَكِنَّا نَصَلُّوْا إِلَيْكَ﴾ [صود: 81]

”اے لوط! ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں، تیرے دشمن تیرے قریب نہ آئیں گے۔“

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ مدد فرشتوں کی بابت فرماتا ہے:

﴿يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ [آل عمران: 125]

”اللہ تمہاری مدد پانچ ہزار (5000) فرشتوں سے جن کی مدد پر اور فرشتے بھی ہوں گے، فرمائے گا۔“

مؤلف کتاب کے ایک نعتیہ قصیدہ کا مطلع ہے:

اے از جہاں و ہر چہ درو برتر آمدہ
بہر تو قدسیاں مدد لشکر آمدہ

④ حضرت لوط کا زمانہ 1898 قبل مسیح پایا جاتا ہے۔ ان کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

① قرآن مجید حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ [مریم: 54] ”وہ وعدہ کا سچا تھا۔“

نبی ﷺ کے وعدوں کو پورا ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی زبان سے فرمایا ہے۔

﴿هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ [الاحزاب: 22]

”یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے ہم سے کیا تھا اور اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا۔“

② حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ﴾ [مریم: 55] ”اپنے کنبہ کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتا تھا۔“

اس آیت میں سکھایا گیا ہے کہ اصلاح اول کنبہ سے شروع ہونی چاہیے۔

نبی ﷺ کو فرمایا گیا ہے:

① ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طہ: 132] ”اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دے اور اسی پر قائم رہ۔“

② ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: 214] ”اپنے کنبے کو زیادہ تر نزدیکوں کو (خصوصیت سے) ڈرا دے۔“

ہر دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اہل کے علاوہ اقارب کو بھی خاص اہتمام سے تبلیغ فرمائی تھی۔

③ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتُنَا لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [البقرہ: 125]

”ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف والوں، اعکاف والوں اور رکوع و سجود

والوں کے لیے پاک کرو۔“

یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں حضرت اہلق علیہ السلام اور ان کی شاخ داخل ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فخر و دوامان فرزند یعنی نبی ﷺ نے دنیا کو یہ حکم سنایا۔

﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ شَطْرَهُ﴾ [البقرہ: 144] ”تم اپنے منہ مسجد الحرام کے سامنے کے رخ پھیر دو۔“

اس حکم سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ ہی نے بتایا کہ کعبہ ہی تمام مساجد دنیا کا قبلہ ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

اہلق علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں مفرداً کم آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ① کے ساتھ یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ یا

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ان کا اسم گرامی آتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

① حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پوری 100 سال کی تھی جب حضرت اہلق پیدا ہوئے۔ یہ 40 سال کے تھے جب ان کی شادی راقہ خاتون سے ہوئی۔ وہ محراب اور ابراہیم کی پوتی ہیں۔ 60 سال کے تھے جب ان کے ہاں توام بچے پیدا ہوئے۔ زیادہ تر فلسطین میں رہے۔ 180 سال کی عمر پا کر والد کی قبر کے برابر مدفون ہوئے۔

﴿وَتَشْرُوهُ بِاسْحَقٍ﴾ [الصافات: 112] ”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحق علیہ السلام کی بشارت دی۔“
اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ان کی پیدائش سے پیشتر دی گئی تھی اور یہ بڑا منصب اور فضیلت ہے۔

② بنی اسرائیل کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا تھا:
﴿مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ [الف: 6]
”میں احمد رسول کی جو میرے بعد آئیں گے بشارت دیتا ہوں۔“

حضرت یعقوب علیہ السلام

① یعقوب علیہ السلام کا ایک وعظ جو انھوں نے بیٹوں کو خطاب کر کے فرمایا، قرآن مجید میں مذکور ہے:
﴿إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَالِاهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهُهُمَا وَنَحْنُ لَهُ، مُسْلِمُونَ﴾ [البقرة: 133]
”یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے پوچھا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ وہ بولے تیرے اللہ کی اور تیرے باپ دادوں ابراہیم واسماعیل واسحق علیہم السلام کے اللہ کی جو اکیلا معبود ہے۔ ہم عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔“
نبی کریم ﷺ کا پیغام بھی کل دنیا کے لیے یہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا إِلَهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 21-22]

”اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تم اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے پانی اتارا، پھر پانی سے میوے بنائے کہ تم کھاؤ۔ بس اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک نہ بناؤ۔ جب تم جانتے ہو کہ (اللہ تعالیٰ کے برابر کا کوئی بھی نہیں)۔“

② یعقوب علیہ السلام کی تعلیم یہ تھی:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهًا، لَا يَنْفَعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ﴾ [يوسف: 87]
”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید مت بنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو کافر ہی ہوا کرتے ہیں۔“
نبی کریم ﷺ کی تعلیم بھی امت کو یہ ہے:

③ جوان ہو کر ماموں کے گھر گئے۔ اس کی دولہا کیوں سے نکاح کیا۔ میں (20) سال وہاں رو کر واپس شام کو آئے۔ واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو اسرائیل کا خطاب دیا۔ ان کی واپسی کے بعد حضرت اسحق علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ یہاں آ کر برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چاچا میں گرایا جب حضرت یوسف علیہ السلام کا چچا لگ گیا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں، پوتوں اور ان کی ازواج سمیت کنعہ کے 68 لوگوں کے ساتھ مصر گئے۔ وہاں 17 سال رہے، 147 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ 40 دن تک ان کے جسم میں خوشبو بھری گئی۔ پھر لاش کو کنعان لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: 139]

”ہمت نہ ہارو، غم زدہ نہ بنو، تم ہی غالب رہو گے جب تم مومن ہو۔“

③ زیاں کار گنہگار فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام سے درخواست کرتے ہیں:

﴿يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ﴾ [یوسف: 97]

”اے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت چاہو، ہم تو جان بوجھ کر خطا کرنے والے ہیں۔“

اور یعقوب علیہ السلام ان کو فرماتے ہیں:

﴿سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [یوسف: 98]

”میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کا سوال کروں گا اور وہ تو خطاؤں کو ڈھانپنے والا، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔“

رب العالمین کل اہل عالم سے فرماتا ہے اور ان کو رحمت عالم کی شان بتاتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾

”جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر یہ تیرے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے

بخشش چاہے تب وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت التفات اور رحم فرمانے والا ہے۔“ [النساء: 64]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کو معلوم کرنے کے لیے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ [النساء: 64] پر غور کرنا چاہیے۔ یہی راز ہے کہ

ہر دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ کیوں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کو یہ مبارک موقع حاصل تھا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے دعا کرائیں۔ اس عہد ہمایوں کے انقراض کے بعد اہل عالم کے واسطے صرف یہی

طریقہ رہ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا مستحق خود کو ٹھہرائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَوَّلَيْنِ وَالْاٰخِرَيْنِ وَفِي مَلَاةِ الْاَعْلٰی اِلٰی يَوْمِ الدِّیْنِ

حضرت یوسف علیہ السلام

حدیث پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم فرمایا گیا ہے:

قرآن مجید میں ان کے رویا کا ذکر ہے:

﴿إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَايْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِينَ﴾ [یوسف: 4]

”میں نے گیارہ (11) تارے اور سورج، چاند کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔“

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب چند سال کے بعد اس طرح پورا ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور گیارہ کے گیارہ بھائی

ان کے مل جانے پر سجدہ گزار ہوئے تھے۔ خواب پورا ہوا مگر لمبی مدت کے بعد پورا ہوا اور درمیانی زمانہ میں بھائیوں کی عداوت کی وجہ سے

حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت سی تکالیف اٹھانی پڑیں اور بھائیوں کو بھی ان کی علیحدگی کے بعد مصائب جھیلنے پڑے۔ بھائی یہ نہ سمجھتے تھے کہ

یوسف علیہ السلام کا ان کے اندر رہنا باعث یمن و برکت ہے۔

نبی ﷺ کے خواب کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے۔

﴿لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوُحَا بِالْحَقِّ لَنَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَهُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾ [الفصح: 27]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچا کر دکھایا۔ خواب یہ تھا کہ (مسلمان احرام کے لباس میں) پر امن، سرمند دائے ہوئے اور ہال کترائے ہوئے، ان شاء اللہ داخل مسجد الحرام ہوں گے اور ان کو کسی مخالف کا ڈرا خوف نہ ہوگا۔“

① یہ خواب ایک سال ہی کے بعد پورا ہو گیا تھا۔ مکہ سے نبی ﷺ کے علیحدہ رہنے کی مدت آٹھ (8) سال تھی اور اہل مکہ اس عرصہ میں قحط و وبا کے مصائب کے شکار رہے تھے، یوسف علیہ السلام کا خواب تھوڑا سا استعارہ لیے ہوئے تھا مگر نبی ﷺ کا خواب استعارہ تعبیر سے بالاتر اور بالکل صورت ظاہری کا مظہر تھا۔ چنانچہ آیت بالا میں لفظ بالحق کا لطیف اشارہ اسی جانب ہے۔

② یوسف علیہ السلام پر امراۃ العزیز کے نام سے بہتان لگایا گیا اور نبی ﷺ پر امراۃ زید کے نام سے افتراء پردازی کی گئی۔ ہر دو واقعات میں اگر اندرونی امتیاز ہے تو یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر فعل سوء (کار بد) کا بہتان باندھا گیا اور نبی ﷺ پر نکاح کر لینے میں الزام تراشی کی گئی۔

③ یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائیوں نے مشورہ کیا تھا وہ یہ تھا۔

﴿اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوْ اطْرَحُوهُ أَرْضًا﴾ [یوسف: 9]

”یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو یا کسی جگہ پر پھینک دو۔“

نبی ﷺ کے خلاف بھی قریش نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا۔

﴿إِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ﴾ [الأنفال: 30]

”جب کافر تیرے لیے خفیہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا وطن سے خارج کریں یا قتل کر دیں۔“

یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے چاہ سیاہ میں گرا بھی دیا تھا، مگر نبی ﷺ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھا۔

④ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بھائی عرض کر رہے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَا وَ أَهْلْنَا الضَّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا﴾

”اے حاکم! ہم پر اور ہمارے کنبہ پر قحط کی تکلیف ہے اور ہم سرمایہ بھی تھوڑا لائے ہیں مگر تو ہم کو پورا تاپ دلا دے اور ہم

پر اپنی مہربانی فرما۔“ [یوسف: 88]

نبی ﷺ کے بعد حضور ﷺ کی قوم بھی قحط شدید کی جس زبوں حالت تک پہنچ گئی تھی اس کا ذکر آیت ذیل میں ہے۔

(جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی ہے جو صحیح بخاری میں ہے)

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

”اس روز کا انتظار کر جس روز آسمان پر دھواں ہی دھواں نظر آئے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور لوگ پکاراٹھیں گے

کہ یہ تو بہت دردناک عذاب ہے۔“ [الدخان: 10-11]

⑤ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے بھائیوں کو غلہ دلایا تھا۔ اور نبی ﷺ نے شامہ بن اعمال رضی اللہ عنہ کو حکم دے کر نجد سے اہل مکہ کے لیے غلہ بھجوا یا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام ایک مشرک، مال دار، ترازو کش قوم میں مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے ان کے مواعظ توحید کے بعد زیادہ تر اموال کے متعلق ہوتے تھے۔

① اللہ تعالیٰ نے ان کا وعظ اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿يَقُومُوا أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ﴾ [ص: 85]

”اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں گھٹانا نہ ڈالو۔“

نبی ﷺ نے بھی امت کو اس بارہ میں جو تعلیم دی ہے وہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:-

﴿وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ﴾ [الرحمن: 9]

”تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں گھٹانا نہ ڈالو، (ڈنڈی نہ مارا کرو)“

﴿وَيُلْ لِلْمُطْلَقِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾

”تطفیف والوں پر عذاب دوزخ ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو اپنا گھر پورا کر لیتے ہیں اور جب

لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تب ان کو گھٹانا پہنچاتے ہیں۔“ [المطففين: 1-3]

② اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بابت بتایا ہے:

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعَبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا﴾ [الاعراف: 88]

”قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھے اور تجھے پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔“

نبی ﷺ پر ایمان لانے والوں کے اخراج اور ان کی نصرت رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے:

﴿الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَتَغَوَّنَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾

”مہاجر لوگ جو اپنے گھروں اور ملکیتوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے جو یا اور اللہ تعالیٰ اور رسول

اللہ ﷺ کی نصرت کرنے والے ہیں۔“ [الحج: 8]

③ کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام کے دلائل سے عاجز ہو کر یوں کہا تھا:

﴿يَشْعَبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ﴾ [9/ الص: 9]

”اے شعیب علیہ السلام! تیری بہت سی باتیں جو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔“

نبی ﷺ کو بھی ایسے ہی کفار کے ساتھ سابقہ پڑا تھا جس کا ذکر آیت ذیل میں ہے:

﴿وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ وَفِيْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ﴾ [نمل: 5]

”کافروں نے کہا کہ ہمارے دل تیری دعوت سے دور ہیں اور ہمارے کانوں میں تیری بات سننے کے لیے گرائی ہے

اور ہمارے تیرے درمیان پردے پڑے ہوئے ہیں۔“

یہودیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کو یہی جواب بت پرستوں کا سادیا۔

﴿وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ﴾ [البقرة: 88]

”یعنی ہمارے دلوں پر تہ در تہ غلاف چڑھے ہوئے ہیں، تیری تعلیم وہاں تک نہیں جاسکتی۔“

④ حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا:

﴿يٰشُعَيْبُ اَصْلَحْ لَكَ تَأْمُرُكَ اَنْ تَتْرَكَ مَا يَعْْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ تَفْعَلَ فِىْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ﴾ [عور: 87]

”اے شعیب! کیا تیری نماز یہ بھی ضروری ٹھہراتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتوں کو چھوڑ دیں۔ کیا تیری نماز اس

سے بھی روکتی ہے کہ ہم اپنا روپیہ پیسہ سے جس طرح چاہیں ویسا بیوپار کیا کریں۔“

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سودخوار قوم چاہتی تھی کہ نماز پڑھ کر نبی کو بھی خوش کر دیں اور اپنے آبائی شرک پر رو کر سودخواری پر بھی قائم رہیں، لیکن اگر نماز اور سود دونوں ساتھ ساتھ نہ بھیسکیں تو ایسی نماز کو دور ہی سے سلام کر دیں اور اگر ایسی نماز بت پرستی کے ساتھ جمع نہ ہو سکے تو نبی کی کوئی بھی بات نہ مانیں۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی کسی مال دار شخص کے دل میں اسلام لانے سے پیشتر ایسی آرزو ہو اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی امید خام کو منقطع کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو کامل الایمان بنانے کے لیے ہی یہ حکم دیا ہو۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ لَكُمْ تَفَعُّلُوْا فَاَذْنُوْا بِحَرْبٍ

مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ ۚ اِنْ تَبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلُمُوْنَ وَلَا تَظْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: 278-279]

”اے ایمان لانے والو! اگر تم مومن بن گئے ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کی جو رقم وصول کرنی ہے اسے چھوڑ

دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان سمجھ لو اور اگر پھر باز آ جاؤ تب تمہارا راس المال تم کو

ملے گا، نہ تم دوسرے پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔“

راقم مضمون کے نزدیک اس حکم سے متبادر ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رقم قرضہ مع سود کی نالاش (دعویٰ) کرے تو قاضی اسلام

اس کے تمام دعوے کو خارج کر دے، کیوں کہ راس المال ملنے کی صورت اِنْ تَبْتُمْ کی شرط پر منحصر ہے۔

حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام

انبیاء بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام ایک شان خاص کے نبی ہیں۔ تو رات میں درج ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل

میں نہیں ہوا۔ ①

① موسیٰ علیہ السلام کے حالات پڑھتے وقت مجھے گمان ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قیسی ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ دریا میں ڈالنے کے لیے

والدہ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کا ہونا پھر ان کا خبر تابوت لانے کے لیے اپنی بیٹی ہی کو بھیجنا ان کے والد بزرگوار کا مذکور نہ پایا جانا، اس گمان کو قوی

کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

نبی ﷺ بھی دنیا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم بن چکے تھے۔

② موسیٰ علیہ السلام کی تربیت آسیہ مکرمنہ کی تھی اور وہ فضیلت کی مستحق ٹھہریں۔ اس طرح علیمہ سعدیہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شفقت مادرانہ کا برتاؤ کرتی تھیں اور وہ ﷺ کے منصب پر فائز ہوئیں۔

③ موسیٰ اپنے مخالفین سے بچ کر نکل گئے تھے اور نبی ﷺ بھی اپنے محاصرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے گھر سے غار ثور کو تشریف لے گئے تھے۔

④ موسیٰ علیہ السلام کو دختر شعیب علیہا السلام نے ان کی قوت و امانت کے اوصاف سے پہچانا تھا اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم ﷺ کے اوصاف صدق و امانت کو دیکھ کر اپنا دل حضور ﷺ کی نذر کر دیا تھا۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانے کا واقع بیان فرمایا ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا أَنهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُمُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ [القصص: 29-30]

”جب موسیٰ علیہ السلام (دس برس حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہ کر) مدت پوری کر کے اپنی بیوی کو لے کر رات کو روانہ ہوا تب اس نے طور کی جانب آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا، یہیں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے (میں جانتا ہوں) شاید وہاں سے کچھ خبر راہ کی ملے یا آگ میں سے کوئی انگارہ لے آؤں کہ تپ سکوں۔ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچا تب اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کے ایک درخت سے یہ آواز دی گئی اے موسیٰ علیہ السلام میں اللہ ہوں، سب عالموں کا پالنے والا۔“

اس نظارہ کا تعلق جہاں تک حیات سے ہے اس کا ذکر آگ، وادی، شجرہ، اور نما کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

نبی ﷺ کے پاک نظارہ کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے اور ہم ان آیات کو جو اس نظارہ پاک سے متعلق ہیں درج کرتے ہیں۔

﴿ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ، لِنُرِيَهُ، مِنْ آيَاتِنَا ۝ [الاسراء: 1]

”پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندہ کو شب شب مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (اور وہاپس لایا) وہ مسجد جس کے گرد و نواح کو ہم نے برکت دی ہے۔ یہ سیر اس لیے تھی کہ اپنے بندہ کو ہم اپنی آیات دکھائیں۔“

فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ ۝ وَمَا طَغَىٰ ۝ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۝ [النجم: 13-18]

”اس کا دوبارہ نزول بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ کو ڈھانپ

رکھا تھا۔ نبی کی آنکھ نے جو کچھ وہاں دیکھا اس کی دید میں کچھ بھی شبہ نہیں ہوا اور نہ آنکھ اس نظارہ کے وقت ادھر ادھر ہوئی۔ نبی نے اللہ کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا۔“

فرمایا: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى﴾ [الجم: 11]

”آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اسے نہیں جھٹلایا یعنی نظارہ کی حقیقت پر دل تصدیق کرتا ہے۔“

﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ [الجم: 10]

”پھر اللہ نے اپنے بندہ پر وحی کی جو کی۔“

یہ نظارہ جس قدر روحانیت اور رویت یعنی یقین قلبی پر حاوی ہے اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے مگر الفاظ کی شوکت اور معانی برتری مفہوم کی رفعت اس بے چوں و چگوں کی کیفیت کو تعقل انسانی کے سامنے اس طرح متشکل بناتا رہی ہیں اور قلب و دماغ اس سے متلذذ و متکلیف بھی ہو رہے ہیں اور محبذا گہری حیرت اور عمیق درر بودگی کو بھی ساتھ ساتھ لیے ہوئے ہیں۔

﴿مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ اور نبی اسرائیل کافرعون نے تعاقب کیا تھا اور بالکل قریب پہنچ جاتا ہے تو بنی اسرائیل پکاراٹھتے ہیں۔

﴿إِنَّا لَمُدْرِكُوكُمْ﴾ [اشعراء: 61] ”ہم تو پکڑے گئے۔“

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ [اشعراء: 62]

نہیں، ایسا نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ میری رہبری فرمائے گا۔“

ذرا غور کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اس معیت ربانی میں اپنی قوم کو اپنے ساتھ شامل نہیں فرماتے، جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قوم ہنوز ایسے پست درجہ پر تھی کہ اس معیت کی اہلیت ان میں نہ تھی۔

نبی ﷺ کو بھی ایسا ہی موقع پیش آیا، حضور اقدس ﷺ اور حضور مکی ﷺ کے یارِ عار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھوہ کے اندر ہیں اور کفار ثنجاہ یلغار کرتے ہوئے اس کے کنارے پر آ گئے ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبان خاموش ہے مگر اندرون قلب میں ضرور اندوہ کا ایک جوش ہے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ (سورہ توبہ) ”ابو بکر دل کا فکر دور کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام کے لفظ مَعِيَ اور نبی ﷺ کے لفظ مَعَنَا پر تکرار کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا جذب کس قدر قوی ہے کہ اپنے ساتھی کو بھی اسی معیت الہی میں شامل فرما لیتے ہیں جو حضور ﷺ فداء ابی و اُمی کو خود حاصل تھی۔

﴿بَنِي إِسْرَءِيلَ﴾ نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم جہاد کی تعمیل کرنے سے انکار کیا اور یوں گستاخانہ ان کی جناب میں کہا تھا:

﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ [المائدہ: 24]

”تو اور تیرا رب جاؤ اور دونوں جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔“

﴿جملہ آیات پر زرا تدریسے غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ کی نظر و بصیرت اور وحی و رویت اور سان و جوارح کا تزکیہ کیسے اسلوب بدیع میں فرمایا گیا ہے۔

﴿فَإِنَّمَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيَهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾ [المائدہ: 26]
 ”ان لوگوں پر وعدہ کی زمین کا داخلہ حرام ہے۔ چالیس (40) سال تک یہ اسی زمین میں چکر لگاتے رہیں گے تو ان فاسقوں کا (اسی فیصلہ کی وجہ سے) افسوس نہ کرنا۔“

یہ حکم رب العالمین نے ان کی سزا میں دیا تھا۔
 بنی اسرائیل کا یہ قصور چالیس (40) سال کے بعد معاف ہوا اور پھر انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ جہاد کیا اور ظفریاب ہوئے۔

نبی علیہ السلام کے عہد ہمایوں میں بھی ایسا ہی واقعہ کچھ گنوار لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
 ﴿قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سِتْرُ عَوْنٍ إِلَى قَوْمِ أُولَىٰ نَاسٍ شَدِيدٍ يُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا﴾ [التغ: 16]

”اے نبی! اعراب (بادیہ نشینوں) کو جو تیرے ساتھ چھڑ گئے تھے کہہ دیجیے کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگ جو قوم کے ساتھ لڑنے کے لیے دعوت دی جائے گی یا تو ان سے تمھاری لڑائی ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اس وقت حکم مانا تب اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔“

سورہ فتح کا نزول 7ھ میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ کی حیات میں ان خلفین کو کبھی دعوت نہ دی گئی تھی، کیوں کہ قرآن مجید ہی نے ان خلفین کو جب انھوں نے نبی ﷺ کے ہر کام چلنے کی ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو یہ بھی بتا دیا تھا۔

﴿فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ ابَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا﴾ [التوبہ: 83]
 ”اے نبی! کہہ دے کہ اب تم کو میری معیت میں خروج کا کبھی بھی موقع نہ ملے گا اور میری معیت میں تم کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔“

البتہ 11ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جملہ اشخاص و اقوام کو دعوت الی الجہاد دی تھی اور چند در چند عساکر ان کی دعوت پر جمع ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے نبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہے کہ بنی اسرائیل اور مسلمانوں دونوں کا قصور ایک ہی تھا۔ ان کا گناہ چالیس (40) سال کی آوارہ گردی و حیرانی کے بعد معاف ہوا تھا اور مسلمانوں کا قصور چار (4) سال کے اندر ہی اندر۔ ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت فی الواقع الہی حکم تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل یوشع بن نون علیہ السلام کی خلافت کی ہی تھی۔ یہ تشبیہ کامل ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ارض موعودہ کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی تھی اور بشارت یوشع بن نون علیہ السلام کے ہاتھ پر پوری ہوئی تھی اور نبی ﷺ نے بھی ارض موعود کی فتح کی نوید مسلمانوں کو دی تھی اور اس کا ایفاء ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مبارک عہد میں ہوا تھا۔

﴿فَرَعُونَ فِي عَدَاوَتِ أَسْرَائِيلَ عَلَىٰ كُرْشَىٰ كَاتِبِ اللَّهِ﴾ اس طرح بیان فرمایا ہے:
 ﴿فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۖ كَذَلِكَ طَوَّرْنَاهَا بَنِي إِسْرَٰئِيلَ﴾
 ”پھر ہم نے ان کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور ستھرے مکانوں سے نکال دیا۔ ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔“ [اشعراء: 57-59]

نبی ﷺ پر بھی کفار نے احزاب و عساکر کے ساتھ حملہ کیا تھا جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ظاہر فرمایا:

﴿وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝ وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَافِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۝ وَأَوْرَثَكُم أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَكُونُهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ [الاحزاب: 25-27]

”اللہ نے کافروں کو دلی رنج کے ساتھ واپس کر دیا۔ وہ کچھ بھی بہتری حاصل نہ کر سکے اور مومنوں کی جنگ کے لیے اللہ تعالیٰ خود کافی ہوا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو قوی و غالب ہے۔ اللہ نے ان اہل کتاب کو جو حملہ آوروں کے مددگار ہوئے تھے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا تم نے ان میں سے ایک حصہ کو قتل کیا، ایک حصہ کو اسیر کیا، اللہ نے تم کو، ان کی زمین اور گھروں اور مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تمہارا لشکر بھی نہ گیا تھا وارث کر دیا۔ ہاں اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

⑨ موسیٰ علیہ السلام نے عطیہ نبوت کا مژدہ پا کر عرض کیا تھا:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي﴾ [طہ: 25] ”اے رب! میرا سینہ کھول دے۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [الم نشرح: 1] ”کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔“

⑩ موسیٰ علیہ السلام نے فرائض نبوت کی گراں باری کا اندازہ کر کے عرض کیا تھا:

﴿وَأَجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي هَارُونَ﴾ [طہ: 29]

”میرے کنبہ میں سے ہارون کو میرا وزیر (وزر) اٹھانے والا (بوجھ بٹانے والا) بنا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ [الم نشرح: 2-3]

”اس بوجھ کو جس نے تیری پشت کو جھکا دیا تھا ہم نے تجھ سے اتار دیا۔“

⑪ موسیٰ علیہ السلام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں:

﴿وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى﴾ [طہ: 84]

”تیری جانب آنے میں اے رب میں نے اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾ [الضحیٰ: 5] ”تیرا رب تجھے اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔“

پہلی آیت میں رضوان ربانی مطلوب ہے اور دوسری آیت میں رضائے محمدی ﷺ مطلوب۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

حضرت ہارون علیہ السلام ①

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا و التجا پر نبوت عطا ہوئی تھی۔
 ① بائبل میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق عبادت خانہ کا اہتمام تھا اور وہی امام جماعت تھے۔
 قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود امامت فرماتے اور مومنین ان کے ساتھ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ﴾ [المزمل: 20]

”اللہ جانتا ہے کہ تو دو تہائی شب سے کم اور نصف شب اور ایک ٹہنٹ شب کے وقت عبادت کے لیے قیام کیا کرتا ہے

اور تیرے ساتھ والوں میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔“

﴿الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۖ وَتَقْلُبُ فِي السَّاجِدِينَ﴾ [الشعراء: 218-219]

”اللہ تجھے دیکھتا ہے، جب تو سجدہ کرنے والوں کے اندر رکوع و سجود کرتا اور قیام کیا کرتا ہے۔“

② قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا ہے:

﴿وَإِخْوِي هَارُونَ هُوَ أَفْضَحُ مِنِّي لِسَانًا﴾ [قصص: 34] ”ہارون (علیہ السلام) میرا بھائی، وہ تو مجھ سے بہت زیادہ فصیح البیان ہے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام کمال فصیح تھے۔

فصاحت و بلاغت ایک وجدانی شے ہے اور الفاظ میں اس کی تصویر دکھانا مشکل ہے۔ ایک فاضل کا قول ہے:

فصاحت آنت کہ درگزارش زباں کج کج نشود

و بلاغت آنت کہ معنی کثیر در الفاظ اندک گفتم شود

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فصاحت و بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معانی سے بھی۔ اسلوب کلام سے بھی اور مناسب موقع سے بھی، قائل کی شان اور مستمع کی حیثیت سے بھی اور ملکی و قومی شخصی خصوصیت سے بھی۔ جب کلام ان جملہ اوصاف پر حاوی ہو، تو کچھ شک نہیں کہ وہ فصاحت و بلاغت کے ذرہ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک میں یہ جملہ اوصاف اس فراوانی سے موجود ہیں کہ جو ہر شناس کو اندازہ فصاحت لگانے میں اعتراف قصور کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ نمونہ کے لیے چند اقوال مبارکہ درج کرتا ہوں۔ وضاحت بیان، ایجاز کلام، جزل الفاظ، صحت معانی کا اندازہ، ماہرین فن پر منحصر ہے۔

① مَا هَلَكَ امْرَأٌ عَرَفَ قُدْرَهُ ”جو کوئی اپنی قدر جان لیتا ہے، وہ ہلاک نہیں ہوتا۔“ ②

② حُبَّكَ لِلنَّاسِ يَغْمِي وَيُصِمُّ كَسَى شَيْءٍ كِي حُبِّتِ انْسانَ كَوْنِهَا بَهْرَهُ كَرَوِيَّتِي ہے۔ ③

③ يَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى او پر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ دینے والے کا درجہ لینے والے سے برتر ہے۔ ④

① حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو سال و ششتر 1453 ق۔ م کوہ طور پر جبروم کی سرحد سے ملا ہوا تھا وقات پائی۔ بائبل کتاب کنفی 28/20 فقہ۔

② الشفاء للناسی عیاض: 174/1، منابیل الصفا المسیح علی: 111، ابو داؤد: 5130، کنز العمال: 44104، الدرر المنقر و المسیح علی: 71، مسند احمد: 194/5

④ مسند ابویعلی: 5704، الاسد کا رلا بن عبدالمکر: 605/8، کنز العمال: 16153، 16077، مسند احمد: 4/2، 4474

- ④ الْخَيْرُ كَثِيرٌ وَقَلِيلٌ فَاعِلُهُ، نیکی کے اقسام تو بہت ہیں مگر کرنے والے کم ہیں۔ ⑤ رَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَعَنِمَ أَوْ سَكَّتْ فَسَلِمَ اللَّهُ اس بندہ پر رحم کرے کہ بولتا ہے تو اچھی بات ہی کہتا ہے۔ یہ تو وہ ہے جو بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے یا چپ رہتا ہے تو اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ ⑥ ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ فَأَمَّا مُنْجِيَاتٌ: (1) فَخَشْيَةُ اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ (2) وَلَا فِصَادٌ فِي الْغَنِيِّ وَالْفَقْرِ (3) وَالْحُكْمُ بِالْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْعُصْبِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ (1) فَشَحُّ مَطَاعٍ (2) وَهُوْءٌ مَتَّبِعٌ (3) وَاعْتِبَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ ⑦ لَا تَزَالُ أُكْتَبُ بِخَيْرٍ مَا لَمْ تَرَى الْأَمَانَةَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَةَ مَغْرَمًا ⑧

”میری امت ہمیشہ بہبود میں رہے گی جب تک امانت کو لوٹ نہیں سمجھے گی اور صدقہ کو جرمانہ نہیں خیال کرے گی۔“
اب میں اصل مطلب کی جانب عود کرتا ہوں، نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق قرآن مجید میں معاندین کی زبان سے کہا گیا ہے: ﴿يَسْحَرُونَ بِكَلِمَاتِهِ﴾ [المدثر: 24] ”وہ کلام تو جادو ہے جو اثر کر جاتا ہے۔“
مخالفین نے اسے جادو کہا، یا کچھ اور مگر شہادت موجود ہے کہ حضور ﷺ کا کلام زبان سے نکلتے ہی دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے اور دلوں پر قبضہ کر لیتا تھا۔
سخن کز دل آید بود دل پذیر

الغرض نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت ملک میں اس درجہ مسلمہ تھی کہ مخالفین کے زمرہ میں نبوت سے انکار کرنے والے تو پائے جاتے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے انکار کرنے والا جزیرہ نمائے عرب میں کوئی موجود نہ تھا اور نہ آج تک کسی شخص نے خواہ کسی مذہب و ملت کا ہو عربیت میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اس کا انکار کیا ہے۔
فقرہ بالا میں میں نے جزیرہ عرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عرب کے مختلف اقطاعات میں مختلف لغت اور لہجے پائے جاتے تھے۔ نبی ﷺ کے اس کلام کو دیکھو جو حجازیوں کے ساتھ تھا۔ پھر اسے جو اہل مدینہ کے ساتھ۔ علیٰ ہذا حضور ﷺ کے ان کلمات پر جو اہل کندی اور قطن علیہ اور طہقہ نہدی اور ابو ثور بن نمط ہمدانی و دیگر ملوک یمن و فرمان روایان حضر موت کو ارشاد فرمائے غور کرو ہر لغت ہر لسان میں فصاحت کے محرز خارج و جزین ہیں کہ کئی مدنی بھی منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

حضرت الیسع علیہ السلام

الیسع یا یسع علیہ السلام وہی ہیں، جن کو بائبل نے یوشع بن نون علیہ السلام کہا ہے۔ ⑤

① جامع مسانید اہل حلیہ: 107/1، تاریخ بغداد للبلد اوی: 177/8، مجمع الزوائد: 125/1، کنز العمال: 43066، تاریخ الصلحان: 203/1، ② الشفاء للقاظمی عیاض: 174/1، معانی الصفاء للسیوطی: 11، موارد اللغات للسیوطی: 128، ③ اتحاف سعادۃ المتقین: 124/8، مجمع الزوائد: 91/1، کنز العمال: 218/2، کشف الخفا للعلوی: 185، ④ ترمذی: 2210، تاریخ بغداد للخطیب: 158/3، ⑤ یوشع بن نون علیہ السلام نے 1426 ق م پر عمر 110 سال وفات پائی۔ 25 سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلافت و نبوت کی وعدہ کی زمین کا نبی نے فتح کیا۔ کتاب بشروح: 24/29

① سورہ کہف میں ان کو فقی موسیٰ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں نبی ﷺ کے فقی یعنی زید کا بھی ذکر ہے۔

② المسبح علیہ السلام کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ اللَّهَ عَلَيْهِمَا﴾ [البقرہ: 23]

”ان لوگوں میں سے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے وہ شخصوں نے جن پر اللہ عزوجل نے انعام کیا تھا کہا۔“

اس آیت میں ان کا وصف انعم اللہ علیہما کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

﴿الْأَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ [الاحزاب: 37]

”اللہ نے اس پر انعام کیا اور رسول ﷺ نے بھی اس پر انعام کیا۔“

③ حضرت المسبح کا نام سورہ ص میں آیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے نے من الاخیار بتایا ہے۔

نبی ﷺ کو اور حضور ﷺ کی جمعیت میں امت کو خیر کلی کے عطا ہونے کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [البقرہ: 105]

”اہل کتاب میں کفر والے اور مشرک یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو۔“

حضرت داؤد علیہ السلام

داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال کرنے والے اسباط دوازده (12 قبیلے) کے تفرقہ کو جمعیت سے بدل دینے والے منکرین حق سے جہاد کرنے والے، ملک اور قوم کو عزت و رفعت دینے والے حکومت اور نبوت کے جامع تھے اور صفات بالا میں نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔ مزید برآں حضرت داؤد علیہ السلام نے قدم بیمنت لزوم نبوی ﷺ کے متعلق بنی اسرائیل کو بہت سے امارت و علامات بتائی ہیں اور بشارات دی ہیں۔

① اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی مدح میں فرمایا ہے

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا﴾ [النمل: 15]

”ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا کیا۔“

بے شک نعمت علم سب سے برتر نعمت ہے۔ خصوصاً انبیاء علیہم السلام کا علم جو براہ راست رب العالمین سے ان کو ملا کرتا ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی ہے۔

﴿وَكُلًّا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا﴾ [الانبیاء: 79]

”اور ہم نے سب نبیوں کو حکم اور علم عطا فرمایا۔“

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [النساء: 113] ”اور جو کچھ تو نہ جانتا تھا اس کی تجھے تعلیم دی۔“

نیز فرمایا ہے:

﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [آ: 114] ”اے رب مجھے علم میں بڑھا دے“
 پہلی آیت سے واضح تھا کہ حضور کو جملہ علوم کی تعلیم ابتدا ہی میں دی گئی تھی۔ اب دوسری آیت سے آشکارا ہے کہ حضور ﷺ کا علم ساعت بہ ساعت، لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر زیادت میں تھا۔

② حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا﴾ [سب: 10] ”اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد علیہ السلام کو فضل عطا فرمایا۔“
 نبی کریم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ [النساء: 113] ”تجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔“

③ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ﴾ [ص: 26]

”اے داؤد علیہ السلام ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنا دیا۔ اب تو لوگوں کا فیصلہ راست بازی سے کیا کر اور خواہش کے پیچھے نہ چلنا۔“

”الارض“ وعدہ کی زمین کو کہتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسی زمین کے خلیفہ ہوئے تھے۔ وعدہ کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام کے لیے تابہ محشر لکھ دیا ہے۔ بشارت مندرجہ آیت سے پیشتر حضرت داؤد علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑھایا اور ان کو ”الارض“ کا خلیفہ بنایا۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کو اس الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَسْتَخْلِفُهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾ [الحور: 55]

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تم میں سے ان کے ساتھ جو ایمان لا چکے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ اللہ ان کو الارض کا خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو جسے اللہ ان کے واسطے پسند کر چکا ہے حکمین بنائے گا۔ وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے۔“

آیت پر تدبر کرنے سے امور ذیل بہ صراحت واضح ہوتے ہیں۔

① آیت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو نزول آیت سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔

② آیت میں خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

③ اس خلافت کا عطیہ منجانب اللہ تعالیٰ ہوگا۔

④ یہ خلافت اس الارض کی ہوگی، جس کی خلافت قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو دی تھی۔

⑤ اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پسند کردہ دین کو عزت و تمکنت ملے گی۔

- ⑥ اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ امن بسط قائم ہو جائے گا اور خوف و ہراس اٹھ جائے گا۔
 ⑦ اس خلافت والے اللہ کے بڑے عبادت گزار مخلص بندے ہوں گے۔
 ⑧ اس وعدہ کے اندر دو سے زائد مسلمان داخل ہیں کیوں کہ یَسْتَخْلِفُفَتْهُمْ میں ضمیر جمع موجود ہے اور عربی میں دو سے زائد کے لیے صیغہ جمع آتا ہے۔

ضروری ہے کہ آیت کا زمانہ نزول معین کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ آیت سورہ نور کی ہے اور سورہ نور میں قصہ اٹک بھی مذکور ہے ① یہ قصہ غزوہ مرتسح میں ہوا اور یہ غزوہ 5ھ کا ہے۔ ہاں واقعہ اٹک کے بعد وعدہ خلافت کا الحاق اس حکمت پر مبنی ہے کہ جھوٹی دنیا کے کذاب لوگوں نے صدیق ② کے دل کو صدمہ پہنچایا۔ اور رب العالمین نے اس وعدہ سے ان کی دل دہی فرمائی۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔ نتیجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول 5ھ کا ہے اور اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خلافت کے واسطے چن لیے جانے کا اعزاز صرف انہی سابقین کو تھا، جو 5ھ سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔ خلفائے اربعہ کو دیکھو۔ وہ سب 5ھ سے بہت پہلے مشرف ہدایمان ہیں۔ امام حسن علیہ السلام کو بھی انہی میں شامل کرو، جنہوں نے 9 ماہ خلافت کی تھی۔ ③ کیوں کہ ان کا وجود بھی 3ھ سے رونق افروز عالم تھا۔ اب تاریخ کو دیکھیے کہ ابو بکر ④ و عمر ⑤ ہی وہ ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے پیشتر اس الارض پر خلافت پائی تھی۔ چوں کہ خلفائے اربعہ کو جو عطیات ملے، وہ سب نبی ⑥ پر ایمان لانے کے طفیل تھے، اس لیے اختلاف سے نبی ⑥ کی فضیلت آشکار ہوتی ہے۔

④ حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالنَّالَهُ الْوَحْدَانِدُ﴾ [سہ: 10] ”ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم بنا دیا۔“

نبی ⑥ کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے والوں کے احوال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَلِّينُ جُلُودَهُمْ وَ قُلُوبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدٰی اللّٰہُ يَهْدِيْ بِہٖ مِّنْ يَّشَآءُ﴾ [الزمر: 23]

”ان کے جسم، ان کے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے۔“

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے نامور فرزند ہیں۔ باپ کے ستر ⑦ بیٹوں اور اٹھارہ ⑧ بیٹیوں میں سے یہی صحیح طور پر اپنے نامور باپ کے قائم مقام تھے اور اس لیے قرآن مجید میں ﴿وَوَدَّتْ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [النمل: 16] کی تخصیص فرمائی گئی ہے۔

① حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو گفتگو سیران سہا سے فرمائی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زر و مال دنیوی کی پرواہ نہ تھی۔

﴿اَتَمِدُّوْنِ بِمَالٍ فَمَا اَنْتَابِنِ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّا اَتَاكُمْ﴾ [النمل: 36]

”کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو، مجھے تو جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے۔“

③ واقعہ حضرت مانکہ ④ کی عصمت پر الزام سے متعلق ہے جس کی برأت کا اعلان اللہ رب العزت نے اس سورہ میں فرمایا۔ ② سیدنا حسین ⑤ کی مدت خلافت کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) چھ ماہ (2) چھ ماہ بارہ دن (3) آٹھ ماہ۔ (اسد الغابہ ذکر حسین بن علی علیہ السلام)

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَوَجَدَكَ غَائِلًا فَأَغْنِي﴾ [الضحی: 8]

”اللہ نے دیکھا کہ آپ بڑے کنبے والے ہیں۔ پس اللہ نے آپ کو غنی عطا فرمائی۔“

② اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے:

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ﴾ [سبا: 12]

”ہم نے ہوا کو سلیمان کا مسخر بنادیا تھا۔“

نبی ﷺ کے حالات کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِذْ جَاءَ تَكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا﴾ [الاحزاب: 9]

”جب لشکر تم پر چڑھا تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ان لشکروں کو جو تم نے نہ دیکھے تھے بھیجا۔“

اس آیت میں ہوا کی اس خدمت کا ذکر ہے، جو اس نے دشمنان اسلام کے تباہ و برباد کرنے میں ادا کی تھی۔ صحیح بخاری کی

حدیث میں ہے: نُصِرْتُ بِالْغَيْبِ ”باوصبا میری نصرت کا آلہ بنا دی گئی ہے۔“ ③

قرآن مجید میں امت محمدیہ کے متعلق بھی لفظ ریح کا استعمال ہوا ہے، گو اس کے معنی ”اس جگہ“ دوسرے ہیں۔ فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ [الانفال: 46]

”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ آپس میں نزاع نہ کرو پھر تم گر جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔“

غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکومت ایک ریح تھی اور اولین مسلمانوں کے قبضہ میں بھی ایک ریح۔ ہمارے باہمی نزاع

نے اس ”ریح“ کو کھودیا اور مسلمانوں کی ہوا بگڑ گئی۔

③ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شوکت کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ﴾ [النمل: 17]

”سلیمان علیہ السلام کے لیے جن اور آدمی اور پرند کے لشکر جمع کیے گئے۔“

④ نبی ﷺ کے احوال مبارکہ میں بھی ان تینوں کا ذکر آیا ہے۔

جنوں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ﴾ [الجن: 1-2]

”کچھ جنوں نے قرآن سنا تو وہ بولے کہ ہم نے عجب کتاب کو جو نہایت پڑھی جانے والی ہے سنا ہے۔ وہ ہدایت کی راہ

دکھاتی ہے۔ اس لیے ہم اس پر ایمان لائے۔“

⑤ بنی آدم کے لشکروں کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ [النصر: 1-2]

”اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔“

③ طیر کی خدمات کا ذکر اس سورہ مبارکہ میں ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا

اَبَابِيلَ ۝ ثَرَمِيْهُمْ بِحِجَارٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِيَ ۝ ﴾ [نمل: 1-5]

”کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کے ساتھ کیسی کی۔ کیا ان کے مقصد اندر ادوں کو ملیا میٹ نہیں کر دیا اور ان پر ابابیل پرندے بھیجے جو ان کے اوپر سنگریزے پھینکتے تھے پھر ان کو کھائے ہوئے بھس جیسا بنادیا تھا۔“

جملہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ واقعہ ارہام نبوت تھا اور اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔ الفاظ قرآنی میں بھی اَلَمْ تَرَ اور رَبُّكَ میں دو دفعہ خطاب کے صیغے مستعمل ہوئے ہیں اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفسرین رحمہم اللہ کا بیان بالکل مراد رسانی کی وضاحت ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام ④

یہ شہر نیوا کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وہاں ایک لاکھ (100000) سے زائد آبادی تھی۔ لوگوں نے نبی کی اطاعت سے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان سے تھا ہو کر وہاں سے چلے آئے، تب لوگ پچھتائے حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے حکم سے دوبارہ گئے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

① اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے حال میں فرماتا ہے:

﴿ فَانْقَضَتْ الْحُوتُ ﴾ (الصافات: 143)

”مچھلی نے ان کو لقمہ بنالیا۔“

یونس علیہ السلام مچھلی کے شکم میں تین (3) دن تک رہے تھے۔

نبی ﷺ بھی تین (3) دن تک غار کے شکم میں رہے تھے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيًا اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ﴾ [التوبہ: 40]

”جب کافروں نے اس کو نکال دیا تھا اور اس وقت نبی دو میں دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار کے اندر موجود تھے۔“

یونس علیہ السلام کا شکم مای میں جانا بھی سرکش قوم سے علیحدہ ہونے کے بعد تھا اور نبی ﷺ کا شکم غار میں رہنا بھی ہجرت از مکہ کے وقت تھا۔

② اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

﴿ فَلَوْلَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسْتَجِيْبِيْنَ ۝ لَّكَيْتَ فِيْ بَطْنِهَا ﴾ [الصافات: 143]

”اگر وہ تسبیح نہ کرتا تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شکم مای میں جانے کے بعد بھی یونس علیہ السلام ذکر الہی سے غافل نہ ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کا غار کے اندر یا دالہی میں تر زبان ہونا اور معیت ربانی سے شاد کام ہونا قرآن مجید کی آیت ذیل میں ہے:

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ [التوبہ: 40]

”خوش نہ کر اللہ تعالیٰ تو ہمارے ساتھ ہے۔“

③ حضرت یونس علیہ السلام (یونہ) بن متی کا زمانہ قریباً 862 ق م ہے۔ یونہ نبی کی کتاب مجموعہ بائبل میں شامل ہے۔

③ یونس علیہ السلام کی تسبیح کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [النہام: 88]

”کوئی بھی معبود نہیں مگر تو۔ تو پاک ہے اور میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔“

اس آیت پر غور کر دو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور بندہ کی تقصیر کو جمع کر دیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک جواب میں ہر دو امور کو جمع فرمایا ہے۔

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مَّرْسُولًا﴾ [نہی اسرائیل: 93]

”کہہ دے میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر و رسول ہوں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بھی فرمائی اور اپنے آپ کو بھی تڑکی نفس سے محفوظ رکھا۔

① اس قسم کی دیگر آیات بھی ہیں، جہاں ہر دو اصول کو جمع کیا گیا ہے۔

﴿فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [نہن: 83]

”پاک ہے وہ مالک جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی جان ہے اور تم سب اسی کی طرف جانے والے ہو۔“

② دعا سکھائی گئی۔

﴿سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران: 91] تو پاک ہے، ہم کو عذاب آگ سے بچا۔

④ یونس علیہ السلام کی دعا کی بابت اللہ تعالیٰ نے مومنین برحق اور رسول علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے۔

﴿وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النہام: 88]

”یعنی ایمان والوں کو اس تسبیح کے ورد سے اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے نجات دے گا جیسی یونس علیہ السلام کو دی تھی۔“

حضرت ایوب علیہ السلام

ایوب علیہ السلام بڑے درجے کے نبی ہیں۔ سورہ نساء کے آخری رکوع میں ان کا نام اور اس مقام سے ظاہر ہے کہ ان پر وحی رہائی کا نزول ہوا۔

① اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا﴾ [ص: 44] ”ہم نے اسے صابر پایا۔“

صبر فضائل محمودہ میں سے اعلیٰ فضیلت ہے اور دین و دنیا کا کوئی منصب عالی نہیں ہو سکتا جب تک کہ صفت صبر حاصل نہ ہو، چنگلی ارادہ، ثبات و استقلال اور توکل علی اللہ درحقیقت صبر ہی کی شاخیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [النحل: 127]

”تیرا صبر تو خاص اللہ کے لیے ہے (اور تیرا صبر تو) خاص اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہے۔“

اس آیت میں نبی ﷺ کے لیے دو صفات کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اول صبر، دوم: خلوص۔

فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ [الطور: 48]

”اپنے رب کے حکم سے صبر کرو تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔“

عالم محبت میں یہ فقرہ عجیب دل آویز اور مسرت خیز ہے۔

② اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ [ص: 30] ”اچھا بندہ۔“

نبی ﷺ کا عبودیت میں کامل ہونا مقامات متعددہ میں ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ معراج نبویہ حضور ﷺ کے مراتب میں سے

مرتبہ اقصیٰ ہے، اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر لفظ عہد ہی سے فرمایا:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ﴾ [نہ اسراء: 1]

”پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے شبشب اپنے بندہ کو سیر کرائی۔“

نبی ﷺ کی صفت نماز میں بھی حضور ﷺ کا ذکر لفظ عہد سے کیا گیا ہے۔

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ [العلق: 9-10]

کیا اس سرکش کو دیکھا کہ جب میرا بندہ نماز پڑھتا ہے تو وہ روکتا ہے۔

﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ﴾ [الحج: 19] ”جب اللہ کا عہد کھڑا ہو کر اسے پکارتا ہے۔“

عالم بھی راز ہے کہ نماز کو معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔

③ اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ، أَوْابٌ﴾ [ص: 30] ”وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔“

ان کے رجوع الی اللہ کا واقعہ قرآن مجید میں اسی طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾ [ص: 41]

”اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ مجھے شیطان دکھ اور تکلیف سے چھو گیا ہے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ وہ دکھ اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ دعائیں حسن ادب کی پوری مراعات

فرماتے تھے۔ دکھ درد وغیرہ کو ذات سبحانی کی طرف نسبت دینے سے اجتناب کرتے تھے۔

نبی ﷺ کا زندگی کے ہر لمحہ میں رجوع الی اللہ فرمانا اس آیت سے واضح ہے۔

﴿إِنَّا صَلَوَتِي وَنُصْكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

الْمُسْلِمِينَ﴾ [الانعام: 162-163]

④ حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ اہل کتاب نے 1520 ق۔م تجویز کیا ہے۔ اظہار کے بعد وہ 14 ہزار (14000) ہجیروں 20 ہزار (20000) اذتوں ایک ہزار

(1000) جوڑنے نکل، ایک ہزار (1000) گدھے کے مالک، سات (7) بیویاں تھیں (3) بیٹیوں کے باپ تھے۔ 140 سال عمر پائی۔

”میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں (لوگو) مجھے ایسا ہی بتانے کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔“

حضرت زکریا علیہ السلام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا﴾ [مریم: 2]

”یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر فرمائی۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ لَا إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ جَبِيْرًا﴾ [الاسراء: 87]

”تیرے رب کی رحمت ہے۔ اور اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ [الانبیاء: 107]

”ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔“

اس مقام میں نبی ﷺ کا اسم مبارک ”رحمت“ رکھ دیا ہے۔ یعنی پیکر نورانی کو رحمت مشکل فرمایا ہے اور یہ غایت درجہ کا شرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے:

﴿اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا﴾ [مریم: 3]

”جب اس نے نہایت پست آواز سے اپنے رب کو پکارا۔“

یہ دعا قبول کی گئی تھی اور ان کو یحییٰ علیہ السلام نامی فرزند کی بشارت دی گئی تھی۔ اس سے زکریا علیہ السلام کی بڑی تعریف نکلتی ہے کہ باوجود فقدان اسباب ظاہر یہ ان کی دعا کو قبول فرمایا گیا۔

نبی ﷺ کے متعلق اللہ عز و جل فرماتا ہے:

﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ [البقرہ: 144]

”ہم نے تیرے چہرے کا آسمان کی طرف الٹنا دیکھا۔ ہم تجھے اس قبلہ کی طرف پھرادیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔“

اس آیت سے نبی ﷺ کا نہایت شرف اور احترام ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر کی جانب قلب اطہر میں میلان اور وجہ انور میں تقلب ہی پیدا ہوتا ہے، جسے ہنوز دل سے زبان پر نہیں لایا گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

معاملہ اہم تھا۔ ہزاروں انبیاء کے تسلیم کردہ قبلہ کا تبدیل کرنا تھا مگر باری تعالیٰ کو جب کہ حبیب کی پسند اور میلان طبع کا پورا کرنا اس سے بھی زیادہ مقدم تھا۔ قبلہ بدل دیا گیا اور صاف طور پر فرما دیا گیا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰی عَقْبَيْهِ﴾ [البقرہ: 143]

”قبلہ کو جس پر تو ہے، قبلہ اس لیے کیا گیا ہے کہ رسول کی پیروی کرنے والوں اور اٹھے پھر جانے والوں کی ہم الگ الگ شناخت قائم کر دیں۔“

حضرت یحییٰ علیہ السلام

① یحییٰ علیہ السلام اپنے والد بچہ ہرم (عمر رسیدہ) زکریا علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے محراب مسجد میں مانگی تھی:

نبی مصلیٰ ﷺ بھی اپنے بوڑھے باپ ابراہیم علیہ السلام (جو قوموں کے باپ ہیں) کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بہ شمولیت حضرت اسماعیل علیہ السلام مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ﴾ [البقرة: 127-129]

”جب ابراہیم اور اسماعیل (ﷺ) بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔ تب وہ دعا کر رہے تھے۔ (ایک دعا کرتا اور دوسرا آمین کہتا تھا) کہ اے سچے و عظیم! اس عمارت کو قبول فرما اور ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ہماری ذریت کو بھی فرماں بردار بنا اور اے ”تَوَّابُ رَحِيمٌ“ ہم کو جملہ آداب سکھا اور ہماری فرمانبرداری سے ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما۔“

② اللہ تبارک تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

﴿مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ﴾ [آل عمران: 39] ”ایک کلمہ کی جو اللہ کی جانب سے ہوگا تصدیق کرنے والا۔“

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ کہا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کا مصدق بتایا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم میثت لروم کی خبر لوگوں کو دی تھی اور اس کے فضائل سے لوگوں کو باخبر بنایا تھا۔

نبی مصلیٰ ﷺ کا نام عزوجل نے ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (اپنے سے پہلوں کی تصدیق کرنے والا) رکھا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تصدیق انبیاء کے کام کو زیادہ وسعت کے ساتھ سرانجام فرمایا ہے۔

① نبی مصلیٰ ﷺ نے بعض ایسے انبیاء کے اسمائے مبارک سے اطلاع دی اور ان کے حالات بیان فرمائے جن سے اہل کتاب بھی واقف نہ تھے۔ مثلاً ہون، صالح، شعیب علیہم السلام۔

② بعض انبیاء کی نبوت کی حضور مصلیٰ ﷺ نے تصدیق فرمائی، جن کی تکذیب اہل کتاب کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصدیق بمقابلہ یہود و نصاریٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بمقابلہ یہود۔

③ پھر اس سے بڑھ کر ایک وسیع ترین اصول تمام دنیا کی آگاہی کے لیے ظاہر فرمایا جس سے دنیا کے لوگ بالکل بے خبر تھے۔

بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کو نبوت عطا نہیں کی گئی۔

پارسیوں کا دعویٰ تھا کہ مدآبادیوں وغیرہ کے سوا جو سب ایرانی نژاد تھے اور کسی قوم کو نبوت نہیں دی گئی۔ یہی دعویٰ ہندوؤں کا تھا اور یہی دعویٰ چین والوں کا تھا اور یہی دعویٰ قدیم مصریوں کا تھا۔ گویا ہر قوم اپنے دعویٰ میں دنیا کی تمام قوموں کو جھوٹا بتاتی تھی اور اس

سے وہ منافرت اور جدائی پیدا ہوتی تھی، جس نے قوموں کو قوموں سے اور ملکوں کو ملکوں سے الگ لگ کر رکھا تھا۔ نبی ﷺ ہی نے ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ [المائدہ: 46] کا لقب حاصل کر کے اس عقدہ کو کھولا۔ اس راز کو آشکارا کیا اور مختلف آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی، جن میں مختلف الفاظ اور متنوع اسلوب کے اندر بتایا گیا۔

﴿وَرَأَى مِنْ أُمَمٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ [الفاطر: 24]

”کوئی امت نہیں مگر یہ کہ اس میں نذیر ہوا ہے۔“

﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ [الرعد: 7] ”ہر قوم میں ایک ہادی ہوا ہے۔“

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ﴾ [ابراہیم: 4]

”ہر رسول کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔“

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا﴾ [الأنحل: 84]

”قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے اپنا ایک شہید، اللہ کا گواہ، اٹھائیں گے۔“

یہ پاک تعلیم جس قدر وسیع ہے اسی قدر قوموں میں محبت بڑھانے اور برادرانہ تعلقات مضبوط کرنے والی بھی ہے۔

③ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سید بھی فرمایا ہے۔ [آل عمران: 39] اور نبی کریم علیہ السلام کو بھی اسی خطاب سے مخاطب کیا ہے۔

فرمایا: یٰس۔ اے سید.....! یٰس: 1 ③

④ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حُصُوراً [آل عمران: 39] بھی فرمایا: نبی علیہ السلام بھی ”حُصُور“ تھے۔ حُصُور کے لغوی معنی حصر

کردہ، شدہ، بازداشتہ ہیں جس سے مراد بزرگوار ہوتا ہے۔ جس کا محافظہ خود رب العالمین ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ کے متعلق فرمایا گیا

ہے: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [المائدہ: 67] ”اللہ تعالیٰ تیری حفاظت سب طرح کے لوگوں سے فرمائے گا۔“

”حُصُور“ کے معنی وہ شخص بھی کیے گئے ہیں جو باوجود قوت عورتوں کی جانب ملتفت نہ ہو جس شخص کو نبی ﷺ کی سیرت پر عبور

ہے وہ جانتا ہے کہ 25 سال کی عمر تک نبی ﷺ نے شادی نہ کی تھی۔ اس عمر کے بعد شادی ہوئی بھی تو نبی ﷺ کی طلب اور شوق پر

نہیں بلکہ خود منکوحہ کے اشتیاق و التجا پر جس کی قبولیت اس لیے ہوئی کہ حضور ﷺ کسی کے سوال کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر عالم سیرت

کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ 53 سال کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی حضور ﷺ کے گھر میں تھی۔ 50 سال کی عمر تک صرف خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اور 53 سال کی عمر تک صرف سودہ رضی اللہ عنہا اور یہ دونوں جو یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں۔ اس وقت اپنی جوانی کو پورا کر چکی تھیں۔ ایسی

عورت سے مناکحت پر رضامند ہونا اور محصور رہنا صرف اسی کا کام ہے، جسے اس جنس لطیف کی خصوصیات نفیس اپنی جانب ملتفت نہ کر سکتی

ہوں۔ ان کے بعد دیگر نکاح جس طرح ہوئے ان کا بیان قارئین ہمارے مضمون امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں ملے گا۔ جس سے واضح ہوگا

کہ نبی کی خواہش کا ان میں کچھ دخل نہ تھا۔

ہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی پڑھو:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَ

بَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ خَالَتِكَ أَلْسِنِي مَا جَرَنَ مَعَكَ وَامْسِرَاةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٠﴾

”اے نبی! ہم نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں۔ (1) تیری بیویاں جن کے مہر تو ادا کر چکا ہے۔ (2) اور وہ عورتیں جو اللہ کے دیے ہوئے فے میں سے تیرے داہنے ہاتھ لگیں (3) اور چچا کی بیٹیاں (4) اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں (5) اور ماموں کی بیٹیاں (6) اور خالائوں کی بیٹیاں، جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو (7) اور وہ مومن عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے۔ یہ شرطیکہ نبی اس سے نکاح کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔ یہ خالص تیرے لیے ہے اور مومنین کے لیے نہیں۔“ [الحزاب: 50]

ان ہفت گانہ (7) اقسام کی عورتوں میں سے مؤرخ کو نظر آئے گا کہ حضور ﷺ کے نکاح میں صرف پہلی اقسام ہی کی عورتیں ہیں، دیگر اقسام کی کوئی عورت نہیں۔

قسم دوم کے تحت میں ایک دو نام بیان کیے جایا کرتے ہیں، مگر ان کی صحت میں بہت بحث ہے، ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نام کو قسم چہارم کے تحت پیش کرے۔ ہم تسلیم کریں گے کہ یہ ام المومنین حضور ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں، مگر ان کا شمار تو قسم اول میں ہو چکا ہے۔ غرض جس مقدس ہستی نے باوجود اجازت ربانی اور حلت قرآنی ان اقسام کی عورتوں کی جانب کبھی نظر التفات بھی نہ کی ہو، اس کے حضور ہونے میں کیا کلام ہے۔

﴿یٰحٰی عِیْسٰی﴾ کو نبی بھی فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن پاک میں گیارہ (11) دفعہ ﴿یٰاٰیُّہَا النَّبِیُّ﴾ سے خطاب کیا گیا ہے اور بائیس (22) دفعہ حضور ﷺ کا ذکر باسم نبی فرمایا ہے۔

﴿یٰحٰی عِیْسٰی﴾ کو ﴿خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾ [مریم: 12] ”فرمایا گیا ہے یعنی اے یحییٰ علیہ السلام! کتاب کو قوت سے تھام۔“ نبی ﷺ کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرہ: 2] ”لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھانے والا۔“

﴿یٰحٰی عِیْسٰی﴾ کی شان میں ہے:

﴿حٰنَآءٌ مِّنْ لَّدُنَّا﴾ [مریم: 13] ”اللہ کی جانب سے نرم خو، نرم دل“

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فِیْمَا رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ لَئِنْ لَّهُمْ وَلَوْ حُكِّنْتَ فَطٰٓءًا غَلِیظًا لَّقَلْبٌ لَاۡ يَنْفَعُۤہُمْ مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْہُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ [آل عمران: 159]

”یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تجھے نرم بنایا، اگر تو بدخو یا سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگا کرتے (اور استفادہ سے محروم رہتے) پس آپ ان کی تقصیرات کو معاف کیا کریں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر دیا کریں۔“

﴿یٰحٰی عِیْسٰی﴾ کو زکوٰۃ فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ سترے اور پاکیزہ تھے۔

نبی ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَيُزَكِّيهِمْ﴾ ”وہ لوگوں کو پاکیزہ بنانے والا ہے۔“
 (۱) نبی ﷺ کی صفت میں فرمایا گیا ہے۔

﴿وَكَانَ تَقْوًى﴾ [مریم: 13] ”وہ بہت تقویٰ والا ہے۔“

نبی ﷺ کے دربار میں حاضر رہنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
 ﴿فَأَنزَلَ اللَّهُ سُورَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ عَلَىٰ الْمُؤْمِنِينَ وَ لَزِمَهُمْ كَلِمَةً التَّقْوَىٰ وَ كَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا﴾
 ”پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مؤمنین پر سیکندہ نازل فرمایا اور کلمہ تقویٰ کا لزوم مؤمنین کے ساتھ کر دیا اور یہ مؤمنین اس کلمہ کے سب سے زیادہ حق دار اور سب سے بڑھ کر اہل بھی ہیں۔“ [التغ: 26]

(۲) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ﴿بِرَّآ يَؤُ الدِّيَنَ﴾ [مریم: 14] ”ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا“ فرمایا گیا ہے۔
 نبی کریم ﷺ تو یتیم تھے۔ ماں باپ سے سلوک کرنے کا موقع ہی نہ تھا۔ حضور ﷺ کی نبوت کے عہد مبارک میں ام ایمنؓ زندہ تھیں۔ یہ جہن تھیں اور یہ لونڈی تھیں۔ انھوں نے حضور کو گود میں کھلایا تھا۔ نبی ﷺ ان کی نہایت عزت فرمایا کرتے اور ان کی ملاقات کے لیے گھر جایا کرتے اور ”اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ“ کے لقب سے ان کو یاد کیا کرتے۔ ماں کے بعد نبی میری ماں ہے۔ ان کے بیٹے اسامہؓ کو ایک زانو پر ایک طرف اور امام حسنؓ کو زانو پر دوسری طرف لے کر بیٹھتے۔
 حضرت عباسؓ حضور ﷺ کے تایا تھے۔ ان کو جِسْنُوْ اَبِیْ (باپ کا ہمسر) بتایا کرتے تھے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت نبی ﷺ میں کس قدر کامل تھی۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام

حضرت مسیح علیہ السلام کی شان بلند انبیائے کرام علیہم السلام کے زمرہ میں نہایت نمایاں ہے۔

(۱) قرآن حکیم میں ہے کہ ان کی جدہ (نانی صاحبہ) نے ان کی والدہ مریم صدیقہؓ کی پیدائش کے وقت یہ دعا کی تھی۔

﴿إِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [آل عمران: 36]

”میں اس لڑکی کو اور اس کی نسل کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

نبی ﷺ کو بھی استعاذہ کے متعلق یہی تعلیم دی گئی تھی۔

﴿وَ قُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ۝ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾

”اے پروردگار! میں وسوسہ شیطان سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اے پروردگار مجھے تیری ہی حفاظت درکار ہے۔ اس بارہ میں کہ شیطان میرے حضور میں آسکیں۔“

[المومنون: 97-98]

(۲) فرقان حمید میں مریم و عیسیٰ علیہم السلام کی بابت ہے:

﴿وَ اَوَيْنَاهُمَا اِلٰى رُبُوْقٍ﴾ [المومنون: 50]

”ہم نے مریم اور ابن مریم علیہم السلام کے لیے ایک بلند جگہ میں ٹھکانا بنایا۔“

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد طفلی کے متعلق ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ ان کی پرورش میں الہی سامان تھے۔ نبی کریم ﷺ کی

بابت الحبی القیوم فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا قَالِیًّا ﴾ [النحل: 6]

”تو دنیا میں یتیم ہو کر آیا تھا۔ پھر اللہ ہی نے تیرا ٹھکانا بنایا۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیدائش کے وقت بے پدر تھے۔ حضانت پدری سے مجبوری میں ہر دو مقدسین یکساں حالت میں ہیں۔

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام، کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اِنِّیْیَ الْکُتُبُ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴾ [مریم: 30]

”میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قادر ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکُتُبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ۝ قِیَمًا ﴾ [الکہف: 1]

”حمد ہے اس کی جس نے اپنے عبد پر کتاب کو نازل کیا اور اس کتاب میں کوئی کمی نہ رہنے دی، بلکہ اسے پاکدار (صداقت) بنایا۔“

④ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمودہ ہے جو کتاب اللہ میں ہے۔

﴿ وَ جَعَلَنِیْ مَبَارَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ﴾ [مریم: 31]

”مجھے مبارک بنایا جہاں کہیں بھی میں رہوں۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اپنی امت کو اس مبارکی کے حاصل کرنے کے متعلق قرآن پاک میں یہ ہے۔

﴿ فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَرَکَةً طَیِّبَةً ﴾ [النور: 61]

”تب اپنے لوگوں پر سلام بھیجو۔ تمہارے لیے اللہ کی جانب سے یہ مبارک طیب تحفہ ہے۔“

⑤ عیسیٰ علیہ السلام ان احکام کا ذکر کرتے ہیں، جو ان کی شریعت میں واجب العمل تھے۔

﴿ وَ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴾ [مریم: 31]

”اللہ نے مجھے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک زندہ رہوں۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود حقیقی کا فرمان ہے:

﴿ وَ اَعِیْذُ بِکَ حَتّٰی یَاْتِیْکَ الْیَقِیْنُ ﴾ [الحجر: 99]

”موت آنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کیے جا۔“

⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں رب القدوس فرماتا ہے:

﴿ وَ اَیْذِنُہٗ بِرُوحِ الْقُدُسِ ﴾ [البقرہ: 87]

”ہم نے روح القدس سے اس کی مدد کی۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں معین التین نے فرمایا:

﴿ وَ اَیْذِنُہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْہَا ﴾ [البقرہ: 40]

”ہم نے نبی ﷺ کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے نہیں دیکھا۔“

نیز فرمایا!

﴿هُوَ الَّذِي أَنبَذَكَ بِنَصْرِهِ﴾ [الأنفال: 62] ”اللہ نے تیری تائید اپنی نصرت سے کی ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿قُلْ نَزَّلَهُ، رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ [النحل: 102]

”کہہ دے کہ اس کلام ربانی کو روح القدس نے کریمے رب کی طرف سے حق کے ساتھ آئے۔“

فرقان حید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا دعاء آیت ذیل کے اندر بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنَّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ [القلم: 6]

”عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں توراۃ کی جو مجھ سے پہلے

آئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور میں اس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ﷺ ہوگا۔“

مسح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دو مقصد بیان کیے: تصدیق توراۃ اور بشارت احمد ﷺ ہم درج کریں گے کہ حضرت مسح علیہ السلام نے ہر دو مقاصد کے متعلق کیا کیا۔

① تصدیق تورات:

حضرت مسح علیہ السلام نے فرمایا: نمبر 17 یہ خیال مت کرو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں، میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ نمبر 18 کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک لفظ یا شوشہ توراۃ کا ہرگز نہ مٹے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ انجیل متی 5 باب 17 و 18 درس۔

یہ کلام معجز نظام جس استحکام کے ساتھ فرمایا گیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ مسح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے مقصد اولین کو بہ خوبی پورا فرمایا۔

② بشارت ﴿اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ [القلم: 6]

اس بشارت میں دو لفظ زیادہ تر قابل تہ تبر ہیں۔

اول: ﴿مِنْ بَعْدِي﴾ اس سے یہ ضروری ظہور ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا وہی شخص ہو جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور اس ہمشر اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی تیسرا شخص جو رسول بھی ہو اور احمد نام بھی رکھتا ہو۔ حائل نہ ہو، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو ایک وجہ التباس کی ہو سکتی تھی۔ الفاظ آیات کا یہ مفہوم کچھ ہمارا ہی طبع زانو نہیں ہے، بلکہ ”خفاء“ میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اور ”خصوصیات صغریٰ“ میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اور ”انسان المعین“ میں ابن رحلان رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسم پاک احمد ایسا نام ہے جو نبی ﷺ سے جو شتر کسی ایک انسان کا بھی نہیں رکھا گیا۔

دوم: قابل تدبر اسْمُهُ أَحْمَدُ کہ کیانی الواقع نبی ﷺ کا نام احمد ﷺ تھا۔ واضح ہو کہ نبی ﷺ کے ذاتی نام دو

ہیں: احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسم پاک احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے بشارت رکھا اور اسم پاک محمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے رکھا۔ ان دونوں اسموں کا مادہ ایک ہی ہے یعنی دونوں اسم مبارک ”حمد“ سے بنے ہیں۔ اسم پاک احمد، حمد سے فعل الغضیل ہے اور اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم حمد سے مفعول کے وزن پر ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”جلاء الافہام“ میں تحریر کیا ہے کہ علماء کے ایک گروہ کا قول ہے۔ انہی میں ابوالقاسم سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رکھا گیا اور اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد واقع ہوا ہے۔ (۱)

اس ثبوت میں کہ احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ہے ہم دلائل پیش کریں گے۔

احادیث

- (۱) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:
- عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ أُمِرْتُ أَمَةً وَهِيَ حَامِلَةٌ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ تَسْمِيَةَ أَحْمَدَ - (۲)
- امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آ منہ کے شکم مبارک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس وقت آ منہ کو حکم ہوا تھا کہ وہ بچہ کا نام احمد رکھیں۔
- (۲) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبیر میں بروایت مرفوع بیان کیا ہے۔
- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ الْحَنَفِيَّةِ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُمِّيْتُ أَحْمَدَ. (۳)
- محمد ابن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میں نے اپنے باپ علی مرتضیٰ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا تھا۔

- (۳) خصائص الکبریٰ میں تہمتی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت مندرج ہے:
- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ الْجَارُودُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَأَسْلَمَ وَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ وَجَدْتُ وَصْفَكَ فِي الْإِنْجِيلِ وَلَقَدْ بَشَّرَكَ ابْنُ الْبُتُولِ
- ”ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جارود بن عبد اللہ (جو ملک یمن کے سب سے بڑے عالم عیسائی تھے) آئے اور اسلام لائے تھے اور انھوں نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول کے فرزند (عیسیٰ) نے آپ ہی کی بشارت دی تھی۔“
- (۴) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عن سهل مولى عثيمة انه كان نصرانيا من اهل مريس و كان يقرأ الانجيل فلذكر ان صفة النبي

(۱) یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے مناسبت خاص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد اور محمد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شہادت کا نام مقام محمود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں میدانِ محشر میں جو رایت ہوگا اس کا نام ”لواء الحمد“ ہے۔ اور حضور کی امت کا نام ”متمموا دین“ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کا الحمد للہ سے آغاز ہوتا ہے۔

(۲) طبقات ابن سعد: 118/1 - (۳) الطبقات لابن سعد: 118/1 -

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الانجیل و هو من ذریۃ اسماعیل اسمہ احمد۔^[۱]
 پہل مولیٰ شیمہ کہتے ہیں کہ اہل مرلیس کے اندر ایک نصرانی تھا، جو انجیل پڑھا کرتا تھا، اس نے بتایا کہ نبی ﷺ کی
 صفت انجیل میں درج ہے، وہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔^[۲]

صحیح مسلم میں بدروایت جبر بن معظم عن ابیہ ہے:
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي
 مَحَا اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْخَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَيَّ قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔^[۳]
 کہا نبی ﷺ نے فرمایا، میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے
 میرے ذریعے سے کفر کو مٹا دیا، میں خاشع ہوں کہ سب لوگ میرے قدم پر قیامت کو ٹھیس گئے، میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
 یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔^[۴]

صحیحین کی حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے (5) نام بتائے۔ ان میں سے دو اسم محمد و احمد ﷺ نام کے معنی نہیں
 بتائے اور (3) اسماء ماحی، و خاشع و عاقب کے معنی بتائے ہیں۔ اس لیے صاف ثابت ہو گیا کہ محمد و احمد حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔
 اگر ان میں سے کوئی ایک نام بھی وضعی ہوتا تو اس کے معنی بھی اس طرح بیان فرما دیتے، جیسا کہ اسم نمبر 3، نمبر 4، نمبر 5 کے معنی بتائے تھے۔

دوم اشعار

ائمہ تاریخ کے نزدیک مسلمہ اشعار عرب کی شہادت کسی واقعہ کے متعلق ایسی ہی یقینی ہے جیسا کہ ائمہ لغت کے نزدیک کسی لفظ
 کے استعمال کے لیے اشعار قدما کی شہادت قطعی ہوتی ہے۔

[1] اشعار قبل از ولادت نبوی (ﷺ)

① تبع، جس کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہے، یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے یثرب پہنچ کر اوس اور خزرج و یہود
 سے جنگ کی تھی۔ اہل یثرب دن کو لڑتے اور رات کو تبع کی مہمانی کرتے۔ تین شب اسی طرح گزر گئیں۔ تبع شرمندہ ہوا اور اس نے صلح کی
 درخواست کر دی۔ معاہدہ صلح کے طے کرنے کی غرض سے ایچہ بن الحجاج اوسی اور بنیامین قرطی مامور ہوئے۔^[۵] ایچہ نے تبع سے عرض کیا
 کہ ہم تو آپ ہی کی قوم میں سے ہیں۔^[۶] ہم سے کیوں جنگ کی گئی۔ بنیامین یہودی نے کہا کہ آپ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔ تبع نے
 کہا کیوں؟ کہا یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش میں سے ہوگا۔ تبع نے اس پر یہ شعر پڑھا۔

الْقَيْسُ إِلَيَّ نَصِيحَةٌ كُنْتُ أَزْدُجُرُّ عَنْ قُرَيْبَةٍ مَخْجُورَةٍ بِمُحَمَّدٍ

اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمد کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے!

پھر یہ اشعار تصنیف کیے:

[۱] الطبقات لابن سعد: 118/1 [۲] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر علما فقط تواریخ کو اور بعض فقط انجیل کو مجموعہ بانیل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔
 [۳] مسلم: 6102، مصنف عبد الرزاق: 19657، ہیثمی: 555، اشعاع الترمذی: 196، کنز العمال: 36165، بخاری: 4896، وقوفہ سے قرطی کہلاتے ہیں۔
 [۴] اوس و خزرج کا نسب اہل یمن سے ملتا ہے۔ یہ یثرب اہل یمن کے بعد مدینہ میں آ گئے تھے۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ بَارِئٌ النَّفْسِ
فَلَوْ مَدَّ عُمَرُ إِلَى عُمَرِهِ لَكُنْتُ وَزِيرًا لَهُ وَابْنُ عَمِّهِ
”میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد رضی اللہ عنہ اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفریں ہے۔ اگر میری عمر اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم بنوں گا۔“

تلمسانی کا قول ہے کہ اشعار بالا بطور تواتر ثابت ہوئے ہیں۔ [1]

② قس بن ساعدہ نجران کا اسقف اور حکمائے عرب میں سے تھا۔ اس کے اشعار ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يُخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثًا
ارْسَلْ فِينَا أَحْمَدًا خَيْرَ نَبِيِّ قَدْ بَعَثَ
لَمْ نُحِبَّنَا مِنْهُ نَدَى مَنْ بَعْدَ عِيسَى وَانْتَرَكَ
صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُ مَا حَجَّ لَكَ رُكْبٌ وَحَكَّ

② اشعار جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں لکھے گئے۔

① حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، المؤید بروح القدس، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں فرماتے ہیں:

مَنْ لِي يَدْفِي اللَّيْلِ الْبَهِيمَ جَيْشُهُ يَلُحُّ مِثْلَ مَصْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدِ
جب شب تاریک میں اس کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے۔
فَمَنْ كَانَ أَوْ مَنْ قَدْ بَكُونُ كَأَحْمَدَ نِظَامُ الْحَقِّ أَوْ نِگَالًا لِمُلْحَدِ
حق کو استحکام دینے اور ٹھکانہ بنانے میں احمد جیسا نہ کوئی تھا اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔

یہ اشعار دیوان حسان میں موجود ہیں اور ان پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت امام ابن عبد البر رضی اللہ عنہ کی کتاب ”الاستیعاب“ میں موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان اشعار کو پڑھا اور فرمایا:

كَانَ وَاللَّهِ كَمَا قَالَ فِيهِ شَاعِرُهُ

بخدا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ کے شاعر نے ان ابیات میں کہا ہے۔

② کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شعرائے خاص میں سے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان تین بزرگواروں میں سے ہیں، جن کی توبہ قبول کیے جانے کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ وہ غزوہ احد کے متعلق فرماتے ہیں۔

غُدَاةَ أَجَابَتْ بِأَسَافِهَا جَمِيعًا بَنُو الْأَوْسِ وَالْخَزَرَجِ
صبح کے وقت تمام بنو اوس و خزرج نے اپنی اپنی تلواروں کو سنبھال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔
وَأَشْمَاعُ أَحْمَدٍ إِذْ شَابَعُوا عَلَى الْحَقِّ ذِي النُّورِ وَالْمَنْهَجِ
اشیاع احمد (مہاجرین) نے بھی ایسا ہی کیا وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حق پر چلتے ہیں۔

③ اگر تلمسانی کا یہ فقرہ اس روایت میں نہ ہوتا تو میں ان اشعار کو درج کرنے کی ضرورت نہ سمجھتا۔

③ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ واقعہ خیبر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَنَحْنُ وَرَدْنَا غَيْرًا وَفَرُوقَةً بِكُلِّ قَلْبٍ عَارِي الْأَشَاجِعِ نَدْوِدُ
 ”ہم خیبر اور اس کے قلعوں تک پہنچے، ہمارا جوان پھر تیز اور عمدہ بیچاؤ سے لڑنے والا تھا۔“
 يَرَى الْقَتْلَ مَجْدًا إِنْ أَصَابَ شَهَادَةً مِنْ اللَّهِ يَرْجُوَهَا وَقُوْرًا بِأَحْمَدٍ
 ”ہم میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اگر شہادت ملی تو ایسا مرنا، اللہ کے ہاں سے فضیلت اور احمد کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب ہوگا۔“

③ اشعار جو نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھے:

① حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک لمبے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

أَعَالَتْ وَقُوفًا تَذُرُّ الْعَيْنَ جُهْدَهَا عَلَى طَلَلِ الْيَدِ فِيهِ أَحْمَدُ
 آنکھ پوری طاقت سے بہہ رہی ہے اور میں اس قبر کے ڈھیر پر دیر سے کھڑا ہوا ہوں جس کے اندر احمد رضی اللہ عنہ ہیں۔
 فَبُورِ كُنْتُ يَا قَبْرَ الرَّسُولِ وَبُورِ كُنْتُ بِلَادِ نَسْوَى فِيهِ الرَّشِيدُ الْمُسَدَّدُ
 اے قبر رسول ﷺ تو مبارک ہے اور اے عرب تو مبارک ہے کہ تیرے اندر نبی کی (جو رشید المسدود ہیں) خواب گاہ ہے۔
 خاتم الخلفاء علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب خوارج نے کہا کہ وہ ان کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کریں اور از سر نو داخل فی الاسلام ہوں تو انھوں نے زبان مبارک سے یہ اشعار پڑھے تھے۔

يَا شَاهِدَ الْخَيْرِ عَلَى قَاتِلِهِدْ اِنِّي عَلَى دِينِ النَّبِيِّ أَحْمَدُ
 مَنْ شَكَّ فِيهِ اَللّٰهُ قَاتِلِيْ قَاتِلِيْ مُهْتَدِيْ ①
 ”اے اللہ گئی بات کہنے والے تو گواہ رہنا کہ میں نبی احمد رضی اللہ عنہ کے دین پر ہوں۔ اللہ کے بارہ میں اور کوئی شک پر ہو تو ہو میں تو ہدایت یافتہ ہوں۔“

③ جگر گوشہ رسول سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کے اشعار اپنے والد احمد مصطفیٰ ﷺ کی وفات پر ہیں۔
 صُبْتُ عَلَى مَصَائِبٍ لَوْ أَنَّهَا صُبْتُ عَلَى الْإِسَامِ صِرْنُ لَيْلَا
 مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تَرْبِيَةَ أَحْمَدُ أَنْ لَا يَشْمَ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
 مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر آپ تمیں تو رات بن جاتا، جو کوئی قبر احمد رضی اللہ عنہ سونگھ لے اس پر کیا واجب ہے؟
 یہ واجب ہے کہ وہ مدت العمر خوشبو نہ سونگھے۔

ان جملہ حوالہ جات سے ہمارا مقصود باقتضائے تمام یہ ہے کہ نبی ﷺ کا اسم مبارک احمد حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے اور حیات کے اندر اور ارتحال کے بعد یعنی ہر زمانہ ہی میں مسلم و محقق رہا ہے۔ قبل از ولادت یہی پاک نام عرب، یمن، نجران اور شام کے

یہودیوں اور عیسائیوں میں معروف تھا اور ہر فرقہ اپنی فتح و نصرت کو حضور ﷺ کی تشریف آوری و رونق افروزی عالم پر منحصر سمجھتا تھا۔ حضور ﷺ کے شاعران خاص اور ذوی القربی حضور ﷺ کو اس نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت سے پیشتر عرب میں یا کسی دیگر ملک میں جہاں زبان عربی متداول تھی کسی شخص کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ یعنی قدرت الہیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی بشارت کو جو حق نبی کریم ﷺ تھے پونے چھ سو سال تک اس قدر محفوظ کیا کہ اس عرصہ میں کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ اب اسی دلیل کی تزییل میں ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد اسم ہمایوں و گرامی کا امت محمدیہ میں بطور تحمیں و تبرک کس قدر زیادہ استعمال ہوا۔ کیوں کہ حضور ﷺ کے بعد من بخدی کی شرط اٹھ چکی تھی اور التباس کا مظنہ جاتا رہا تھا۔ اب صرف حصول یمن و برکت مقصود رہ گیا تھا۔ اس لیے قدرت الہیہ نے جیسا کہ نبی ﷺ کی ولادت سے پیشتر اس امر کی صیانت و حفاظت فرمائی تھی کہ مبشر اصلی اور موعود حقیقی کے سوا اور کوئی شخص بھی اس اسم برائے نام بھی موسوم نہ ہو۔ اس طرح رحمت ربانی کا اقتضایہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد اس اسم سامی کی خوب اشاعت ہو، اور ہر موسوم شخص گویا اپنے نام ہی سے یہ ثابت کرتا رہے کہ اس اسم کا مبشر دنیا میں آچکا ہے اور بشارت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی صداقت دنیا پر آشکار ہو چکی ہے۔

پس میں چاہتا ہوں کہ ایک فہرست ایسے علمائے محدثین و مفسرین و فقہاء و علماء شاہان و امراء کی پیش کروں جو اسم احمد ﷺ سے اسلام میں موسوم ہوئے تھے۔ اگر ایسے اسماء کا بلاستیعاب استقصا کیا جاتا تو ایک جلد درکار ہوتی مگر اس جگہ اسم مبارک احمد کے اعداد 53 کے مطابق تحریر کیے جاتے ہیں:

ائمہ محدثین رحمہم اللہ (10)

- ① احمد بن حنبل (ابو عبد اللہ) امام اہل السنۃ والجماعت یکے از ائمہ اربعہ رحمہم اللہ
- ② احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ الحافظ الکبیر ابو بکر بیهقی رحمہم اللہ
- ③ احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان (ابو عبد الرحمن امام نسائی) رحمہم اللہ
- ④ احمد بن محمد بن ابراہیم النیشاپوری المفسر المشہور ابو اسحاق العسکری رحمہم اللہ
- ⑤ احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصہبانی (الحافظ ابو نعیم) رحمہم اللہ
- ⑥ احمد بن یحییٰ بن اسحاق الراوندی (ابو الحسین) رحمہم اللہ
- ⑦ احمد بن علی بن ثابت بن احمد الحافظ ابو بکر المعروف بالخطیب البغدادی رحمہم اللہ
- ⑧ احمد بن محمد بن احمد محمد سلمۃ الاصہبانی (الحافظ ابو طاهر) رحمہم اللہ
- ⑨ احمد بن الحسین بن یحییٰ بن سعید الہمدانی ابو الفضل الحافظ معروف بدیع الزمانی رحمہم اللہ
- ⑩ احمد بن عبد الحلیم بن عبد اللہ بن ابی القاسم الحرانی دمشقی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابو العباس رحمہم اللہ

فقہائے محققین رحمہم اللہ (19)

- ⑪ احمد بن عمرو بن شریح (ابو العباس) رحمہم اللہ

- 12) احمد بن ابی احمد المعروف بابن القاص الطبري الفقيه (ابو العباس) رحمہ اللہ
- 13) احمد بن عامر بن بشیر بن حامد المروزي القاضي ابو حامد رحمہ اللہ
- 14) احمد بن محمد بن احمد المعروف بابن القحطان ابو البخت ادوی (ابو الحسین) رحمہ اللہ
- 15) احمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك الازدي الطحاوی (ابو جعفر) رحمہ اللہ
- 16) احمد بن ابی طاہر محمد بن الاسفراآینی (الشیخ ابو حامد) رحمہ اللہ
- 17) احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الفسی الحماطی رحمہ اللہ
- 18) احمد بن محمد بن جعفر ابو الحسین المعروف (قدوری) رحمہ اللہ
- 19) احمد بن ابی داؤد فرج بن جریر الایادی القاضي (ابو عبد اللہ) رحمہ اللہ
- 20) احمد بن محمد بن عبد الرحمن الہروی القاشانی (ابو عبید) رحمہ اللہ
- 21) احمد بن علی بن محمد الوکیل ابو الفتح المعروف بابن برہان رحمہ اللہ
- 22) احمد بن محمد المظفر الخوافی (ابو المظفر) رحمہ اللہ
- 23) احمد بن موسیٰ بن یونس بن محمد الارطی (ابو الفضل شرف الدین) رحمہ اللہ
- 24) احمد بن محمد بن ابو الفضل المعروف بابن الخازن ابو الفضل رحمہ اللہ
- 25) احمد بن فارس بن زکریا بن محمد الرازی (ابو الحسین) رحمہ اللہ
- 26) احمد بن محمد الحسین ابو بکر تاصح الدین رحمہ اللہ
- 27) احمد بن منیر بن احمد طرابلسی (ابو الحسین مہذب الدین) رحمہ اللہ
- 28) احمد بن علی بن ابراہیم الغسانی الاسواتی (القاضی الرشید) رحمہ اللہ
- 29) احمد بن عبد الغنی بن احمد اللخمی المالکی (ابو العباس) رحمہ اللہ

عرفائے کاملین (4)

- 30) احمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسی الغزالی (ابو الفتح، برادر امام غزالی) رحمہ اللہ
- 31) احمد سرہندی الشیخ الامام الحجۃ والقبہ ثانی، فاروقی رحمہ اللہ
- 32) احمد المدعو بشاہ ولی اللہ المحدث بن شاہ عبد الرحیم الفقیہ المدہلوی رحمہ اللہ
- 33) احمد بریلوی السید الامام المجاہد فی سبیل اللہ رحمہ اللہ

وزراء وامراء (6)

- 34) احمد بن محمد بن عبد الکریم بن بھل الکاتب ابو العباس صاحب کتاب الخراج رحمہ اللہ
- 35) احمد بن عبد اللہ بن سلیمان التتوچی (ابو الجلاء الموی) رحمہ اللہ

- 36) احمد بن عبد الملک الاشجعی الاندلسی ذی الوزار تین الاعلیٰ رحمہ اللہ
 37) احمد بن ہارون الرشید بن المہدی الباشمی (ابو العباس) رحمہ اللہ
 38) احمد بن طولون صاحب دیار مصریہ (ابو العباس) رحمہ اللہ
 39) احمد بن المستنصر بن الظاہر (ابو القاسم) رحمہ اللہ

شعراء ادباء (12)

- 40) احمد بن الحسین بن الحسین بن عبد الصمد الجعفی الکوفی ابو الطیب المستنصر رحمہ اللہ
 41) احمد بن محمد الدارمی المصطفیٰ المعروف بالنائی (ابو العباس) رحمہ اللہ
 42) احمد بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم طباطبائی رحمہ اللہ
 43) احمد بن محمد بن انطاکی (ابو حامد الشاعر) رحمہ اللہ
 44) احمد بن جعفر بن موسیٰ برکی الندیم رحمہ اللہ
 45) احمد بن محمد بن العاصمی بن محمد الاندلسی (ابو عمرو) رحمہ اللہ
 46) احمد بن عبد اللہ بن احمد بن غالب الخزومی اندلسی القرطبی (ابو الولید) رحمہ اللہ
 47) احمد بن الخولانی الاندلسی المعروف بابن الآبار رحمہ اللہ
 48) احمد بن یوسف السبکی (ابو نصر) رحمہ اللہ
 49) احمد بن محمد بن علی الثعلبی دمشقی (ابو عبد اللہ) رحمہ اللہ
 50) احمد بن محمد بن احمد المیدانی النیشاپوری (ابو الفضل) رحمہ اللہ
 51) احمد بن عبد اللہ بن احمد اللخمی القاسمی (ابو العباس) رحمہ اللہ

شعوبین (2)

- 52) احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی المصری ابو جعفر رحمہ اللہ
 53) احمد بن بکر بن یحییٰ العبیدی ابو طالب رحمہ اللہ

یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا فضیلت خاتم النبیین ﷺ کا بیان مرسلین رب العالمین کے فضائل کے ساتھ ساتھ تھا مگر حضور ﷺ کی نعوت عالیہ اور محمد متکاثرہ ایسے بھی ہیں جن میں حضور ﷺ کا بیان بالکل منفرد ہیں۔ ان کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگا۔
 خاتمہ باب سے پیشتر اس جگہ ایک مختصر سا مضمون جو ایک آیت مبارکہ کے تحت میں لکھا گیا ہے درج کر دیتا ہوں۔ امید ہے کہ
 محبان صادق و متبعین مفصل اسے بھی باب ہذا سے متناسب پائیں گے۔
 اللہ جل و علا فی کریم ﷺ کو یوں مخاطب فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا [النبا: 45-46]

شاهدًا

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا﴾ [النبا: 45]

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا﴾ [التج: 8]

﴿وَفِي هَذَا لَيَكُونُ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ﴾ [الحج: 78]

﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [البقرة: 143]

﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ [النساء: 41]

شہادت امر کے واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعے سے اس امر کا پورا کرنا۔

نبی ﷺ کی شہادت جسے حضور ﷺ نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو تيقن کے درجے تک پہنچایا۔ امور ذیل کے متعلق تھی۔ ہستی باری تعالیٰ، تقدیس ذات و تنزیہ صفات، سلسلہ وحی، وجود نبوت، اعمال کا جزا و سزا سے تعلق، جزا و سزا کی حقیقت، وجود عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعہ۔ ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے نبی ﷺ نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار و کردار سے اس صداقت کے تيقن کو طحہ دل اور دہریوں اور منکروں اور مادہ پرستوں کے قلوب میں مستحکم فرمایا۔ یہ حضور ﷺ کا حصہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ قدرت الہیہ اور حکمت ربانیہ نے نبی کریم ﷺ کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ثانوی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملہ کے ثبوت و نفی پر ذرا مؤثر نہیں، بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجہ تک پہنچانے والی جو شے ہے وہ شاہد کی ثقاہت، اعتبار اور راست بازی ہے۔ نبی ﷺ کی راست بازی، اور اعتبار کی یہ حد تھی کہ جب کفار نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں کر محمد ﷺ کو رسول اللہ تسلیم کر لیا، تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔ ہر قل نے ابوسفیان کے جواب میں کہا تھا کہ جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر بھی جھوٹ نہیں بولا، ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ابو جہل جیسے الدانخصام نے کہا تھا کہ محمد ﷺ ان میں تھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں، لیکن شہادت دہندہ کی ثقاہت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالتا یا قبول ابوسفیان نہیں نکال سکتا، بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرنا اپنی ہمتی کرنا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے اس شہادت کو دشت و جبل میں آشکارا کیا۔ بیابان اور شہروں کے مع اور قلب تک پہنچایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کے نعرہ سے فضاے ارض و سما کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل و دماغ کو شک و انکار اور تذبذب و گمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا۔ اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اٹھا ہے، جس کے منہ سے نکلتے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجیب، کیا عربی، کیا شرقی، کیا غربی ہر ایک اسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار در ہزار اور شمار در شمار بندوں کو ﴿وَتَكُونُوا شَهِدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ [الحج: 78] کے فرض پر آمادہ نہیں کر لیتا اور اسود و احمر اور عبید و ملوک کو ﴿وَتَكُونُوا قُلُوبًا آمِينَ﴾

لِلّٰهِ شُهَدَآءٌ بِالْقِسْطِ ﴿۸﴾ [المائدہ: 8] کے وجوب امری کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔

شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد فیہی موجود ہو گئے ہیں، ملکوں اور قوموں، جزیروں اور وادیوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے۔ تب شاہد اس داوری گاہ سے عزم رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی ان سب کو یہ سنا دیتا ہے: اَنْتُمْ قُتِلْتُمْ لَوْ عَتَيْتُمْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُونَ قَالُوا بَلَّغْتَ وَ اَذْنَيْتَ وَ نَصَحْتَ فَقَالَ بِاصْبِرْ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَاءِ وَ يَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ ﴿۹﴾

پھر وہ پوچھتا ہے کہ لوگو، وہ قاضی جہاں، رب زمین و زماں جب دریافت فرمائے گا کہ میں نے اپنی شہادت کو کیوں کرا دیا کیا ہے۔ تو آپ کیا بتائیں گے سب کے سب متفق اللفظ بول اٹھتے ہیں، اجی حضور نے تو جتنا کچھ فرمایا تھا اسے خوب ہی فرمایا۔ حضور ﷺ نے تبلیغ و تفہیم کا حق ادا کر دیا۔ حضور ﷺ نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کو کھوٹا کھرا پن الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ شاہد آسمان کی جانب انگشت شہادت اٹھاتا پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے بھیجنے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے۔ الہی! میری شہادت کو سن لے، میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا، ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرمالینا۔

ایسے شاہد پر دل و جان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو داوری گاہ عالم اس شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شاہد اور شہید فرما کر حضور ﷺ کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔ دوسری صفت حضور ﷺ کی

مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا

فرمائی گئی ہے۔ تمام قرآن مجید پر نظر ڈال جائے۔ کسی نبی کی نسبت عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ نَبِيِّنَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِمَشِيرًا وَ نَذِيرًا دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے۔ نبی ﷺ کی شان میں مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا کے لفظ بھی ہیں اور بِمَشِيرًا وَ نَذِيرًا بھی اور چوں کہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم ﷺ ہی کی ذات مبارک میں پائی گئی ہے۔ اس لیے یہ اوصاف حضور ﷺ کے علوم مرتبت نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھیے کہ کہیں تو مومنین کو اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّكُمْ قَدْ كُنْتُمْ فِى الضَّلٰلَةِ كَثِيرًا قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَثِيرًا﴾ [71: اب: 47]

”مومنین کو بشارت سنا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

”ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ اللہ کے فرمودہ میں تبدیلی نہیں ہے۔ یہ بشارت

بہترین کا سیلابی ہے۔“ [یونس: 64]

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۝﴾ [الزمر: 17-18]

”ان بندوں کو بشارت سنا دے جو بات سنتے ہیں اور پھر سب سے اچھے طریقہ پر چلتے ہیں۔“
یہ سب روحانی اور اخلاقی بشارات ہیں اور انہی کے لیے مسلمانوں کو ابھارا اور تیار کیا گیا ہے۔
”انذار“ کے معنی ڈرانا کیے جاتے ہیں لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے۔
انذار کے معنی تو یہ ہیں آدمی کو اس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کر دیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کو ان کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے تھے اور برے انجام اور برے نتیجہ کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی و ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے، خدا ترسی اور رحم دلی سے ظہور پکڑتی، محبت نوع انسانی اور حب جنس سے اشاعت پاتی ہے۔ نبی ﷺ کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا بہ درجہ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے اور اسی لیے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کجی اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور کا خاصہ فطرت ہو گیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمھاری مثال ایسی ہے کہ تم جلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پروانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔ [1]

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ

نبی ﷺ نے دعوت الی اللہ کو جس سرگرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہنچایا وہ حضور ﷺ کی ہی کا حصہ ہے۔
[1] اس پہاڑی کے وعظ کو دیکھو، جس پر سے یَا اَلْغَالِبُ وَ یَا اَلْغَالِبُ کی آواز سے عرب کو حضور ﷺ نے بلایا تھا۔
[2] اس خلوت کدہ کا خیال کرو، جہاں مکہ سے دور اور دامن کوہ کے سایہ میں ارقم بن ابیارقم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دی جاتی تھی۔
[3] کوہ طائف کا واقعہ یاد کرو، جہاں حضور ﷺ کا خون جسم سے بہہ رہا تھا، جوتے میں جم رہا تھا اور زبان پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔
[4] عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو، جہاں نبی ﷺ بَلَّيْهَا النَّاسُ قَوْلُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَغْلِبُوا کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سنگ دل ابولہب حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چار بار اور حضور ﷺ کو دیوانہ بنا رہا ہے۔ [2]
[5] مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھائی عقبہ کا تصور کرو، تاریکی چھا گئی ہے، بے پناہ مسافر پر خطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے، مگر راستہ کی صعوبت اور خطرات راہ کے تصور سے یثرب کے قافلہ کو اسی جگہ ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ نور عالم ﷺ اسی تاریکی میں ایک دتھا اس لیے گام فرما رہے ہیں کہ شاید کسی ایک نفس ہی کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔
[6] کوہ نعیم کے دامن تک نظر کو بڑھاؤ، چالاک دشمن نے حضور ﷺ کو بے یار و مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضور ﷺ کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضور ﷺ کو گستاخانہ لہجہ اور متکبرانہ انداز سے جگایا ہے۔ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ دشمن سر باخیز ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا؟ حضور ﷺ انہیں اس وقت بھی دعوت الی اللہ کے فرض کو فراموش نہیں کرتے۔ اسے وہی..... مبارک نام سناتے ہیں، جو خائف انسان کے زنگ آلود دل کا حجاب اٹھا دیتا، جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔

[7] راہ ہجرت کی سیر کرو، سینکڑوں میل کا سفر درپیش ہے، خشک پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے دواؤںٹ گزر رہے ہیں جنہوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے۔ حضور ﷺ کے ہم رکاب دو مخلص اور ایک وفادار ہے کینہ دوز دشمن کے تعاقب کا ہر لمحہ خطر و لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہواروں اور ہروڑوں کو تیز گامی سے لیے جا رہا ہے۔ پھر بھی نبی ﷺ دعوت الی اللہ کے فرض کو نہیں بھول گئے ہیں۔

[1] مسلم: 5954، 5958، ترمذی: 2874، مسند احمد: 392/2، کنز العمال: 31920، [2] مسند امام احمد: 493/3، مجمع الزوائد: 21/6، دلائل النبوة: 380/5، بیہقی:

امام معبد الخراجیہ، سراقہ بن مالک المدنی اور بریدہ بن الحصیب اسلمی اور اسکے ستر (70) ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس خشک بیابان ہی میں آب حیات پیا، اور چشمہ زندگی حاصل کیا ہے۔

﴿8﴾ آٹھ (8) یوم کی شباروزی تک وہ دو کے بعد اللہ کا رسول قبا پہنچ گیا ہے۔ صبر آ زما سفر نے بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیا ہے مگر حضور ﷺ اس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرما رہے ہیں، جہاں سے حسی علی الصلوٰۃ اور حسی علی الفلاح کی صد اہر صبح و مساپہاڑیوں سے نکراتی، غافلوں کو جگاتی، شائقوں کو بلاتی، آج تک اس داعی کی پکار کو تازہ کر رہی ہے۔

﴿9﴾ حضور ﷺ قبا سے مدینہ کو جاتے ہیں، اہل مدینہ زن و مرد، پیر و جوان، یہود و نصاریٰ، صابی و ترسا بھی اہل ایمان کی طرح ہمہ راہ چشم اور ہمہ تن شوق بن رہے ہیں۔ راہ ہی میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور اللہ کا رسول ﷺ اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لیے ٹھہر جاتا ہے۔ بنی سلیم کے قلوب سلیم کو تقویٰ کے رنگ سے رنگین بناتا، رضوان ربانی کی نوید سے شاد کام فرماتا ہے۔

﴿10﴾ مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار، اوس و خزرج کا ہر شخص دل و دیدہ کو حضور ﷺ کے فرش راہ بنائے۔ بانی وائی، بانی وائی عرض کر رہا ہے، مگر حضور ﷺ دعوت الی اللہ کے لیے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں، کوچہ میں صاف زمین پر اس کے قریب جا بیٹھتے ہیں۔ وہ ناک چڑھاتا، تیوری پر تیوری ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے: محمد ﷺ تم نے گرد سے اور تمھاری سواری نے اپنی بو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا۔

نبی کریم ﷺ انہیں پڑے اور آیات قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا اتمام فرماتے ہیں۔

﴿11﴾ ربیع بنت معوذ کی ایک شب کی بیاہی ہوئی دلہن کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں۔ وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حریہ اشعار خریہ لہجہ میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کو بھی عقائد صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں۔

﴿12﴾ سسکتی ہوئی جان توڑتی ہوئی نواہی کو گود میں لیتے ہیں، اس وقت بھی دعوت الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اکلوتے بچہ ابراہیم کی لاش پر بیٹھتے ہیں، اس وقت بھی حاضرین کو خط اور رضاء الہیہ کے معانی سمجھاتے، استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

﴿13﴾ آخری مرض ہے، گیارہ (11) دن کے چپ شدید اور درد میں ذرا تخفیف ہوئی ہے۔ ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا، مگر دعوت الی اللہ میں وہی سرگرمی ہے۔ سر پر پٹی باندھے ہوئے عباس رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ منبر پر کھڑا نہ ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے، اس کے زیریں زینہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور نصیحت و مواظعت مودعہ سے دعوت الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

﴿14﴾ آخری دن ہے، سفر آخرت میں صرف پانچ (5) گھنٹہ کا وقفہ رہ گیا ہے۔ مسلمان صبح کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہیں، نبی ﷺ ضعف اور شدت درد سر کی وجہ سے اپنے بستر پر جسے کھجوروں کے پتھوں سے نرم بنایا گیا ہے۔ لیٹے ہیں، دعوت الی اللہ کا فرض پھر حضور ﷺ کے قلب پاک میں تازہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ مسجد اور حجرہ مبارک کے درمیان جو پردہ پڑا ہوا تھا اسے ہٹاتے ہیں، تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ اس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ایک اللہ کی عبادت کے لیے بیٹکڑوں مسلمانوں کے یک دل و یک جہت و یک آواز ہونے سے پیدا ہو گیا تھا۔ اب پھر زمین پر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوت الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

﴿۱۵﴾ آخری گھڑی ہے، بیوی، بیٹی، نواسے اس تنگ حجرہ میں جمع ہیں، جس کے اندر دس (10) سے زیادہ اشخاص کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ اور رحمہ بر عباد اللہ کی تعلیم زبان پر ہے۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم نماز، نماز اور لونڈی غلام کے حقوق۔ ﴿۱۶﴾

﴿۱۶﴾ آخری سانس ہے۔ دیدہ حق بین کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے، اس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے۔ اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے چشم حق بین کو فانی نظاروں سے بلند کر لیا ہے۔ ﴿۱۷﴾ ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے، جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں پورا ہوا ہو اس لیے ذاعیسا اِلٰی اللہ بِاَذْنِہ کا خطاب نبی ﷺ ہی کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے خداوند کریم نے حضور ﷺ کو اس صفت سے معرف فرمایا ہے۔

سِرَاجًا مُنِیْرًا

سورہ فرقان اور سورہ نوح میں آفتاب کو سِرَاجًا اور سورہ نبا میں ﴿سِرَاجًا وَّهَاجًا﴾ [78: النبأ: 13] فرمایا ہے، ﴿سِرَاجًا مُنِیْرًا﴾ [33: الاحزاب: 46] مگر ایسا لفظ جس کا استعمال ذات پاک نبوی ﷺ کے سوا اور کسی کے لیے نہیں فرمایا گیا۔ نظام شمس میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے، کیوں کہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا قبلہ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے، یہی نیر اکبر ہے۔

عالم کون و فساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے، اس کی حرارت کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب رب کریم عالم روحانی کے نیر اعظم کو اپنے نور ﴿۱﴾ میں دکھاتا ہے اور سیدنا و مولا نامہ رسول اللہ ﷺ کو سِرَاجًا مُنِیْرًا کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیارگان سماء نبوت کا مدار اعظم بھی ہیں اور عالم شریعت کی بقائے دوام کی علت اولیٰ بھی۔ (ﷺ)

آفتاب رات کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر و شرک کو مٹھ کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی ہے، انھیں چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی ممکن ثابت ہوتی ہے۔ آفتاب کی روشنی جرائم کا ارتکاب روک دیتی ہے۔ سراج منیر ﷺ کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرہ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے، لیکن اسی سراج منیر ﷺ نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی، کفر و شرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیرے، رواج کی گھٹا، تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے اللہ کی نورانی تعلیم سے دھندلے تذبذب کو دلائل ساطر سے تاریک ظنون کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود اصحابی کمالِ نجوم بآبہم اقتدینم اھتدینم ثابت

﴿۱﴾ ابوداؤد: 5156، مسند احمد: 290/6، کنز العمال: 2165، بخاری: 6509، 6348، 4463، مسلم: 6297، ﴿۲﴾ قرآن مجید کو بھی ”نور“ کہا گیا ہے۔

ہوئے۔ [۱] وہ جو حمایت سے راہ و راہنما گم کردہ تھے۔ اب خود خطر راہ بنے۔
 بعض شہرہ چشم (چمکادڑ) آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض بوم طبع (الو) رات کی تاریکی ہی میں پروبال کھولتے
 ہیں۔ یہی حال ان تیرہ دروہوں کا ہے جو انوار محمدی ﷺ کی تاب نہیں لاسکتے اور ضواء رسالت سے مستغیر نہیں ہوتے۔ مومنین کو تو اس
 سراج ربانی پر پروانہ وارثا رہونا ضروری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سُبْحَانَكَ يَا مَلِكُ

[۱] میزان الاعتدال: 1511، 2299، الکاف المشاف فی تخریج الکشاف: 94، احاف السعادات: 223/2

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء: 107]

اس آیت مبارکہ کو زیب عنوان کرتے ہی مجھے خیال آیا، قرآن مجید کو دیکھنا چاہیے کہ لِّلْعَالَمِينَ کا لفظ کن کن اشیاء یا اشخاص کے متعلق آیا ہے؟ مجھے مندرجہ ذیل آیات میں یہ لفظ ملا:

- ① ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانعام: 90]
- ② ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ [یوسف: 104، ص: 87]
- ③ ﴿وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ [العنکبوت: 52]
- ④ ﴿إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء: 71]
- ⑤ ﴿أَوَّلُ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران: 96]
- ⑥ ﴿فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَبَ السَّفِينَةَ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [العنکبوت: 15]
- ⑦ ﴿وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء: 91]
- ⑧ ﴿إِنْ فِي ذَلِكَ لَا يَلِيتُ لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الروم: 22]

آیات بالا پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر 1، 2، 3 میں قرآن مجید کو ”ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ“ فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں کلام نہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، جو جملہ عالمین کے لیے ”ذکر“ ہے۔

نبی ﷺ کا اسم مبارک تو اس مصدر کے ساتھ ”مَذْكُور“ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَذِكْرٌ إِنَّمَا أَنْتَ مَذْكُورٌ﴾ [الغاشیہ: 21]

آیت نمبر 4، 5 میں اللہ تعالیٰ نے لفظ برکت کا استعمال کیا ہے۔ آیت نمبر 4 بیت المقدس کے لیے ہے اور آیت نمبر 5 ”بیت الحرام“ کے لیے۔ مسلمان ان دونوں مسجدوں کو اسی ادب و احترام کا مستحق سمجھتے ہیں جو کلام الہی میں ان کے لیے ظاہر فرمائے گئے ہیں اور چوں کہ لفظ برکت ہر دو کے لفظ کے لیے مشترک ہے اور لفظ هُدًى بیت الحرام کے لیے خاص ہے اور زائد ہے، اس لیے بیت الحرام کا درجہ بھی بیت المقدس سے زیادہ تسلیم کیا گیا ہے۔

آیت نمبر 6، 7، 8 میں لفظ آیت کے استعمال ہوا ہے اور اس کا مصداق ان مختلف آیات میں متعدد ہے۔

آیت نمبر 6 میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو یا اہل کشتی کو آیت فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر 7 میں حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے فرزند کو آیت بتایا گیا ہے۔

آیت نمبر 8 میں نوع انسانی کی مختلف زبانوں اور مخلوق رنگتوں کے اختلاف کو آیت بیان کیا گیا ہے۔

اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ صرف قرآن مجید ہے۔

مُبَارَكٌ لِلْعَالَمِينَ بیت المقدس و بیت الحرام ہیں۔
آيَاتٌ لِلْعَالَمِينَ اصحاب نوح اور کشتی نوح اور حضرت مریم علیہا السلام و حضرت ابن مریم علیہ السلام اور
اقوام عالم کا اختلاف الوان اور تباہی السنہ ہیں۔

اور لفظ ”رحمت“ ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی ﷺ ہی کے لیے ہوا، حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الاعراف: 156] ”میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے“
پس جب نبی ﷺ کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔
یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ”رحمتہ للعالمین“ وہی وجود مزیں ٹھہرے گا۔
جس نے اہل عالم، بلکہ عالم در عالم کی بہبود و سود، رفاہ و فلاح، خیر و صلاح، عروج و ارتقا، صفا و بہا کے لیے بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزش طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔

- ☐ جس نے بندوں کو اللہ سے ملا دیا ہو۔
- ☐ جس نے الہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو،
- ☐ جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو۔
- ☐ جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔
- ☐ جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی و بادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایا اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔
- ☐ جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، چکنوکی و مک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت، میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔
- ☐ جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو اخوانی سکھائی ہو۔
- ☐ جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں۔
- ☐ جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب و حکمت کے چشمے چلائے ہوں۔
- ☐ جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنایا ہو۔
- ☐ جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند بنایا ہو۔
- ☐ وہ غریب کا محبت مسکین کا ساتھی
- ☐ شاہوں کا تاج آقاؤں کا آقا
- ☐ غلاموں کا محسن قیدیوں کا سہارا
- ☐ بے آسروں کا آسرا بے خانمانوں کا ماوی

- ☐ دردمندوں کی دوا چارہ گروں کا دردمند
- ☐ مساوات کا حامی اخوت کا بانی
- ☐ محبت کا جوہری اخلاص کا مشتری
- ☐ صدق کا منبع صبر کا معدن
- ☐ خاکساری کا نمونہ رحمت ربانی کا پتلا
- ☐ اولین انسان آخریں رسول ﷺ

اگر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے لقب سے ملقب نہ ہو تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا؟
 ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباہی دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔
 ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو یہودیوں کی طرح نذر و منت کی قبولیت کے واسطے نبی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا۔
☐ جو کیتھولکوں (Catholic) کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔
☐ جو، روح کی سرگ یا نرگ میں تشکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا۔
☐ جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہراتا۔
☐ جو نسل واحد کے افراد ہی کو اللہ کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔
☐ جو یہودیوں، عیسائیوں، زرتشتیوں، برہمنوں، جینیوں اور لاماؤں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت و انفضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو بندہ کو اللہ کی حضوری تک لے جاتا ہے اور اسے ﴿أَذْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المومن 60] کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خداوند کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جس کے دربار میں:

عداس نینوائی رحمۃ اللہ علیہ	بلال حبشی رحمۃ اللہ علیہ	سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ
صہیب رومی رحمۃ اللہ علیہ	عثمان اوزدی رحمۃ اللہ علیہ	طفیل دوسی رحمۃ اللہ علیہ
ذوالکلاع حمیری رحمۃ اللہ علیہ	صدی طائی رحمۃ اللہ علیہ	اثامہ نجدی رحمۃ اللہ علیہ
ابوسفیان اموی رحمۃ اللہ علیہ	ابوذر غفاری رحمۃ اللہ علیہ	ابوعامر اشعری رحمۃ اللہ علیہ
کرزفہری رحمۃ اللہ علیہ	ابوحارث مصطلق رحمۃ اللہ علیہ	سراقہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

پہلو پہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں، اتنی قوموں اور اتنے مختلف الدعاویٰ سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے؟
 یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حق و کالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامن دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشام جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

بے حس و ہوش کی طرح اپنے اپنے ملک کے مشام جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جس کے دربار میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے جو کعبہ کا کلید بردار ہونے سے جہازی قوموں میں اسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ جو عزت کلیسا کے روم کے مسند نشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔ اسی کے دربار میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے، نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھو تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم رضی اللہ عنہم تک منتہی ہوتا ہے۔ قومی وجاہت پر نظر کرو تو یہودان، بنو قریظہ، بنو قینقار، بنو نضیر و خیبر و فدک کا بچہ بچہ انھیں خیرنا و ابن خیرنا کہہ کر یاد کرتا ہے۔ فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سن لو کہ ربیعہ اور احبار تک سیدنا و ابن سیدنا کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی بزرگوار دربار محمدی ﷺ کے صف فعال میں جاگزیں ہے۔ اور دل ہی دل میں یہ کہہ کر خوش ہو رہا ہے

ع تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اسی دربار میں صرمہ ابن انس رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ صحف انبیاء کا عالم ہے۔ شام اور یورڈنم کے متواتر سفر کر چکا ہے توراۃ و انجیل کو قدیم زمانوں میں پڑھا ہے۔ دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور دربار حبش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے۔ عیسائیان حجاز کا گویا سب سے بڑا شب یہی ہے۔ اب وہی ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُولٌ﴾ کو بار بار پڑھ رہا ہے اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے۔

اسی دربار میں سلمان رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔ فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا جو زرتشتی مذہب کو چھوڑ کر کاشانی عیسائی بنا، پھر اطمینان قلب نہ پا کر دین حق کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا۔ اب تو دل و جان کو حضور ﷺ کے قدموں کا فرش بنا چکا ہے۔ کوئی شخص اگر ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرما دیتے ہیں، سلمان بن اسلام بن اسلام بن اسمعین مرۃ اسی طرح ستر (70) بار کہتے چلے جاؤ۔

اسی دربار میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ بت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے۔ احد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اس کے اذیا و غفلت اور ترقی و رعونت کا سبب بن جائے، لیکن رحمت عالم کی خاکساری نے اس فاتح کے دل کو بھی فتح کر لیا ہے، وہ خود ہی کھچا کھچا آتا ہے اور لات و عزنی کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔

اسی دربار میں شاہ حبش کا عریضہ پیش ہو رہا ہے، جو سلطنت چھوڑنے اور حاضر خدمت ہو جانے کی اجازت کا خواست گار ہے۔ اسی دربار میں ذوالجنادین رضی اللہ عنہ موجود ہے جو گھریار، اہل و عیال چھوڑ کر آیا ہے۔ کبل کا تہبند کبل کا کرتہ جس پر ببول کے کانٹوں سے بنجیہ گری کی ہے، زیب تن ہے۔ فرط شوق اور جوش انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جو یہودیوں جیسی مخدول و مقہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔

① اِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ اُمَّةٌ مَّعَ الْمُؤْمِنِيْنَ

یہود بھی مسلمانوں کی طرف ایک قوم سمجھی جائے گی۔

② وَاَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرُ عَلٰی مَنْ حَارَبَ

جو کوئی ان سے لڑے، مسلمان ان کو مدد دیں گے۔

﴿۳﴾ اَنْ يَّبْنِيَهُمُ النَّصْحُ وَالنَّصِيحَةُ وَالْبِرُّ دُونَ الْاِنْفِمْ
مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی نیکی کے ہوں گے۔

﴿۴﴾ وَاِنْ يَطَّانَةَ يَهُودٌ كَانْفُسِهِمْ
یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں۔

﴿۵﴾ وَاَنْ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ ﴿۱﴾
مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے، جو خراج گزرا اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔
﴿۱﴾ لِنَجْرَانَ جَوَارِ اللَّهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَعَائِلَتِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَعَشِيرَتِهِمْ وَتَبَعِهِمْ۔

اہل نجران کو اللہ عزوجل کی حفاظت اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری حاصل ہوگی۔ ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کی پیر و اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔

﴿۲﴾ وَأَنْ لَا يَغْيَرُوا لَمَّا كَانُوا عَلَيْهِ۔ ”ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔“

﴿۳﴾ وَلَا يَغْيَرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ۔ ”ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدل نہ جائے گا۔“

﴿۴﴾ وَلَا يَغْيَرُ كَلِمًا تَحْتَ آيِدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ ﴿۲﴾ ”اور جو کچھ تمہوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے، اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔“
رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو کافروں کو بھی یہ آواز بلند سنا رہا ہے:

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ ”تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔“
رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھاتا ہے:

﴿لَا اِكْرَاهُ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرہ: 256]

”دین کے معاملہ میں کسی پر مجھ نہیں ہے۔ تحقیق ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہو گیا ہے۔“
پھر اسی سلسلہ میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے۔

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ اِلَّا الْبَلَاغُ﴾ [النور: 54]

رسول کا کام لوگوں کو احکام الہی کا سنا دینا ہے اور بس۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الدِّينِ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَقْبَلُوهُمْ وَتُقْسِطُوا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الممتحنہ: 8]

”اللہ تم کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا، بلکہ اللہ تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے،

لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انھوں نے دین کے لیے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔“
 رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اسی طرح تعلیم دیتا ہے:
 ﴿إِذْقِعْ بِالْأَيْمَنِ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ [حم: 34]
 ”بدی کا بدلہ نیکی سے دو۔ پھر جس شخص کے ساتھ تمھاری عداوت ہے، وہ تمھارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔“
 رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو اخوت و محبت کا نام نعمت الہی رکھتا ہے اور فرماتا ہے:
 ﴿فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ [آل عمران: 103] ”اور تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے ہو۔“
 رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو معاملات انصاف میں عداوت و نفرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هَفْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المائدہ: 8]

”کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمھیں انصاف نہ کرنے کی طرف کھینچ نہ لے جائے، انصاف ہی کرو۔ یہی حق شناسی سے قریب تر ہے اور تقویٰ اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔“

فرمایا:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ [المائدہ: 2]

”قوم کی یہ مخالفت کہ انھوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو، تم تو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ان کی مدد کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو، اللہ سے ڈرتے رہو۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے، جو شہادت واقعہ کے بعد لوگوں کو اسی طرح تیار کرتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ﴾ [المائدہ: 8]

”اے ایمان والو! اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔“

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے، اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلَوْا أَوْ نَعَرُضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ [النساء: 135]

”اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ خواہ تمھاری گواہی خود تمھارے خلاف یا تمھارے والدین کے خلاف یا اقرباء کے خلاف ہو (امیر ہو یا غریب کہ رعایت یا رحم کے خیالات تمھیں آتے ہوں) مگر یہ یاد رکھو کہ اللہ ان دونوں سے بڑھ کر ہے۔ دیکھو ایسا نہ کرنا کہ گچی شہادت سے عدولی

کر دیا دبی زبان سے کوئی بات کہو گواہی سے ٹل ہی جاؤ۔ یہ باتیں تو خواہش نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔“

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْفُرُونَ﴾ [الروم: 21]

”اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری بیویوں کو تمہاری جنس کا بنا دیا تاکہ تم ان سے تسلی پاؤ، پھر تمہارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا۔ سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں۔“

رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جس نے شوہر بیوی کے رشتہ کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا، بلکہ یوں خبر دی۔

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ﴾ [الزخرف: 70]

”تم اور تمہاری بیویاں شادی و نشاط اور نعمت و شادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔“

رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ﴾ [البقرة: 228]

”عورتوں کے حق شوہروں پر دیے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔“

پھر فوقیت (Seniority) کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے۔

﴿الْكِرَامُ الْقَوْمُ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء: 34]

”مرد غالب ہیں، عورتوں پر پہلے اس فضیلت کے جو اللہ نے (پیدائش سے) ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں۔“

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر و قیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [المائدة: 32]

”اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔“

رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا، حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوش انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحم دل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو

سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا۔ اب اصول بالا پر رحمۃ للعالمین ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو سنو۔

﴿۱﴾ اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ ظِلْمًا ۖ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِنَتْ صَوَامِعُ وَبَيْعٌ وَصُلُواتٌ وَمَسَاجِدُ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ [الحج: 39-40]

”جن مسلمانوں سے قتال ہوا، ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے، کیوں کہ وہ مظلوم تھے اور اللہ ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں۔ صرف اس لیے کہ انھوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ (یہ اجازت دے کہ) بعض لوگوں (دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معبد، پارسیوں کے مندر مسلمانوں کی مسجدیں (جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے) ضرور گرائی جاتیں۔“

﴿۲﴾ وَمَالَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا﴾ [النساء: 75]

”تم اللہ کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے، حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ بارالہ، ہم کو اس ہستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔“

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے تو نہ ملک گیری کے لیے، نہ ہوس حکمرانی کے لیے، بلکہ ضعیفوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے نیچے سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا۔ نہ گوار کا خوف دلا کر کلمہ اسلام پڑھوانے کے لیے، بلکہ یہودیوں، عیسائیوں، ترساؤں کے معابد کو حفاظت و حمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو، اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے کہ جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا، جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کر سکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تاکہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں، جن سے جنگ ٹل بھی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿فَسَبِّحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ﴾ [التوبة: 2]

”یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔“

جنگ میں اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے، لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے۔

﴿۱﴾ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ﴾ [النساء: 90]

”جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا عہد ہے۔“

﴿ اَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ اَنْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ﴾ [النساء: 90]

”یا وہ جو حاضر ہو کر ظاہر کر دیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رک گئے۔“
تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا۔

﴿ فَاِنْ اَعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَآلَقُوا اِلَيْكُمْ السَّلَامَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴾ [النساء: 90]

”پھر اگر یہ لوگ علیحدہ ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب اللہ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔“
خیال کرو یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بھگڑنے کا ہرگز نہیں۔

غور کرو کہ ایک معاہدہ قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو ان سے مسلمانوں کا تعلق ﴿ يَنْتَكُمُ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ﴾ [النساء: 90] ہی کا نہ ہوتا، بلکہ وہ تو ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾ [التوبہ: 11] کے درجے میں ہوتے۔

پھر اس معاہدہ قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریق جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائے گا جو مسلمانوں سے یہ عہد کر لے کہ وہ نیوٹرل (Neutral) (غیر جانب دار) رہے گا۔
نہ مسلمانوں کا طرف دار ہوگا، نہ ان کے مخالفین کا۔ دیکھو اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا ہے جبر قبول کرانا ہوتا تو ان غیر مذہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔

ہاں! رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو انسانوں کو اخلاقِ فاضلہ اور فضائلِ محمودہ اور محاسنِ جمیلہ اور صفاتِ کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔
ماں باپ کی بابت سکھایا:

﴿ وَاحْفَظْ لَهُمَا جَنَاحَ الدُّنْيَا مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ﴾ [بنی اسرائیل: 24]

”ان کے لیے نرمی والے بازوؤں کو زمین پر بچھا دے اور دعا بھی کیا کر کہ اے رب کریم! ان پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔“

اس حکم میں فرمانبرداری، اطاعت و خدمت گزاری کا بھی حکم دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اس طرح ہر انسان اللہ کے رحم کا محتاج ہے۔
قصور والوں کی معافی کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

﴿ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يُغْفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور: 22]

”چاہیے کہ تم معافی دیا کرو اور درگزر کیا کرو، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔“

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گزرتا ہے، اس لیے اسے سمجھایا گیا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ خود معافی دینے کو پسند نہیں کرتا۔ گویا یہ اصول بتایا۔ معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔

زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریق اختیار کیا گیا ہے

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ مَسِيْلًا ﴾ [الاسراء: 32]

”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو بے حیائی اور برا راستہ ہے۔“

برے راستہ کے لفظ پر غور کرنا چاہیے۔

ایک عیاش مزاج شاید اپنی شوریدگی طبع کی حالت میں زنا کو کچھ معیوب نہ سمجھتا ہو مگر اسے غور کرنا چاہیے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اپنے بستر پر بلاؤ تو اسے ناگوار نہیں گزرتا لیکن کیا اسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اسکی بیٹی، بہو غیر کے بستر پر جائے۔ اس کی غیرت اسے پسند نہیں کرتی تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شخص خود اپنے طرز عمل سے ایسی ہی برائیوں کا راستہ بنا رہا ہے؟ یہ راستہ سب سے پہلے اس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا۔ شراب کو ”رجس“ اور ”عمل شیطان“ اور بنائے عداوت و سبب بغض و سرمایہ غفلت اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ بنایا۔ یہ فیصلہ اس زمانہ کا ہے جب تمام دنیا شراب پر لٹو تھی۔ جب بزرگوار Saint Pal کی ہدایت کے پابند سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے۔ جب ایران شراب کے پیالہ کو جام جم سمجھتا تھا۔ جب ہندوستان دیوتاؤں اور ٹھاکروں کے تقرب کے لیے اس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا۔ جب بہت سے مراسم دینی و دنیوی کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ جب عرب کے کسی شاعر و زبان آور کا کلام اس کی توصیف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اسلام کے اس حکم کا تیرہ سو (1300) برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا تھا۔ لیکن یورپ کی جنگ عظیم (14-1918ء) نے اس حکم کی اصلیت کو منکشف کر دیا۔ شاہ برطانیہ جارج پنجم نے ترک سے نوشی میں اول قوم کو خود نمونہ بن کر دکھایا۔ پھر روس و انگلستان و فرانس میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا۔ امریکہ نے شراب تیار نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ فی الواقع ترک شراب ایک رحمت ہے۔

اور جس وجود پاک نے سب سے پہلے دنیا کو اس مسئلہ کی ہدایت کی وہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہے۔ ایسے احکام قرآن مجید اور حدیث پاک سے سینکڑوں کی تعداد میں شمار کیے جاسکتے ہیں

قارئین غور سے معلوم کریں گے کہ ہم نے اس مضمون میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے، یہ خالص ایسے مسائل ہیں کہ مسلم و غیر مسلم ہر دو مساوی طور پر ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان مسائل کے ترک کر دینے کے بعد تمدن کے قیام اور شائستگی کے وجود کی بقاء ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے دنیا کو ماننا پڑے گا کہ نبی ﷺ فی الواقع رحمۃ للعالمین ﷺ تھے۔

البتہ اہل اسلام کے ساتھ نبی ﷺ کو التفات خاص ہے اور یہ لوگ اس آفتاب حقیقت سے زیادہ تر منور ہونے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ اس لیے رب العالمین نے حضور ﷺ کی صفت میں فرمایا۔

﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبہ: 128]

دیکھو رحمت کے ساتھ یہاں رافت کا اضافہ ہو گیا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو نبی ﷺ کی رحمت و رافت سے استفادہ کرتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

حُبُّ النبی ﷺ

غزلیات و ابیات کے شیدالفظ ”عشق“ کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے۔ [1]

قاموس میں ہے: الْجُنُونُ قُنُونٌ وَالْعِشْقُ مِنْ قَبْلِهِ يَسْتَجْلِبُهُ الْمَرْءُ عَلَى نَفْسِهِ بِاسْتِحْسَانٍ بَعْضِ الصُّوَرِ وَالشَّمْسَانِ لِي بِمعنى جنون کی بہت سے اقسام میں سے عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے۔

پس جب عشق کے معنی قسے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ اللہ اور رسول ﷺ کے کلام پاک میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بیشک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایاں ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب ہی ہے، خواہ کوئی محبت پیدا ہو یا نہ ہو مگر معشوق معشوق نہیں جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل ”لیلیٰ را بہ چشم مجنون باید دید“ کے واضح نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت ایثار المحبوب کا نام ہے۔ بعض نے کہا کہ محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مراد محبوب کا تابع بنا دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ تعریف محبت تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمرات محبت کو بیان کرتے ہیں۔

محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کار فرما تھی۔ حدیث شریف الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ الخ کی اسی معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع و دائمی ہوگا۔ محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میلان ہوگا۔

﴿يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرة: 165]

”مشرک لوگ شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کیا کرتے ہیں مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں اللہ کے ساتھ

[1] ولا يحفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ العشق في الحديث صحيح البه زاد المعاد ج 2 ص 96 واضح ہو کہ حدیث من عشق فلعف فعات فهو شهيد او حدیث من عشق و كنتم وعف وصبر الخ ہر دو صحیح نہیں۔ ابن جوزی رحمہ اللہ نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کا راوی صرف سید بن سعید ہے۔ اور انہی حدیث نے اس کی آیت تحت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔

بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی ﷺ کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے وجود باوجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلوب کو ایمان، فواد کو ایقان، روح کو راحت اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جوش و خاشاک علاقے سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رک گیا تھا پھر فوارہ وار اسی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بھاء کو تخت ارتقا پر بٹھاتی ہے۔

محبت ہی ہے جس کی صفت میں حبیب اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ۝

ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمال اصلی پر ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں اس لیے نہیں کہ انھیں اس کی جاکداد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جو وسخا سے محبت ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظلمہ میں دادرسی یا کسی دعویٰ میں ڈگری اس کی داوری گاہ سے ملی ہو بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفت عدل اور داد کو محمود سمجھتے ہیں۔

سینکڑوں اشخاص رستم و اسفندیار کی داستان کو پورے جوش سے پڑھتے یا سرگرمی سے سنا کرتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں، بلکہ اس لیے کہ صفت مردانگی و شجاعت سے ان کو محبت ہوتی ہے۔

ہیمیوں اشخاص سقراط و افلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم و حکمت کے خود قدردان ہوتے ہیں۔

ہیمیوں اشخاص شکسپیئر (William Shakespeare)، ہومر (Homer)، فردوسی و سعدی، لبید و متنی، بیاس اور دامیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام تر قوت گویائی کو صرف کر دیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت دہی کے اجارہ دار ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ راز فطرت انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کو جو اس فن میں تکلم کرے پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی مزی کی محبت کا مذکور ہے اس کی شان بلند کا تعقل کرنے کے لیے خیال کرو۔

ایک آدم علیہ السلام انابت الی اللہ کا راز آشکارا کرنے والا

ایک ادریس علیہ السلام علوم اولین و آخرین کا درس دینے والا

ایک نوح علیہ السلام اسرار و اعلان سے تبلیغ کرنے والا

ایک ابراہیم علیہ السلام گنہگاروں کے لیے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والا

صحیح بخاری: 6168، 6169، مسلم: 165، 2640، ترمذی: 2385، مسند جمہوری: 881، مسند بزار: 3696، مسند احمد: 3/104، 200

ایک اسماعیل علیہ السلام	بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والا
ایک یعقوب علیہ السلام	رب قادر سے عہد پائندہ بننے والا
ایک یوسف علیہ السلام	بدخواہ اور بداندیش پر رحم کرنے والا
ایک موسیٰ علیہ السلام	قوم کو برگزیدہ بنانے والا
ایک ہارون علیہ السلام	امام فصیح
ایک یحییٰ علیہ السلام	مبلغ متواضع
ایک داؤد علیہ السلام	قوم کو اجتماعی قوت دینے والا
ایک سلیمان علیہ السلام	اللہ کے لیے پاک گھر بنانے والا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ جَمِيعِ إِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ

ہاں! وہ جس کے منہ میں اللہ کا کلام ہونے کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی۔

ہاں! وہ جسے عیسیٰ علیہ السلام نے روح الحق بتایا۔

ہاں! وہ جس کی بیعت و جلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بنایا۔

ہاں! وہ جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا۔

وہ جس کی حمد سے حقوق علیہ السلام نے عالم کو پرآوازہ کیا۔

وہ جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے ملا کی علیہ السلام نے اللہ کے گھر کو جلال دیا۔

وہ جس کے لباس اور ران پر ”شہنشاہوں کا شہنشاہ، خداوندوں کا خداوند“ لکھا ہوا پوختا ہے پڑھا۔

وہ جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی صاحب بصر، صاحب دل!

ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفیٰ، ایسے محمد ﷺ پر دل و جان سے فدا نہ ہوگا؟ اور اس فدا ہونے والے کو اپنے لیے غایت

شرف اور انتہائی کمال انسانیت نہیں سمجھے گا۔

یاد رکھو کہ آیت ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ﴾ [النہ: 24]

”سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، زن و شوہر، قوم و قبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے وہ سب زیادہ پیارے ہیں اللہ اور رسول سے

اور راقم میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ اللہ تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔“
اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلمہ ہے اور اسی لیے رب العالمین نے جو ﴿فَطَوَّرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ [الرؤم: 30] کا مالک ہے ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نفی نہیں کی بلکہ تفریق درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی !

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انس رضی اللہ عنہ میں کھولا گیا ہے۔
لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ①
”کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اسے رسول اللہ کے ساتھ ماں باپ اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔“

صحیح مسلم میں ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ②
”کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کو اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔“

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف محبوب بلکہ حبیب ہیں یعنی حضور ﷺ کے وہ صفات عالیہ اور فضائل محکاثرہ اور محاسن جمیلہ اور نفوس رفیعہ جنہوں نے حضور ﷺ کو حبیب اللہ اور محبوب خلق اللہ بنا دیا ہے۔ ثبات و استقرار رکھتے اور دوام و بقا سے متمکن ہیں۔
میں چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور شرف افعال کے اول چند نمونے پیش کروں اور پھر دکھاؤں کہ ایسی صفات عالیہ کے مالک سے کون شخص محبت کرنا نہیں چاہتا۔

جود و سخا کا بیان

① جنگ حنین میں چھ ہزار (6000) قیدی، جوئیس ہزار (24000) اونٹ، چار ہزار (4000) بکریاں، چار ہزار (4000) اوقیہ (چھٹا تک) چاندی قیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔ گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ اس طرح واپس گئے۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيرًا وَلَا أَوْصَىٰ بَشِيءٍ ③
”نبی ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکہ چاندی یا سونے کا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا اور نہ کسی شے کی بابت کوئی وصیت ہی فرمائی۔“

③ معنی بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا، فرمایا: بیٹھو، اللہ دے گا، پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا

① بخاری: 13، 14، 15، مسلم: 169، نسائی: 5031، ابن ماجہ: 66 ② بخاری: 15، مسلم: 168، نسائی: 5028، ابن ماجہ: 67

③ ایک اوقیہ میں چالیس (40) درہم ہوتے ہیں۔ (اسلامی اوزان ص: 84) ④ ابوداؤد: 2863، نسائی: 2695، ترمذی: 215، اشعاع الخرمی: 406۔

آیا۔ حضور ﷺ نے سب کو بٹھالیا۔ حضور ﷺ کے پاس دینے کو اس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کر دیا اور ایک اوقیہ کی بابت پکار بھی دیا۔ مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا۔ رات ہوئی تو حضور ﷺ نے وہ چاندی اپنے سرہانے رکھ لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی۔ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا: حضور ﷺ کو آج کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں۔ انھوں نے پوچھا: تب کوئی خاص حکم اللہ کا آیا ہے؟ جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے؟ اس وقت حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی۔ فرمایا: یہ ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر لگا کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آجائے۔ ﴿۱﴾

﴿۴﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ ذَنْبًا فَعَلَيْهِ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلْيُورَثْهِ۔ ﴿۲﴾

”جو مسلمان قرض چھوڑ مرے گا، میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ مرے گا اسے اس کے وارث سنبھال لیں گے۔“

﴿۵﴾ جابر بن عبد اللہ صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَسْئِلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا ﴿۳﴾

”نبی کریم ﷺ سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں حضور نے ”لا“ (نہیں) فرمایا ہو۔“

اس حدیث کا مفہوم کسی نے یوں ادا کیا ہے:

نَفْتَ لَا بِ زَبَانٍ مَبَارَكٍ هَرَّزَ مَكْرِبًا شَهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
ان روایتوں کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو، ثابت ہو جائے گا کہ نبی ﷺ فی الحقیقت أَجْوَدُ النَّاسِ بِالْخَيْرِ (نیکیوں میں سب سے زیادہ سخاوت والے) تھے۔

عدل و انصاف کا بیان

﴿۱﴾ نبی ﷺ کی اس صفت کا اعتراف اعدا بھی کرتے تھے۔ ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات کو نبی ﷺ کے حضور میں فیصلہ کے لیے لایا کرتے تھے۔ ﴿۴﴾

﴿۲﴾ حجر اسود کے نصب کرنے میں جو جھگڑا قریش میں ہو گیا تھا، اس کا ذکر ”رحمۃ للعالمین“ جلد اول میں موجود ہے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ قرارداد یہ تھی، جو کوئی شخص اب سب سے پہلے کعبہ میں آئے وہی حکم قرار پائے۔ نبی ﷺ آنکھ بٹکے، تو لوگوں کی خوشی و مسرت کی کوئی حد نہ تھی اور خوش ہو ہو کر پکارتے تھے:

هَذَا مُحَمَّدٌ هَذَا الْأَمِينُ قَدْ رَضِينَا بِهِ۔ ﴿۵﴾

”لو محمد ﷺ آگئے، ان کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔“

﴿۱﴾ اعلام النبوة: ص 155 ﴿۲﴾ ترمذی: 2090، ابوداؤد: 3343، نسائی: 1962، احمد: 330/3 ﴿۳﴾ بخاری: 6034، مسلم: 2311

﴿۴﴾ شفاء: 95 ﴿۵﴾ میرت ابن دھام: 129/1، مستدرک حاکم: 458/1

۳۱) فاطمہ نامی مکہ کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جس سے حضور ﷺ نہایت محبت کیا کرتے تھے بھولے پن سے اس کی سفارش کر دی، ناخوش ہو گئے اور فرمایا کہ تم حدودِ الہی میں سفارش کرتے ہو دیکھو اگر میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے لیے کروں گا۔ ۳۲)

نجدت و شجاعت کا بیان

نجدت اس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتماد علی انفس قائم رہے۔ شجاعت قوت غصہیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو انتیاد عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صفات کے متعلق میسوں روایات اور راویوں کے یعنی مشاہدات موجود ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نام اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہوگا، وہی فرماتے ہیں:

إِنَّا كُنَّا إِذَا حَمَى الْبِئْسُ وَاحْمَرَّتِ الْحَدَقُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَا يَكُونُ أَحَدٌ أَقْرَبَنَا إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ ②

”جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی ﷺ ہی ہوتے تھے۔“

① جنگ خنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے ورہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا سینہ برسا یا کہ حضور ﷺ کی بارہ ہزار (12000) فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔
قَالَ نَعَمْ لَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَهْرُثْهُمْ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ عَلَى بَعْغِيهِ الْبَيْضَاءِ وَ أَبُو سُفْيَانَ أَحَدَ بِلَجَامِيهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ۔ ②

تو براء نے کہا: ہاں! مگر رسول اللہ ﷺ تو پھر بھی نہ بھاگے میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے سفید خچر پر چڑھے ہوئے ہیں۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ نے لگام پکڑ رکھی ہے اور آپ فرما رہے ہیں انا النبی لا کذب۔

خچر پر سوار ہونا ہی ثبات واستقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کیا کرتا ہے۔ سفید خچر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے، ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو زرا سی گردوغبار میں چھپ جائے۔ فوج کی خاک کی وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔ بارہ ہزار (12000) فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کو تو حمل ہی کا کام ہے۔ ایسے وقت میں خود بول بول کر اپنی شناخت دشمن کو کرانا اور اسی دعوے کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ وعداوت کا موجب تھا صرف قمر نبوت ﷺ ہی کا خاصہ نور پاشی ہے۔

اس واقعہ کے متعلق عباس رضی اللہ عنہ عمر النبی ﷺ کی روایت ہے۔

وَلِی الْمُسْلِمُونَ مُدَبِّرِينَ فَطَقِقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَرْكُضُ بَعْلَتَهُ نَحْوَ الْكُفَّارِ وَأَنَا أَخُذُ لِحَامَهَا أَكْفَهَا
إِرَادَةً أَنْ لَا تَسْرُعَ وَأَبُوسْنِيَّانِ أَخَذَ بَرَكَابِهِ ④

① بخاری: 3475، مسلم: 1688، ابوداؤد: 4373، ترمذی: 1430، ابن ماجہ: 2547، دارمی: 2302، احمد: 62/2، ② مسلم: 4616، اسعد القلیوب: 138/1

③ بخاری: 4317، مسلم: 4616، 4615؛ ④ بخاری: 4315، مسلم: 4616، 4612؛

مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اس وقت نبی ﷺ نجر کو ایڑ لگانے اور دشمن کی جانب بڑھانے لگے۔ میں نے لگام اور ابو سفیان نے رکاب پکڑ لی۔ اس ارادہ سے کہ حضور ﷺ کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔

صحیح مسلم میں اسی واقعہ کے متعلق پھر یہ الفاظ ہیں۔

نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً ۝ (۱)

نبی ﷺ اپنے ٹچر سے اتر پڑے۔

یہ شجاعت کی غایت الغایت ہے کہ جس شخص کے سامنے سے بارہ ہزار (12000) فوج بھاگ رہی ہے، حضور ﷺ اس کے مقابلہ کے لیے اپنی سواری آگے کو لے جا رہے ہیں اور جب اہل بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو حضور ﷺ پیادہ ہو کر آگے بڑھنے کو ہیں۔

(۳) صحیحین میں انس بن مالک سے روایت ہے، مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا لوگ سبھے چھاپا پڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب کو چلے۔ آگے چلے تو انھیں نبی ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ گھوڑے پر سوار اور تلوار حماک کیے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تنہا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرما رہے تھے: لَمْ يَزِغُوا لَمْ يَزِغُوا۔ ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔ (۲)

(۴) قارئین کو بیعت عقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہوگا کہ شب تاریک اور منزل پر خطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا اور نبی ﷺ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا، ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی راہ گم کردہ ضلالت کو ہدایت فرمائیں۔

(۵) تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خوزری و سفاکی ہی کی حکومت تھی۔ ہر ایک مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا، کسری و قیصر و جش کے حکمرانوں اور عرب کے جنگ جو قبائل کے خشم و غضب کی پروا نہ کرنا شجاعت اور قوت قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

تواضع کا بیان

مسکنت و تواضع نبی ﷺ کی صفت لازم تھی، تواضع ہی تھی کہ نجر اور حمار پر سواری فرماتے۔ دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے۔ مسکینوں، غریبوں کی عیادت فرماتے، فقراء کے برابر جا بیٹھتے، صحابہ کے درمیان مل جل کر بیٹھ جاتے۔ اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے نہ کوئی امتیازی نشان بناتے، غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ بازار سے سودا خرید کر اور خود اٹھا کر لے آتے۔ اپنے جانور کو خود چارہ ڈالتے، اونٹ کی زانو بندی کر دیتے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ ہی سے کیا کرتے تھے۔ جب ہزاروں جان نثار ایسی خدمت سرانجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ بھی ہوتے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ حج کو تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ جو چادر حضور ﷺ کے اوپر تھی اسکی قیمت چار

(4) درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔^(۱)

یہودان بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تو اس روز حضور ﷺ ہمارے سوار تھے جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی ری سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صف ^(۲) پڑی ہوئی تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا، اٹھنے لگے تو دکاندار نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا، حضور ﷺ نے ہاتھ کو چھٹ پیچھے ہٹالیا اور زبان مبارک سے فرمایا:

هَذَا تَفْعَلُهُ الْأَعَاجِمُ بِمُلُوكِهِمَا وَلَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِّنْكُمْ۔^(۳)

”یہ تو عجیبی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تم ہی سے ایک ہوں۔“

حیاء کا بیان

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذَاءِ فِي خِدْرِهَا كَانَ إِذَا تَوَضَّعَ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ مُتَّقٍ عَلَيْهِ۔^(۴)

نبی ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیں تھے۔ کوئی کمزور چیز دیکھ لیتے تو زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ حضور ﷺ کے چہرہ پر کراہت کے آثار نمایاں ہو جاتے۔

(۱) اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ کسی کو رُو و ذُر کو کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

إِنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ بِهِ اثَرُ صَفْرَةٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَتَّكِدُ بِوَجْهِهِ أَحَدًا بِشَيْءٍ يُكْرِهُهُ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدْعُ هَذِهِ الصَّفْرَةَ۔^(۵)

ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زعفران کا رنگ لے ہوئے آیا۔ حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سامنے ایسی بات نہ کہا کرتے تھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کاش تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دے۔

(۲) بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے حضور ﷺ تھک جاتے یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تب بھی حیا کی وجہ سے خود تکلیف اٹھاتے اور ان سے کچھ نہ فرماتے۔

شفقت و رافت کا بیان

(۱) ایک گنوار آیا، اس نے سوال کیا، حضور ﷺ نے اسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے۔ وہ بولا: نہیں، تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا۔ مسلمان یہ سن کر بے تابانہ اس کی طرف اٹھے حضور ﷺ نے اشارہ کیا کہ رک جاؤ، پھر حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور گھر سے لا کر اور بھی کچھ دیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تیرا پہلا کلام میرے اصحاب کو ناگوار گزرا تھا۔ کیا

(۱) شاکل الترمذی: 333 (۲) ”کھجور کی صف“ میں نے ”اکاف من لیف“ کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ لفظ شاکل ترمذی میں ہے (۳) منابیل السفاء: 23، الشفاء للعیاض: 267/1 (۴) بخاری: 3562، مسلم: 2320، ابن ماجہ: 4180 (۵) شاکل ترمذی: 345، 184، ہاشم الموابہ: 173

تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے بھی اس طرح کہہ دو جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہوتا کہ ان کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں۔ وہ بولا ہاں۔ میں کہہ دوں گا۔ پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار گیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب یہ مجھ سے خوش ہے، کیوں ٹھیک ہے نا! وہ بولا، ہاں! اور پھر دعا دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی، لوگ اس کے پیچھے دوڑے، وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی۔ مالک بولا تم سب ٹھہر جاؤ، میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں۔ لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس پات کھانے میں لگ گئی۔ مالک نے آگے سے جا کر اسے چا پکڑا اور کاٹھی ڈال لی۔ میری اور اس گنوار کی مثال تو ایسی ہی تھی۔ اگر تم اسے اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا۔^(۱)

(۲) نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے اللہ میری اس عرض کو مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو ازراہ بشریت بددعا دے بھی بیٹھوں تو میری اس بددعا کو بھی اس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ و تقرب بنا دینا۔^(۲)

(۳) امام احمد و طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضور کے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے نہ ڈرو (پھر اسے رہا کر کے یہ بھی فرمایا کہ) اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو تو قابو نہ پاسکے گا۔^(۳)

عفو و کرم

عفو کی صورت اس وقت حقیق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو پھر معافی دی جائے۔ کرم کے معنی میں داد و بخش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے۔ عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے عفو و تقصیر کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا تھا۔

(۱) صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ حضور ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا، چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن میں کھب گیا اور نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی بولا: محمد ﷺ میرے دو اونٹ ہیں ان کی لاد کا کچھ سامان مجھے بھی دو۔ کیوں کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے، نہ تیرے باپ کا۔ نبی ﷺ چپ ہو گئے، پھر فرمایا: مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر پوچھا: جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟

اعرابی بولا: نہیں۔

پوچھا: کیوں؟

اعرابی: مجھے معلوم ہے کہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے۔

نبی ﷺ ہنس دیے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جو ایک کی کھجوریں دی جائیں۔^(۴)

(۲) حضور ﷺ نے زید بن سعد یہودی کا قرض دینا تھا، وہ تقاضا کے لیے آیا، حضور ﷺ کے کندھے کی چادر اتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی ﷺ تبسم فرماتے

(۱) کتاب القضاء: 55 (۲) بخاری مع الصحیح: 205/11، مسلم: 2601 (۳) کتاب القصاص: 40، نسائی: 10903، احمد: 471/3، المعجم الکبیر: 2183

(۴) بخاری: 3149، مسلم: 1057، ابن ماجہ: 1533، نسائی: 4780

رہے اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَنَا وَهُوَ كُنَّا إِلَى غَيْرِ هَذَا مِنْكَ أَخُو جُ يَا عُمَرُ فَأَمْرُنِي بِحُسْنِ الْقَضَا وَتَأْمُرُهُ بِحُسْنِ التَّقَاضِي -
عمر رضی اللہ عنہ! تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا۔ تم مجھے کہتے کہ ادا نیگی ہوتی چاہیے اور اسے کھاتے کہ
تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔

پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَقَدْ بَقِيَ مِنْ أَجَلِهِ ثَلَاثٌ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔

پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور میں صاع زیادہ بھی دیتا، کیوں کہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا۔ ①

③ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوہ محصم سے 80 شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی ﷺ کو قتل کر دیں، (حضور ﷺ دامن کوہ میں اترے ہوئے تھے) انھوں نے اپنے کام کے لیے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا (جس میں نبی کریم ﷺ لمبی قراعت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا۔ ④

④ ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد، احزاب وغیرہ میں حضور ﷺ پر فوج کشی کی تھی وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ گرفتار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس سے کلام فرمایا:

وَيُحَلِّكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّ لِي إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ

”افسوس! ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ اللہ کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔“

ابوسفیان بولا:

يَا بِي أَنْتَ وَ أُمِّي مَا أَحْلَمَكَ وَأَوْصَلَكَ وَأَكْرَمَكَ.

”میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان آپ کتنے بردبار کتنے قربت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر غفور

و کرم کرنے والے ہیں۔“ ⑤

⑤ زینب بنت الحارث بن سلام خیر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور ﷺ کو کھلایا، اس نے اقبال جرم بھی کر لیا،

نبی ﷺ نے پھر بھی اسے معاف فرما دیا۔ ⑥

زہد فی الدنیا

واقعات زہد کے بیان میں میں نے اس زمانہ کے حالات کو لیا ہے، جب نبی ﷺ کا حکم تام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے حبش تک حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا تا کہ معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ کا زہد اضطرابی نہ تھا بلکہ اعتیاری تھا۔ اس کا سبب

① رواہ البخاری مفصلاً۔ کتاب الطہارۃ: 45، واضح ہو کہ وزن صاع ہمارے 80 روپے تو کہیر کے حساب سے دوسرے ساڑھے تین چھٹا تک کا ہوتا ہے۔ یہی واقعہ ابن سعد کے اسلام کا موجب ہوا۔ اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کا علم ہر جہالت پر سابق ہوگا اور شدت جہل اس کے علم کی افزائی کا سبب ہوگی۔ اسی شبہین گوئی کی آزمائش کے لیے اس نے یہ حرکات کی جنہیں کنز العمال: 15050، مستدرک حاکم: 2237، مجمع الزوائد: 239/8، بیہقی: 52/6، ② مسلم: 4679، ابوداؤد: 2688، ترمذی: 3264، احمد: 124/3، ③ کنز العمال: 1436، معجم الکبیر للطبرانی: 7264، الطہارۃ: 229/1، منہاں الصفا: 18، مجمع الزوائد: 166/6، ④ بخاری: 5777، 2617

لا چاری نہ تھا بلکہ فطری سبک روحی کہ علائق مادی سے بچ سکتی پسند بھی نہ کر سکتے تھے۔
 (۱) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ ناداری حضور ﷺ کو غشی سے زیادہ پیاری تھی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی مگر اگلے دن کاروزہ پھر رکھ لیتے تھے۔ اگر حضور چاہتے تو اللہ تعالیٰ خزان ارض کی کنجیاں اور ثمرات و تمکحات کی زندگی کی افزائش سب ہی عطا فرمادیتا۔
 میں حضور ﷺ کی فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی، اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پیٹ پر پھیرا کرتی (کہ فاقہ کیسا دب گیا ہے) اور کہا کرتی، واری جاؤں، دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجئے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرمادیتے۔

يَا عَائِشَةُ مَا لِي وَالْذُّنْيَا أَخَوَانِي مِنْ أَوْلَى الْعَزْمِ مِنَ الرُّسْلِ صَبَرُوا عَلَى مَا هُوَ أَشَدُّ مِنْ هَذَا فَمَضَوْا عَلَى حَالِهِمْ فَقَدَّمُوا عَلَى رَبِّهِمْ فَأَكْرَمَ مَا بِهِمْ وَأَجْزَلَ ثَوَابِهِمْ فَأَجِدُنِي أَسْتَحْيِي أَنْ تَرْقُيْتُ فِي مَعِيشَتِي أَنْ يَقْصُرَ لِي عَذَابُ دُونِهِمْ وَمَا مِنْ شَيْءٍ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ اللُّحُوقِ بِأَخَوَانِي وَاجْلَانِي (۲)

”عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ وہ اسی چال پر چلے اور اللہ کے سامنے گئے اللہ نے ان کو اکرام کیا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی کو پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو مجھے تو جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیوں سے جا ملوں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضور صرف ایک ہی مہینہ تک رونق افروز عالم رہے اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اَللّٰهُمَّ وَاحِی الْمَذْخُوَاتِ وَبَارِئَ الْمَسْمُوكَاتِ وَخَبَّارَ الْقُلُوبِ عَلٰی فِطْرَتِهَا شَقِیَّتِهَا وَسَعِیْدَتِهَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَاصِی بَرَكَاتِكَ وَرَاقِفَةً تَحْنِیْنِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْخَاتَمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالذَّامِغَ لِحَقِیْشَاتِ الْاَبَاطِلِ كَمَا حُمِلَ فَاضْطَلَعَ بِأَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِیْ مَرْضَاتِكَ بِغَیْرِ نِكَلٍ عَنْ قَدَمٍ وَلَا وَهْنٍ فِیْ عَزْمٍ دَاعِیًا لَوْحِكَ خَافِظًا لِعَهْدِكَ مَا ضِیَا عَلٰی نِفَایِزِ أَمْرِكَ حَتّٰی أَوْزِی قَبْسًا لِقَابِسِ الْاَلَاءِ اللّٰهِ تَصِلُ بِأَهْلِهَا أَسْبَابُهُ بِهَدِیَّتِ الْقُلُوبِ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاَلَمِ وَأَبْهَجُ مَوْضِعَاتِ الْاَعْلَامِ وَمُنِیْرَاتِ الْاَسْلَامِ وَتَالِیَاتِ الْاَحْكَامِ فَهَوَ اَمِیْنُكَ الْمَآمُونُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُونُ وَشَهِیْدُكَ یَوْمَ الدِّیْنِ وَبَعِیْثُكَ نِعْمَةً وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً (۳)

”اے مہسوطات کے پھیلانے والے اے مرفوعات کو بلند کرنے والے، اے شقی و سعید کے دلوں کو ان کی فطرت پر درست کرنے والے، اے بزرگ ترین درود اور ترقی کرنے والی برکتوں اور مہربانی سے بھری ہوئی محبت کو محمد ﷺ پر نازل فرما، وہ تیرا بندہ، تیرا رسول، نبوت کا خاتم اور بند دروازوں کا قاتل۔ وہ حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والا، وہ بطلان کی فوجوں کو کچل دینے والا، ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا، وہ جس نے ذرا سی لغزش قدم یا ذرا سی سستی عزم کے بغیر تیرے حکم پر تیری اطاعت میں قیام کیا اور تیری خوشنودی کو پورا کیا۔ وہ تیری وحی کا محافظ، تیرے عہد کا نگہبان، وہ

تیرے حکم کے نفاذ کا دلدادہ، وہ جس نے راہ گیمروں کے لیے سر راہ مشعل جلائی (جس کے اسباب بفضل الہی ان لوگوں کو مل جاتے ہیں) وہی محمد ﷺ جس کے سبب سے ان دلوں کو جو کفر و گناہ میں غوطے کھا رہے تھے، نجات ملی، وہ جس کی وجہ سے روشن دلائل کے جھنڈے نمایاں ہوئے۔ ضیائے اسلام چمکی اور نورانی احکام کی روشنی پڑی۔ وہ امین و مامون، وہ تیرے علم مخزون کا خزینہ دار، وہ قیامت کے دن تیرا گواہ، وہ تیری نعمت کا اٹھایا ہوا اور تیری رحمت کا فرستادہ، وہ سچا رسول ﷺ۔“

② علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی سنت (طریقہ) کیا ہے: فرمایا:

- | | | |
|---|----------------------------------|--------------------------------------|
| □ | الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي | میرا اس المال (اصل سرمایہ) معرفت ہے۔ |
| □ | وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي | میرے دین کی بنیاد عقل پر ہے۔ |
| □ | وَالْحُبُّ أَسَاسِي | میری بنیاد محبت ہے۔ |
| □ | وَالشَّوْقُ مَوْتِي | میری سواری شوق ہے۔ |
| □ | وَذِكْرُ اللَّهِ إِلَهِي | میرا انیس ذکر الہی ہے۔ |
| □ | وَالشُّكْرُ كَنْزِي | میرا خزانہ اعتماد علی اللہ ہے۔ |
| □ | وَالْحُزْنُ رَفِيقِي | میرا ساتھی غم دل ہے۔ |
| □ | وَالْعِلْمُ سَلَاحِي | میرا ہتھیار علم ہے۔ |
| □ | وَالصَّبْرُ رِدَائِي | میرا لباس صبر ہے۔ |
| □ | وَالرِّضَاءُ غَنِيمَتِي | میرا مال غنیمت رضائے سبحانی ہے۔ |
| □ | وَالْعِزُّ فَخْرِي | میرا فخر عجز بدرگاہ ربانی ہے۔ |
| □ | وَالزُّهْدُ حِرْقِي | میرا پیشہ زہد ہے۔ |
| □ | وَالْبَقِيَّةُ قَوْنِي | میری خوراک یقین ہے۔ |
| □ | وَالصَّدَقُ شَفِيعِي | میرا شفیع صدق ہے۔ |
| □ | وَالطَّاعَةُ حَسْبِي | میرا اند و ختنہ طاعت الہی ہے۔ |
| □ | وَالْجِهَادُ خُلُقِي | میرا خلق جہاد ہے۔ |
| □ | وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ | میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ |

عام اخلاق

- ① ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت نبی ﷺ کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت برہنہ پانزدہ (15) سالہ تجربہ یہ ہے:
- إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ آپ قرأتیوں سے سلوک کرنے والے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محبت ہی ادب و توقیر رکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع و اطاعت پر آمادہ کرتی ہے، تعظیم وہی ہے جس کا منشا محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبداء محبت ہو۔

[5] عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالی ﷺ میں روانہ کیا تھا، اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آ کر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ یوں گرے پڑتے ہیں گویا بھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے لعاب وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی روک لیا جاتا ہے، جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور ﷺ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال دیکھ کر حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آ کر بیان کیا۔ لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی۔ نجاشی کا دربار بھی دیکھا، مگر اصحاب محمد ﷺ جو تعظیم محمد ﷺ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔ [3]

[6] زید بن وہب رضی اللہ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لیے ان سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لیے چلے تو ابوسفیان بن حرب نے اس سے کہا: زید تجھے اللہ ہی کی قسم تم چاہتے ہو؟ محمد ﷺ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں تو یہ نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی ﷺ کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کاٹا لگے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو، جیسے اصحاب محمد ﷺ کو محمد ﷺ سے ہے۔

[7] عبید اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی کا ذکر ہے، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں، جب حضور ﷺ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں تک نہیں سکتا۔ آتا ہوں اور حضور ﷺ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں، مگر میں اپنی موت اور حضور ﷺ کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ تو فروں بریں میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے۔ میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور ﷺ کا دیدار نہ پاسکوں گا۔

نبی ﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ [النساء: 69]

”جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہوا۔“

ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ وہ نبی ﷺ خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں، آخرت میں حضور ﷺ کے مقام رفیع تک تو ہماری رسائی نہ ہوگی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا (وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ) کو نازل فرمایا۔ [2]

نبی ﷺ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ میں صاف ہی فرمادیا۔

مَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ [3] ”جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ میرے ساتھ ہوگا۔“

اس حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا اگر تو ایسی صبح و شام میں زندگی بسر کرتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو، تو ضرور ایسا ہی کر۔ پھر فرمایا، یہی میری روش ہے۔ جس نے میری روش کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی۔^(۱) جنگ احد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا، بھائی، شوہر قتل ہو گئے تھے۔ وہ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی۔ اس نے پوچھا کہ نبی ﷺ کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا: بحمد اللہ وہ تو بخیریت ہیں۔ جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں، مجھے دکھا دو کہ حضور ﷺ کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ جوش دل سے بول اٹھی۔ کُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ، آپ زندہ ہیں تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔^(۲)

عبداللہ بن ابی ریحس المناقین تھا اور اس کا فرزند عبداللہ صادقین میں سے تھا، اس نے نبی ﷺ سے گزارش کی لَوْ شِئْتُ لَا تَيْتُ بِرَأْسِهِ اَگر حضور ﷺ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ نبی ﷺ نے انکار کر دیا۔^(۳) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا مگر میرے دل میں حضور ﷺ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی ﷺ کے اصحاب مہاجرین و انصار بیٹھے ہوتے۔ ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے۔ حضور ہا ہر تشریف لاتے تو کوئی بھی حضور ﷺ کی جانب نگاہ بلند نہ کرتا۔ ہاں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دیکھا کرتے حضور ﷺ ان کو دیکھا کرتے۔ حضور ﷺ بھی تبسم فرماتے اور وہ بھی تبسم فرماتے ہوتے تھے۔ نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا تم بیت الحرام میں آ گئے ہو۔ طواف تو کر لو۔ انھوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے پیشتر میں کبھی طواف نہ کروں گا۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا بخدا! نبی ﷺ ہم کو مال و اولاد سے، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے، جیسا شہنشاہ پانی پیا سے کو ہوتا ہے۔^(۴)

جذبات محبت کو دیکھنا ہو!

تو اس وقت دیکھ جب کوئی صحابی نبی ﷺ کا ذکر کرتا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسِئَةً خَرًّا وَلَا حَرِيرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ الْكَيْنُ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِنْكَ قَطُّ وَلَا عَطُرًا كَانَ أَطْيَبُ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔^(۵)

رسول اللہ ﷺ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دپیڑ یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی ﷺ کی ہنسی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

(۱) رواہ الترمذی (۲) زرقانی جلد 6 ص 290 یہ خاتون بلند پایہ محدثہ و محدثہ عمر بن النجوع انصاریہ ہیں۔ (محمد سلیمان) (۳) اسد الغابہ 297/3 (۴) یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے، جہاں پانی نہ ملنے سے نہیوں اشخاص جنگلوں میں مرجاتے ہیں (۵) شامل ترمذی صحیحین میں مطرکی جلد نمبر ۱ اور عرق کی جگہ رائحہ ہے۔

جابر بن سرہ جیؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلواری جیسا چمکیلا تھا تو بول اٹھے:

لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ①

”نہیں، نہیں حضور ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و مہتاب جیسا تھا۔“

انس جیؓ کہتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرْفُهُ اللَّوْلُو ②

”نبی ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا۔ پسینہ کی بوند حضور ﷺ کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی۔“

جابر بن سرہ جیؓ کہتے ہیں نبی ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا۔ حضور ﷺ ہر ایک کو پیار دیتے، اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے رخسار پر بھی حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا۔ مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی، گویا وہ ہاتھ ابھی جوئے عطار سے نکالا گیا تھا۔ ③ علی مرتضیٰ جیؓ فرماتے ہیں۔

مَنْ رَأَاهُ بَدِيْهَةً هَابَةً وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعْتُهُ لَمْ أَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ④

”جو کوئی یکا یک حضور ﷺ کے سامنے آ جاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر پاس آ بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا۔“

ربیع بنت معوذ جیؓ صحابیہ ہیں۔ ان سے عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ نبی ﷺ کا کچھ طبع بیان فرمائیے، انھوں نے فرمایا:

لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً ⑤

اگر حضور ﷺ کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا:

جابر بن سرہ جیؓ کہتے ہیں، چاند رات تھی، نبی ﷺ حلہ حراء اوڑھے لیٹ رہے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، کبھی حضور ﷺ پر نگاہ ڈالتا تھا۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ ⑥

بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوشنما ہیں۔

اس روایت کا لفظ عِنْدِي عجیب طور پر لذت دیدار و ذوق نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابر جیؓ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں، عبد اللہ بن سلام جیؓ کے قلب کو منور کرتا ہے۔ حدیث ترمذی میں ہے، حضرت عبد اللہ جیؓ کہتے ہیں، میں آپ کو دیکھنے گیا تھا: فَلَمَّا اسْتَبَيْنَتْ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں؟

ام سلیم جیؓ جو انس بن مالک جیؓ کی والدہ ہیں، ایک نیک مائی ہیں۔ نبی ﷺ کبھی کبھی دو پہر کو ان کے گھر سوتے، بستر چمڑے کا تھا۔ حضور ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ ام سلیم جیؓ پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتیں اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔

① بخاری: 3552، دارمی: 64، 281/4 ② بخاری: 3561، مسلم: 2330، دارمی: 61 ③ بخاری: 3553، مسلم: 6052، مشکوٰۃ: 5789 ④ اشعاع للترمذی: 10، دارمی: 57، ترمذی: 2811 ⑤ ترمذی: 3647، شمس الترمذی: 7، دلائل النبوة: 269/1 ⑥ بخاری: 60، مجمع الرواۃ: 280/8

نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا تو انھوں نے کہا:

عَرَفْتُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِينِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ ①

”یہ حضور ﷺ کا پسینہ ہے۔ ہم اسے عطر میں ملا لیں گی اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایام خلافت میں رات کو گشت کے لیے نکلے، سنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔

عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَوَةُ الْأَبْرَارِ صَلَّيْ عَلَيْهِ الطَّيِّبُونَ الْأَخْيَارُ
قَدْ كَانَ قَوْمًا بَغِيًّا بِالْأَسْحَارِ يَأْتِيَتْ شُعْرَى وَالْمَنَابِيا اَطْوَارُ

هَلْ تَجْمَعُنِي وَحَبِيبِي السَّادِرُ

محمد ﷺ پر ابرار کے درود اس پر طیبوں و اخیار درود پڑھ رہے ہیں وہ تو راتوں کو جاگنے والے، سحر کرنے والے تھے۔ موت تو بہتری طرح آتی ہے۔ کاش! مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ گئے، روتے رہے اور چند دن تک صاحب فراش رہے۔

مجھے جذبات محبت کا دکھانا مقصود ہے۔

ذرا احسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان چند اشعار کو دیکھو جو وفات نبوی ﷺ پر ہیں۔

حِينَا يَقِيكَ التَّرْبُ لَهْفِي لَيْتَنِي
أَقْبِمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِينَةِ بَيْنَهُمْ
فَظَلْتُ بَعْدَ وَفَاتِهِ مَتَلَذِّدًا
أَوْ حَلَّ امْرَأَةً فِينَا عَاجِلًا
فَتَقْرُومُ سَاعَتَنَا فَنَلْقَى طِيًّا
وَاللَّهِ اسْمِعْ مَا حَيَّتْ بِهَالِكٍ
صَلَّى اللَّهُ وَ مِنْ يَحْفَ بِعَرْشِهِ
عَيِّتُ قَبْلَكَ فِي بَقِيعِ الْعَرَقِ
يَا لَهْفٍ نَفْسِي لَيْتَنِي لَمْ أُولَدْ
يَا لَيْتَنِي أُسْقِيتُ مِمَّ الْأَسْوَدِ
مَنْ يَوْمَنَا فِي رَوْحَةٍ أَوْ فِي غَدِ
مَحْضًا ضَرَائِبَهُ، كَرِيمَ الْمُحْتَدِ
إِلَّا بُكَيْتُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدِ
وَالطَّيِّبِينَ عَلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدِ

”جب مٹی نے آپ کو چھپایا تو مجھے دریغ آتا تھا کہ میں کیوں اس سے پیشتر قبر میں نہیں جا چکا تھا کہ اب میں حضور ﷺ کے بعد مدینہ میں لوگوں کے اندر بھی بیٹھا کروں گا۔ ہائے افسوس! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ میں تو وفات نبی ﷺ کے بعد از ہوش رفتہ بن گیا ہوں۔ کاش! کوئی کالا سانپ آئے، مجھے ڈس جائے۔ یا الہی! آج ہی یا کل ہی تک موت آجائے یا قیامت ہی کھڑی ہو جائے کہ ہم طیب پاک، کریم انفس، جمیل الشیم نبی ﷺ سے جا ملیں۔ اللہ خوب سنتا ہے، میں تو جب تک زندہ رہوں گا محمد نبی ﷺ پر روتا ہی رہوں گا۔ اللہ اور حاملان عرش اور سب طیب لوگ احمد ﷺ پر درود بھیجیں۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمائے لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ وودو الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبت اللہ کا دعویٰ رکھتے تھے۔ صاف طور پر فرما دیا تھا۔

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ اگر اللہ سے محبت ہے تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو۔ اس لیے صحابہ نے اتباع رسول ﷺ میں وہ وہ کام کیے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلوص اور محبت النبی ﷺ کے صحیح معنی کے مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کا ادب اور توقیر و تعظیم کیوں کر کیا کرتے تھے۔ مغیرہ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی صحابی کو حضور ﷺ کے در دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا۔ کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود رب برتر نے دی تھی۔

﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ [الحجرات: 2]

”لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔“

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ﷺ ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے ہوئے اپنی جال و قیل کو پیش کرنا یا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے۔ نبی بالا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے، جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَعْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ﴾

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے

تقویٰ میں لیا ہے۔ [الحجرات: 3]

پس محبت النبی ﷺ کی ایک علامت ہمارے لیے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دلوں میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم سے جس کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے۔ ہم کو مل جائے اس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تاامل اور عذر باقی نہ رہے۔

محبت النبی ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر خیر زبان پر اکثر جاری رہے۔ حدیث پاک ہے:

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرِهِ، ①

”جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔“

محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ آل نبی ﷺ کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے کہ جب وہ صحابہ کے روزینے مقرر کرنے لگے تھے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے فرزند) کا روزینہ تین ہزار (3000) مقرر کیا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا تین ہزار پانچ سو (3500) سالانہ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسامہ رضی اللہ عنہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے، وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا باپ تیرے باپ سے اور

وہ خود تجھ سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیارے تھے، اس لیے میں نے اپنے پیارے پر نبی ﷺ کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔^[۱]
 اما میں شہیدین حسین علیہ السلام اور ان کے ابویں طہین کی محبت میں محبت النبی ﷺ ہے۔^[۲] ان کے فضائل یاد رکھنا، بیان کرنا،
 ان کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبوی ﷺ ہے۔

مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث پاک میں بہ کثرت موجود ہیں۔ محبت رکھنا محبت
 النبی ﷺ ہے۔ اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم اور متابعت سنت خلفاء عین محبت النبی ﷺ ہے۔ اس بحث کی تکمیل ان شاء اللہ جلد ثالث میں کی
 جائے گی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَ حُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا اِلَى حُبِّكَ۔



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

[۱] ترمذی: 3813، کتاب الخراج ابو یوسف: 24، 25 [۲] ترمذی: 3783، 3789، کنز العمال: 34280

﴿وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ﴾ [نہ: 5]

واقعات سیرت کو قلم بند کرتے وقت بڑے بڑے فاضل مصنف واقعات کو یوم و تاریخ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی دن صحیح ہوتا ہے تو تاریخ غلط ہوتی ہے۔ کبھی تاریخ صحیح ہوتی ہے تو دن غلط۔ اس لیے سن ہجری کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تاکہ صحیح و تطبیق ایام و تواریخ ہجری کے لیے کارآمد ہو۔ اس بارے میں تمام بحث جو موجب طوالت اور ہمارے موضوع سے زائد ہیں، چھوڑ دیے گئے ہیں۔

① سنہ ہجری

① یہ سنہ خالص قمری ہے۔ قمری ہجری سال 354 دن سے کم اور 355 دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ (یہ سنہ جولین پیریڈ کے 1948439 دن گزرنے کے بعد شروع ہوا ہے)۔

② اہل بیت نے سنین قمری کو دورِ صغیر و کبیر پر تقسیم کیا ہے۔ 30 قمری کا دورِ صغیر اور (7) دورِ صغیر یعنی کہ 210 سال قمری کا دورِ کبیر ہوتا ہے۔ دورِ صغیر کے 30 سال میں سے 19 سال 354 دن کے اور 11 سال 355 دن کے ہوتے ہیں۔ (اور بلحاظ تعداد ایام ہر دورِ صغیر 10631 دن کا اور دورِ کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے)۔

③ ہر دورِ صغیر دوسرے دورِ صغیر کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ پہلے دورِ صغیر میں قمری مہینے 29-29 یا 30-30 دن کے آئے تھے، اس سے ملحق دوسرے دور میں بھی سب قمری مہینے اسی ترتیب کے ساتھ 29-29 یا 30-30 دن کے آئیں گے اور پچھلے دورِ صغیر کے تمام سال اور مہینے اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں سے بالترتیب پانچ دن بعد شروع ہوا کرتے ہیں۔

④ دورِ کبیر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی برسوں اور مہینوں کے شروع ہونے کے دن اور ان کے دنوں کی تعداد بالترتیب بالکل وہی ہوتی ہے جو اس سے ماسبق دور میں تھی۔

⑤ دورِ صغیر 10631 دن کا اور دورِ کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے۔

⑥ نقشہ مندرجہ ذیل میں 1ھ سے 1470ھ تک سالہائے ہجری کے شروع ہونے کا دن رویتِ عرب کے مطابق درج کیا گیا ہے اور 355 دن کے برسوں کو خطوط وحدانی میں دکھایا گیا ہے۔

غیر سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ

نقشہ مندرجہ ذیل سے کسی سال ہجری شروع ہونے کا دن معلوم کرنے کے لیے پہلے یہ دیکھیں کہ وہ سال 210 سے کم ہے یا زیادہ۔ اگر 210 سے کم ہے تو اسے 30 پر تقسیم کریں۔ اگر 210 سال سے زیادہ ہے تب اس کو 210 پر تقسیم کریں۔ جتنی بار تقسیم ہو اس ہندسہ کو خانہ (ب) میں اور جتنے سال بعد تقسیم باقی رہیں ان کو خانہ (الف) میں دیکھیں۔ خانہ (الف) کے ہندسہ کی سیدھ میں خانہ (ب) کے ہندسہ کے نیچے جو دن لکھا ہوا ملے گا، اسی دن سے وہ سال ہجری شروع ہوگا۔

① سنہ ہجری کا پہلا دورِ کبیر 201ھ پر ختم ہوتا ہے، اس میں 10 سال مہذبوت کے ہیں باقی مائدہ 200 سال وہ ہیں جو حدیثِ آیات بعد المائنین کے ہیں۔

نقشه غره سنین قمری از 1 هجری تا 1470 هجری

دور مائے 30 سالہ (ب)							سالہائے ہجری (الف)					
180	150	120	90	60	30	210	سالہائے ہجری					
یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	پنجشنبه	شنبه	پہچول ہجری کے مطابق ہے۔	25	17	9		1
جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	پنجشنبه	شنبه	یک شنبہ		26	18	10		(2)
شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	پنجشنبه		27	19	11		
شنبه	پنجشنبه	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ		28	20	12	4	
پنجشنبه	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه		29	(21)	(13)	(5)	
دو شنبہ	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه			22	14	6	
چهار شنبہ	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه			23	15	7	
چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ						
چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ		30	(24)	(16)	(8)	3

7 سنین ہجری و عیسوی کی تاریخ و شہور کی مطابقت کے لیے ذیل میں جدول تعداد ایام سالہائے ہجری ورج کی جارہی ہے۔ جب کسی سال ہجری کا غرہ اور اس کے مطابق عیسوی تاریخ ماہ و سنہ معلوم کرنا ہو تو جس قدر پورے سال ہجری گزر چکے ہوں ان ہجری سالوں کے دن جدول تعداد ایام سالہائے ہجری کے معلوم کر کے ان میں 227015 دن جمع کریں۔ مجموعہ ایام کے برابر دنوں کا شمار یکم جنوری 1 عیسوی یوم دوشنبہ سے بحساب جدید شمار کریں جیسا کہ سنہ عیسوی جدید کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سال مبینہ تاریخ عیسوی پر وہ دن ختم ہوں اسی تاریخ عیسوی کو سنہ مطلوب ہجری کا یکم محرم ہوگا۔

جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری 1۹۰۰ یوم دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری 1۹۰۰ یوم دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل
میزان افزون ایام	تعداد ایام	سالہائے ہجری		میزان افزون ایام	تعداد ایام	سالہائے ہجری	
5670	355	(16)	232330	354	10	1	227014
6024	354	17	232658	709	355	2	227068
6378	354	18	233039	1063	354	3	227723
6733	355	(19)	233393	1417	354	4	228077
7087	354	20	233748	1772	355	(5)	228431
7442	355	(21)	234102	2126	354	6	228786
7796	354	22	234457	2480	354	7	229142
8150	354	23	234811	2835	355	(8)	229495

8505	355	(24)	231565	3189	354	9	229850
8859	354	25	235520	3543	354	10	230204
9313	354	26	235874	3898	355	(11)	230558
9568	355	(27)	236228	4252	354	12	230913
9922	354	28		2607	355	(13)	231267
10276	354	29		4961	354	14	231622
10631	355	(30)		5315	354	15	231976

جدول دور ہائے صغیر قمری مع تعداد ایام جدول دور ہائے کبیر قمری مع تعداد ایام

تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام	تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام
30	10631	420	148834
60	21212		
90	31893	630	223251
90	31893	840	297686
120	42524	1050	372085
150	53155	1260	446502
180	23786	1470	520919
210	24417		

⑧ اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعد خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاری ہوا۔ یوم النہیس 30 جمادی الثانی 17ھ / جولائی 38ء علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے سنہ کا شمار واقعہ ہجرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے محرم کو اولین شہور مقرر کیا گیا۔ ①

⑨ سن ہجری میں ایک عجیب فضیلت پائی جاتی ہے کہ وہ شروع سے حال تک اپنی صورت مجوزہ پر چلا آتا ہے جو دنیا کے مروجہ سنین میں غالباً کسی سنہ میں نہیں پائی جاتی۔

دوسری عجیب خصوصیت اس کی یہ ہے کہ یہ لحاظ تداول و استعمال بھی سنہ ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم سنہ ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اعداد کے لحاظ سے سنہ ہجری سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یکم محرم 1ھ 6 جولائی 5335ء جولین کے مطابق:

① جولین پیریڈ کا سنہ بظاہر سنہ ہجری سے 5334 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، حقیقت میں یہ سنہ ہجری سے 989 سال بعد 1582ء میں وضع ہوا ہے۔

- ② سنہ عبرانی کے مطابق یکم محرم 1 ہجری کے دن 3۔ آب 4382 عبری تھا۔ اس لیے بظاہر سنہ عبرانی سنہ ہجری سے 4381 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر دراصل یہ سنہ 1582ء میں وضع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہوا انسانیکلوپیڈیا برطانیکا۔
- ③ سنہ کل جگ سنہ ہجری سے 3723 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر یورپین مورخ اور ہیئت دان تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سنہ چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا۔ یعنی اپنے حساب سے 34 صدیوں کے گزرنے کے بعد اس کا نام عالم وجود میں لایا گیا تھا۔
- ④ سنہ سکندری سنہ ہجری سے 932 سال پہلے کا ہے، مگر اپنے موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے۔ کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔
- ⑤ سمت بروہہ کے مطابق یکم محرم 1ھ کے دن 26 ساون سمت 679 تھا، اس لیے بظاہر سمت بروہہ سنہ ہجری سے 678 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر ہندو اور یورپین محققین کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ سمت 898 بروہہ سب سے پہلا سال ہے جو سمت بروہہ کے نام سے موسوم ہوا چونکہ یکم بہار (طرہ اول) سمت 898 بروہہ 23 جمادی الاول 226ھ کے مطابق ہے۔ اس حساب سے سمت بروہہ سنہ ہجری سے 225 سال بعد شروع ہوتا ہے۔
- ⑥ تاریخی طور پر سنہ سب سے پہلی دفعہ 478 بمطابق 130ھ میں لکھا گیا تھا، دیکھئے کاسیکل ڈکشنری جی چرائز مطبوعہ لندن 1831ء (ز) عیسوی قدیم انگلستان میں 2 ستمبر 1753ء یوم چہار شنبہ مطابق 3 ذی قعدہ 1165ھ تک جاری رہا۔ 4 ذی قعدہ 1165ھ یوم پنجشنبہ کو حساب جدید کے مطابق 14 ستمبر 1752ء لکھا گیا۔
- ⑦ اسلام نے سال کا شمار قمری حساب پر رکھا ہے اور اس حساب کو شمسی حساب کے برابر کرنے کے لیے کوئی لونہ یعنی کیسہ کا مہینہ اختیار نہیں کیا، کیونکہ اسلام دین الفطرت ہے۔ اس لیے ضرور تھا کہ شارع علیہ السلام اس بیچ حساب کو پسند فرماتے، جو فطرت کے اصول پر اور مبنی بر مصلحت دین ہے اسلام کی اعلیٰ خصوصیت میں سے ایک خصوصیت مساوات بھی ہے اور ایک خصوصیت اس کی ہمہ گیری بھی ہے۔ اسلام نے ان خصائص کی حصانت و حمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے اولتے بدلتے موسم میں آیا کریں اور لونہ وغیرہ کے اضافے سے اس صفت انقلاب ایام کا سد باب نہ کیا جائے۔ ذرا اسلام کے رکن چہارم ماہ رمضان پر غور کرو کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ صیام کے لیے کوئی شمسی مہینہ مقرر فرما دیتے یا قمری حساب میں کیسہ (لونہ) لگانا منظور فرمالیتے تو نتیجہ کیا ہوتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ مہینہ خواہ گرم موسم میں ہوتا یا سرد موسم کا مگر لابدی حالت یہ ہوتی کہ نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ تنگی و سختی میں پڑ جاتے، کیونکہ ایک عالم علم جغرافیہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ دسمبر جو نصف شمالی دنیا کا سرد اور سب سے چھوٹے دن کا مہینہ ہے وہ نصف جنوبی دنیا کا گرم اور طویل دن کا مہینہ ہے۔ پس اسلام کی مساوات جہاں گیری کا اقتضای یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہوتا۔ اور قمری حرکات کو انسانی اختراع لونہ وغیرہ کی شمولیت سے کالعدم نہ کر دیا جاتا۔ واللہ الحجة البالغة!



{2} جولین پیریڈ (دور جولیان)

6	5	4	3	2	1
تعداد اایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد اایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
1929725	20 شعبان 5499		365 دن 6 گھنٹے	جنوری	سہ شنبہ

سنہ جولین پیریڈ جو 1582 مطابق 990ھ میں وضع کیا گیا تھا۔ اس کا آغاز مختلف سنین و تواریخ کی تصحیح و تطبیق کی غرض سے کی گئی سنہ عیسوی سے 4713 سال (شمسی) پہلے قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے سنہ عیسوی میں 3713 سال جمع کرنے سے جولین پیریڈ کا سال معلوم ہو جاتا ہے۔ سال کی مقدار 365 دن 6 گھنٹے ہے۔ مگر تین سال تک 6 گھنٹے کی کسر کو ترک کیا جائے تو ہر سال 365 دن کا رہ جاتا ہے۔ جب 4 سال میں 6 گھنٹے کی سالانہ کسر سے 24 گھنٹے کا دن ہو جاتا ہے تو وہ ایک دن فروری کے مہینے میں شامل ہو کر فروری کا مہینہ 28 دن کی بجائے 29 دن کا ہو جاتا ہے اور ہر چوتھا سال 366 دن کا ہوتا ہے۔

سنہ جولین پیریڈ کا دور صغیر 28 سال کا ہے، جس کے بعد سال کے مہینے اور دن بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں 28 سالہ دور جولین پیریڈ کا نقشہ درج کیا جاتا ہے، جس میں جولین پیریڈ کے ہر سال کے شروع ہونے کا دن درج ہے۔

{3} سنہ عبرانی

6	5	4	3	2	1
تعداد اایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد اایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
1581728	28 شعبان 4517	347997	13-12 ماہ قمری	تسری	دوشنبہ

نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کا سال جولین پیریڈ 5284 ہے۔ اس کو 28 سال پر تقسیم کرنے سے 20 سال باقی رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 5284 جولین پیریڈ اسی دن سے شروع ہوگا، جس سے دور صغیر کا بیسواں سال شروع ہوا تھا۔ نقشہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ بیسواں سال بدھ کو شروع ہوا تھا، اس لیے 20 کی یکم جنوری بدھ کے دن سے شروع کرتے ہیں۔

انبیائے بنی اسرائیل کے زمانے میں سال کا آغاز ماہ نیساں سے کیا جاتا تھا، مگر یہود نے اپنا سال قبل از موسیٰ افضل خریف میں ماہ تسری سے شروع کرنا اختیار کر لیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے عام سے سال کا آغاز ماہ نیساں سے کرنے لگے۔ پھر اسے چھوڑ کر ماہ تسری ہی

{5} آغاز سنہ عیسوی سے 7413 سال پہلے شمار کیا گیا ہے یعنی جولین پیریڈ کا سال (10227) دن کا ہے۔ اس کے بعد تمام سال مہینے اس طرح اایام ہفتہ کے مطابق ہیں، جس طرح دور سابق میں واقع ہوئے تھے۔

سے آغاز سال مانا گیا۔ یہ تبدیلی 358ء میں ہوئی تھی مگر دسویں عیسوی مطابق، ششم صدی ہجری تک یہود کا اپنا سنہ کوئی نہیں تھا۔ اس وقت تک وہ سنہ سکندری کو اسرائیلی مہینوں کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ پندرہویں صدی عیسوی مطابق نیم صدی ہجری میں یہود نے اپنا سنہ پیداؤش کی تاریخ کے نام سے قرار دے کر اس سنہ کا آغاز بہ حساب خود پیداؤش آدم سے ایک سال پہلے اور سنہ سکندری سے 3449 سال پہلے شمار کیا ہے، بروئے حساب یہود پیداؤش آدم کو سنہ سکندری تک 3448 سال گزرے تھے۔ اولین سال یہود کے تیسرے ماہ تیسری کی پہلی تاریخ 17 اکتوبر 953ء جولین یوم دوشنبہ کے مطابق تھی۔ سنین یہود کا حساب دور 19 سالہ پر رکھا گیا ہے۔ 4331 یہود 16/18 قمر 570 کو سنہ شنبہ کے دن مطابق 29 رجب شروع ہوا تھا۔ یہ سال 354 دن کا تھا۔

دور 19 سالہ میں بارہ بارہ ماہ قمری کے اور سات سال تیرہ تیرہ قمری کے ہوتے ہیں۔ 12 ماہہ سال کو سال بسیط اور 13 ماہہ سال کو سال کیسہ کہتے ہیں۔ پھر سال مکبوس و مبسوط کو تین اقسام پر منقسم کیا جاتا ہے۔

سالہائے مکبوس	سالہائے مبسوط
سال کیسہ ناقص: 383 دن	سال بسیط ناقص: 353 دن
سال کیسہ معتدل: 384 دن	سال بسیط معتدل: 354 دن
سال کیسہ کامل یا زائد: 385 دن	سال بسیط کامل یا زائد: 355 دن

353 دن کا سال ایام ہفتہ میں سے شنبہ یا دوشنبہ کو شروع ہوگا۔ 354 دن کا سال ایام ہفتہ میں سے سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شروع ہوگا۔ 355 دن اور 383 دن کا سال شنبہ و دوشنبہ و پنجشنبہ کو 384 دن کا سال ہمیشہ سہ شنبہ سے شروع ہوگا۔ یہود کا کوئی سال جمعہ، اتوار، بدھ سے شروع نہیں ہوتا۔

سنہ عیسوی میں ستمبر سے پہلے 3760 سال اور ستمبر کے بعد 3761 سال جمع کر دینے سے عبرانی سال معلوم ہو جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کی پیداؤش مبارک تک:

دور صغیر	1575311	دن کے
117 سال	6200	دن کے
7 مہینے	207	دن کے
8 ویں مہینے کے	10	دن
کل دن ہوئے =	1581728	دن

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت 10 یار 4331 عبرانی ہے۔



(4) نوح یا سنہ طوفان

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جو لین پیرید قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
1341261	27 ربیع الاول 3838 ق	588464	365	توت	پنجشنبہ

طوفان سے ولادت مسیح علیہ السلام تک کی مدت میں عیسائی علماء میں اختلاف ہے کیونکہ تورات عبرانی سے 2348 تورات سامری سے 2998 تورات یونانی سے 3128 سال شمسی مدت کا استخراج ہوتا ہے۔ 130 سال سے 780 سال تک کا باہمی فرق پایا جاتا ہے۔ سنہ طوفان کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال مبینے بنتے کے ایام بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ ابو معشر یحییٰ نے بحساب رفتار کوکب طوفان کا تعین اس وقت کیا ہے جب سیو سیاروں کا اجتماع برج حوت کے 27 درجے سے برج حمل کے پہلے درجہ تک ہوا تھا۔ اسی طرح ابو معشر کے حساب سے 7 عیسوی تک 3102 سال شمسی کی مدت ہوتی ہے۔ اس لیے ابو معشر کی قرارداد وہ مدت آغاز طوفان عیسائیوں کی استنباط کردہ مدت از تورات یونانی سے 26 سال بعد ہے۔

ابو معشر ابوریحان کے حساب سے طوفان کا آغاز سنہ ہجری سے 1359975 دن قبل ہوا تھا۔ اس حساب سے سنہ طوفان کا پہلا دن سنہ عیسوی سے 3102 سال پہلے 17 فروری 1612 جولین یوم پنجشنبہ کے مطابق آتا ہے۔ پروفیسر جرمن یونیورسٹی جس نے البیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ کا عربی سے جرمن زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ طوفان کا پہلا دن یوم جمعہ شمار کیا ہے۔ یہ اختلاف اس لیے ہے کہ طوفان کا وقت ابن الباز زیاد نے کتاب القرائات میں پنجشنبہ و جمعہ کی درمیانی رات کو شروع ہونا لکھا ہے۔ اس لیے طوفان کا پہلا دن بعض اہل علم نے شب طوفان کے پہلا دن جمعہ کو قرار دیا اور بعض اہل علم نے شب طوفان کے بعد کا پہلا دن جمعہ کو قرار دیا۔ قدیم کتب ہیئت میں سنہ طوفان کا آغاز پنجشنبہ کے دن سے شمار کیا گیا ہے۔ ابو معشر یحییٰ نے سنہ شمسی کی مقدار 365 دن 6 گھنٹے تسلیم کرنے کے باوجود سنہ طوفان کو شمسی حساب سے قرار دے کر سال 365 دن کا رکھا ہے۔ جس کا ہر مہینہ 30-30 دن کا شمار ہوتا ہے اور 5 دن آخر سال میں بڑھ کر 365 دن پر ختم کیا گیا ہے۔

(5) کل جگ

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جو لین پیرید قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

1341260	28 ربیع الاول 3838	588465	منٹ گھنٹے دن 365- 6- 12 26.55853 سیکنڈ	میساکھ	جمعہ
---------	-----------------------	--------	--	--------	------

سال مبدل کل جگ یوم اعتدال ربیعی سے 58 دن پہلے 17-18 فروری کی درمیانی شب کے 12 بجے سے شروع ہوا تھا۔ اس سال میں اعتدال ربیع کا دن 16۔ اپریل 1612 مطابق 29 جیٹھ یوم یک شنبہ کو ہوا تھا اور سنہ ایک کل جگ کا شمار اس سے ایک سال بعد کیا جاتا ہے۔ مبدل کل جگ کو علم ہیئت کی اصطلاح میں سال صفر کل جگ کہتے ہیں۔

سنہ طوفان اور سنہ کل جگ کے جداگانہ ہونے کی وجہ سے بظاہر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دو مختلف سنہ معلوم ہوتے ہیں مگر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دونوں ایک ہیں۔ دونوں کا آغاز شب طوفان سے ہوتا ہے۔ سنہ کل جگ کا آغاز بھی طوفان نوح علیہ السلام کے واقعہ عظیمہ کی یادگار ہے۔ سنہ کل جگ کے مطابق تاریخ ولادت یکم جیٹھ 3672 ہے۔

{6} سنہ ابراہیمی

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
944008	5 ربیع الثانی 2717 ق-5		منٹ گھنٹے دن 365- 6-	اکتوبر	یک شنبہ

سنہ عیسوی میں 2014 سال 3 ماہ جمع کرنے سے اسی سنہ عیسوی کے مطابق کا سنہ ابراہیمی ہوتا ہے۔ آرک بشپ اشتر نے ولادت ابراہیم کا زمانہ عیسوی سے 1996 سال قبل تحریر کیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (دیکھو جلد چہارم مطبوعہ دفعہ نمبر 681) نے ولادت ابراہیم کو 2015 قبل مسیح تحریر کیا ہے جو مطابق یکم اپریل 2699 جولین پیریڈ کے ہے۔ ہم نے اس نقشہ میں انسائیکلو پیڈیا کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ساتویں مہینے کی بیس تاریخ کو تھی۔

{7} بخت نصری

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	شروع سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

481088	4 شعبان 1411-ق	1448637	365 دن	توت	چهارشنبه
--------	-------------------	---------	--------	-----	----------

یہ سنہ بخت نصر اول کے یوم جلوس 26 فروری 3967 جولین اور 747 سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بخت نصر وہ نہیں، جس نے بیت المقدس کو ویران کیا وہ تو اس سے 142 سال بعد تھا۔

اس سنہ کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال، مہینے، ان ہی ایام ہفتہ کو ہوتے ہیں جس طرح سات سال پہلے گزرے تھے۔ اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی ﷺ 18 توت 1319 بخت نصری ہے۔

8 سنہ سکندری

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیرید قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
دوشنبہ	تشرین اول	گھنٹے دن 365- 6	1607738	24 رجب 962	321987

سنہ سکندری آج کل قسطنطنیہ میں سنہ رومی کے نام سے بحیثیت سال شمسی ظاہری ہے۔ اس کا چوتھا سال جس کو 4 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی رہتے ہوں 366 دن کا ہوتا ہے، جس میں ماہ شباط بجائے 28 دن کے 29 دن کا لیا جاتا ہے۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے جس کے بعد سال و ماہ و ایام ہفتہ دور سابق کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس سنہ کو اہل یورپ مقدونی یا سلوکی سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ سکندری وفات سے بارہ سال بعد اس کے جانشین جنرل سلوکس نے بائبل فتح کرنے پر جاری کیا تھا۔ اس کا شمار سنہ عیسوی سے 3 ماہ 311 سال قبل یکم اکتوبر 440 جولینی سے ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت نبوی ﷺ 20 نیسان 882 سکندری کا ہے۔

9 بکرمی بروشہ

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیرید قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

229050	28 شوال 700 ق-5	1700675	منٹ گھنٹے دن 365-6-12 36.55853 سیکنڈ	میساکھ	شنبہ
--------	--------------------	---------	--	--------	------

سمت بروہہ اگرچہ بظاہر شمسی سال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ سنہ شمسی نہیں بلکہ شمسی کو کی سال ہے، کیونکہ شمسی سال کے مطابق تو دن رات کو برابر ہونا اور بہت چھوٹا اور سب سے بڑا دن ایک ہی مقررہ تاریخ پر واقع ہوتے ہیں اور سمت بروہہ میں فصل ربیع و خریف میں دن رات کا برابر ہونا اور سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن مختلف مہینوں اور تاریخوں میں ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ سنہ بروہہ کا کیم بیساکھ سنہ عیسوی سے 56 سال 9 ماہ 19 دن قبل 13 مارچ 4657 جولین کو آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے سے 10 دن پہلے ہمارے زمانے میں سنہ بکری بروہہ یوم اعتدال ربیعہ سے 23 دن بعد 13 اپریل کو شروع ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت کیم جیٹھ سمت 628 ہے۔

﴿10﴾ بکری قمری شمسی سال

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیر یڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	شروع سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
229050	28 شوال 700	1700675	13-12 ماہ قمری	چیت	شنبہ

ہندی قمری شمسی سال بکری سال 12/13 ماہ قمری کا ہوتا ہے۔ ہر ماہ قمری 15-15 دن کے دو حصوں پر تقسیم ہے۔ نصف اول کو بدی پکشد کہتے ہیں جو عموماً چاند کی 14 تاریخ سے شروع ہو کر 28 کو ختم ہوتا ہے۔ نصف دوم کو شدی پکشد کہتے ہیں۔ یہ پکشد روہیت ہلال سے ایک دو دن پہلے شروع ہو کر چاند کی 13 کو ختم ہوتا ہے۔ بدی پکشد سے پندرہویں دن کا نام اماوس (اجتماع نیرین) ہے۔ شدی پکشد کے پندرہویں دن کا نام پورنماشی (بدر) ہے۔ یہ سال اس وقت شروع ہوتا ہے جب ماہ چیت کے 15 دن گزر کر 15 دن باقی رہتے ہیں۔ اس طرح ماہ چیت قمری کا نصف اول سال ماقبل میں اور نصف دوم سال مابعد میں شامل ہوا کرتا ہے۔ سال 13 ماہ کا اس وقت ہوتا ہے جب شمسی سال کے کسی شمسی مہینہ میں اجتماع نیرین دو دفعہ واقع ہوتا ہے۔ یہ ان شمسی مہینوں میں ہوتا ہے جو 30 دن سے زائد کے ہوتے ہیں۔ تیرہویں مہینے کا نام اوکس ماس ہے جسے لونڈ بولتے ہیں۔ لونڈ کا مہینہ سور یا سدھانتا کے قاعدہ سے اس وقت زیادہ کیا جاتا ہے جب معمولی مہینے کا نصف اول گزر چکا ہو اور نصف ثانی باقی ہو، مگر جنوبی ہندوستان میں لونڈ کا پورا مہینہ معمولی مہینہ سے پہلے زیادہ کرتے ہیں۔

جب کسی ماہ شمسی میں اجتماع نیرین ایک دفعہ بھی نہیں ہوتا تو اس ماہ شمسی کے قمری مہینے کا نام سال کے مہینوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اس مہینے کو کشیا (متروک) کہتے ہیں کشیا کا مہینہ منکسر پوس ماگھ کے سوانہیں ہوسکتا۔ کشیا کی وجہ سے سال 11 ماہ کا رہ جاتا ہے۔ اس کی کو پورا کرنے کے لیے اصل قمری مہینے کے عوض لونڈ کا مہینہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کشیا کا مہینہ اسی سال میں

واقع ہوتا ہے جس سال کے ایک ماہ شمسی میں دو دفعہ اجتماع نیرین ہوتا ہے۔ اندریں صورت کشیا کے عوض کا، ایک اوپک ماس کا ہوتا ہے، اس سے کشیا کا سال اکثر 13 مہینے کا اور شاذ 12 مہینے کا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی پیدائش مبارک تک 627 قمری شمسی سالوں میں 396 سال 12 ماہ 231 سال 13 ماہ۔

یعنی کل 7755 ماہ گزرے تھے جملہ ان کے 3641 ماہ 29-29 دن کے اور 411 ماہ 30-30 دن کے تھے۔

اسی طرح 627 قمری شمسی سالوں کے 90-90 دن ہوتے ہیں۔ ان میں 15 دن چیت شدی 628 کے 15 دن بیساکھ ہدی 628 کے 11 دن بیساکھ شہی 628 کے شامل کرنے سے تاریخ ولادت باسعادت آنحضرت ﷺ تک 229050 دن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارک موئی اکاوش کے دن ہوتی ہے جو ہنود کے اعتقاد میں نہایت مقدس دن سمجھا جاتا ہے۔

11 عیسوی قدیم

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا مہینہ	سال کا	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
شعبہ	جنوری	گھنٹے دن 365-6	1721423	6 ہمدادی الاول 640 ق-5	208302

سنہ عیسوی حضرت مسیح علیہ السلام کے سال پیدائش سے شروع کیا گیا تھا مگر زمانہ حال کے محققین یورپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اس سنہ سے 4 سال پہلے کی ہے۔ تاریخی طور پر سنہ عیسوی کا سب سے پہلی دفعہ لکھا جاتا 748ء مطابق 130ھ سے ہے۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے، جس کے بعد سال مہینے اور مہینوں کی تاریخیں انھیں ایام ہفتہ کو واقع ہوتی ہیں، جس طرح 28 سالہ دور گزشتہ میں ہوئی تھیں۔ مختلف ممالک میں مارچ یا ایسٹریا کرسمس یا ستمبر سے شروع کیا جاتا تھا انگلستان نے 1752ء سے جنوری سے آغاز کیا۔ اب یورپ و امریکہ میں سال کا آغاز اس مہینہ سے مانا جاتا ہے۔

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 20 مارچ 571ء کو ہے۔

12 عیسوی جدید

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا مہینہ	سال کا	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

دوشنبہ	جنوری	منٹ گھنٹے دن 365- 5-48 46 سیکنڈ	1721425	18 جمادی الاول 641 ق	208300
--------	-------	---------------------------------------	---------	-------------------------	--------

قدیم حساب میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے 11 منٹ 14 سیکنڈ زیادہ تھی۔ اس لیے اعتدال ربیعہ کا دن 21 مارچ تھا اور 1582 میں 11 مارچ۔ اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لیے اصلاح کرنی پڑی۔ حالیہ قاعدہ سے یوم اعتدال ربیعہ و خریف سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن اپنی مقررہ تاریخوں پر ہوتے ہیں اور وہ اندیشہ بھی نہ رہا کہ کبھی سرد موسم کے مہینے گرم میں یا گرم موسم کے مہینے سرد میں آجائیں گے۔ قدیم حساب میں یوم دوشنبہ کو 3 جنوری 1 سنہ عیسوی تھی۔ حساب جدید میں دوشنبہ کو یکم جنوری 1ء قرار دی گئی ہے۔ یہ حساب قدیم ہر پوری صدی کا سال 366 دن کا اور صدی 365 دن کی ہوتی تھی۔ اب یہ حساب جدید پہلی صدی سے 39 صدیوں تک۔ جس صدی کو 400 پر تقسیم کرنے سے باقی کچھ نہ رہے، اس پوری صدی کا سال 366 دن کا اور وہ صدی 365 دن کی ہے۔ اور جو پوری صدی 400 پر تقسیم کرنے سے پوری تقسیم نہ ہو سکتی ان کا سال 365 دن کا اور وہ صدی 365 دن کی ہیں۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 22 اپریل 571ء کو ہے۔

﴿13﴾ قطبی جدید

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
جمعہ	توت	گھنٹے دن 365- 6	1825029	29 رمضان 349 ق	104696

یہ سنہ روما کے آخری بت پرست بادشاہ قسطنطینوس اطالکی کے یوم جلوس 29 اگست 284ء یوم جمعہ سے شروع ہوتا ہے۔ آج کل مصر میں جاری ہے۔ اس سنہ میں 3 سال 365 دن کے اور سال چہارم جسے 4 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی رہ جائیں 366 دن کا ہوتا ہے۔ ہر مہینہ 30 دن کا 365 دن کے سال میں 12 مہینوں کے بعد 5 دن کسی کے اور 366 دن کے سال میں 6 دن کسی کے زیادہ کر لیتے ہیں۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 25 برمودہ 278ء کو ہوتی ہے۔

﴿14﴾ جلوس نوشیروانی

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

14465	14 جمادی الاول 94-ق-ہ	1915260	365	خرداد	شنبه
-------	--------------------------	---------	-----	-------	------

مجموس میں سنہ کا استعمال ہر بادشاہ کے سال جلوس سے ہوتا تھا۔ نئے بادشاہ کے جلوس سے پہلا مستقل سنہ متروک ہو جاتا تھا۔ نوشیرواں کا جلوس آغاز سال مجوس سے 63 دن بعد بروز شنبہ 13/15 ستمبر 531ء مطابق 4 ماہ خرداد کو ہوا تھا اور نبی ﷺ کی ولادت باسعادت یوم جلوس نوشیروانی سے 14464 دن کے بعد 40 جلوس نوشیروانی میں 18 ماہ سے مطابق 20/22 اپریل 571 کو ہوئی۔ مجوس کا مستقل سال 365 دن 6 گھنٹے کا ہے، مگر 19 سال تک 6 گھنٹے کی سالانہ کسر کو شمار میں نہیں لاتے۔ جب 120 سال میں 6 گھنٹے سالانہ کی متروک کسروں کے مجموعہ سے 30 دن بن جاتے ہیں۔ تب ایک مہینہ کیسہ کا 120 ویں سال میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ 120 سال کا دور صغیر اور 12 دور صغیر یعنی 1440 سال کا دور کبیر ہوتا ہے۔ کیسہ کا مہینہ ہر دور صغیر کے بعد اس طرح اضافہ کرتے ہیں کہ پہلے دور کے 120 ویں سال میں تیسرا مہینہ دوبارہ، اس طرح دور اعظم کے 1440 ویں سال کے بارہویں مہینہ دوبارہ شمار ہو کر از سر نو ماہ اول سے ماہ کیسہ کا شمار کرتے ہیں۔

یزدجرد آخری بادشاہ فارس کے بعد کیسہ کے بڑھانے کا دستور تو جاتا رہا ہے۔ اب پارسیوں میں یزدجردی سال 365 دن کا اس طرح مستقل ہے کہ مہینہ 30 دن کا شمار ہوتا ہے اور پانچ دن ٹسہ مقررہ میں اضافہ کر کے سال کو 365 دن کا شمار کرتے ہیں۔ 5 مجوس ماہ آبان کے بعد زیادہ کرتے ہیں۔ اور اہل اسلام آخری ماہ کے بعد بڑھاتے ہیں۔ اس طرح ماہ دے سے آخر سال تک پارسیوں کی تاریخ مؤرخین اسلام کی تاریخ سے 5 دن کم ہوتی ہے سنہ مجوسی کا دور سات سال کا ہے۔

15) عام الفیل

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جو لین پیر یڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
یک شنبہ	جمعرات محرم	منٹ گھنٹے دن 354-8-48 34.44 سیکنڈ	1929657 1929674	18 محرم 53-ق-ہ	51/68

اصحاب الفیل کا حملہ مکہ معظمہ پر محرم کی 17 تاریخ کو ہوا تھا۔ اس لیے سنہ اصحاب الفیل کا شمار 18 محرم یوم یک شنبہ سے کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ پیدائش نبی ﷺ سے 50 دن پہلے کا ہے۔

محرم کے 13 دن

صفر کے 29 دن

ربیع الاول کے 8 دن

کل 50 دن

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 9 ربیع الاول 1 عام الفیل ہوئی۔

جدول آغاز شہور قمری بابت بست و سہ سال نبوت محمدیہ ﷺ

بیت دوم و تطبیق و تاریخ و ماہ و سال مسیحیہ متعلق جلد دوم کتاب رحمۃ للعالمین

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
41 میلاد النبی ﷺ	فیس 4-12-609	شنبہ 3-1-610	یکشنبہ 1-2-610	سہ شنبہ 3-3-610
42	دوشنبہ 23-11-610	چارشنبہ 23-12-610	جمعہ 22-1-611	شنبہ 20-2-611
43	شنبہ 13-11-611	یک شنبہ 12-12-611	سہ شنبہ 11-1-612	چارشنبہ 9-2-612
44	چارشنبہ 1-11-612	جمعہ 1-12-612	شنبہ 20-12-612	دوشنبہ 29-1-613
45	دوشنبہ 23-10-613	منگل 20-11-613	فیس 20-12-613	جمعہ 18-0-614
46	جمعہ 11-10-614	شنبہ 9-11-614	دوشنبہ 9-12-614	بدھ 8-1-615
47	منگل 30-9-615	فیس 30-10-615	جمعہ 28-11-615	اتوار 28-11-615
48	اتوار 19-9-616	دوشنبہ 8-10-616	بدھ 17-11-616	فیس 16-12-616
49	فیس 8-9-617	شنبہ 8-10-617	اتوار 6-11-617	منگل 6-12-617
50	دوشنبہ 28-8-618	بدھ 27-9-618	فیس 26-10-618	شنبہ 25-11-618
51	شنبہ 18-8-619	اتوار 16-9-619	منگل 16-10-619	بدھ 14-11-619
52	بدھ 6-8-620	جمعہ 5-9-620	شنبہ 4-10-620	دوشنبہ 3-11-620
53	شنبہ 27-7-621	منگل 25-8-621	فیس 24-9-621	جمعہ 23-10-621
1 ہجری	جمعہ 27-7-622	یک شنبہ 15-8-622	دوشنبہ 12-9-622	منگل 12-10-622
2	منگل 5-7-623	فیس 4-8-623	جمعہ 2-9-623	اتوار 2-10-623
3	اتوار 6-6-624	دوشنبہ 3-7-624	بدھ 22-8-624	فیس 20-9-624
4	فیس 13-6-625	شنبہ 13-7-625	اتوار 11-8-625	منگل 10-9-625
5	دوشنبہ 3-6-626	بدھ 2-7-626	فیس 21-7-626	شنبہ 30-8-626
6	شنبہ 23-5-627	اتوار 21-6-627	منگل 21-7-627	بدھ 19-8-627
7	بدھ 11-5-628	جمعہ 10-6-628	شنبہ 9-7-628	دوشنبہ 8-8-628
8	اتوار 30-4-629	منگل 30-5-629	بدھ 28-6-629	جمعہ 28-7-629
9	جمعہ 20-4-630	شنبہ 19-5-630	دوشنبہ 18-6-630	منگل 17-7-630

سنین اسلام	محرم	سفر	ربیع اول	ربیع الثانی
10	منگل 631-4-9	خمیس 631-5-9	جمعہ 631-6-7	اتوار 631-7-7
11	شنبہ 632-3-28	دوشنبہ 632-4-27	بدھ 632-5-27	خمیس 632-6-25
41 میلاد النبی	چهار شنبہ 610-4-1	جمعہ 610-5-1	شنبہ 610-5-30	دوشنبہ 610-6-29
42	دوشنبہ 611-3-22	سہ شنبہ 611-4-20	خمیس 611-5-20	جمعہ 611-8-18
43	جمعہ 612-3-10	یک شنبہ 612-4-19	دوشنبہ 612-5-8	چار شنبہ 612-6-7
44	سہ شنبہ 613-2-27	خمیس 613-3-29	جمعہ 613-4-27	یک شنبہ 613-5-27
45	اتوار 614-2-17	دوشنبہ 614-2-18	بدھ 614-4-17	خمیس 614-5-6
46	خمیس 615-2-6	شنبہ 615-3-8	اتوار 615-4-6	منگل 615-5-6
47	دوشنبہ 616-1-26	بدھ 616-3-25	جمعہ 616-3-26	شنبہ 616-4-24
48	شنبہ 617-1-15	اتوار 617-2-13	منگل 617-3-15	بدھ 617-4-13
49	چهار شنبہ 618-4-1	جمعہ 618-1-3	شنبہ 618-3-4	دوشنبہ 618-4-3
50	دوشنبہ 619-12-25	منگل 619-1-23	خمیس 619-2-22	جمعہ 619-3-22
51	جمعہ 620-12-14	شنبہ 620-1-12	دوشنبہ 620-2-11	منگل 621-3-1
52	منگل 621-12-2	خمیس 621-1-1	جمعہ 621-1-30	اتوار 621-3-1
53	اتوار 622-11-22	دوشنبہ 622-12-21	بدھ 622-1-20	خمیس 622-2-18
1 ہجری	خمیس 623-11-11	شنبہ 623-12-11	اتوار 623-1-9	منگل 623-2-8
2	دوشنبہ 623-10-31	بدھ 623-11-30	خمیس 623-12-29	شنبہ 624-1-28
3	شنبہ 624-10-20	اتوار 624-11-18	منگل 624-12-18	بدھ 625-1-16
4	بدھ 625-10-9	جمعہ 625-11-8	شنبہ 625-12-7	دوشنبہ 626-12-26
5	اتوار 626-9-28	منگل 626-10-28	خمیس 626-11-27	جمعہ 627-1-6
6	جمعہ 627-9-18	شنبہ 627-10-17	دوشنبہ 627-11-16	منگل 627-12-15
7	منگل 628-9-6	خمیس 628-10-6	جمعہ 628-11-4	اتوار 628-12-4
8	شنبہ 629-8-26	دوشنبہ 629-9-25	بدھ 629-10-25	خمیس 629-11-23
9	خمیس 630-8-16	جمعہ 630-9-14	اتوار 630-10-14	دوشنبہ 630-11-12
10	دوشنبہ 631-8-5	بدھ 631-9-4	خمیس 631-10-3	شنبہ 631-11-2

سنین اسلام	محرم	سفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
11	شنبه 632-7-25	اتوار 632-8-23	منگل 632-10-22	بدھ 632-11-21
41 میلاد النبی	سه شنبہ 610-7-28	خمیس 610-8-27	جمعہ 610-9-25	یک شنبہ 610-10-25
42	یک شنبہ 611-7-18	دوشنبہ 611-8-26	بدھ 611-9-15	خمیس 611-10-24
43	خمیس 612-7-6	شنبه 612-8-5	دوشنبہ 612-9-4	سه شنبہ 612-10-3
44	دوشنبہ 613-6-25	چار شنبہ 613-7-25	جمعہ 613-8-24	شنبه 613-9-22
45	شنبه 614-6-17	اتوار 614-7-21	منگل 614-8-13	بدھ 614-9-11
46	بدھ 615-6-4	جمعہ 615-7-21	شنبه 615-8-2	دوشنبہ 615-9-1
47	دوشنبہ 616-5-24	منگل 616-6-22	خمیس 616-7-22	جمعہ 616-8-2
48	جمعہ 617-5-13	شنبه 617-6-11	دوشنبہ 617-7-11	بدھ 617-8-10
49	منگل 618-5-2	خمیس 618-6-1	جمعہ 618-6-30	اتوار 618-7-30
50	اتوار 619-4-22	دوشنبہ 619-5-21	بدھ 619-6-20	خمیس 619-7-19
51	خمیس 620-1-10	شنبه 620-1-10	اتوار 620-6-6	منگل 620-7-8
52	دوشنبہ 621-3-30	بدھ 621-4-29	خمیس 621-5-28	شنبه 621-6-2
53	شنبه 622-3-20	اتوار 622-4-18	منگل 622-5-18	بدھ 622-6-16
1 ہجری	بدھ 623-3-9	جمعہ 623-4-8	شنبه 623-5-7	دوشنبہ 623-6-6
2	اتوار 624-2-26	منگل 624-3-27	خمیس 624-4-26	جمعہ 624-5-25
3	جمعہ 625-2-15	شنبه 625-3-16	دوشنبہ 625-4-15	منگل 625-5-14
4	اتوار 627-1-25	دوشنبہ 627-2-23	چار شنبہ 627-3-5	خمیس 627-4-23
5	خمیس 628-1-25	جمعہ 628-2-12	اتوار 628-3-13	منگل 628-4-12
6	دوشنبہ 629-1-14	بدھ 629-2-1	خمیس 629-3-2	شنبه 629-4-1
7	شنبه 629-12-13	اتوار 630-1-21	منگل 630-2-2	بدھ 630-3-21
8	بدھ 630-12-12	خمیس 631-1-10	شنبه 631-2-9	دوشنبہ 631-3-11
9	اتوار 631-12-1	منگل 631-12-31	بدھ 631-1-29	خمیس 632-3-27
10	جمعہ 632-11-2	شنبه 632-12-19	دوشنبہ 633-1-18	منگل 633-2-16

قصیدہ

در حمد باری تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ

خدائے عزوجل کے لیے ہے شکر نعم
زیادہ حد عدد سے ہے جس کے فضل و کرم

وہی ملک ہے، وہی مستعان، وہی معبود
وہی ہے غافر ذنب اور وہی ہے قابلِ توب
وہی ہے رافع عز و علا و مجد و عطا
جلال اس کا ہی آفاق کے لیے ہے محیط
کمال عقل ہے درفان کنہ میں قاصر
عمونہ قدرت باری کا ہے کہ صفحہ چرخ
ہے شان صنعت صانع کہ ارض کا یہ کرہ
اسی کے حکم سے قائم جبال شاخہ ہیں
اسی کے فیض سے باغ حدوث ہے شاداب
اسی کی داد سے مہ کو ملا ہے سکھ سیم
اسی نے فرش زمین کو بچھا دیا ہموار
اسی کے قصد میں پویندہ ہیں الوف مل
اسی کے خوض میں ہے تہ نشین دریا در
اسی کا نور ہے چشم جہاں کی بینائی
اسی کی آیت قدرت سے ہے ہیوب ریا
اسی آیت قدرت سے ہے تلمع برق
اسی کی آیت قدرت سے ہے نزول میا
سی کی آیت قدرت سے ہے کہ مردہ زمین

وہی الہ، وہی ہادی رہ اقوم
وہی ہے ناز ارض و سما و نور و ظلم
وہی ہے دافع درد و بلا و رنج و سقم
نوال اس کا ہے ارزاق کے لیے مقسم
زبان نطق بیان ثنا میں ہے اکمل
جہوم نجم سے ہوتا ہے اطلس معلم
وہی ہزہ سے بنتا ہے صفحہ ملحم
اسی کے امر سے سائر ہے نیر اعظم
اسی کے نام سے قلب سلیم ہے خرم
اسی کے جود سے مائی کو کیسہ درہم
اسی نے سلک ثریا کو دیا درہم
اسی کی حمد میں گوئندہ ہیں صنوف ام
اسی کے شوق میں ہے آسمان گراشبنم
اسی کا حکم بقا و فنا کا مستلزم
جو بادلوں کو ہے کرتی فراہم و درہم
چمک میں جس کی ہے بیم ورجا کی شان بہم
کہ مرگ وزیت کی ملتی نظیر ہے پیہم
حیات تازہ سے بارور ہوئی منضم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ خاک سیاہ
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ لیل و نہار
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ بین بہار
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ گنبد چرخ
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ انسان کی
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ ہوتا ہے
 اس کے امر سے تھامے ہوئے ہیں سب طائر
 اسی کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں یہ بحار
 اس کے نور تجلی سے طور ہے روشن
 اسی کی ذات مقدس حقیق سجدہ ہے
 اسی کی جناب میں ہوتی ہے عرض رب اغفر
 اسی کی غایت حمد و ثنا ہے لا اھی
 وہی ہے ایک وحید اور لا شریک لہ
 غنی و مقتدر و باسط و دود و جلیل
 سلام و مؤمن و قدوس و والی و باری
 احد ہے اور صمد لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ
 ہے شرک جو اسے کہتا ہے صرف رب النوع
 اسی کے خلق ہیں اور اس کو پا نہیں سکتے
 شریک خلق میں اس کے نہ مادہ ہے نہ روح
 و گر ہے صدق ارادت تو برگ برگ گیاه
 مرے کریم ذوالجلال والا کرام
 ہے ایک حکم میں تیرے حیات اور ممات
 اسی کی قدرت سے ہے نہ مردہ رہیں

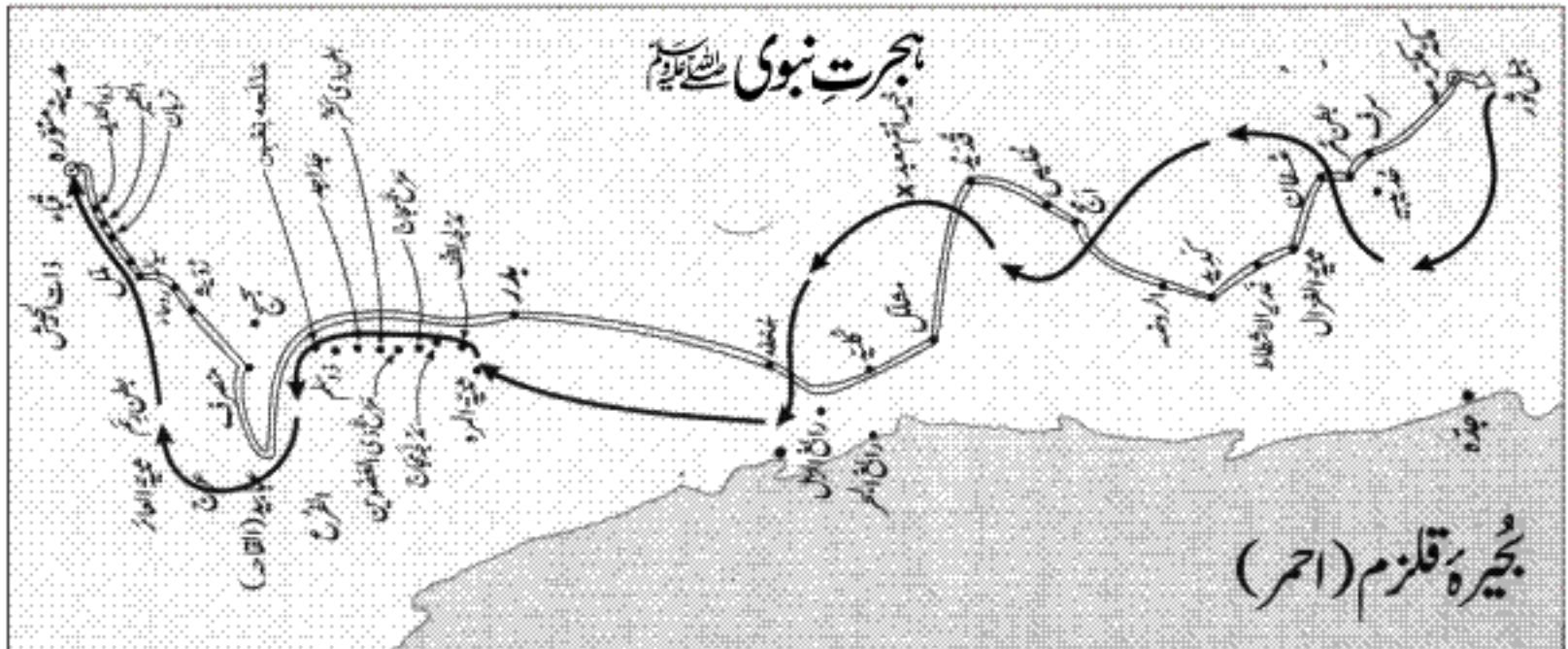
ہزاروں بیش بہا گنج کی بنی مدغم
 ہمیں سکھاتے ہیں طرز و طریق راز و رم
 بنا دیے ہیں جزیرے مثال باغ ارم
 مثال سقف بغیر از عمد رہا ہے تھم
 لسان و لون میں نوعیں جدا جدا ہیں علم
 یہ موسموں کا تغیر یہ انقلاب ام
 فضا میں جسم کو اپنے بلا تردد و غم
 کہ موج موج کا اندر ہے اپنے حد کے قدم
 اسی کی ذرہ نوازی سے نخل ہے مہم
 اسی کے اسم معظم کے واسطے ہے قسم
 اسی سے کہتے ہیں وارحم کہ سب سے ہے ارحم
 اس کے اول اور اک پر ہے لا اعلم
 کہ ملک و حمد اسی کو ہے اور کبر و قدم
 کبیر و قادر و بر و رؤف و جی و حکم
 غفور و ہادی و ستار اور حکیم حکم
 مثال و کفو سے ہے پاک تر بعد اتم
 وہ ہے مصور اشیاء و خالق عالم
 حواس سمع و بصر، عقل و درک، لمس اور شہم
 مشیر امر میں اس کے وزیر نہ ندم
 ہے بام معرفت لا یزال کا سلم
 عیم ہیں تیرے احسان کثیر تیری نعم
 ہے سب کا تیرے ہی دو حرف میں وجود و عدم
 سب کا تیرے ہی دو حرف میں وجود و عدم

نہیں وجود عوالم سے تیری قدرت بیش
 ہو تیری عفو و رحیمی کا جس جگہ اظہار
 مقررین ہیں بین رجا و خوف ترے
 فرشتگان مکرم کہ انبیائے کرام
 تیری جناب میں سب کی التماس دعا
 نہ مال میرا مال طلب ، نہ حشمت و جاہ
 یہ التجا ہے ، یہی آرزو ، یہی خواہش
 رہوں سدا متمسک نبی کی سنت سے
 رگوں میں جوش ، لبو میں محبت اسلام
 ترے حبیب نے جو امیوں کو دی تعلیم
 رسول سید ابرار بندہ رحمن
 سراج و شاہد وداعی مبشر و منذر
 ہماری جان پہ ہم سے سوا رؤف و رحیم
 عوام کا اب وجد سے ہے مایہ نازش
 درود اس پر اور اصحاب و آل پر اس کے
 توقیر کی متوحش جگہ میں ہو مولس
 الہی رحم مرے والدین پر فرما

نہ انعدام خلائق سے تیری صنعت کم
 ہے مستحق کرامت گناہ اور ظلم
 کہ ہے حجاب عدالت میں رحمت اور کرم
 عبودیت پر تری شاد ہیں بہ فخر اتم
 تیری حضور میں سب کا سر ارادت خم
 کہ سب مشتمل اس فیض میں بنی آدم
 مدام دل کی تمنا یہی بدیدہ نم
 قدم ہوں میرے صراط ہدئی پر مستحکم
 بدن میں جان رہے جب تک اور دم میں دم
 وہی ہو میرا عقیدہ نہ اس سے بیش و کم
 نبی جہاں کے لیے رحمت و مطاع ام
 ملاذ کعبہ و حامی قدس و شاہ حرم
 شفیع و حامد و احمد محمد و خاتم
 ہیں اس کی ذات پر نازاں خلیل اور آدم
 کہ پر ہے ان کے فضائل سے مصحف محکم
 تو ہولناک قیامت میں بن مرا ہدم
 اسی سوال میں سارے سوال ہیں منضم

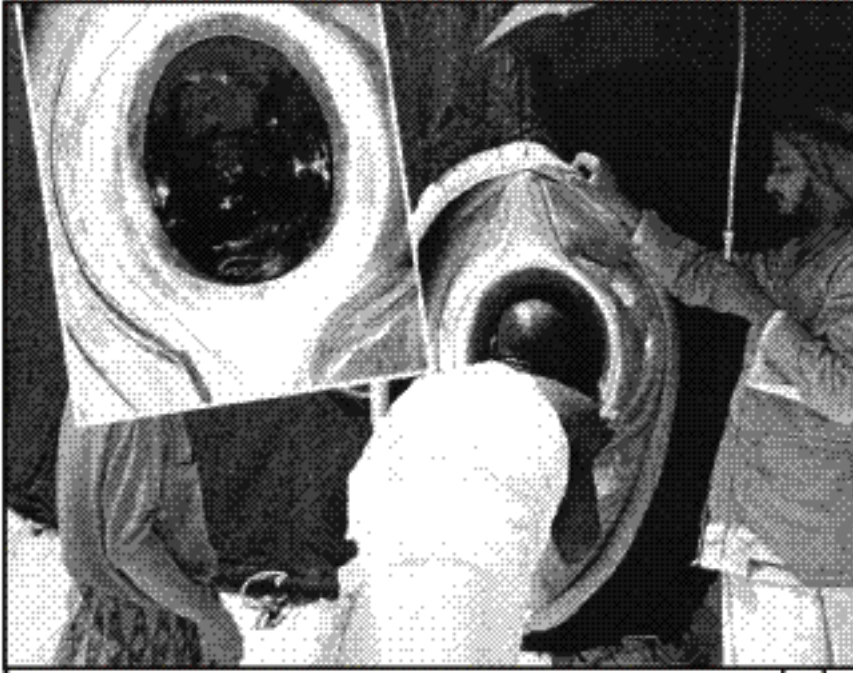
نفس ہے سینے میں سلمان کے رواں جب تک
 نبی کی نعت میں چلتی رہے زبان و قلم





فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد دوم

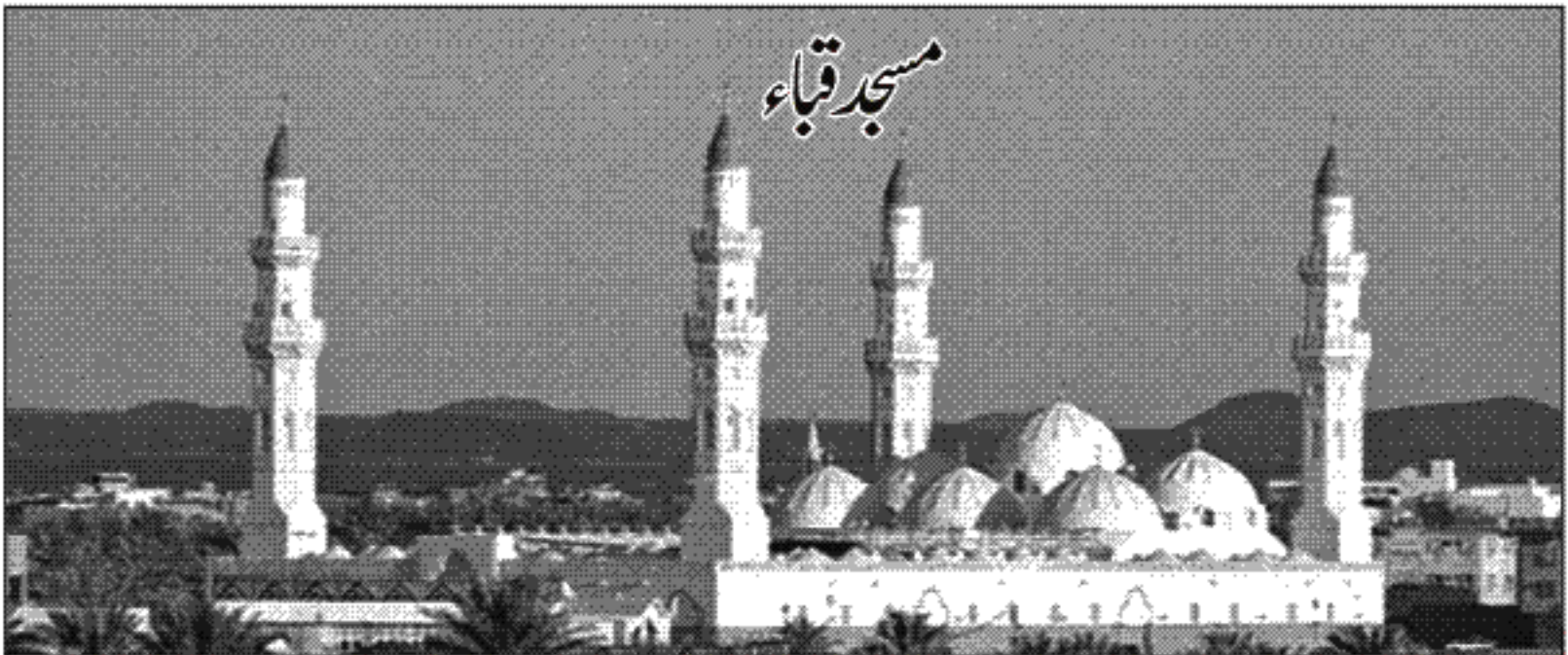
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
301	حصہ سوم: از داؤد علیہ السلام تا ابراہیم علیہ السلام	287	تمہید از مصنف
303	فصل دوم: اشہر المشاہیر کے حالات		باب 1
303	حضرت آدم علیہ السلام	289	النسب
303	حضرت نوح علیہ السلام	289	فصل اول: شجرہ طیبہ
304	فرزندان نوح علیہ السلام کی شاخیں		حصہ اول: از عبد اللہ تا عدنان کا بیان
305	سام کا حال اور سامی زبانوں پر بحث	289	ایسا شجرہ نسب تمام دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے
306	حضرت ابراہیم علیہ السلام	289	حصہ دوم: فوق عدنان روایت کرنے کا جواز
307	ام المسلمین ہاجرہ علیہا السلام (حرہ یا ائمہ کی بحث)		حصہ سوم: آدم علیہ السلام سے تارہ تک کی اعمار اور بائبل کے
311	حضرت اسمعیل علیہ السلام (ذبح اللہ کون تھا؟)	290	بیان پر بحث
314	بائبل میں اسحاق و اسمعیل علیہما السلام کے فضائل	290	شجرہ از عبد اللہ تک عدنان 21 پشت
315	اقوام اسماعیلی	294	شجرہ از او تا قید از 22 تا 60 پشت
317	عدنان	296	شجرہ از اسماعیل علیہ السلام تا آدم علیہ السلام از 61 تا 80 پشت
317	معد	297	یسوع مسیح کا شجرہ
318	نزار (اسکی اولاد کا شجرہ، امام احمد رضا رحمہ اللہ کا نسب)	298	حصہ اول: لوقا ومتی کا مقابلہ از یوسف تا زرو بابل
318	مضر	299	حصہ دوم: لوقا ومتی و بائبل کا مقابلہ از سلاقی ایل تا داؤد
318	الیاس	301	نتیجہ



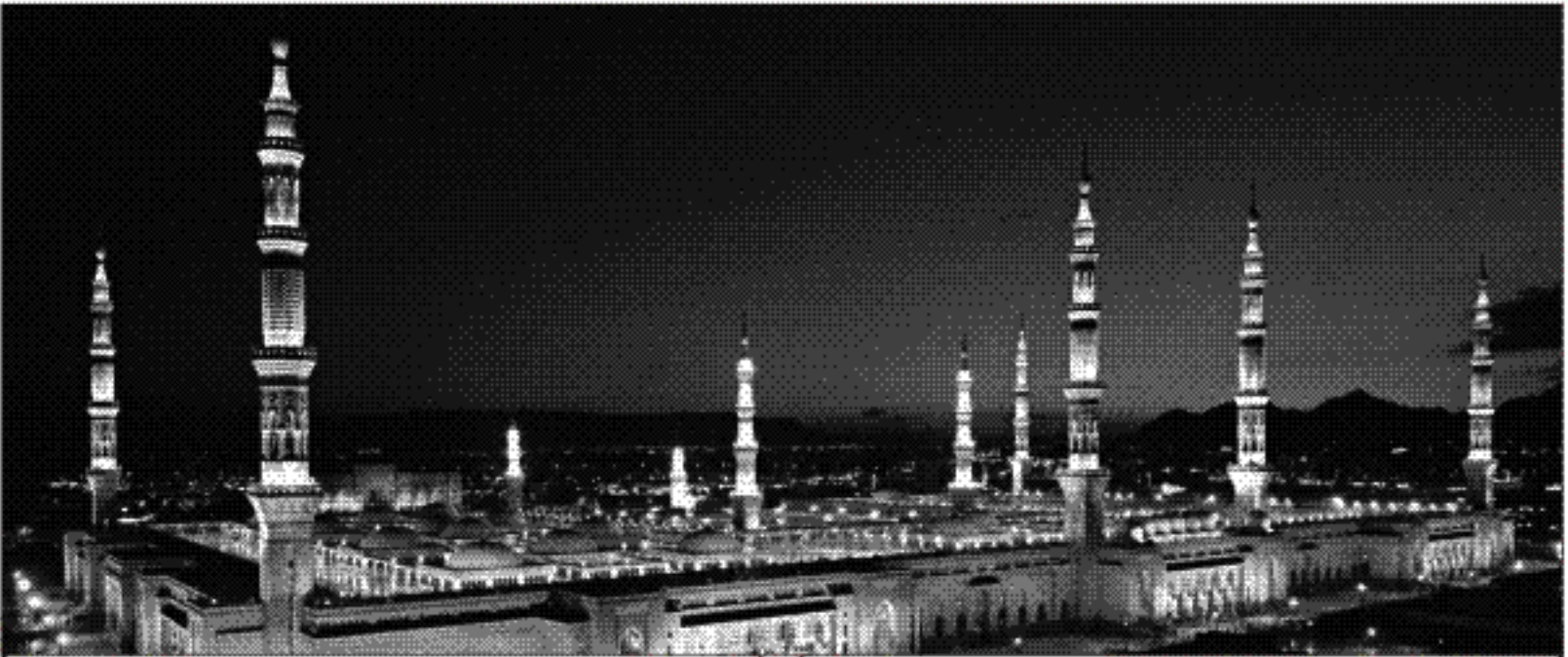
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
330	عبدال مطلب	319	مدرکہ
331	نقشہ اولاد عبدال مطلب	319	خزیمہ
332	حارث عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد	319	کنانہ (حدیث صحیح مسلم)
333	ابوسفیان مغیرہ ابن عم النبی ﷺ	320	نضر
333	ابوسفیان کے اشعار بروفات رسول ﷺ	320	مالک
334	ابوطالب عم النبی ﷺ اور ان کے فرزند ان و دختران	321	فہر (لفظ قریش کی وجہ تسمیہ)
335	عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	321	غالب
335	جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	321	لوی
336	سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور علوی فرزند	322	کعب (ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب)
	وفات علی رضی اللہ عنہ پر بکر بن حماد کے اشعار فاطمہ	322	مرہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نسب)
337	(والدہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	323	کلاب (سعد رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، سیدہ آمنہ کا نسب)
338	اولاد علی کا نقشہ مع اسماء زوجات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	323	قُصَی (بیت اللہ پر قبضہ اقوام - قصی کے اصول حکومت)
339	عباس علمدار اور ان کی اولاد کا شجرہ	324	شجرہ اولاد قُصَی
340	عمر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	324	عبد مناف (اشعار مدحیہ عبد مناف و شجرہ اولاد عبد مناف)
340	ابوالقاسم محمد بن علی و اولاد محمد بن الحنفیہ کا شجرہ	326	زکوٰۃ
341	ابوبکر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	327	غنیمت فے کی بحث آیات تقسیم
341	ام ہانی دختر ابی طالب	328	نقشہ (احکام تقسیم صدقات غنیمت، فے مع آیات قرآن مجید)
342	جمانہ دختر ابی طالب	329	ہاشم
342	حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ	330	نقشہ اولاد ہاشم



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
353	❖ ابناء النبی ﷺ		❖ دختر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حضانت پر زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور
353	❖ قاسم بن محمد النبی ﷺ	343	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دعاوی
353	❖ عبد اللہ (طیب و طاہر)	344	❖ ابولہب بن عبد المطلب اور اس کی اولاد
353	❖ ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ	344	❖ عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد
356	❖ جدول کسوف شمس	347	❖ زبیر عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد
	❖ بنات النبی ﷺ، بنت رسول اللہ ﷺ اور	347	❖ عمات النبی ﷺ
357	ان کی اولاد	347	❖ بیضاء عمۃ النبی ﷺ
358	❖ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	347	❖ امیہ عمۃ النبی ﷺ
361	❖ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ (عبد اللہ سبط رسول اللہ ﷺ)	348	❖ عائکہ عمۃ النبی ﷺ (اس کا خواب)
362	❖ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ	348	❖ صفیہ عمۃ النبی ﷺ (قوت ایمانیہ صفیہ رضی اللہ عنہا)
363	❖ سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ	348	❖ برۃ عمۃ النبی ﷺ
363	❖ ولادت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخوں میں اختلاف (حاشیہ)	348	❖ ارویٰ عمۃ النبی ﷺ (ارویٰ کے اشعار)
366	❖ مرویات سیدہ رضی اللہ عنہا	349	❖ سردار عبد اللہ والد النبی ﷺ (ان کے ذبح کا قصہ)
367	❖ ابنائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	349	❖ ابوطالب کے اشعار
367	❖ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	350	❖ سیدہ آمنہ اور ان کا شجرہ نسب
370	❖ اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ	351	❖ سیدہ آمنہ کے اشعار و عاسیہ بشأن نبی ﷺ
371	❖ حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہ	352	❖ سیدہ آمنہ کے اشعار و وفات شوہر پر
371	❖ حضرت حسن ثنیٰ بن حسن رضی اللہ عنہ		فصل
371	❖ (سید الشیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا نسب)	353	❖ آل النبی ﷺ



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
377	حضرت حسن عسکری علیہ السلام	372	حضرت امام حسین علیہ السلام
	✽ باب 2 ✽	373	حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اشعار
378	امہات المؤمنین (از واج النبی صلی اللہ علیہ وسلم)	373	اہلبیت امام حسین علیہ السلام کے اشعار بر شہادت امام حسین علیہ السلام
378	ایشیاء کے مشہور مذاہب	374	اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام
379	منہاج نبوت اور تعداد زوجات	374	حضرت زین العابدین علیہ السلام اور ان کی اولاد
380	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویاں (3)	374	عبداللہ الباہر بن زین العابدین علیہ السلام
380	حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیویاں (4)	375	زید شہید بن زین العابدین علیہ السلام
380	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیویاں (4)	375	عمر الاشرف بن زین العابدین علیہ السلام
380	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیبیوں کا جواز	375	حسین الاصغر بن زین العابدین علیہ السلام
381	حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں (9) اور دیگر ازواج و حرم	375	علی الاصغر علیہ السلام
381	حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویاں (1000)	375	حضرت امام باقر علیہ السلام (صحیح مسلم میں ان کی ایک عجیب حدیث)
383	فصل اول: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کثرت زوجات اور مصالح نکاح		حضرت جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے پانچ
383	نکاح ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا	376	فرزند جن سے نسل جاری ہے
384	نکاح ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا اور ان عام		حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ان کے دس فرزند
384	ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد	376	جن سے نسل جاری ہے
384	ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے دینی فوائد	376	حضرت علی الرضا علیہ السلام
385	فصل دوم: ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل	377	حضرت محمد الجواد علیہ السلام، ان کے فرزندوں کی نسل
392	فصل سوم: ازواج کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک	377	حضرت علی الحقی علیہ السلام
	فصل چہارم: ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم	377	حضرت ابو عبد اللہ جعفر کذاب

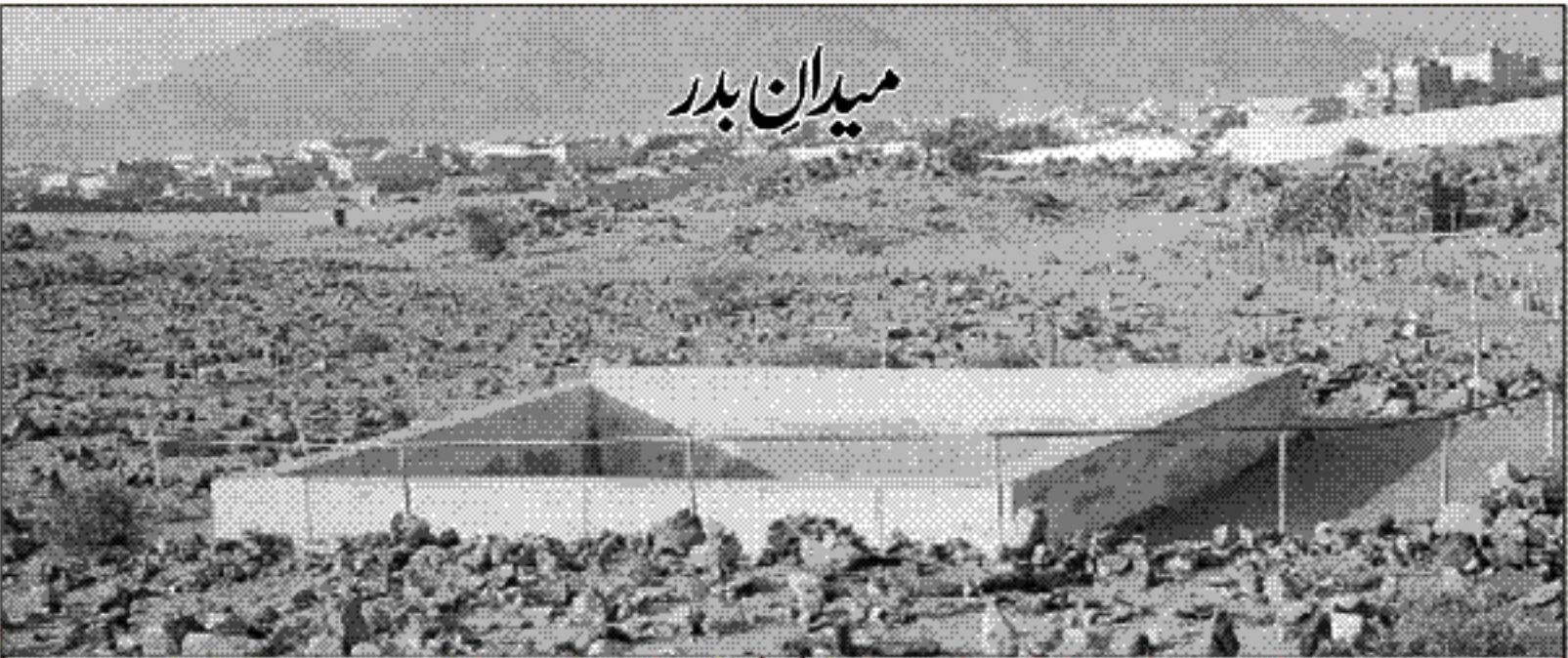


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
409	ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح	394	سے اتصال مع نقشہ
410	ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	395	فصل پنجم: امہات المؤمنین کے جداگانہ حالات
411	احادیث سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	395	ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
412	اقارب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	397	فرزندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
	خواجہ فرید شکر گنج رحمہ اللہ، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ،	398	اقارب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
	حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ،	398	ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا و اقارب سیدہ رضی اللہ عنہا
412	حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا نسب	398	ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
412	ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	398	(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر حال)
412	ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	400	الشیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کا نسب (حاشیہ)
413	اقارب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	400	محبت کا امتحان
414	مرویات سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	401	فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
415	ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	404	مسئلہ فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
415	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر (نسب عالی)	404	احادیث مرویہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
415	ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے	405	جہاد فی سبیل اللہ
416	رسم تنہیت کے کڑے پھل (خرابیاں)	405	اشعار حسان رضی اللہ عنہا مدح صدیقہ رضی اللہ عنہا
417	خاوند بیوی کا رشتہ	406	امومت امت
418	جواز تنہیت اور تاویل	406	ایک لغزش
418	عیسائی اس قصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟	408	اقارب سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
455	غزوات و سرایا کی تقسیم بلحاظ مقاصد	419	اقارب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
457	فریق ثانی (قبائل)	422	خواہران ام المؤمنین رضی اللہ عنہا
458	قبائل کے باہمی تعلقات قرابت	422	ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
459	قبائل کی شرکت جنگ کی تاریخ نقصانات جنگ ہر دو فریق	423	مرویات سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
461	اسیران غزوات کا انجام	423	اقارب سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
462	یورپ کی جنگ عظیم اور ہلاکت نفوس	423	ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
462	مذہبی لڑائیاں اور اتلاف نفوس	424	خطبہ نکاح
	فہرست ان صحابہ پاک کی جو نبی ﷺ کے عہد مبارک	424	مرویات سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
464	میں شہید ہوئے	425	اقارب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
	❖ باب 4 ❖	425	ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا
481	اساطیر کے معنی	426	ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
	پادریوں کے اعتراض قرآن اور مبلغ قرآن پر اور	427	مرویات سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
481	اس مضمون کا سیرت سے تعلق	428	نقشہ متعلق احوال ازواج النبی ﷺ
481	حضرت آدم علیہ السلام، ان کا نسیان		❖ باب 3 ❖
482	قائِن و ہابیل فرزند ان آدم علیہ السلام	429	غزوات و سرایا
483	حضرت نوح علیہ السلام	431	نقشہ جس میں 82 غزوات و سرایا کا ذکر ہے
484	حضرت ابراہیم علیہ السلام	450	جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت النبی ﷺ
486	حضرت لوط علیہ السلام	453	غزوات و سرایا کی صراحت کہ وہ سب لڑائیاں ہی نہیں

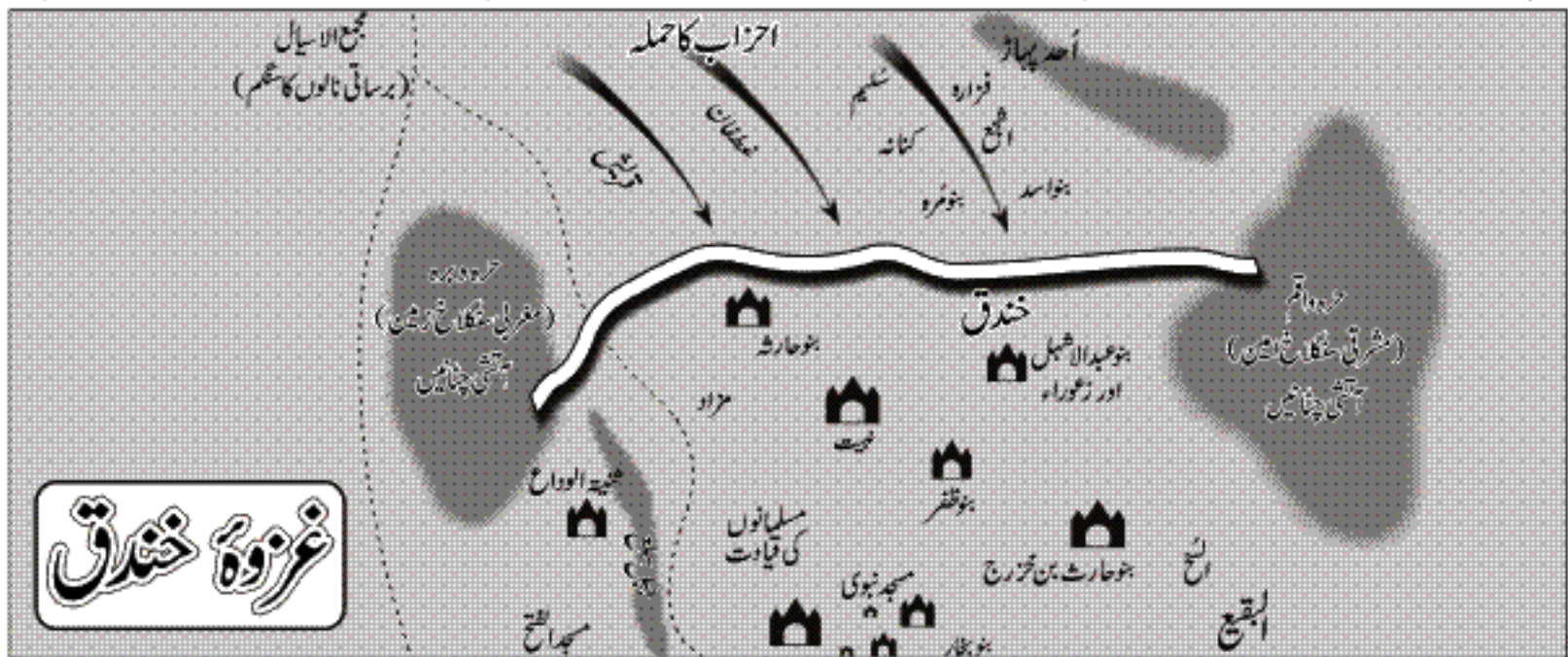
میدان بدر



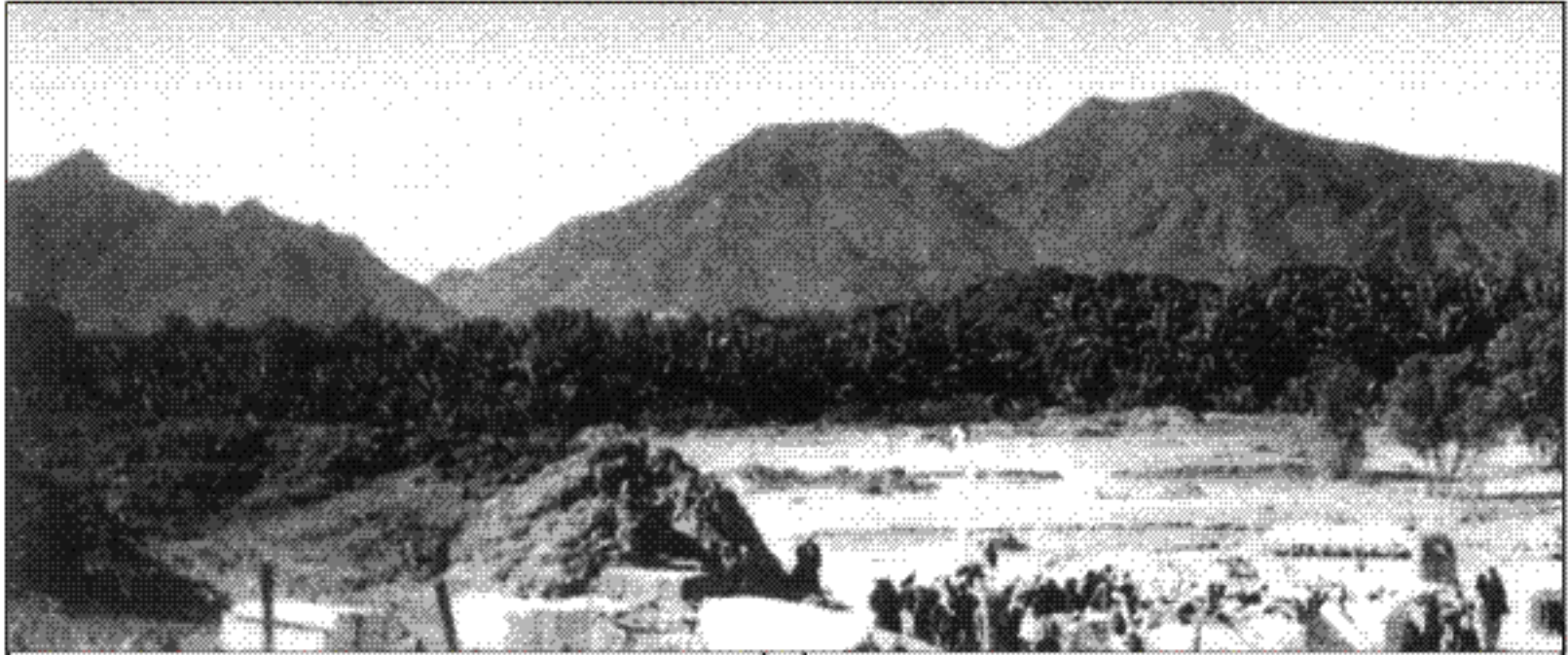
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
501	✽ اور یس علیہ السلام	486	✽ حضرت اسحاق علیہ السلام
501	✽ صدق اور یس علیہ السلام و صدق محمد ﷺ	487	✽ حضرت یعقوب علیہ السلام
501	✽ رفعت مکان اور یس علیہ السلام و رفعت ذکر محمد ﷺ	488	✽ حضرت یوسف علیہ السلام
501	✽ الیاس علیہ السلام اور اور یس علیہ السلام واحد شخص کے نام ہیں	490	✽ حضرت موسیٰ علیہ السلام
502	✽ بعل بت اور لات و مناتہ و عزی	494	✽ حضرت داؤد علیہ السلام
502	✽ نوح علیہ السلام	494	✽ حضرت سلیمان علیہ السلام
502	✽ انبیاء اولوالعزم کے اسماء اور نبی ﷺ کا تقدم	495	✽ حضرت ایوب علیہ السلام
503	✽ نبوت نوح علیہ السلام اور نبوت محمد ﷺ کی وسعت	496	✽ حضرت زکریا علیہ السلام
503	✽ نوح علیہ السلام اور محمد ﷺ کی جانب سے عدم اطراء و غرباء	497	✽ حضرت یحییٰ علیہ السلام
503	✽ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کی سلامتی و برکات	497	✽ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام
503	✽ امت محمدیہ اور صلوٰۃ و تطہیر و اتمام نعمت		✽ باب 4 ✽
504	✽ حضرت ہود علیہ السلام	498	✽ افضلیت سید المرسلین ﷺ (تخیر و فضیلت)
504	✽ ہود علیہ السلام اور محمد ﷺ کی بشریت	499	✽ آدم علیہ السلام
504	✽ مؤمنین عہد ہود و عہد نبوی ﷺ	499	✽ تعلم آدم علیہ السلام و تعلیم محمد ﷺ
504	✽ حضرت ہود علیہ السلام اور محمد ﷺ کا جواب	499	✽ نسیان آدم علیہ السلام، عدم نسیان محمد ﷺ
505	✽ صالح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے مواعظ کے مضامین	500	✽ کلمات بر آدم علیہ السلام و کلمات بر محمد ﷺ
505	✽ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام	500	✽ شجر آدم علیہ السلام و شجر محمد ﷺ
506	✽ اطفائے نار بر ابراہیم علیہ السلام و محمد ﷺ	500	✽ سجدہ بر آدم علیہ السلام و صلوات بر محمد ﷺ



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
510	حضرت یعقوب علیہ السلام	506	تعمیر کعبہ وقلب جہت کعبہ
	حضرت یعقوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کے مواعظ تو حید یاس از	506	بت شکنی و بطلان صنم پرستی
510	رحمت کے خلاف یعقوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کی تعلیم	506	اذان برائے حج و فرضیت حج
	استغفار یعقوب علیہ السلام برائے فرزند ان واستغفار		ابراہیم علیہ السلام کا بغض اللہ کی صفت میں اور محمد ﷺ
511	محمد ﷺ برائے عاصیان	506	کالحب فی اللہ کی صفت میں اسوہ حسنہ ہونا
511	درود شریف کی فضیلت	507	ابراہیم علیہ السلام کا اوادہ و حلیم اور نبی ﷺ کا مالک خلق عظیم ہونا
511	حضرت یوسف علیہ السلام	507	ابراہیم علیہ السلام کی دلیل بر قدرت الہی محمد ﷺ کی براہیاء موتی
512	خواب یوسف علیہ السلام و خواب نبی ﷺ	508	حضرت لوط علیہ السلام
512	امراة العزیز اور امراة زیدری اللہ	508	قوم کی جانب سے اخراج لوط علیہ السلام و اخراج محمد ﷺ کی دھمکیاں
	یوسف علیہ السلام کے قتل و اخراج اور نبی ﷺ کے قید، قتل	508	قوم لوط علیہ السلام کا عمل برخباثت، نبی ﷺ کا تحریم خباثت
512	اور اخراج کے مشورے	508	لوط علیہ السلام اور محمد ﷺ کی امداد کے لئے فرشتوں کا نزول
	قطب میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی	509	حضرت اسماعیل علیہ السلام
512	امداد برائے غرباء	509	صدق وعدہ اسماعیل علیہ السلام و تصدیق وعدہ نبوی
513	حضرت شعیب علیہ السلام	509	اسماعیل علیہ السلام اور محمد ﷺ کی اصلاح اہل بیت
513	شعیب علیہ السلام اور محمد ﷺ کے احکام کیل و وزن پر	509	طہارت بیت اللہ اور بیت اللہ کا قبلہ ہونا
513	اخراج امت شعیب علیہ السلام و اخراج مہاجرین بنی النضر	509	حضرت اسحاق علیہ السلام
513	انکار از فہم تعلیم شعیب علیہ السلام و محمد ﷺ		حضرت اسحاق علیہ السلام کا فرزند بشارت ہونا اور
514	سودور باصلوۃ ایمان بعہد شعیب علیہ السلام و محمد ﷺ	509	محمد ﷺ کا بھی فرزند بشارت ہونا



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
519	فتیٰ موسیٰ علیہ السلام اور زید بن النضر کا ہم صفت ہونا	514	حضرت موسیٰ علیہ السلام
520	حضرت الیسع علیہ السلام	514	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یتیم ہونے کا گمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یتیم ہونا
520	خیریت الیسع علیہ السلام امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	514	موسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالفین میں سے سلامت نکلنا
521	حضرت داؤد علیہ السلام	515	دختر شعیب علیہ السلام اور خدیجۃ الکبریٰ فیہما
521	علم داؤد علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	515	تجلی بر موسیٰ علیہ السلام و معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
521	فضیلت داؤد علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	516	تغاقب فرعون کے وقت کلام موسیٰ علیہ السلام
522	ارض موعود پر خلافت مومنین محمدیہ تلمین حدید و تلمین قلوب	516	تغاقب قریش کے وقت حدیث نبوی علیہ السلام
523	حضرت سلیمان علیہ السلام	516	جس کی روایت قرآن میں ہے
523	سلیمان علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غنی	517	تخلف بنی اسرائیل و تخلف اعراب از جہاد بعہد کلیسیا و نبوی اور نتائج انجام اعدائے موسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم
523	ریح السلیمان علیہ السلام و ریحاً و جنوداً محمد صلی اللہ علیہ وسلم	518	شرح صدر موسوی و محمدی
523	حضرت سلیمان علیہ السلام اور جن و انس و طیر	518	وزارت موسیٰ علیہ السلام و رفع وزر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
523	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ مخلوقات	518	رضا پر موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات
525	حضرت یونس علیہ السلام	519	حضرت ہارون علیہ السلام
525	یونس علیہ السلام اور شکم حوت	519	حضرت ہارون علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امام نماز ہونا
525	محمد علیہ السلام اور بطن غار	519	فصاحت ہارون علیہ السلام و فصاحت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
526	تسبیح یونس علیہ السلام و تقدیس محمد صلی اللہ علیہ وسلم	519	جوامع الکلم
526	حضرت ایوب علیہ السلام		
526	صبر ایوب علیہ السلام و صبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم		

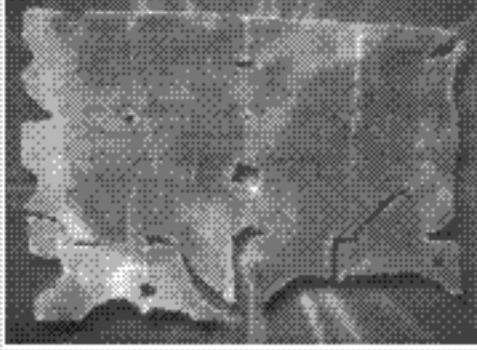


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
532	حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام	527	عبدیت ایوب علیہ السلام اور محمد ﷺ
532	جدہ مسیح علیہ السلام اور نبی ﷺ کی دعا و استعاذہ	527	ایوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کا راجع الی اللہ ہونا
532	مریم علیہ السلام و مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے ماویٰ کا ذکر	528	حضرت زکریا علیہ السلام
533	مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کی عبدیت اور اتیاء کتاب	528	رحمت بر زکریا علیہ السلام و رحمت بر محمد ﷺ
533	مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ اور برکت	528	دعا زکریا علیہ السلام و التجا محمد ﷺ
533	مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کو حکم عبادت تا حیات	528	حضرت یحییٰ علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام کا دعائے زکریا ہونا اور
533	عیسیٰ علیہ السلام اور تائید روح القدس اور محمد ﷺ اور تائید جنود الہی	529	محمد ﷺ کا دعائے ابراہیم ہونا
534	عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مقصد بشارت نبوی ﷺ تھا	529	حضرت یحییٰ علیہ السلام مصدق بکلمۃ اللہ تھے اور محمد ﷺ
535	اسم پاک احمد ﷺ پر احادیث نبوی	529	مصدق لِمَا بَیْنَ يَدَيْهِ
536	اسم پاک احمد ﷺ پر اشعار عرب	530	یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کا سید ہونا
536	قبل از بعثت	530	یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کا حضور ہونا
	اسم پاک احمد پر حضرت حسان بن علیؓ و کعب بن علیؓ کے اشعار		یحییٰ علیہ السلام کو نبی فرمایا گیا اور
537	حیات نبوی ﷺ	531	محمد رسول اللہ ﷺ کو 33 بار نبی کہا گیا
	صحابہ رضی اللہ عنہم اور علی مرتضیٰ و سیدہ فاطمہ کے اشعار اسم	531	یحییٰ علیہ السلام کا اخذ کتاب
538	پاک احمد ﷺ پر بعد از وفات نبوی ﷺ	531	نبی ﷺ کا تعلیم الکتاب
	نبی کریم ﷺ سے پیشتر کسی شخص کا اسم احمد ﷺ	531	یحییٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کی نرم خوئی
539	سے موسوم نہ کرنا	531	یحییٰ علیہ السلام و محمد ﷺ اور زکوٰۃ و ترکی
	بعد از نبی ﷺ اکثر اکابر امت کا اس نام سے موسوم	531	یحییٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ اور صفت تقویٰ
539	ہونا اور 53 مشہور اسماء کی فہرست نبی کریم ﷺ کی شاہد ہیں	532	احسان للوالدین

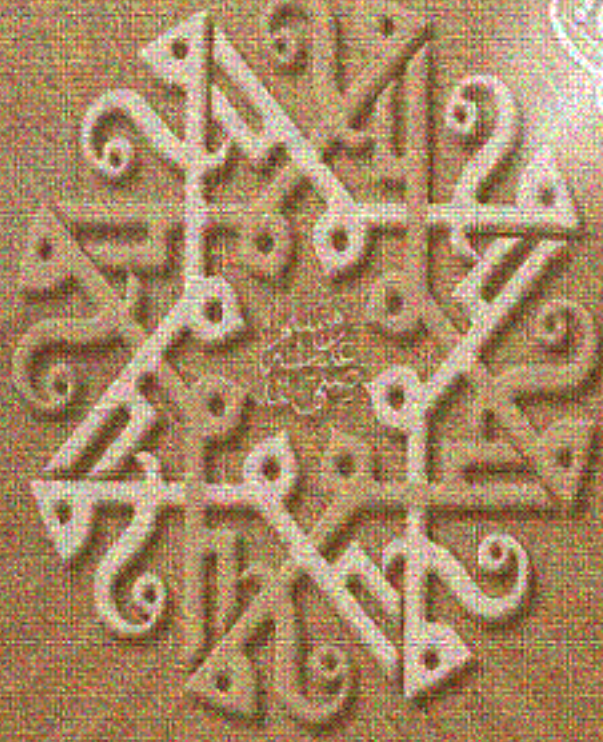


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
555	رحمۃ للعالمین ﷺ جنگ میں بھی رحیمانہ اصول قائم فرماتا ہے	542	نبی ﷺ شاہد ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم والدین کی اطاعت پر	543	نبی ﷺ مبشر و نذیر ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ نے معافی کی فلاسفی ظاہر فرمائی	544	نبی ﷺ داعیاً الی اللہ باذنہ ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ نے زنا کی برائی پر کیسی دلیل پیش کی	546	نبی کریم ﷺ سواجہا منیوہا ہیں
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم حرمت شراب و قمار پر		❖ باب 6 ❖
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت کا عالم کے لئے عام ہونا	548	رحمۃ للعالمین ﷺ
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت اور رافت کا خاص کیلئے خاص ہونا	548	قرآن مجید میں للعالمین کا لفظ کس کس کے لئے ہے؟
	❖ باب 7 ❖	549	نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا قومی امتیازات سے بالاتر ہونا
558	حب النبی ﷺ	550	نبی کریم ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا
558	لفظ عشق کا استعمال قرآن وحدیث میں نہیں ہوا		نبی ﷺ کی رحمت مختلف اقوام پر و نبی کریم ﷺ کی
558	عشق کے لغوی معنی، محبت اور عشق میں فرق	550	رحمت مختلف طبقات پر
559	محبت کی صفت	551	نبی کریم ﷺ کی رحمت یہود پر
561	جو دو سخائے نبوی ﷺ	552	نبی کریم ﷺ کی رحمت عیسائیوں پر
562	عدل وانصاف	553	رحمۃ للعالمین ﷺ اخوت کی تعلیم دیتا ہے
563	نجدت وشجاعت	553	رحمۃ للعالمین ﷺ خالص انصاف کا حکم دیتا ہے
564	تواضع	553	رحمۃ للعالمین ﷺ شہادت کی توثیق فرماتا ہے
565	حیاء	554	رحمۃ للعالمین ﷺ نبوی کا درجہ اور حقوق بتاتا ہے
		554	رحمۃ للعالمین ﷺ انسان کی جان کی قدر و قیمت کا اندازہ ظاہر کرتا ہے

نبی کریم ﷺ کے خطوط کے عکس



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
572	جذباتِ محبت	565	شفقت و رافت
575	کن بزرگوں کی محبت عین محبت نبوی ﷺ ہے	566	عفو و کرم
576	دعائے محبت	567	زہد فی الدنیا
	باب ششم	569	طریقہ نبوی کی جامع حدیث
577	لَتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ	569	عام اخلاق
	دنیا کے مشہور سنین کی تاریخیں اور ہر ایک تاریخ کا سنہ	571	محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بابت عروہ بن مسعود کا بیان
577	ہجری سے تطابق	571	محبت نبوی ﷺ پر زید کا حلفیہ بیان
578	جدول آغاز مشہور سنین نبوت ﷺ	571	عبید اللہ بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ اور محبت نبوی ﷺ
593	قصیدہ در حمدِ باری تعالیٰ	572	ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کی محبت
		572	انس و عثمان وغنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور محبت نبوی ﷺ



دَارُ الْمَدِينَةِ الْعِلْمِيَّةِ



حَمْدُ الْمَلَائِكَةِ

قاضی محمد سلیمان سلمان
منصور پوری

MARKAZ
Al-Hrmain-ul-Islami

GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حرمہ للعائین

حرمہ للعائین

قاضی محمد سلیمان سہیل
منصور پوری

مؤلف
قاضی محمد سلیمان سہیل منصور پوری

تخریج و تعلیق
میان طاہر



مركز القرآن الاسلامی



إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَسُوْرُكَ لَا تَكْفُرُ
بِأَنْتَ الْغَنِيُّ الْغَنِيُّ الْغَنِيُّ

رحمۃ اللعالمین

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلیمان منصور پوری مدظلہ

مترجم و تفسیر

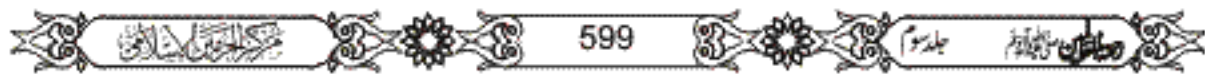
میان طاہر

مركز القرآن ایشیاء



جلد سوم

فہرست آخر میں دیکھیں یا صفحہ نمبر 30 پر جائیں



تقدمہ

”رحمۃ للعالمین“ اور اس کا مصنف

(از جناب علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ)

آج سے بیس (20) سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سیرت نبوی ﷺ کی تجویز اہل ملت کے سامنے پیش کی تھی اس کے جواب میں ہر طرف سے تائید کی آوازیں بلند ہوئیں صرف ایک آواز مخالفت میں اٹھی۔ یہ مولوی انشاء اللہ خاں مرحوم ایڈیٹر ”وطن“ کی آواز تھی۔ انھوں نے لکھا کہ قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ چوں کہ اسکے لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں اس لیے مولانا شبلی رحمہ اللہ کو تکلیف کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد خاموشی سے بیس (20) برس گزر گئے اور دونوں مصنفوں کی تصانیف کی کئی جلدیں ارباب شوق کے سامنے پیش ہوئیں اور دونوں نے قبولیت عامہ حاصل کی۔ پھر یہ کس کو خیال آ سکتا تھا کہ یہ دونوں مصنف آگے پیچھے اس دنیا کو خیر باد کہیں گے اور ان دونوں کے بعد ایک تیسرا شخص آئے گا جو فیوض و برکات کے ان دو مختلف سوتوں کو ملا کر ایک چشمہ بنا دے گا۔ اللہ کے سامنے میں اس کی دی ہوئی عزت پر نازاں ہوں کہ اس نے بزرگوں کی متروکات کی تکمیل کی سعادت میرے حصہ میں رکھی۔

رحمۃ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے 1916ء میں واقف ہوا جب کہ حافظ عبدالحلیم تاجرکانپور نے اپنے وطن بسی میں سرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقع ہے ایک یتیم خانہ کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔ مرحوم اس زمانہ میں ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدے داروں کے ساتھ بسی کے جلسہ میں آئے اور مجھ سے خلوص و محبت سے ملے اور دیر تک بعض پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے چند مناظروں کا ذکر فرماتے رہے۔ یہ طرفین کی محبت کا پہلا ختم تھا جو مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی سرزمین میں ہم دونوں نے بویا۔

مرحوم مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے اور میرے بزرگ تھے مگر ان کی طرف سے انکسار و تواضع نے اور میری طرف سے اعتراف و اقرار نے اس ختم کی آبیاری کی اور رفتہ رفتہ اس درجہ اس میں بالیدگی ہوئی کہ اس شجر طوبی کے سایہ میں ہم نے بارہا آرام پایا۔ ندوۃ العلماء کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یک جا کی نصیب ہوتی۔ ایک دفعہ جب وہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس منو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آ کر ”دارالمصنفین“ میں بھی دوراتیں بسر کیں اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جانا کہ موصوف عامل باللحدیث ہیں۔ ایسے خاموش آئین بالجبر کرنے والے کو آنکھوں نے سب سے پہلی دفعہ دیکھا اور لطف روحانی اٹھایا میں نے حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا: ”یہ تو مدت العمر سے ہے۔“

مرحوم میں روشن خیالی کے ساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یکجا تھی وہ علم کے ملا اور دل کے صوفی تھے۔ صاف ستھرے رہتے تھے تبلیغ کے دلدادہ تھے۔ صلح پسند اور خاکسار تھے علم کی نمائش پسند خاطر نہ تھی اور ان سب سے بالاتر جو وصف

تھا وہ ذات پاک رسالت مآب ﷺ کے ساتھ شفیقتی اور عقیدت تھی۔ دوج کیے اور آخر دوسرے حج میں دیا رحیب ﷺ میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور عبودیت کا سر اس آستانہ اقدس پر اس طرح جھکا یا کہ پھر نہ اٹھایا۔ عشق باطن نے ظاہری نعمت کے ساتھ باطن کی یہ سعادت بخشی کہ اس سرزمین میں ان کو ہمیشہ کے لیے جگہ دی جس کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ان کے رگ رگ کو وابستگی تھی۔

مرحوم نے اسلام کے فضائل اور تفسیر و تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف ”رحمۃ للعالمین“ ہے۔ جس کے دو حصے خود ان کی زندگی میں چھپ چکے تھے۔ اور اب یہ تیسرا حصہ ان کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ اس حصہ کا موضوع اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ قارئین دیکھیں گے کہ ایک عاشق رسول ﷺ کے قلم نے عشق و محبت کے نشہ سرور میں علم و عقل کی فرزانگی اور ہوشیاری کے ساتھ کتنی رسی اور ویدہ درری کی کیا کیا صنعت کاریاں کی ہیں۔ افسوس۔ یہ چشمہ فیض اب ہمیشہ کے لیے خشک ہو گیا مگر مجھے یقین ہے کہ جب تک ہندوستان میں اسلام کا دریا بہرے لیتا رہے گا رحمۃ للعالمین کے یہ کاغذی سفینے مسلمانوں کی سلامتی ایمان کے لیے اس میں چلتے پھرتے تیرتے ابھرتے رہیں گے۔

مرحوم نے رحمۃ للعالمین لکھی اور رب العالمین نے اس دنیا میں اس کو قبول کے شرف سے ممتاز کیا۔ امید ہے کہ اس کی ”رب العالمینی“ اور اس کے رسول ﷺ کی ”رحمۃ للعالمینی“ دوسری دنیا میں بھی اس کی چارہ نوازی کرے گی۔

”رحمۃ للعالمین“ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو توراۃ اور انجیل پر کمال عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے اس کی پوری واقفیت تھی۔ اسی بنا پر اس کی یہ کتاب ان معلومات کا پورا خزانہ ہے۔

پیش نظر حصہ کہنے کو خاص اٹھ محمدی ﷺ کے بیان میں ہے مگر درحقیقت اس میں اسلام کے ان امتیازات اور خصوصیات کا خاکہ ہے جس کی بنا پر اس کو ”دین کامل“ کا خطاب ملا ہے۔ اس طرح اس میں آنحضرت ﷺ کے وہ فضائل و محامد درج ہیں جن کی بنا پر آپ ﷺ کو خاتم النبیین اور مکمل دین کا پرفخر خطاب باری تعالیٰ سے عطا ہوا ہے۔ مصنف کے دلائل ایسے دلنشین اور طرز ادا ایسا متین ہے کہ اس کی یہ تصنیف ہر صاحب ذوق کے لیے باعث تسکین ہو سکتی ہے۔ زمانہ حال نے خیالات میں جو تغیر اور طریق تبلیغ میں انقلاب پیدا کیا ہے۔ مصنف مرحوم نے اس کی پوری نگہداشت کی ہے اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الوفاء والقیات و السلام کے وہ تمام امتیازات اور محاسن جو اس دور میں کسی حیثیت سے بھی پیش کرنے کے لائق تھے مرحوم نے ان کا پورا استقصا کیا ہے اور کہیں سے کسی کارآمد نکتہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔

مناظرانہ طریق تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا سخت مشکل کام ہے مگر جس طرح خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس وصف میں ممتاز تھے اسی طرح ان کی یہ تصنیف بھی اس وصف میں امتیاز خاص رکھتی ہے۔ پوری کتاب مناظرانہ اور احقاق حق کی رودادوں سے لبریز ہے تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا۔ ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ [المائدہ: 54]

اگر اس دنیا کی مقبولیت سے اس دنیا کے اجر جزیل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے تو یہ کہنے میں قلم کو ہاک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے جلائل اعمال میں اس تصنیف کا شمار ہوا ہوگا اور غالباً یہی ان کا ایک کام ان کی مغفرت اور نجات کے لیے کافی ہوگا۔

کتاب کے دو پہلے حصوں نے عام قارئین کے علاوہ اسلامی مدارس و مکاتب میں درس کی حیثیت سے بھی جگہ پائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ حصہ بھی اسی قدر مقبول ہوگا اور عام مسلمان اور طلبہ اس کے مضامین سے مستفید اور اس کے مطالب سے بہرہ مند ہوں گے۔

کسی مصنف کی یہ خوش قسمتی کیا کم ہے کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے قلم کا خیر جاری رہے۔ انسان فانی ہے مگر اس کا عمل باقی ہے۔ مرحوم مصنف خاک کے کسی گوشہ میں آسودہ ہے مگر اس کے ہاتھ کی جنبش نے کاغذ کے صفحات پر اخلاص و نیاز کے ساتھ جو گلکاریاں کی ہیں اس کی بہارانِ شفاء اللہ سدا قائم رہے گی اور اس کی خوشبو ایمان کے مشامِ جاں کو ہمیشہ معطر رکھے گی۔

قارئین میرے ساتھ دستِ پدعا ہوں کہ مرحوم کو رضائے الہی کی بہشتِ جاوید میں درجاتِ عالیات نصیب ہوں کہ اس کے قلمی احسانات کا ہماری طرف سے یہی زبانی شکر یہ ہو سکتا ہے۔

والسلام
سید سلیمان ندوی (رحمۃ اللہ علیہ)

29۔ محرم 1352ھ





لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ وَاللَّهُ الْمُرْسَلِينَ - قِيَوْمَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِينَ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الْمَبْعُوثُ بِالصِّدْقِ وَالنُّورِ الْمُبِينِ وَرَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ - فَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَخُلَفَائِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ - آمِينَ اللَّهُ الْحَقُّ آمِينَ - آمَنَّا بَعْدُ:

قارئین کی خدمت میں کتاب رحمۃ للعالمین کی یہ جلد سوم نہایت ادب سے پیش کی جاتی ہے۔ اس جلد کے مضامین عرصہ ہوا کہ قلم بند کیے جا چکے تھے، لیکن میرٹ نگار کے بیمار ہو جانے سے فراہمی و ترتیب مضامین میں تاخیر پڑتا خیر ہوتی رہی۔

احباب کا شوق اور تقاضے اور راقم الحروف کی ندامت بڑھتی رہی۔ اب ان مضامین کو فراہم کر دیا گیا ہے، لازم تھا کہ نظر ثانی کر لی جاتی، مگر سفر حج کا داعیہ پیدا ہوا اور یہ ضروری کام رہ گیا۔ اب تو کلا علی اللہ روانگی سفر مبارک سے پیشتر ان اوراق کو مطبع میں روانہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے۔

قبل ازیں اس کتاب کی جلد اول اور دوم شائع ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو قبولیت عام ان کتابوں کو عطا فرمائی ہے وہ محض اس کا فضل خاص ہے۔

بندہ مستمند نقشب نگار حروف چند کے فہم و تصور سے بالاتر تھا کہ یہ کتاب مدارس اسلامیہ کے نصاب درسیہ میں داخل کی جائے گی۔ اور جامعہ عثمانیہ دکن، جامع عباسیہ بہاول پور و ندوۃ العلماء لکھنؤ و یوہند و حمایت اسلام لاہور کے صاحبان فضل و کمال ان کتابوں کو جزو تعلیم قرار دیں گے اور جملہ مدارس ثانویہ اسلامیہ میں اس کی تدریس لازمی قرار دی جائے گی۔

امید ہے کہ اب قیام العلوم اس جلد سوم کو بھی حسن قبول کے شرف سے مشرف فرمائے گا اور بزرگان دین و علمائے صدق اس کتاب کا ملاحظہ مر بیانا التفات سے کریں گے۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [البقرة: 127]

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِإِحْيَىٰ وَادْخُلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾

..... خاکسار

محمد سلیمان سلمان منصور پوری (رحمۃ اللہ علیہ) (پناب) (پاپ)

[1] مصنف رحمۃ للعالمین رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ یہی تھا مگر افسوس کہ پورا نہ ہو سکا اور آپ مسودہ نظر ثانی کے لیے اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ چنانچہ ریل اور جہاز میں یہی کام کرتے رہے اور چند نئے ابواب کا اضافہ بھی کر دیا اور مکہ معظمہ پہنچنے تک اسے ہاتھ لکھ کر دیا۔ واپسی پر جہاز میں آپ کا وصال ہو گیا اور یہ مسودہ کچھ عرصہ تک آپ کے اسباب میں ہی بند پڑا رہا۔ الحمد للہ! کتب زیر طبع سے مزین ہو کر نذر قارئین ہو رہا ہے۔

خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق متقدمین کی بھی چند کتابیں ہیں، جو اسی زمانہ کے ایک خاص گروہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے موزوں کہی جاسکتی ہیں۔

مع ہذا جو کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے، اس کو دہرانا متلاشیان مزید کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔

خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر پوری وسعت کے ساتھ لکھا جائے تو ایک ضخیم دفتر بن جائے، لہذا جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ صرف ”ما حضر“ کے تحت میں ہے۔ خصائص کا استنباط زیادہ تر آیات قرآنیہ سے کیا گیا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے حبیب کی خصوصیات کا جاننے والا اور وہی اس کفر مخفی کی مفتاح فرمانے والا ہے۔

کمی علم یا سو فہم کی وجہ سے جو غلطی مجھ سے ہوئی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے: اول خصوصیات وجود گرامی۔ دوم خصوصیات نبوت، جس کے فیضان میں عالم و عالمیان بھی داخل ہیں۔ آخر میں ایک حدیث پاک سے طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیح کی گئی ہے۔ نیز اسمائے مبارکہ میں چند اسماء عالیہ کے معانی لکھ کر باب ہذا کو ختم کیا گیا ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

خصوصیات وجود گرامی

خصوصیت نمبر 1

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ﴾ [الحج: 29] ”محمد اللہ کے رسول ہیں“

آیت بالا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب بھی بتایا گیا ہے۔ ہر دو اعتبار سے آیت بالا خصوصیات نبویہ کا مظہر ہے۔

① نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کے اظہار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہمایوں (بارکات) بھی اپنے اندر خصوصیت رکھتا ہے۔

واضح ہو کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں کسی نبی کا نام بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ وہ نام ہی اپنے مسخ کے کمالات نبوت کا شاہد عدل ہو،

بطور نمونہ چند اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے:

- آدم علیہ السلام: کے معنی گندم گوں ہیں۔ ابو البشر کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔
- نوح علیہ السلام: کے معنی آرام ہیں، باپ نے ان کو آرام و راحت کا موجب قرار دیا۔
- اسحاق علیہ السلام: کے معنی ضاحک، یعنی ہنسنے والا ہیں۔ ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔
- یعقوب علیہ السلام: پیچھے آنے والا، یہ اپنے بھائی یسو کے ساتھ تو آم پیدا ہوئے۔
- موسیٰ علیہ السلام: پانی سے نکالا ہوا، جب ان کا صندوق پانی میں سے نکالا گیا، تب یہ نام رکھا گیا۔

- مکی علیہ السلام: عمر وراز۔ بوڑھے ماں باپ کی بہترین آرزوؤں کا ترجمان۔
- عیسیٰ علیہ السلام: سرخ رنگ۔ چہرہ گللوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔
- اسمائے بالا کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو کہ وہ کس طرح مستی کی عظمت روحانی یا نبوت کی طرف ذرا سی بھی اشارت نہیں رکھتے۔ مگر اسم محمد ﷺ کی شان خاص ہے:
- حضور کا ذاتی نام محمد ﷺ بھی ہے اور احمد ﷺ بھی ہے۔ ہر دو اسمائے ذاتی میں وحدت مادہ موجود ہے۔ یعنی حمد سے بنے ہیں۔ اب معنی ”حمد“ کا سمجھنا ضروری ہوا۔
- ثناء و تکریم: رفعت شان و رفعت ذکر اور اتلزام جو دو عطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجہ اعلیٰ ذات پاک سبحانی میں پائی جاتی ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا حرف لام یہی بتا رہا ہے۔ اور اسم پاک ”حَمِید“ بھی اسی راز کا انکشاف کرتا ہے۔
- سیدنا حسان المؤمنین روح القدس ﷺ نے اپنے قصیدہ کے مشہور بیت میں گویا اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔
- وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِجَلَّہٗ قَدْرُ الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَ هٰذَا مَحْمَدٌ
- مُحَمَّدٌ: حَمْدٌ (مضاعف) سے مبالغہ کے لیے ہے۔ یہ اس لیے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں۔ ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں۔ یہ اس لیے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں۔
- ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں۔ زمرہ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں اور اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں، جو لوگ حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھتے وہ بھی ان سببائے شیم کے مداح ہیں جن کا لزوم و ثبوت حضور ﷺ کے نام کے معنی اور حضور ﷺ کی ذات گرامی سے بدرجہ اتم ہے۔
- ہاں! حضور ﷺ ہی ”مقام محمود“ والے ہیں اور ”لواء الحمد“ حضور ﷺ ہی کے رایت شاہی کا نام ہے۔ حضور ﷺ کی امت کا نام بھی انہی مناسبات سے ”حمادون“ ہے۔
- محمد و احمد کے معانی میں الگ الگ فرق یہ ہے کہ محمد ﷺ وہ ہے جس کی حمد و نعت جملہ اہل الارض و السماء نے سب سے بڑھ کر کی ہو اور احمد ﷺ وہ ہے جس نے رب السموات و الارض کی حمد و ثنا جملہ اہل الارض و السموات سے بڑھ کر کی ہو۔ لہذا اسم پاک علم بھی ہے اور صفت بھی ہے۔ وہ اپنے معانی کے اعتبار سے کمالات نبوت پر دال ہے اور مدلول بھی۔
- یہ خصوصیت ہے جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء ساکت و خاموش ہیں۔
- ② اسم پاک کے ساتھ رَسُوْلُ اللہ کا علم بھی سورہ الفتح آیت 29، آل عمران آیت 144 میں موجود ہے۔
- رسول بروزن فعل بمعنی مرسل ہے۔ اللہ کی طرف مضاعف ہونے سے اس کے معنی یہ ہو گئے ہیں کہ اس کی رسالت صرف منجانب اللہ ہے۔ وہ کسی دوسرے کا پیغام نہیں سناتا اور کسی دوسرے کی بات پہنچاتا اس کی شان سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ جہاں یہ لفظ بہ شکل مضاعف قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہوا وہاں معرف باللام مستعمل ہوا ہے اور اسی تخصیص کا عرفان دیتا ہے۔
- آیت ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ...﴾ [الفتح: 29] اور آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَّسُوْلٌ﴾ [آل عمران: 144] کی تزیل

سے آشکارا ہو گیا کہ فرقان حمید میں جہاں کہیں بھی ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ [النساء: 59] کی وحی موجود ہے اور حقیقی آیات اس کے ہم معنی پائی جاتی ہیں ان سے حضور ﷺ ہی کی ذات بابرکات مقصود ہے اور حضور ہی کو رب العالمین نے مطاع عالم اور سید الانبیاء والامم مقرر فرمایا ہے۔

یہ مسئلہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جملہ اہل اسلام کا ایمان رہا ہے، مگر ہمارے زمانہ میں یہ عقیدہ محدث ایجاد کیا گیا ہے کہ رسول سے مراد آیات الہیہ میں خود قرآن ہے۔ لہذا اطاعت قرآن فرض ہے اور اطاعت محمد ﷺ فرض نہیں۔ آیت ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ (جوزیب عنوان ہے) کی مناسبت سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید سے اس مسئلہ کا حل کیا جائے۔

اہل ایمان کو تدبر قرآن سے صاف طور پر واضح ہو جائے گا کہ لفظ رسول کا اطلاق صرف انبیاء کرام پر یا ان ملائکہ پر جو رسالت کا کام سرانجام دیتے تھے، فرمایا گیا ہے، لیکن لفظ رسول کا اطلاق کسی کتاب پر بھی نہیں ہوا۔ آیات ذیل پر غور کرو:

□ حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے:

﴿يَقَوْمِ لَيْسَ بِيْ حَلَّالَةٌ وَلَكِنِّيْ رَّسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [الاعراف: 61]
 ”اے قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں، میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔“

□ حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے:

﴿يَقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَّاهَةٌ وَلَكِنِّيْ رَّسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [الاعراف: 67]
 ”اے قوم! مجھ میں نادانی کی کوئی بات نہیں، میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔“

□ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے:

﴿وَقَالَ مُوسٰى يَا فِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَّسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [الاعراف: 104]
 ”موسیٰ نے کہا: اے فرعون میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔“

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ یَقَوْمِہٖ یَقُوْم لِمَ تُوَدُّوْنِیْ وَ قَدْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ﴾ [الغف: 5]
 ”جب موسیٰ نے کہا: اے میری قوم، مجھے کیوں ایذا دیتے ہو، تم تو جان چکے ہو کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں۔“

□ حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے:

﴿اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ [النساء: 171]
 ”سو اس کے نہیں مسیح عیسیٰ علیہ السلام بن مریم اللہ کا رسول ہے۔“

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَّسُوْلٌ﴾ [المائدہ: 75]
 ”مسیح بن مریم تو صرف رسول ہیں۔“

﴿وَ اِذْ قَالَ عِیْسٰی بَنُ مَرْیَمَ يَا بَنِیْ اِسْرٰئِیْلَ اِنِّیْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ﴾ [الغف: 6]
 ”عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ میں تمہارے لیے اللہ کا رسول ہوں۔“

حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان سے:

﴿قَالَ إِنَّمَا رَسُولُ رَبِّكَ﴾ [مریم: 19]

(مریم سے جبریل نے) کہا میں تیرے رب کا رسول ہوں۔

آیات بالا سے ہوتا ہے کہ سیدنا نوح و ہود و موسیٰ و عیسیٰ اور جبریل علیہ السلام کو قرآن مجید میں رسول بتایا گیا ہے۔ فیصلہ طلب امر یہ رہ جاتا ہے کہ سیدنا و مولانا محمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول ہی فرمایا گیا ہے۔ تو پھر کیوں دیگر انبیاء کے ساتھ رسول بہ معنی پیغمبر سمجھا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔ ذیل میں وہ آیات درج ہیں جن سے کلمہ رسول اللہ کا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ثابت ہے، وہاں تاویلاً بھی کسی کتاب سے مراد نہیں ہو سکتی۔

① ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ﴾ [التج: 27]

”اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ٹھیک ٹھیک سچا کر دکھایا۔“

یہ ظاہر ہے کہ خواب دیکھنا انسان کا کام ہے، الکتاب کا نہیں۔ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا قرآن مجید نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔

② ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ﴾ [المنافقون: 1]

”جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری شہادت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تو جانتا ہی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

منافقوں کا آنا جانا دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا۔ وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہے۔ تین جگہ حرف ”ک“ خطاب موجود ہے۔

③ ﴿بَلْ كُنْتُمْ أَنْ لَنْ يَتَقَلَّبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ﴾ [التج: 12]

”ہاں! تمہارے گمان تو یہ تھے کہ رسول اور ایمان والے لوٹ کر اپنے اپنے کنہوں میں نہیں آئیں گے۔“

جانا لوٹ آنا، جانا، کنبہ دار ہونا، یہ صفات قرآن کے ہو سکتے ہیں؟ غور کرو کہ رسول کو یہاں کنبہ دار صاحب اہل و عیال بھی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ دیگر مومنین کو بھی کنبہ دار کہا گیا۔

اس سے آگے بڑھو تو ایسی آیات بھی ملیں گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بہ شمول ذکر قرآن پاک ہے۔

④ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ [المائدہ: 67]

”اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے۔“

یقیناً قرآن مجید میں ﴿مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ ہے اور سیدنا محمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم وہ رسول ہیں جو آیت بالا کے مخاطب ہیں جسے بَلِّغ فرمایا وہ فرض تبلیغ ان پر عائد کیا گیا ہے۔ ہاں یہ بھی غور کرو کہ إِلَيْكَ کا مخاطب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون ہے جس پر نزول قرآن ہوا۔

⑤ ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ [البقرہ: 151]

”ہم نے اپنا رسول تم میں بھیجا ہے جو تم میں سے ہے، وہ ہماری آیات تم پر پڑھتا ہے۔“

آیاتنا تو قرآن مجید ہی ہے۔ اب اَرْسَلْنَا رَسُوْلًا کا مصداق کون ٹھہرا۔ وہ مِنْكُمْ والا کون ہے جسے قریش میں حسب و نسب بھی حاصل ہے۔ کلام اللہ المنان تو کسی حسب و نسب کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ [انبیاء: 128]

”شاندار رسول تمہارے پاس آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔“

قرآن مجید کی ایسی کوئی شخصیت ہے جو نوع بشر کے ساتھ مشارکت بھی رکھتی ہے۔ المختصر قرآن پاک نے نبی ﷺ کا اسم و علم بیان فرمانے کے بعد حضور ﷺ کا رسول ہونا اور پھر بحکم الہی مطاع اور مفترض الطاعت ہونا ظاہر کر دیا، مگر قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی الْقُرْآنُ رَسُوْلُ اللہ موجود نہیں ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نہایت جزم و قطعیت کے ساتھ بتلا دیا کہ سیدنا و مولانا محمد ﷺ ہی وہ رسول پاک ہیں جن کا اتباع فرض ہے اور وہی کل عالم و عالمیان کے مخدوم و مطاع ہیں۔

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [النساء: 64]

”ہم نے ہر ایک رسول کو اس لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت ہمارے اذن سے کی جائے۔“

کا طغرا حضور ﷺ ہی کے لیے ہے اور

﴿وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء: 80]

”جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

کا فرمان واجب الاذعان حضور ﷺ ہی کے احترام و احتشام میں نفاذ پذیر ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے حضور ﷺ کی شان بلند کو نہایت ارفع و اعلیٰ ثابت کر دیا ہے۔

جملہ آیات بالا سے ثابت ہو گیا کہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ وہی عبد اللہ کا فرزند، آمنہ کا جایا، مکی المدنی، الای، الباشمی، القرشی، الکنانی، العدنانی، فخر اسماعیل ذبیح اللہ، دعائے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور بشارت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں۔

جن کی اطاعت عالم و عالمیان پر تا انقراض عالم و عالمیان فرض عین ہے اور یہ امر حضور ﷺ کی خصوصیت ہے۔

خصوصیت نمبر 2

﴿رَسُوْلًا مِّنْكُمْ﴾ [البقرہ: 151]

”وہ رسول تم میں سے ہے“

یہاں مِنْكُمْ کے مخاطب قریش مکہ بھی ہیں جو سارے عرب میں مخدوم و مطاع مانے جاتے تھے، نیز اس کے مخاطب جملہ بنی نوع انسان بھی ہیں۔

لہذا قابل غور ہے کہ مِنْكُمْ فرمانے میں کیا خوبی و مصلحت ہے؟

واضح ہو کہ حضور ﷺ سے بیشتر دنیا کی مشہور مشہور ائمہ نے اپنے اپنے مقتداؤں کو جنس انسانی سے بالاتر ہونے کی عزت دے رکھی تھی۔

ہندوؤں میں بتیس (32) کے قریب ایسے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ ”اوتار“ کا خطاب لگا ہوا ہے۔ اوتار کے معنی ہیں کہ خود خدا منش (انسان) کے چولے میں آیا۔ یعنی ایشر نے تشکل مادی اختیار کر کے جامہ مخلوق پہن لیا ہے اور پھر انسان یا شیر یا خوک (خنزیر) یا کچھو وغیرہ بن کر اپنی قدرت الوہیت کے نمونے ظاہر کیے۔

عیسائیوں نے بھی مسیح علیہ السلام کو اوتاری کا درجہ دیا۔

اہل تبت نے دلائی لامہ کو خالقیت کی مسند پر بٹھلایا۔

اہل انگلستان نے کنگ آرثر (King Arthur) کی کرسی کو معصوم و غیر معصوم کی شناخت کا آلہ ٹھہرایا۔

اہل ناروے کا دو ڈن بت صدیوں تک یورپ کا خدا بنا رہا۔

تاتاریوں نے بھی الخوارزمیہ کے مجہول النسب بیٹوں کو فرزند ان نور قرار دیا۔

زنان مصر نے بھی جمال یوسفی دیکھا تو جھٹ ان کے بشر ہونے کی نفی کر کے ان کو فرشتہ بزرگ کا لقب دیا۔

ان حالات میں ایک سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو اس حقیقت کا انکشاف فرماتے ہیں اور بشریت کو مخلوقیت کا برترین درجہ قرار دے کر خود کو بشر بتلاتے ہیں۔

اسی پاک لفظ ”مِنْكُمْ“ نے ایک طرف انسان کا اَشْرَفُ مَآئِیْنَ ہونا بتلایا اور دوسری جانب ان کو تہ بنیوں کو نظر بلند پرواز کا ہم عنان بنایا۔ توہمات کے بادل چھٹ گئے، ظنون و ادہام کا پردہ پھٹ گیا، نادانانہ قنیت کا حجاب اٹھ گیا اور نقوش حقیقت لوح قلب پر جاگزیں ہوا کہ ہر ایک انسان اپنے اعلیٰ ترین کمالات اور اقدار فوق الطبیعات کو رکھتا ہوا بھی بشر ہی ہوتا ہے۔

سیدنا مولا محمد رسول اللہ ﷺ اس لیے سر و کائنات ہیں کہ کمالات عہدیت کا اتمام و احتشام حضور ہی کے عنصر شریف بشریت پر ہوا۔

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر نبی ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوا دیا گیا ہے:

﴿هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ [نہی اسرائیل: 93]

”نہیں ہوں میں مگر بشر رسول۔“

پس ”مِنْكُمْ“ نے درجہ بشریت کو بالا بنا دیا ہے اور نبی ﷺ کی ذات ہمایوں کو کوتاہ بنیوں کی خیالی توجیہات سے ارفع و اعلیٰ

ثابت کیا ہے، جس سے حضور ﷺ کا رسول رب العالمین اور مبشر و معین ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

خصوصیت نمبر 3

﴿عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [انعام: 113]

(تجھے علم سکھایا ان چیزوں کا جن کا تجھے علم نہ تھا)

قرآن مجید کی آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نہ پڑھنا جانتے تھے اور نہ لکھنا جانتے تھے۔

اب لفظ عَلَّمَكَ ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم دی تھی۔

[3] شوپن ہارٹر (Schopenhauer Arthur) مشہور جرمن فلسفی 1788-1860ء

دنیا میں شاگرد کو تعلیم قوت شنوائی و بینائی یعنی حیات کے ذریعہ سے دی جاتی ہے۔ پھر جب یہ تعلیم حواس انسانی میں قیام پذیر ہو جاتی ہے تو اس کا نام ”تعلیم پاجانا“ رکھا جاتا ہے۔
انبیاء کی تعلیم ان کے قلب سے شروع ہوتی ہے ﴿أَنْزَلْنَاهُ عَلَى قَلْبِكَ﴾ لہذا اللہ کی تعلیم دینے اور بندہ کی تعلیم دینے میں بڑا نمایاں تفاوت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿سَنُقَرِّئُكَ فَلَا تَنْسَى﴾ [الاعلى: 6] ”ہم تجھے پڑھائیں گے اور پھر تو نہ بھولے گا۔“

تعلیم ربانی کا نسیان سے برتر ہونا وہ خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی معلم یا معلم میں نہیں پائی جاسکتی۔ جب ہم قرآن پاک پر تدبر کی نگاہ ڈالتے ہیں اور احادیث پاک کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں احوال ماضیہ بھی موجود ہیں اور اخبار مستقبلہ بھی مذکور ہیں اور عہد حال کے احکام بھی بکثرت ہیں۔ تب یقین ہو جاتا ہے کہ نبی الائی کو ٹھیک اللہ تعالیٰ ہی سے تعلیم ملی تھی جو ماضی و حال و استقبال کا علم رکھنے والا ہے۔

نبی ﷺ کے لیے یہ خصوصیت نہایت خاص ہے کہ ایسی قوم میں پیدا ہوئے جن کو ان پڑھ ہونے پر فخر تھا۔ ایسے ملک میں پیدا ہوئے جو ممالک متدنہ سے بالکل الگ تھلگ ہے، پھر چالیس (40) سال تک حضور ﷺ کی زبان تعلیم و تعلم سے نا آشنا ہی رہی۔

لیکن جب رب العالمین نے حضور ﷺ کو اپنے تلمذ میں لیا تو حضور ﷺ نے جملہ علوم و معارف اور حقائق و معانی کے دفتر کے دفتر کھول دیئے۔ آیت اولین:

﴿أَفْرَأَيْكُمْ بِمَنْ وَّكَى الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ [العلق: 1-3]

”پڑھا اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔“

پڑگاہ ڈالیں کہ حضور ﷺ کی الف۔ با۔ تا۔ کی حقیقت خلقت انسانی سے شروع ہوتی ہے اور یہ وہ مسئلہ دقیق ہے جس میں مشی فلسفی بھی حیران ہیں۔

لہذا آیت بالا حضور ﷺ کی خصوصیت کی مظہر ہے۔

خصوصیت نمبر 4

﴿الَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [المشرح: 1]

”کیا ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھولا۔“

شرح صدر کے متعلق ایک روایت ہے جسے صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کا تعلق نبی ﷺ کے عالم صغریٰ سے ہے، جب کہ حضور ﷺ دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ میں تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے سینہ مبارک میں اثر محیط بھی دیکھے تھے۔
شرح صدر کے متعلق دوسری روایت صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن مالک بن صعصعہ والی ہے جس میں شق صدر شب

معراج کو بمقام حطیم ہوا تھا۔ [1]

قرآن مجید میں جس شرح صدر کا مذکور ہے۔ وہ روایات بالا کی تصدیق فرماتا ہے اور ہاں ہم وسیع تر معانی کا بھی اظہار کرتا ہے۔ آیات ذیل پر غور کرو۔

[1] ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ [النعام: 125]
”جس شخص کو اللہ راہ راست دکھانا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس شخص کی گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے۔“

[2] ﴿أَقَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ﴾ [الزمر: 22]

”بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔“

[3] ﴿وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ﴾ [النحل: 106]

”لیکن جن کا سینہ کفر کے لیے کھلا ہے، ان پر اللہ کا غضب ہے۔“

[4] ﴿وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي﴾ [الشعراء: 14]

”میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان رواں نہیں۔“

[5] ﴿قَالَ رَبِّ شَرِّحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي﴾ [طہ: 25-26]

”کہا: اے رب میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو آسان بنا دے۔“

□ آیت اول میں شرح صدر اسی حالت کو فرمایا گیا ہے جب ہدایت الہی توفیق راہ اور رفیق سالک ہو جاتی ہے اور سینہ میں دین صحیح کا شوق جوش زن ہوتا ہے۔

□ آیت دوم میں ہے کہ رغبت صحیحہ اور شوق اصلیہ کے بعد دین حقہ حاصل ہو جاتا ہے اور پھر برکات دین کے انوار کا حصول ہوتا ہے۔
□ آیت سوم میں ہے کہ جس شخص کا رجحان و میلان بہ جانب کفر ہوتا ہے وہی شرح بالکفر کا مصداق ٹھہرتا اور غضب الہی کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

□ آیت چہارم و پنجم موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں جب ان کو تبلیغ و انداز کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا، تب انھوں نے اسی خدمت کو خوف و ہراس سے دیکھا اور عرض کیا کہ میرا سینہ اس بار خدمت سے بھنچا جاتا ہے۔ اس حالت نے جرأت کو پیچھے ہٹا دیا۔ جب ان کو اطمینان مزید منجانب اللہ عطا فرمایا گیا تب انھوں نے آیت پنجم والی دعا کا استعمال کیا۔

■ شیخ گاندہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ صداقت و حقانیت کا غلبہ ہو جائے اور قلب کو وہ اطمینان کلی مل جائے جو ہدایت و نور تک فائز ہو جانے کے لیے کافی ہو۔

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ ابلاغ و انداز کے لیے ہمت عالی اور عزیمت راسخ اور استقامت محکم حاصل ہو، کسی بادشاہ جبروت، کسی کافر کی فرعونیت کا رعب سینہ صافی پر سایہ قلع نہ ہو سکے۔ اپنی تنہائی، بے کسی، بے سروسامانی کا خیال بھی اٹھ جائے۔

اب آیت زینت عنوان کو سیدنا مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کے ساتھ ملا کر پڑھو کہ جب حضور کو ﴿قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ کا فرمان ملا تو حضور ﷺ نے کوئی عذر نہیں کیا، کسی خوف و ہراس کا اظہار نہیں فرمایا تکذیب کا خوف، قتل کا ڈر قلب پاک کے نزدیک بھی نہ آ سکے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تو ایک فرعون کے پاس جانا تھا لیکن نبی ﷺ کے معاندین میں سینکڑوں فرعون طینت تھے۔ فرعون تو ایک حکومت منظمہ کا حکمران تھا، اس لیے اس قتل موسیٰ علیہ السلام کو باضابطہ کونسل میں پیش کر دیا تھا۔

﴿قَالَ لِلْمَلَآئِكَةِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝

قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ﴾ [اشعراء، 34-35]

”فرعون نے اپنے ارد گرد کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ تم لوگوں کو جادو کی

طاقت سے تمہارے ملک سے نکال دے۔ اب تم بتلاؤ کہ مشورہ کیا ہے؟“

سرداروں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو مہلت دے۔

مگر عرب کے سفاک و خونریز نہ تو کسی کونسل (Council) کی رائے کے پابند تھے اور نہ کسی سے مشورت کرنے کے روادار۔

نبی ﷺ حکم ملتے ہی فوراً انذار و تبلیغ کے لیے اٹھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وہ سیدہ جواب تک علوم درسیہ سے خالی تھا، نور و معرفت کا خزینہ اور ہدایت و عرفان کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ ہزاراں در ہزار علوم و

حکمت کے رموز و اسرار اس سے نکلنے اور اہل دنیا کے دنی کو ظلمات سے نور میں لانے کا سبب ٹھہرتے ہیں۔

آیات قرآنیہ پر تدبر کرنے والا جب دیکھے گا کہ شرح صدر وہ مقام رفیع ہے، جس کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو خود طلب مسالت

کرنی پڑی اور نبی ﷺ کو قتل از سوال یہ عطیہ ہوا اور پھر خود رب العالمین نے حضور ﷺ سے اس کی تصدیق کا سوال بطور استفہام

تقریری فرمایا۔ تو واضح ہو جاتا ہے کہ آیت بالا میں نبی کریم ﷺ کی خصوصیت علیا کا اظہار فرمایا گیا ہے

خصوصیت نمبر 5

﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ﴾ [المشرع: 12]

”ہم نے تیرے بوجھ کو تجھ سے اتار دیا۔“

”وِزْر“ بارگراں کو کہتے ہیں۔ حَمْلٌ وِزْرٌ کسی دوسرے کو بارگراں سے سبکدوش کر کے خود اس کی ذمہ داری کو لے لینا ہے۔

انہی معنی میں ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ ”کوئی گناہگار کسی دوسرے گناہگار کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔“

وزیر: وہ عہدہ دار ہے جو سلطنت کی تمام ذمہ داریوں کا مرجع ہوتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام پر جب بار نبوت ڈالا گیا تو انھوں نے دعا کی تھی۔

﴿وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي﴾ [طہ: 29-30]

”میرے کنبہ میں سے ایک کو میرا وزیر بنادے۔ میرا بھائی ہارون اس منصب کا شایان ہے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ فرائض نبوت کی ادائیگی کچھ آسان نہ تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے تو پہلے ہی دن وزیر ملنے کی درخواست کر دی تھی، مگر نبی کریم ﷺ نے اس میدان میں ایک وجہ اقدم رکھا تھا اور آفتاب عالم تاب کی طرح فضا میں چھائے ہوئے تاروں کی کثرت پر یا عالم پر طاری شدہ گہری ظلمت پر نظر نہ کرتے ہوئے بذات واحد علم تو حید اور راہیت تبلیغ کو بلند فرمایا تھا۔ اس ایثار و بے جگری اور اس اطاعت و فرماں برداری کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خود حضور ﷺ کی اعانت فرماتا اور حضور ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔

زبان عرب میں موازرت بہ معنی معاونت مستعمل ہے۔ وَازَرْتُ فَلَانًا مَوَازَرَةً کے معنی ہیں اَعْنَتُهُ، عَلٰی اَمْرِهِ یعنی اس کام میں مدد کی۔

وہ بوجھ کیا تھا؟ مفسرین کے اقوال متعدد ہیں اور یہ ضروری ہے کہ بعض کو بعض پر ترجیح ہو۔ ترتیب کلام پر نظر غائر ڈالو۔ یہ آیت ﴿الَمْ نُنْشِرْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [الم نشر: 1] اور ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [الم نشر: 4] کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ لہذا یہ زیادہ موزوں ہے کہ اس آیت کا زمانہ بھی ہر دو حالتوں کے درمیان میں ہو۔

اس وزر کا اندازہ مندرجہ ذیل آیات سے ہو سکتا ہے:

﴿لَعَلَّكَ بِاَيْحَ نَفْسِكَ اَنْ لَا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [اشعر: 3]

”کیا تم اپنی جان کو ان کی اس حالت پر ہلاک کر دو گے۔“

﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ [ہن: 76]

”ان کی باتوں سے آپ کے دل پر صدمہ نہ ہونا چاہیے۔ ہم ان کی چھپی اور کھلی حالت کو خوب جانتے ہیں۔“

اہل ضلالت کا کفر و م شرک پر جمود، دلائل سمعیہ و براہین بصریہ پر التفات سے انکار، عقیدہ آباء پر اصرار، تحقیق حق سے فرار، فواحش کی کثرت، ابا طیل کی اشاعت، انسانیت کا فقدان، سبعیت کا زور، یہ سب وہ امور تھے جن کا سننا دیکھنا حضور ﷺ پر بار خاطر تھا۔ قوم کا ایسی نجاسات میں آلودہ ہونا حضور ﷺ کے رحم پرورد دل پر سخت صدمہ تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اعانت سے حضور ﷺ کی تعلیم رفتہ رفتہ پھیل گئی کفر و ضلالت کی تاریکیاں چھٹی گئیں۔ رب العالمین نے ملک کے گوشہ گوشہ سے ان پاکیزہ منش لوگوں کو ابھارا اور خدمت عالی میں ان کو پہنچایا، جو اسلام کے لیے سابقین اولین ٹھہرے۔

انھوں نے نہ صرف اپنے لیے غذائے روح حاصل کی، بلکہ سینہ نبوی ﷺ سے وہ درد دل بھی اخذ کیا جو کہ درو مندوں کا غم گسار ٹھہرا اور مجرد حوں کا چارہ کار بنایا۔ مثلاً صدیق الامت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اموی، فہری، تہمی، بخدوی، اسدی، عدوی، قبائل میں نور تبلیغ پہنچایا، حبشی، بربری، سوڈانی، امہ و غلام کو ﴿مُسْفِرَةٌ صَاحِبَةٌ مُّسَبِّحَةٌ﴾ [ہن: 39] ”روشن، خندہ رو، بشارت یافتہ چہرے“ کی جماعت میں داخل کیا۔

خاتم الخلفاء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آل ہاشم و آل بنو طالب میں نصرت و معیت کا آوازہ لگایا۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ریگستان میں اور عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے طائف کے کوہستان کی چوٹیوں پر اس پیغام کو پہنچایا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں تبلیغ کا باقاعدہ مدرسہ کھولا۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے ویران حبش میں اسی پیغام کی صدا بلند فرمائی۔

یہ وہ نظارہ تھا جس نے حضور ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کر دیا تھا۔ یہ وہ نظارہ تھا جو حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، بازو کی

قوت اور کمر کی صلابت و استقامت اور قلب کا سکینہ بن گیا تھا۔
فی الحقیقت یہ وہ کمال ہے جو سیدنا مولانا محمد تقی الانبیاء علیہ السلام کی خصوصیات سے ہے۔
خصوصیت نمبر 6

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [الم نشر: 4]

”اور ہم نے تیرا نام بلند کیا۔“

بحرالکابل کے مغربی کنارہ سے لے کر دریائے ہواگ ہو کے مشرقی کنارہ تک کے رہنے والوں میں سے کون ہے؟ جس نے صبح کے روح افزاء جھونکوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو، جس نے رات کی خاموشی میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کی سریلی آواز کو جان بخش نہ پایا ہو۔ (1) یہی وہ الفاظ ہیں جو جاگنے والوں اور سونے والوں کو ان کی ہستی کے بہترین آغاز و انجام کے اعلام سے سامعہ نواز ہیں۔
کیا رفعت ذکر کی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے، آج کسی بادشاہ کو اپنی مملکت میں کسی ہادی کو اپنے حلقہ اثر میں یہ بات کیوں حاصل نہیں کہ اس کے مبارک نام کا اعلان ہر روز و شب اس طرح کیا جاتا ہو کہ خواہ کوئی سننا پسند کرے یا نہ کرے، لیکن وہ اعلان ہے کہ پردہ ہائے گوش کو چیرتا ہوا قعر قلب تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ ہاں وہ اعلان صرف اس کے نام ہی کا اعلان نہیں بلکہ اس کے کام کا بھی اور صرف کام کا ہی نہیں، بلکہ اس کے پیغام کا بھی اعلان ہے۔

(1) بے شک یہ اعلیٰ خصوصیات صرف اسی برگزیدہ انام کے نام نامی کو حاصل ہے جس کی رفعت ذکر کا ذمہ دار خود رب العالمین بنا ہے اور جس کی بابت یہ عیاہ بنی کی کتاب میں پیش گوئی فرمائی گئی تھی، کہ اس کے نام کو برکت دی جائے گی۔
(2) طامس کارلائل (Thomas Carlyle) (2) کو دیکھو، یہ ایک پکا عیسائی ہے اور سارے انگلستان میں تاریخ و زبان دان کی فضیلت سے۔ اشہر المشاہیر میں داخل ہے۔ وہ ”ہیروز آف ہیروز“ لکھنے بیٹھتا ہے تو اگر وہ انبیاء میں سے صرف حضور ﷺ ہی کے نام مبارک کا انتخاب کرتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بھولا ہوا ہے اور ان کے کارناموں سے جو آج تک بحیرہ قلزم کی امواج اور فلسطین کے ذرات کو بھی یاد ہیں ناواقف ہے۔؟

کیا وہ داؤد علیہ السلام کو نہیں جانتا؟ جنھوں نے ہوا سرائیل کی متفرق شدہ اسباط میں جمعیت پیدا کی، جنھوں نے ایسی سلطنت کو بنایا اور پائدار کیا کہ ان سے پہلے ایسی سلطنت کا خواب بھی فرزند ان یعقوب علیہ السلام نے نہ دیکھا تھا۔

کیا کارلائل کو معلوم نہ تھا کہ داؤد نے عبادت و موسیقی کو جمع کر کے ہوا کو ترنم سے اور فضا کو مناجات سے بھر دیا تھا؟ موسیقی کی اس

(1) بنوی نے بنا داؤد علیہ السلام اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ کی حقیقت دریافت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تلامذہ اِذَا دُكِرْتُ مَعَهُ اَبْنُ عِمَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ اس ارشاد الہی میں اذان و اقامت تشہد و خطبہ مراد ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں

اَغْبِرْ عَلَیْہِ لِلنَّبِیِّۃِ عِمَامِہِ
وَحَمِّۤیْہِ لَہِ اِسْمُ النَّبِیِّ مَعَ اِسْمِہِ
وَقَسِّیْ لَہُ مَنِ اِسْمِہِ لِیَجْلَہِ
مِنْ اللّٰہِ مَشْہُورٌ یَسْلُوحُ وَیَشْہَدُ
اِذَا قَالَ فِی الْخَمِیسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْہَدُ
قَدُّوْا الْعَرْشَ مَحْمُودًا وَهَذَا مُحَمَّدٌ

(2) طامس کارلائل (Thomas Carlyle) 1795-1881 معروف دانشور اور مصنف

قد رافزائی پر تو کارلائل کے رقص دل کو ضرور اچھل پڑنا چاہیے تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ کارلائل کو یسعیہ کی وہ نبوتیں اور پیش گوئیاں یاد نہ تھیں؟ جو انجیل: متی، یوحنا، کی تصانیف کا مایہ خیر ہیں۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ دانی ایل نبی کی ان برکات سے بے خبر تھا؟ جس نے بائبل کے کافرو جابر بادشاہ کو یہود کی حفاظت و اکرام پر آمادہ کر دیا تھا، جس نے لاکھوں ایمان داروں کو قتل و صلیب سے بچا لیا تھا، جس نے سینکڑوں سال کے آئندہ واقعات کے ظہور کو کلید تعبیر خواب سے کھول دیا تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ کارلائل کو شلتی ایل کی خدمات کا علم نہ تھا؟ جس نے اسیری سے رہائی پا کر اتنا بڑا ایوان پر و ظلم تعمیر کر دیا تھا جو بیکل سلیمان سے کم نہ سمجھا جاتا تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ کارلائل حضرت زکریا علیہ السلام کی کہانت (1) اور حضرت یوحنا پتسمہ دہندہ (2) کے زہد و عبادت اور وعظ و تذکیر کے حالات سے نا آشنا تھا۔ ان سب کا جواب منفی ہے۔

پیارے عزیز واپرو فیسر طاس کارلائل ان سب باتوں کو جانتا پہچانتا ہوا، بلکہ مانتا اور ایمان رکھتا ہوا بھی مجبور ہے کہ گروہ انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضور سرور کائنات ﷺ ہی کا مبارک نام انتخاب کرے۔

اس جگہ یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ کارلائل کو انبیاء علیہم السلام میں سے صرف ایک ہی مبارک نام پر اکتفا کرنا تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ ہی کے نام پر اسے بس کرنا پڑی۔ دیکھو حکماء و شعراء اور فلاسفوں کی صف میں یہ مصنف صرف ایک ایک نام کا انتخاب کرنے کا پابند نہیں ہوا۔ لہذا اگر وہ چاہتا تو بحث نبوت میں بھی ایک سے زیادہ نام لکھ سکتا تھا۔

لہذا ہماری دلیل اور ابھی متین و وقیع ہو جاتی ہے اور پتا لگ جاتا ہے کہ جب کارلائل نے اپنی مؤرخانہ تحقیقات کی نگاہ سے آفتاب نبوت محمدیہ ﷺ کو دیکھا تب اسے ہزاروں سال کے عہد وسیع کے آسمان پر اور کوئی کوکب نبوت نظر نہ آیا، جسے وہ اس آفتاب کے دوش بدوش اپنے اوراق پر جلوہ گر کر سکتا۔

یہ نمونہ ہے رفعت ذکر کا کہ ایک صحیح الاعتقاد عیسائی، کیمبرج یونیورسٹی جیسے دارالعلوم کا مسلمہ استاد جس کے نام پر انگلستان کو فخر و ناز ہے ہزاروں انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر ایمان رکھتا ہوا اور سینکڑوں انبیاء علیہم السلام کے اسمائے پاک کا علم رکھتا ہوا بھی دنیا کے سامنے جب نبوت کا نمونہ پیش کر سکتا تو سیدنا مولانا محمد النبی الامی ﷺ ہی کے وجود باوجود کا ذکر کر سکتا۔ اس جگہ وہ نوشتہ پورا ہوا جو قرآن حکیم میں ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: 21]

”تم کو بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی ملیں گے۔“

(3) رفعت ذکر کا بیان جس طرح اہل ایمان کرتے ہیں، اسے بھی یاد رکھنا چاہیے، ہم نے موجودہ بائبل سے ثابت کر دیا ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر یعقوب و موسیٰ، داؤد و سلیمان، یسعیہ، مریمہ، دانی ایل، حزقی ایل، حقوق، ملاکی، یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام نے محمدی ﷺ اور نبوت مصطفویٰ ﷺ کو اسالیب بدیعہ اور علامات متنوعہ کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور یہ وہ امر عظیم الشان ہے

(1) لفظ کہانت عیسائی اصطلاح میں اخبار غن الغیب میں آتا ہے اور اسی لیے وہ اس لفظ کا اطلاق انبیاء کی پیش گوئی پر کیا کرتے ہیں۔ ہم نے بھی یہاں اس لفظ کا استعمال اسی معنی میں کیا ہے۔ (2) ایک عیسائی مذہبی رسم

جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔

انجیل اول کے مصنف سینٹ متی (Saint Mathew) نے ان چند پیش گوئیوں کی تائیدات پر اشارہ کیا ہے جو سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی بابت صحف سابقہ میں پائی جاتی ہیں۔

اگر کوئی منصف ہے تو ان مجمل اشارات کو دیکھے اور جناب متی نے جو طریق استدلال نکالا ہے اس کا موازنہ کرے اور پھر ان آیات بیانات کو دیکھے جو بائبل ہی کے اندر ہیں اور نبی ﷺ کی ذات مبارک پر ثابت و تحقق ہیں۔

سینٹ متی کو جو صحت صادقہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھی، نیز جو دسترس کامل ان کو مضامین بائبل پر حاصل تھی، ہم ان ہر دو امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت وثوق سے یقین کر سکتے ہیں کہ سینٹ مذکور نے کوئی ایسی پیش گوئی اپنی انجیل میں درج کرنے سے باہر نہیں چھوڑی، جس کا تعلق جناب مسیح علیہ السلام کی ذات گرامی سے تھا۔

ہم بھی متی کی بتلائی ہوئی پیش گوئیوں کا مصداق جناب مسیح علیہ السلام ہی کو تسلیم کر لیتے ہیں اور بعد ازاں ان پیش گوئیوں کو لیتے ہیں جو جناب متی کے زمانہ تک بطور پیش گوئی (خبر مستقبل) موجود تھیں اور جن کا مصداق نبی ﷺ کی ذات بابرکات کے سوا اور کسی کو بھی نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔

یہودی، عیسائی، مسلمان من رکھیں کہ اسی موجودہ بائبل کے اندر نبی ﷺ کے مبارک نام مقام ولادت اور دار ہجرت اور حضور ﷺ پر ایمان لانے والے قبائل کے نام حضور ﷺ کے برسر پیکار آنے والی قوموں کے نام اور ان کے انجام ایسی وضاحت سے پائے جاتے ہیں کہ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ کی صحیح تفسیر ہیں اور ان سے یہ امر بہ وضوح ظاہر ہو جاتا ہے کہ رب العالمین نے حضور ﷺ کی رفعت ذکر کا اہتمام صدیوں پیشتر کیسے زبردست اعلانات سے فرمایا تھا۔

بے شک اس فضیلت علیا میں بھی بزرگوار حضور ﷺ کا سکیم ثابت نہیں ہوا۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ.....!

خصوصیت نمبر 7، 8، 9

﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى﴾ [الضحیٰ: 3]

”تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا ہے اور نہ تجھ سے ناراض ہوا ہے۔“

﴿وَلَا آخِرَۃُ خَيْرٍ لَّكَ مِنَ الْاَوَّلٰی﴾ [الضحیٰ: 4]

”آخرت تیرے لیے بہتر ہے۔“

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی﴾ [الضحیٰ: 5]

”تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی و خوش ہو جائے گا۔“

ہر سہ آیات سورہ الضحیٰ کی ہیں۔ علمائے مفسرین کا اتفاق ہے کہ ابتدائے بعثت میں اول کلام الہی کا نزول ہوا اور اس کے بعد وحی میں ابطاء (دیر و درنگ) ہوا۔ وحی کا رک جانا نبی ﷺ کی طلب صادقہ کی ترقی اور شوق کی افزونی کا سبب ٹھہرا۔

یہ ظاہر ہے طلب و اشتیاق تردد و اضطراب سے جدا نہیں رہ سکتے۔ قلب و روح پر وحی ربانی نے جو باب علوم و تحقیق کھول دیئے

تھے، اس کے لیے بیش از بیش کیوں طلب نہ بڑھ جائے۔

زمان ہجر بڑھتا گیا تو اشتیاق صادق میں گونا گوں توجیہات پیدا ہونے لگیں۔

① ابتدا تو خود اس دل رہانے کی ہے۔

② اس نے خود اپنے پیام سے مجھے شاد کام فرمایا۔

③ پھر اب یہ خاموشی کیسی؟

④ نہیں..... اس بار گاہ عالی کی جانب لفظ خاموشی کا اطلاق بھی کیوں صحیح ہو۔

⑤ یہی داخل ادب ہے کہ میں اس کے کسی سبب کو اپنی ہی طرف منسوب کروں۔

⑥ کیا مجھے اس نشر میں، اس تڑپ میں، اس سوز، اس گداز میں چھوڑ دیا جائے گا؟

⑦ اس حالت کا خاتمہ کب ہوگا؟

یہ وہ خیالات ہیں جو محب صادق کے دل میں جوش زن ہو سکتے ہیں۔ آخر انتظار کا زمانہ ختم ہوا۔ بارگاہ قدسی سے ایسے خیالات کا ازالہ کیا گیا، جن کو شوق و ارادت کی مجموعی حالت نے پیدا کر رکھا تھا یا سوز و گداز نے قالب قلب کو گر مار رکھا تھا۔

پیارے تو دلیع کسے کہتے ہیں؟

قلی کا ذکر کیا؟

جس مالک کی ربوبیت نے تجھے پالا پوسا ہے۔

جس نے از آدم تا ایں دم ﴿تَقْلُبُكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾ [اشعر، 219] کے اطوار میں تیری نگہداشت فرمائی ہے۔

جس نے تیرے آبائے کرام اور امہات عظام کے ظہور و بطون کو پاک و طاهر رکھا ہے

جس نے ایام یتیمی میں تیری حفاظت در یتیم کی طرح کی ہے۔

جس نے عیال کی کثرت میں بھی تجھے اس کے جنجال سے پاک رکھا ہے۔

جس نے کوہ حرا کو تیرے لیے طور بنا دیا ہے۔

جس نے آگ کی ظاہری چمک کے بغیر تیری آنکھوں کو نور سے، تیرے دل کو سرور سے، تیری روح کو راج سے تیرے ایمان کو

ایقان سے معمور، بھرپور اور نور علی نور کر دیا ہے۔

اس کی طرف سے وداع، و قلی تو ہو ہی نہیں سکتا۔ ①

اچھا.....! ہم تمہیں ایک مژدہ روح پرور سے شاد کام کرتے ہیں کہ

”اب آنے والا زمانہ گزرے ہوئے وقت سے خوش تر و گوار تر ہوگا۔“ ②

① صحیحین میں جب بن ابی سفیان بکلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو طم دو یا تین شب بچہ شکایت جسمانی بستر سے نہ اٹھے تھے۔ ایک عورت نے آ کر کہا:

محمد ﷺ میں کبھی ہوں کہ حیرا شیطان تجھے چھوڑ گیا اور علیحدہ ہو گیا کیوں کہ وہ دو تین شب سے حیرے پاس نہیں آیا۔ واضح ہوتا ہے کہ لفظ اس کا فہم نے استعمال کیا

[بخاری: 4950، 1124، مسلم: 4657، سنن ابی: 3345]

② آیت ہلا میں لفظ آخرت کے معنی عالم آخرت و ارجزاء یقیناً ہیں لیکن اس لفظ کا اطلاق وسیع معنی میں بھی ہوا ہے۔ ﴿لَمَّا اللَّهُ بِنَبِيِّهِ الشَّاقَّةَ الْآخِرَةَ﴾ [س: 7]

﴿إِفْرَأْ بِاسْمِكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ [الحق: 1] ”اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا۔“
یہ درس گاہ بسم اللہ تھی۔ آئندہ معارف و حقائق کے دروازے کھلے رہیں گے اور انوار و برکات اور مشاہدات تدریسات کے ترشحات چمن آرائے نبوت ہوں گے۔ نصر و تمکین کا نشان سر بلند ہوگا۔ فراوانی علوم اور کثرت مؤئین کا نظارہ خوش آئند۔
چنانچہ یہی ہوا کہ ترتیل و تنزیل کے ساتھ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ بائبل میں پہلے سے یہ پیش گوئی موجود تھی، حکم پر حکم، حکم پر حکم، تھوڑا یہاں، تھوڑا وہاں۔

عطا و نوال کی مقدار کو خود جناب رسالت مآب ﷺ کی خوشنودی و رضا پر مقرر فرمایا گیا اور عطیہ کا اندازہ نہ صرف قلق و اضطراب کے ازالہ کی حد تک مقصود کیا گیا بلکہ خود طلب و شوق کی فراخی اور دل و روح کی خوشنودی کو اس کی حد بتلایا گیا ہے۔
یہ انتہائی فضل و اکرام کی، یہ حدی تکمیل کمالات کی۔

یہی نبی ﷺ کی خصوصیت خاصہ ہے کہ عطیہ کی مقدار خود حضور ﷺ کی خوشنودی و رضامندی کی حد تک بڑھا دیا گیا ہے۔
اسی خصوصیت کی تکمیل فرماتے ہوئے رب العالمین نے حضور ﷺ کے اصحاب کو بھی خلعت رضوان سے مشرف فرمایا ہے۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [التح: 18]

”اللہ مومنوں سے رضامند ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے۔“

﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ [البینہ: 18] ”اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔“

فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةٍ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ 〇 يَبْتَغِيهِمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ

”ایمان لانے والے جنھوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں مال اور جان سے جہاد کیا۔ یہ لوگ اللہ کے ہاں بہت بڑے درجے والے ہیں اور یہی مراد کو پہنچے ہوئے ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضوان اور جنات کی بشارت دیتا ہے، بہشت میں دائمی نعمتیں ہیں ان کے لیے۔“ [التوبہ: 20-21]

فرمایا:

﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبہ: 72]

”اللہ کی رضوان تو سب سے بڑھ کر ہے اور یہی سب سے بلند تر کامیابی ہے۔“

فرمایا:

﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدہ: 3]

”میں خوش ہوں کہ اسلام تمھارا دین ہو۔“

﴿مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْأُولَى﴾ [احزاب: 20] (لہذا آخرت کا ترجمہ ملت مابعد بھی ہو سکتا ہے۔ خازن نے تحریر فرمایا ہے: وَحُمِلَ الْأُخْرَى عَلَى ظَاهِرِهَا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَعًا أُولَى۔

ہمارا یقین و ایمان ہے کہ یہ شان نبی ﷺ ہی کی ہے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک پر ایمان لانے والوں کو بھی رضائے رحمن اور خوشنودی منان کا گراں مایہ عطیہ ارزانی فرمایا گیا اور اس طرح پر وہ وعدہ صادق پورا کیا گیا، جو آیت زیب عنوان میں ہے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ [النہی: 5] ”تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔“ اس کا مکمل نظارہ اہل ایمان یوم الدین کو ملاحظہ کریں گے جب کہ ان کے طلب و سوال اور وہم و گمان سے بھی سینکڑوں درجہ بڑھ کر انعامات کا نزول فرمایا جائے گا۔

خصوصیت نمبر 10

﴿النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ﴾ [الاعراف: 157]

”وہ نبی امی ہیں“

امی یہ محقق ہے کہ سیدنا مولانا محمد المصطفیٰ ﷺ کے سوا ﴿اَلَمْ يَكُنْ لَكَ الْاُمِّيُّ﴾ اور کسی نبی کا لقب نہ تھا۔ حضور ﷺ کا یہی لقب انبیائے کرام علیہم السلام کو اور سابقہ ام کو بتلایا گیا ہے۔ علماء نے اسم امی کے متعلق جو پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں قارئین کے لیے ان پر غور و محاسبہ فرج و سرور ہوگا۔

① امی: ام القرئی کی نسبت سے ہے، اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کا نام ام القرئی فرمایا ہے:

﴿وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرَيْى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [الانعام: 92]

”کہ تو ام القرئی والوں کو اور اس کے گردا گرد کی بستیوں کو ڈرائے۔“

مشہور قدیم جرمن مؤرخ سپرنجر (Sprunger) اور سکریڈر (Sacraeder) کا قول ہے کہ ان محققین کی رائے بالکل درست ہے جو اولاد و سام کا اصل وطن ملک عرب کو قرار دیتے ہیں۔ اسلامی روایات صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا کہ عرب میں سب سے پہلی آبادی ”بلدہ مکہ معظمہ ہے“ جہاں خانہ بدوش قوموں نے قیام کیا اور بربریت و وحش کو چھوڑ کر عمران و تمدن کی زندگی میں داخل ہوئے۔ الغرض تاریخ اور روایت کے مجموعی اتفاق سے ثابت ہے کہ مکہ ”ام القرئی“ ہے۔ اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی طرف توجہ کرنا چاہیے، انھوں نے بنائے کعبہ کے وقت یہ دعا کی تھی:

﴿رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ [البقرہ: 126]

”اے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنائیو! اور یہاں والوں کو میوہ جات کھلایا کیجیو۔“

دعا کے یہ الفاظ بھی ہیں: ﴿وَاَبْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ [البقرہ: 129]

”ان میں ایک شاندار رسول بھی جو انہی میں سے ہو مبعوث کرنا۔“

دعائے خلیل میں دو باتیں عجیب ہیں:

① اس بستی کے رہنے والوں کے لیے جہاں کی زمین ناقابل زراعت ہے، میوہ جات اور ثمرات بکثرت ملنے کی استدعا۔

ان الفاظ کی برکت آج تک نظر آرہی ہے کہ مکہ کے بازار سبزیوں، ترکاریوں اور گونا گوں میوہ جات سے بھرے نظر آتے

ہیں۔ یہ علامت ظاہری اس امر پر دال ہے کہ رب العالمین نے فی الواقع اپنے خلیل کی دعا کو من و عن شرف قبولیت بخشا۔
 ﴿۲﴾ یہی دعا بوضوح بتلا رہی ہے کہ صرف خوراک جسمانی یا لذائذ کام و دہن تک ہی اس کا اثر محدود نہ تھا بلکہ روحانیت کے لیے دعا کے الفاظ زیادہ پر زور تھے۔ وعدہ کا رسول اور دعائے خلیل علیہ السلام کا رسول ﷺ مبعوث ہوا اور بڑی شان کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اس کے جنسی و نسبی تعلقات انہی لوگوں کے ساتھ تھے جو اس ہستی کے سردار تھے۔ لہذا ام القریٰ کی نسبت سے اسے امی کہنا درست ٹھہرا۔
 ﴿۳﴾ امت کی ”ت“ بہ وقت نسبت گر گئی ہے، جیسے مکہ سے مکی۔ اندریں صورت اسم امی اس حدیث صحیحہ کی تفسیر ہے جو صحیح مسلم میں بروایت انس رضی اللہ عنہ موجود ہے۔

اَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا كَثَرَتْ أُمْتُ كَثَرَتْ أُمْتُ کے لحاظ سے میں سب انبیاء سے بڑھا ہوا ہوں۔ ﴿۱﴾
 ﴿۴﴾ امی: ام کی طرف منسوب ہے اس اعتبار سے نبی ﷺ بوجہ پاک فطرت و عصمت منجانب رب العزت جملہ عیوب و نقائص سے ایسے ہی پاک و صاف ہیں جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا شدہ بچہ ہوتا ہے۔
 ام المؤمنین عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے انہی معانی پر نظر رکھتے ہوئے اشعار ذیل نبی ﷺ کی شان میں پڑھے تھے اور ان اشعار کو سن کر آقائے نامدار نہایت مسرور الوقت ہوئے تھے۔ ﴿۲﴾

وَمَهْرًا مِّنْ كُلِّ غَيْرٍ حِطَّةٍ وَقَسَادٍ مُرْضِعَةٍ وَذَائِعٍ مَخِيلٍ
 وَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى أَسْرَفٍ وَجْهِهِ بَرَقَتْ بُرُوقُ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ
 ”آپ دینی مرض، دودھ پلانے والی کے بگاڑ وغیرہ جیسے ہر عیب سے پاک ہیں۔ جب تو ان کے چہرہ انور کو دیکھے تو

حیران و ششدر رہ جائے۔ جب وہ اپنے مالک کی تحمید کرتے ہوئے بزدلوں کے مقابل آتے ہیں۔“
 ﴿۵﴾ امی: ام کی طرف منسوب ہے، اس اعتبار سے کہ حضور ﷺ نے ولادت کے بعد اکتساب علوم و فنون کی جانب کوئی رغبت نہ کی تھی اور حضور ﷺ کے لوح قلب پر تقریر یا تحریر کسی ایک حرف کا نقش بھی ثبت نہ ہوا تھا۔
 ملک عرب کی حالت بھی یہی تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے۔ وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں پوری کر دیا کرتے، جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے جو نہ مکتب گیا، نہ درس لیا، نہ قلم ہاتھ میں پکڑا، نہ سبق زبان پر جاری ہوا۔

یہودیوں نے اسی لیے اہل عرب کا نام امیون رکھ دیا تھا۔

﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ﴾ [آل عمران: 75]

”(یہودی کہتے) کہ ہم ان امی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں، ہم پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔“

یہی نام اہل عرب کے لیے معرفہ بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا﴾ [البقرہ: 2]

”اللہ وہ ہے جس نے امیوں کے اندر شاندار رسول کو مبعوث فرمایا۔“

یہی لفظ اہل کتاب کے ناخواندہ اشخاص کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے:

﴿۱﴾ مسلم: 196/331 ﴿۲﴾ خصائص الکبریٰ جلد اول ص 20 بروایت خطیب و ابن عساکر و بیہقی۔

﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ﴾ [البقرہ: 78]

”یہودیوں میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں، جن کو کتاب کا کچھ علم نہیں۔“

الغرض لفظ امی سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ طرز و طریق خواندگی اہل دنیا سے بالاتر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسری جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے:

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّوْنَ بِيَمِينِكُمْ إِذَا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾ [الحکمت: 48]

”اے رسول! قرآن سے پہلے تو تم نہ کسی کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور نہ تمہارے دست راست نے کبھی کوئی خط کھینچا تھا، جب تو یہ بطلان والے شک بھی کر سکتے۔“

معنی بالا کے لحاظ سے اسم نبی الائی حضور ﷺ کا ایک بڑا معجزہ ہے۔

واضح ہو کہ نبی، نباء سے ہے اور نباء واقعہ عظیم اور اعلام ذوالاہتمام کو کہتے ہیں۔ یعنی نبی وہ ہے جو علم عالیہ اور وقائع عظیمہ کی

اطلاع اہل عالم کو دیتا ہو اور جب یہ لفظ اللہ کی طرف سے مضاف ہوتا ہے تب اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور شرائع عالیہ اور نواہی ربانیہ کی اطلاع براہ راست اللہ تعالیٰ سے کرتا ہو۔

نبی کو نباء سے بھی مشتق بتایا گیا ہے۔ نباءت کے معنی مقام مرتفع ہیں اور نبی وہ ہے جو اس مقام علیا پر فائز ہو، جہاں کوئی انسان اکتساب و محنت و ریاضت سے نہیں پہنچ سکتا اور اس مقام پر اس کے فائز ہونے کا سبب محض اصطفاۓ ربانی ہوتا ہے۔

نبی الائی کے وصف نے بتا دیا کہ حضور ﷺ حرف شناسی و خط کشی سے تو دور ہیں اور بائیں ہمد علوم عظیمہ و آیات کاملہ کا

صدر حضور ﷺ سے برابر ہوتا رہا۔

اہل سیرت جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نبی الائی کے لقب سے یاد کیا جاتا، بلایا جاتا اور حضور اس طرز خطاب سے خرسند و

مسرور ہوا کرتے تھے۔ اب اہل زمانہ کا حال دیکھو کہ جو نبی کسی شخص کو ذرا شدید، کہنے کی لیاقت ہوئی تو وہ اپنے لیے فاضل، اکمل، الوذی،

المحی، العلامہ وغیرہ الفاظ سننا اور کہلانا پسند کرتا ہے اور یہ ہر ایک صاحب قلم و زبان آ و رکافطری خاصہ سا ہو گیا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ

اصلیت سے بڑھ کر اس کے علم و فضل کا اندازہ لگایا جائے، لیکن ایک سیدنا محمد ﷺ ہیں جن کو ہر وقت ناخواندگی کا اعتراف اور امی

ہونے کا اقرار ہے۔ اس اعتراف و اقرار پر بھی ہزاروں علماء سیکلڑوں فلاسفر حاضر ہوتے، زانوائے ادب تہہ کرتے اور اقرار کرتے کہ ان

لوگوں کا علم و فہم اور حضور کا عرفان قطرہ و قلمزم کی مثال رکھتے ہیں۔

غور کرو کہ جو شخص دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں بنا وہ سب دنیا کا استاد بنا ہوا ہے۔ محاسن اخلاق، محامد اعمال، تدبیر منزل، سیاست

مدن، اقتصادیات، سیاسیات، عمرانیات کے درس اور دماغ کوروش، قلب کو مچلی، روح کو منور بنانے والی تعلیم دے رہا ہے۔ اس کی درس گاہ

قدس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ وہاں ایک صحرائین اور ایک شہری، ایک فلاسفر اور ایک بدوی

پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں اور آن و احد اپنی اپنی استعداد و قابلیت کے موافق مستفیض و مستفید ہو رہے ہیں۔ اندریں صورت امی لقب

سے عَلَّمَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي کا نور بخش ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ کا دعویٰ متحقق ہو رہا ہے۔
 ﴿۵﴾ لقب امی کی وجہ یہ ہے کہ اول انبیاء ابو البشر آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الانبیاء بنی اسرائیل عبد اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تک جملہ انبیاء و مرسلین نے حضور ﷺ کے نعوت عالیہ اور اوصاف جلیہ بیان کیے۔ الف سے آدم اور میم سے مسیح مراد ہے اور یائے نسبت اسی راز کی کاشف ہے۔

اُمی و گویا بزبان فصیح از الف آدم و میم مسیح ﴿۵﴾

خصوصیت نمبر 11

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ [الکوثر: 1]

”ہم نے تجھے کوثر عطا کیا“

کوثر بروزن فوعل ہے اور یہ وزن مبالغہ کے لیے آتا ہے۔ لفظ کثرت تو خود ہی فراوانی افزونی کے معنی کے لیے ہے، جب اسے بھی بروزن مبالغہ استعمال کیا گیا تو اس کے معنی کثرت بالائے کثرت اور فراوانی بیش از فراوانی اور افزونی برافزونی ٹھہرے۔

صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا الْكَوْثَرُ خَيْرُ الْكَثِيرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو بَشِيرٍ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ السَّعِيدُ النَّهْرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الْكَثِيرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ۔ [2]

”ابو بشر نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی۔ ابو بشر کہتے ہیں، میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو جنت میں ہے۔ سعید نے جواب دیا: ہاں اوہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر ہی میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے حضور ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔“

حوض کوثر کے وجود کی تصدیق صحیحین کی حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے۔ [3] لہذا حوض کوثر کے وجود اور عطیہ پر یقین رکھتے ہوئے بھی یہ تفسیر صحیح ہے کہ آیت زیب عنوان میں رب العالمین کی طرف سے انعامات لامتناہی اور عطیات غیر محدود کی آگاہی فرمائی گئی ہے۔ اس خیر کثیر کے تحت میں بہت سی اشیاء کا ذکر کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

از اس جملہ:

﴿۱﴾ امت محمدیہ ﷺ ایسی نبوت جامعہ، ریاست عامہ، دعوت کاملہ اور ہدایت پاملانہ پہلے کب کسی کو عطا ہوئی تھی۔

اسی نبوت کے ثمرات میں سے ہے کہ:

[1] مخزن اسرار نقاشی گنجوی۔ [2] بخاری: 4966 [3] بخاری: 6577، 6579، مسلم: 2292، 2303، ابن ماجہ: 4305، ابن حبان: 6445، 6459

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: 80]
 ”جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“
 کا فرمان صادر ہوا۔

اور اسی نبوت کے گہائے رنگین میں سے ہے کہ:
 ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [النساء: 64]
 ”ہم نے جو رسول بھیجا وہ اس لیے بھی کہ اس کی اطاعت ہمارے اذن کے تحت کی جائے۔“
 کے منشور کی اشاعت فرمائی گئی۔

صاحب کوثر ﷺ وہی ہے جس کی اطاعت کا امر الہی جاری ہوا۔
 صاحب کوثر ﷺ وہی ہے جس کی اطاعت کو اطاعت ربانی فرمایا گیا۔
 صاحب کوثر ﷺ کی نبوت وہی نبوت ہے جس کی قدامت تاریخ بشر سے پہلے کی ہے اور جس کی نہایت انتہائے عالم سے ملی ہوئی ہے۔ رب العالمین کے کلام پر غور کرو، وہ یہ بھی فرماتا ہے:
 ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ [آل عمران: 18]
 ”اللہ کی شہادت ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔“
 نیز وہ یہ بھی اعلان فرماتا ہے:
 ﴿وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّكَ لَرَسُولُهُ﴾

”اللہ کی یہ بھی شہادت ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول یقیناً ہیں۔“
 جب رب المشرقیین و رب المغربین خود شہادتیں کو اپنی شہادت سے مصدق و مؤکد فرماتا ہے تو نبوت محمدیہ ﷺ اور رسالت مصطفویہ ﷺ کے خیر کثیر ہونے میں کیا کلام رہ جاتا ہے۔
 ازاں جملہ:

② کوثر سے مراد اسلام ہے، وہی اسلام جس کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کے حضور میں مقبول و منظور ہی نہیں۔
 وہی اسلام جس کا انبیائے عظام علیہم السلام نے ہمیشہ اعلان فرمایا۔
 وہی اسلام جو سعادت دارین کا جامع اور اصلاح و فلاح ثقلین کا ذخیرہ ہے۔

ازاں جملہ:

③ کوثر سے مراد کثرت امت محمدیہ ﷺ ہے، یہ کثرت حدود و کے احاطہ سے باہر ہے اور یوم فی یوم ترقی پذیر ہے۔
 1881ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد پونے چار کروڑ (37500000) بیان کی جاتی ہے اور 1921ء کی مردم شماری میں ان کی تعداد پونے سات (67500000) کروڑ شمار میں آئی ہے۔ چالیس (40) سال سے اکیلے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کا قریباً دو چہند ہو جانا اعداد صحیح سے ثابت ہو گیا تو دیگر اقطار عالم میں بھی اس پیشی کا اسی رفتار سے بڑھتے

رہنا یقینی کہا جاسکتا ہے۔

بالتقابل اس کے اکثر اقوام ہیں جو گھٹ رہی ہیں اور آہستہ آہستہ بحر فنا میں گر رہی ہیں۔
یہ اسلام ہی ہے جس کا پاک درخت اپنی جڑوں کو زمین کے سوتوں تک پھیلا رہا ہے اور جو اپنی پھل دار شاخوں کے ساتھ فضائے آسمانی پر چھا رہا ہے۔
ازاں جملہ:

کوثر سے مراد قرآن مجید اور کتاب حمید ہے۔

یہ وہی خیر کثیر ہے کہ شاخہائے اشجار کی اقلام اور قطرات بحار کی مدا جس کی مدح و ثناء کے استیفاء سے عاجز ہے۔ عروج اور فہم جبریل بھی اگر جمع ہو جائیں تو حصر اسرار قرآن سے قاصر ہیں۔ بے شک یہی کتاب قلمم حقائق ہے اور یہی کوثر علوم ہے۔ یہی مطلع انوار ہے اور یہی مخزن الاسرار ہے۔ معجزات انبیاء علیہم السلام کا اظہار ایک وقت خاص میں ہوتا تھا اور پھر خود انہی کے عہد مبارک میں اس معجزہ کا وجود نمونہ پایا جاتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اڑدھابن جانا، پھر اڑدھاسے سیرت اولیٰ پر عود کر جانا، ایک ایسا نظارہ ہے جو کہ کوہ طور کے بعد فرعون ہی کے دربار میں دیکھا گیا۔ وہی عصائی اسرائیل کے لیے انجبار ماہ کا آلہ بنا۔ ضرورت باقی رہی تو وہی عصا کا عصارہ گیا۔ پھر وہی عصا کسی دوسرے کے ہاتھ میں جا کر صرف ایک لکڑی رہ جاتا تھا۔

قرآن پاک ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے، زندہ معجزہ، دائمی معجزہ ہے، ابدی معجزہ ہے، اس کا اعجاز ہر وقت، ہر آن موجود و مشہود ہے اور ہر ایک عالم دین اس کے معجزہ ہونے کی براہین صادقہ ہر وقت وہ ہر چین پیش کر سکتا ہے، بے شک یہ ایسی خیر کثیر ہے جس کا اعلان منجانب رب رحمن ہونا ضروری تھا۔

کوثر سے مراد وہ فضائل کثیرہ اور محامد جمیلہ اور نعمت منکثرہ ہیں جو ہر باوجود باوجود مصطفویٰ ﷺ میں مندرج و منظوی تھے:

□	انابت آدم علیہ السلام	اور	استقامت نوح علیہ السلام
□	علم اسماعیل علیہ السلام	و	علم ظلیل علیہ السلام
□	درس اور لیس علیہ السلام	و	تحفیت شیث علیہ السلام
□	حقانیت اخیق علیہ السلام	اور	عاقبت بنی یعقوب علیہ السلام
□	نورانیت یوسف علیہ السلام	و	صالحیت صالح علیہ السلام
□	ہدی ہود علیہ السلام	اور	جمعیت شعب علیہ السلام
□	لطفیت ہود علیہ السلام	اور	عبرت عزیر علیہ السلام
□	شکوہ سلیمان علیہ السلام	و	اندوہ یحییٰ علیہ السلام
□	داد و داد علیہ السلام	و	دعائے یونس علیہ السلام

آج کل پاک و ہند میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد پچیس کروڑ (350000000) سے تجاوز ہے۔

□ ایاب الیوب علیہ السلام	و ذباب ذکر یا علیہ السلام
□ امامت ہارون علیہ السلام	و ایٹاس الیاس علیہ السلام
□ زہد عیسیٰ علیہ السلام	و علوم موسیٰ علیہ السلام
□ احسانیت لقمان علیہ السلام	و انقیاد و خضوع علیہ السلام
□ مساعی السبع علیہ السلام	و کفایت ذوالکفل علیہ السلام

علیہم الصلوٰۃ والسلام

یہ ایسے الوان گونا گوں ہیں جو الہی شمس حقیقت کے پیکر نوری میں مجتمع ہیں۔ رحمۃ اللعالمین کا وہ رنگ ہے جس نے ان الوان کو اپنے اندر جمع کر لینے کے بعد اپنے رنگ خاص میں رنگین بنا دیا ہے۔

⑥ کوثر سے مراد سید کثیر الخیر ہے۔ یہ معنی صاحب صحاح اللغات نے تحریر کیے ہیں۔

یقیناً حضور ﷺ سید ولد آدم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حضور ﷺ کو ”یلس“ کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔

بالیقین حضور ﷺ کثیر الخیر ہیں اور سید ہیں۔ حضور ﷺ ہی وہ مشعل ہدایت ہیں کہ ظلمات کفر و شرک کو دور فرمایا۔

حضور ﷺ ہی وہ سراج منیر ہیں کہ چشم کو رسوا کو بینائے حقائق بنایا۔

حضور ﷺ ہی وہ نور بخت ہیں کہ قلب عالم کو منور اور روح اعظم کو مستنیر فرمایا۔

حضور ﷺ ہی وہ عبد کامل ہیں کہ انسانیت کو تخت سیادت پر بٹھلایا۔

الغرض عطیہ کوثر نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے اور امید ہے کہ فروائے قیامت کو تشنگان جمال حضور ﷺ کے زلال

الطاف سے بہرہ دیاب اور عطشان خشک زبان حضور کے جام کوثر سے ضرور شاد و سیراب ہوں گے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ (آمین)

خصوصیت نمبر 12

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَبِمَنْعَةِ عَلَيْنِكَ وَ

يَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝﴾ [الفتح: 1-3]

① آیت بالا میں فتح مبین کے وقوع کی خبر دی گئی ہے اور اس کے نتائج بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔

② مقدم و موخر ذنب کا غفران

③ اتمام نعمت

④ صراط مستقیم کی ہدایت

⑤ نصر عزیز کی یاری و معیت

علمائے کرام نے ذنب ما تقدم و ما تاخر پر خوب بحث کی ہے اور ان کا غفران بتلایا ہے۔

① کسی نے ماتقدم و ماتاخر سے زمانہ قبل نبوت مراد لیا ہے اور معافی یہ بتلائے کہ امور جاہلی کے غفران کی خبر دی گئی ہے: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر اعتراض یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو کبھی قبل از نبوت بھی امور جاہلیہ میں سے کسی امر میں آلودہ نہ ہوئے تھے لہذا نہ کردہ فعل کے غفران کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟

② امام زحشری رحمۃ اللہ علیہ اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذنب سے مراد معمولی لغزشیں بتلائی ہیں اور بتایا ہے کہ رب العالمین نے ایسی حرکات کو بھی محل لطف و عنایت بنا دیا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض ہے کہ ایسی لغزشوں کا بھی ثبوت کچھ نہیں اور بالمقابل اس کے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ انبیاء سے نہ صدور کبار ہوتا ہے، نہ صدور صغائر، لہذا یہ توجیہ نادرست ہے۔

③ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ معنی لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق حقی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی معنی کی تحسین و تعریف کی ہے کہ یہ آیت کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی اطلاع نہیں دیتی، بلکہ ازراہ تشریف و تکریم یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی لغزش کا امکان بھی تصور کر لیا جائے تو وہ بھی بخش دی گئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مقصود کلام اثبات ذنب اور پھر غفران بعد از اثبات نہیں بلکہ اس جگہ مطلقاً نفی ذنب مراد ہے۔

④ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لفظ مغفرت کو تہریر از عیوب کے معنی میں لیا ہے۔

⑤ تفسیر خازن میں عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ذنب ماتقدم سے مراد آدم وحواء علیہم السلام کا ذنب اور ذنب ماتاخر سے مراد امت کا ذنب ہے۔

ان اقوال میں سے قارئین کو جو قول پسند ہو، اسے قبول کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کی اس قدر شرح و بیان کے بعد کچھ باقی رہ جاتا ہے:

وجہ اشکال ایک یہ ہے کہ ﴿مَا تَقَدَّمْ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ [الحج: 2] سے بہ ظاہر اثبات ذنب واضح ہو جاتا ہے اور یہ بالا جماع عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔

اور اشکال دوم کی وجہ یہ ہے کہ لیسغفور کے حرف لام کو بہ معنی کے بیان کیا گیا ہے اور اس وقت یہ دشواری آ پڑتی ہے کہ فتح مکہ کو سبب مغفرت قرار دینے میں کیا علاقہ ہے؟ یا کیا خوبی ہے؟

متعدد علماء کے اقوال عدیدہ کو دیکھ کر میں نے سمجھا کہ اس بارہ میں مزید معنی بیان کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ الفاظ ﴿فَتَحًّا مَّيِّنًا﴾ سے مراد فتح مکہ لینا ہی غلط ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں نیز سنن ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ کا نزول صلح حدیبیہ کے انجام پر ہوا تھا۔

ہمراہ بیان رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا رنج و قلق تھا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب النبی رضی اللہ عنہم کو مقام حدیبیہ سے آگے نہ بڑھنے دیا، طواف کعبہ نصیب ہوا اور نہ قربان گاہ تک قربانی کے جانور پہنچے۔ حتیٰ کہ اس میدان میں قربانیاں کی گئیں اور احرام کھولا گیا۔

الغرض اس ناکامی کو مسلمان سختی سے محسوس کرتے تھے، مگر وہ معاہدہ جو اسی مقام پر فریقین کے درمیان طے ہو گیا تھا، اس کی

اہمیت قانونی، اخلاقی، آئینی کا اندازہ بہت کم بزرگوں کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں اسی اہمیت کو ظاہر فرمایا اور ان نتائج اور فوائد اور برکات کو آشکارا فرمایا جو انعقاد صلح کے مترتب ہونے والے تھے۔

صحیح بخاری (باب عمرۃ الحمد یبیه) میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم لوگ یوم الفتح سے مراویح مکہ سمجھتے ہو، ہاں فتح تو وہ یہی ہے مگر (گروہ صحابہ) تو حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو یوم الفتح قرار دیا کرتے تھے۔ (۱) روایت بالا سے واضح ہو گیا کہ معاہدہ حدیبیہ اور بیعت الرضوان کا نام ”فتح مبین“ ہے۔ اس جگہ معاہدہ حدیبیہ کے فقرات متعدد روایات کو جمع کرنے کے بعد درج کیے جاتے ہیں۔

هَذَا مَا قَاطَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَ سَهْلٌ بْنُ عَمْرِو عَلَى:

یہ وہ سمجھوتہ ہے جو محمد ﷺ بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو (کشتن قریش) کے درمیان ہوا۔ یہ کہ:

- ① أَنْ يَخْلُوا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْبَيْتِ فَتَطُوفَ بِهِ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ
سال آئندہ میں مسلمانوں کو بیت اللہ اور طواف سے نہ روکا جائے گا۔
- ② وَ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ بِالسَّلَاحِ إِلَّا السَّيْفُ فِي الْقِرَابِ ، يَخْلُونَ لَهُ مَكَّةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ
مسلمانوں کے ساتھ ہتھیار نہ ہوں گے ہجر تلواریں کے جو میان سے باہر نہیں نکالی جائے گی مکہ مسلمانوں کے لیے تین (3) دن تک خالی چھوڑ دیا جائے گا۔

③ وَلَا يَخْرُجُ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ وَ أَنْ لَا يَمْنَعُ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يَقِيمَ بِهَا۔
اس وقت اہل مکہ میں سے کوئی شخص اگر مسلمانوں کے ساتھ جانے کا ارادہ بھی کرے تو اسے ساتھ نہیں لے جایا جائے گا، لیکن اصحاب محمد ﷺ میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اسے نہیں روکا جائے گا۔

- ④ وَ عَلَى إِنْ جَاءَ الْقُرَيْشُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرْدُّوهُ إِلَى الْمُسْلِمِينَ
اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے پاس پہنچ جائے گا تو اسے واپس نہ کریں گے
- ⑤ وَ مَنْ جَاءَ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْقُرَيْشِ يَرْدُّوهُ إِلَى الْقُرَيْشِ
لیکن اگر قریش کا کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو وہ اسے واپس کر دیں گے۔

⑥ وَ عَلَى مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَدْخُلَ فِي عَقْدِ مُحَمَّدٍ وَ عَهْدِهِ دَخَلَ فِيهِ وَ مَنْ دَخَلَ فِي عَقْدِ قُرَيْشٍ وَ عَهْدِهِمْ دَخَلَ فِيهِ۔
قبائل میں سے جو کوئی پسند کرے وہ محمد ﷺ کی طرف داخل ہو سکتا ہے اور جو کوئی قریش کی جانب کو پسند کرے وہ ان کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہو گیا ہے۔

- ⑦ وَ عَلَى أَنَّ الْحَرْبَ تَوْضَعُ بَيْنَهُمْ عَشْرَ سِنِينَ۔
دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی۔

⑧ وَ عَلَى أَنْ بَيْنَنَا عِيَّةٌ مَكْفُوفَةٌ فِي صُدُورِ مَبْلُغِهِ
آپس کے سب جھگڑے فراخ حوصلگی کے ساتھ طے کیے جائیں گے۔

معاهدہ بالا کو اگر دنیا کا کوئی سلیٹس مین (مدبر و سیاست دان) دیکھے گا تو سمجھ لے گا کہ مسلمانوں نے بہت ہی دپ کر، بلکہ گھٹیا شرائط پر معاہدہ کیا تھا۔

لیکن ہادی اسلام ﷺ نے اسی کو فتح مبارک بتلایا اور قرآن مجید نے اسی کو فتح مبین فرمایا۔ وہ کھلی فتح کیا ہے؟

- ① وہ یہ ہے کہ کینہ تو ز جنگ آور قریش نے دس سال (10) تک چپ رہنے، جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔
- ② وہ فتح یہ ہے کہ جائین میں آمدورفت کی راہ کھل گئی۔
- ③ وہ فتح یہ ہے کہ اب مسلمانوں کو قبائل کفار میں تبلیغ کا موقع مل گیا۔ حقیقت اسلام کو سمجھنے کے بعد جھوٹے شکوک زائل ہونے لگے اور ظنون باطل ٹھہرے۔

لفظ فتح کا استعمال جنگ کی فیروزمندی پر بھی کیا جاتا ہے اور صل مشکلات پر بھی اسی لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔

اسلام کے لیے یہی فتح مبین تھی کہ اشاعت اسلام کی دشواریاں جاتی رہیں۔

اب آیت ذیہ عنوان کا لفظ ذنب غور طلب ہے۔

- ① اس کے معنی گناہ بھی ہیں اور گناہ کا اطلاق خلاف ورزی احکام شرعیہ کے معنی میں ہے۔
 - ② اس کے معنی الزام کے بھی ہیں اور گناہ کا اطلاق ملکی یا قومی یا حکومت کے احکامات کی خلاف ورزی میں کیا جاتا ہے۔
- جب ہم ذنب بقتسین کو دیکھتے ہیں جس کے معنی ”وم“ ہیں تو اشتقاق اوسط کے اصول پر ذنب بفتح و سکون ثانی کے معنی بھی متبادر ہو جاتے ہیں۔ یعنی ہر ایک وہ الزام جو کسی شخص کے پیچھے لگا دیا گیا ہو۔

ذنوب بفتح اول۔ اسی ذول کو کہتے ہیں جو ری کے سرے پر بندھا ہوا ہو۔ یہ بھی اسی وضع لغوی کی جانب رہبری کرتا ہے۔

لہذا کیا ضروری ہے کہ آیت بالا میں ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے اور پھر سمجھا جائے کہ کوئی گناہ اللہ کا تھا۔

قرآن مجید کی زبان سے سنو، موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُمْ عَلَىٰ ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُون﴾ [اشعرا: 14]

”انھوں نے مجھ پر ایک الزام لگا رکھا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔“

ظاہر ہے کہ فرعون یا قوم فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام نے کسی گناہ شرعیہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا لہذا اس کا ترجمہ ”الزام“ بھی صحیح ہے۔ قانوناً لفظ ”الزام“ اور لفظ ”جرم“ کے معنی میں بہت تفاوت ہے۔ ”الزام“ کا اطلاق اس نسبت سے جرم پر کیا جاتا ہے کہ بادی النظر میں الزام لگانے والی طاقت کے نزدیک کسی شخص پر کسی فعل ممنوعہ ملک یا قانون کا مرتکب ہونے کی بابت گمان کیا جاسکے۔ اور ”جرم“ کا اطلاق اس فعل ممنوعہ ملک یا قانون کے ارتکاب ثابت ہو جانے کے بعد کیا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پر فرعونوں نے قتل عمد کا الزام لگا رکھا تھا اور اس فعل کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی سزا قتل و قصاص تھی۔

موسیٰ علیہ السلام فرعونوں کی ذہنیت کو سمجھتے تھے، وہ جانتے تھے کہ یہ سطلی دماغ سے نہ تو ”نیت“ کی ضروری شرط کا خیال رکھیں گے اور نہ اس فرق کو سمجھیں گے کہ ایک تھپڑ کا لگ جانا کیا عادتاً منجر بہ ہلاکت ہو سکتا ہے یا تھپڑ لگانے والے کے علم میں یا احتمال میں اس کا منجر بہ

ہلاک ہونے کا ظن غالب ہو سکتا ہے۔

اگر ان ضروری مباحث قانونی کو الزام بر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شامل کیا جائے تو موسیٰ علیہ السلام پر جو الزام قتل لگایا گیا تو وہ 323 تعزیرات ہند سے بھی گھٹ کر محض ایک تادیبی فعل رہ جاتا ہے جس کا صدور نیک نیتی سے ہوا اور قانوناً کوئی جرم نہیں بننا۔

[2] حدیث میں ہے: إِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ جب دو شخص آپس میں مصافحہ کرتے ہیں ہیں تو ان میں باہمی کوئی ذنب باقی نہیں رہتا۔ [3]

صاحب مجمع البحار نے ذنب کے معنی میں اس جگہ تحریر کیا ہے: اِيْ غُلٌّ وَشَحْنًا یعنی ذنب کے معنی یہاں کینہ اور تنگ دلی ہیں۔ [4] قرآن مجید کی ایک دوسری آیت ہے: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِّذُنُوبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ یہاں نبی اور مومنین کے واحد ذنب کا ذکر ہے۔

ان جملہ امور کو مد نظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ اس آیت زبیب عنوان میں ذنب بمعنی الزام قوم ہے، اور ”ما تقدم“ سے مراد زمانہ قبل از ہجرت اور ما تاخر سے مراد زمانہ بعد از ہجرت ہے۔ علماء سیرت آگاہ ہیں کہ نبی ﷺ پر کفار نے جو الزامات و اتہامات لگائے تھے، وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے قبل از ہجرت الگ تھے اور بعد از ہجرت الگ۔

اتہامات قبل از ہجرت

یہ کائن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے۔ یہ اوروں سے سن سن کر فسانے بنا لیتا ہے، اس کے پاس غیر قوم کا کوئی شخص ہے جو اسے ایسی پڑھت پڑھاتارہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

الزامات بعد از ہجرت

یہ قوم میں پھوٹ ڈالنے والا ہے، مکہ کو جاڑنے والا ہے، بھائی کو بھائی سے، بیٹے کو ماں سے جدا کرنے والا ہے، ہماری تجارت کو مخدوش کر دیا، قومی انتظامات کو پراگندہ کر دیا، وغیرہ وغیرہ۔

مومنین پر بھی ایسے ہی الزامات لگائے جایا کرتے

بے عقل ہیں، کوتاہ بین ہیں، کہینے ہیں، غلام ہیں، ناقابل التفات ہیں۔ آیت ﴿تَزِدْنِي أَعْيُنُهُمْ﴾ ان کی نگاہوں میں حقیر ہیں۔ میں انہی امور کی طرف اشارہ ہے۔ اُجی! یہ تو وہ ہیں کہ روٹی نہ ملے تو سب کے سب محمد ﷺ کو چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جائیں۔

آیت ﴿لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُوا﴾ [المنافقون: 7] ”جو شخص رسول ﷺ کے ارد گرد ہیں ان کو خرچ نہ دو یہ خود بخود منتشر ہو جائیں گے۔“ میں یہی بات ان کو بتائی گئی ہے۔

عروہ بن مسعود نے بھی جب وہ قبل از اسلام نبی ﷺ کے حضور میں سفیر قریش کی حیثیت سے آیا تھا۔ یہی الزام مسلمانوں کو رُوڈر و مسلمانوں پر لگایا تھا کہ یہ سب تو تجھے چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔ اس کا جواب سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عروہ کو نہایت ذلیل کن الفاظ میں دیا تھا۔

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ حدیبیہ کی فتح مبین کا پہلا اثر شیریں یہ ہوگا کہ کفار اور مسلمین کے مل بیٹھنے سے سب اگلے پچھلے الزامات اٹھ جائیں گے، دب جائیں گے، زیر خاک ہو جائیں گے۔ لفظ غَلَزَ کے لغوی معنی بھی یہی ہیں: صداقت رسول ﷺ آشکار ہوگی۔ بصارت کھل جائے گی۔ بصیرت بیدار ہوگی۔ اتہامات و الزامات کی لغویت کا خود ان لوگوں کو اقرار بہ ندامت و انفعال کرنا ہوگا۔

تاریخ گواہ ہے کہ فی الحقیقت یہ نتائج اس صلح کے بہت جلد مترتب ہو گئے تھے۔

بشارت دوم: ﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ﴾ [سف: 6] ہے۔ ”اللہ اپنی نعمت کو آپ پر پورا کرے گا۔“

یعنی صلح حدیبیہ کا ثمر دوم اتمام نعمت ہوگا۔ آیت بالا میں جس کا سال نزول 6ھ ہے۔ اتمام نعمت کا وعدہ ہے اور آیت

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ [المائدہ: 3]

”میں نے آج تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا۔“

میں جو 9 ذی الحجہ 9ھ کو نازل ہوئی، اس وعدہ کے ایفا کی خبر ہے۔ اتمام نعمت کے معنی ہیں اتمام اشاعت دین اور کمال تبلیغ دین متین اور اس تبلیغ کے مبارک ثمرات شامل ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے انعقاد کے بعد جو تبلیغ کر قریش اور خلفائے قریش کے اندر رکی ہوئی تھی وہ روک بھی اٹھ گئی۔ موانعات کے دور ہو جانے سے لوگ اسلام کو سمجھنے لگے تھے، پھر پچاسوں اور سینکڑوں کی تعداد میں داخل اسلام ہونے لگے تھے۔

بشارت سوم: ﴿وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾ [التج: 2] ہے، ”سیدھی راہ پر اللہ تجھے لے چلے گا۔“

جوش کا تیسرا اثر شیریں ہوا۔ یعنی جس صراط مستقیم پر مخالفین سنگ راہ بنے ہوئے تھے، جس شاہراہ ہدایت کو مشرکین نے روک رکھا تھا وہ صاف ہو جائے گی۔ اور حضور کو اپنی تعلیم پر چلانے اور ساکان راہ کو منزل مقصود تک پہنچانے کا کھلا موقع مل جائے گا۔

بشارت چہارم: ﴿وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا﴾ [التج: 3] ”اللہ تیری مدد بڑی نصرت کے ساتھ فرمائے گا۔“

ہے جو اس صلح کا چوتھا مبارک نتیجہ ہوگا۔

یعنی نصرت الہیہ پوری طاقت اور نمایاں غلبہ کے ساتھ آشکار ہوگی۔ قلوب میں کشتی، ارواح میں ذوق پیدا ہو جائے گا۔ بیسیوں نہیں سینکڑوں نہیں، ہزاروں کی تعداد میں لوگ صداقت کے جو یا، حقیقت کے طالب بن جائیں گے۔ حتیٰ کہ

﴿يَذْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ [النصر: 2] ”اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔“

کا نظارہ چشم ظاہر بین کو بھی نظر آنے لگے گا۔

نصرت الہیہ کا اس آیت میں ذکر ہے:

﴿إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ [البقرہ: 40]

”اگر تم اس کی مدد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے تو اس کی مدد اس وقت بھی کی جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا اور

رسول ﷺ اس وقت دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار میں تھے۔“

ہاں نصرت الہیہ ہی کا کرشمہ تھا کہ نبی ﷺ اور صدیق ﷺ دونوں غار کے اندر موجود ہیں اور کفار اشرار برسر غار کھڑے ہیں اور اتنے قریب ہیں کہ اگر ذرا جھک کر دیکھ لیں تو غار کی اندرونی حالت دیکھ سکیں، مگر نصرت ربانی کام کر رہی ہے۔ یہ لوگ منہ پر آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہو گئے ہیں۔

غار سے برآمدگی کے بعد مدینہ تک پہنچ جانا بھی آسان نہ تھا، قریش کے انعام اور بت پرستوں کے ذاتی انتقام نے تمام راستہ کو نہایت مخدوش بنا دیا تھا۔ یہ تین سو (300) میل کا راستہ سینکڑوں اعداء دین کا روکا ہوا تھا۔ پھر بھی نصرت سبحانی سے یہ خوفناک سفر خوش اسلوبی سے طے ہو جاتا ہے۔ ہونکنانہ کے مدلی سردار نے اگر تعاقب بھی کیا تو منہ کی کھائی اور بریدہ اسلمی نے بھی اگر تعاقب کیا تو زمرہ خدام میں منسلک ہو گیا۔ حضور ﷺ کے قدم میمنت لزوم کی اطلاع و بشارت بھی ایک یہودی بچہ اس اہل ایمان تک لے جاتا ہے اور اہل مدینہ اس نعمت خدا داد سے درجہ تکمیل پر فائز ہو جاتے ہیں۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کی تعداد روز افزوں ترقی کے ساتھ بڑھنے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ یہودی آنکھیں بھی اس نظارہ سے جس کی خبر حقوق نبی نے دی تھی پتھر جاتی ہیں۔

اب چھ (6) سال بعد مدینہ سے ٹھیک جنوب میں یعنی ام القریٰ اور اس کے حوالی میں قدرت ربانیہ اور نصرت الہیہ کو نتائج صلح حدیبیہ کا دکھانا منظور ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے نمایاں ہو جاتا ہے کہ فتح مبین اور اتمام نعمت اور ہدایت راہ مستقیم و عزت کے معنی سیرت رسول پاک ﷺ ہمیشہ سے مشکلات اشاعت کی دوری اور موانع تبلیغ کا اندفاع کر رہے ہیں جس کا نتیجہ اعلائے کلمۃ الحق اور ظہور صداقت و بروز حقیقت رہا ہے۔

بے شک یہ سب وعدے، یہ جملہ بشارات حضور ﷺ ہی کی حیات طیبہ میں منجانب اللہ پورے فرمائے گئے تھے۔ لہذا آیت زیب عنوان حضور ﷺ کی رفعت شان اور منصب عظیم کی مظہر اتم ہیں اور حضور ﷺ کی خصوصیات کی مبرہن کرنے والی ہیں۔ مندرجہ بالا تحریر کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضور ﷺ سراپا نور کے مغفور الذنب ہونے کا کوئی منفی پہلو اس سے نکل سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

تحریر بالا تو حضور ﷺ کے مداح علیا کی اور زیادہ وضاحت کن ہے۔ اگر وہ ذات قدسی جسے رب العالمین نے

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: 21]

”تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔“

فرما کر اہل عالم و عالمان کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا ہے، مغفور الذنب نہ ہو تو پھر عصمت انبیاء کے کیا معنی رہ سکتے ہیں؟ میرا تو ایمان ہے کہ حضور ﷺ ہی صاحب مقام محمود ہیں، منزلت وسیلہ کے سریر آرا (تحت نقین) ہیں، شفیع المذنبین ہیں۔ شفاعت کبریٰ حضور ﷺ ہی کے لیے خاص ہے: اَقْدَمُ وَمِنْ دُونِهِ قَحْتُ لَوْلَايَ وَلَوْ اَنَّ الْحَمْدَ بِيَدِي "آدم اور ان سے نیچے سب برگزیدہ لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حمد کا جھنڈا اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا۔" حضور ﷺ ہی کا مرآت کمال ہے۔ الغرض عصمت کاملہ اور شفاعت کبریٰ کے مناصب کے ساتھ ساتھ آیات زیب عنوان سے ان معافی کا استفادہ بھی ہو گیا کہ اعداء دین نے جو الزامات سرور کائنات ﷺ پر لگائے تھے، ان کا ازالہ بھی حضور ﷺ کی پاک ترین حیات ہی میں ہو چکا تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ معاہدہ کرتے وقت چالاک دشمن نے جن شرائط کو اپنی برتری اور اشاعت اسلام کی مسدودی کا ذریعہ سمجھا تھا، وہ سب بیت العکبوت (مکزی کا گھر) ثابت ہوئیں۔

قریش نے سمجھا تھا کہ جب نو مسلم لوگ اکسٹراڈیشن (Extradition) کے مجرم بن جائیں گے تو قریش کے جبر و ستم اور بند و قید کے خوف سے آئندہ کوئی شخص اسلام میں داخل نہ ہوگا۔

نیز جب مرتدین کو یہ سہارا مل جائے گا کہ وہ ترک اسلام کے بعد بھی قریش کی پناہ میں آ کر جملہ حقوق شہریت سے مستمع رہ سکیں گے اور مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے تو بیسیوں مسلمان بھی مرتد ہو جائیں گے، مگر یہ دنوں خیال جھوٹے نکلے اور صرف اشاعت اسلام نے ان کی جملہ تدابیر کو خاک میں ملا دیا اور علیم الکیم نے اسی معاہدہ کو فتح مبین اور نصر عزیز بنا دیا۔

بے شک کوتاہ بین آنکھ تو یہ نہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ دو شخص جو رات کی تاریکی میں گھروں سے نکلے اور عمار کی تہہ میں چھپ کر رہے، یہی کل دنیائے روحانیت کے آفتاب و مانتاب ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی روحانیت سے شرک کی ظلمت اور جہل کی تاریکیاں دور ہوئیں، توحید کا نور گھر گھر پہنچا اور خلیفۃ الرسول کی روحانیت سے اسود غشی اور سیلہ، سجاج کی نبوت کا ذہب کے دعاوی مفاک ہلاک میں ڈالے گئے اور ہر ایک گمراہ کن کی بنیادیں مستاصل کی گئیں۔

اسی طرح اور بالکل اسی طرح اس معاہدہ کے وقت کوتاہ اندیشان قریش کی عقل اور سمجھ سے یہ بات باہر تھی کہ جو مسلمان مسلمانوں سے بہ طور مجرم حاصل کیے جائیں گے وہی لوگ جس وزندان میں بیٹھے ہوئے مبلغ اسلام کی شان دکھلائیں گے اور بیسیوں کو مسلمان کر سکیں گے۔

جو لوگ ”اسلام بزدور شمشیر“ کا جھوٹا اتہام لگایا کرتے ہیں وہ بھی اس معاہدہ پر غور کر لیں کہ اسلام سے پھر جانے والوں کی حمایت اور پناہ کی ذمہ داری قریش کی زبردست قوم اپنے اوپر لیتی ہے۔ ان کی آباوی اور سکونت کے انتظام کی حامی بنتی ہے اور بائیں ہمد کوئی ایک شخص بھی نہیں نکلتا، جس سے اس حمایت و حفاظت و جذبہ داری کا فائدہ اٹھایا ہو۔

المختصر آیات زیب عنوان سے نبی ﷺ کی خصوصیات، خوبی آشکار ہیں اور مضمون ہذا کی مناسبت سے اس قدر لکھ دینا کافی ہے۔
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی نَبِیِّہٖ وَحَبِیْبِہٖ وَالْاٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَبَارِکْ وَسَلَّم

خصوصیت نمبر 13

﴿وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی﴾ [انفال: 17]

”جب تو نے پھینکا تھا تب تو نے نہ پھینکا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا“

یہ آیت سورہ انفال کی ہے، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حمر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سورہ انفال کا نزول بہ مقام بدر ہوا۔ [1]

لہذا غارت ہو گیا کہ جس واقعہ کی طرف آیت بالا میں اشارہ ہے، وہ بھی غزوہ بدر ہی کے واقعات سے ہے۔

اہل التفسیر و اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے قریش کے لشکر کو دیکھا تو زبان سے کہا، الہی! یہ قریش ہیں، فخر و غرور میں

چور، تیرے نافرمان، تیرے رسول ﷺ کے مکذب، میں تیری موعودہ نصرت کا طالب ہوں، جبریل علیہ السلام آئے۔ کہا حضور ﷺ ایک

مشت خاک لیجیے اور قریش کی طرف پھینک دیجیے اور نمونہ قدرت باری ملاحظہ کیجیے۔

نبی ﷺ نے ننگریوں والی مٹی کی مٹھی بھر لی اور لشکر اعداء کی طرف پھینک ماری۔ اس لشکر خود سر میں ایک ہزار (1000) کے قریب وہ لوگ تھے، جن کے کبر و افتخار کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ یہ مٹھی بھر خاک ہر ایک کی آنکھ میں پڑی اور ان بے بصران حقیقت کو بتلا گئی جو رسول پاک ﷺ کی شان سے اندھے ہیں وہ اسی امر کے سزاوار ہیں کہ ان کی آنکھیں پھوٹیں اور خاک راہ ان کے لیے سرمہ بنے۔ واقعہ عجیب تھا کہ مشت خاک اور ایک ہزار (1000) اعمی القلوب کی آنکھوں کو تیرہ کر جائے، اس لیے قرآن مجید نے یہ راز کھول دیا کہ اس میں دست قدرت شامل ہے اور قدرت کے کام ہمیشہ عقل انسانی کے لیے عجوبہ رہے ہیں اور رہیں گے۔

بعض لوگوں نے دیکھا کہ ﴿مَا رَمَيْتُ﴾ کی نفی اور ﴿إِذْ رَمَيْتُ﴾ کے اثبات میں اور ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾ کے نتیجہ سے اتحاد ذات اور حلول کا مسئلہ نکلتا ہے۔ لہذا یہ سمجھ گئے کہ یہی آیت ہے جو حقیقت محمدیہ ﷺ کے چہرہ سے برقع کشا ہے، مگر ایسی سمجھ میں خوش فہمی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

اس آیت کے حقائق میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے:

کہ نبی ﷺ کے خلق عظیم کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ کی غماور درگزر اور قوم پروری پر نگاہ کرتے ہوئے یہ واقعہ اعداء کی نگاہ میں بھی اس لیے تعجب خیز تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ تو کبھی بدی کا بدلہ لینے والے نہ تھے۔ ان کا ہاتھ کسی کی ضرر رسانی کے لیے کبھی اٹھتا نہ تھا، ہم لوگوں نے تیرہ (13) سال تک مکہ میں سن کر دیکھ لیا کہ وہ کبھی مقابلہ میں اف تک نہ کرتے تھے، ہاتھ میں جنبش دینا تو کیا، زبان کو ہمارے خلاف نہیں ہلاتے تھے۔ آخر محمد ﷺ کو کیا ہو گیا کہ اس کی عادت بدل گئی؟ کیا اس کی فطرت میں تبدیلی آگئی؟ کیا اب بھی خلق محمدیہ ﷺ کو دنیا کے لیے نمونہ بنایا جائے گا؟

رب العالمین کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے حبیب پاک ﷺ کے اخلاق کی نسبت ایسی باتیں رموزاً بھی کہی جائیں، جھٹ اس کی نفی فرمادی اور بتلادیا کہ اخلاق محمدیہ ﷺ تو وہی ہیں جو دنیا بھر میں مسلمہ ہیں، مگر اس واقعہ میں ہمارے نبی کا ذاتی فعل شامل نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے ہمارے حکم کی تعمیل میں وہی کام کیا جو تیر انداز کے ہاتھ میں ایک کمان کا ہے۔ لہذا ہمارے رسول ﷺ کی ذات کے متعلق کوئی لفظ زبان سے مت نکالو اور اسے ہمارے ہی جلال کی شان سمجھو۔

﴿إِذْ رَمَيْتُ﴾ میں فعل کا اثبات اسی حیثیت سے ہے جو کمان کا تیر اندازی میں ہے اور ﴿مَا رَمَيْتُ﴾ فعل نبوی ﷺ کی نفی اسی حقیقت پر ہے جو تیر انداز کے سامنے کمان کی ہے۔ لہذا آیت کا محل اصلی ذات رسول ﷺ ہے اور اہل اسلام کے لیے سبق ہے کہ ہم سب پر بھی اعداء کے ان اعتراضات کی جوابدہی لازم و واجب ہے جو حضور ﷺ کی ذات گرامی پر کوئی مخالف اپنی کم بصری و کوتاہ بینی سے زبان پر لاتا ہو۔

کمان کو تیر انداز اور بندوق کو نشانہ باز کے ساتھ اتحاد و حلول کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ صحیح ہے؟ ہاں! آیت ایک اور حقیقت کا بھی اظہار کرتی ہے، اسی سورہ انفال کو پڑھو کفار مکہ کی درخواست اللہ تعالیٰ سے یہ ہوا کرتی تھی۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ﴾ [الانفال: 32]

”اللہ! یہ محمد ﷺ کی نبوت اور تیرانام لے کر آیات قرآنی کی تلاوت اگر وہ درحقیقت تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھراؤ کیا جائے۔“

دیکھو! ان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے۔ یہ دعا تو کرتے ہیں کہ ہم پر پتھر برسیں اور یہ دعائیں کرتے کہ اگر محمد ﷺ سچا ہے، اس کی دعوت سچی ہے تو ہمارے دلوں کو کھول دے اور قبول حق کا جوش ہمارے اندر پیدا کر دے۔

ان پر پتھراؤ کا ہونا ضروری ہو گیا تھا، کیوں کہ حقانیت اسلام کے لیے انھوں نے اسی امر کو شرط ٹھہرایا تھا، لہذا رسول ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ ایک مشت خاک ان پر پھینک دو۔ جب یہ مشت خاک سب کی آنکھوں میں پینچے گی تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ ہاں اس طرح پتھروں کا آسمان سے برسا بھی بعید نہیں۔

لہذا یہ رمی معجزہ بھی ہے اور منکرین کے لیے ان کی خود منہ مانگی بات کے اصول پر حجت و دلیل بھی۔ اس توجیہ کے ذیل میں یہ یاد رکھنا چاہیے۔

کہ رمی تجارہ سے رامی کا مقصد ان لوگوں سے براءت و بیزاری کا اظہار بھی ہے، جو مغوی اور شرارت پیشہ ہوں جو بوجہ بحث باطن حقانیت و صداقت سے اس قدر دور ہو چکے ہوں کہ بظاہر آثار رشد بھی ان سے معدوم ہو چکے ہوں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بمقام منی مغوی شیطان پر تین بار رمی جمرات فرمانا اور پھر نفاذ حکم الہی پر بکمال طوع و رغبت مستعد رہنا اسی اصول پر تھا۔

فرزند جلیل ﷺ اور دعائے ابراہیم علیہ السلام نے بھی بدر میں اسی نمونہ کا اتباع فرمایا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایک شریر النفس کو خائب و خاسر بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

فخر الانبیاء ﷺ کی ایک ہی مشت خاک نے ایک ہزار (1000) طاغی و باغی فوج اور ان کے ناپاک ارادوں کو خاک نشین فرما دیا۔

محمد عربی کا بر دے ہر دوسرا است
کے کہ خاک درش نیست خاک بر سراو
الغرض یہ آیت حضور ﷺ کے خصائص خاص میں سے ایک خصوصیت کی مظہر ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم



خصوصیات نبوت

خصوصیت نمبر 14

﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ﴾ [آل عمران: 164]

”نبی لوگوں پر اللہ کی آیات کو پڑھ کر سناتا ہے۔“

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے چاہا کہ خدمت اسلام میں وہ کام کریں جو سخت مشکل ہو، مسلمانوں نے بتلایا کہ سب سے مشکل کام قریش کو قرآن مجید کا سنانا ہے۔ یہ دھن کے پکے تھے، قریش کے مجمع میں پہنچے اور تلاوت قرآن شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو ان کا سارا بدن لہو لہان تھا اور زخموں نے چہرہ کو بے پہچان بنا دیا تھا۔ [1]

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو آیات قرآنیہ کا پڑھ کر سنانا کتنا کٹھن کام تھا اور نبی ﷺ ہر روز اسی کام میں لگے رہتے تھے، آبادی مکہ کے اندر ہر ایک مجمع میں حضور ﷺ پہنچتے تھے اور قرآن سناتے تھے۔ ہر شخص کو تنہائی میں ملتے تھے اور اسے پیام الہی پہنچاتے تھے۔ آبادی سے باہر بھی جتنے راستے آنے جانے والوں کے تھے، ان سب پر دن کی روشنی میں اور رات کی تاریکی میں حضور ﷺ جا پہنچتے تھے اور قرآن کی تلاوت سے آنے جانے والوں کے کانوں میں حکم الہی ڈالتے تھے۔

عرب کی کوئی مشہور منڈی اور مشہور میلہ ایسا نہ تھا، جہاں حضور ﷺ نہ پہنچے ہوں اور حضور ﷺ نے تبلیغ بذریعہ تلاوت اور اشاعت بذریعہ دعوت نہ فرمائی ہو۔ عکاظ کا ذرہ ذرہ اور طائف کا پتہ پتہ حضور ﷺ کی تلاوت کا گواہ ہے۔

غور کرو، اس گوہر مقدس کی جرأت و فتوت، نجدت و جلالت پر رزم گاہ عالم میں جملہ افراد عالم بلکہ اقوام عالم کے خلاف اپنی زبان کھولتا ہے، ہر ایک کو انصاف سے ملزم ٹھہراتا ہے۔ ہر ایک کا شیشہ پندار سنگ براہین سے توڑتا ہے، ہر ایک کے بت بطلان کو سندان حقانیت پر پھوڑتا ہے۔

اسے نہ ضرب کا ڈر، نہ ضرر کا غم، نہ خوف و خطر کا اندیشہ۔ اس کا سینہ و جگر نیزہ و تیر سے دل نہیں چراتے، اس کی زبان بیان توحید سے بند نہیں ہوتی، اس کی سرگرمیاں لوگوں کی سردمہری سے ٹھنڈی نہیں پڑ جاتیں۔ مال کی طمع، حکومت کی لچا بٹ اسے اپنے کام سے روک نہیں سکتی۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ تلاوت آیات کتنا کٹھن، دشوار اور خطرناک کام تھا اور یہ نبی کریم ﷺ ہی کی خصوصیت ہے، جسے حضور ﷺ نے ایسی خوش اسلوبی سے پورا کیا کہ اپنی آواز کو ہر ایک غافل تک پہنچایا۔ ہر ایک غفلت زدہ کو خواب سے چوٹکایا اور بالآخر سب کو ”بیدار“ کر کے چھوڑا۔

آج اگر کوئی شخص تلاوت قرآن کا عمل سہل و آسان سمجھتا ہے تو اسے بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مخالفین کے زمرہ میں تلاوت کا کام فی

الواقع آج بھی آسان نہیں اور اب اگر کسی قدر سہولت پیدا بھی ہوگئی ہے تو یہ اسی تلاوت نبوی ﷺ کی برکت اور اثر ہے، جس کے لیے حضور ﷺ خود گونا گوں مصائب اور بولسوں نواب کی برداشت کر چکے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تلاوت کی دو صورتیں ہیں:

① خود اپنے لیے پڑھنا، اس کے آداب الگ ہیں، مثلاً حسین صورت، حضور قلب، معانی پر فکر و تدبر، حقائق و معارف کی غواصی۔

② دوسروں کو پڑھ کر سنانا، وہ دوسرے بھی کون؟ مخالفین دین، جن کے کان سننے سے اور دل سمجھنے سے سخت منکر ہوں۔

ان کو اس طرح سنانا کہ ثواب ابدی، عذاب اخروی، نعمائے الہی، رضوان ربانی سننے والے کو مشکل نظر آنے لگیں، بدن لرز جائے اور دل کانپ اٹھے، آنکھ کھل جائے اور طبیعت اپنے سابقہ اطوار سے رک جائے۔

یہ کام بے شک بدرجہ کمال حضور ﷺ ہی کے کرنے کا تھا اور قرآن گواہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کام کو حمدی کے ساتھ سرانجام دیا اور اسی لیے حضور ﷺ کا یہ طریق ”خصوصیت“ میں داخل ہوا۔

خصوصیت نمبر 15

﴿وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151]

”نبی تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔“

آیت کا خطاب جملہ اہل عالم سے ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی شان یہ ہے کہ ساری دنیا کو ان علوم کی تعلیم دیں، جن سے دنیا ناواقف و بے بہرہ ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے صادق الحج نے استعداد و تقاطین اور قابلیت مستمعین کا اندازہ کرتے ہوئے اعلان فرمایا تھا۔

إِنِّي لَبِيْ أُمُورًا كَثِيرَةً أَيْضًا لَا قَوْلَ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تَسْمِعُوا الْآلَانَ وَ أَمَّا مَتْنِيْ جَاءَ ذَلِكَ رُوحُ الْحَقِّ فَهُوَ يُرْسِدُكُمْ إِلَى جَمِيعِ الْحَقِّ۔ ①

اردو انجیل کی عبارت یہ ہے:

”میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ یعنی روح حق آئے تو

وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گی۔“ ②

حضرت مسیح علیہ السلام کا قول بالا بتا رہا ہے کہ جتنی تعلیم انھوں نے قوم کو دی، وہ کم تھی بہ نسبت اس تعلیم کے جو باقی رہ گئی تھی۔ اس فقرہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کی تعلیم کا سبب یہ نہ تھا کہ سننے والے ایسی ابتدائی حالت میں تھے کہ ان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایم اے پاس استاد کسی پرائمری کلاس کو تعلیم دینے لگے اور وہ ان کو بہت سی علمی باتیں بتا سکے اور نہ سمجھا سکے، اس لیے کہ شاگردوں کی سمجھناقص ہے۔

① یوحنا 16 باب۔ نقل از کتاب المقدس عربیہ مطبوعہ آکسفورڈ 1871ء ② نقل از بائبل اردو مطبوعہ حرا پور 1870ء یہ واضح رہے کہ الفاظ ”بتا دے گی“ بہ صیغہ مؤنث اس لیے ہے کہ اردو زبان میں درج موصوف ہے، ورنہ آنے والے کا نام روح الحق ہے اور یہ صیغہ مذکر عربی عبارت میں موجود ہے۔

بہر حال نتیجہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام جیسے نیک استاد کی تعلیم کا حصہ اور بہت بڑا حصہ دنیا کو اس وقت مل سکا۔
اب سوال یہ ہے کہ کیا مسیحی مذہب کی اس کمی کو کسی زمانہ میں پورا کیا گیا، جہاں تک ہم کو عیسائی عالموں سے معلوم کرنے کا اتفاق ہوا، وہ بتاتے ہیں کہ عیسیتی کا سٹ کے دن اس کمی کو پورا کر دیا گیا۔
عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کا ذکر کتاب اعمال کے دوسرے باب میں ہے اور اس کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رفع مسیح سے پچاس (50) دن بعد کا ہے، الغرض پہلے ہی سال کا۔
عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے معنی کتاب احبار (موسیٰ کی تیسری کتاب) کے باب 22 میں یہ بتائے گئے ہیں کہ عید صبح کے ایام میں نذر کی قربانی کا پیش کرنا۔

ہاں کتاب اعمال سے ظاہر ہے کہ اس عیسیتی کا سٹ کے دن مسیح علیہ السلام کے بارہ (12) کے بارہ (12) شاگرد جمع تھے، ان کو ایک زور کی آواز سنائی دی اور شاگردوں کو جدا جدا آگ کی سی زبانیں (شعلے) دکھائی دیں اور وہ ہر ایک پر بیٹھے اور سب غیر زبانیں بولنے لگے۔ آوازیں کروگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ سب حیران ہوئے۔ ایک دوسرے سے گھبرا کر کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے اور لوگوں نے غصے سے کہا کہ یہ نئی شراب کے نشے میں ہیں۔ تب پطرس (Peter) نے اپنی آواز بلند کی اور لوگوں سے کہا کہ یہ نشے میں نہیں۔ ﴿16/2﴾ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا کہ

17/2۔ خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ میں اپنی روح میں سے تم پر بھیجوں گا۔

پطرس (Peter) کی تقریر کے بعد تین ہزار (3000) آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ (خلاصہ از کیم تا 42 درس باب دوم اعمال)
عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے دن جو کچھ ہوا، اس پر شک کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ غور کی ضرورت ہے۔ سوال تو یہ تھا کہ مسیح کی پیش گوئی جو باقی ماندہ صداقت کی مکمل تعلیم کے متعلق تھی، کب پوری ہوئی؟ عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے دن تو حضرت پطرس نے عین اس وقت جب کہ وہ روح القدس سے بھرپور تھا، یہ بتا دیا تھا کہ یہ حالت وہ ہے جس کا ذکر یوایل نبی کی معرفت ہوا تھا۔
اب انصاف کا مقام ہے کہ پطرس مع روح القدس ظاہر کر رہا ہے کہ یوایل نبی کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اور پادری بتلاتے ہیں کہ نہیں، بلکہ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ کیا پادری کا یہ کہنا کہ پطرس کے سامنے سچا ٹھہرے گا اور پطرس روح القدس اس پادری کے سامنے جھوٹا قرار دیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ نہیں، ہرگز نہیں۔ لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے دن مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور مسیحی علماء اس دن کے سوا اور کسی دن کا حوالہ بھی نہیں دے سکتے جب مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی ہو۔
ساری دلیل کا لب لباب یہ ہوا کہ عیسائیوں کو بہت زیادہ صداقت کی باقی ماندہ تعلیم کبھی بھی نہیں ملی تھی۔

آیت زریب عنوان بتلاتی ہے کہ ﴿مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ: 151] کی تعلیم نبی ﷺ ہی نے دنیا کو دی تھی۔
اس دلیل کی صحت اس اندرونی شہادت سے بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو فرمایا تھا کہ روح الحق اس کامل صداقت کی تعلیم دے گا جو مسیح علیہ السلام نہیں دے سکے تھے اور اس عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے دن کسی ایک نئی بات کی تعلیم بھی نہیں دی گئی۔

﴿1﴾ (Peter) عیسیٰ علیہ السلام کا حواری تھا۔ جسے 67ء میں پھانسی دی گئی۔

پطرس (Peter) نے اس واقعہ کو یوایل نبی کی پیش گوئی بتلایا یا صلیب مسیح کا واقعہ سنایا، مگر تعلیم کچھ بھی نہ دی گئی تھی۔

اندیس حالات ہماری برہان مکمل ہو جاتی ہے کہ عیسائیوں کو ابھی بہت کچھ سیکھنا تھا۔

اس کے بعد یہودیوں کی حالت سنو۔ وہ یہود جو موسیٰ علیہ السلام کی مسند پر بیٹھنے والے تھے۔

وہ یہود جو غور کتاب دانی اور نوح کتاب داری سے سرشار تھے، قرآن مجید نے خود ان کو مخاطب بنا کر فرمادیا تھا کہ

﴿وَمَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [نبی اسرائیل: 85] ”یعنی تم کو علم کا بہت تھوڑا حصہ ملا ہے۔“

جب اہل کتاب کے یہ دونوں گروہ حضرت مسیح علیہ السلام کی شہادت اور قرآن پاک کے اعلان سے بہت تھوڑے علم والے ثابت

ہو چکے تو ضرور تھا کہ دنیا کو کبھی مکمل تعلیم دی جاتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نورانی میں وہ وقت آ گیا کہ

﴿مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ: 151] ”جو کچھ آپ لوگوں کے علم میں نہ تھا“ کی کمی کو پورا کیا جائے۔“

یہ بدیہی ہے کہ جب کتاب والے ہی ادھورے نظر تو دیگر اقوام کا تو علمی حیثیت میں ان سے ادنیٰ درجہ پر ہونا بالضرور ثابت ہو

گیا۔ لہذا آیت بالا کے مخاطب جملہ اہل عالم ہیں اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وہ منصب عالی ہوا کہ سب کو ایسی تعلیم دیں

جس سے دنیا آج تک بے بہرہ تھی۔

مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے متعلق یہ امر بھی شرح طلب ہے کہ اس پیش گوئی میں اسم ”روح الحق“ کا استعمال ہوا ہے اور

اناجیل اربعہ (4) میں اس مقام کے سوا اور کسی جگہ اسم لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ ﴿دوسرے مقامات پر تو روح القدس کا لفظ آیا ہے۔

عقبتی کا سٹ والے دن بھی پطرس نے روح القدس ہی کا لفظ استعمال کیا اور یہ ہر دو مقامات کا فرق بھی صراحتہ بتا رہا ہے کہ ”روح الحق“

اور ہے ”روح القدس“ اور۔

روح القدس کو پادری صاحبان تثلیث کا جزو ثالث تسلیم کرتے ہیں، تو کیا کریں مگر روح القدس نے تو کبھی کوئی نئی تعلیم کسی کو

نہیں دی۔ چنانچہ خود کسی مسیحی عالم کی شہادت میں بھی یہ موجود نہیں کہ اسے راست بازی کی وہ باقی ماندہ تعلیم ”روح القدس“ سے مل گئی

ہے۔ جسے حضرت مسیح علیہ السلام ادھورا چھوڑ گئے تھے۔

آیت زیب عنوان نے صاف طور پر بتلادیا کہ استاد عالم و عالمیان ہونے کا امتیاز اور خصوصیت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔

قارئین دریافت کر سکتے ہیں کہ امور کثیرہ کیا ہیں؟ جو مسیح کی تعلیم میں نہیں پائے جاتے، بلکہ یہودیوں کی کتابیں بھی ان سے

خالی ہیں۔ اس کا جواب قارئین کو ہمارے دوسرے مضمون ”خصائص القرآن“ سے ملے گا، اسے بغور ملاحظہ فرمائیں۔

اس جگہ یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ اور بھی ایسے مقدس بزرگوار ہو چکے ہیں جن کو علم

لدنی عطا ہوا تھا تو کیا اس سے اشتباہ گزر سکتا ہے کہ ان میں سے ہی کسی بزرگ نے اس کمی کو پورا کر دیا ہو جو با عرض ہے کہ ان

سب ایسے بزرگوں کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت پیشتر کا ہے۔ پس وہ لوگ مسیح علیہ السلام کی کمی تعلیم کو پورا کرنے والے کسی طرح

نہیں ٹھہر سکتے۔

لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ سریر آراء علوم ہیں جو فرش خاک پر بیٹھے اور خاکی دنوری، انسی و جانی کو ایسے علوم سے مستفیض فرمایا

[1] مشہور چار انجیلوں کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿لوقا﴾ ﴿متی﴾ ﴿برناباس﴾ ﴿یوحنا﴾

کہ یہ خاک کے ذرہ ہائے بے مقدار کو آسمان علوم پر تاباں نجوم بن کر چمکے اور ضیاء بخش عالم و عالمان قرار پائے۔
نبی ﷺ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے تلامذہ میں بھی نمایاں تفاوت ہے۔ مسیح علیہ السلام کے بارہ (12) شاگردوں میں سے شمار کر لو کہ کتنے شاگرد ان کی تعلیم کے مبلغ ٹھہرے تھے۔ دو تین سے زیادہ کے نام نہیں لیے جاسکیں گے۔ اس قلیل تعداد کا کارنامہ بھی صرف اسی قدر ہے کہ انھوں نے جناب مسیح علیہ السلام کے حالات زندگی کی اشاعت کی ہے اور بس۔

نبی ﷺ کی تیار کردہ جماعات میں ہر قسم و ہر صنف کے کاملین نظر آئیں گے۔

آپ دیکھیں گے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ملک واری و جہاں بانی کی تعلیم

ابوسعید و رضی اللہ عنہ و خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہنگامہ آرائی و جہاں کشائی کی،

معاذ رضی اللہ عنہ و ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان دین و دانش کی،

سلمان رضی اللہ عنہ و ابوذر رضی اللہ عنہ زہد و قناعت کی،

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ حقائق علمیہ کی،

عثمان غنی رضی اللہ عنہ و ابن عوف رضی اللہ عنہ پرورش یتامی کی و اعانت ایامی (بیوگان)۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ و ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انصاری فرائض الہیہ کی تعلیم کل دنیا کو دے رہے ہیں، رضی اللہ عنہما!

یہ چند مبارک نام صرف تقریب و تقصیم مدعا کے لیے درج کر دیے گئے ہیں، ورنہ اس بارگاہ اقدس کا وہ کون سا تلمیذ ہے جو کشت زار علوم کے لیے ہار ان رحمت ثابت نہیں ہوا۔

جب ہم دیکھتے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا شمار 2210 اور ابن عمر رضی اللہ عنہما (تعداد: 1630) و انس بن مالک رضی اللہ عنہ (تعداد: 1286) کی مرویات بھی اس کے قریب پہنچ جاتی ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی روایات کا شمار 5374 ہے۔ پھر ان کے سوا اور بھی ایسے صحابہ جن رضی اللہ عنہم ہیں، جن کے نام مکلفین روایات کے تحت میں درج ہیں۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما (2260) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (1560) و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (1170) تو یقین ہو جاتا ہے کہ اس ادب گاہ اقدس کا ہر ایک طالب علم استاد عالم ہونے کی شان رکھتا ہے۔

یاد رکھیے کہ یہ بزرگوار عرب کے باشندے ہیں، وہی عرب جن کی صفت

﴿اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ﴾ [البقرہ: 78] کے الفاظ میں نمایاں ہے، یعنی ان پڑھ اور کتاب سے بے خبر۔

لیکن نبی ﷺ کے طفیل نہ صرف یہی لوگ ذرہ علیائے علوم کو پہنچے بلکہ ان کے شاگرد بھی ﴿وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ کی سند سے مسند آرائے تعلیم ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ ہی کی جود و عطائے علم کو عام بنایا اور اسے رفعت کمال پر بھی پہنچایا۔

یہ حضور ﷺ ہی کے ادنیٰ ترین کنش بردار تھے جنھوں نے چین و غرناطہ، بغداد و سسلی، تونس و الجزائر، ترکستان و چین و تاتار میں سینکڑوں مدارس و مکاتب کھول دیئے تھے، جن میں جملہ اقوام و مسلم و غیر مسلم کو بلا تفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی۔ یورپ کو اقرار ہے، انکار نہیں کہ یہی اسلامی ممالک تمام یورپ کے استاد ہیں۔

اگر ہم پادریوں کی اس روش اور طریقہ کو دیکھیں جو علوم جدیدہ کی مخالفت میں ان کا رہا ہے اور پھر مسلمانوں کی اس فراخ دلی و وسعت خاطر کا اندازہ لگائیں جو علوم قدیمہ کی ترویج و اشاعت نیز علوم جدیدہ کی ایجاد و حمایت میں ان کا معمول ہے کہ اس سے بخوبی ہویہ اہو جاتا ہے کہ صرف مسلمان ہی ہیں جنہوں نے ابتداء دنیا میں علوم کو پھیلایا۔

تمام مسلمانوں کا یہ شیوہ اپنے سیدنا مولانا نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل میں تھا۔ لہذا ان غلاموں کے افعال بھی حضور ﷺ ہی کے سنن ہدیٰ کا بیان اور حضور ﷺ ہی کے اسوہ حسنہ کی برہان ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ شکوہ کامل و انتقام اعلیٰ کے ساتھ حضور ﷺ ہی میں پائی جاتی ہے۔

عالمیہ بیان نامکمل رہ جائے گا، اگر میں اس مقام پر مختصراً ذکر نہ کروں گا کہ علوم جدیدہ کی ترویج و اشاعت میں مسیحیوں نے تنگ دلی اور اسلامیوں نے فراخ نظری کے کیسے کیسے نمونے دکھلائے۔

ڈی روینس نے ظاہر کیا کہ قوس قزح بارش میں شعاع آفتاب کے انعکاس کا نام ہے اسے اللہ کی کمان جنگ بتانا یا انتقام الہی کی علامت سمجھنا غلط ہے۔ صرف اتنی بات پر وہ قید کر کے رو ما بھیجا گیا۔ وہ جیل میں ہی مرا، اس کے لاشہ کو اور اس کی کتابوں کو جلا دیا گیا جو حکم سوختگی لاشہ کی بابت صادر ہوا تھا۔ اس میں اس سوختگی کا یہ جرم بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ روما کے کنیسہ کی صلح برطانیہ کے کنیسہ سے کرانا چاہتا تھا۔ گویا ساری صالح اسی پاداش کا مستحق تھا۔

برونو (Bruno) کو 1600ء میں لمبی قید کے بعد اس لیے زندہ آگ میں جلا دیا گیا کہ اس نے دنیا کو عالم اسباب کہہ دیا تھا یا اس کے قول سے وحدت الوجود کا مسئلہ آشکارا ہوتا تھا۔

کرویت زمین کا مسئلہ خلافت عباسیہ میں معلوم ہوا اور اس انکشاف سے مسلمانوں میں ایک پتہ بھی نہ ہلا۔ مگر یہی مسئلہ جب یورپ میں پہنچا تو قیامت برپا ہوئی اور بیسیوں فلاسفر جو زمین کو گول کہنے لگے تھے قتل کر دیئے گئے۔

چچک کا نیلکہ قسطنطنیہ میں دیر سے رائج تھا۔ 1721ء میں ایک عورت سماتا میری مونٹا (Marymonta) اسے یورپ میں لے گئی تو پادریوں نے اس طریقہ علاج کی بے حد مخالفت کی حتیٰ کہ بادشاہ سے درخواست کی گئی کہ شاہی اختیارات سے اس کا نفاذ روک دیا جائے۔

امریکہ میں جب یہ طریق نکلا کہ عورت کو ولادت کے وقت مخدر (بے ہوش) کر دیا جائے تو تمام پادری مخالف ہو گئے کہ عورت کو ولادت کے وقت آرام پہنچانا خدا کی لعنت کا مقابلہ ہے۔ جو کتاب پیدائش باب سوم میں عورت ذات کے لیے موجود ہے۔ کردنیال کسی مینس نے 8 ہزار قلمی کتابیں غرناطہ میں اس لیے سوخت کر دیں کہ ان کا مضمون کنیسہ کی رائے کے مطابق نہ تھا۔ پروٹسٹنٹ (Protestant) کو ایک اصلاح یافتہ اور ترقی کروہ مذہب کہا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس مذہب میں دل و دماغ کو آزادی عطا کی گئی۔ اب اس آزاد مذہب کی حالت بھی سنو۔

کلغان نے سیر فیٹ (Searfiat) کو جلا ڈالنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ اس کی تحقیقات میں مجلس دینہ کے انعقاد سے بھی جو شتر دین مسیحی میں بدعت داخل ہو چکی تھی۔

[1] مشہور اساتین فلسفی (1548-1600ء) جسے کبھی کے ساتھ ہاتھ کر زندہ جلا دیا گیا۔

اسے زندہ دہکتی آگ میں کباب کی طرح صرف اس گناہ عظیم کی پاداش میں بھونٹا گیا۔
 فابی (Fabiaw) بھی 1729ء کو اسی جرم میں شہر تلوز میں جلایا گیا تھا۔
 پادری لوتیرا (Lothar)، ارسطو (Aristotle) کو ہمیشہ جھوٹا، ناپاک، خنزیر کہا کرتا تھا۔^[1]
 علم برداران اسلام نے نہ تو اخذ علوم میں اس لیے تنگ چشمی کی وہ علوم اقوام غیر یا ممالک غیر کے ہیں اور نہ علوم کی اشاعت میں اس لیے تنگ دلی کی کہ طالب علم غیر مذہب، غیر قوم یا رعایائے غیر ہیں۔
 ان ہر دو اوصاف کے تحت میں وہ ہزاروں واقعات موجود ہیں جو مؤرخین اسلام پیش کرتے ہیں جن میں سے بیسیوں کا ذکر دیون پورٹ، لین پول اور ایڈورڈ گین نے بھی کیا ہے۔ مسلمانوں میں یہ روشنی اس منبع نور سے آئی جس کی خصوصیت کے اثبات میں آیت ﴿وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151] زیب عنوان ہے۔
 ناظرین کو تاریخ عالم کے تخصص سے معلوم ہو جائے گا کہ اس خصوصیت کا تاج حضور ﷺ صاحب معراج ہی کے فرق مبارک پر تاباں دور خشان ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
خصوصیت نمبر 16

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرہ: 129]

”ہمارا نبی لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“
 قبل ازیں تحریر ہو چکا ہے کہ الکتاب قرآن مجید اور تعلیم الکتاب کے تحت میں احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام شامل ہیں۔
 لہذا خصوصیت ہذا کے تحت میں ”تعلیم حکمت“ کا مذکور ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے:
 ﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ [البقرة: 269]
 ”جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔“
 آیت بالا سے آشکار ہے کہ فضائل محمودہ اور محاسن کثیرہ کا نام ”حکمت“ ہے۔ لفظ حکمت کا اثبات منصب نبوت سے علیحدہ بھی کیا گیا ہے۔
 ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ﴾ [لقمان: 12] ”ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی تھی۔“
 قابل غور یہ امر ہے کہ ”الکتاب“ اور ”تعلیم الکتاب“ کے بعد اب کون سی بات رہ گئی تھی جسے حکمت سے تعبیر فرمایا گیا۔
 واضح ہو کہ ہدایات واضحہ اور بیانات راشدہ پر عمل کرنے کے موقع پر مختلف الامر لوگوں کی حالت بھی مختلف ہوا کرتی ہے۔
 نبی ﷺ نے پیچیدہ معاملات کو عملی طریق پر حل کر کے صحابہ کرام کو مکمل تعلیم عطا فرمائی تھی۔
 ﴿نَبِيٌّ مِّنْ آلِ إِبْرَاهِيمَ﴾ [مائدہ: 61] ”نبی ﷺ روافد فروز مدینہ ہوتے ہیں تو اول مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کرتے ہیں اور پھر یہودان یثرب اور مومنین اسلام میں ایک معاہدہ قلم بند فرما کر ان کو بھی اتحاد مدنیہ میں شامل فرمالتے ہیں۔ معاہدہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔“
 ﴿هَذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وَ يَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ﴾

[1] ارسطو بابائے سائنس و طب 120 کتب کا مصنف (322-384 ق م)

فَلْيَحِمْ لَهُمْ وَجَاهَهُ مَعَهُمُ إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ

یہ تحریر محمد انبی ﷺ کی جانب سے ہے کہ مومنین مسلمان مکہ و یثرب ایک قوم واحد ہوں گے اور جو لوگ ان کا اجتماع کریں گے اور ان کے مجاہدات میں شامل ہوں گے وہ سب ایک ہی وحدت میں شامل ہوں گے۔

﴿وَأَنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

یہودان بنی عوف بھی مومنین کی معیت میں قوم سمجھے جائیں گے۔

﴿وَأَنَّ يَنْهَضَهُمْ لِنَصْرٍ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ﴾

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان باہمی امداد کا طریق جاری ہوگا خواہ کوئی بھی اس معاہدہ والوں کے خلاف لڑنے کو آئے۔

غور کرنے والا جب الفاظ معاہدہ کی گہرائی کا اندازہ کرے گا تو اسے یہ فعل عین حکمت نظر آئے گا۔

﴿۲﴾ سرور کائنات ﷺ نے مدینہ پہنچ کر ان سب راستوں پر آباد قبائل سے جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں معاہدہ باہمی کا قائم و مستحکم کر لینا ضروری خیال فرمایا۔ بنو نضیر اور بنو مدیج کے معاہدات اسی حکمت پر مبنی ہیں۔

﴿۳﴾ صلح نامہ حدیبیہ میں مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ لکھا گیا تھا۔ قریش کشمزد معاہدہ اس پر معترض ہوا، وہ اپنی بات پر اصرار کرتا ہے اور کاتب نبی ﷺ بھی اس مقدس کتاب پر اتنا ہی جما ہوا ہے کہ جتنا یہ کلمہ پاک اس کے دل پر مرسم ہے۔ یہ تکرار یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ صلح نامہ کا نام تمام رو جانا زیادہ یقینی ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں میں ”محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہوں اور“ محمد بن عبد اللہ“ بھی ہوں۔ لہذا محمد بن عبد اللہ لکھ دیا جائے۔ اس حکمت سے سارا مناقشہ ختم ہو جاتا ہے۔ ﴿۴﴾

﴿۴﴾ کفار مکہ نے کفار یثرب کو لکھا کہ وہ مہاجرین و انصار سے جنگ شروع کر دیں۔ اگر یثرب والوں نے ایسا نہ کیا تو مکہ والے خود حملہ کر کے اپنے مخالفین کو فنا کر دیں گے۔ اہل یثرب پر دھمکی کا یہ جادو چل گیا اور انھوں نے مہاجرین و انصار پر حملہ کی تیاری کر لی۔ نبی ﷺ یہ اطلاع پا کر اہل یثرب کے پاس گئے اور یوں تقریر فرمائی۔

”تم اہل مکہ کی چال کو نہیں سمجھتے، وہ تمہارے ہاتھ سے تمہارے اعز و اقارب کو جو مسلمان ہو گئے ہیں قتل کرانا چاہتے ہیں،

حالانکہ اگر تم کو اہل مکہ سے جنگ کرنی پڑی تو وہ مقابلہ اغیار سے ہوگا۔“

اس مختصر تقریر نے عجیب اثر کیا اور اہل مدینہ میں جو اندرونی جنگ شروع ہونے والی تھی رک گئی۔ اسی حکمت نے اہل اسلام کو اندرونی بے امنی سے محفوظ کر دیا۔

﴿۵﴾ طائف و حنین کے لوگ مسلمانوں پر حملہ آورانہ بڑھے تھے۔ ان کو بمقام اوطاس شکست ہوئی۔ ان کی فوج طائف کے قلعہ میں حصار بند ہو گئے۔ محاصرہ کیا گیا۔ جب محصورین کو محاصرہ کی سختی محسوس ہونے لگی اور اندر کے آدمی یگاں یگاں قلعہ کی دیوار پھاند پھاند کر بھاگنے لگے تو نبی ﷺ نے محاصرہ انھادینے کا حکم دیا۔

اس حکم سر اپا رحم کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ کے بعد طائف کی تمام آبادی مسلمان ہو گئی۔

﴿6﴾ ہر قل نے عرب پر حملہ کرنا چاہا، نبی ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ عرب کو روم کی فوجوں کا آماجگاہ بنا دیا جائے، خود آگے بڑھے اور عرب کی انتہائی سرحد پر جا کر ٹھہر گئے۔

اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ تمام ملک کی امداد لشکر اسلام کو بخوبی پہنچ سکتی تھی۔ ہر قل پر اس پیش قدمی اور جرات کا گہرا اثر پڑا اور اس نے عرب پر حملہ کے خیال کو دماغ سے نکال دیا۔

﴿7﴾ 8ھ میں مکہ فتح ہوا تو وہاں سے تین سو ساٹھ (360) بہت تو نکال دیے گئے مگر خود عمارت کعبہ کے متعلق کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ موجودہ عمارت وہ تھی جو حضور ﷺ کی نبوت و بعثت سے پانچ (5) سال پیشتر بنائی گئی تھی۔ اس تعمیر کے وقت قریش نے سامان اور روپیہ کی کمی کی وجہ سے عمارت کا طول کم کر دیا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنا منشا بطور احسان تو ظاہر فرما دیا کہ عمارت کا بناء ابراہیمی پر ہونا بہتر ہے مگر اس حکمت سے کہ ابھی قوم کی دین داری حدیث میں ہے۔ عمارت کو جوں کا توں چھوڑ دیا۔ ابھی وہ لوگ موجود تھے جنہوں نے اس عمارت کے لیے مالی، بدنی امداد دی تھی۔ اس لیے یہ بعید نہ تھا کہ ان لوگوں کو اسی عمارت کا انہدام شاق گزرتا۔ نبی ﷺ نے دل داری و دل دہی کی بنیان کو مضبوط فرمایا اور اینٹ پتھر کی عمارت کے لیے زیادہ اہتمام نہ فرمایا۔

امثال بالا اور اس اشباہ و نظائر سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کیوں کہ جملہ معاملات تمدن و اخلاق اور مصلحت شناسی میں تعلیم حکمت کو جاری رکھتے تھے۔

ہاں یاد رکھو کہ تعلیم حکمت میں یہ امر بھی شامل ہے کہ نبی ﷺ نے احکام و شرائع کو علل و حکم پر مبنی ٹھہرایا تھا اور ان احکام کی علت و حکمت کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ یہ ایک عجیب خصوصیت حضور ﷺ کی حکمت آموزی کی تھی، ورنہ حضور ﷺ سے پیشتر شرائع ماقبل میں بہت کم اس پر توجہ کی گئی بلکہ احکام کی تعمیل و عدم تعمیل کو علامت، اطاعت یا نشان طغیان کے اصول پر منحصر رکھا گیا تھا، جس سے لوگ سمجھنے لگے تھے کہ شریعت کی مثال ایسی ہے کہ ایک آقا نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس پتھر کو ادھر سے اٹھا کر ادھر کر دے۔ اگر غلام نے پتھر اٹھا دیا تو فرمان بردار سمجھا گیا اور نہ اٹھا یا تو نافرمان قرار دیا گیا، حالانکہ اس حکم سے نہ آقا کا کوئی اصل مقصود تھا، اور نہ غلام کا کچھ فائدہ یا نقصان اس کی تعمیل یا عدم تعمیل میں مضمر تھا۔

ہاں دیکھو، کہ نبی ﷺ نے شریعت کو بطور طب روحانی مرتب فرمایا ہے۔ عضو عضو پر وارد ہونے والے امراض روحانیہ کا ذکر فرمایا، پھر ان کا علاج اور علاج میں مفرد و مرکب اشیاء کا استعمال سکھایا ہے۔ صحت قلب کی حفاظت کرنے والی حیات روحانی کو نشوونما دینے والی، روحانیت کے اعضائے ربکے کو قوی و چست بنانے والی ادویہ کا ذکر درجہ بدرجہ فرمایا ہے۔

تکمیل نفس کے بعد حضور ﷺ کی تعلیم حکمت کا دور ثانی شروع ہوتا ہے اور تمدن پر منزل ترتیب عالمہ کے مفصل احکام ملتے ہیں۔ دور ثالث میں سیاست مدن کے دروس کا آغاز ہوتا ہے۔ اقوام عالم اور بلدان جہاں کے واجبات و حقوق سے عالم دو عالم کو روشناس فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کے برابر فرض کو اور کسی نے بھی اس حسن تکمیل کے ساتھ ادا نہیں فرمایا۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسماء اللہ الحسنى میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی ”حکیم“ ہے اور کتاب اللہ کی صفت میں بھی یہی اسم استعمال ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿يَسَّ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ﴾ [یس: 1-2] اور اس کتاب حکیم نے حضور کو معلم حکمت بتلایا ہے، تو ان حوالہ جات سے

اول تو حکمت و دانش کا درجہ بلند تر ہو جاتا ہے اور پھر نبی ﷺ کے منصب عالی کا ارفع و اعلیٰ ہونا بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے۔
تعلیم حکمت کے متعلق مجھے نبی ﷺ کی صرف ایک حدیث اس مضمون کے اختتام پر لکھ دینی چاہیے۔ مضمون حدیث کی ہمہ گیری اور صاحب ارشاد کی حکمت آموزی کی وسعت کا اندازہ ناظرین خود فرمائی لیں گے۔

كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ صَالَةُ الْمُؤْمِنِ إِذَا وَجَدَهَا أَخَذَهَا ۝
”کہ حکمت کو تم گم شدہ لال سمجھو، جہاں پاؤ، اسے اپنا مال سمجھو۔“

خصوصیت نمبر 17

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: 157]

”اور ان کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور پھندے کھول دیتا ہے جو ان پر پڑے تھے۔“

آیت بالا سے روشن ہے کہ لوگوں کو بھاری بوجھوں نے دبا رکھا تھا اور ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔
ان بندشوں، قیدوں، زنجیروں، بندھنوں سے لوگوں کو نبی ﷺ ہی نے آزاد فرمایا تھا اور ایسا کرنا حضور ﷺ کی نبوت عامہ کا لازمہ ہے۔
نبی ﷺ کی نبوت عرب و عجم پر عام ہے اور حضور ﷺ کی دعوت میں شہادۃً لِّلنَّاسِ شامل ہیں۔ لہذا مفہوم آیت بالا کے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قبل از بحث نبوی ﷺ دنیا بھر کی ساری اقوام کیسی کیسی قیود و پیمائشیں گرفتار تھیں۔
ہم مختصر عرب، یہود و نصاریٰ، مجوس و ہنود کا ذکر کریں گے۔ یہی وہ اقوام ہیں جن کو تمدن کے لحاظ سے کوئی منزل دی جاسکتی ہے۔

① عرب

بدکاری و زنا کاری سے نادم نہیں ہوتے تھے اور اپنے افعال قبیحہ پر فخر کرتے ہوئے ان کو اپنے اشعار کے ذریعہ مستہر کیا کرتے تھے۔
شراب اور سخت نشلی عریقات کا استعمال عام تھا۔ مدہوشی میں جو معیوب اور خراب باتیں سرزد ہوتیں۔ ان پر شرمندہ نہ ہوتے تھے۔
لوٹ لپٹوں کو جو قینات کہلاتی تھیں، گانے بجانے، ناچنے کے لیے پالا کرتے تھے۔ ان کی زنا کاری کی آمدنی کو ان کے آقا اچھی آمدنی سمجھا کرتے تھے، جو عورتیں لڑائی میں گرفتار ہو کر آتیں ان کو قینات میں داخل کیا جاتا تھا۔
عورت کسی جانور کا دودھ نہیں دھو سکتی تھی۔ اگر کسی گھرانے کی عورت ایسا کرتی تھی تو سارا خاندان حقیر سمجھا جاتا۔
مال وراثت کا حصہ صرف بالغ مرد پاتے تھے، تمام عورتیں اور بچے اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ترکہ سے قطعاً محروم رکھے جاتے تھے۔
بیوہ عورت پر متوفی شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈال دیتا تھا، عورت خوش ہو یا ناخوش، وہ چادر والے کی بیوی بن جاتی تھی،
سوتیلے بیٹے بھی اپنی سوتیلی ماؤں پر اسی طرح قابض ہو جایا کرتے تھے۔

عورتیں بے حجاب مجمع عام میں نکلا کرتی تھیں اور اپنے جسم کا مخفی سے مخفی حصہ عوام الناس کو دکھلانے میں عار نہ سمجھتی تھیں۔ مرد و زن جسم کو نیکل سے گودا کرتے، عورتیں مصنوعی بال لگاتیں، دانتوں کو درانتی سے تیز بناتی اور ان مصنوعی طریقوں سے خود کو نو جوان بنا کر جوانوں کو جمل دیا کرتی تھیں۔

جو خاندان زیادہ شریف سمجھے جاتے تھے وہ زندہ لڑکیوں کو زیر زمین دفن کر دیتے یا چاہے عمیق (گہرا کنواں) میں دھکیل کر ہلاک کر دیتے تھے۔ اس فعل پر فخر کیا کرتے اور اسے اعلیٰ شرافت کا نشان سمجھا کرتے تھے۔

ازواج کے متعلق کوئی قاعدہ موجود نہ تھا اور محرم و غیر محرم عورتوں کی تمیز کے لیے کوئی صاف آئین منضبط نہ تھا۔

قمار بازی نہایت دل پسند شغل تھا اور مشہور مشہور لوگوں کے گھر ”قمار خانہ عام“ سمجھے جاتے تھے۔

ارواح خبیثہ (بدروحوں) کا اعتقاد عام تھا اور انسان پر ایسی ارواح کے تصرف نام کو تسلیم کرتے تھے۔ خیالی و وہمی دیوتا اور دیویاں مانی جاتی تھیں۔ ان کی شکلیں اور صورتیں عجیب عجیب بناتے اور اسی کے موافق ان کے بت گھڑے جاتے تھے۔ پھر مندروں میں استاپن کیے جاتے اور پوجے جاتے تھے۔ عموماً ہر ایک قبیلہ اپنا اپنا بت الگ تجویز کیا کرتا تھا اور اپنی قسمت اسی بت کے قبضہ میں سمجھا کرتا تھا۔ اگر ایک قبیلہ کی عداوت دوسرے قبیلہ سے ہو جاتی تو اس کے بتوں سے بھی عداوت و نفرت کی جاتی تھی۔

گھوڑ دوڑ پر بازی لگانے کا بہت رواج تھا، اسے دھان کہتے تھے، گھوڑ دوڑ میں تین یا سات گھوڑے شامل کیے جاتے تھے۔

گھوڑوں کے نمبر لگانے میں کبھی اتنا اختلاف بڑھ جاتا کہ لڑائی چھڑ جاتی اور برسوں تک جاری رہتی تھی۔

اگرچہ غلاموں کا آزاد کرنا موجب فخر و مباہات سمجھا جاتا تھا، مگر آزاد شدہ غلاموں پر مالک کا حق ملکیت قائم رہتا تھا۔ اس حق کو آزاد دوسرے کے پاس فروخت یا ہبہ بھی کر سکتا تھا۔

بتوں اور ارواح کی پرستش کی جاتی۔ ان کو سجدہ کیا جاتا، ان کی منت مانی جاتی، ان کے نام پر قربانیاں کی جاتیں، اونٹ، گائے، بکری، کا پہلو ٹا پچان کے نام پر ذبح کیا جاتا۔

زراعت میں زمین کا بہترین حصہ بتوں کے نام پر خاص ہوتا، اگر اس حصہ کی پیداوار کسی ارضی و سماوی حادثہ سے ماری جاتی تو زمین کے دوسرے حصہ کی پیداوار سے اس کی کوپور کیا جاتا۔

بھوک اور قحط کے وقت مویشی کا خون پی جاتے تھے، زندہ جانور کے جسم سے گوشت کاٹ کر کھا جاتے تھے۔ جانوروں کی حرکات سے یا آوازوں سے شگون لیا کرتے، ٹوکے منتر مانے جاتے تھے، ان کی عقل و فکر پر توہمات کی پوری حکومت تھی۔

انتقام اور کینہ جوئی کو اچھا سمجھا جاتا۔ ایک ایک، دودھ نسل اوپر کے واقعات کا انتقام لیا جاتا اور اسے بہادری کا لازمہ سمجھا جاتا۔

عرب کے ملحق الحد و ملکوں میں جو جو فواجش اور قبائح موجود تھے، ان کو جلد اخذ کر لیا جاتا۔

حسب نسب پر غلو کے ساتھ فخر کیا کرتے، ہر ایک قبیلہ دوسرے قبائل کو ذلیل و حقیر سمجھا کرتا اور یہی بات بسا اوقات عداوت،

منافرت اور جنگ کا موجب بن جاتی۔

خاندانی رسوم کی حکومت دل و دماغ پر قانون اور مذہب سے بڑھ کر حکمران تھی۔ رسوم کے مقابلہ میں حریت رائے کا وجود کم تھا۔

اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے قبائل اپنے ملحق الحد و اقوام غیر سے ساز باز رکھا کرتے، فارس، روما، حبش کو اپنے ہی

ملک پر چڑھالانے پر ہوشیاری سے کام لیتے۔

ان کے مشہور مشہور بت مند رجذیل تھے۔

ہبل یہ بہت لمبا بت تھا۔ یہ بت خانہ کعبہ کے سامنے والی دیوار کی منڈیر پر نصب شدہ تھا۔ عرب کے تمام قبائل اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں تھے۔ جنگ احد میں ابوسفیان نے اُغْلُ ہُبْلُ بنی کانعرہ لگایا تھا۔ میں نے 1339ھ میں باب السلام سے باہر ایک پتھر کا ایک لمبا ستون دیکھا تھا جس کے اوپر سے قدم رکھتے ہوئے لوگ آتے جاتے تھے۔ عام طور پر مشہور تھا کہ یہ ستون اسی بت ہبل کا ایک حصہ ہے۔ اس کے تین پہلو نمایاں تھے، ان پر کوئی صورت نہ تھی۔ وہ سواع، یغوث، یعوق، نسر حضرت شیث علیہ السلام کے پوتوں، پر پوتوں کے نام پر لوگوں نے ان کے بت تیار کر رکھے تھے۔

قبیلہ بنو کلب ”ود“ کو بنو مدجن ”سواع“ کو بنو مراد ”یغوث“ کو بنو ہمدان ”یعوق“ کو اور بنو ہمدان کی دوسری شاخ نسر کو معبود سمجھا کرتے تھے۔
لات: لفظ اللہ کا مؤنث بنایا گیا ہے۔ اسے ”رہہ“ بھی کہا کرتے تھے۔

منات: لفظ منان کا مؤنث ہے، کوہ مشلل پر اس کا بت تھا۔ ان دونوں بتوں کی خدائی تمام عرب میں مسلمہ تھی۔ ہذیل و نزار، اوس و خزرج منات کے خاص پوجا کرنے والے تھے۔

عُزَّى: لفظ عزیز کا مؤنث ہے۔ بنو شیبان خصوصیت سے اس کی پرستش کرتے اور اعتقاد رکھتے کہ موسم گرما میں خدا اس کی استخوان میں رہا کرتا ہے۔ بنو کنانہ بھی اس کے معتقد تھے۔

دوار: نوجوان عورت کا بت تھا، اس کے گرد گرد چکر لگایا کرتے۔

اساف: بنی یعلیٰ اور مسامۃ نائلہ بنت زید بن جرم۔ یمن کے باشندے تھے، ان کے باہمی تعلقات گندے تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر یہ مرتکب کبیرہ ہوئے۔ ان کو سزا دی گئی اور ان کے لاشے تشہور و رسوائی کے لیے بلاد فتن رکھے گئے۔ اساف کو کوہ صفا پر اور نائلہ کو کوہ مردہ پر۔ لاشے گل سڑ گئے اور ان کے بت بنا کر رکھ دیے گئے۔ کچھ عرصہ بعد لوگ ان دونوں کی پرستش کرنے لگے۔ [۱]

عجعب: ایک بڑا پتھر تھا، قربانی چڑھانے کا استخوان۔

عم انس: زراعت کا دیوتا، جیسے یو، پی کے صوبہ میں ایک فرضی نام ماموں اللہ بخش بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی یہ ایک بت کا نام تھا۔ ایک بار پیام قضا اس بت کی رضامندی کے لیے ایک سونیل (گاؤنر) اس کی بھینٹ چڑھائے گئے تھے۔ اس کے حالات وفد خولان نے اسلام لانے کے بعد نبی ﷺ کے حضور میں گزارش کیے تھے۔

ذو الکفین: لکڑی کا بت تھا، قبیلہ دوس کا معبود، طفیل بن عمرو بن صمصمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے بعد اسے آگ لگا کر رکھ بنا دیا تھا۔

فلس: قبیلہ طے کا بت تھا، جلایا گیا۔

سعد: بنی ماکان بن کنانہ کا بت۔

ذو الشری: بنو حرث بن شکر کا بت۔

بہم: بنو مزینہ کا بت۔

شعیر: بنو خزرج کا بت۔

ذو الخلصہ: تاج پوش عورت کی شکل میں قبیلہ خثعم و بجیلہ کا معبود۔ [۲]

ان بتوں کی پرستش میں جن تکالیف اور مصائب نے اہل عرب کو اپنا شکار بنا رکھا تھا، انہی کو آیت پاک میں ”اصر“ اور ”انفال“ فرمایا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی پاک تعلیم ہی کے طفیل تمام عرب کو ان بندشوں سے نجات ملی تھی۔
اب یہود کا حال بھی معلوم کرو۔

② یہود

یہود اگرچہ صرف اسی قبیلہ کو کہنا چاہیے تھا، جو یہودا پر یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، لیکن اب یہ نام بہ عرف عام ان بارہ قبائل کا ہو گیا ہے جو دوازده (12) اسباط بنو اسرائیل ہیں۔

ذیل میں اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کے سب فرزندوں کے نام بترتیب ولادت تحریر کیے جاتے ہیں:

نمبر شمار	نام	نام کے معنی	والدہ کا نام
1	روبن	نظر ایٹا۔ بیٹا دیکھو	لیاہ بیگم
2	سمعون	سماعت	لیاہ بیگم
3	لاوی	جفت	لیاہ بیگم
4	یہوداہ	تحسین	لیاہ بیگم
5	دان	منصف	مساقہ بلہا کنیر۔ راحیل بیگم
6	نفتالی	کشتی گیر یا پہلوان	مساقہ بلہا کنیر۔ راحیل بیگم
7	جد	عسکر	مساقہ زلفہ کنیر۔ لیاہ بیگم
8	آشر	نصیب	مساقہ زلفہ کنیر لیاہ بیگم
9	آشکار	اجرت یا انعام	لیاہ بیگم
10	زبون	رفیق	لیاہ بیگم
11	یوسف	مزید	راحیل بیگم
12	بن یمن	دست راست کا فرزند	راحیل بیگم

یہودیوں کی عزت و شہرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے بڑھ گئی تھی۔ ان کے فرزند سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ہزبر یہود اپنی خوشی سے اٹھتا بیٹھتا تھا۔

سلیمان علیہ السلام کو دنیا سے رخصت ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے کہ ان کے فرزند رحام سے دس اسباط (10) علیحدہ ہو گئے۔
رحام کی حکومت صرف دو فرقوں پر رہ گئی۔ رحام کی اولاد شاہان یہودا اور دوسری شاخ شاہان بنو اسرائیل کہلائے۔
وہ یروثلیم جسے اللہ نے اپنا گھر کہہ کر منظور کیا تھا، چالیس (40) سال ہی کے بعد پھر مردود بانی ٹھہرا۔

یہودیوں کی تاریخ کو پڑھو، پھر وہ ہمیشہ کے لیے مصیبتوں کی داستان بن گئی۔ ان میں بت پرستی و بے ایمانی کا آغاز تو عہد سلیمانی کے آخری ایام ہی میں ظہور پذیر ہو گیا تھا۔ بخت نصر نے دونوں شاخوں کا خاتمہ کیا۔ اس وقت سے ان کی تاریخ اسیری، مظلومی، جلا وطنی، غلامی کے واقعات سے لبریز ہے۔ یہ عہد سلطنت نیرو (بادشاہ روما) یعنی 70ء میں فلسطین یہودیوں سے بالکل خالی تھا، وہ ﴿مَلْعُونَيْنِ أَبْنَمَا لِقِفُوا﴾ [الحزاب: 61] کے پورے پورے مصداق تھے۔

جب قسطنطین اول عیسائی ہو گیا تو یہودیوں کی حالت آسائے سنگ میں پھنسے ہوئے دانہ کی سی تھی۔ ان کی قومیت کسی جگہ تسلیم نہ کی جاتی تھی۔ ان کو کسی ملک میں بھی آزاد شہری کے حقوق حاصل نہ تھے۔

دینی حالت بد سے بدتر تھی، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے عہد سے لے کر عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہ السلام کے زمانہ تک انھوں نے ہر ایک نبی اللہ کی تکذیب و تذلیل میں ہمیشہ سرگرمی دکھائی تھی۔ کتاب تورات ان میں موجود نہ رہی تھی۔ اس لیے حلال و حرام اور خط و رضا کا بیان صرف احبار کے اخبار و اعتبار پر رہ گیا تھا اور یہ لوگ اکل سخت، مردار خواری اور اخذ ربوا (سود خواری) میں اتنے دلیر ہو گئے تھے کہ فتاویٰ شرعیہ فروخت ہوتے تھے اور امیر و غریب کے مقدمات و مقدمات رشوت کے مطابق طے ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں رسل و انبیاء علیہم السلام بکثرت و تواتر بھیجے، لیکن اسرائیلیوں نے کبھی ان کی نہ وقعت کی اور نہ نصرت، بلکہ بعض اوقات انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے سے بھی نہ گئے۔

توہمات نے روحانیت مذہبی کو فنا کر دیا تھا اور من گھڑت زہد و اتقا نے شریعت کو ان کے حق میں لعنت ٹھہرایا تھا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام ان کو سانپ اور سانپ کے بچے فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مخذول قوم کے اغلال و اصر کو دور کروینے کا عزم فرمایا اور ازراہ ترجم چاہا کہ ان کو بھی دنیا کی دیگر اقوام کی مجلس میں عزت کی جگہ عطا فرمائیں۔ اس مبارک خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منحبہ ہی ایک معاہدہ بین الاقوامی منعقد فرمایا اور معاہدہ میں یہود کو تمدن کے حقوق مساویانہ سے معزز بنایا۔

ان کی دینی حالت کو درست فرمانے کی طرف توجہ کی گئی۔ یعنی احبار کے خود ساختہ فتاوے سے ان کو علیحدہ کر کے اصل شریعت سے روشناس فرمایا اور یہود کے مقدمات باہمی میں تورات کے احکام مبینہ کے مطابق فیصلے صادر کیے۔

[1] یہ جملہ تدابیر اس قوم کی اغلال و اصر سے رہائی دلانے کے لیے تھیں۔

[2] شریعت موسوی کے احکام میں بھی شدت و سختی بہت زیادہ تھی۔ مثلاً توبہ کے لیے خودکشی یا تحریم دیت یا تحریم غنیمت یا سبب کا قطعاً ترک عمل یا نماز کا کنیسہ سے باہر عدم جواز وغیرہ وغیرہ ان احکام میں سہولت و وسعت کا پیدا کر دینا بھی اصر و اغلال سے رہائی دینے کے برابر تھا۔

[3] نصاریٰ

مسیح علیہ السلام نے اپنے لیے بارہ (12) شاگرد چن لیے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کے دوازہ اسباط (12 قبیلے) کے سامنے مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے لیے گواہ ٹھہریں۔ ایسے کامل استاد کی موجودگی میں بھی یہ لوگ ایسے کچے نکلے کہ مسیح علیہ السلام نے کئی بار ان سے فرمایا کہ

اگر ان میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا تو وہ ایسا اور ایسا کر سکتے، مسیح علیہ السلام ان کو ملامت فرمایا کرتے، کیوں کہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ ایک وقت بیدار رہ کر بھی وہ دعا و استغفار میں مشغول نہ رہ سکتے تھے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف بری کے بعد ان بارہ (12) شاگردوں کے درمیان عقائد اور اعمال کے متعلق سخت اختلاف نمودار ہو گئے۔

① احکام شریعت (توراة) کی پابندی ضروری ہے یا نہیں۔

② اقوام غیر میں تبلیغ عیسائیت جائز ہے یا نہیں۔

③ ختنہ صرف اسرائیلوں کے لیے یا ہر ایک شخص کے لیے جو عیسائیت میں داخل ہو، ان مسائل پر خوب گرم گرم بحثیں ہوا کرتیں۔

پولس (Paul) یہودی (J) جو بارہ شاگردوں میں نہ تھا، بلکہ مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں خود مسیح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو ستانے والا تھا۔ اب عیسائیت میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کی علمی قابلیت، ان بارہ شاگردوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ تحریر و تقریر میں خاص شاگردان مسیح علیہ السلام کو ہالیتا تھا اور اس تعلیم کے مقابلہ میں جس کی بابت مسیح علیہ السلام نے ان کو اپنا گواہ ٹھہرایا تھا، ایک نئی تعلیم پیش کرنا رہتا تھا۔

پولس (Paul) ہی تھا جس نے اپنے خواب کو شریعت سے بالاتر دہجد یا اور شریعت کی حرام کردہ اشیاء کوئی نسل کے لیے حلال ٹھہرا دیا۔ پولس (Paul) نے اپنی زندگی میں ایک ایسی نظیر قائم کر دی تھی جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے شمع راہ بن گئی۔ کونسلوں پر کونسلیں قائم ہوتی تھیں، نئے نئے اعتقاد بنائے جاتے اور منظور کیے جاتے تھے اور پھر جو کوئی اس اعتقاد وحدہ سے اختلاف رائے کا اظہار کرتا تھا، اسے تگوار اور موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا۔

کونسلوں کے نزدیک زیادہ ضروری فیصلہ طلب مسئلہ مسیح علیہ السلام کی الوہیت و ابنیت کا تھا۔ کسی نے مسیح علیہ السلام کو دو شخصیتوں اور ایک روح والا اور کسی نے مسیح علیہ السلام کو ایک شخصیت اور دو روح والا قرار دیا تھا۔ کسی نے مسیح علیہ السلام کو زندگی دنیوی تک بشر اور صلیب کے بعد ابنیت پر فائز بتلایا۔ بہت تھوڑے لوگ تھے جو قدیم عقیدے پر قائم رہ گئے تھے اور مسیح علیہ السلام کو بشر اور نبی سے بڑھ کر کچھ تسلیم نہ کرتے تھے۔ تثلیث کا اعتقاد بھی کونسلوں نے نکالا۔ اس اعتقاد کو افلاطون کی تثلیث (اللہ، عقل اور نفس کلی) سے لیا گیا تھا۔ افلاطون کے مسائل یونان میں عام تھے۔ اس لیے یونان میں اس تثلیث پر کوئی اعتراض نہ تھا اور یہ عقیدہ جلد پھیل گیا۔

تثلیث کے قائم کی بابت بھی اختلافات ہوئے۔ کسی نے تثلیث کے ارکان، اللہ، مریم اور مسیح کو کسی نے خدا، جون یعنی یوحنا اور مسیح علیہ السلام کو بتایا، کسی نے خدا اور مسیح علیہ السلام کو قائم خلاصہ ظاہر کیا۔

پھر روح القدس کے متعلق اختلافات شدید ظاہر ہوئے۔

① کسی نے بتلایا کہ مسیح کی پیدائش خدا اور روح القدس سے ہوئی۔

② کسی نے بتایا کہ روح القدس کی پیدائش، خدا اور مسیح سے ہوئی۔ یہ اختلافات وہ تھے جو شجر عیسائیت کی جڑ میں جراثیم بن کر اسے

سج و بن سے کھوکھلا کر رہے تھے۔

③ پولس (Paul) یہودی، قبیلہ بنیامین کا ایک کمزور لڑکا تھا۔ روم کے شہر ترس میں پیدا ہوا مسیحیت اختیار کرنے کے بعد اپنا نام پولس ہی کے لفظ نظریات کا دو سراجم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ عیسائی مذہب کے بنیادی عقائد نظریات کا اصل بانی ہی شخص ہے۔ جبکہ مسیح علیہ السلام کی الہامی تعلیمات ہرگز نہیں۔

روما و قسطنطنیہ اور مصر و یروشلم کے کلیسیا اپنے اپنے شرف و بزرگی کے مدعی تھے اور ایک دوسرے پر خارج از دین ہونے کے فتوے جاری کر رہے تھے۔

انہی ایام میں مریم علیہا السلام اور مسیح علیہ السلام کا نمونہ بننے کا شوق بھی ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ ہزاروں عورتیں اور ہزاروں ہزار مردان اور منک (راہبات و رہبان) بن جاتے تھے۔ ان کا وجود تمدن دنیا کے لیے بوجھ تھا۔ نیز کلیسا اخلاق و اعمال پر ایک بدنما دھبہ تھا۔ کفارہ کے مسئلہ نے اعمال صالحہ کی رغبت کو مٹا دیا تھا اور مسیح علیہ السلام کے لعنتی اور جہنمی بن کر نجات دہندہ بن جانے کی مسرت نے وحشیانہ طبائع کی امتگوں کو مطلق العنان کر دیا تھا۔

مقدس جھوٹ کے مسئلہ نے ہر ایک فتنہ کو اپنی اپنی خواہشات اور قیاسات کے مطابق اعلیٰ سندات بتالینے کے اختیارات کا مل عطا کر دیئے تھے۔ ان تمام خرابیوں نے مسیحیت کو نہایت مکروہ اور قابل نفرت بنا دیا تھا۔ پرسیٹر، آرڈین، ڈیکین، بشپ وغیرہ کے ہاتھوں جو جو رستم عیسائیوں پر ہوئے ان کے سامنے ہیر وڈلیس اور نیرو کے مظالم بالکل بچے تھے۔ یہی حالت تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

اسلام کے ظل حمایت میں آ جانے کے بعد شام و مصر اور عراق کے عیسائیوں کو اپنے اپنے معتقدات پر رہ کر امن مستحکم کی زندگی نصیب ہوئی۔ اسلام کی حفاظت نے ان اغلال و اصر (پھنکڑیوں، طوقوں) کو ان کے جسم سے اتارا، جنہوں نے عیسائیوں کے سردوش اور عقل و ہوش کو زیر بار گرا کر رکھا تھا۔

4) ہندو اقوام

اہل اسلام نے دریائے انڈ و یا سندھ کے شرق میں رہنے والوں کو انڈ و یا ہندو تحریر کیا ہے۔ اس ملک اور قوم کی تاریخ قدیم بالکل تاریک تھی۔ تاہم ایسے آثار قوی پائے جاتے ہیں کہ اس ملک میں بھی کسی زمانہ میں علم کی ترقی ہو چکی ہے۔

ہندو قوم اور ملک اور مذہب و علم کا زوال مہابھارت کی جنگ سے شروع ہوا۔^[1]

یہ جنگ کم از کم ڈیڑھ ہزار (1500) سال قبل از مسیح ہوئی تھی۔^[2]

بیان کیا جاتا ہے کہ سارے ہندوستان میں کوئی ایک شخص ایسا نہ رہ گیا تھا، جو فریقین (کورو پانڈو) میں سے کسی ایک کا جانب دار نہ ہو۔ ہم اندازاً قیاس کرتے ہیں کہ اس وقت ملک کی آبادی پانچ کروڑ (50000000) تو ضرور ہوگی۔ مگر جنگ کا کیا نتیجہ ہوا کہ طرفین میں سے صرف بارہ (12) مرد زندہ باقی رہ گئے تھے۔ فاتحین نے یہ حالت ہوش رہا کبھی تو انہوں نے بھی جلد از جلد اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے چھ صدی پیشتر بدھ مذہب نے ظہور کیا۔^[3]

بدھ نے پالی زبان کو اختیار کیا تھا اور سنسکرت پڑھنے پڑھانے کی ممانعت کر دی تھی۔^[4]

وید مت کی جگہ بدھ مت قائم ہو جانے سے قدیم مذہب کی کتابیں نیست و نابود ہو گئیں اور ان کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہا۔

شنگراچاریج (Shankar Achary) نے ان لوگوں سے کچھ مناظرے کیے اور اپنی علمیت کا رنگ جنایا، مگر وہ 33-34 سال

[1] ستیا رتھ پرکاش [2] قدیم ہندوستان مصدقہ رویش چندر مت صاحب [3] بدھ کا اصلی نام سدھارتھ ہے۔ خاندانی نام گوتم بدھ تعظیمی نام ہے، جس کے معنی بیدار ہیں۔ کپل دستونیال کی لڑائی میں مایا کے وطن سے نجانہ سرودنا پیدا ہوا۔ اس کا باپ ساکھیا قوم کا سکھران تھا۔ سماؤ سیود سے شادی ہوئی۔ راہولا نام فرزند پیدا ہوا۔ 29 سال کی عمر میں فقر اختیار کیا۔ سن ولادت 560 قبل مسیح ہے۔ چھ سالہ عمر میں انتقال کیا۔ دنیا کے مشہور ترین اشخاص میں سے ہیں۔ [4] چنڈت و سچے نرائن کی کتاب بدھ ص 169۔

کی عمر میں مر گیا۔ اس کی مساعی کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ شکریت کو پھر دربار میں جگہ مل گئی، مگر اس کے ساتھ ساتھ شاعرانہ غلو و استغراق نے بھی قدم جمالیے اور حقائق و واقعات پر استعارات کا پردہ پڑ گیا۔

قدیم کتابوں میں سے ایک کتاب مہابھارت پائی جاتی ہے مگر وہ بھی یار لوگوں کے تصرفات سے محفوظ نہ رہی۔ بیس ہزار (20000) اشلوک اس کتاب میں جعلی طور پر شامل کر دیئے گئے۔^[1]

بدھ مذہب (Budhism) کا زور راجا اشوک (Ashoka) کے عہد تک رہا۔^[2] اس کے بعد بدھ ازم رو بہ زوال ہو گیا۔ بدھ ازم کے اصول متمدن دنیا کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ بحکوشوں (گدا گروں) کی لاتعداد جماعت جو بدھ مت نے تیار کر دی تھی، وہی زیادہ اس کے زوال اور حدود ملک سے انتقال کا باعث بھی ہوئی۔ گو پران مت نے بھی اس کو نکالنے میں بہت بڑی جدوجہد کی تھی۔

بدھ مت (Budhism) کے بعد ملک کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ فتن و فجور اور فواحش کا دور دورہ ہو گیا۔ چکرانت دام مارگی، سہرہجگ درشان کپتی، شاکت، ہنوارک آوک، رام ایاسک ڈنڈی وغیرہ بیسیوں ایسے فرقے پیدا ہو گئے، جنہوں نے اخلاق و تہذیب کو جلا کر رکھ کر دیا۔^[3]

یہ فرقے تمام ہندوستان پر چھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے شراب جوا، بدکاری کو مذہب کا لباس پہنا کر پوتر قرار دیا تھا۔ ہندوستان کی یہی بدترین حالت تھی جب سندھ اور شمال مغربی حدود اور جنوبی ہند سے مبلغین اسلام پہنچے۔ انہوں نے ملک کو حقائق و معارف سے روشناس کیا۔ تب دیدہ دروں کو اپنی برہنگی نظر آئی۔ اکثر نے خلعت اسلام زیب تن کیا اور اکثر نے اپنی دھوتی کو خود ہی سنبھال لیا

الغرض یہ وہ اصرار و اغلال تھے، جن سے رہائی ہندو ملک اور ہندو قوم کو نبی ﷺ کے خدام اور تعلیم اسلام کی طفیل حاصل ہوئی۔

5) مجوس

ایران میں نہایت قدیم زمانہ سے سلطنت قائم تھی، انہوں نے قریباً ایک ملٹ کرہ ارض پر جو اس وقت آباد تھا حکومت کی۔ حکومت سے امن، امن سے عیش و عشرت کا وجود پیدا ہوا۔ عیاشی نے دل و دماغ کو کمزور کر دیا اور ایوان سلطنت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ مانی (Maani's) کے مذہب نے آئین قدیم کو نیست و نابود کر دیا۔ مرد و زن کے طبائع میں شوریدگی و آوارگی پیدا کر دی۔ مزدک نے زن و زور و زمین پر سے ملکیت اٹھا دینے سے فحش و ظلم اور طغیان و عصیان کا طوفان پھا کر دیا۔ مانیں اپنے بیٹوں کے عشق کا شکار بنیں اور صاحب تخت و تاج شہزادیاں اپنے افسران فوج کے جذبات حیوانی سے تختہ ہائے موت پر لٹائی گئیں۔ محرمات ابدیہ کو مصنعات اولیہ بنائے جانے کے دلائل پسند کیے گئے۔ عصمت و پاک دامنی کو ہر وجہ جس کے لیے ناپاک قرار دیا گیا۔ فرہاد جیسے نمک حرام ملازم اپنے بادشاہ کے رقیب بن گئے اور شیر و یہ جیسے ناخلف پر نے جوش بہمت میں باپ کا شکم چاک کر کے شیریں پر قبضہ کیا۔ سپاہ بد بہرام چوہیں ملکہ پوران وخت کی آتش کدہ عشق کا ایندھن بنا۔

سلطنت ہائے روما و ایران کی عدالت قدیم اور آئے دن ایک سلطنت پر دوسری چڑھائی نے ملک کو بے چراغ بنا دیا تھا۔ اصل مذہب کا وجود باقی نہ رہا تھا۔ مقدس کتب سکندر کی تاخت و تاراج میں گم اور بے نشان ہو چکی تھیں۔ یہ حالت تھی جب

[1] ستیا رتھ پرکاش [2] راجا اشوک کا عہد 466 ق۔ ڈاکٹر مسز ای کی کتاب بدھ م: 135 [3] ان ذاتوں کے کثرت ستیا رتھ پرکاش میں دیکھو۔

اسلام نے اس ملک کو اپنی حمایت میں لیا اور نبی ﷺ کی پاک تعلیمات نے اس وسیع ملک کے باشندوں کو جبر و استبداد اور فحش و ظلم کے بند و زندان سے آزاد کیا۔

قارئین ان حالات کو جو عرب، یہود، عیسائی و ہنود اور مجوس کے متعلق مختصر اقلیم بند کیے گئے ہیں مکرر غور سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ یہ شاندار قومیں کس طرح پر قبل از اسلام تظاول زمانہ کے جو رستم سے برباد ہو چکی تھیں۔ کیسی کیسی درماندگی و تیرگی ان پر چھائی ہوئی تھی۔ ان جملہ اقوام کو حضور ﷺ ہی کی محبت و ہمدردانہ و صادقانہ و بے غرضانہ جو دورِ رحم نے غارِ ہلاکت سے نکالا اور تمدن و حسن معاشرت امن عامہ و عافیت کلیہ سے بہرہ اندوز فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ کلام ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (الاعراف: 157) حضور سرور کائنات ﷺ ہی کی ذات ہمایوں پر صادق و منطبق ہوا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خصوصیت نمبر 18

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ [البقرہ: 128]

”تمہارے پاس عظیم الشان رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔“

① مِّنْ أَنفُسِكُمْ کے مخاطب اہل عرب اور قریش ہیں۔

اہل عرب کو اپنے حسب و نسب پر بے انتہاء فخر اور بے حد ناز تھا۔ وہ غیر عرب کی وقعت نہ سمجھتے تھے اور ایسے شخص کی اطاعت کو بھی تنگ و عار سمجھا کرتے تھے۔ لہذا اب رب العالمین نے اہل عرب پر یہ بھی اظہارِ منت و احسان فرمایا کہ یہ عظیم الشان رسول ﷺ جس کا اولین فرض عرب کو ہدایت کرنا ہے، تم ہی میں سے ہے، تم سے غیر نہیں۔

صحیح بخاری میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا ارشاد موجود ہے۔

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونٍ بَنِي آدَمَ قُرْنَا فَقَرْنَا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقُرُونِ الَّتِي كُنْتُ مِنْهُ ②

”اللہ تعالیٰ نے مجھے قبائل کی شاخ در شاخ میں بہترین شاخ سے مبعوث فرمایا حتیٰ کہ میں اس قرن سے پیدا ہوا جو میرا ہے۔“

صحیح مسلم میں بروایت واہلہ بن اسحق حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ كَنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَىٰ قُرَيْشًا مِنْ كَنَانَةَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ

وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ ③

اللہ تعالیٰ نے نسل اسماعیل سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم

کو برگزیدہ کیا اور مجھے بنو ہاشم میں سے برگزیدہ فرمایا۔

صحیح ترمذی میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ عم رسول ﷺ کی روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اہل

قریش بیٹھے ہوئے حسب و نسب کا ذکر اور باہمی تعلقات کا بیان کر رہے تھے۔ حضور ﷺ کا ذکر بھی آگیا تو انھوں نے

حضور ﷺ کو نکل کد یہ سے تشبیہ دی۔ ① نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ قَرِيبِهِمْ وَخَيْرِ الْفَرِيقَيْنِ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْقِبَالَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ قِبَلِهِ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوتَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ بُيُوتِهِمْ فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيُوتًا ②

”اللہ تعالیٰ نے خلقت پیدا کی اور ان کی شاخیں بنائیں اور مجھے بہترین شاخ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھے بہترین شاخ میں رکھا، پھر بیوت (گھرانے) بنائے اور مجھے بہترین گھرانے میں بنایا۔ لہذا میں ان سب سے بہترین ذات اور بہترین گھرانے کا ہوں۔“

② مِنْ أَنْفُسِكُمْ کے مخاطب کل اہل جہاں ہیں اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ رسول جو منصب رسالت کے اعتبار سے عظیم الشان ہے، جنس بشری سے ہے، کیوں کہ اگر وہ جنس ملائکہ سے ہوتے تو اتحاد جنسیت کے فقدان سے اتحاد و یگانگت کی تکمیل نہ ہو سکتی۔ تعلیم و تعلم میں دشواریاں لاحق ہوتیں اور سب سے بڑھ کر نقصان یہ ہوتا کہ اسوہ رسول کا اتباع کرنے والوں کو صفات ملکوتی پر چلنا محال ہو جاتا اور اتباع نہ کرنے والوں کو سب سے بڑا بہانہ ہاتھ آ جاتا اور ایسی ایسی کہاوتیں استعمال کرتے کہ

کار پا کاں را قیاس از خود مکبر چہ نسبت خاک را با عالم پاک
اب کہ حضور ﷺ کا نسل انسانی اور جنس بشریت سے ہونا ثابت ہو گیا اور جملہ انواع بشر کو عزت و عظمت ہو گئی۔
گر چہ خوردیم نسبت بزرگ ذرہ آفتاب تابا نیم
اور شیدائیان اتباع کے حوصلے بھی بڑھ گئے اور سنت نبویہ ﷺ کا اقتداء سب کو مرغوب و محبوب ہو گیا۔

③ صاحب معالم التنزیل اور خازن نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور زہری دامن مجھس نے ﴿مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ کو یہ فتح فائزین مِنْ أَنْفُسِكُمْ تلاوت کیا ہے۔ اس وقت اس کا مادہ نفاست ہو گا اور اس کے معنی پاکی گوہر اور لطافت طبع اور طہارت ذات میں حضور ﷺ کا افضل خلائق ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور آیت زیب عنوان میں اسی خصوصیت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

خصوصیت نمبر 19

﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ [النور: 128]

”تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔“

جب عَزَّ يَعِز (فتح عین) ہو، تب اس کے معنی شاق اور سخت ہوتے ہیں، عَنِتُّمْ جس سے عَنِتُّمْ بنا ہے، کے معنی مشقت، فساد، ہلاکت، خطا وغیرہ ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو چیز تم کو مشقت میں ڈالنے والی ہے وہ نبی ﷺ کو نہایت ہی شاق و گراں گزرتی ہے۔
یعنی تمہاری تکلیف سے نبی ﷺ کو ضرور تکلیف ہوتی ہے، تمہارے درد کو وہ درد سمجھتے ہیں۔
 واضح ہو کہ نبی ﷺ کی یہ صفت کفار اور مومنین دونوں کے حق میں تھی۔

① یعنی مجبور کا وہ درخت جو سنگ لاغ زمین میں ہو، اس سے قریش کا اشارہ نبی ﷺ کے فرزند زید بن حارثہ ہونے کی جانب تھا۔

② ترمذی: 3532، 3607، مناقب الشافعی للذہبی: 1/46، اتحاف السعداء للسخین: 89/9، الظاہ: 181/1

﴿۱﴾ نبی ﷺ جب کفار کو کفر و شرک میں دیکھتے اور خیال فرمایا کرتے کہ یہ لوگ کس انجام بد کا شکار ہونے والے ہیں۔ یہ لوگ کیوں کر اپنے ہاتھوں اپنے لیے چاہہاں ہلاکت کھود رہے ہیں۔ تب حضور ﷺ کے دل رحم پرور کو نہایت صدمہ گزرتا تھا۔ بسا اوقات یہ کیفیت اس قدر بڑھ جاتی کہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کے تسلیہ و تسکینہ کے لیے اپنا کلام و پیغام بھیجتا پڑتا۔ سورہ یس میں ہے: ﴿فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ﴾ [یس: 76] ان کی باتوں سے آپ اپنا جی براندہ کریں۔ سورہ آل عمران میں ہے: ﴿وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ﴾ [آل عمران: 176] کفر میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے والوں کی حالت سے آپ اندوہ گیس نہ ہوں۔

واقعات بدر میں مذکور ہے کہ جب حملہ آوران مکہ قید کر لیے گئے تو رات کو نبی ﷺ کو نیند نہ آئی، ادھر سے ادھر کروٹیں لیتے تھے۔ کرب و اضطراب نمایاں تھا۔ ایک انصاری نے عرض کی کہ حضور ﷺ کو کچھ تکلیف ہے، فرمایا نہیں۔ مگر عباس رضی اللہ عنہ کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے۔ اس لیے مجھے چین نہیں پڑتا۔ انصاری چپکے سے اٹھا، اس نے چاکر عباس رضی اللہ عنہ کی مشک بندی کھول دی، انھیں آرام مل گیا، تو وہ فوراً سو گئے۔ انصاری پھر حاضر خدمت ہو گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اب عباس رضی اللہ عنہ کی آواز کیوں نہیں آتی۔ انصاری نے بولا کہ میں نے ان کے بندھن کھول دیے ہیں، فرمایا جاؤ، سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔ جب حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ سب قیدی اب آرام سے ہیں، تب نبی کریم ﷺ کا اضطراب دور ہوا اور حضور ﷺ خواب شیریں سے استراحت گزریں ہوئے۔ ﴿۱﴾

ذرا سوچنا ہے، قید وہ تھے جنہوں نے 13 سال تک متواتر اہل ایمان کو ستایا تھا، کسی کو آگ پر لٹایا کسی کو خون میں نہلایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا، کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک و خون میں سلایا تھا اور پھر ان پر یہ نرمی، یہ سلوک۔ عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے تباہ تھے اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوا ہے وہ بادل ناخواستہ صرف قوم کے اکراہ و اجبار سے بدر میں آئے تھے۔ ہاں ہمہ حضور ﷺ کے عدل و انصاف نے ان میں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی فرق قائم کرنا پسند نہ فرمایا۔

لیکن حضور ﷺ کی رحم دلی اور طبعی شفقت و رافت کا یہ عالم تھا کہ جب تک سب قیدیوں کے بد آرام ہونے کی رپورٹ نہ لی اس وقت تک حضور ﷺ کو نیند تک نہ آئی۔

﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کا یہ جلوہ ایسے حملہ آوران و دشمنان جانی و ایمانی کے مقابلہ میں تھا۔

﴿۲﴾ جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ [الأنعام: 33] کا مفہوم ظاہر فرمایا اور اہل مکہ پر قحط شدید کی آفت کو اتارا۔ قحط اس شدت کا تھا کہ اہل مکہ کی آنکھوں کی روشنی بھی کم ہو گئی تھی۔

ابوسفیان اموی ہمیشہ مسلمانوں سے برسر پر خاش رہا کرتا تھا وہ خود دربار مصطفوی ﷺ میں حاضر ہوا اور نہایت ادب سے عرض گستر ہوا کہ حضور ﷺ ہمیشہ احسان اور صلہ رحم کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ ہم حضور ﷺ کے قرائع ہیں اور رحم کے علقی۔ احسان

فرمایے اور دعا کیجیے کہ اس قحط شدید سے ہم کو نجات ملے۔ ﴿۱﴾

نبی ﷺ نے تمامہ بن اہل بنی نضیرؓ سردار نجد کو جو دولت ایمان سے مالا مال ہو چکا تھا، حکم بھیج دیا کہ مکہ میں فوراً غلہ پہنچانے کا بندوبست کرے۔ اس کے علاقہ میں اناج بکثرت تھا۔ اس نے غلہ صرف اس لیے روک رکھا تھا اور منفعت تجارت کو بھی نظر انداز کر دیا تھا کہ اہل مکہ دشمنان رسول ہیں۔ اب حکم نبوی ﷺ کی تعمیل ہوئی اور اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔ ﴿۲﴾ یہ بھی دشمنوں کے مقابلہ میں ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کا ایک ثبوت تھا۔

﴿۳﴾ جنگ طائف ان حملہ آوروں کے ساتھ ہوئی، جن سے حنین و اوطاس میں شدید محاربہ ہوا تھا۔ یہ لوگ ان مقامات سے شکست کھا کر قلعہ طائف میں مستحکم ہو گئے تھے اور ابھی ان کی فوجی طاقت زوروں پر تھی۔ نبی ﷺ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرہ کی شدت سے سخت تکلیف میں ہے۔ بھوک نے ان کی ہلاکت کو بہت قریب کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دے دیا۔ چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنگی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض بھی کیا کہ اب تو قلعہ فتح ہی ہونے والا ہے۔ مگر حضور نے ازراہ رحم و کرم جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کرائی۔ یہ ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کا تیسرا نمونہ ہے۔

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے اور ایسے نظائر اور بھی بہت ہیں کہ قلب رحیم اور طبع کریم پر اہل محاربہ کی حالت زبوں اور انجام دگرگوں کا کیا اثر ہوا کرتا تھا۔

اہل اسلام کے متعلق حضور ﷺ کی رحمت و شفقت کا بیان بے پایاں ہے۔

عبادات و معاملات میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ امت کو دشواری سے بچانے کے لیے یا امت کی آسانی کے لیے حضور ﷺ کیا کچھ توجہ فرمایا کرتے تھے۔

یعنی امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور امت کی راحت کو اپنی راحت قرار دے رکھا تھا۔

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو جہۃ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج کو پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہا: ﴿اِنَّ اَمَّتَكَ لَا تُطِيقُ﴾ (آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں) تب حضور ﷺ نے رجوع الی اللہ فرمایا۔ تخفیف ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی حضور ﷺ کو وہی کہا جو پہلے کہا تھا اور نبی ﷺ ہر بار رجوع الی اللہ فرماتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ ﴿۱﴾

اس واقعہ سے دو نتیجے صاف طور پر برآمد ہوتے ہیں۔

﴿۱﴾ نبی ﷺ فرمانِ رحمن کے کتنے منقاد و مطیع تھے کہ جب پچاس نمازوں کا حکم ہوا تو حضور ﷺ نے اس بارہ میں ذرا بھی لب کشائی نہیں فرمائی۔

﴿۲﴾ حضور ﷺ اپنی امت پر کس قدر مہربان تھے کہ موسیٰ کلیم اللہ ﷺ جیسے تجربہ کار نبی نے ﴿اِنَّ اَمَّتَكَ لَا تُطِيقُ﴾ کو دہرایا تو فوراً اس پاک فطرت کا ظہور ہوا جو ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کی تحت میں پنہاں تھی اور حضور ﷺ نے بار بار رجوع الی اللہ فرمایا۔ اس حسن ادب اور التماس متواترہ کا ثمرہ یہ ہوا کہ تعداد تو پچاس سے پانچ رہ گئی اور ثواب وہی پچاس (50) کا رکھا گیا۔

﴿۱﴾ بخاری: 1070, 1020 ﴿۲﴾ بخاری: 4372, 4580، مسند النبی: 1/478 ﴿۳﴾ بخاری: 349، دلائل النبوة للبیہقی: 159/5، طبرانی فی المعجم: 348/4

میرا خیال ہے کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام ﴿إِنَّ أَمَلَكَ لَا تُطِيقُ﴾ کے فقرہ کا استعمال نہ فرماتے اور حضور ﷺ کو کسی اور دلیل سے التماس تخفیف پر مائل کرنا چاہتے تو وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکتے۔

نبی ﷺ کے کمال عبودیت اور وفور شوق عبادت کے سامنے تو پچاس (50) نمازوں کی کثرت بھی کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ وہ قلب شا کر اور لسان ذاکر جو یاد الہی سے ایک دم کے لیے غافل نہ ہوتے ہوں ان کے لیے محدود وقت میں محدود رکعتوں کا ادا کر لینا کیا دشوار ہو سکتا ہے۔

(4) ماہ رمضان تھا، نبی ﷺ مدینہ سے مکہ معظمہ کو تشریف لا رہے تھے، حضور ﷺ روزے رکھا کرتے تھے، جب یہ مقام غطفان پہنچے تو حضور ﷺ نے پانی منگایا اور دست مبارک کو بلند کرتے ہوئے لوگوں کو دکھلا کر پانی پی لیا اور پھر مکہ پہنچے تک روزہ نہ رکھا۔ (5) یہ ترجمہ توحیح بخاری کی روایت عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے، لیکن دیگر روایات میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ نے اس لیے روزہ افطار فرمایا اور ترک صوم کیا تھا کہ اہل لشکر کو سفر میں روزہ کی شدت تکلیف دہ تھی اور امت کی تکلیف سے حضور ﷺ خود تکلیف محسوس فرماتے تھے۔

(5) صلوٰۃ التراويح کے متعلق صحیحین اور سنن میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دو شب یہ نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی اور تیسری شب کو حضور ﷺ مسجد میں اس نماز کے لیے تشریف نہ لے گئے۔ اور پھر صبح کو لوگوں سے فرمایا: قَدْ رَأَيْتُ صَنِيعَكُمْ فَلَمْ تَمْنَعِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْرُضَ عَلَيْكُمْ (6) ”اس نماز کے لیے تمہارا آنا، انتظار کرنا وغیرہ میں نے دیکھا، مجھے آنے میں صرف یہ خیال مانع ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔“ (6) صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز تہجد میں تھے، میں حضور کے ساتھ شامل ہوا، حضور ﷺ نے میری اقتداء کو محسوس کیا تو نماز ہلکی کر دی۔ (7)

(7) ام المومنین عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے شیوہ عمومی کو ان الفاظ میں روایت فرمایا ہے: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَدَّ الْعَمَلِ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةً أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيَقْرُضَ عَلَيْهِمْ (8)

”نبی ﷺ ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے تھے جس کا کرنا حضور ﷺ کو پسند ہوتا، اس خیال سے کہ لوگ بھی عمل کرنے لگیں گے اور ڈر ہوتا کہ کہیں وہ عمل فرض نہ ٹھہرا دیا جائے۔“

ان جملہ روایات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کی صفت حضور ﷺ میں کیسی مستحکم تھی اور امت کی تکلیف کا خیال حضور ﷺ کو کس قدر شاق تھا۔

یہ محبت، یہ شفقت، یہ ترحم یہ پیار تو ماں باپ کو بھی اپنی سب اولاد کے ساتھ یکساں نہیں ہوتا جو حضور ﷺ کو اپنے ہزاروں ہزار اور الوف الوف افراد امت کے ساتھ تھا۔

(4) بخاری: 1944، 1948، مسلم: 2604، نسائی: 2312، بخاری: 1119، 2011، مسلم: 1783، ابوداؤد: 1373، نسائی: 2192، کنز العمال: 21542

(5) بخاری: 1135، مسلم: 1815، ترمذی: 1418، بخاری: 1128۔

بے شک حضور ﷺ کی رحمت رب العالمین کے بعد ہر ایک رحم کرنے والے اور محبت کرنے والے سے برتر اور بڑھ کر تھی۔

خصوصیت نمبر 20

﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ [التوبہ: 128]

”تمہاری منفعت کے خواہش مند ہیں۔“

جب حرص کا استعمال علی کے صلہ سے کیا جاتا ہے تو اس کے معنی شدت طلب ہوتے ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہوا ”ہمارا نبی ﷺ تم لوگوں کی نفع رسانی کا کمال درجہ طالب و شائق ہے۔“

آیت بالا سے بوضوح ثابت ہے کہ نبی ﷺ کو بنی نوع کے مفاد اور رفاه و صلاح کی آرزو بہ درجہ کمال تھی۔

سورہ یوسف میں ہے: ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ [یوسف: 103]

”بہت لوگ ہیں جو ایمان نہ لائیں گے اگرچہ تجھ کو ان سے ایمان لے آنے کی بڑی چاہت ہے۔“

اس آیت سے بھی یہی استفادہ ہوا کہ حضور ﷺ کا منہبائے نظر اور کمال آرزو یہی تھا کہ تمام عالم کے سر ایک ہی مالک و وحدہ لا شریک لہ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔

رب واحد کا دین واحد ہی تمام اصناف انسانی کو متحد و متفق بنانے والا ہو۔

قریش کے سردار عقبہ نے ایک بار نبی ﷺ سے مل کر یہ عرض کیا تھا۔

① کیا تم مال و دولت چاہتے ہو؟

میرا ذمہ ہے کہ سب سے زیادہ مال و زر تیرے پاس جمع کر دوں گا۔

② کیا تم ریاست کے خواہاں ہو؟

ہم سب تجھے اپنا رئیس تسلیم کر لیتے ہیں۔

③ کیا تم تخت قائم کرنا چاہتے ہو؟

میں سارے عرب سے تیری فرماں روائی کی تصدیق کرا دوں گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا، مجھے نہ زر و دولت کی ضرورت ہے اور نہ ریاست و حکومت کی آرزو ہے۔ میں تو رب العالمین کا پیغام لے کر آیا ہوں اور اسی کا ہر ایک سننے والے کاں تک پہنچا دینا میرا مقصود اعلیٰ ہے۔ ④

ایک بار ابو جہل لعین نے حضور ﷺ کو مضروب کیا۔ حمزہ عم رسول ﷺ نے یہ واقعہ سنا تو انھوں نے ابو جہل کو چاہینا اور

پھر نبی ﷺ کو آ کر بتلایا: محمد ﷺ تم کو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ابو جہل سے تمہارا انتقام لے لیا۔

نبی ﷺ نے جواب دیا، مجھے انتقام وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔

④ سیر اعلام النبلاء: 84/1، دلائل النبوة للبيهقي: 450/1، عيون الاثر: 106/1، نهاية الارب: 211/16

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات جم گئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔^[1]

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا دامن اغراض کے گرد و غبار سے بلند تر تھا۔ حضور ﷺ کی تعلیم اور تعلیم کے لیے بے حد سرگرمی کسی ذاتی مفاد پر مبنی نہ تھی۔ انتقام اور دیگر رذائل سے حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ پاک صاف تھے، یعنی حضور ﷺ کی آرزو اپنے نفس کے لیے کچھ بھی نہ تھی۔ حضور ﷺ کا پیکر محبت کل تھا اور حضور ﷺ کا وجود منفعت عامہ اور وجود عامہ کی صفات سے مشکل و مجسم تھا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ذرا حضور ﷺ کی ان ادعیہ پر نظر ڈالو جو وقتاً فوقتاً حضور ﷺ نے امت کے حق میں فرمائی ہیں۔ وفات سے ایک ماہ پیشتر ایک خطبہ کے آغاز میں فرمایا:

مسلمانو! اللہ تمہیں سلامتی سے رکھے، تمہاری حفاظت فرمائے، تمہیں شر سے بچائے، تمہاری مدد کرے، تم کو بلند کرے، ہدایت اور توفیق دے۔ اپنی پناہ میں رکھے، آفتوں سے بچائے، تمہارے دین کو تمہارے لیے محفوظ بنائے۔^[2]
 ذرا ان الفاظ پر غور کرو، ایک کے بعد دوسری دعا اور دوسری کے بعد تیسری۔ گویا دعا و برکت دیتے تھکتے ہی نہیں۔ یہ اسی صفت **حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ** کا ظہور ہے۔

اور یہ خصوصیت ذات ہمایوں ہی کی ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى نَبِيِّكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ۔

خصوصیت نمبر 21

﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ﴾

”وہ مومنوں سے بہت زیادہ پیار کرنے والا اور ان پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے“

آیت بالا میں نبی ﷺ کو رؤف اور رحیم کے اسما سے یاد فرمایا گیا ہے۔

رؤف رافت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

رحیم رحم سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو صیغہ مبالغہ کے اوزان^[3] (پڑ آتے ہیں، وہ معنی کثرت و فروانی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ اور جو صیغہ صفت^[4]

مشبہ کے اوزان پڑ آتے ہیں وہ صفت لازم اور معنی ثابت کے مظہر ہوتے ہیں۔

لہذا رؤف کے معنی کامل العطف ہیں اور رحیم کے معنی دائم الرحمت ہیں۔ سورہ حج اور سورہ بقرہ میں ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرؤُفٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحج: 65] ”اللہ تعالیٰ انسانوں پر رؤف و رحیم ہے۔“

[1] حلیۃ الاولیاء، الجوزی: 40/1، ابن ہشام: 185/1 [2] تاریخ طبری اردو: 399/2 [3] مبالغہ کے اوزان دس ہیں اور متعدد جملہ لغات ان اوزان پر ہیں: (1) تَجَارٌ (2) غَلَامَةٌ (3) صِدِّیقٌ (4) مُسْتَكِنٌ (5) مُسْعَرٌ (6) مُعْطَارٌ (7) نَصِیرٌ (8) ضَرْوَبٌ (9) جَنْزٌ (10) قَارُوْقٌ مبالغہ ہمیشہ فاعلیت کے معنی دیتا ہے۔ [4] صفت مشبہ فعل لازم سے معنی فاعل آتا ہے۔ متعدد جملہ لغات اس کے وزن ظاہر کرتے ہیں: (1) حَسَنٌ (2) کَلْبٌ (3) ضَعْبٌ (4) عَبَانٌ (5) ضَجَاعٌ (6) ضَبِيعٌ (7) مُهْدٌ (8) اَضْبٌ (9) عَطَشَانٌ (10) عَجْرِمٌ (11) وَفُورٌ (12) فَرِحٌ ہے۔ اسے مشبہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھی معنی اور تصرف میں اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کے حق میں یہ امر نہایت شرف و عزت اور غایت و کرم و حرمت کا موجب ہے کہ حضور ﷺ کی صفت میں وہ دو نام بہ حالت ترکیبی تجویز فرمائے گئے جو اسی ترکیب کے ساتھ خود ذات پاک سبحانی کے لیے مستعمل ہوئے ہیں۔
ہاں! اللہ اکبر کی رافت و رحمت کو عوام الناس پر عام فرمایا گیا ہے اور حضور ﷺ کو رافت و رحمت و بالخصوص مومنین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ فہم معانی میں اس عموم و خصوص کا امتیاز زیادہ رکھتے ہوئے مومنین کے شکر و ابتهاج کا مقام ہے کہ ان کو المضاعف رحمت و عطوفت کا مورد و مصداق بنایا گیا ہے۔

مناسب مقام سے یہ بحث بھی ایک لطیف بحث ہے کہ کیا دیگر اسمائے مبارکہ میں بھی نبی ﷺ کے لیے ایسا شرف و امتیاز موجود ہے۔
حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

وَهَقَّ لَكُمْ مِنْ اسْمِهِ لُجْلُهُ
قَدْ وَ الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَ هَذَا مُحَمَّدٌ

اگر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ المود بروح القدس کی سنت حسنہ کا اقتدار کیا جائے، تب تو حضور ﷺ کے اسی (80) سے زیادہ ایسے اسمائے گرامی نکلیں گے جن کا توافق و تطابق اسماء اللہ الحسنى سے ہو جاتا ہے۔

سیرت نبویہ ﷺ کے ائمہ الاعلام کا شیوہ رہا ہے کہ:

- ① جس مصدر یا فعل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی توصیف کتاب حمید میں فرمائی ہے۔ اس سے اسم بنا لیتے ہیں۔
- ② جس صفت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی توصیف الفاظ حدیث میں آئی ہے، اسے اسم شمار کر لیتے ہیں۔
- ③ جن اعلان کے ساتھ اشعار میں جو حضور ﷺ کے سامنے پڑھے گئے حضور ﷺ کو مخاطب یا موصوف کیا گیا ہے، ان کے اسماء کے ذیل میں شامل کر لیتے ہیں۔

ائمہ سیرت کا یہ شیوہ مستحسن ہے اور حسن ادب، نیز کمال ادب پر دال ہے۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں اسمائے مبارکہ کی جو فہرست و ترتیب حروف تہجی درج کی گئی ہے وہ انہی اصول ثلاثہ پر مبنی ہے۔

مندرجہ بالا اصول کی صراحت کے بعد قابل گزارش ہے کہ حضور ﷺ کے جن اسماء کی صراحتاً تطبیق کلام ربانی سے ہوتی ہے، ان کا شمار بانوے (92) ہے۔ ان اسماء کے معانی کی بحث تو آگے چل کر آئے گی۔ اس جگہ حضور ﷺ کے وصف رافت و رحمت کے متعلق مختصراً کچھ لکھ دینا ضروری ہے۔

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَخَّرُ لَنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا۔ ①

”نبی کریم ﷺ ہم کو گاہ بگاہ وعظ سنایا کرتے، اس اندیشہ سے کہ روزانہ وعظ سننا ہم پر گراں نہ گزرے۔“

نبی ﷺ کا یہ اصول ازراہ شفقت و رافت تھا کہ سامعین جس قدر بھی سنیں نشاط طبع اور حضور قلب سے سنیں اور آئندہ کے لیے شوق تمام باقی رہے۔

عادت مبارکہ تھی کہ جب بہ حالت نماز کسی بچہ کے رونے کی آواز سن پاتے تو نماز ہلکی فرما دیتے کہ ماں بچہ کو جلد سنبھال

سکے۔ عادت مبارکہ تھی کہ سوار ہو کر کسی کو پایادہ ہمار کا بچلنے کی اجازت نہ فرماتے تھے۔ اگر چہ بہت سے فدائی اس خدمت کے تمنائی رہے، یا تو اسے سوار کر لیتے تھے یا واپس لوٹا دیتے تھے۔ عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مسلمان مقروض مرجاتا تو اس کا قرض بیت المال سے قلم اذتہ فین ادا فرما دیتے تھے، مگر خود کسی مردہ کا مال قبول نہ فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے، کسی کی غیبت میرے سامنے مت کرو، میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طرف سے میری صاف دلی میں فرق آئے۔ بارہا ایسا ہوا کہ ساری ساری رات امت کے حق میں دعا کرتے ہوئے گزر جاتی تھی۔ چھوٹے بچوں کو پیار کرتے، ان کو خود سلام کیا کرتے، ان کے سر پر دست شفقت رکھتے، گلی میں کھلتے ہوئے بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے سوار کر لیتے، غلاموں کے ساتھ سفید زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہو جاتے۔

ان سب امور کا نظہور از راہ شفقت و رافت ہوا کرتا تھا اور اس بلند ترین رافت و رحمت کا نظہور حضور ﷺ پر نور کے خصائص میں سے تھا۔

صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

خصوصیت نمبر 22

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ [28ہ]

”ہم نے تجھے جملہ نوع انسانی کے لیے بھیجا ہے۔“

کتاب فروع، باب سوم میں ہے:

موسیٰ علیہ السلام نے ایک بوٹے میں آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور دیکھا کہ وہ بوٹا جل نہیں جاتا، وہ یہ دیکھنے کو آگے بڑھے، تب اللہ نے بوٹے کے اندر سے پکارا۔ (6)

میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں یقیناً دیکھی، جو فرائج کے محصلوں کے سبب سے ہے۔ سنی اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں۔ (7)

اور میں نازل ہوا ہوں کہ انھیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے، کنعانوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرضیوں اور حویوں اور یوسویوں کی جگہ میں لاؤں۔ (8)

اب دیکھ، بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے۔ (9)

بس اب توجہ، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں، مصر سے نکال۔ (10)

مندرجہ بالا فقرات (7، 8، 9، 10) موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے مقصد و مدعا کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی اسی کی تائید میں ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل کی رہائی اور ان کو وعدہ کی زمین کی جانب لے جانے کے سوا دیگر اقوام عالم سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔

کتاب استثناء (موسیٰ کی پانچویں اور آخری کتاب) میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہم کو ایک شریعت فرمائی جو کہ یعقوب کی جماعت کی میراث ہو۔ باب 32 درس 4

اس فقرہ نے شریعت تورات کا خاص اسرائیلیوں کے لیے ہی ہونا ظاہر کر دیا۔ اگر یہ فقرہ نہ ہوتا تو ممکن ہے کہ کوئی مدعی کہہ سکتا

کہ شریعت تورات سب دنیا کے لیے ہے۔

یہ مسئلہ امر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر انبیائے بنی اسرائیل ہوئے وہ سب اسرائیلیوں کے لیے آتے رہے۔ اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم کو صراحتاً ظاہر کر دینا ہے کہ ان کی نبوت کن کن لوگوں کے لیے تھی۔

(الف) انجیل متی کا باب 15 پڑھنا ضروری ہے، جس میں ایک کنعانی عورت کا قصہ موجود ہے۔ یہ عورت اسرائیلی نہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس اس لیے آئی ہے کہ حضور اپنی معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو چنگا کر دیں۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا: میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی، بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ 24/15

”پڑھ آئی اور اسے سجدہ کر کے کہا: اے خداوند میری مدد کرو۔“ 25/15

مسیح علیہ السلام نے جواب دیا: مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیں۔“ 25/15

اس تمام واقعہ پر ٹھنڈے دل سے اور پوری سمجھ سے تامل کرنا چاہیے کہ مسیح علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ وہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کے پاس نہیں بھیجے گئے۔ انھوں نے صاف طور پر بنی اسرائیل کو فرزند سے اور دیگر اقوام کو کتوں سے تشبیہ دی اور دیگر اقوام کو اپنی برکات سے محروم ہونا اور محروم کرنا، اس دلیل سے واضح کر دیا کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو نہیں دی جایا کرتی۔

انجیل متی میں ذکر ہے کہ جب مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ (12) شاگردوں کو تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا تو یوں کہا: ”غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا“ 10/5

اس سے ظاہر ہے کہ غیر اقوام میں تبلیغ کی قطعاً ممانعت فرمائی گئی اور اسرائیلیوں میں سے بھی سامریوں کے پاس جانے سے روکا گیا۔ یہ اسناد اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہیں کہ جناب مسیح علیہ السلام کی نبوت اور ان کے بارہ (12) شاگردوں کے فرض تبلیغ کا رقبہ صرف اسرائیلیوں کے اندر اندر محدود تھا۔

انبیائے بنو اسرائیل کے بعد دیکھو کہ دنیا میں اور کون سے مذہب میں تبلیغ شان موجود ہے

عام لوگ شاید یہ سمجھتے ہوں کہ بدھ مت میں تبلیغ عام کا وجود پایا جاتا ہے، لیکن بدھ مذہب کی صد ہا سالہ تاریخ پر عبور کر جاؤ۔ انھوں نے ہندو جاتی کے سوا کبھی اپنے عروج کے زمانہ میں بھی کسی دوسری قوم کو تبلیغ تک نہیں کی اور کسی غیر مذہب اسرائیلی، بابلی، مصری، حجازی، مغربی وغیرہ کے معتقد کو داخل مذہب خود نہیں کیا۔ سلسلہ نکال کی یہ زبردست شہادت بدھ ازم کو محدود رقبہ اور محدود قوم کے لیے خاص بتا رہی ہے اور اگر آریہ سماج کی تحقیقات کسی حقیقت کا انکشاف کر سکتی ہے تب تو یہ بھی ہے کہ بدھ ازم کوئی علیحدہ ازم نہ تھا، بلکہ بدھ مہاراج وید مت کو تازہ کرنے والے تھے۔ (1)

اب وید مت کو لیجیے۔ وید مت کے عروج کا زمانہ مہابھارت کی جنگ سے جو شتر کا ہے۔ وید اور چھ شاستر اور منوسمرتی خاموش ہیں کہ وید مت کو کبھی تبلیغی مذہب بتایا گیا ہو، یا کسی اقوام غیر میں اس کی تبلیغ کی گئی ہو۔ منوجی مہاراج کی سمرتی کو آریہ اور سناتنی صاحبان بالاتفاق قابل سند تسلیم کرتے ہیں، اس سمرتی میں تمام آبادی کو چار دونوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور تحصیل علم و فضل اور قرأت وید کا کام صرف برہمن ورن کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ یہ تقسیم، یہ پابندی بتلا رہی ہے کہ منوجی مہاراج اور ان کے ماتحت رشیوں نے جو سمرتی مذکور

(1) سماج کی تحقیقات اس لیے صحیح نہیں کہ بدھ نے سنسکرت زبان کی تعلیم اور وید کے تعلیم سے لوگوں کو روک دیا تھا۔ اس امر کا اقرار خود بدھ ازم کے مصنفین کو ہے۔

کے سیکھنے کے لیے مجتمع ہوئے تھے، ویدمت کو کبھی تبلیغی مذاہب نہیں قرار دیا تھا۔
دنیا کے چھوٹے چھوٹے مذاہب کا ذکر یہاں چھوڑ دیا جاتا ہے۔
مذکورہ بالا شاندار اقوام کا سلسلہ تعامل بھی یہی یقین دلاتا ہے۔
غور کرو کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس (Peter) کا جانشین یعنی مسیحی برکات کا مخزن کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔
ہندو قوم میں کبھی کوئی یہودی یا عیسائی یا مغربی نسل کا شخص رشی یا مہارشی بلکہ کسی مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔
یہ عملی تجربے ثابت کر رہے ہیں کہ ان مذاہب کے پیشتر بزرگوں نے حقیقتاً اپنے اپنے مذاہب کو محدود درجہ اور محدود قوم کے لیے خاص سمجھا ہوا تھا۔

نبی ﷺ کے اس منصب کا کہ حضور ﷺ کل دنیا کے لیے مبعوث ہیں۔ آیت زیب عنوان کی دیگر آیات میں بھی اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [اعراف: 158]
”اے نبی ﷺ کہہ دیجیے کہ اے نسل انسانی کے بچو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ وہ اللہ تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔“

خصوصیت نمبر 23

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ [التح: 10]

”جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔“
مباہیت بیع سے ہے۔ لغت میں بیع مطلقاً بمعنی مبادلہ ہے۔ شرعاً اخذ ثمن اور عطائے ثمن کو جب کہ بہ تراضی جائز ہو، بیع کہتے ہیں۔

بیع بمعنی شرا اور شرا بمعنی بیع بھی مستعمل ہے۔ یہ جانین کی حالت کے لحاظ سے ہے۔ الغرض مباہیت میں جانین کو کچھ دینا اور کچھ لینا ضروری ہے۔

بیعت، اصطلاح میں اس عہد و پیمان کو کہتے ہیں جو اطاعت امام کے متعلق انسان اپنے نفس پر عائد کر لیتا ہے۔ وفائے عہد کا التزام بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے۔

جس بیعت کا آیت بالا میں ذکر ہے وہ بمقام حدیبیہ درخت سراء کے تحت میں ہوئی تھی۔
قرآن پاک میں ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [التح: 18]

”اللہ ان سب مومنوں سے راضی ہو گیا جو کہ شجرہ کے نیچے رسول اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔“

اس بیعت کی ضرورت درحقیقت یہ تھی کہ نبی ﷺ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ کے لیے اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا، ان کی معیت میں دس (10) صحابہ بھی بھیجے گئے۔ ان کے پہنچ جانے سے ایک دو روز بعد حضور تک ایک اڑتی ہوئی خبر پہنچی کہ قریش نے حضور ﷺ کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہ کو قید اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ ایسا واقعہ تھا کہ اگر اس کی صداقت ہو جاتی تو حرمت سفارت اور احترام سفر کے لیے جنگ کرنا اخلاقاً و شرعاً ضروری تھا۔ اس وقت جو لوگ حضور ﷺ کے ساتھ آئے ہوئے تھے وہ صرف ادائے عمرہ و طواف کی نیت سے آئے تھے۔ ان کے علم میں اس امر کا احتمال بھی نہ تھا کہ کسی جنگ سے سابقہ پڑے گا اور مہاجرین کو خود اپنے خویش و تبار اور قرابت داروں کے منہ پر تلوار چلائی ہوگی۔

لہذا یہ بیعت کر لینی پڑی۔

جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ اس وقت ان بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو (1400) کس تھی۔ ① نبی ﷺ انہور رخت کے سایہ میں نور افروز تھے، بیعت لینے کے لیے دست مبارک پھیلا یا ہوا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو حضور ﷺ کے ہاتھ کا سہارا بنایا ہوا تھا کہ یہ مبارک کونکان نہ ہو۔

لوگ آتے تھے اور یکے بعد دیگر بیعت کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ سلمہ بن اکوع سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انھوں نے بیعت علی الموت کی تھی۔ اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انھوں نے عدم فرار کی بیعت کی تھی۔ ہر دو روایات کی تطبیق سے مستنبط ہوا کہ الفاظ بیعت کو خود بیعت کنندہ کے پسند اور اختیار پر رکھا گیا تھا۔ بے شک حریت اسلام ایسی ہی حریت نفس کی معلم ہے، جس میں اجبار و اکراہ کا شائبہ بھی نہ ہو۔

اس جم غفیر کے اندر صرف ایک شخص جد بن قیس سلمی ایسا تھا جو اپنے اونٹ کی اوٹ میں جا چھپا تھا اور بیعت میں شامل نہ ہوا تھا۔ حریت اسلام کی یہ دوسری دلیل ہے کہ اس پر بھی کچھ سختی نہیں کی گئی۔ البتہ حضور ﷺ نے مباہعین کا شرف جاہ ظاہر کرنے کے لیے یہ ضرور فرمایا:

أَنْتُمْ خَيْرُ الْأَرْضِ "آج تم روئے زمین کے جملہ موجودہ اشخاص سے بہتر و نیک تر ہو۔" ②

اس بیعت کا ذکر کلام اللہ کی متعدد آیات میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے رضوان الہیہ کا تعلق مستحکم اور رابطہ قویم ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ﴾ [البقرہ: 111]

"اللہ نے مؤمنین کی جانوں کو خرید لیا ہے اس تبادلہ میں کہ جنت ان کی ہے۔"

فرمایا: ﴿فَاسْتَبِشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ﴾ [البقرہ: 111]

"اپنی ایسی بیچ پر تم کو پوری پوری خوشیاں منانی چاہئیں۔"

میں نے اس آیت کا ذکر خصائص النبی ﷺ میں اس لیے کیا ہے کہ اس سے ایک نہایت ہی خاص فضل محمدیہ ﷺ کا ثبوت

حاصل ہوتا ہے۔

غور کرو کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بائعین ذات قرار دیا ہے۔

اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

آیت زبیب عنوان ﴿يَذُ اللّٰهُ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ [التّٰح: 10] کے الفاظ ہیں۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ لفظ يَذُ ہر دو جگہ میں یا تو بمعنی واحد مستعمل ہوا ہے یا الگ الگ معانی ہیں۔

① اگر ”يَذُ“ کے معنی ہر دو جگہ ایک ہی ہیں، تب معنی آیت یہ ہیں کہ احسان الہی تمہارے احسان سے برتر و اعلیٰ ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿بَلٰى اللّٰهُ يَمْنُنْ عَلَيْكُمْ اَنْ هٰدٰكُمْ لِيْلٰيْمٰن﴾ [الحجرات: 17]

”بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو ایمان کی ہدایت فرمائی۔“

نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو جو نصرت و تائید منجانب اللہ حاصل ہے۔ وہ اس تائید و نصرت سے بہت برتر و اعلیٰ ہے جو حضور ﷺ کو منجانب صحابہ رضی اللہ عنہم حاصل ہے۔

لفظ يَذُ بہ معنی غلبہ و نصرت و قوت زبان عرب میں بخوبی مستعمل ہے۔ محاورہ ہے کہ اَلْيَدُ لِلْفُلَانِ اب فلان شخص کا غلبہ ہے۔ ② يَذُ کا استعمال الگ الگ معانی میں ہے۔ تب يَذُ اللّٰہ کے معنی حفظ الہی ہیں اور اَيْدِيْهِمْ سے مراد مبائعین کے ہاتھ (یہ جارحہ جسمانی) ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت ہمیشہ ان مبائعین کے ساتھ ہوگی۔

اس کی تائید اسی سورہ مبارکہ میں تھوڑی دور آگے چل کر ان الفاظ پاک میں پائی جاتی ہے۔

﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَتٰهُمْ فِتْنًا قَرِيْبًا O وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا﴾

”اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والوں کے دلوں کی اندرونی حالت کو جان لیا۔ ان پر سکینہ اتارا، ان کو فتح قریب عطا فرمائی

اور وہ بڑی فتوحات بھی ان کے لیے خاص کر دیں جن کو وہ حاصل کریں گے۔“ [التّٰح: 18-19]

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے ماتحت عمال و گورنر و جرنیل و قاعدین لشکر اور فاتحین کشور انہی بیعت کرنے والوں میں تھے۔ حضرت موت، عمان، عراق و فلسطین، شام و مصر، افریقہ و سوڈان، یونیس و الجزائر، مالٹا اور کریٹ، ایران و خراسان کی فتوحات و مغامرات انہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے حکم برداروں کو حاصل ہوئی تھیں۔

ہاں یہی وہ بزرگ ہیں جو منہوم آیت اور اس بشارت عظمیٰ کے مظہر ہیں۔ انہی کے دلوں کا امتحان لیا گیا اور انہی پر نزول سکینہ ہوا، وہ سکینہ جس کے نزول کا ذکر احوال موسیٰ علیہ السلام میں بھی ہے۔

انہی کے ہاتھوں میں وہ طاقت تھی کہ کل دنیا کے ہاتھ ان کے سامنے پست تھے۔ کبھی کسی سلطنت کی قواعد و ان اور باقاعدہ مسلح افواج ان پر غالب نہ آسکیں۔ ﴿كَفَتْ اَيْدِي النَّاسِ عَنْكُمْ﴾ [التّٰح: 20] ”لوگوں کے ہاتھ تم سے روک لیے“ کا ایک نظارہ یہ بھی تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضل و شرف، جاہ و احتشام، دولت و اقبال مادی اور رحمت و برکات روحی کا سبب، ذریعہ کیا تھا؟ یہی بیعت نبوی ﷺ

③ اہل حدیث لفظ يَذُ کی کوئی تاویل نہیں کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ کو جسم و لوازم جسم سے پاک و برتر تسلیم کرتے ہیں اور مجسمہ و معطلہ سے علیحدہ ہیں۔ صفات میں ان کا مسلک ہر ایک صحیح سے پاک و صاف ہے۔

یہی اتباع محمدی ﷺ، یہی صدق و اخلاص جو انھیں پیارے رسول ﷺ کی ذات اور تعلیم کے ساتھ تھا۔
لہذا وہ سب طفلی تھے۔ ان خصوصیات کا اصل تعلق نبی ﷺ ہی کی ذات مبارک سے ہے۔
اور نبی ﷺ کا یہ شرف حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

خصوصیت نمبر 24

﴿ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴾ [احزاب: 40]

”بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی ان کو ختم کر دینے والے ہیں)“
خاتم اور ختم ① دونوں کے ایک معنی ہیں۔ النہین کا الف لام جنس جملہ انبیاء و رسل پر جاری ہے۔ کلام اللہ کی یہ آیت اعلان کر رہی ہے کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود باوجود پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا۔
یہ ایک عجیب غریب گوئی ہے اور اس کے اندر ایک عجیب طاقت منجانب اللہ موجود ہے۔
ایران کو دیکھو، وہاں ہزاروں سال تک متواتر سردش آسمانی کی آواز میسوں پاک سرشت بزرگوں کو سنائی دیتی رہی۔
ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ یہاں کروڑوں سال تک مہارشی ایسے ہوئے، جن پر آکاش بانی کا پرکاش ہوتا رہا۔
بنی اسرائیل کے حالات پڑھو، جہاں ایک ایک وقت دو دو، چار چار نبی موجود پائے گئے۔
مصریوں، چینیوں نے بھی سینکڑوں سال تک اپنے اندر نبوت و رسالت ہونے کے دعاوی کو بلند کیا۔
لیکن جب سے کلام اللہ میں آیت زیب عنوان کا اعلان ہوا اور ختم نبوت کا فرمان سنا دیا گیا ہے اس وقت سے ان سب مذاہب و ادیان نے بھی اپنے اپنے دروازوں پر قفل ڈال دیے ہیں۔
مجوس اب کیوں کسی شخص کو جائے اسپ و زرتشت کے اورنگ پر نہیں بٹھلاتے۔ آریہ دت اب کیوں آکاش بانی کا ایک حرف بھی نہیں سنتا۔

بنی اسرائیل کیوں اپنی قوم اور اپنے ملک میں کسی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے۔
پیارے قارئین! یہ سب قدرت الہیہ کا روشن کارنامہ ہے، جس نے نبی ﷺ کو خاتم النبیین بتانے کے بعد تمام دنیا کے جملہ مذاہب کے دماغوں اور طبیعتوں سے بھی یہ بات نکال دی ہے کہ خود ان کے مذاہب کے اندر بھی کسی کو پیغمبر، نبی، رسول، اوتار کہا جائے۔
دنیا بھر کا یہ عملی فیصلہ یا طبعی میلان، بلکہ فطری وجدان ظاہر کرتا ہے کہ قدرت ربانی نے اس خصوصیت کو وجود اقدس نبویہ سے خاص رکھنے میں کیسی زبردست حفاظت فرمائی ہے۔

کوئی غیر مسلم یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے اپنی ذاتی توصیف کے لیے ایسا فرما دیا ہے۔
① اس لیے کہ دعویٰ کرنا آسان ہے، مگر زمان مستقبل پر حکومت کرنا دشوار ہے، یہاں تو چودہ صدیوں کا

① خاتم بفتح بمعنی ختم الفارس۔ منتهی الارب۔ المنجد وغیرہ۔

زمانہ (1) اور مختلف و متعدد مذاہب کا متفقہ رویہ اس کی تائید میں موجود ہے۔ جس شے کی تائید میں خود نیچر ہو وہاں تصنع کا کیا دخل رہ جاتا ہے؟
(2) اگر نبی ﷺ کو اپنا ذاتی فخر بھی قائم کرنا مقصود ہوتا تو حضور ایسا کر سکتے تھے کہ اپنے متبعین کو نبوت کے منصب سے ممتاز بناتے اور موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اپنی اتباع کرنے والے انبیاء کی شان اور تعداد کا اظہار کرتے۔

بعض مسلمان صوفیا کی نسبت یہ بات زبان زد عوام ہے کہ انھوں نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اول تو ان روایات کی صحت بالکل مشکوک ہے۔ دوم اگر ثابت بھی ہو جائے کہ کسی شخص نے اَنَا الْحَقُّ بھی کہا یا مُسْحَابِي مَا أَعْظَمَ شَانِي بھی کہا تب بھی یہ نتیجہ تو صاف نکلتا ہے کہ خدا بننا تو ان کو سہل نظر آیا مگر نبی کہلانے کی جرأت وہ بھی نہ کر سکے۔ ایسے ہی لوگوں میں یہ مصرعہ بہت شہرت یافتہ ہے۔

ع باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

ذیل میں ان اسلامی روایات کا اندراج ضروری ہے، جو آیت زرب عنوان کی تفسیر میں نبی ﷺ سے باسناد صحیحہ ثابت ہیں۔

(1) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقِيلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِي قَصُرَ أَحْسَنُ بُنْيَانَةٍ وَتَوَكَّلَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبْنَةٍ وَكَفَّ بِهَذَا النَّظَارُ يَتَعَجَّبُونَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهِ إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبْنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبْنَةِ خِثَمَ بَيْتِ الْبُنْيَانِ وَخِثَمَ بَيْتِ الرَّسُولِ وَفِي ذَوَابِغِ فَانَا اللَّبْنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ (2)

”امام بخاری رحمہ اللہ و امام مسلم رحمہ اللہ نے بالاتفاق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میری مثال اور دیگر سب انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے، جسے خوب بنایا گیا تھا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ دیکھنے والے آتے تھے۔ مکان کی عمدگی اور اس خالی جگہ کے متعلق تعجب ظاہر کرتے تھے۔ اب میں ہوں۔ جس نے اس خالی جگہ کو بھر دیا ہے۔ میرے ذریعہ ہی سے عمارت ختم ہوئی اور میری وجہ ہی سے رسول ختم کیے گئے اور وہ اینٹ میں ہوں اور میں سب انبیاء ﷺ کا ختم کرنے والا ہوں۔“

(2) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ أَنِّي لِي أَسْمَاءُ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْخَاشِرُ الَّذِي يُخَشِّرُ النَّاسَ عَلَيَّ قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ (3)

”صحیح بخاری و صحیح مسلم میں متفقہ روایت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی زبان سے سنا ہے کہ حضور فرماتے تھے میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں۔ اللہ نے میرے ذریعہ سے کفر کو محو کر دیا۔ میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی اور نہ ہو۔“

(3) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فَضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتَّةٍ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُجِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خِثَمَ بَيْتِ النَّبِيِّينَ (4)

(1) 9 ربیع الاول 1347ھ کو یوم ولادت مطہرہ سے پورے چودہ سو (1400) برس ہو جاتے ہیں۔ یعنی 5ھ میں 53 سال حضور ﷺ کی عمر بوقت ہجرت کو جمع کر لینا چاہیے۔ (2) بخاری: 3534، ترمذی: 1553، ابن ماجہ: 567، مسند احمد: 412/2، (3) اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے پانچ نام فرمائے۔ محمد و احمد اور ان کے معانی نہیں فرمائے۔ ماحی، حاشر، عاقب۔ ان کے معانی تھائے، اس سے واضح ہوا کہ محمد و احمد ﷺ ذاتی نام ہیں اور ماحی، حاشر، عاقب و ملی نام ہیں۔ بخاری: 3532، مسلم: 6105، ترمذی: 2840 (4) مسلم: 1167، ترمذی: 1553، مسند احمد: 412/2، اس حدیث کی شرح ہم آگے جا کر لکھیں گے۔

”صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے سب انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت ہے۔

(1) مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے۔ (2) مجھے رعب سے مدد دی گئی۔ (3) مال غنیمت ہم پر حلال کیا گیا، (4)

روئے زمین کو ہمارے لیے مسجد اور سب طہارت بنایا گیا اور (5) مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنایا گیا۔ (6) میری

ذات پر انبیاء کا خاتمہ ہو گیا۔“

(4) عَنْ أَبِي أَسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُطْبَةِ الْوَدَاعِ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ [1]

”ابن جریر و ابن عساکر نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے خطبہ الوداع میں فرمایا تھا۔ لوگو! یاد رکھو، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔“

(5) رَوَى أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَوْفُوعًا أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيٍّ [2]

”زرقاتی (شرح المواہب اللدنیہ) میں ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اسناد کے ساتھ انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے، لہذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔“

(6) عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابًا كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي [3]

صحیح مسلم میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا، میری امت میں تیس (30) شخص ایسے ہوں گے جو کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(7) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ [4]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔“

سب جانتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے۔ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(8) جنگ تبوک کے موقع پر نبی ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں، اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا:

أَمَّا تَوْضِيءُ أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي [5]

”کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم میرے لیے ویسے ہی بنو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے

[1] الطہرانی فی الکبیر: 136/8، کنز العمال: 12922، مجمع الرواۃ: 263/8، تہذیب دمشق: 419/6 [2] ترمذی: 2272، کنز العمال: 41407،

جمع الجوامع: 5566، مسند احمد: 267/3، حاکم: 391/4 [3] مسلم: 2889/19، ابوداؤد: 4252، ترمذی: 2176، ابن حبان: 7238، مسند احمد: 278/5،

[4] مسلم: 3686، اسد الغابہ: 151/4 [5] بخاری: 4416، مسلم: 6218، ترمذی: 3731، ابن ماجہ: 115

بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

موسیٰ علیہ السلام میقات ربی کے لیے طور پر چالیس (40) یوم ٹھہرے اور اپنے بعد ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غزوہ تبوک میں قریبا چھپاس (50) یوم مدینہ سے باہر رہنے کا اتفاق ہوا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس واقعہ میں خلافت بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ نہیں، کیوں کہ ہارون علیہ السلام کی وفات موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئی تھی۔

﴿سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ﴾ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری غسل دے رہے تھے تو اپنی زبان سے یوں فرما رہے تھے۔

بَابِي وَ اُمِّي لَقَدْ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا يَنْقُطِعُ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النَّبُوَّةِ وَالْاَنْبَاءِ وَ الْاَخْبَارِ السَّمَاوِيَّةِ۔ [1]

”میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے وہ چیز ختم ہوگئی جو اور کسی شخص کی موت سے ختم نہ ہوئی تھی۔ یعنی نبوت اور اخبار غیب اور آسمان سے خبروں کا آنا ختم ہو گیا۔“

ان صحیح ترین روایات اسلامیہ کی تصدیق قاہرہ نے جملہ مذاہب کی زبان بندی سے فرمادی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت وہ خصوصیت خاصہ ہے جو بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس کو حاصل ہے۔

اس آیت کے ساتھ آیت ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ کی تفسیر بھی پڑھ لینا چاہیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا منصب اس کو شایان ہے جو کمال دین اور اتمام نعمت کی بشارت سے بھی مبشر ہو۔

الغرض آیت زیب عنوان نہایت مستحکم دلائل اور قطعی براہین کے ساتھ حضور کی خصوصیت ختم المرسلین کو واضح کر رہی ہے۔ واللہ اعلم!

اب اگر اہل اسلام کے اندر کوئی شخص ایسا ہے، جسے اپنی نبوت کا زعم ہو تو اسے مناسب ہے کہ صحیح مسلم کی روایت کو پیش نظر رکھ کر اگر چاہے تو تمیں (30) کے شمار میں داخل ہو جائے یا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے زعم باطل کو چھوڑ کر تائب و مومن بن جائے۔

خصوصیت نمبر 25

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [النہا، 107]

دنیا میں ہزاروں نامور اشخاص گزرے ہیں جو آسمان شہرت پر روشن انجم ہو کر چمکے۔ ان کے خطابات سے ان کی شخصیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

کسی کا لقب مہاراجہ اور حیراج ہے،

کوئی شہنشاہ کہلاتا ہے،

کوئی مہادیو، کوئی مہابلی، کوئی جہنن، کوئی رومین تن، کوئی گنوپال، کوئی فرزند نور، کوئی یودھا (بمعنی بیدار) کوئی سولہ کلاں سپہورن، کوئی چندر بنسی، کوئی سورج بنسی وغیرہ وغیرہ۔

یہ اور اس جیسے دیگر خطابات اس شخص کی اپنی ذات و اوصاف کے متعلق ایک نمایاں خصوصیت کے مظہر ہیں، لیکن ایسے خطابات سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ دنیا بھر کی مخلوقات سے اس ہستی کی کیا نسبت ہے؟

لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ ایسا خطاب ہے جو صرف اسی نسبت اور تعلق کا مظہر ہے جو ممدوح الوصف کو مخلوقات کے ساتھ ہے۔ رحمت کے معنی پیار، ترس، دوا، ہمدردی، نمکساری، محبت اور خبر گیری ہیں۔ ان الفاظ کے معانی اس لفظ کے اندر پائے جاتے ہیں۔ کوئی شخص ہے، جو یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے مندرجہ بالا اخلاق کی کچھ ضرورت نہیں اور وہ ان اوصاف کے فیوض سے مستغنی رہ سکتا ہے۔ غالباً کوئی بھی ایسا شخص نہیں نکلے گا۔

عالم طہیت کی صفت سے بنا ہے، یعنی وہ ہر ایک شے جس میں نمودار ہونے، ظہور پکڑنے، اپنی ہستی کو نمایاں کرنے اور اپنے وجود کی نمود رکھنے کی قابلیت ہے۔ وہ لفظ عالم سے موسوم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس لفظ کا استعمال انواع و اصفانہ واجتاس کے ممیز کرنے میں اکثر کیا جاتا ہے۔ عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم علوی عالم سفلی اور جذبات و ذہنیات و کوائف کے لیے بھی استعارۃً اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عالم وجد، عالم شوق، عالم شباب وغیرہ۔ الغرض لفظ عالم کا استعمال مخلوق مادی و ذہنی تک وسیع ہے۔ عالمین صیغہ جمع ہے اور جملہ عوالم پر اس کا احاطہ ہے۔

اب اندازہ کرو اس مقدس ہستی کا، جس کا سب سے پیار ہے جو سب پر ترس کھاتا ہے، جو ہر ایک کا ہمدرد و نمکسار ہے۔ جس کی محبت عام ہے جو ہر ایک مقتضیات کو اپنی تعلیم سے پورا کر سکتا ہے، جو ہر ایک وسوس کو اپنے حقائق سے ہمدرد و دوست بنا سکتا ہے، جس کے فیوض سے مادیات و ذہنیات تصورات و تصدیقات کو شادابی و ورستی، صحت و صداقت حاصل ہوتی ہے۔

رب العالمین نے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ جس طرح پروردگار کی الوہیت عام ہے اور اس کی ربوبیت سے کوئی ایک چیز بھی لاپرواہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح رسول کریم ﷺ کی تعلیمات و مہیمات سب کے لیے اور سب کے فائدہ کے لیے ہیں اور کوئی شے بھی حضور ﷺ کی رحمت سے خود کو مستغنی ثابت نہیں کر سکتی۔

شاید کسی بے فکرے کو یہ کہہ دینا آسان ہو کہ اسے سورج اور گرمی کی احتیاج نہیں، لیکن ایک عالم اور صاحب دماغ کے لیے یہ کہنا سخت دشوار ہے کہ اسے تعلیمات محمدیہ ﷺ کی مطلقاً حاجت نہیں۔ دنیا اور دنیا کی قومیں غور کریں کہ نبوت محمدیہ کے بعد کیوں کرائیوں نے حضور ﷺ کی تعلیمات کا اقتباس بالواسطہ یا بے واسطہ طریق سے کیا ہے اور کیا کیا بھیجیں بدل بدل کر اس خرم حیات سے خوش چینی کی ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت پر غور کرو اور حضور ﷺ کو رحمۃ اللعالمین ہونے کا مفہوم اس سیرت سے سمجھنے کی سعی کرو۔

① رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے 14، 15 سال کی عمر میں حرب الحجاز کو دیکھا اور اس وقت سے ایک قوم کا دوسری قوم پر حملہ آور ہونا، انسان کا انسان کو شکار غضب و وحشت بنانا ناپسند فرمایا۔

② رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس کی فطرت سلیمہ اور طینت طیبہ نے حلف الفضول کے عہد و پیمان کو مستحکم استوار بنایا اور ایک شریف النفس کے لیے دادخواہی مظلوماں اور دغگیری مظلوماں، حفاظت مسافراں اور اعانت بے چارگاں کے اوصاف کا حاصل کرنا لازم ٹھہرایا۔ ③

③ رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے دشمن کو بھی دوست بنالینے کی تدبیر سکھائی۔

﴿ادْفَعْ بِالْيَمِينِ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ [مجادہ: 34]

”برائی کی مدافعت خوبی و نیکی سے کرو۔ پھر تو تمہاری عداوت والا بھی تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا۔“

④ قبل از نبوت محمدیہ مکہ معظمہ میں ایک انجمن قائم کی گئی تھی، جس کے ممبر جم کھایا کرتے تھے کہ وہ مظلوموں کی امداد کیا کریں گے، عورتوں اور یتیموں پر ظلم نہ ہونے دیں گے۔ قتل و غارتگری کے روکنے کی سعی کیا کریں گے۔ اس انجمن میں فضل نام کے کئی ممبر شامل تھے۔ اس لیے اس انجمن کا نام حلف الفضول ہو گیا تھا۔

(بخاری: 3، ابن ماجہ: 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

﴿4﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے عداوت کرنے والے دشمنوں، حقوق جائز سے محروم کرنے والے دشمنوں، عبادت سے روکنے والے دشمنوں کے ساتھ بھی ہر ایک انتقامی کارروائی کرنے سے اہل ایمان کو روکا، اس وقت جب کہ اہل ایمان میں انتقام لینے کی طاقت و قوت بھی موجود تھی۔

﴿وَلَا يَجْرِمُكُمْ شَتَانُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْبُدُوا﴾ [المائدہ: 2]
 ”اس قوم کا بغض جس نے تم کو حرمت والی مسجد سے روک دیا تھا، اس امر کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان سے خلاف انصاف کرنے لگو۔“

﴿5﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے کابھوں کی ترہب کو، ہندوؤں کے جوگ اور سنیاں کو، یہودیوں کے فرقہ لامساس کو، یونانیوں کے گروہ کلیہ کو، عیسائیوں کے نن اور منک کو اور ان سب کے افسوسناک اور عبرت خیز نتائج کو دیکھا۔ اور:

﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوا مَا كَتَبْنَا هَا عَلَيْهِمْ﴾ [الحج: 27]
 ”رہبانیت تو لوگوں کی خود ساختہ گھڑت ہے، اللہ نے تو اسے انسان کے لیے کبھی مفید نہیں فرمایا۔“

﴿6﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو یہودیوں کی ایک خاص نسل ہی کے افراد کو اللہ کے برگزیدہ قوم کے لقب سے مخصوص نہیں کرتا۔ جو کاتھولیکوں کی طرح آسمان کی سنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔ جو گنگا اور بیہویا کے برہمنوں ہی کو بزرگ (دورخ) اور سرگ (جنت) میں آدم انسانی کے دھکیل دینے کی طاقت کا ٹھیکہ دار نہیں بناتا۔ جو چین والوں کی طرح کسی خاص رقبہ میں پیدائش کی بنیاد پر ان کو فرزند ان آسمانی کا خطاب عطا نہیں کرتا۔ جو زرتشتیوں اور لامائوں کی طرح پیروان خاص کے سوا باقی سب پر رحمت و افضال سے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

﴿7﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس کی نگاہ میں رومی، یونانی، مصری و سوڈانی سب مساوی ہیں۔ جس کے دربار میں مدغم، سوڈانی، بلال حبشی، فیروز خراسانی، سلمان فارسی، صہیب رومی، اٹامہ نجدی اور عدی طائی (رضی اللہ عنہم) پہلو پہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاں جندل کا بادشاہ اکیلا نہیں بلکہ عمان کا حکمران حقران آل حمیر کا مدعی الوہیت ڈو الکلاخ اور یمن کا بڑا اکا بن ضداد، غلامان بارگاہ سے بہت پیچھے صف فعال (جو توں) میں خرم و شادمان موجود ہے۔

﴿8﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو یہودی جیسی مخدول و مغضوب قوم کو جسے نہ صرف عیسائیوں نے بلکہ بت پرستوں نے بھی ذلیل و خوار ٹھہرایا تھا، مستقل قوم ہونے کا درجہ عطا فرماتا اور معاہدات میں ان کو مساویانہ حقوق کے عطیہ سے شاد کام فرماتا ہے۔

﴿9﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو جملہ عیسائی اقوام کی اس وقت حفاظت فرماتا ہے جب کہ دوسری مذہبی کونسل پہلی مذہبی کونسل اور تیسری مذہبی کونسل کو کفر و لعنت کا تختہ پیش کرنے کے بعد اپنی مذہبی کارروائی کیا کرتی تھی۔

وہ عیسائیوں کے جان و مال کو اس وقت محفوظ فرماتا ہے، جب کہ مسیح کے جسم ایک روح یا دو روحوں کے ہونے کے مسئلے نے یروشلم اور روما اور مصر میں خون ریزی کو عام کر رکھا تھا۔

﴿10﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جس کی تعلیم لوتھر (Luther) کی رہنمائی کرتی ہے، اس کے مخالف اسے خفیہ مسلمان ہونے کا الزام

بھی لگاتے ہیں مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے فیوض سے استفادہ کرنے میں نہیں جھجکتا اور بالآخر یورپ کو الوہیت سے انسانیت پر لے آتا ہے اور ظاہریت پرستی کو گر جاؤں سے دور کر دیتا ہے۔

(11) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جو جملہ اقوام و ممالک عالم کو دین صحیح کی تعریف سے روشناس فرماتا ہے۔
﴿فَطَرَهُ اللَّهُ أَتَشِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ط ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ [الرہم: 30]
”اللہ کی پیدا کردہ فطرت جس پر انسانی سرشت بنائی گئی ہے، اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں، اسی کو دین قیم کہتے ہیں۔“
اہل روم نے اپنی اپنی مقدس کتابوں سے اور فلسفی اپنے بہتر رہنماؤں کی تعلیمات میں سے نکال کر دکھائیں کہ دین صحیح کی یہ تعریف بھی کبھی کسی اور جگہ بتلائی گئی ہے؟

دین صحیح کے متعلق ایک دوسرا اصول سکھایا گیا ہے:
﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [الحج: 78]
”دین کے متعلق ارادہ الہی یہ نہیں کہ وہ انسان کو تکلیف اور دشواری میں رکھے۔“
تیسرا اصول، جس پر شریعت مصطفویہ ﷺ کے احکام کا نفاذ ہوا۔
﴿وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُسَمِّعَ نِعْمَتَهُ، عَلَيْكُمْ﴾ [المائدہ: 6]
”ہاں! شریعت سے ارادہ الہی کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو پاک و صاف ٹھہرائے اور ان پر اتمام نعمت بھی فرمائے۔“
تعریف بالا اور اصول بالا کو مسلم رکھتے ہوئے بھی یہ ارشاد ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ لَفَقَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرہ: 156]
”دین کے بارے میں کسی پر زور اور زبردستی نہیں، ہدایت اور ضلالت کو کھلے طور پر واضح کر دیا ہے“
(12) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے، جس کی تعلیم اختلاف الوان اور تحلیل زبان اور تباہی ملکی سے بہت بلند ہے۔ جس کی تعلیم میں حسب و نسب کا خالی و عوی صداقت سے عاری ہے۔

(13) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے سب سے پہلے ﴿هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کے دین واحد کی دعوت یکساں طور پر خویش و بے گانہ کو دی۔ جس نے سب سے پہلے احمر و اسود، غربی و شرقی، مبتدین و غیر مبتدین کو قوم واحد بنایا اور ایک ہی کلمہ زبان پر، ایک ہی ولولہ دماغ میں، ایک ہی ارادہ و لولوں میں قائم کر دیا۔

(14) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے ترہب اور تجمل میں تفریق کی۔ جس نے ایک گریہتی گریہست میں رہ کر سنیاسی بنایا اور جس نے مصائب دنیوی کے خوف سے قطع تعلق کرنے والے کو ناخوشنودی رحمن کا کام مسور دیتلایا جس نے قلب سلیم کی تعریف فرمائی اور قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا۔

(15) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے امراض قلوب کو بیان کیا۔ امراض کی علامات اور علاج کے طریقے بتائے۔ جس نے قلب سلیم کی تعریف فرمائی اور قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا۔

(16) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے دیکھا کہ کہیں عورت کو تاج، غلہ، روپیہ، پیسہ کی طرح دان میں دیا جاتا ہے (ہندومت) اور

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى آذَنِكُمْ۔ [۱] ”عالم کی عابد پر فضیلت اتنی ہے جتنی نبی کو ادنیٰ امتی پر ہوتی ہے۔“ [۲] رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے أَبْغَضَ الْحَالِلِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقَ [۳] کے راز سے دنیا کو واقف بنایا اور سمجھایا کہ طلاق کا وجود خاص خاص دشواریوں کے حل کرنے کے لیے ضروری ہے اور اس وقت طلاق کی ضرورت ایسی ہی ہو جاتی ہے، جس طرح ایک عضو میں سمیت آ جانے کی وجہ سے اس کا جسم انسانی سے بذریعہ قطع و برید جدا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اگرچہ قطع عضو بہر حال ناپسندیدہ سمجھا جائے۔

ہاں یہ حکم طلاق دینے والے کو سمجھایا جاتا ہے کہ اب وہ ایسے خطرناک فعل کا اقدام کرنے لگا ہے جو اللہ تعالیٰ کو صرف ناپسند ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بغض بھی ہے۔ لہذا جب تک یہ مسلم نہ ہو جائے کہ صرف یہی ایک صورت مر کی بقا و صحت و حفاظت ایمان و عزت کے لیے رہ گئی ہے، اس وقت تک اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

﴿22﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے طلاق کے روکنے کے لیے ایسی تدابیر کو ضروری ٹھہرایا، جن پر عمل کرنے سے ہر ایک جلد باز اور ہر ایک انجام سے بے پروا اور ہر ایک مغلوب الغیظ کو طلاق کی برائی سے محفوظ فرمایا ہے۔

① زوجین کے اختلاف و شقاق کے مٹانے کے لیے پہلی تدبیر یہ بتائی گئی کہ دو ثالث مقرر کیے جائیں۔ ایک مرد کے گھرانے کا، ایک عورت کے گھرانے کا، وہ دونوں ان زوجین کے حالات و شکایات کو سنیں اور فیصلہ کریں۔

② اب بھی اگر اصلاح نہ ہو اور قصور کا بوجھ عورت پر ہو تو مرد کو لازم ہے کہ کچھ عرصہ کے لیے ہم بستری ترک کر دے، یہ تدبیر بہت مؤثر ہے۔

③ اب بھی کوئی درستی نہ ہو تو تادیب کے طور پر ہلکی سی مار مارے، ہلکی مار یہ ہے کہ چہرہ پر نہ مارے، ایسی ضرب نہ مارے جس سے جلد پر نشان نمایاں ہو جائے۔ یہ تدبیر بھی پست درجہ کی سمجھ والیوں میں مؤثر ہوتی ہے۔

④ یہ تدبیر بھی ناکافی ثابت ہو، تب ایک طلاق دے سکتا ہے۔ اس ایک طلاق دینے کے لیے شوہر کو اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب وہ ماہواری ایام سے پاک ہو جائے، ان ایام کا یہ انتظار بھی پہلی طلاق کی روک کے لیے ہے۔

اس طلاق کے بعد ضروری ہے کہ خاوند بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔ ایک ہی جگہ خواب کریں۔ اس سکونت یک جائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کو پھر اپنی خصلت و عادت اور فعل پر جس کی ظلیل نوبت مجدد رسید ہوگئی ہے، غور کرنے اور اصلاح کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ رل مل بیٹھے، ایک نے دوسرے کی ہم بستری کا موقع حاصل کر لیا تو وہ ایک طلاق الٰہی کو خاوند بیوی کی معاشرت سے ذرا روک نہیں۔

⑤ ایک مہینہ گزر گیا عورت کو دوسرے مہینے کے ایام بھی دیکھنے پڑے، ان کے بعد پھر مرد کو دوسری طلاق دینے کا اختیار ہے، لیکن اس دوسری طلاق کے بعد بھی زوجین کو ایک ہی جگہ رہنا سہنا، سونا بیٹھنا ہوگا۔ اب پھر ایک مہینہ کی لمبی میعاد ان کے درمیان ہے [3]

① ترمذی: 2685، دارمی: 77/1 ② ابو داؤد: 2178، مالک بن انس: 2018 ③ یاد رہے کہ ایک طلاق کے بعد عدت قرآنی تین (3) قروہ (قریباً تین ماہ) ہے۔

جذبات انسانی، جھوٹے غصہ، بے جا بدگمانیوں اور فضول شکایتوں کو جلد مغلوب و معدوم کر دیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر یہ جوڑ امیاں اور بیوی کا ہے اور دونوں طلاقوں کا ان پر کوئی بوجھ نہیں۔

﴿۶﴾ اب تیسری طلاق کا موقع آ جائے گا۔ اس وقت جب عورت ماہواری مرض سے فارغ ہو، اب شریعت اسے بتلاتی ہے کہ دیکھ، یہ ہمارے ہاتھ سے نکلنے والی ہے، پرندہ اڑ جاتا ہے تو کف افسوس ہی ملتا پڑتا ہے، سمجھ لے، اور تیسری طلاق سے رک جا۔ ان ہدایات سے بھی اگر نفرت و شقاق کی بنیاد ایسی مضبوط ہے کہ مرد اب تک طلاق ہی پر تلا ہے، تب شریعت اسے مجبور نہیں کرتی اور معاہدہ شادی کی اہت زندگی کا طوق نہیں بنا دیتی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی تعلیم نہ تو یہ گوارا کر سکتی ہے کہ کسی وفادار بیوی کو محض کسی بیرونی جاہل کے طعن پر یکبارگی گھر سے نکال دے۔ جیسا کہ سیتاجی کا معاملہ ہے یا یہودیوں کی طرح جن کے نزدیک بیوی کا درجہ ایک ملازم کے برابر بھی نہیں۔ بلاوجہ اور بے سبب شریک زندگی سے قطع تعلق کر لیا جائے، علیٰ ہذا یہ بھی گوارا نہیں کہ عورت پر تہمت زنا لگانے کے بغیر اس کی بد مزاجیوں، گستاخیوں یا امراض مخصوصہ کے باعث بھی اس سے غلو خلاصی نہ ہو سکے۔ جیسا کہ انجیل کی تعلیم کو سمجھ لیا گیا ہے۔ ہاں حقوق زوجین کا از حد خیال رکھتے ہوئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے ایک ایسی سڑک تیار کر دی ہے، جس میں نہ تفریط کی گھائیاں آتی ہیں اور نہ افراط کے پہاڑ حائل ہیں۔

﴿۷﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے عرب کے اس رواج کو توڑا کہ میت کا ورثہ خاندان کے صرف ان لوگوں کو ملے گا جو کموار و نیزہ اٹھا سکتے ہوں۔ عورت اور معصوم بچے، بیٹی، بہن کا کوئی حق نہیں، بلکہ وہ ایک عورت کو باپ کی جائداد سے بوجہ بیٹی ہونے کے، بھائی کی جائداد سے بوجہ بہن ہونے کے، شوہر کی جائداد سے بوجہ زوجہ ہونے کے اور اولاد کی جائداد سے بوجہ والدہ ہونے کے متعدد حصے دلاتا ہے اور حضور ﷺ کی تعلیم کردہ قانون تو ریٹ کو اصولاً بہت سی غیر مسلم قوموں نے بھی لے لیا ہے۔ ﴿۸﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے وقف علی الاولاد کے آئین سے اولاد کو فقر و تنگدستی سے اور جائداد کو تباہی سے اور خاندان کو ہلاکت سے محفوظ بنایا۔ اس مسئلہ سے دنیا کلیۃً ناواقف تھی۔

﴿۹﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے جواز جنگ کے لیے مظلوم ہونے، حقوق ملی و قومی سے بلاوجہ محروم کر دیئے جانے، دین حقہ کی حفاظت کرنے والوں کی جان و مال کے غیر محفوظ ہو جانے یا امن عامہ کا قیام مفقود ہو جانے اور مذاہب عالم اور ان کے امان کی عبادت کے معرض تلف میں آ جانے کو بطور شرط اولین قرار دیا۔ یہ حقیقت آیات ذیل سے آشکار ہے:

﴿۱۰﴾ اِذْ لِلدِّينِ يُقَاتِلُونَ بَانْتِهَم ظَلَمُوا ط وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝۱۰ الدِّينِ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَغْيًا حَقًّا إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَفُتِنَتْ صَوَامِعُ وَبَيْعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ [الحج ۳۹-۴۰]

”جنگ کرنے والوں کو اذن دیا گیا کیوں کہ وہ مظلوم تھے اور بے شک اللہ ان کی مدد کی ضرورت قدرت رکھتا ہے، یہ وہ ہیں جو اپنے وطن سے بلا سبب نکالے گئے۔ صرف اس بات پر کہ انھوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا تھا، ہاں اللہ تعالیٰ اگر کچھ لوگوں کی دوسرے اشخاص کے ذریعہ مدافعت نہ کرتا تب یہودیوں کے معبد، عیسائیوں کے گرجا، صائبین کی عبادت

اس حکم کے ساتھ یہ تفسیر بھی شامل کر دی: **كُلُّ مَا اسْكُرَ كَثِيرُهُ وَقَلِيلُهُ حَرَامٌ** [۱] ”جس کی بڑی مقدار میں نشہ ہو اس کی ادنیٰ مقدار بھی حرام ہے۔“

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأُفُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ [المؤمنون 5-7]

(28) رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہے جس نے اسیران جنگ کی جان بخشی و رحم فرمائی کے اصول واضح فرمائے تاورات میں دشمنوں کی جان تو کیا ان کے حیوانوں اور غورتوں کی جانوں کا بھنا بھی حرام اور موجب غضب الہی بتایا گیا ہے۔

حملہ آور دشمن پر، مغلوب اور اسیر ہونے کے بعد احسان نمائی یا فدیہ گیری کا اصول ایسا ہے کہ دنیا بھر کی تمام اقوام اس سے نااہل رہی ہیں اور عملاً کسی نے ایسے کارنامہ کی نظیر پیش نہیں کی، لیکن نبی ﷺ نے بدر واحد، مکہ و حنین کی فتوحات سے ہر موقع پر اسیران جنگ اور دشمنانِ دین اور قاتلانِ مؤمنین اور محاربینِ رسول ﷺ کے ساتھ یہی معاملہ فرمایا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے بے پڑھی لکھی قوموں کے سامنے جو اپنے ان پڑھ ہونے پر فخر کیا کرتے اور ان پڑھ رہنے کو نوزائیدہ امی بھی کی معصومی کا حرج سمجھا کرتے تھے علم سے روشناس کیا۔ علم کا درجہ ان کے دلوں میں قائم کیا، علم کا شائق بنایا، پھر ان

① ابن ماجه: 3393، البيهقي: 3681، ترمذي: 1865، كنز العمال: 13146.

کو معلم اور مقرر کے منصب پر بلند فرمایا۔

آیات ذیل پر غور کرو:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 129]

”اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں اپنا عظیم الشان رسول بھیجا، جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا اور پاک بنانا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ لوگ تو اس رسول سے پہلے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے۔“

﴿30﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے امراض قلوب کو بیان کیا۔ امراض کی علامات اور علاج کے طریقے بتائے جس نے قلب سلیم کی تعریف بتائی اور قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا۔

﴿31﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے گناہ گار انسان کو اسرار توبہ کی تعلیم دی۔ توبہ کے اجزاء بتائے۔ ہر ایک جزو کی جدا گانہ خاصیت اور ترکیبی ماہیت کو تفصیل سے سمجھایا۔

﴿32﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے تزکیہ نفس، تصفیہ باطن کو جدا گانہ ابواب میں مرتب فرمایا، جس نے اخلاق فاضلہ اور ابواب احسان کو الگ الگ کر کے بتایا۔

﴿33﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے تقویٰ اور خشیت من اللہ، انقطاع تمام اور انس کامل، مدارج رجوع، مراتب احسان، حقیقت و روح و توکل اور روح اخلاص و صدق اور مقامات قرب و رضا کا عرفان عطا کیا۔

﴿34﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے عبد اور معبود کے درمیان ایک حَبْلُ اللہِ الْمُحِیْتِینِ (اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی) کا نشان دیا اور چاہ و ضلالت میں گرے ہوؤں کو آسانی ہدایت پر پہنچ جانے کی تدبیر بتائی۔

﴿35﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے رہزنوں کو چوپانی اور بادشاہوں کو اخوانی سکھائی، جس نے غلاموں کو سلطانی دی۔ جس نے بساط کیانی پر اونٹ چرانے والوں کو بٹھلادیا۔

﴿36﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے علوم مابعد الطبیعیہ کو آثار نفسی و آفاقی سے مبرہن کیا۔ جس نے اعمال اور اعمال کا روح سے تعلق، جس نے میزان اور حق و باطل کا توازن بتلایا۔

﴿37﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شمالی عرب کو روم کی غلامی سے اور جنوبی عرب کو ایران کی غلامی سے آزاد کیا، جس نے طوائف السلوکی کا خاتمہ کر دیا، جس نے قتل و غارت گری کو قتل و غارت کر دیا۔ جس نے خون انسانی کی قدر و قیمت کو سارے جہاں کی قیمتی اشیاء سے بڑھ کر قیمتی بتایا، جس نے ایران کو فواحش سے، اور روم کو حیوانی قیغش سے نجات دی، جس نے تمام دنیا کی طرف امن کا ہاتھ پھیلا دیا۔ جس نے ایوان صلح کو مرتفع کیا۔ جس نے

﴿حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ [محمد: 4] (یہاں تک کہ جنگ اپنے سلاحت کو رکھ دے) لیے جملہ مساعی کو ختم کر دیا۔

﴿38﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلامی کے نقائص دور کرنے کی تدابیر کیں، غلاموں کو برابر کا کھانا، برابر کا پہننا، ان کی

استطاعت سے بڑھ کر کام نہ لینا فرض ٹھہرایا اور اس طرح پر غلاموں کو خاندان کا ایک جزو یا ممبر بنادیا۔

(39) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلام کو حق مکاتبت بخشا، جس کا مطالبہ وہ عدالت میں کر سکتا ہے اور آقا مجبور ہے کہ اسے مقررہ قیمت پر آزاد کرے۔

(40) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے مکاتبت غلام کو چندہ دینے کا حکم سب کو دیا، حتیٰ کہ وہ آقا بھی چندہ دے جس کی غلامی سے اسے آزاد ہوتا ہے۔

(41) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے اسلامی سلطنت کی آمدنی صدقات میں سے 1/8 حصہ خزانہ میں غلامی کے مٹانے کے لیے مقرر فرمایا۔ وَفِي الْمِرْقَاتِ - [9/التوبہ: 60]

(42) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے قانون شریعت میں آزادی غلاموں کے لیے مواقع نکالے۔ اس کی تفصیل مسائل طہارت و صوم و حج کے ابواب میں دیکھنی چاہیے۔

(43) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے آقاؤں کو عتاق من النوار کا ذریعہ آزادی غلام بتایا۔

(44) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے آزاد کو آقا کے برابر حقوق عطا فرما کر آقا کو غلام کا مولیٰ اور غلام کو آقا کا مولیٰ ٹھہرایا۔

(45) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے آزادی غلام کے بعد بھی آقا و غلام میں ایک ایسی نسبت، ایک ایسا علاقہ پیدا کر دیا، جو صرف خون کے رشتہ میں ہوتا ہے۔ یعنی آقا کے لا وارث ہونے پر غلام کو اور غلام کے لا وارث ہونے پر آقا کو اس کا وارث ٹھہرایا۔

(46) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلاموں پر حصول قرابت و صہریت اور اخذ امارت و حکومت اور نصب و امامت و ولایت اور اعداء کو عطائے صلح و امام کے حقوق سے مالا مال فرمایا۔

اسلام سے پیشتر غلامی جملہ ممالک میں اور جملہ اقوام میں اور جملہ ادیان میں موجود تھی کیا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ سے پیشتر کسی نے غلامی کے محور کو زائل کرنے اور غلاموں کو ایسے بلند مناصب تک پہنچانے میں بھی کوئی کارروائی کی؟ یہ ہندوستان ہے جہاں آج تک اچھوت اقوام کی تعداد برہمنوں، کھتریوں اور ویش قوموں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے اور اچھوت ہونے کی بیڑی اور طوق اس طرح ان کا لازمہ جسم و روح ہو گیا ہے کہ سینکڑوں نسلوں، ہزاروں، لاکھوں سالوں کی امتداد مدت بھی ان کو رہائی نہیں دلا سکی، اچھوت قومیں ہندو لاء کے حکم سے معاشرت تمدن، علم اور مذہب کے جملہ حقوق سے قطعاً محروم رکھی گئی ہیں۔ برہمنوں کو شودروں کے مال کا مالک بنادیا گیا ہے اور کوئی برہمن کسی شودر مقتول کے قتل میں مستوجب قصاص نہیں سمجھا گیا۔

اسلام میں کوئی انسان بھی اچھوت نہیں، سب کی جان و مال کو یکساں حرمت و احترام کے حقوق حاصل ہیں۔ معاشرت اور تمدن میں سب برابر ہیں۔ ہر ایک ادنیٰ شخص سلطنت و نبوی یا امامت دینی تک فائز ہو سکتا ہے۔

ہمارے مضمون طویل ہو رہا ہے اور کتاب طحا کا موضوع یہ نہیں کہ ہر ایک مسئلہ کو پورے بسط سے تحریر کیا جائے۔ لہذا اس دلچسپ و دل رہا مضمون کو ہم اس جگہ ختم کرتے ہیں اور آپ سے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین صرف حضور ﷺ کی خصوصیت ہی نہیں بلکہ یہ بطور اسم اور علم بھی مستعمل ہے اور یہ نام کسی غیر کا تجویز کردہ نہیں۔ ماں باپ کا رکھا ہوا نہیں۔ کسی شاعر کے تخیل کا نتیجہ نہیں، کسی فدائی کا جوش محبت میں کہا ہوا نہیں، بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کا انکشاف حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ ایک صداقت کا گنجینہ ہے اور

اس گنجینہ کا نشان خود ہادی مطلق نے دیا ہے۔ یہ ایک بشارت ہے جسے قدرت ربانی ہر ایک مخلوق کے کان تک پہنچانا چاہتی ہے۔ یہ ایک نوید ہے جو عالم عالمیان کو حقیقہ احسانات الہیہ بتاتی ہے۔

خصوصیت نمبر 26

﴿فَبِهَذَا هُمْ أَقْتَدَهُ﴾ [الانعام: 90]

”تو بھی ان سب کی ہدایت کی موافقت کر“

اقتدا کے معنی اصل لغت میں شخص ثانی کا شخص اول سے موافقت کرنا ہے۔

آیت بالا پر جو کوئی شخص بھی سرسری نظر ڈالے گا، وہ سمجھے گا کہ حضور ﷺ کو کسی دوسرے شخص کے مقتدی (پیرو) ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کا فہم اہل اسلام کے اس مسلمہ اعتقاد کے خلاف ہیں کہ حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں۔ لہذا آیت بالا شرح طلب ہے اور شرح معانی کے بعد واضح ہو جائے گا کہ آیت بالا انبی ﷺ کی فضیلت کا ثبوت ہے۔ ناظرین کو آیت ﴿وَكَمْ لَكَ نَبِيٍّ إِهْتَدَىٰ﴾ [الانعام: 75] سے غور شروع کرنا چاہیے، اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ (18) انبیاء کا ذکر فرمایا اور اس ذکر ترتیب زمانی یا ترتیب مدارج کو چھوڑ کر ایک اور ترتیب بدیع اختیار کی گئی ہے۔

اول ترتیب اصول نسب

اس صنف میں نوح و ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے، کیوں کہ جملہ انبیاء عالم کے انساب انہی پر منتہی ہوتے ہیں اور اکثر اقوام کا انتساب نسلی انہی کی جانب ہے۔

دوم ترتیب ملک و قدرت

اس صنف میں داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ترتیب بلحاظ مراتب صبر و شکر

اس صنف میں ایوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ترتیب بلحاظ معجزات و ظہور آیات

اس صنف میں موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے نام مذکور ہوئے ہیں۔

ترتیب بلحاظ زہد و اعراض عن الدنیا

اس صنف میں زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس علیہم السلام کا ذکر ہوا۔

ترتیب بلحاظ تبلیغ اہم

اس صنف میں اسماعیل و یسع و یونس و لوط علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان انبیاء مذکورہ کے مختصر حالات بھی لکھ دیے جائیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے: نوح بن مالک بن متوشلح بن خنوخ بن یارو بن مہلل ایل بن قینان بن آئوش بن شیث بن آدم علیہ السلام ہیں۔
حضرت نوح علیہ السلام کی عمر پانچ سو (500) سال کی تھی جب سام، حام اور یافث ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی عمر کے چھ سو (600) سال بعد دوسرے مہینے کی سترہویں تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس (40) دن تک پانی اوپر سے پرستا اور زمین سے ابلتا رہا۔ پھر بڑھتا بند ہوا اور ڈیڑھ سو (150) دن میں پانی کم ہوا۔ ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ تھی کہ کشتی اراراط کے پہاڑ پر رک گئی۔ (601) میں عمر نوح کے دوسرے مہینے کی ستائیسویں تاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی چھوڑ کر زمین پر قدم رکھا۔ (ایک سال 11 یوم کشتی میں رہے۔ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام 350 سال زندہ رہے۔)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش طوفان نوح علیہ السلام سے 5375 سال بعد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

ان کا نسب نامہ حضرت نوح علیہ السلام تک یہ ہے: ابراہیم بن آذر (تاریخ) بن ناحور بن سروج بن رعو بن قانج بن عابر بن شالح بن آرقشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا زمانہ 2585 سال پیشتر کا ہے۔ 75 سال کی عمر میں اپنے وطن سے ہجرت فرمائی اور کنعان کے ملک میں پہنچے۔ (کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کا ملک)
اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ یہ ملک تیری اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر مصر گئے، مصر سے واپس آ کر کنعان میں ٹھہرے، یہاں سے ان کے برادر زادہ لوط علیہ السلام جو ہجرت میں ان کے ساتھ تھے علیحدہ ہوئے اور دریائے پاروں کے پرلے کنارہ پر آباد ہوئے۔ یہ علاقہ شاہ صدم کا تھا۔ شاہ صدم پر شاہ عیلام نے مع اپنے تین اتحادیوں کے حملہ کیا اور حضرت لوط کو بھی اسیر کر کے لے گئے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو چھڑا لیا اور بہت سامان قیمت حاصل کیا۔ اسی (80) سال کی عمر تھی، جب آپ کے گھر میں اسماعیل علیہ السلام (ازبطن ہاجرہ خاتون جو بادشاہ مصر کی دختر تھیں) پیدا ہوئے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 سال کی تھی جب فتنہ کا حکم نازل ہوا۔ اسی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا فتنہ خود کیا اور اسماعیل علیہ السلام کا فتنہ بھی کرایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 100 سال کی تھی جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب خلیل الرحمن ہے اور لقب عمود عالم اور آدم ثالث، کنیت ابو محمد اور ابوالانبیاء ایک سو چھتر (175) سال کی عمر تھی جب ”خلیل الرحمن“ نے انتقال فرمایا۔

خانہ کعبہ اور مناسک حج حضور علیہ السلام کی نبوت کی دائمی یادگار ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو کوئی نبی ہوا، خواہ کسی ملک میں ہوا، وہ انہی ہی کے خانوادہ اور نسل کا تھا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو (100) سال کی تھی، جب ان کے ہاں اسحاق علیہ السلام اڑھٹن سارہ خاتون علیہم السلام پیدا ہوئے۔ سارہ خاتون علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دادا کی نسل سے ہیں اور اول الاسلام ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر چالیس (40) سال کی تھی جب ان کی شادی ربقہ خاتون سے ہوئی۔ ربقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر حقیقی نحر کی پوتی ہیں۔

ربقہ سے دو توام بچے پیدا ہوئے: عیسو و یعقوب علیہ السلام۔

حضرت اسحاق علیہ السلام نے ایک سو چالیس (140) سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

انہی کا لقب اسرائیل بھی ہے۔ ان کے گھر میں لیاہ بیگم سے چھ فرزند، راحیل خاتون سے دو فرزند، زلفہ لونڈی سے دو فرزند اور باہہ لونڈی سے دو فرزند پیدا ہوئے۔

جب یوسف علیہ السلام نے ان کو مصر میں مع افراد خاندان طلب کیا، تب ان کی عمر ایک سو تیس (130) سال تھی۔ سترہ (17) سال مصر میں قیام کے بعد انھوں نے مصر میں وفات پائی۔ یوسف علیہ السلام ان کا جنازہ شاہانہ نزک و احتشام کے ساتھ کنعان لائے اور وہ حضرت ابراہیم و اسحاق علیہم السلام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ان کی وفات ق۔ م 1686 سال اندازہ کی گئی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

راحیل خاتون کے پہلے بیٹے ہیں، یوسف علیہ السلام کے معنی عربی میں ”مزید“ ہیں۔ ان کی پیدائش کے وقت ماں نے کہا تھا کہ اللہ مجھے اور بھی بیٹا دے گا۔

17 سال کے تھے جب چاہ میں گرائے گئے۔ تین شب چاہ میں رہے۔ چھ سال عزیز مصر کے گھر قیام فرمایا، سات (7) سال زندان میں بسر کیے۔ 30 سال کی عمر میں مصر کے حاکم مطلق با اختیارات شاہی مقرر ہوئے۔ 40 سال کی عمر تھی جب یعقوب علیہ السلام سے مصر میں 23 سالہ فراق کے بعد ملاقات ہوئی۔ ہشتاد (80) سالہ فرمانروائی کے بعد 110 سال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑپوتے دیکھے۔ ان کی شادی ملک مصر کے شہر ”اون“ کے کاہن کی دختر مسماۃ آستاتھ سے ہوئی تھی۔ ان کے ہر دو فرزند منسی و فرام اسی خاتون سے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے: داؤد بن لیسی (یشاہ) بن عوید بن سوئجر بن سلما (سلمون) بن نجسون بن غمداب بن ارام بن حصرون (حصروم) بن فارص بن یہوداہ بن یعقوب علیہ السلام۔ یہ اپنے باپ کے ساتویں بیٹے تھے۔ چھ بھائی ان سے بڑے تھے۔

ان کی ابتدائے شہرت کا باعث وہ جنگ ہوئی جو فلسطینی اسرائیلیوں سے کر رہے تھے، فلسطینی فوج میں ایک بہادر جو لیت (جالوت) تھا، جس کا قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا وہ بیتل کی نو داؤد زروہ اور موزے پہناتا تھا۔ چالیس (40) دن تک وہ میدان جنگ میں نکل کر مبارز طلب کرتا رہا۔ اسرائیلیوں میں سے کسی کا حوصلہ نہ ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے تین بڑے بھائیوں کی (جو شامل جنگ

تھے) خبر لانے کو رزم گاہ میں گئے۔ وہاں انھوں نے سنا کہ ساؤل شاہ بنی اسرائیل نے اس شخص کے قاتل کے لیے اپنی بیٹی کا رشتہ مع دیگر انعامات دینے کا اعلان کیا ہوا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ سے اجازت لے کر جالوت کے مقابلہ کو نکلے۔ انھوں نے فلاخن سے پتھر چلایا اور وہ پتھر اس کی پیشانی کے اندر اتنا گھس گیا کہ پیشانی کے اندر جا چھپا۔ فلسطینی گر پڑا، داؤد علیہ السلام نے اسی کی تلوار اس کی کمر سے نکالی اور اس کا سر کاٹ لیا۔ بعد ازاں حضرت داؤد علیہ السلام ترقی کرتے کرتے سپہ سالار فوج ہو گئے۔ اور پھر بادشاہ کے داماد بن گئے۔ بادشاہ ان کے روز افزوں اقبال سے حسد کرنے لگا اور حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ سے جان بچاتے پھرتے۔ آخر ساؤل بادشاہ نے فلسطینیوں سے ایک مقام پر شکست کھا کر خودکشی کر لی اور اس کے ولی عہد نے بھی خودکشی کر لی۔ تب بنی اسرائیل کے اتفاق سے حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے۔ انھوں نے چالیس (40) سال تک نہایت کامرانی و اقبال کے ساتھ سلطنت کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی ازواج اور حرموں کی تعداد دانوے (99) تھی۔ ان کے اٹھارہ (18) فرزند اور سترہ (17) لڑکیاں تھیں لیکن وراثت داؤد صرف سلیمان علیہ السلام ہی کو ملی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 1856 سال پہلے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ستر (70) سال کی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

بنت سبع دختر انعام کے بطن سے یروشلیم میں پیدا ہوئے، جب کہ داؤد علیہ السلام سلطنت حاصل کر چکے تھے۔ انھوں نے شاہ مصر کی بیٹی سے شادی کی۔

انھوں نے اپنے جلوس کے چوتھے سال کے دوسرے مہینہ میں بیت المقدس کو بنانا شروع کیا۔ اصل مسجد ساٹھ (60) ہاتھ طویل ہیں (20) ہاتھ عریض اور تیس (30) ہاتھ بلند تھی اور اس کے ارد گرد بہت مکانات تھے۔ یہ عمارت سات سال میں ختم ہوئی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چالیس (40) سال سلطنت پورے عروج اور اقبال و دولت کے ساتھ کی۔ ان کا عہد بالکل امن کا عہد تھا۔ ان کی بیگمات کی تعداد سات سو اور لونڈیوں کی تعداد تین سو (300) ہے۔ ان کا انتقال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 1546 سال ماقبل ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے: ایوب بن آموس بن رازح بن روم بن عیص (عیسو) بن اخیل علیہ السلام۔ یہ ارض عوض (ایشیائے کوچک) میں رہتے تھے۔ ان کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

یہ سات ہزار (7000) بھیڑوں، تین ہزار (3000) اونٹوں، پانچ سو (500) جوڑی بیلوں اور پانچ سو (500) خرافہ (گدھے) کے مالک تھے۔ نوکر چاکر بہت تھے۔ اہل مشرق میں ان جیسا کوئی مالدار نہ تھا۔

جب مصیبت آئی تو ایک دن ایسا ہوا کہ ان کے سب بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر کھانا کھا رہے تھے کہ سخت آندھی آئی۔ اس نے مکان کی چھت کو اٹھایا اور ان پر گرا دیا۔

اسی وقت ایک دوسرے شخص نے اطلاع دی کہ بیلوں اور گدھوں کو ملک کے سب لوگ لوٹ کر لے گئے، نوکروں کو قتل کر گئے۔ صرف میں بچ رہا ہوں۔

اسی وقت ایک دوسرے نے آ کر اطلاع دی کہ آسمان سے آگ پڑی اور سب بھیڑوں کو اور نوکروں کو چا کر دیا۔ گئی۔ اکیلا میں بچ نکلا۔

اسی وقت ایک اور شخص آیا، اس نے بتلایا کہ قوم کس دی کے لوگوں نے تین طرف سے حملہ کیا۔ اونٹوں کو لے گئے اور نوکروں کو تلوار کی دھار سے قتل کیا۔ فقط میں بچ رہا ہوں۔

ایوب علیہ السلام نے سب کچھ سنا اور پھر سجدہ میں گر پڑے۔ کہا میں اپنی ماں کے پیٹ میں سے نکلا پیدا ہوا تھا اور اس کے حضور میں نہنگی پیش ہوں گا۔

بعد ازاں ان کے جسم میں خارش ہوئی، وہ کھجالتے تو وہاں پھوڑے بن جاتے، اسی طرح سارا جسم پک گیا، لیکن اب بھی ان کی زبان سے کوئی خطا کی بات نہ نکلی۔ اس وقت ان کا بستر صرف راکھ کا ہوتا تھا۔

یہ مصیبت چند سال تک رہی۔ آخر حضرت ایوب علیہ السلام کے توبہ و استغفار پر رحمت الہی نے ان پر توجہ کی، وہ تندرست ہو گئے۔ ان کے مال و موبئی کی مقدار پہلے سے دو چند ہو گئی۔

ان کو پھر اللہ تعالیٰ نے سات (7) بیٹے اور سات (7) بیٹیاں عطا فرمائیں۔ انھوں نے اپنی اولاد کی چار (4) پشتیں دیکھیں اور مصیبت کے بعد ایک سو چالیس (140) سال تک دولت و حشمت اور آرام و فراغت میں بسر کر کے انتقال فرمایا۔

ان کا زمانہ نبی ﷺ سے تقریباً اکیس صدی پیشتر کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن یصھر بن قاہٹ بن لادی بن یعقوب علیہ السلام۔ بعض نے عمران (عمرام) کو قاہٹ کا بیٹا بتلایا ہے۔ درمیان میں یصھر کا نام درج نہیں کیا۔ ان کے حالات قرآن پاک اور تورات میں بہت تفصیل سے ملتے ہیں۔ انھوں نے ایک سو بیس (120) برس کی عمر پائی اور وادی موآب میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ ان کا زمانہ انتقال نبی ﷺ سے تقریباً 2022 سال پیشتر کا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ ایک سال بڑے تھے۔ انھوں نے موسیٰ سے تقریباً تین (3) سال پیشتر کوہ حور پر وفات پائی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام

مجموعہ بائبل میں کتاب زکریا شامل ہے، یہ زور بائبل کے ہم عصر ہیں اور مسیح علیہ السلام سے پانچ صدی پیشتر ان کا سب زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی سورہ مریم و آل عمران میں جس زکریا کا ذکر ہے وہ یحییٰ کے والد ہیں۔ ان کے گھر میں مسیح علیہ السلام کی خالہ تھیں۔ مسیح کا اصطلاح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا تھا۔ اس لیے وہ زکریا نہیں ہو سکتے، جن کا ذکر بائبل میں ہے۔ ہر دو بزرگوں میں صرف

وحدت اکی پائی جاتی ہے۔

ذکر یٰعَلِیُّہِ السَّلَام جن کا مذکور قرآن حکیم میں ہے۔ بیت المقدس کے امام و متولی تھے اور مریم صدیقہ علیہا السلام کے کفیل و مربی ان کا اور ان کے فرزند کی پیدائش کا واقعہ انجیل لوقا کے باب اول میں مذکور ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

ان کو پائیل میں یوحنا پتسمہ دینے والا نکھا جاتا ہے۔ حضرت ذکر یٰعَلِیُّہِ السَّلَام کے بیٹے ہیں، انبی کی پیدائش کا ذکر سورہ آل عمران و سورہ مریم میں ہے۔ ان کا نام بھی منجانب اللہ رکھا گیا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد بیابان ہی میں رہے۔ جنگلی شہد اور ٹڈ کو خوراک بنا رکھا تھا۔ بیابان میں وعظ و تذکر کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ توبہ لینے کے وقت تائب کو پانی میں غسل دلایا کرتا تھے۔ پتسمہ کی رسم یہیں سے جاری ہوئی۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے مگر انھوں نے مسیح علیہ السلام سے چھ سال پیشتر تبلیغ شروع کر دی تھی۔

ان کے وقت میں جو تھائی ملک کا حاکم ہیرودیس رومی تھا اور اس کے ناجائز تعلقات اپنے بھائی فیلیوس کی بیوی سے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حاکم کے افعال پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ حاکم نے ان کو قید کر دیا تھا۔

حاکم کی بھانج کا نام ہیرودیس تھا۔ وہ ہمیشہ حاکم کو یوحنا کے خلاف بھڑکایا کرتی تھی مگر حاکم اس کی بات نہ سنتا تھا۔ اتنے میں ہیرودیس کی ساگرہ کا دن آیا۔ مساقہ ہیرودیس کی لڑکی اپنے چچا کے سامنے خوب ناچی گائی اور حاکم نے قسم کھائی کہ جو کچھ وہ مانگے اسے وہی کچھ دیا جائے گا۔

لڑکی نے اپنی ماں کی سکھاوٹ پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگا۔ حاکم نے جلاؤ کو حکم دیا اور اسی وقت ان کو خیل میں جا کر قتل کیا اور ان کا سر لڑکی کے حوالے کیا گیا، جسے اس نے اپنی ماں کی خدمت میں تھم پیش کر دیا۔ یہ واقعہ 30ء یعنی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے 541 سال پہلے کا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام عبرانی میں یسوع ہے۔ ان کے خاندان کے افراد کے نام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خانوادہ عالی کے افراد کے مطابق تھے۔ ان کا نام یسوع تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اول یوشع بن نون علیہ السلام کی یادگار میں رکھا گیا تھا۔ ان کی والدہ کا نام مریم علیہا السلام تھا جو خواہر موسیٰ علیہ السلام کا نام تھا۔ ان کے ماموں کا نام ہارون تھا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی کا نام تھا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نانا کا نام عمران تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے والد کا بھی یہی نام تھا۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب مریم صدیقہ علیہا السلام اپنی ماں کے پیٹ میں تھیں۔ تب ان کی والدہ نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے پیٹ کے پھل کو مخرر، آزاد، یا تدبیر یا بیت المقدس کی خدمت کے لیے مخصوص بنائے گی۔

لیکن جب لڑکی (مریم علیہا السلام) پیدا ہوئی تو وہ حیران رہ گئی کیوں کہ لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول نہیں کیا جاتا تھا، لیکن وہ نیک خاتون اپنی نیت اور نذر کے مطابق مریم علیہا السلام کو بیت المقدس میں لے گئی اور یروشلم کے اراکین نے فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کو خدمت کے لیے لے لیا جائے۔ حضرت ذکر یٰعَلِیُّہِ السَّلَام کو ان کا متکفل بنایا گیا۔

پھر جب مریم علیہا السلام جوان ہوئیں، تب فرشتہ نے ان کے سامنے آ کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بشارت سنائی کہ ان کے پیٹ میں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ اگرچہ ان کو کسی مرد نے نہیں چھوا۔ بشارت کے مطابق مولود پیدا ہوا تو بشارت ہی کے موافق ان کا نام (عیسیٰ علیہ السلام) یسوع رکھا گیا۔ انھوں نے طفولیت مصر میں بسر کی اور تیس (30) سال کی عمر تک یہودیوں کی حالت پر غور کرنے کے بعد انھوں نے اپنی نبوت کی تبلیغ شروع کی۔ تبلیغ میں اتنے سرگرم تھے کہ ایک رات سے زائد ایک مقام قیام نہ فرماتے تھے۔ انھوں نے فلسطین میں بنی اسرائیل کی ہر ایک بستی میں اپنی آواز کو پہنچایا۔ تین سال بعد ان کو رفع الی السماء حاصل ہوا۔ اس عرصہ میں ان کو صرف بارہ (12) شاگرد ملے جن میں سے ایک خدا رکلا۔ کتاب الاعمال کے مصنف لوقا کا خیال ہے کہ کل 124 تعداد ایسے اشخاص کی مل جاتی ہے جو ان کے معتقد تھے۔

آج تحریر مضمون ہذا کے وقت 11 ستمبر 1929 سال عیسوی کی تاریخ ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ عیسوی ولادت مسیح علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے، لیکن اب تھخص و تحقیق سے ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام کی ولادت اسی سنہ سے چار سال پیشتر تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کے علمی مباحث ہماری کتب ”فایت المرام“ و ”تائید اسلام“ میں ملاحظہ طلب ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت اور لیس کا دوسرا نام الیاس علیہ السلام بھی ہے مگر اس آیت میں ان سے وہ مراد نہیں کیوں کہ اس آیت میں ذریت نوح کا ذکر ہے اور اور لیس حضرت نوح علیہ السلام کے آباء کرام میں سے ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے: الیاس بن نابین فخاص بن عمیراء بن ہارون۔ لہذا ان کا زمانہ نبی ﷺ سے تقریباً 19 صدی پیشتر کا ہے۔ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ الیاس ابھی زندہ ہیں مگر ان کی حیات کی بابت کوئی روایت نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ لہذا یہ خیال محض بے بنیاد ہے۔

حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام

سیدنا ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ سیدہ ہاجرہ خاتون علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔ فلسطین ان کا مولد اور مکہ ان کا دارالہجرت اور مصر ان کا تھیال ہے۔ حجاز و یمن و حضر موت ان کا رقبہ تبلیغ تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے والد بزرگوار کے کہیم کار تھے (ذبیح اللہ کے گھر کے محافظ) ان کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے تقریباً 2240 سال پیشتر ہے۔ مصری، بابلی، فلاسٹینی، عربی زبان کے ماہر کامل تھے۔ ان کی ایک شادی مصر میں اور ایک شادی عرب میں ہوئی۔

اولاد عرب شہزادی سے ہوئی۔ بارہ (12) بیٹے ہوئے۔ ہر ایک اپنے اپنے قبیلہ کا سردار اور جداگانہ علاقہ کا حکمران تھا۔ ان کی دختر کی شادی حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند کھاں عیسو سے ہوئی تھی۔ نبی ﷺ سردار قیدار فرزند دوم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ جن کا نام بانیل میں بکثرت آتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام برکات الہی میں برابر ہیں تاہم حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چند فضائل حاصل ہیں:

- ① یہ بیت الحرام کے بانی اور محافظ ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کسی بیت الحرام کے بانی و محافظ نہ تھے۔
- ② یہ ذبیح اللہ ہیں، گو مسلمانوں اور اہل کتاب میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے مگر آثار قدیمہ کی شہادت انہی کے حق میں ہے۔

3) یہ وہ فرزند ہیں کہ جس روز اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے عہد باندھا۔ یہ اسی روز عہد میں شامل ہوئے۔ اٹلق علیہ السلام ہنوز پیدا بھی نہ ہوئے تھے، لہذا عہد کے فرزند یہی ہیں (کتاب پیدائش 17 باب)

4) ان کا رقبہ نبوت بہت وسیع تھا اور انھوں نے اپنی تبلیغ کو عرب العرباء کے سب خاندانوں تک پہنچا دیا تھا، لیکن حضرت اٹلق علیہ السلام کے رقبہ تبلیغ کے متعلق ہم کو ایسی معلومات اسرائیلی روایات یا اسلامی روایات میں کچھ نہیں دستیاب ہوئی ہیں۔ قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ ان کا رقبہ تبلیغ بہت محدود تھا۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

حضرت الیسع علیہ السلام

میں سمجھتا ہوں کہ الیسع علیہ السلام سے مراد یسعیاہ ہوں گے جن کی کتاب مجموعہ بائبل میں موجود ہے اور بہت سی پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔ ان کا زمانہ شاہان لوعز و بو تام کے برابر ہے۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ 1320 سال پہلے ہوئے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام

ان کا ذکر قرآن مجید کی سورہ صافات و انعام و نساء میں بھی ہے اور ایک سورت بھی ان کے نام سے نامزد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عداس نیلوزی کے سامنے ان کو یونس بن متی فرما کر اپنا بھائی فرمایا تھا۔ انہی کو سورہ ہج میں صاحب الحوت بھی فرمایا گیا ہے۔ ان کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے گئے بھتیجے، سفر و ہجرت کے رفیق۔ مصر سے واپس آنے کے بعد یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے علیحدہ ہو کر آفریے یا رڈن دریا پر رہتے تھے اور یہی علاقہ ان کی تبلیغ کے لیے تھا۔ ناپاک اور نافرمان قوم نے نبی اللہ کی تحقیر کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹ دیا اور ان پر آسمان سے پتھر اڑا کیا گیا۔

ہاں آیت بالا پر غور کرو۔

اصول نسب کی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف خاص حاصل ہے کہ قیامت کے دن جملہ حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتساب باقی رہے گا۔

اصول حکمت کی بنیاد پر غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عرب کو نچا غیار سے چھڑایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عرب کو فرمان فرمائی پر پہنچایا۔ آیت بالا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کی صفات عالیہ اپنے اندر جمع کر لینے کا حکم ہے۔ کیوں کہ موافقت اخلاقی اسی طریق سے حاصل ہو سکتی ہے۔

گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حسب و نسب میں خود صاحب عمود عالم ہونا چاہیے اور لوگوں کو نوح و ابراہیم اور اٹلق و یعقوب علیہم السلام کی جانب انتساب سے مستغنی کر دینا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیے کہ داؤد کی طرح عرب کے قبائل متعددہ اور شعوب مختلفہ کو متحد بنادیں تاکہ وہ سب مل کر قوم واحد بلکہ شخص واحد کی شان پیدا کر لیں۔ ہُمْ يَدُّ وَاحِدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاهُمْ اور کے مصداق بن جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلیمان علیہ السلام کی طرح امن محکم اور صلح استوار سے ملک کو سرسبز و شاداب بنادینا چاہیے۔ نیز عبادت الہی کے لیے ایک ایسا معبد تیار کر دینا چاہیے جو تقدیس میں بیت المقدس سے بڑھ کر اور اعداء کی دست برد سے بالاتر ہو۔

نبی ﷺ کو صبر ایوبی کا وہ نمونہ دکھانا چاہیے کہ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ تَوَقَّعْ خَاصِ حَضُورِ ﷺ کے صادر ہو جائے۔ اور عفو یوسف علیہ السلام کا نمونہ بعید ترین اعداء اور سنگین ترین اشقیاء کو بھی ایسا دکھانا چاہیے کہ ان کے کینہ اور غل کا پورا پورا دور مان ہو جائے اور آئندہ کے لیے ان کے دل حضور ﷺ کی محبت اور ذوق اطاعت سے پر نور ہو جائیں۔

نبی ﷺ کا کام تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح براہین صادقہ اور آیات باہرہ سے فرعون سرشت لوگوں کی اصلاح فرماتے اور سحر کاران ماہرین پر باب نجات کھول دیتے۔ حضور ﷺ کا کام تھا کہ ایک آتشیں سرشت کی جگہ نور آگئیں شریعت سے اتمام فرمادیتے۔ حضور ﷺ کی شان ہے کہ ہارون علیہ السلام کی طرح منبر کو اپنے خطاب اور مخراب کو اپنی امامت سے سر بلند فرمایا۔ بے جانوں میں جان ڈالی اور سوکھی ہوئی نخلوں کو در و محبت کا شناسا بنا دیا۔

نبی ﷺ ہی کا کام ہے کہ ذکرِ یحییٰ علیہ السلام کی طرح دنیا کو دعا کی طاقت سے باخبر فرمایا اور مزید آداب دعا و اوقات دعا و الفاظ دعا اور مراتب دعا سے اپنی امت کو حقیقت شناس بنا دیا۔

نبی ﷺ ہی ہیں کہ جنگلی شہد اور بیابانی بلخ پر گزران کرنے والے یحییٰ علیہ السلام کی طرح خشک کھجوروں اور آب مقطر کو اپنی اور اپنے اہل بیت کی مستقل غذا قرار دیا۔ اہل و عیال والے نبی ﷺ کے گھر میں بھی مہینوں تک چولہا روشن نہ ہوا۔

الیاس علیہ السلام خشک لبوں اور بیابان نوردوں کو سیراب کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ ہی ہیں کہ سنگلاخ زمینوں پر معرفت کے چشمے بہا دیئے اور ہر ایک تشنہ لب کے سامنے جام کوثر لے کر خود آگے بڑھتے۔

اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی عمارت کو مکمل کیا۔ حضور ﷺ نے کعبہ کو قبلہ بنا کر جن و انس و ملائک کا مرکز عبادت اور مسطر عبادت قرار دیا۔

یونس علیہ السلام تین (3) دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اور نبی ﷺ تین شبانہ روز غار کے پیٹ میں سکون پذیر ہوئے۔

یونس علیہ السلام کی زبان پر استغفار تھا اور حضور ﷺ کی زبان معیت الہی کے عرفان سے گہر پرز تھی۔

لوط علیہ السلام کے مواعظ تحریم خباثت پر مشتمل تھے۔ نبی ﷺ نے بھی اس بارہ میں سعی بلیغ اور کوشش کا مل فرمائی۔ مقدمات زنا کو بھی حرام ٹھہرایا اور ان اسباب و ذرائع کو بھی جو فسق و فساد تک پہنچانے والے ہیں داخل محرمات کیا۔ حتیٰ کہ امت کے سامنے تقویٰ کا وہ بلند ترین مقام رکھ دیا کہ ہر ایک بندہ رخصت امام المستقین بننے تک اپنی ہمت و ارادہ اور عزم اور سعی کو ترقی دے سکے۔

قارنمین جب دیکھیں گے کہ آیت زیر عنوان نبی ﷺ کو ان جملہ صفات عالیہ کا جامع بتلا رہی ہے تو انھیں یوشوق تام اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہ مقام جامع بھی نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم

خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ﷺ

صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُعْطِيتُ خُمْسًا لَمْ يُعْطَ لِي أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً شَهْرًا وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهْرًا فَأَيْتِمَارُ جُلِي مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتُهُ الصَّلَاةَ فَلْيَصَلِّ وَأَحَلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ وَلَا تَحِلُّ لَأَحَدٍ مِنْ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يَبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَيُبْعَثُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً ①

مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔ ① ابھی ایک ماہ کی مسافت ہو کہ دشمن پر میرا ”رعب“ طاری ہو جاتا ہے۔ ② ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ③ قیمت کا مال میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔ ④ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ ⑤ پہلے نبی اپنی قوم کے لیے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کے لیے نبی ہو کر آیا ہوں۔“

صحیح مسلم کی روایت میں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے فَضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بَسِطًا ② فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث میں أُعْطِيتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ نمبر 1 پر اور حُجَّتِ بِي النَّبِيُّونَ نمبر 6 پر ہیں۔ نمبر 2 میں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ اور نمبر 3 أُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ نمبر 4 پر جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهْرًا نمبر 5 پر أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ہیں۔

صحیحین کی ایک متفق علیہ روایت عن ابی ہریرۃ میں جوامع الکلم اور نصرت بالرعب کے بعد خزائن الارض کی مفتح کا خواب میں حضور ﷺ کے سامنے رکھا جانا بیان ہوا ہے۔

جملہ روایات پر اجماعی غور کرنے سے آٹھ امور حاصل ہو جاتے ہیں۔

- ① نصرت بالرعب ② روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا ③ حلت غنائم ④ عطائے منصب شفاعت ⑤ بعثت عامہ ⑥ عطیہ جوامع الکلم ⑦ ختم نبوت ⑧ خزائن الارض کی کلید ہا کا حضور ﷺ کے سامنے خواب میں رکھا جانا۔ لہذا ہر ایک کے متعلق مختصر گزارش کیا جائے گا۔

① نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ

نبی ﷺ کے 23 سال عہد نبوت پر نظر غائر ڈالو۔ سرور عالم ﷺ تبلیغ و دعوت کے لیے شہر مکہ کے اندر اور آبادی مکہ سے باہر یکہ و تنہا رات ہو یا دن تنہا تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر کسی شخص کو حضور ﷺ پر جاں ستاں حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ منڈیوں اور میلوں میں جہاں ہزار ہا اشخاص اور پچاسوں مختلف قبائل کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ حضور ﷺ جاتے اور کلمہ توحید کا اعلان فرماتے۔ دیوتا دیوی کے ماننے والوں میں سے کوئی بھی حضور ﷺ پر حملہ آور نہ ہو سکتا تھا۔

مکہ سے دور دراز قبائل میں جو خشونت اخلاق اور خوں ریزی و بے باکی میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ حضور ﷺ نے تبلیغ کے

① بخاری: 335، مسلم: 1163، نسائی: 735، 430، ② مسلم: 1167، ترمذی: 1553، کنز العمال: 31932، ماہن ہجہ: 567، احمد: 412/2، مجمع الزوائد: 269/8

لیے متعدد چکر لگائے۔ اس سفر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی بھی حضور ﷺ کے ہمراہ نہ ہوتا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی ان قبائل کو کچھ تعارف نہ تھا۔ حضور ﷺ ہر جگہ دعوت فرماتے، ہر ایک پر حجت الہیہ ختم کرتے اور کوئی بھی حضور ﷺ کے سامنے برسر پیکار نہ آتا۔ آغاز سفر ہجرت سے تین روز پہلے ایک ایک قبیلہ کا بہادر دشمنوں نے جمع کر لیا تھا۔ انھوں نے حضور ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا، لیکن ہر ایک کے دل پر کتنا عجب تھا کہ تختے توڑ کر اندر داخل ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ ساری رات اس انتظار میں پوری کر دی کہ حضور ﷺ خود ہی باہر تشریف لائیں تو یہ حملہ کریں۔ جب حضور ﷺ تنہا باہر بھی نکلے تو شہادت الوُجُوہ لَا يَبْصُرُونَ ﴿١﴾ کے کلام سے ان کو غصہ بھی دلایا اور مٹھی بھر خاک اٹھا کر ان کے سروں پر بھی پھینک دی۔ بایں ہمہ کسی نے سر نہ اٹھایا اور حضور ﷺ کے چہرہ تاباں کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔

طائف کا حکمران اور تمام باشندے حضور ﷺ کے خلاف ہیں مگر ان کی سنگ باریا و شرارت صرف اسی حد تک محدود ہے کہ حضور ﷺ کی تقریر نہ ہو سکے۔ آخر وہی اہل طائف ہیں اور وہی ان کا حکمران ابن عبد یلیل کہ خود مدینہ میں حاضر ہوتے اور داخل اسلام ہو جاتے ہیں۔

نصرت بالرب کی مثالیں اس زمانہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حالات سے بھی ہو سکتی ہیں۔ یمن سلطنت ایران کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اور کسی جنگ کے بغیر مطیع اسلام ہو جاتا ہے۔ مگر یمن کی سلطنت ایران یمن کی طرف منہ بھی نہیں کرتی۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کا رعب ان کے دل و دماغ پر مستولی تھا۔

شمالی عرب سلطنت روما کے اقتدار سے نکل جاتا ہے اور روما کا شہنشاہ فراہمی افواج اور حملہ آوری کا حکم بھی جاری کر دیتا ہے اور اسی کی مدافعت کے لیے حضور ﷺ عرب کی سرحد تک تشریف لے جاتے ہیں مگر ایک مہینہ کی راہ پر (یروشلم میں) بیٹھے ہوئے ایچہر کا دل خوف سے بھر جاتا ہے اور سابقہ احکام جنگ کو منسوخ کر کے دم بخود ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

عرب کی قدیم ترین سلطنتیں حیرہ و غسان قائم ہیں۔ انہی کے دربار کے شعرائے خاص حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کعب انصاری رضی اللہ عنہ تاج پوش بادشاہوں کو چھوڑ کر بوریا نشین رسول ﷺ کے آستان پر حاضر ہو گئے ہیں مگر ان سلطنتوں میں سے کسی کو یہ حوصلہ نہیں پڑتا کہ اپنے شعرائے خاص کو واپس لینے کے لیے ہی اظہار طاقت کریں اور دربار عالی کے خدام تک کوئی دھمکی سے ملا ہوا فقرہ بھی پہنچا سکیں۔

ذی ظلم، ذی یزن کی حکومتیں یمن کی جانب اور مکہ سے متصل قائم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک حکومت کے پاس باقاعدہ فوج بھی موجود ہے اور خزانے بھی معمور ہیں۔ وہ گھر بیٹھے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگے ہیں۔ عدوان و سرکشی کا خیال تک بھی ان کے دماغ میں نہیں آتا۔

ذوالکلاع حمیری اپنے گھر میں بیٹھا چند ہزار (15000) غلاموں سے بچدہ کروانا اور خدا کہلاتا ہے لیکن ایسے رسول ﷺ سے وہ بھی دل ہی دل میں ڈر رہا ہے۔ جس نے کئی ایسے دعاوی فرعونیت کو غرقاب کر دیا ہے۔ عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ کہلانے کا رعب مجبور و معبود بننے والے کو مغلوب کیے ہوئے ہے۔

نبی ﷺ کی یہ صفت خاص نزدیک و دور ہر جگہ گستر تھی۔ امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فقرہ مَنْ رَاہُ بِدِیْنِہٖہٗ ہَابَہٗ ﴿٢﴾

جو کوئی حضور ﷺ کے سامنے یکا یک آجاتا وہ دہشت زدہ ہو جاتا۔
یہ وہ نصرت الہیہ تھی جو عرب بن کر حضور ﷺ کی شہادت و عظمت کو دوبالا کر رہی تھی۔
و صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ و بارک وسلم۔

﴿۱۲﴾ روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا

یہود اپنے کنیہ اور عیسائی اپنے کلیسا کے بغیر نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔ مجوسی بھی پاک آگ کے آتش کدہ کے بغیر سرگرم عبادت نہ ہوا کرتے تھے۔ ہنود کا یہی حال مندروں کے متعلق تھا۔

مسلمانوں کی نماز نہ محراب عبادت کی محتاج اور نہ کسی نبی ہادی کی قبول تو بہ کی ان کو حاجت ہے۔ ان کا گرمایا ہوا دل اور روشن آنکھیں آگ کی حرارت اور ضیاء سے بے نیاز ہیں۔ اس لیے روئے زمین کا ہر ایک بقعہ اور ایک ایک قطعہ ان کی سجدہ ریزی کے لیے موزوں ہے۔ ان پر ﴿يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾ [آل عمران: 191] کھڑے، بیٹھے، اور لیٹے لیٹے ذکر کی حالت طاری ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کو حضور ﷺ کی مسجد بنا دیا۔

زنہار کہ بیرون روم از سجدہ گم خویش
آنجا کہ خداہست مرا سجدہ رواہست

یہ شرف اسی حقائق شناس کو ملا جس کی نگاہ میں کائنات کا پتہ پتہ توحید کے ترنم میں ہے۔ جس کے سامنے ریگستان کا ذرہ ذرہ انوار قدسی کا آئینہ دار ہے۔ جسے ہر شے مظہر جمال لم یزلی اور مرآۃ جلال قدسی نظر آتی ہے۔ جس کے کانوں میں پتھروں کی تسبیح اور سبزہ کی تمغید ہر وقت گونج رہی ہے۔ جسے آسمان و زمین کی فضا، نعرہ بکسیر و زمزمہ جلیل سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اسی لیے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی۔

طہور سے مراد وضو ہے۔ اطراف بدن کا ہدایت شرعی کے مطابق پانی سے دھونا وضو کہلاتا ہے۔ وضو نماز کے لیے شرط ہے، مگر نماز کا ترک کسی حالت میں روا نہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ شرط کے نہ ہونے سے مشروط بھی مفقود ہو جانا چاہیے اور جہاں وضو کے لیے پانی میسر نہ ہو وہاں نماز بھی معاف ہو جانی چاہیے۔

لیکن کیا نماز ان لوگوں پر معاف ہو جاتی ہے جو گھاس کے پتے پتے سے وحدہ لا شریک لہ سننے والے اور درخت کے پتے پتے کو دفتر معرفت جاننے والے ہیں۔

ضروری تھا کہ انسان حصول طہارت کے لیے کوئی دوسری تدبیر اختیار کرتا، انسان مٹی ہی سے بنا ہے، مٹی ہی اس کی اصل ہے اور مٹی ہی اس کو بن جانا ہے۔ مٹی ہی مخلوقات کا گہوارہ ہے اور مٹی ہی سے کائنات ارضی اپنی خوراک حاصل کرتی ہے۔ اس لیے اس مٹی ہی کو طہور بھی بنا دیا گیا۔

ہندوؤں میں سندھیا کے لیے ہون ضروری ہے اور ہون کے لیے 30 چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اس میں سے ایک گھی بھی ہے۔ گھی کے سولہ (16) چمچے آگ میں ڈالنے ضروری ہیں۔ ہر ایک چمچ 6 ماشہ کا ضرور ہو۔ (ستیا رتھ پرکاش)
سندھیا کے لیے ہون کی شرط نے ہون کے لیے چھبیس (26) چیزوں کی موجودگی کی شرط نے ہندو قوم کے افراد کو سندھیا سے

محروم کر دیا ہے۔

مٹی کہاں نہیں مل سکتی؟ جہاں پانی نہ ہوگا، وہاں پر مٹی تو ضرور مل جائے گی۔ خاک آلود ہاتھوں کا چہرے پر پھر لینا اس عجز و تقرر کو ہی ظاہر کرتا ہے، جس نے طہور تراب پر ایماندار کو مجبور کیا۔
الغرض یہ خصوصیت نبی ﷺ ہی کی ہے کہ حضور ﷺ نے تراب روئے زمین کو ہمارے لیے طہور بنا دیا اور حضوری بارگاہ ربانی سے کسی حالت میں بھی دور و مجبور نہ ہونے دیا۔

﴿حلت مغام﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی فتوحات میں جس قدر مغام حاصل ہوتے تھے ان کو نذر آتش کر دیا جاتا تھا تو راقہ میں جانوروں تک کو جلادینے اور بستیوں میں آگ لگا دینے کا ذکر ملتا ہے۔
نبی ﷺ کے غزوات میں سب سے پہلے غزوہ بدر میں غنیمت حاصل ہوئی۔ مال غنیمت جمع بھی ہوا اور تقسیم بھی کیا گیا۔ لیکن پھر بھی لشکر میں ایسے لوگ موجود تھے جو شریعت موسوی کی نظیر پر مال غنیمت کا لینا خطرناک امر سمجھتے تھے۔
اللہ تعالیٰ نے انہی کے اطمینان کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿لَوْ لَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا وَلَا حَلَالًا ۚ﴾
”اگر اللہ کی طرف سے پہلے کتاب میں ایسا نہ ہوتا تب جو کچھ تم نے وصول کیا ہے اس کے لیے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔ اب تم غنیمت کو حلال طیب سمجھو اور کھاؤ۔“ [الأنفال: 68-69]

دوسری جگہ ہے:-

﴿وَعَدَ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۚ وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ [الفتح: 20-21]

”اللہ نے تم سے مغام کثیرہ کا وعدہ کیا جن کو تم حاصل کرو گے لہذا یہ تو تم کو جلد ہی دے دی (خیر) اور دشمنوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا ہے تاکہ مومنین کے لیے یہ ایک نشان ہو اور تم کو اللہ صراط مستقیم پر چلائے گا اور بھی مغام بہت ہیں تم کو ان پر قدرت نہیں مگر اللہ نے ان پر احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہر شے پر قدرت والا ہے۔“

یہ مغام کثیرہ ہی ہیں جو سلطنت ہائے ایران اور روم پر فتوحات حاصل کرنے پر مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔ چونکہ یہ وعدہ مومنین کو مخاطب فرما کر کیا گیا تھا اس لیے اس وعدہ کا ایفا بھی خلافت راشدہ کے وقت میں ہوا۔ جب کہ سرور کائنات ﷺ عالم بقا کو سدھار گئے تھے۔

واضح ہو کہ یہ ایک وعدہ نہ تھا بلکہ مومنین سے تین وعدے کیے گئے تھے۔ دوسرا وعدہ یہ تھا کہ دشمن کے ہاتھ تم سے کوتاہ رہیں گے۔ اس وعدہ کے مطابق خلافت راشدہ کے وقت میں کوئی دشمن اسلامی فوجوں پر غالب نہیں آ سکا تھا۔

﴿يَا شَارِدُ سَوْرَةَ نِسَاءِ كِي آيَتِ﴾ (النساء: 94) کی طرف ہے۔

تیسرا وعدہ برائیت صراطِ مستقیم کا تھا اور وہ بھی اپنی ظاہری و باطنی برکات کے ساتھ اسی طرح پورا ہوا جس طرح پہلے دو وعدے۔ اس آیت سے مجاہدین عہدِ خلافت راشدہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

﴿۴﴾ عطاے منصب شفاعت

﴿۱﴾ شفاعت شفع سے ہے۔ شفع کے معنی ہیں ایک شے کو دوسری شے کے برابر جو اس کی جنس سے ہو، شامل کر دینا۔ اکثر اوقات کسی اعلیٰ مرتبت شخص کو کسی ادنیٰ کے ساتھ مل کر کوئی کام سرانجام دینے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ مسئلہ شفاعت کفار عرب میں بھی مسلم تھا اور یہود و عیسائیوں میں بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔ کفار اور عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ شفع اپنی عزت و وقار اور ذاتی اقتدار و اختیار سے جسے چاہے اسے اللہ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ شفع ان سب کو جو اسی کے ہو کر رہیں، نعمائے اخروی و دنیوی عطا فرما سکتا ہے۔ ان عقیدہ والوں کو اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت کا انکار نہ تھا، لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ الٰہی اقتدار ان اشخاص کو بھی حاصل ہے جو ان کے شفع ہیں۔ لہذا شفع کی عبادت کرنا اللہ کی عبادت سے مستغنی کر دیتا ہے۔ شفع کی رضا مندی اللہ کی رضا مندی سے مقدم تر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر غضب ناک بھی ہو اور اس کا شفع راضی ہو تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچالے گا۔ لیکن اگر شفع غضب ناک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس شفع کو بندہ پر مہربان نہ کر سکے گا۔ اسی عقیدہ کو کسی بے دین و مشرک پنجابی شاعر نے اپنے شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

ہر رُوٹھے تب تھوڑ ہے، گورو روٹھے نہیں تھوڑ

ہر روٹھے گورو میل سی، گورو روٹھے ہر ناہ

خدا روٹھ جائے تب پناہ کی جگہ باقی رہتی ہے مگر مرشد کے روٹھ جانے سے کوئی جائے پناہ نہیں ملتی۔ خدا روٹھ جائے گا تب مرشد ملاوے گا، لیکن اگر مرشد روٹھ جائے تب خدا نہیں ملا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاءُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس: ۱۸]

”یہ لوگ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ فائدہ کر سکتے ہیں یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ تو ہماری شفاعت کرنے والے ہیں، اللہ کے پاس۔“

انہی لوگوں کے حق میں دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ [الزمر: ۲۵]

”جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو اولیاء بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قرب میں لے جائیں گے۔“

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا شفع بناتے ہیں اور پھر اسی کو اپنا خداوند (مثل) خدا کہتے ہیں۔ اسی کو دعا اور مناجاتوں میں پکارتے، اسی سے مرادیں مانگتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تحت پر اس کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے، جو کوئی اسے پکارتا ہے اس

سے مدد مانگتا ہے، اسے اپنا کارساز جانتا ہے، اس کو کسج خود ہی اپنے باپ خدا سے بچا لیتا ہے اور بخشوا لیتا ہے۔
قرآن مجید نے اول تو کافروں اور عیسائیوں وغیرہ کے اس عقیدہ کا بطلان فرمایا ہے اور اس کے رد و بطلان کے لیے مختلف اسلوب کے ساتھ کلام الہی نازل ہوا اور پھر شفاعت کبریٰ کا اثبات فرمایا اور اس اثبات کو دو اصول پر منحصر رکھا۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [البقرہ: 255]

”کون ہے وہ ایسا جو اللہ کے پاس اس کے اذن کے بغیر شفاعت کر سکے؟“

نیز فرمایا:

﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ﴾ [النبا: 38]

”اس دن سب فرشتے اور جبریل صف باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بولے گا مگر وہی ایک جس کو اذن ملے گا۔“
اصول اولین سے ثابت ہوا کہ اذن الہی کا قبل از شفاعت حاصل ہونا ضروری ہے۔

﴿وَقَالَ صَوَابًا﴾ [النبا: 38] وہ شفیع ٹھیک ٹھیک بات کہے گا۔

یہ اصول دوم ہے کہ شفیع نہایت صادق، راست باز، پوری پوری بات کہنے والا ہوگا۔

آیت مَنْ أَذِنَ لَهُ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شفیع صرف ایک ہوگا۔

ہمارا ایمان ہے اور یہ ایمان قرآن وحدیث کے اخبار پر مبنی ہے کہ وہ شفیع سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

﴿عَمَلِي أَنْ يَبْعَثَكَ رَبِّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ [بنی اسرائیل: 79]

”تیرا رب تجھے مقام محمود پر ضرور کھڑا کرے گا۔“

مقام محمود ہی وہ مقام شفاعت ہے کہ جب نبی ﷺ اس مقام پر ایستادہ ہوں گے تو جملہ اولین و آخرین حضور ﷺ کی تعریف کریں گے (تفسیر خازن) اس آیت کی تفسیر میں وہ حدیث صحیح موجود ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی اپنی تفسیر میں بروایت انس رضی اللہ عنہ درج فرمایا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا، تب ان کے دل میں یہ بات ڈالی جائے گی کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی کو شفاعت کے لیے پیش کریں (تو خوب ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس جگہ سے نجات دے۔ تب لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ پھر جنت میں ٹھہرایا، پھر فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء کی تعلیم آپ کو دی۔ لہذا آپ ہماری شفاعت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں سے نجات (راحت) دے۔ وہ کہیں گے: نہیں، میں نہیں کر سکتا۔ پھر وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کر کے کہیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ پہلے رسول ہیں۔ تب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ نوح علیہ السلام کہیں گے: نہیں، میں نہیں۔ وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کریں گے اور فرمائیں گے، تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ وہ کہیں گے: نہیں، میں نہیں۔ وہ بھی اپنی خطا کو یاد کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کریں گے۔ کہیں گے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی کی اور انھیں تورات بھی دی۔ وہ کہیں گے: نہیں، میں نہیں۔ وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور حیا کا۔ پھر کہیں گے کہ عیسیٰ روح

اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ روح اللہ و کلمہ اللہ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے: میں نہیں۔ تم محمد علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اگلا پچھلا سب کچھ معاف کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ میرے پاس آئیں گے اور تب میں اپنے رب سے اذن حاصل کروں گا۔ مجھے اذن دیا جائے گا۔ پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے دعا سکھائے گا وہ جو کچھ چاہے گا میری زبان سے کہلائے گا۔

حب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ - قُلْ تَسْمَعُ، سَلْ تُعْطَى، اِشْفَعْ تُشْفَعُ۔

”اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ۔ بولو، تمہاری سنی جائے گی۔ مانگو تم کو دیا جائے گا۔ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سر اٹھاؤں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا۔ وہ تمہیں مجھے اللہ تعالیٰ ہی سکھلا دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ پھر میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں اتنے لوگوں کو آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔^[1]

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں کہہ دوں گا: اے رب اب تو آگ میں وہی رہ گیا ہے جس کو قرآن نے روک رکھا ہے۔ یعنی وہی جس پر غلو و واجب ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے پھر یہ آیت ﴿عَلَسَىٰ اَنْ يَّتَعَلَّكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ [بنی اسرائیل: 79] پڑھی اور فرمایا کہ مقام محمود جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی سے کیا ہے، وہ یہی مقام ہے۔^[2]

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ منصب شفاعت بالخصوص نبی ﷺ ہی کو عطا ہوا آدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بھی شفاعت کی جرأت نہ کریں گے اور بالآخر سب کے نزدیک حضور ﷺ ہی اس منصب علیا اور شفاعت کبریٰ کے اہل ثابت ہوں گے۔ لوگوں کا حضور ﷺ سے پہلے دیگر انبیاء اولوالعزم علیہم السلام کی خدمت میں جانے سے یہ نکتہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی شخص کو یہ شبہ باقی نہ رہے کہ اگر ہم سرور عالم ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے پاس جاتے تو ممکن تھا کہ وہ بھی شفاعت کر ہی دیتے۔ اب جب ہر جگہ صاف جواب مل جائے گا تو سب کو یہ یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ منصب شفاعت میں کوئی نبی، کوئی مرسل، کوئی اولوالعزم بھی حضور ﷺ کا ہمیم و شریک نہیں اور یہی امر حضور ﷺ کی خصوصیت خاصہ کا مظہر ہے۔

(5) بعثت عامہ

اس کے متعلق قبل ازیں خصوصیت ﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ [احقاف: 28] کے تحت میں لکھا جا چکا ہے۔ قارئین اس کتاب میں اسے ملاحظہ فرمائیں۔

(6) جوامع الکلم کا عطیہ

بعض اہل قلم نے ”جوامع الکلم“ سے مراد قرآن مجید کو سمجھا ہے۔ کون ہے جو قرآن مجید کے جامع ہونے سے انکار کر سکے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ وہ کلام قدسی نظام مراد ہے، جسے ”حدیث نبوی“ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہا جاتا ہے۔

[1] بخاری: 741، مسلم: 193، مسند احمد: 116/3

[2] بخاری: 741، 742، 4712، مسلم: 193، احمد: 116/3

جب کوئی شخص ان الفاظ پاک پر غور کرے گا، جو حضور ﷺ پر نور کے دل و زبان سے گوشِ عالمیان تک پہنچے، اسے یقین ہو جائے گا کہ بے شک یہ کلام ”کلام نبوت“ ہے۔ مختصر، سادہ، صاف، پر صدق معانی کا خزینہ، ہدایت کا گنجینہ۔

اس کتاب کے متعدد مقامات پر احادیث پاک کا اندراج کیا گیا ہے، ناظرین کو تدبر اور فکر کے بعد کلام نبوی ﷺ کی جامعیت کا حال کھل جائے گا اور بخوبی سمجھ آ جائے گا کہ یہ کلام صدق نظام صرف مطلع نبوی ﷺ ہی سے جلوہ گر ہو سکتا ہے۔ تیمنا و تبرکا ایک حدیث درج کی جاتی ہے:

أَيُّكُمْ وَالظَّنُّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسُّسُوا وَلَا تَجَسُّسُوا لَا وَتَنَاقَشُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ تَعَالَى۔ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ بِحَسَبِ أَمْرٍ مِنْ إِشْرَاكِ يَحْقِرُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ وَدَمُهُ وَعِرْضُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَجْسَادِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔ اتَّقُوا اللَّهَ تَقْوَى هَهْنَا اتَّقُوا اللَّهَ هَهْنَا وَيُخَوِّرْ إِلَى صَدْرِهِ أَلَا لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَأَخْرَجَهُ السِّتَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ①

① ”خبردار بدگمانی کو عادت نہ بنانا، بدگمانی تو بالکل جھوٹی بات ہے۔ ② لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا۔ ③ اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کان تک پہنچنے دینا۔ ④ بڑھنے کے لیے مت جھگڑنا ⑤ باہمی حسد نہ کرنا ⑥ باہمی بغض نہ رکھنا ⑦ کسی کی پس پشت برائی نہ کرنا۔ ⑧ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہنا جیسا کہ تم کو اللہ کا حکم ہے۔ ⑨ مسلم مسلم کا بھائی ہے۔ بھائی پر نہ کوئی ظلم کرے ⑩ نہ اسے رسوا کرے نہ حقیر جانے ⑪ انسان کے لیے یہی برائی بہت زیادہ ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو وہ حقیر سمجھے ⑫ مسلم کا خون، عزت دوسرے مسلم پر بالکل حرام ہے ⑬ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو بالکل نہیں دیکھتا۔ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ ⑭ دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ ⑮ خبردار ایک کی خرید پر دوسرا شخص خریدار نہ بنے۔ ⑯ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بنو۔ ⑰ مسلم پر حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے (نسائی کے سوا صحاح میں ہے۔)“

خصوصیت معراج

﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِسْلَامِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [نبی اسرائیل: 1]

معراج نبوی ﷺ کا ذکر اس کتاب کی جلد اول میں کیا جا چکا ہے اور جلد دوم میں بھی۔ ہر دو مقامات پر واقعہ الگ الگ

① یہ حدیث مختلف احادیث مبارکہ کا مجموعہ ہے۔ حوالہ جات درج ذیل ہیں: بخاری: 6066، 6077، 2442، 6951، مسلم: 2580، 58، 2560، 25، 2563، 28، 2564، ابوداؤد: 4882، 4893، 4914، 4911، 4917، ترمذی: 1927، 1426، 1932، نسائی: 7291، 9161، ابن ماجہ: 4213

اسلوب سے بیان ہوا ہے۔

اب اس مضمون خاصائص النبی ﷺ میں بھی اس عنوان کا شامل ہونا ضروری تھا۔ الحمد للہ کہ اس جگہ تیسرے طرز بدیع میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قارئین یاد رکھیں کہ معراج نبی ﷺ ان خصوصیات میں سے ہے جس میں اور کوئی نبی و رسول حضور ﷺ کا سہم نہیں۔ لفظ معراج کا مادہ ”عروج“ ہے۔ چوں کہ احادیث میں الفاظ عروج کی استعمال فرمائے گئے ہیں، لہذا اس واقعہ مبارک کے لیے لفظ معراج خاص ہو گیا۔

لفظ معراج کے معنی زینہ بھی ہیں، چوں کہ عروج و ارتقاء منزل بہ منزل ہوا تھا۔ لہذا اس واقعہ باطنی کے لیے یہ تشبیہ ظاہری بھی خوب ہے۔

تعدد معراج

علماء میں سے بعض تعدد کے قائل ہوئے ہیں اور لفظ ”اسری“ و لفظ معراج کے معانی کا فرق بتلایا ہے اور اسی لیے انھوں نے ان واقعات کے لیے مختلف سالوں اور مہینوں کا ذکر کیا ہے مگر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جو بڑے محقق ہیں اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے کہ تعدد معراج کا قول مطلقاً بے سند ہے اور احادیث صحیحہ کے مفہوم کے بھی مخالف ہے۔

تعیین زمانہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات تین سال قبل از ہجرت تھی۔ دوسری روایت ہے طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات فرضیت نماز، جنگ کاند سے پیشتر تھی۔ (بخاری عن عائشہ) نتیجہ یہ ہوا کہ واقعہ معراج کے بعد از وفات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا اور اس واقعہ کو ہجرت سے تین سال زیادہ کا تاخیر نہیں دے سکتے۔

ذکر ہجرت کا آغاز عقبہ کی اس اولین ملاقات سے جس میں انصار کے صرف چھ (6) اشخاص حضور ﷺ سے ملے تھے، شروع ہو جاتا ہے لہذا واقعہ معراج کو ہجرت سے قریب ترین تعلق ہے۔ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے واقعہ معراج کو بیابا الاستیاب میں 52 ولادت نبوی کا بتلایا ہے۔ نیز انھوں نے لکھا ہے کہ اس کی تفصیلی بحث انھوں نے کتاب ”التمہید“ میں کی ہے۔ زرقانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ و امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ اور امام نووی (حبائل لرافعی) نے معراج کے لیے ماہ رجب کا تعین کیا ہے۔

حافظ عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی بن سرور المقدسی رحمہ اللہ (التوفی 13 ربیع الاخر 600ھ) نے ستائیسویں (27) رجب کو جملہ اقوال پر ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ ہمیشہ سے عملاً اسی تاریخ پر اتفاق کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا اقوال کا نتیجہ ہے یہ ہوا کہ معراج ستائیسویں (27) رجب 52 ولادت نبوی ﷺ کو ہوا تھا۔

میں نے نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ کے متعلق 23 سالہ جستری خود تیار کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہ رجب 52 کا پہلا دن جمعہ تھا۔ لہذا ستائیسویں (27) رجب کی شب کے بعد طالع ہونے والا دن چہار شنبہ (بدھ) تھا اور اسلامی طریق سے شب معراج

[1] امام محمد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرطبی، دمشقی رحمہ اللہ (متوفی 774ھ) بہت بڑے عالم و زاہد اور مصنف کتب کثیرہ تھے۔ البدایہ والنہایہ اور تفسیر ابن کثیر انھیں کے مشہور علمی شاہکار ہیں۔

بھی چہار شنبہ (بدھ) تھی۔

راویان احادیث معراج مع حوالہ کتب احادیث

ذیل میں دکھلایا جاتا ہے کہ احادیث معراج کن کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کن کن دواوین حدیث میں مروی ہے۔

① حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ

①	صحیح بخاری وابن جریر	بطریق شریک بن عبداللہ عن انس رضی اللہ عنہ
②	صحیح مسلم	بطریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ
③	نسائی وابن ماجہ	بطریق یزید بن مالک عن انس رضی اللہ عنہ
④	ابن ابی حاتم	بطریق دیگر از یزید بن مالک
⑤	ابن جریر وابن مردویہ	بطریق عبدالرحمن بن ہاشم عن انس رضی اللہ عنہ
⑥	احمد و ترمذی، بیہقی، عبد بن حمید، ابن جریر وابن مردویہ، ابو نعیم	بطریق قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ
⑦	ابوداؤد و احمد	بطریق عبدالرحمن بن جبیر عن انس رضی اللہ عنہ
⑧	ابن مردویہ	بطریق قتادہ و سلیمان التیمی و علی بن زید عن انس رضی اللہ عنہ
⑨	ابن سعد، سعد بن منصور، بزار، بیہقی، ابن عساکر	عن ابی عمران الجونی عن انس رضی اللہ عنہ

② حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: صحابی بن صحابی

①	صحیح بخاری و صحیح مسلم	عن جابر رضی اللہ عنہ
---	------------------------	----------------------

③ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

①	صحیحین	من طریق قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
②	صحیح مسلم	ایضاً عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
③	احمد و ابو نعیم، ابن مردویہ، سند صحیح	من طریق قابوس عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
④	احمد، ابو نعیم، ابن مردویہ	من طریق عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
⑤	احمد، نسائی۔ بزار، طبرانی، بیہقی، ابن مردویہ	من طریق شہر بن حوشب عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

④ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

①	صحیح بخاری	من طریق علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
---	------------	---

②	صحیح مسلم	من طریق مرة الہمدانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
③	صحیح مسلم و بیہقی و ابونعیم	من طریق زر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
④	احمد، ابن ماجہ، سعید بن منصور و حاکم صحیحہ	من طریق موثر بن غفار عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
⑤	ترمذی، وحشہ و ابن مردویہ	من طریق عبد الرحمن عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
⑥	بزار - ابویعلیٰ، حارث بن ابی اسامہ، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر	من طریق عاتکہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

⑤ حدیث مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ ①

⑥ حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ

①	صحیحین	من طریق الزہری عن انس قال کان ابو ذر یحدث بسندہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ
---	--------	--

⑦ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

①	صحیح مسلم و احمد و ابن مردویہ	من طریق ابی سلمہ
②	احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ	من طریق ابی الصلت
③	ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابویعلیٰ و بیہقی	من طریق ابن العالیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
④	ابن مردویہ	من طریق سلیمان التیمی
⑤	سعید بن منصور ابن سعد	عن ابی وہب مولیٰ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
⑥	صحیح بخاری و مسلم و احمد مالک حدیث	من طریق قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ

⑧ حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

①	احمد بن ابی شیبہ - ترمذی، حاکم صحیحہ و نسائی و ابن جریر و ابن مردویہ، بیہقی	عن حذیفہ رضی اللہ عنہ
---	---	-----------------------

① نہایت قلیل الرواۃ ہیں۔ یہی ایک حدیث ان سے بطریق صحیح محفوظ ہے جو نہایت اتفاق سے مروی ہے۔

۹) حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

۱)	ابن مردویہ	عن سمرہ رضی اللہ عنہ
----	------------	----------------------

۱۰) حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

۱)	ابن عساکر	عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ
----	-----------	----------------------------

۱۱) حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

۱)	ابن ابی حاتم، بیہقی، صحیحہ، بزار، طبرانی، ابن مردویہ	عن شداد رضی اللہ عنہ
----	--	----------------------

۱۲) حدیث صہیب رضی اللہ عنہ

۱)	طبرانی، ابن مردویہ	عن صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ
----	--------------------	------------------------------

۱۳) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ

۱)	ابوداؤد، طبرانی (اوسط)، بیہقی	عن ابی عمر رضی اللہ عنہ
----	-------------------------------	-------------------------

۱۴) حدیث ابن عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ

۱)	ابن مردویہ	عن عمرو بن شعیب عن ابيه عن جده
----	------------	--------------------------------

۱۵) حدیث عبداللہ بن سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ: صحابی بن صحابی

۱)	بزار، ابن قانع، ابن عدی، لغوی، ابن عساکر	عن عبداللہ بن اسعد رضی اللہ عنہ
----	--	---------------------------------

۱۶) حدیث ابوالیوب رضی اللہ عنہ

۱)	ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ	عن ابی الیوب رضی اللہ عنہ
----	--------------------------	---------------------------

۱۷) حدیث ابی حبیہ رضی اللہ عنہ

۱)	طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ	عن ابی حبیہ رضی اللہ عنہ
----	------------------------------	--------------------------

۱۸) حدیث ابی العمراء رضی اللہ عنہ

۱)	طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ	عن ابی العمراء رضی اللہ عنہ
----	------------------------------	-----------------------------

۱۹) حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ

۱)	ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، ابن عساکر۔	ابن ہارون العبیدی
----	---	-------------------

②	ابن مردويه	من طريق ابى نصره عن ابى سعيد
③	ابن مردويه من وجه آخر	عن ابى نصره
④	ابن مردويه من وجه آخر	من طريق حمزة عن ابى سعيد

②٠ حديث ابى يعلى رضي الله عنه

①	طبرانی (اوسط) ابن مردويه	من طريق محمد بن عبد الرحمن
---	--------------------------	----------------------------

②١ حديث عائشة صدیقه رضي الله عنها

①	ابن مردويه، حاکم وصحیح، بیہقی	من طریق زہری عن عروہ
---	-------------------------------	----------------------

②٢ حديث اسماء بنت الصديق رضي الله عنها

②٣ حديث ام هانی بنت ابی طالب رضي الله عنها

①	ابن اسحق، ابن جریر	عن انیس عن ابی صالح عن ام هانی <small>رضي الله عنها</small>
---	--------------------	---

②٤ حديث عمر فاروق رضي الله عنه

①	احمد	عن عبید بن آدم عن امیر المؤمنین عمر <small>رضي الله عنه</small>
②	ابن مردويه	من طریق مغیرہ بن عبد الرحمن

②٥ حديث ابی سفیان اموی رضي الله عنه

①	ابو نعیم عن محمد بن کعب القرظی	عن سفیان بطریق ایسیا (موقوف)
---	--------------------------------	------------------------------

②٦ حديث امیر المؤمنین علی رضي الله عنه

①	طبرانی	من طریق الحسین عن ابيه
②	ابو نعیم	من طریق محمد بن الحنفیہ <small>رضي الله عنه</small>
③	ابن مردويه	من طریق زید بن علی بن آباء عن علی

②٧ حديث عبد الرحمن بن قرط الشمالی رضي الله عنه

①	سعيد بن منصور، طبرانی، ابن مردويه، ابو نعیم (فی المعروف)	عن عبد الرحمن بن قرط
---	--	----------------------

②٨ حديث بریدہ رضي الله عنه

①	ترمذی، حاکم، صحیح و ابو نعیم، ابن مردويه، بزار	عن بریدہ <small>رضي الله عنه</small>
---	--	--------------------------------------

صحابہ رضوان اللہ علیہم جس قدر راویان حدیث ہیں، ان میں کی مہاجر بھی ہیں اور مدنی انصار بھی۔ واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہوا لیکن یہ خیال غلط ہے کہ انصار اصحاب رضی اللہ عنہم نے بعد میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ مہاجرین سے سنا ہوا تھا۔

اولیٰ تو راوی نے صحابہ کی خود صراحت کہ انھوں نے حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ اس بارے میں کافی دلیل ہے۔ دوم یہ قدرتی امر ہے کہ جب انصار کبار نے معراج کے متعلق اپنے مہاجر بھائیوں سے کچھ سنا تو ان کے شوق و ذوق کا تقاضا یہی ہونا چاہیے تھا کہ وہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سننے کی درخواست کرتے، جیسا کہ محدثین میں ہمیشہ علو اسناد کے حاصل کرنے کا شوق پایا گیا ہے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں بلکہ بعض روایات میں صریح اس کی بابت الفاظ موجود ہیں۔ حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ میں ہے۔

قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أُسْرِيَ بِكَ (۱) لَفْظ قُلْنَا پر غور کرنا چاہیے کہ یہ درخواست ایک مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے تھی۔ صحیحین کی روایت مالک بن صعصعہ میں ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ (۲) ”خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حدیث بیان فرمائی۔“

لہذا معراج کی احادیث مرفوعہ خواہ ان کے راوی مہاجرین ہیں یا انصار سب کی سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہیں۔ بعض صحابہ مثلاً ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت براہ راست بھی کی ہے اور بالواسطہ کسی دوسرے صحابی سے بھی۔ ان کی طرف سے ہر دو گوند روایات ہیں۔ اس تیز کو قائم رکھنا بھی ثابت کرتا ہے کہ انھوں نے مرسل کو مرفوع کہنے کی جرأت کبھی نہیں کی۔ یہ امر اور بھی موجب اطمینان ہے کہ صحیحین کی احادیث واقعہ معراج کے متعلق زیادہ مکمل اور زیادہ مفصل ہیں۔

اب واقعات معراج کو بیان کیا جاتا ہے

(۱) صحیح مسلم کی حدیث میں طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے: ”میں سواری پر سوار ہوا اور بیت المقدس پہنچا۔ سواری کو اسی حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ مسجد میں جا کر میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور وہاں سے آسمان کی طرف عروج ہوا۔ (۳)

(۲) ابن ابی حاتم کی ایک روایت عن یزید بن ابی مالک عن انس میں نماز بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ:

”میرے پہنچ جانے کے بعد وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی۔ صفیں درست ہوئیں۔ میں انتظار میں تھا کہ نماز کون پڑھائے گا۔ جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کھڑا کر دیا۔ بعد از نماز جبریل علیہ السلام نے پوچھا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی؟ میں نے کہا نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ سب انبیاء ہیں جو منجانب اللہ مبعوث ہو چکے۔“ (۴)

(۳) امام احمد کی روایت عن عبید بن آدم میں بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ

”جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچے، تب کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے نماز کہاں پڑھنی چاہیے، اس نے کہا صحرہ کے

پیچھے۔ امیر المؤمنین نے کہا، نہیں۔ میں وہاں پڑھوں گا جہاں نبی ﷺ نے پڑھی تھی۔“ (1)

مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث من طریق انس رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔

مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ نہایت قلیل الروایت ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر محدثین کا خیال ہے کہ اس ایک حدیث کے سوا ان سے اور کوئی حدیث مروی نہیں ہے، ایسے بزرگوار نے حدیث کو نہایت ہی اتقان کے ساتھ یاد رکھا اور روایت کیا ہوگا، کیوں کہ ان کی ساری عمر کی کمائی یہی ہے اور غالباً یہی پختہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے خود مرفوعاً روایت کرنے کے بعد بھی بزرگوار ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا اپنے لیے موجب فخر و مسرت سمجھا۔ اب مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہی کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا (قنادہ نے لفظ ”حطیم“ کی جگہ کہیں لفظ ”حجر“ بھی استعمال کیا ہے۔ دونوں نام ایک ہی مقام کے ہیں۔ یعنی خانہ کعبہ کے اندر کی دو زمین جسے قریش نے باہر چھوڑ دیا تھا۔ جب آنے والا (جبریل علیہ السلام) میرے پاس آیا۔ اس نے اپنے ساتھی (میکائیل علیہ السلام) سے کہا کہ ان تین میں سے درمیان والے نبی ﷺ ہیں۔ پھر وہ میرے پاس آیا، سینہ سے لے کر زمر ناف تک میرا جسم شق کیا۔ پھر سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان و حکمت سے پر تھا۔ میرے قلب کو دھویا اور ایمان و حکمت سے بھر دیا۔ پھر زخم درست کر دیا۔ پھر میرے لیے سواری لائی گئی جس کا قد نچرے کم اور حمار (گدھا) سے اونچا تھا۔ اس کا قدم اس کی حد بھر تک پڑتا تھا۔ مجھے سوار کیا گیا۔ جبریل علیہ السلام میرے ساتھ چلا۔ آسمان دنیا تک مجھے لے کر پہنچایا گیا۔ دروازہ کھلوا یا، اندر سے پوچھا کون ہے؟ کہا جبریل علیہ السلام۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ﷺ۔ انھوں نے کہا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور کہا خوب تشریف لائے۔ دروازہ کھلا۔ میں اندر گیا تو وہاں آدم تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ تمہارے ابا آدم علیہ السلام ہیں، سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح فرما کر مرحبا بھی کہا۔

پھر جبریل علیہ السلام دوسرے آسمان تک پہنچا۔ دروازہ کھلوا یا (وہی گفتگو پہلے آسمان والی ہوئی) میں اندر گیا تو وہاں یحییٰ و عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ یہ دونوں خالہ زاد ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور اخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا بھی کہا۔

پھر تیسرے آسمان پر گئے۔ (وہی گفتگو ہوئی، دروازہ کھلا) وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔ سلام و جواب کے بعد انھوں نے بھی اخ صالح و نبی صالح کے الفاظ میں مرحبا کہا۔

پھر جبریل علیہ السلام چوتھے آسمان تک بلند ہوا۔ دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا کون؟ کہا جبریل علیہ السلام۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا بلوائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور میرے آنے پر خوشی کا اظہار کیا۔ اندر گئے تو وہاں اور ایسے علیہ السلام تھے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور اخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

اسی طرح پانچویں آسمان والے فرشتوں کی بات جبریل علیہ السلام سے ہوئی۔ میں اندر گیا۔ وہاں ہارون علیہ السلام ملے۔ سلام کا جواب دے کر مجھے اخ صالح و نبی صالح کے ساتھ مرحبا کہا۔

اسی طرح چھٹے آسمان پر جبریل علیہ السلام اور فرشتوں کی گفتگو ہوئی۔ میں اندر گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام ملے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور اخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

میں ان سے آگے کو چلا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے، پوچھا گیا کہ تم کیوں روئے؟ کہا یہ تو جوان میرے بعد نبی ہوا اور اس کی امت

کے لوگ میری امت سے بہت زیادہ تعداد میں داخل جنت ہوں گے۔
 پھر ساتویں آسمان پر جبریل علیہ السلام پہنچا۔ فرشتوں سے گفتگو ہوئی اور وہاں میں نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح کہہ کر مر جہا کہا۔
 پھر مجھے سدرة المنتہی تک اٹھایا گیا۔ اسکا پھل بڑی چابیوں جیسا اور اسکے پتے ہاتھی کے کان جیسے بڑے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ سدرة المنتہی یہی ہے۔ وہاں چار نہریں دیکھیں، دو اندر بہتی تھیں، دو کھلم کھلی۔ جبریل نے بتایا کہ اندر اندر چلنے والے دریا تو بہشت کے دریا ہیں اور کھلے چلنے والے نیل و فرات۔

پھر سامنے ”بیت المعمور“ نمودار ہوا۔ (قنادہ جو راوی حدیث ہیں انھوں نے کہا کہ حسن رضی اللہ عنہ نے ہم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المعمور میں ستر ہزار (70000) فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور پھر لوٹ کر نہیں آتے۔ اس قدر ایزدی کے بعد قنادہ رضی اللہ عنہ نے پھر حدیث انس کی طرف رجوع کیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر میرے سامنے شراب اور دودھ اور شہد کے برتن پیش کیے گئے، میں نے دودھ لے لیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر پچاس (50) نمازیں فرض کی گئیں۔ روزانہ پچاس (50) نمازیں۔ پھر میں نیچے آیا اور موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انھوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس (50) نمازیں روزانہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت میں اس کی استطاعت نہ ہوگی اور میں قبل ازیں لوگوں کا امتحان کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی تدبیر کرتا رہا ہوں۔ آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں اور امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا، دس (10) نمازیں کم کر دیں گئیں۔ میں لوٹ کر یہی موسیٰ علیہ السلام کو بتایا وہ بولے کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا، اور دس (10) نمازوں کی تخفیف کر دی گئی۔ میں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو یہی آ کر بتلایا۔ انھوں نے کہا کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا۔ تب دس نمازوں کی اور تخفیف کر دی گئی۔ انھوں نے پھر کہا کہ واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں اسی طرح جاتا رہا۔ حتیٰ کہ پانچ نمازوں کا حکم ہو گیا اور میں نے موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا۔ انھوں نے کہا کہ آپ کی امت میں استطاعت بھی نہ ہوگی۔ مجھے لوگوں کا خوب تجربہ ہے اور میں نے بنی اسرائیل کے لیے بڑی بڑی تدبیریں کی ہیں لہذا واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا کرتا شرمسار ہو گیا ہوں۔ اب تو میں اس کو خوشی سے مانوں گا اور تسلیم کروں گا۔ اس وقت پکارنے والے کی ایک آواز آئی کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔ ﴿۱﴾
 شیخین کی حدیث عن انس میں مزید یہ ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کیا کرتے تھے کہ:

آدم علیہ السلام جب دائیں جانب دیکھتے تب ہستے اور جب بائیں جانب دیکھتے تب روتے۔ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر بتلایا کہ دائیں بائیں اولاد آدم کی ارواح ہیں۔ دائیں جانب اہل جنت ہیں اور بائیں اہل نار۔ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو انس

پڑتے ہیں اور بائیں جانب کود کھینچتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔^(۱)

(۶) زہری کہتے ہیں کہ ابن حزم نے مجھے بتلایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو جہلہ الانصاری یہ بھی کہا کرتے تھے کہ:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے بلندی پر لے جایا گیا اور میرے سامنے مستوی آگیا، میں صریف الاقلام سنتا تھا۔

پانچ نمازوں کی تعیین کے بعد موسیٰ علیہ السلام بھی میرے ساتھ چلے۔ میں سدرۃ المنتہیٰ پر واپس آیا۔ اس پر ایسے رنگا رنگ الوان پڑ رہے تھے کہ جن کی صفت بیان سے باہر تھی۔ پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا، جس کی کنکریاں آبدار موتی ہیں اور جس کی زمین مشک خالص کی ہے۔^(۲)

ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء کی ملاقات کا راز

مختلف آسمانوں پر الگ الگ انبیاء علیہم السلام کی ملاقات بہت سی انصاف دینی پر مشتمل ہے:-

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح شاہان عالم معزز مہمان کے اکرام کے لیے اپنی سرحد خاص سے لے کر دربار خاص تک درجہ بدرجہ امراء عظام کو مقرر کیا کرتے ہیں۔ اس طرح ان انبیاء کرام علیہم السلام کا تعیین بھی آسمان اول سے آسمان ہفتم تک کیا گیا۔

(۲) آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ اول الانبیاء ہیں۔ اس لیے ان کا تعلق آسمان اول سے ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ آدم علیہ السلام ہیں جن کو ترک جنت کا الم اٹھانا پڑا۔ مگر جب زمین پر آئے اور خلافت الارض کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور ان کی اولاد ورفقا سے زمین آباد ہو گئی تب ان کا وہ الم تبدیل بہ سرور ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی احب الانبیاء عند اللہ^(۳) کو ترک کرنے والے تھے، لیکن اقامت مدینہ طیبہ اشاعت اسلام اور نشر علوم کا سبب تھی۔ یہیں سے نصرت وفتح کے اعلام بلند ہوئے اور یہی بلند طیبہ حضور کے خلفاء کا بھی مستقر ثابت ہوا۔

(۳) یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام میں قرابت بھی ہے۔ مسیح نے اصطبار بھی یحییٰ علیہ السلام سے پایا تھا۔ احوال زہد و محنت میں بھی دونوں متحد الاحوال ہیں۔ اس لیے وہ دونوں ایک ہی مقام پر جمع تھے اور دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و توکل اور اعراض عن الخلق و مستقبل کا دکھانا بھی مقصود تھا۔ یحییٰ علیہ السلام نے اپنا کام عیسیٰ مسیح علیہ السلام پر چھوڑا تھا اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اکمال صداقت اور اتمام حقانیت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے پورا ہونا بتلایا تھا۔ لہذا ضروری تھا کہ دونوں بزرگوار اپنی بہترین تمناؤں کو مکمل شدہ حالت میں دیکھ لیتے۔

(۴) یوسف علیہ السلام کے احوال مبارکہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت کلی ہے۔ دونوں صاحب الجمال والکمال ہیں۔ دونوں کو امتحانات ساتھ دینے پڑے۔ دونوں میں غلو و کرم کا دھور ہے۔ دونوں نے اخوان جفا پیشہ کو لا تشریب علیکم الیوم کے مزدو سے جان بخشی فرمائی ہے۔ دونوں صاحب امر و حکومت ہیں اور دنیا سے پوری کامرانی و حکمرانی اور جاہ و جلال کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں۔

(۵) چوتھے فلک پر اور یس علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ کثرت درس اور توکل تعلیم اور شغف تدریس میں اور یس علیہ السلام کا خاص درجہ ہے اور یہی کیفیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی ﴿يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرہ: 2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے القاب گرامی میں داخل ہے۔

(۶) پانچویں پر ہارون علیہ السلام ملے۔ ہارون علیہ السلام اپنی قوم و امت میں ہر دل عزیز اور محبوب قلوب تھے۔ ہارون مسجد کے امام تھے۔ ہارون علیہ السلام تفرقہ بازی کو سب سے برا سمجھتے تھے اور یہ وہ صفات عالیہ ہیں جن کے انوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں واضح و آشکار ہیں۔

(۷) چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب شریعت بھی ہیں اور صاحب کتاب بھی ہیں۔ غازی و مجاہد ہیں، مجاہرو

(۱) بخاری: 3342، مسلم: 163/263 (۲) بخاری: 34، 1636، 3342، مسلم: 163، تفسیر ابن کثیر: 192/3

(۳) مسلم: 1528، ابن خزیمہ: 1293، کنز العمال: 20719

مناظر بھی۔ نبی ﷺ کے ساتھ ان محاسن میں مشابہتیں ہیں۔ ان کا رتبہ ان مجموعی محاسن کی وجہ سے پانچوں آسمانوں والے انبیاء سے بڑھ کر خاص امتیاز رکھتا ہے۔

﴿۱۸﴾ ساتویں آسمان پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نظر آئے۔ یہی بانی کعبہ مقدسہ ہیں اور یہی کعبہ آسمانی (بیت المعمور) کے مہتمم ہیں۔ یہی امام خلق ہیں، خلیل الرحمن ہیں۔ نبی ﷺ نے کعبہ کو ارجاس اوٹان سے پاک کیا۔ نبی ﷺ کی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے کعبہ کو قبلہ نماز بنایا۔ نبی ﷺ ہی نے ملت حنیفیہ کو زندہ کیا۔ نبی ﷺ ہی نے مناسک حج کو سنت ابراہیمیہ کے مطابق محکم فرمایا۔ نبی ﷺ ہی نے درود پاک میں اپنے نام کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پاک کے نام کو شامل فرمایا۔ نبی ﷺ حلیہ کے لحاظ سے بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہایت مماثل تھے۔

رفعت، حضور ﷺ کو مقام ابراہیم (بیت المعمور) سے اوپر حاصل ہوئی۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ ہی مقام محمود والے ہیں اور حضور ﷺ ہی اذم و من ذو نند، تحت لوانی فرمانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ ﴿۱۹﴾

قرآن کریم اور معراج شریف

قرآن کریم نے واقعہ معراج کو دو سورتوں میں ذکر فرمایا ہے:

﴿۱﴾ سورہ بنی اسرائیل جس کے آغاز ہی میں یہ آیات ہیں:

﴿مُبَحَّانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْآيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [بنی اسرائیل: 1]

کلمہ سبحان تنزیہ کے لیے آتا ہے اور شروع کلام میں اس لیے لایا جاتا ہے کہ جن واقعات کا ذکر آئندہ کیا جائے گا اللہ کی قدرت اور طاقت اس کو ظہور میں لانے سے عاجز و در ماندہ نہیں۔ لیلۃ کی تین رات کی مقدار قلیل کو ظاہر کرتی ہے۔

﴿بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ اسی مقام کے قرب و جوار میں اشجار مشرہ اور انہار جار یہ اور شجرہ مبارکہ زیتون کی کثرت ہے۔ اسی کا حوالی انبیاء کثیر کا مہبط وحی اور معجزات باہرات کا مصدر رہا ہے۔

﴿مِنْ آيَاتِنَا﴾ سے مراد وہ نشانات ارضی بھی ہیں جو بنی اسرائیل کے اقبال واد بار اور شرف و ذلت کی زندہ زبان ہیں۔

اور وہ نشانات عظمیٰ بھی اسی لفظ میں شامل ہیں جو حضور ﷺ نے مسجد اقصیٰ سے عروج کے بعد ﴿مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ملاحظہ فرمائے۔

﴿۲﴾ سورہ نجم میں ذکر ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر تہر کر۔

﴿۱﴾ ﴿لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ [النجم: 18] ”اس نے اپنے رب کی ان آیات کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں ”کبریٰ“ بزرگ ترین ہونے کی صفت سے موصوف ہیں۔“

اس کے تحت میں جبریل علیہ السلام کا بصورت اصلی یا سدرۃ المنتہیٰ اور اس پر چھا جانے والے انوار قدسیہ کا بصورت تجلی یا جنت و نار

کا بہ ہیت موجودہ یا عجائبات ملکوت کا تفصیل سے معائنہ کچھ بھی لکھ دیا جائے لیکن یہ سب کے سب اپنی مجموعی شان میں بھی لفظ کبریٰ کے

سامنے کم ہی ہوں گے۔ اس لیے ان کا حصر و تعطل دشوار ہے۔

[2] ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى﴾ [انجم: 17] اس آیت میں نبی ﷺ کے شوق دید کا بھی بیان ہے اور مراعات حسن ادب کا ذکر ہے اور نبی ﷺ کے ثبات و وقار اور تحمل و استعداد رویت کا بھی تذکرہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے حال میں فرمایا گیا ہے ﴿فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَبِقًا﴾ {الاعراف: 143} 'جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی، تب پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے' سیدنا حضرت محمد ﷺ خوب آنکھیں بھر کر ان انوار کو دیکھ رہے ہیں۔ مشتاق آنکھ نہ جھپکتی ہے نہ ادھر ادھر تکتی ہے۔ قوت رہانیہ متوجہ نمائش ہے اور بصارت محمدیہ کمال قوت و نظارہ کے ساتھ وقف دید۔

[3] ﴿مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى﴾ [انجم: 11] "جو کچھ آنکھوں نے دیکھا، دل نے اسے نہیں جھٹلایا" بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ روشن صاف آنکھیں ایک شے کو دیکھتی ہیں اور دل آنکھ کی دیکھی ہوئی حالت کو جھٹلاتا ہے۔ مثلاً ہم ہرج کو دیکھتے ہیں کہ سورج ایک زریں طشت کی صورت میں مشرق سے نمودار ہوتا ہے۔ اس کا قد و قامت اس وقت اتنا چھوٹا نظر آتا ہے کہ وہ ارض سے کروڑوں حصے کم ہو گیا، لیکن دل کہہ دیتا ہے کہ ایسا سمجھنا آنکھ کی غلطی ہے۔ یہ تو زمین سے کروڑوں حصے بڑا ہے اور یقیناً بڑا ہے۔ ہم پانی کے اندر گری ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو وہ ابھری ہوئی نظر آتی ہیں حالانکہ آنکھ کا اسے ایسا دیکھنا غلط ہوتا ہے۔ ہم سورج کی روشنی کو دیکھ کر اسے صرف ایک صاف، سفید روشنی سمجھتے ہیں حالانکہ دل بتلاتا ہے کہ اس روشنی میں سات (7) رنگوں کا اجتماع ہے۔

جب دیدہ و دل میں ایسا اختلاف پایا جاتا ہے تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقت اصل یہ کو دیکھ رہی ہے، غلط ہوتا ہے، لیکن حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین، وثوق اور اعتبار مجتمع ہو جائے تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی مقصود ہے کہ نبی ﷺ کے نظارہ پاک کو جملہ ظنون و شکوک سے برتر اور جملہ صداقتوں اور حقیقتوں پر حاوی یقین کرنا چاہیے۔

[4] ﴿فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِ عَبْدُهُ مَا أَوْحَى﴾ [انجم: 10] "پھر اپنے بندہ پر جو وحی بھی بھیجی تھی وہ بھیجی۔" آیات بالا میں دیدہ و دل کی کیفیات کا ذکر تھا۔ اس آیت میں گوش و دل کے حقائق کا ذکر ہے۔ مَا أَوْحَى کا لفظ اجمال کے لیے نہیں بلکہ تضمیم کے لیے ہے۔ اس سے تنہم وحی بھی مقصود ہے اور يُوحَىٰ إِلَيْهِ کی تعظیم بھی اور ان کی عظمت اصل یہ تو لفظ عبد میں پنہاں ہے۔ پنہاں بھی ہے اور عیاں بھی۔

کچھ شک نہیں کہ واقعہ معراج نبی ﷺ کے مقامات اعلیٰ سے ایک برترین مقام ہے اور اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں بھی اور سورہ الانجم میں بھی لفظ عبدی کا استعمال فرمایا ہے تاکہ مخلوق الہی خوب سمجھ لیں اور اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ اس مقدس ہستی کے لیے بھی جس کی شان "بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر" سے آشکار ہے۔ سب سے بلند ترین مقام عبودیت ہی کا ہے اور ہم سب کو اسی مقام عبودیت میں ارتقا (بقدر قابلیت و استعداد) کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ ﴿فَاعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [الزمر: 2] "اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی کے لیے دین کو خالص کرو" بیشک الصلوٰۃ معراج المومنین کے معانی بھی اس نکتہ سے حل ہوتے ہیں کیوں کہ اظہار عبودیت و بیان عجز و افتقار اور تشکل بندگی و اجتہال کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی صورت متحقق نہیں۔

بیداری و خواب کی بحث

[illegible]

إِنَّمَا سَمَاهَا رُؤْيَا عَلَى قَوْلِ الْمُكَذِّبِينَ حَيْثُ قَالُوا لَهُ، لَعَلَّهَا رُؤْيَاءُ رَأَيْتَهَا وَحَيَالٌ حَيْثُ الْيَكُ ۝

لفظ رؤیا کا استعمال مکذبین کے موافق ہے۔ وہ معراج کا حال سن سن کر کہتے تھے کہ شاید یہ ایک خواب ہے یا پھر خیال جو اس کے دماغ میں آیا۔

اس کی مثال ان آیات میں ہے: ﴿قُلْ أَعْلَمُ بِمَا لَمْ يَحْكَمْ عَلَيْكُمْ﴾ [الصافات: 90] ”یعنی آپ (ابرہیم علیہ السلام) چپ چاپ ان کے معبودوں کے پاس چلے گئے“ ﴿أَيْنَ شُرَكَائِي﴾ [التقصص: 62] ”کہاں ہیں میری ہمسری کے دعویدار“ ﴿ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ﴾ [الدخان: 49] ”کچھ (عذاب) بلاریب تو تو بڑا رعب اور عزت والا بنتا تھا۔“
اب محدثین کی سنئے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں آیت ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ [2] کے تحت میں بروایت عمرہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ الفاظ تحریر کیے ہیں۔

ہی دُوْمَا عَيْنِ اَرْمٰہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ لَمَلَّةٌ اُسْرٰی بِہِ یَآ کَلِمَہَ کَا اَنْفَاہُ تَہَا جَوْنِی سَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ کَوْشِبِ اسْرٰی وَاکْلَا یَا غِیَا۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما بہتر امت محمدیہ اور بہ دعائے رسول پاک سَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہترین مفسر قرآن ہیں اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لغت و ادب کے بھی ائمہ عظام میں سے ہیں۔ ان کا قول:

”میرا ایمان ہے کہ نبی ﷺ کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا“ یہی اعتقاد اکثر ائمہ اہل سنت محدثین و فقہائے تابعین و صحابہ کا ہے جو لوگ واضح ثبوت کے بعد بھی معراج کو خواب ہی سمجھا کریں وہ حدیث ذیل پر ذرا غور کریں۔

عَنِ الشَّيْخَيْنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا كَدَّ بَيْنِي قُرَيْشٌ حِينَ أُسْرِى بِنِى
إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قُمْتُ فِي الْحَجَرِ فَحَلَّى اللَّهُ لِي بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَلَعْتُ أَخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا

① کشاف جلد دوم: 191

② میرے سامنے جو صحیح بخاری موجود ہے وہ بمقام بہشتی 1268 ح میں لکھی تھی اور 1270 ح میں چھاپائی گئی، اس میں لفظ رُفِیَہ (بالہ) ہے۔ قرأت میں بھی اور تفسیر ابن عباس کے الفاظ میں بھی۔ اس لیے میں نے اس جگہ بالہ نقل کیا ہے مگر میرے پاس ایک پرانی کلمی صحیح بخاری ہے اس میں وَ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا كُورَمَ الظُّلُمَاتِ کے مطابق لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ بخاری: 3888، ترمذی: 3134، ابن حبان: 56، احمد: 374/1، مسند اعلام النبلاء: 130/1

اَنْظُرْ اِلَيْهِ۔ ③

”صحیح بخاری و مسلم میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کفار نے میرے بیت المقدس تک جانے کو جھٹلایا (اور نشانات پوچھنے لگے) تب میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا اور جو نشان و پوچھتے تھے، میں ان کو بتاتا جاتا تھا۔“

یہ ظاہر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار بیت المقدس کے نشان پتے دریافت کرنے کا کیا حق رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھی کیا ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو حضور کے سامنے ظاہر و جلوہ گر کر دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ دیکھ کر سب نشانات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔ خواب کے لیے تو اتنا ہی جواب کافی تھا کہ میں تو اپنا خواب بیان کر رہا ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو اپنی آیات کبریٰ دکھائیں اور وراء الوراء کی سیر کرائی۔

طے کنم ایں نامہ را گر کنم چہ کنم !
حوصلہ خامہ نیست تاب رقم داشتن



معجزات نبویہ ﷺ

لفظ ”معجزہ“ معجز سے بنایا گیا ہے۔ معجز کا استعمال لفظ قدرت کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے۔ دراصل معجز سے یہ مفہوم لیا گیا ہے۔ معجز انسان کے کچھ حصہ کو کہتے ہیں: ﴿تَحَاثُّهَا أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ﴾ [القر: 20] میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔ پھر اس معجز سے کسی کام میں مؤخر رہنے کا مفہوم اور پھر اس سے در ماندگی کا مفہوم لیا جاتا ہے۔

”معجز“ اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جو پیرانہ سالی کی وجہ سے بہت سے امور کرنے سے در ماندہ و عاجز رہ جائے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب قاتیل کے سامنے ایک کوئے نے دوسرے کوئے پر مٹی ڈال کر اسے زیر خاک کیا۔ جب قاتیل بولا: ﴿يَا وَيْلَتَى أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ﴾ [المائدہ: 31] ”(افسوس میں تو اس کوئے جیسا بھی نہ ہوا) کوئے جیسا بننے میں عاجز رہ گیا۔“

اللہ تعالیٰ نے سرکش کفار سے فرمایا ہے: ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُعْجِزِي اللَّهِ﴾ [الب: 2] ”یا درکھو کہ تم لوگ اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔“ اس لغوی معنی کے بعد لفظ معجزہ کا استعمال عام طور پر انبیاء اللہ کے ان افعال نبوت پر کیا جانے لگا ہے جو ان کی شان نبوت کے مظہر ہوتے ہیں۔

بروئے تواریخ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ لفظ معجزہ کا استعمال اس خاص معنی میں کس زمانہ سے ہونے لگا اور وہ پہلا کون شخص ہے جس نے اس مفہوم میں اس کا استعمال کیا۔ مگر اس امر کا مجھے اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یا نبی ﷺ کے کلام میں یا کسی دوسرے نبی کے کلام میں اس لفظ کا اس معنی میں استعمال کہیں بھی نہیں ہوا۔ اب لفظ معجزہ کی تعریف کی طرف آئیے۔

”معجزہ“ کو معنی معینہ بالا میں معجزہ کہنے والے کہتے ہیں کہ معجزہ وہ ہے جو خارق عادت ہو۔ اس تعریف کے بعد ہی وہ اس بحث میں پڑ جاتے ہیں کہ کیا خرق عادت ممکن بھی ہے یا نہیں؟ عادت کے معنی کیے جاتے ہیں: ”استمرار قوانین فطرت“ اور خرق کے معنی کیے جاتے ہیں: ”بطلان استمرار مذکورہ“ بحث کے اس مقام پر پہنچ کر اہل قلم چند اصناف پر منقسم ہو جاتے ہیں۔ وہ جو فطرت کے لیے کسی مقررہ قانون کا ہونا بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں پر بازار معقولات میں خوب خوب آوازے کے جاتے ہیں۔

- [1] وہ جو قانون فطرت کو تسلیم کرتے ہیں اور ایسے قانون کی تنسیخ (یعنی خرق) جاز نہیں سمجھتے۔ یہ قسم بھی دو اصناف پر مشتمل ہے۔
- [2] وہ جو خرق عادت کو نہ مانتے ہوئے کسی ثابت شدہ واقعہ کا وجود یا امکان بھی نہیں مانتے۔

② وہ جو کسی ثابت شدہ واقعہ کی ایسی تاویل کرتے ہیں جس سے خرق عادت کا ہونا صحیح سمجھا جائے۔
 ③ وہ ہیں جو قانون فطرت میں مستثنیات کا اندراج بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس لیے ہر ایک ثابت شدہ واقعہ کو خود قانون فطرت ہی مان لیتے ہیں اس لیے کہ استثنائے قانون کا وجود بھی پہلے سے اس قانون کے اندر موجود تھا۔
 معجزات کے منکرین مؤولین یا قائلین کا شمار انھیں اقسام ثلاثہ میں آ جاتا ہے۔
 ان اقسام ثلاثہ کا تعلق متعلقین لفظ خرق عادت سے تھا، لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو لفظ معجزہ کی تعریف خرق عادت سے نہیں کرتے اور لفظ خرق عادت کا استعمال ہی نہیں کرتے۔

وہ صرف یہ کہا کرتے ہیں کہ ”معجزہ نبی اللہ کے اس فعل کو کہتے ہیں جو اس وقت دوسروں کو ویسا فعل کرنے سے عاجز بنادے۔“
 ان تمام لفظی پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے علمائے محققین نے یہ راہ اختیار کی کہ جب صحف سماویہ میں لفظ ”معجزہ“ اور لفظ ”خرق عادت“ آتے ہی نہیں تو اس خازن میں دامن الجھانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟
 قرآن مجید تو لفظ ”آیت“ کا استعمال کرتا ہے اور انجیل و تورات میں بھی لفظ شان ہی کا استعمال ہے۔ اس لیے ہم بھی لفظ ”آیت“ ہی کا استعمال کریں گے۔

استعمال خذا میں چند فوائد اور بھی ہیں:

① لفظ ”آیت“ نہایت وسیع المعنی ہے۔

② اس کا استعمال مادیات پر بھی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کشتی نوح کو آیت بتلایا۔

﴿فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [احکام: 15]

”پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو سب کے لیے ایک نشان بنایا۔“

اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو آیت بتلایا:

﴿وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ﴾ [نہ: 37] ”ان کے لیے رات ایک نشانی ہے۔“

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ﴾ [فصل: 37] ”دن اور رات اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔“

انسانوں کا مٹی سے بنایا جانا بھی آیت بتلایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنۢ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ﴾ [الروم: 20] ”اللہ کی نشانیوں میں سے کہ تم کو مٹی سے بنایا۔“

بجلی کی چمک اور بادل کی کڑک کو بھی آیت بتلایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ﴾ [الروم: 24] ”اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے۔“

آسمان و زمین کی موجودہ بناوٹ و استقامت کو بھی آیت بتلایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنۢ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ﴾ [الروم: 25]

”اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین ٹھہرے ہوئے ہیں۔“

اسن عامہ کشائش و آسودگی ترفہ اور سرسبزی کو بھی آیت بتلایا

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسَاكِينِهِمْ آيَةٌ﴾ [سبا: 15] ”سبا والوں کو اپنے وطن میں نشانی تھی۔“

فرعون کی مردہ لاش کو بھی جو عبرت بخش عالم ہے۔ آیت بتلایا:

﴿لَنُكُونَنَّ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً﴾ [یونس: 92]

”تا کہ تو پچھلے آنے والوں کی نشانی بنے۔ اس لیے تیرا لاشہ باہر پھینکا جائے گا“

سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو بھی آیت بتلایا:

﴿هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ﴾ [الاعراف: 73] ”یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے۔“

یہی لفظ اللہ تعالیٰ نے عصائے موسیٰ علیہ السلام اور ید موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی جب کہ ان کا شعبان اور بیضا ہو جانے کا امتحان کرا دیا

گیا، فرمایا:

مادہ پرست پہلی آیت کو سن کر ان اشیاء مادی کا آیت یا نشان ہونا قابل توجہ بھی نہ خیال کریں گے، لیکن اگر ان واقعات کے

مقابلہ میں کوئی ایسا واقعہ جس میں ذرا سی ندرت ہو، بیان کیا جائے تو جھٹ اس کا انکار کر بیٹھیں گے اور اسے خرق عادت قرار دیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ ہر ایک وہ واقعہ جسے بزبان عوام معجزہ کہا جاتا ہے فی الواقع آیت ہے جیسا کہ یہ واقعات بھی آیات ہیں جن کو

فہم کی نارسائی یا عدم تدبر سے آیت نہیں سمجھا گیا۔

ذرا غور کرو کیا کشتی نوح آیت الہی نہیں۔ غور سے معلوم ہوگا کہ وہ ضرور آیت ہے۔ ایک ایسے طوفان میں جس نے طوفان

زدہ رقبہ کے پہاڑوں کو بھی چھپا لیا ہو ایک معمولی کشتی کا بچ رہنا اس کی ساریوں کا جاتیر ہونا جیسا کہ قبل ازیں ان کو یقین دلایا گیا تھا

حقیقت آیت ہے۔

کیا شب و روز کا وجود آیت نہیں؟ رات، اس کی تاریکی، اس کی دہشت، اس کا سکون، رات کو چرند و پرند انسان و حیوان کا طبعاً

استراحت پذیر ہو جانا کیا قدرت کا بڑا نشان نہیں؟ دن اس کی روشنی، اس کی جلیق اس کے اشغال، زندگی کی ہنگامہ آرائیاں، ہر جامد ارشے

کا اپنے اپنے مساکن سے نکلنا، طلب روزی وغیرہ کا انہماک کیا قدرت کا نشان نہیں؟

کیا انسان کا منی سے مخلوق ہونا آیت قدرت نہیں، انسان اپنے لیے ہر ایک چیز منی سے بناتا ہے یا ہر ایک چیز منی سے پاتا

ہے۔ معدنیات، فلزات، جواہرات، اینٹ، پتھر، سیم و زر، گھاس پات، رزق و فواکہ مکان و ایوان سب کچھ منی ہی کے ہیں۔ اگر انسان خود منی

کا نہ ہوتا تو منی میں اس کے اتنے حقوق بھی نہ ہوتے۔

کیا بجلی کی چمک آیت نہیں؟ دن صاف نکھر اہوا ہے، ہوا انکی ہوئی ہے، اتنے ہی میں کون سی طاقت ہے جو چلتی ہوئی ہوا کو بند کر

دیتی ہے؟ سمت مقابل سے دوسری ہوا آتی ہے۔ وہ بادل کو ساتھ ساتھ لاتی ہے۔ بادل سورج کو چھپا لیتے ہیں۔ آبادی پر چھا جاتے ہیں

نکراتے ہیں، غراتے ہیں، گویا میسوں شیریں جو جنگل میں منگل بنا رہے ہیں۔ انسان کے بچے سہم رہے ہیں، دہل گئے ہیں، لوگ کاروبار

کو مختصر کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانے کی کوشش کرتے ہیں کہ بجلی بھی کوند نے لگتی ہے، وہ چمکتی ہے تو سیکنڈوں کوں تک روشنی پھیل

جاتی ہے۔ مسافر ڈرتا ہے اور زمین دار بے اختیار خوشی سے ہنس رہا ہے کہ اب خوب بر سے گا۔ غلہ آئے گا، قحط ٹوٹے گا، قرض ادا ہوگا، بیٹے

بنی کا فرض بھی اتنا رسکوں گا۔

ایک ہی چیز ہے جس نے خوف و طمع کے مختلف تاثرات پیدا کر دیے۔ اب وہی بجلی ہے جو ٹیلی گراف (Telegraph) میں کام کرتی ہے جو لاسکی اخبار کے لیے تجربہ میں آ چکی ہے۔ وہی بجلی ہے جس نے روٹن بن کر گوشت کے نیچے چھپے ہوئے اعصاب اور استخوان کو آنکھ کے سامنے کر دیا ہے۔ ابھی معلوم نہیں کہ یہ کیا کیا نشان دکھلائے گی اور کن کن علوم میں ”آیت“ بن کر درخشاں ہوگی۔

کیا اس زمین کا قیام آیت نہیں؟ اگر زمین کی حقیقت یہی ہے کہ وہ سورج میں سے ٹوٹا ہوا ایک ٹکڑا ہے تو اس کا یہ عہد ماضی سورج ہی کا جزو اور جزو ہو کر گرم و درخشاں ہونا ضرور ایک نشان تھا اور پھر اس گرمی سے درخشندگی سے قطعی جدا ہو کر ایک اور صورت میں جلوہ گر ہو جانا ضرور دوسرا نشان ہے۔ کیا یہ نشان لاشی سے سانپ اور سانپ سے لاشی کے نشان سے کم ہے۔

کیا عالم بالا کا وجود اور اس وجود کا قیام آیت نہیں۔ ہزاروں ہزار ثابت و سیار کا مقررہ دور، مقررہ انضباط کے ساتھ چلنا پھرنا، موسموں کا تغیر اور لیل و نہار کا انقلاب ظہور میں آنا کیا آیت نہیں؟

ہاں! قدرت الہیہ کی ہر شے آیت ہے اور جب عوام کے اذہان افہام اسے آیت سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو انبیائے کرام کے بیان سے ان کا آیت ہونا مسلم ہو جاتا ہے۔

مجھے ان سب معجزات کے تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں، جن کا ثبوت قطعی ہوا اگرچہ کسی سائنس دان کا فہم اس کی علت و اسباب کے سمجھنے میں عاجز بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات (غیر مادی) میں جس قدر خواص پیدا کیے ہیں۔ ان سب کا احاطہ نہ انسان سے ہو سکتا ہے اور نہ کبھی کسی انسان نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں پر اسرار کائنات کا انکشاف کر دیتا ہے، وہ کیسی دوی تدبیر جو قلت کو کثرت سے بدل دے یا ہوا کو پانی بنا دے، ان کے علم و تجربہ میں ہوتی ہیں۔ نیز ان کا علم، تجربہ اور تدبیر اہل دنیا کی طرح آلات یا مشق یا تدبیری معلومات کا منت پذیر نہیں ہوتا۔

ہم یہ سب باتیں معجزات انبیاء کو قریب بہ فہم کے لیے کہہ رہے ہیں، لیکن ایمان کی بات یہ ہے کہ کُنْ فَيَكُونُ ارشاد کرنے والے کی طاقت اور قدرت انبیاء اللہ کی تائید و نصرت میں ہوتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی مقدس ہستی کا برگزیدہ بارگاہ ربانی کا ہونا عوام پر ثابت کر دے تب اسی طاقت و قدرت کو انبیاء اللہ کے توسط سے ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اسی کو آیات الہی کہتے ہیں اور اسی کو معجزات۔ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے جو معجزات بروایات صحیحہ ثابت ہیں ان کا شمار بہت زیادہ ہے اور ہر ایک نبی کے معجزات سے ان کی تعداد بھی افزوں ہے اور قدرت میں بھی ان کا شان اعلیٰ ہے۔

ذیل میں چند معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کی ترقی ایمان کا موجب ہو اور نبی کریم ﷺ کی عظمت اور عظمت کے ساتھ محبت بھی زیادہ دل نشین ہو جائے۔

میرا ارادہ معجزات پر ایک جداگانہ کتاب لکھنے کا ہے۔ اس وقت مختلف عنوانات کے تحت مختصر واقعات لکھ دینا کافی ہیں۔

نَبْعُ الْمَاءِ..... پانی کا معجزہ

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ نَضِيبًا ۚ﴾
 ”جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی سیرابی کے لیے دعا کی تو ہم نے کہا کہ پتھر کو اپنا عصا مارو۔ تب پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔“ [البقرہ: 60]

سورہ اعراف رکوع 20 میں بھی یہی مذکور ہے۔ فرق یہ ہے کہ سورہ اعراف میں ﴿فَاسْبِغْ سِتَّ﴾ ہے اور بقرہ میں ﴿فَانْفَجَرَتْ﴾ ہے۔ لفظ انجاس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانی پہلے تھوڑا تھوڑا نکلنے لگا تھا اور لفظ انجاس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پھر پانی خوب بہہ نکلا تھا۔

آیات بالا سے یہ مستفیض ہے کہ جب پانی کا فقدان ہو اور ساتھ کی تمام جماعت پانی نہ ملنے کی وجہ سے زندگی اور آرام سے مایوس ہو جائے تب لوگ نبی اللہ کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں اور اس وقت نبی اللہ کی دعا اور برکت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پانی مل جایا کرتا ہے۔

توراة کی کتاب الخروج کے ملاحظہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ بیابان سور میں تین دن تک سفر کرنے کے بعد رونما ہوا تھا۔ 15/21 خروج۔ کتاب مذکور میں 12 چشموں کا عصائے موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے برآمد ہونا نہیں بتلایا گیا بلکہ ظاہر کیا ہے کہ مقام ایلیم میں ان کو وہ جگہ مل گئی جہاں پانی کے بارہ (12) چشمے اور سبز درخت کجور کے تھے۔ خروج۔

اہل اسلام میں جو لوگ معجزات کی تاویلات کرنے میں مشاق ہیں انھوں نے معجزہ موسوی میں تاویل اس طرح کر دی کہ پہاڑ میں سے پانی کا رستا، بہنا ایک معمولی امر ہے۔ کسی چشمہ کا اور سوت کا بیرونی رکاوٹوں سے بند ہو جانا بھی ایک معمولی بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے اس پتھر ملی زمین میں دبے ہوئے چشموں کا نشان نکال دیا۔ چشموں کو عصا سے پھر نکال لیا گیا اور چشمے بہنے لگے۔

یہ تاویل خواہ الفاظ قرآنی سے کتنی ہی بعید کیوں نہ ہو مگر نفی معجزہ پھر بھی نہیں ہوتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم سے ہدایت ملنا اور موسیٰ علیہ السلام کے فعل سے برکت کا ظاہر ہونا پھر بھی مسلمہ رہتا ہے۔

اب عہد سرور کائنات ﷺ کی فضیلت بھی آشکار ہو جائے، پتھر ملی زمین کی جگہ اب گوشت پوست میں سے پانی کے نکلنے کا عجیب ترین معجزہ ظہور میں آتا ہے

واضح ہو کہ فوران ماء و فیضان آب کے واقعے نبی ﷺ کی ذات اقدس سے بار بار اور مختلف اسلوب سے ظہور میں آئے ہیں۔ احادیث کے تتبع سے واقعات کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

محرم 7ھ

① جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں بصراحت مذکور ہے کہ ہم غزوہ ذات الرقاع اور وادی الفح میں تھے کہ نبی ﷺ نے وضو کے لیے پانی

طلب فرمایا۔ جابر ڈھونڈ آئے۔ لشکر میں ایک قطرہ پانی نہ ملا۔ پھر حضور ﷺ کے حکم سے جابر رضی اللہ عنہ اس انصاری کے پاس پہنچے جو حضور ﷺ کے پینے کا پانی رکھا کرتے تھے۔ وہاں بھی دیکھا تو ایک پرانی مشک (شُب) کے وہانہ پر ایک قطرہ آب نظر آیا اور پس حکم دیا وہی لے آؤ۔ پھر کٹھ کا کٹہرہ منگایا گیا۔ نبی ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ انگلیاں پھیلا کر رکھ دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے حکم کے مطابق بسم اللہ کہہ کر وہ قطرہ آب اس بحر سخا کے دست مبارک پر ڈال دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کی عینی شہادت ہے کہ سب انگلیوں میں سے پانی فوارہ وار نکلا۔ پانی نے لکڑی کے کٹہرے کو بھی چکروں سے گھومتا دیا۔ سب کو بلایا گیا اور سب نے سیرابی حاصل کی۔ جب حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا لیا تب بھی وہ کٹہرہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔ (1)

رحمۃ للعالمین جلد دوم کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا کہ اس غزوہ میں چار سو غازی ہر کا ب مصطفوی ﷺ تھے۔

ذی قعدہ 6ھ

(2) صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ الشہید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی ﷺ نے وضو کیا۔ پانی ایک رکوہ (کوزہ) میں تھا۔ مسلمان اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ نبی ﷺ نے پوچھا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ پانی نہ وضو کے لیے ہے نہ پینے کے لیے۔ پس یہی کوزہ آب ہے جو حضور ﷺ کے سامنے رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے اسی کوزہ میں ہاتھ رکھ دیا۔ تب پانی حضور ﷺ کی انگلیوں میں سے پھوٹ پڑا اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔ سب نے وضو بھی کر لیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے سالم ابن ابی جعد کے سوال پر بتلایا کہ اس وقت ہم پندرہ سو (1500) تھے۔ یہ بھی کہا کہ اگر ایک لاکھ (100000) بھی ہوتے تب بھی وہ پانی سب کو کفایت کر جاتا۔ (3)

(3) مقام حدیبیہ ہی کا دوسرا واقعہ بھی جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے جو صحیح بخاری میں موجود ہے۔ چونکہ حدیبیہ میں نبی ﷺ کا قیام ایک ہفتہ تک رہا تھا اس لیے جمع بین الاحادیث کے قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ اول پہلے روز کا ہے۔ اس کے بعد پانی کی پھر ضرورت لاحق ہوئی۔ تب نبی ﷺ اس چاہ پر تشریف لے گئے جس کا نام حدیبیہ تھا اور یہ مقام اسی چاہ کے نام سے معروف تھا۔ چاہ کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ بخاری کی روایت بالا میں ہے: فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَفِيرِ الْبُئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمُحَّ فِي الْبُئْرِ فَمَكَّفْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ اسْتَقْبَلْنَا۔ یعنی نبی ﷺ چاہ کی منڈیر پر آ بیٹھے پانی منگایا، کلی کی اور چاہ میں ڈال دی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم چاہ سے پانی لینے لگے اور سیراب ہوئے۔ (4)

ڈیڑھ ہزار (1500) کے لشکر کے لیے یہ مستقل انتظام تھا۔ امام بخاری نے اس واقعہ کو براہِ علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ثُمَّ إِنَّهَا أَصْدَرْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِجَالُنَا۔ (5)

امام احمد رحمہ اللہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ چاہ کا پانی اٹل پڑا۔ ہم سے آخری شخص چادر لے کر بھاگا کہ کہیں ڈوب نہ جائے اور پھر یہ پانی بہہ نکلا۔ (6)



(1) مسلم: 1203/74 (2) بخاری: 169,3575 (3) بخاری: 4151,4150,3577 (4) بخاری: 4151,4150,3577

(5) مسند احمد: 18148,18111 نزاد احمد السعد: 3508، مجمع الزوائد: 14105

④ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے (معارض النبوة میں اسے سفر تبوک بتایا گیا ہے) صبح کی نماز دن چڑھے پڑھی گئی کیوں کہ سب سوتے رہ گئے تھے۔ مجھے نبی ﷺ نے آگے آگے چلنے کا حکم دیا ہم کو سخت پیاس لگی۔ راہ چلتے ہوئے ہم کو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی کے دو مشکیزے تھے اس سے معلوم ہوا کہ پانی اس گاؤں سے ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے۔ صحابہ اس عورت کو نبی ﷺ کے پاس لے گئے۔ وہاں عورت نے یہ بھی کہا کہ وہ قیموں کی ماں ہے۔ نبی ﷺ نے اس کے مشکیزوں کو ہاتھ سے چھو دیا۔ فمسح عزلا وبن پانی بہ نکلا۔ چالیس (40) صحابہ نے جو سخت پیاس تھے سیر ہو کر پانی پی لیا اور مشک مشکیزے جتنے ساتھ تھے وہ بھی بھر لیے۔ اونٹوں کو وہ پانی نہیں پلایا۔ عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت وہ مشکیزے پانی سے ایسے بھرے دیکھے جاتے تھے گویا اب پھوٹ پڑیں گے۔ وَهِيَ تَكَادُ تَنْفُضُ مِنَ الْمَاءِ۔

اس عورت نے گھر جا کر لوگوں سے کہا کہ میں سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی ہوں یا اسے نبی کہنا چاہیے، جیسا کہ اس کے ساتھیوں کا یقین ہے۔

اس عورت کی اس اطلاع پر یہ دور افتادہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور وہ بھی اسلام لے آئے۔ ⑤

عجب معجزہ ہے کہ دیکھنے والی اس وقت غیر مسلمہ ہے اور حضور ﷺ کا ذکر اَمْحُورُ النَّاسِ کے لفظ کے ساتھ کرتی ہے مگر سننے والی قوم فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتی ہے کہ حرم میں یہ طاقت کہاں کہ پیاس سے سیر بھی ہو جائیں اور مشک مشکیزے بھی پر کر لیں۔

سحر تو صرف نظر بندی کا نام ہے۔ ساحر قوت مسمریزم (Mysmerism) سے ناظرین کی قوت متخلیہ پر اور نظر پراثر ڈالتا ہے اور ایسا معمول کسی شے کو اس کی حقیقت کے خلاف کچھ اور شے سمجھنے اور دیکھنے لگ جاتا ہے۔ یہ تغیر صرف دیکھنے والے معمول کی نگاہ اور تخیل پر ہوتا ہے ورنہ وہ شے جوں کی توں اپنی اصلیت پر موجود ہوتی ہے۔ سحر کی قریب تر مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص ایک رسی کو اندھیرے میں سانپ سمجھ لیتا ہے اور اپنی سمجھ کی وجہ سے اس پر آغا خوف و ہراس وغیرہ ویسے ہی طاری ہو جاتے ہیں جیسے اصل سانپ کی موجودگی سے ہوتے۔ حالانکہ وہ رسی ہی ہوتی ہے اور اس ڈر پوک پر وہ بذات خود کسی طرح متحرک نہیں ہوتی۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں حقیقت اصل یہ ہوتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو نبی کو ساحر سے بلند و ارفع و اعلیٰ اور پاک و برتر ثابت کرتی ہے۔

قرآن مجید میں ساحر ان موسیٰ کا قصہ موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے فن میں کمال رکھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَاءُ وَيَسْحَرُ عَظِيمٌ﴾ [الاعراف: 116] اب یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سحر عظیم کیا تھا؟

﴿فَإِذَا جَاءَهُمْ وَعَصِيهِمْ يُخَيِّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى﴾ [طہ: 66]

”ان کی رسیاں اور ان کی لاثھیاں ان کے سحر کی وجہ سے دوڑتی ہوئی خیال کی جاتی تھیں۔“

ساحروں کی اس نمائش کا نتیجہ کیا ہوا ﴿وَاسْتَرْهَبُوهُمْ﴾ [الاعراف: 116] ”لوگوں کو ڈرا دیا۔“ بس ساحروں کی سب سے

⑤ یہ قوم خزاعہ سے ہیں اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں، سحر میں مسلمان ہوئے اور 8 5ھ میں بمقام ہجرہ وقات پائی۔ ⑥ بخاری: 344-3571

بڑی کائنات یہی تھی کہ لوگوں کو یہ تماشا دکھا کر ڈرا دیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے وہ اپنا عصا پھینک دیتے ہیں۔ وہ اثر دہا بن جاتا ہے اور جادو گروں کی سب لاشیاں اور رسیوں کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ اگر معجزہ موسیٰ کی حقیقت صرف اتنی ہی ہوتی کہ وہ عصا صرف ساحروں کی نگاہ میں اثر دہا نظر آنے لگ جاتا ہے تو ساحروں کے دلوں پر بھی اتنا ہی اثر ہوتا ہے جتنا فرعون کے دل پر ہوا تھا یعنی: اِنَّهُ لَكَيْسٌ مُّكْمٌ (یہ تمہارا بڑا گروہ ہے) مگر ساحر تو فوراً سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کام ان رسیوں اور لاشیوں کو ہڑپ کر جانے کا تھا اور صرف قتل ہی نہ تھا بلکہ حقیقتاً تھا اور بہترین صداقت رکھتا تھا۔ اسی اصلیت پر قافز ہو جانے کے بعد وہ ساحر لوگ جھٹ سحر سے تاب ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا۔ وہ انکشاف حقیقت کے بعد فرعون کی پھانسی سے ڈرے اور نہ دست و پا کی قطع و برید کا عذاب ان کو اسلام سے مرتد کر سکا۔ رحمت الہیہ کو دیکھیے کہ یہ ساحر میدان مقابلہ میں آئے تھے۔ اس وقت بارگاہ روحانیت کے مقہور و مخدول تھے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد آستان رحمانیت کے منظور و مقبول بن گئے تھے۔ یہی حال اس عورت اور اس کے قبیلہ کا ہوا جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے۔ حدیث بالا کو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں نے روایت کیا ہے ہم نے بخاری کے الفاظ کو یہاں لیا ہے۔

تبعی کی روایت میں اس قدر اور مترادف ہے کہ راویان حدیث کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ اس طرف کو جاؤ۔ تمہیں ایک ایسی عورت ملے گی۔ اندریں صورت یہ روایت نہ صرف ایک معجزہ پر بلکہ ایک اور پیش گوئی پر بھی (جو اقسام معجزہ سے ہے) مشتمل ہے۔

⑤ صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نماز کا وقت آ گیا۔ جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ گھروں میں جا کر وضو کر آئے، جو باقی رہ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پھر کے پیالہ میں پانی لایا گیا، وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا ہاتھ نہ پھیل سکتا تھا۔ اسی پانی سے 80 سے زیادہ لوگوں نے وضو کیا۔ ①

② تبعی کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالہ میں اپنی چار انگلیاں ڈالی تھیں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ انگلیوں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ یہ واقعہ مقام بکا کا ہے۔ ②

③ صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت مقام زوراء کی بابت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میں ہاتھ رکھ دیا اور پینچ مبارک سے پانی بہہ نکلا۔ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں کی تعداد تین سو (300) کس تھی۔ ③

⑥ صحیح بخاری میں ایک روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی ایسی ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں ہاتھ رکھ دیا اور پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے پھوٹ نکلا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے فرمایا: حَسْبُ عَلَيَّ الطَّهُورُ الْمُبَارِكُ وَالْبُرْكَهُ مِنَ اللَّهِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پانی سے سب ہی نے وضو کر لیا تھا۔ ④

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو طہور و مبارک فرمایا ہے۔ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ برکت و عزت میں آب زمزم سے بڑھ کر وہ پانی تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے نکلا تھا۔ ایسے ہی واقعات اور بھی ہیں اور روایات کی خصوصیتوں پر غور کرنے سے واضح

ہو جاتا ہے کہ انگشتان مبارک سے پانی پھوٹ پڑنے کے واقعات بار بار ہوئے بہ کثرت ہوئے۔ بے شک عرب جیسے گرم اور خشک ملک میں اور غزوات کے سفر ہائے طول و طویل میں اگر یہ معجزہ نہ ہوتا تو اس بے سروسامانی کی حالت میں جو بعد نبوی ﷺ اسلامی لشکروں میں پائی جاتی تھی ضرورتاً کہ مجاہدین ہلاک ہو گئے ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس معجزہ کی مثال عہد موسوی میں نزول من اور حصول سلوی کی صورت میں پائی جاتی ہے، لیکن پھر بھی معجزہ نبوی ﷺ کا درجہ عہد موسوی کے معجزات سے اسی قدر زیادہ بڑھا ہوا ہے جس قدر بقائے حیات میں پانی درجہ طعام پر فائق ہے۔

میں یہ بھی عرض کروں گا کہ نبی ﷺ کے اس معجزہ اور اس خصوصیت لاثانی کی خبر پر بھی انبیائے پیشین کے مبارک کلام میں دے دی گئی تھی۔

یسعیاہ میں ہے:

”خداوند خشک بیابانوں میں پانی کے چشمے بہائے گا۔“

ہم کو ان الفاظ کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فی الواقع ان خشک میدانوں میں جہاں پینے کو پانی نہ ملتا تھا نبع السماء کے معجزات متواترہ نے چشمے جاری کر کے دکھلا دیے تھے، واللہ الحمد۔

دودھ کی برکت

پانی کے بعد جس شے کا درجہ ہے وہ دودھ ہے۔ شب معراج کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے دودھ اور شراب کے پیالے آسمان پر پیش کیے گئے اور حضور ﷺ نے ان میں سے دودھ کو پسند فرمایا اور جبریل امین علیہ السلام نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا: اخْشَرْتُ الْفِطْرَةَ حضور ﷺ نے فطرت کو پسند کیا۔ اسی لیے اسلام کو بھی دودھ کے ساتھ تشبیہ دی جایا کرتی ہے۔^[1] انسان کا ہر ایک بچہ دودھ سے پلا ہے مگر ایک بچہ بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کی رضاعت شراب سے ہو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دودھ فطرت انسانی کا راز دار ہے۔

داعی ایمان و ہادی اسلام ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم پاک کے دودھ سے بھی پرورش کیا اور ان کے لب و کام کو معجزانہ دودھ سے بھی ذوق آشنا بنایا۔ ایسے واقعات بہت ہیں۔

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب باندھا ہے کہ نبی ﷺ اور حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی گزران کا کیا حال تھا؟ اس باب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے۔ جو معجزات نبوی ﷺ کی بھی مظہر ہے اور یہ حقیقت بھی ظاہر کرتی ہے کہ سرور کائنات و فخر موجودات ﷺ کی حیات طیبہ اس دنیا میں کیسی زاہدانه تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کے مارے کبھی ایسا ہوتا کہ جگر کو تھام کر زمین پر گر جاتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں سرراہ آ بیٹھا جہاں سے لوگ آیا جایا کرتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور میں نے ان سے قرآن پاک کی ایک آیت کی بابت دریافت کیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا بھی دیں گے۔ وہ یونہی چلے گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ ان سے بھی ایک آیت کا مطلب پوچھا غرض وہی تھی کہ کچھ کھانے کو دیں گے۔ وہ بھی یونہی چلے گئے۔ اتنے میں ابوالقاسم رضی اللہ عنہ تشریف

لائے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ میرے جی کی بات سمجھ گئے۔ میرے چہرہ کو ٹاڑ لیا، ارشاد فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ چلے آؤ۔ میں پیچھے پیچھے ہولیا۔ حضور ﷺ گھر میں گئے۔ وہاں حضور ﷺ نے پیالہ میں دودھ دیکھا۔ گھر والوں نے حضور ﷺ کو اس شخص کا نام بتلایا جس نے دودھ کا یہ ہدیہ بھیجا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جاؤ، اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ وہ لوگ ہوتے تھے جن کا کوئی گھربار نہ ہوتا تھا۔ جن کو کسی شخص کا کوئی سہارا نہ ہوتا یہ اَصْفَاءُ الْاِسْلَام (اسلام کے مہمان) ہوتے۔ نبی ﷺ کی سیرت پاک یہ تھی کہ کوئی صدقہ آتا تو سب کا سب ان کو دے دیتے تھے اور ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرما لیتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھا اہل صفہ میں اس دودھ کی حقیقت کیا ہوگی۔ اگر مجھے ہی مل جاتا مجھ میں کچھ سکت آ جاتی۔ اب دیکھیے اس میں کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ یہی حالات تھے اور اطاعت اللہ اور رسول کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ میں سب کو بلا لایا۔ آ کر بیٹھ گئے۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ پیالہ لو اور سب کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ لے لیا۔ ہر ایک کو دیتا جاتا تھا۔ جب ایک شخص پی پی کر سیراب ہو جاتا تب دوسرے کو وہی پیالہ دیتا تھا۔ اسی طرح سب سیر ہو گئے، تو میں نے آخر میں نبی ﷺ کے سامنے پیالہ پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے لے کر اسے دست مبارک پر رکھ لیا۔ مجھے دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اب تو میں رہ گیا یا تو رہ گیا۔ میں نے کہا حضور ﷺ سچ ہے۔ فرمایا اچھا اب تو پی لے۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پی لیا فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا پھر حضور ﷺ یہی فرماتے رہے: پیو، پیو۔ آخر میں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب تو گنجائش بالکل نہیں رہی۔ فرمایا لاؤ۔ پیالہ میں نے پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے اللہ کا شکر کیا۔ بسم اللہ پڑھی اور پیالہ ختم کر دیا۔ ①

یہ حدیث تو ایک ہے لیکن آیات و علامات نبوت کی اتنی جامع ہے کہ دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں۔

① سرور عالم و عالمیان ﷺ کا گھر ہے اور اس میں جسمانی غذائے نام و نشان کو بھی نہیں۔

② کسی نے ہدیہ کچھ بھیجا بھی ہے تو دودھ کا ایک پیالہ۔

پیالہ کتنا بڑا تھا؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ صرف ایک آدی کے پی لینے کا۔

③ نبی ﷺ اتنی سی خوراک پر ان سب کو بلا لیتے تھے جو گھربار کو تھج کر جو اہل و عیال کو چھوڑ کر جو مال و منال سے منہ موڑ کر دیستان نبوت میں پہنچ گئے تھے۔

یہ حالات و اخلاق محمدی ﷺ کے مظہر ہیں۔

④ اب آیات نبوت ملاحظہ ہوں کہ ایک شخص نے سیر ہو کر دودھ پیا اور پیالہ بھرا کا بھرا رہ گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک پیا کہ حلف کرنا پڑا کہ اب گنجائش ہی نہیں رہی۔

⑤ کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔ لاکھ (100000) ہوتے تو کیا اور دس لاکھ (1000000) ہوتے تو کیا۔ سب ہی اس سے سیراب ہو سکتے تھے۔ اس پیالہ کو ختم کرنے کی طاقت بھی اسی میں تھی جس کی برکت و یمن سے وہ چیز سب کے لیے کفایت کر گئی تھی۔

⑥ حدیث پر مکرر غور کرو کہ پیالہ ہاتھ میں لے کر اللہ کی حمد کی۔ یہی وہ چیز ہے جو تعلیم نبوت ﷺ کی روح رواں ہے۔

﴿7﴾ ممکن ہے کہ کوئی غیر نبی ایسے عجوبہ کو دیکھ کر اپنی بڑائی کا خیال کر بیٹھے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص اسے ذاتی کمالات میں شمار کرنے لگے مگر اللہ کا نبی ہر وقت اپنے مالک و قادر کو یاد کیا کرتا اور جملہ عطیات کو اسی کی جانب سے قرار دیا کرتا تھا جس کی ربوبیت اس شکل میں جلوہ گر ہوتی تھی۔

﴿2﴾ سفر ہجرت میں نبی ﷺ کا گزر رام معبد عاتکہ بنت خالد بن خلید خزاعیہ کے خیمہ پر ہوا۔ یہ عورت عمر رسیدہ تھی اور خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتی۔ آئے گئے کو پانی پلاتی۔ کھجوریں وغیرہ فروخت کر لیا کرتی تھی۔ اس وقت نبی ﷺ کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے جو حضور ﷺ کے ساتھ کچلی نشست پر سوار تھے۔ دوسری سواری پر عامر بن فہرہ رضی اللہ عنہ تھے ﴿1﴾ یا ابن اریطہ رضی اللہ عنہ تھا۔ جو اس راہ کا واقف تھا اور اسے اجرت پر ساتھ لے لیا گیا تھا۔ یہ مبارک قافلہ اس خیمہ پر سستانے، آرام لینے کے لیے ٹھہر گیا۔ بڑھیا سے پوچھا گیا کہ اس کے پاس کچھ کھانے پینے کو بھی ہے۔ وہ بولی نہیں۔ اگر کچھ ہوتا تو میں خود پیش کر دیتی۔ (ان ایام میں قحط بھی سخت پڑا ہوا تھا)

ام معبد کے بھائی جیش بن خالد (قتیل البطحا) ﴿2﴾ کا بیان ہے کہ خیمہ میں ایک دہلی کمزور بکری کھڑی تھی۔ نبی ﷺ نے اس بکری کی بابت پوچھا۔ ام معبد نے جواب دیا کہ یہ کمزور بہت ہے۔ ربوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اس لیے یہاں رہ گئی۔ نبی ﷺ نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم اسے دھولیں۔ وہ بولی اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو دھو لیجیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ایک بڑا برتن لاؤ۔ پھر بسم اللہ کہہ کر بکری سے دودھ نکالنا شروع کیا۔ برتن بھر گیا تو سب کو پلایا۔ دوبارہ دودھ نکالا، برتن بھر گیا تو دوبارہ پھر سب کو پلایا گیا۔ آخر نبی ﷺ نے پیا۔ سہ بارہ دودھ نکالا اور گھروالوں کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ ﴿3﴾

آیت نبوت نے دودھ پلایا اور خلق محمدی ﷺ نے بھی اپنا معجزہ دکھلایا کہ رفتائے راہ کو حضور ﷺ پہلے سیراب فرماتے ہیں اور خود سب کے بعد نوش جان فرماتے ہیں اور اہل خانہ کے لیے کافی ذخیرہ چھوڑتے ہیں۔

تکثیر طعام

تکثیر طعام سے مراد وہ معجزہ ہے کہ تھوڑا سا طعام بہت کے لیے کافی ہو جائے۔ انجیل کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معجزہ کا ظہور مسیح علیہ السلام سے بھی ہوا۔ انھوں نے چار (4) روٹیوں اور تین (3) مچھلیوں سے بہت بڑی جماعت کو سیر کیا۔

نبی ﷺ کی آیات نبوت میں بھی ایسے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں بکثرت ہے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعہ خندق کے ایام میں میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے پیٹ کو باندھ رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے بھوک کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اسی حالت میں حضور ﷺ اہل صفہ کو سورہ نساء کی تعلیم دے رہے تھے۔

﴿1﴾ انس رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (شوہر والدہ) کو بتلایا۔ انھوں نے کچھ مزدوری کی اور جو حاصل کیے۔ ان کی والدہ نے ادھ سیر جو پیش لیے۔

﴿1﴾ یہ غلام تھے۔ اسلام لے آئے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید اور آزاد کر دیا تھا۔ 4ھ کو واقعہ بدر معونہ میں شہید ہوئے ان کی لاش نہیں ملی۔
 ﴿2﴾ حج مکہ کے دن یہ جیش اور کرز بن جابر فہری شہید ہوئے تھے۔ اس لیے ان دونوں کو قتیل البطحا کہتے تھے۔ ﴿3﴾ سیر اعلام النبلاء، 168/1، السیرۃ لابن کثیر، 258/2، مستدرک، 1129/3، دلائل النبوة للبیہقی، 2372-228/1، الانساب، 4982-495/4، الخصائص الکبریٰ للسیوطی، 188/1، السیرۃ لابن ہشام، 225/2، طبقات ابن سعد، 330/1، الانساب الاشراف، 262/1، و صحیحہ البیہقی و ابن عبد البر وابن شاہین وابن السکین والطبرانی وغیرہم (زرقاتی جلد 1 ص 340)

روٹی پکانی کہ نبی ﷺ اکیلے تشریف لے آئیں تو بخوبی سیر ہو سکتے ہیں۔ ایک آدھ کوئی ساتھ آگیا تب بھی کفایت سے کام چل جائے گا۔ انس رضی اللہ عنہ کو ماں باپ نے بھیجا۔ اچھی طرح سمجھا دیا کہ لوگوں کے سامنے کچھ نہ کہنا۔ جب حضور ﷺ اٹھ کر اندر گھر میں جانے لگیں تب عرض کر دینا کہ ہمارے ہاں تشریف لے چلے۔

انس رضی اللہ عنہ پہنچے تو نبی ﷺ انبؤہ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا تجھے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے۔ عرض کی ہاں۔ فرمایا کھانے کے لیے۔ عرض کی ہاں، نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو! چلو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ انس رضی اللہ عنہ نے لپک کر باپ کو اطلاع دی۔ اس نے بیوی سے کہا کہ ام سلیم! رسول اللہ ﷺ تو پوری جماعت کے ساتھ آرہے ہیں۔

یہ خاتون بلند پایا سمجھ گئی کہ کیا ہوگا۔ بولی: اللہ و رَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔ نبی ﷺ کو ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر بتلا بھی دیا کہ ایک نکلیا موجود ہے۔ حضور ﷺ نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ (علہ) گھی کی کچی لے آؤ۔ کچی سے چند قطرے گھی کے نکلے۔ نبی ﷺ نے انگشت مبارک سے روٹی چڑ دی۔ روٹی پھولنے لگی۔ برتن سے اونچی ہو گئی۔ نبی ﷺ نے مردانہ مکان کھلوا دیا۔ روٹی رکھ دی اور زبان سے فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ فِيْهَا الْبُرْكَهٗ دَسْ دَسْ آدی روٹی پر بیٹھتے جاتے اور سیر ہو کر اٹھتے جاتے تھے۔ اسی طرح اسی (80) شخصوں نے اس روز کھانا کھایا۔ (3)

(2) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد عزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور بھاری قرض چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجور کی فصل آئی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ چلیں تاکہ قرض خواہ حضور ﷺ کو دیکھ کر مجھ سے رعایت کریں۔ فرمایا تم چلو۔ ہر قسم کی کھجوروں کی ڈھیریاں الگ الگ رکادو۔ میں نے تعمیل کر دی۔ اتنے میں سرور عالم ﷺ آ گئے۔ حضور ﷺ نے بڑے ڈھیر کو تین بار پھر کر دیکھا اور بعد ازاں وہیں بیٹھ گئے۔ فرمایا قرض خواہوں کو بلاؤ۔ وہ آ گئے تو ہر ایک کو ناپ ناپ کر حضور ﷺ نے کھجوریں دینی شروع کیں حتیٰ کہ سب قرض دار پیٹ گئے اور وہ ڈھیر مجھے جوں کا توں نظر آتا تھا۔ گویا ایک دانہ بھی اس میں سے کم نہیں ہوا۔

میں تو اتنے ہی پر خوش تھا کہ ساری پیداوار قرض خواہ لے لیں اور مجھے گھر لے جانے کو ایک کھجور بھی نہ ملے۔ (4)

(3) صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب قرض داروں کو چکا دینے کے بعد پھر ایک یہودی بھی آ گیا۔ اس کا قرض 30 وبق کھجور کا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو ڈھیریاں باقی ہیں انھیں یہودی لے لے۔ یہودی نے انکار کر دیا۔ نبی ﷺ ایک بار ان ڈھیروں میں سے گزر گئے پھر حکم دیا کہ یہودی کو ناپ کر دو۔ چنانچہ اس کے 30 وبق پورے ہو گئے اور 17 وبق ابھی اور بھی باقی رہ گئے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور ڈھیروں میں سے ہو کر نکلے تھے تب ہی سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں برکت ڈال دے گا۔ (5)

(4) صحیح مسلم میں ہے کہ ام مالک کے گھر ایک کچی گھی کی تھی۔ وہ اس میں سے نبی ﷺ کے لیے گھی نکال نکال کر بھیجا کرتی تھی۔ اس کے بچے جب سائیں مانگتے اور سائیں نہ ہوتا تو اس کچی میں سے گھی نکال کر ان کو دیا کرتی۔ تو یہی طریقہ جاری رہا۔ ایک روز ام مالک نے اس کچی کو نچوڑ لیا۔ بعد ازاں اس میں سے گھی نہ نکلا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَوْ تَرْتَحِيْهَا مَا زَالَ قَائِمًا۔ (6)

ٹایا: ”اگر تم نچوڑ نہ لیتیں تو اس میں سے ہمیشہ گھی پایا جاتا۔“

(5) ابن ابی شیبہ اور احمد اور طبرانی اور ابن سعد نے خواب ﷺ کی بیٹی سے روایت کیا ہے کہ ان کا والد جہاد پر چلا گیا۔ نبی ﷺ ان کے گھر آتے اور بکری کا دودھ دھو جاتے۔ گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے بھر جاتا۔ جب خواب ﷺ واپس آ گئے انھوں نے دودھ نکالا تو اتنا ہی نکلا جتنا پہلے اس بکری کا ہوا کرتا تھا۔ (1)

(6) صحیح بخاری میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک سفر میں 30 افراد نبی ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب منزل پر اترے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کسی کے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے۔ ایک صحابی کے پاس قریباً دو سیر آٹا تھا۔ وہ گوند لیا گیا۔ پھر ایک شخص روڑ لیے ہوئے وہاں پہنچا۔ اس سے ایک بکری خرید لی گئی۔ بکری کی کچلی آگ پر بھون لی گئی اور سب حاضرین کو تقسیم کر دی گئی۔ بعد ازاں وہی کچلی دو برتنوں میں ڈالی گئی۔ سب نے اسے سیر ہو کر کھایا۔ پھر بھی وہ ختم نہ ہوئی تو اسے ہم نے اونٹ پر رکھ دیا۔ (2)

نباتات پر اثر

حنین جذع

حنین لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں کہ جو فراق محبوب میں اس کے منہ سے نکلے۔ جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنہا کو کہتے ہیں۔ ہم اس جگہ جس روایت کا اندراج کرنے والے ہیں اسے دو اویں حدیث میں سے صحیح بخاری صحیح مسلم صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان اور مسند شافعی و مسند احمد و سنن نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و مستدرک حاکم و بیہقی و طبرانی اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام میں اس روایت و روایت معنی کے بیان کرنے والے: سید القراء ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (المتوفی 19ھ) و جابر بن عبد اللہ الشہید رضی اللہ عنہ (المتوفی 72ھ) و خادم الرسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ (المتوفی 92ھ) و عاشق السنہ عبد اللہ بن عمر الفاروق (المتوفی 73ھ) و ابن عمر النبی عبد اللہ بن عباس (المتوفی 88ھ) و سہل بن سعد الساعدی (المتوفی 91ھ) و ابوسعید سعد بن مالک الخدری (المتوفی 78ھ) و بریدہ بن الخطاب السلمی (63ھ) و ام المومنین ام سلمہ (المتوفیہ 59ھ) اور مطلب بن ابیور وادع القرشی رضی اللہ عنہم میں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا۔ (3) نبی ﷺ خطبہ کے وقت کھجور کے خشک ٹنڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد تعمیر داری رضی اللہ عنہ (4) نے نبی ﷺ کی اجازت سے کرباقوم نجار سے جو ایک انصاریہ کے غلام تھے منبر تیار کرالیا۔ وہ تین زیرہ کا تھا۔ یعنی دو زینے اور تیسری نشست کی جگہ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب پہلی دفعہ نبی ﷺ نے منبر پر خطبہ شروع فرمایا اور کھجور کا ٹنڈ حضور ﷺ کے ٹیک لگانے کی عزت سے محروم رہ گیا۔ تب اس سے آواز گریہ آئی شروع ہوئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صَاحِبِ النَّخْلَةِ صَاحِبُ الصَّيِّ (یعنی وہ بچوں کی طرح چلایا) اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: سَمِعْنَا لِذَلِكَ الْجَذْعِ صَوْتًا مَخْصُوتٍ الْعَشَارِ (دس ماہہ حاملہ اونٹنی کی سی آواز ہم نے اس کی سنی) نبی ﷺ منبر سے اترے، اس پر دست شفقت رکھا تو وہ چپ کر گیا۔ (5)

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ پھر نبی ﷺ نے اسے منبر کے متصل دفن کرادیا (زیادہ تفصیل راقم کے سفر نامہ حجاز میں درج ہے)

(1) ابن کثیر 2/112، دلائل النبوة للبيهقي: 136/6 (2) بخاری: 5382، 2216 (3) منبر: آواز بلند کرنا، منبر آواز بلند کرنے کی جگہ۔ (4) قسیم بن اوس بن خاجہ۔ دار ایک قبیلہ بن نجم کا قبیلہ ہے۔ قبل از اسلام یہ عیسائی عالم تھے۔ (5) بخاری: 3585، 3584، 2095، 918

ابن ابی حاتم نے کتاب مناقب الشافعیؒ میں درج کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے ایک دفعہ فرمایا ہمارے نبی ﷺ نے جو عطیات عطا فرمائے تھے وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی شخص نے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیائے موتیؒ کے بالمقابل حضور ﷺ کو کیا عطا ہوا تھا؟ امام نے فرمایا کہ حسین جذع کا واقعہ موجود ہے جس کا تھر تھرانا (روایت نسائی) اور رونانا چلانا (روایت صحیحین وغیرہم) سے ثابت ہے۔

1) محمد بن ادریس القرطبیؒ کے ازاد ار بعد ولادت 150ھ وفات 202ھ۔ مصر میں مدفون ہیں۔ ازروئے نسب جملہ اندوین کے اندر نبی ﷺ سے یہی قریب تر ہیں۔ 2) ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس معجزہ قربانی کی طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ ہاڈن اللہ کی مردہ کا احیاء فرما سکیں۔ ان کی اس خصوصیت کا ذکر قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ہے: ﴿وَحْيٰى الْمَوْتٰى بِاٰذَنِ اللّٰهِ﴾ اب یہ بات رو جاتی ہے کہ یہی عمل اس کا مقبول بھی ہوا۔ معاملہ بشر میں میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا تھا۔

4) عازر مہج کا دوست جسے تین دن کے بعد قبر سے نکالا۔ 5) ایک یوحنا جس کا چہرہ لے جا رہے تھے اور لوگوں کے کندھوں سے اتر کر گر آ گیا۔ 6) ایک چوٹی کے محصول لینے والے کی بیٹی، ایک دن کی مری ہوئی گھر میں پڑی تھی۔ 7) ام بن قوح۔ واضح ہو کہ صاحب معالم الخوئل نے اس روایت کو با سند روایت کیا ہے۔ لہذا محدثین کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مصنفین اناجیل اربہ نے بھی ایسا کوئی واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درج کیا ہے یا نہیں۔

(الف) اللہ رکاوڈ کر صرف انجیل یوحنا میں ہے۔ وہ اس عورت کا بھائی ہے جس نے مسیح علیہ السلام کے قدموں پر قدرتی عطر اغریل دیا تھا۔ یوحنا کہتا ہے کہ یہ واقعہ یروشلیم سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہوا تھا اور اسی وقت مشہور ہو گیا تھا۔ تعجب ہے کہ مصنفین اناجیل دیگر سے یہ واقعہ کیوں کر پوشیدہ رہا۔

(ب) یوحنا کے بیٹے کا ذکر اناجیل میں مطلق نہیں۔

(ج) ابن عباس کی روایت میں جسے بنت العاشر کہا ہے اس کا ذکر لوہا قبر میں کیا ہے اور اسے عبادت خانہ کے سردار کی بیٹی بتایا ہے۔ انجیل نگار لکھتے ہیں کہ سردار کے گھر سے اطلاع آئی کہ لڑکی مر گئی اور مسیح علیہ السلام نے کہا کہ وہ نہیں مری۔ مسیح علیہ السلام ان کے گھر گیا۔ لوگ اور بھی تھے۔ مسیح علیہ السلام نے لڑکی کو کھینچ کر کہا کہ وہ نہیں مری۔ لڑکی کو فرمایا کہ وہ اٹھ بیٹھے۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ ہم مسلمان مسیح علیہ السلام کے منہ کے لفظ کو صحیح سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ وہ لڑکی نہ مری تھی بلکہ اس پر سکتہ یا ضعف طاری ہو گیا تھا اور مسیح علیہ السلام کی برکت سے اس نے شفا پائی۔

(د) سام بن نوح کے زندہ کرنے کا قصہ بھی اناجیل میں نہیں۔ میرا مقصود اناجیل کے ان حوالہ جات کا اس مقام پر ذکر کرنے سے یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی قوت احیائے موتی پر اناجیل خاموش ہیں اور ادھر شہادت اور روایت اور تواتر میں بڑھا ہوا واقعہ حسین جذع ہے۔

ہاں اناجیل کی صحت سے زیادہ صحت اور نبوت والی روایت ہمارے دواوین میں بھی موجود ہے۔ جسے طبرانی اور ابوصمیم و ابن مندہ اور ابن ابی الدنیا نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے اس روایت کو امام ابن عبد البر نے کتاب الاستیعاب میں اور قاضی میاض نے کتاب الشفا میں اور قططا نے مواہب اللد فیہ میں درج کیا ہے کہ زید بن خادج کا بعد خلافت عثمان ذوالنورینؓ سے مراد چلے ہوئے کر کر انتقال ہو گیا تھا۔ عمر کے وقت ان کے کوچہ میں سے مردہ اٹھایا گیا اور گھر پہنچایا گیا۔ مغرب و عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ ان کی لاش سر پر رکھی ہوئی تھی۔ کپڑا پڑا ہوا تھا۔ گھر کی عورتیں جمع تھیں کہ اَلصَّبُورُ اَلصَّبُورُ آواز آئی سب چونکے ہو گئے کہ یہ آواز کدھر سے آئی۔ دیکھا تو کپڑے کے نیچے سے آواز آ رہی ہے۔ مرد عورت جمع ہو گئے۔ زید کے چہرہ سے کپڑا ہٹا دیا گیا تو انھوں نے مندرجہ ذیل کلام کیا:

محمد {رسول اللہ النبی الامی و خاتم النبیین کان ذلک فی الکتاب الاول صدق صدق۔ السلام علیک یا رسول اللہ و رحمته و برکاته} احمد احمد فی الکتاب الاول۔ ابو بکر بن الصدیق الضعیف فی نفسه القوی فی امر اللہ فی الکتاب الاول صدق صدق عمر بن الخطاب القوی الامین فی الکتاب الاول صدق صدق عثمان غنی منہاجہ مضت الاربع و بقی ستان انت الفتن و کل الشدید الضعیف و قامت الساعة و سياتیکم خبر یبرار یس و عابیر اریس۔ {2}

”اللہ کے رسول محمد (ﷺ) ہیں وہ نبی الہامی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دینے والے ہیں۔ حج حج لوح محفوظ میں اسی طرح ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر اللہ کا صلہ و سلام اور برکتیں ہوں۔ میں اللہ کی حمد کتاب اول میں کرتا ہوں، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جس میں کمزور مگر اللہ کے حکم میں بہت مضبوط۔ کتاب اول میں اسی طرح ہے۔ حج حج عمر رضی اللہ عنہ قوی مضبوط اور امین ہے۔ کتاب اول میں اسی طرح ہے۔ حج حج عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس میں کمزور مگر اللہ کے حکم میں بہت مضبوط۔ کتاب اول میں اسی طرح ہے۔ قیامت قائم ہو گئی۔ تم کو چاہہا اریس کی خبر ملے گی۔ خبر بھی کہی کچھ۔“

واضح ہو کہ اس روایت کی صحت اندراجات انجیل سے ضرور بڑھ کر ہے۔ زید بن خادج، باپ بیٹا دونوں صحابی رضی اللہ عنہما اور سرداران انصار میں سے ہیں۔ فقط۔

{3} ان الفاظ کو شرح شفاء معتزلہ طاعنی قاری اور کتاب الاستیعاب سے نقل کیا گیا ہے۔

{4} اس واقعہ میں بھی ایک چیز کوئی موجود ہے جسے چاہہا اریس کا واقعہ بتایا ہے۔ نبی ﷺ کی انگشت پاک کی خاتم مبارک حضور ﷺ کے بعد صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ذوالنورین رضی اللہ عنہ (دوجہ بدرجہ) انتقال خلافت کے بعد پہنچا کرتے تھے۔ آخر ایام خلافت میں ذوالنورین رضی اللہ عنہ چاہہا اریس پر بیٹھے ہوئے تھے وہ خاتم اس میں گر گئی اور تلاش کرنے سے پھر نہ ملی۔ اسی دن سے اختلال خلافت کا آغاز ہوا۔ اسد الخلفاء: 345/2

راقم عرض کرتا ہے کہ احیائے موتی سے مراد جسم موتی میں اس وقت حیات کا اعادہ ہے۔ جو شخص میت میں پہلے کبھی حاصل تھی۔ مگر گر یہ نخل تو اس سے بھی عجیب تر ہے۔ یعنی ایک نباتی جسم کے اندر ایک ایسی صفت کا پیدا ہو جانا جو خاص انسانی صفت ہے۔ یہ انسانی صفت نہ صرف تھر تھراتا، کپکپاتا اور رونا ہے بلکہ فراق محبوب کا احساس اور فقدان شرف کا علم بھی اس کے اندر حاصل ہے۔ بلکہ یہ تو ایک عاشقانہ رنگ ہے جو ایک کجور کے ٹڈ میں نظر آیا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (1) اس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تو کہا کرتے تھے، اے وعویداران بشر! بطریق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ٹڈ کا یہ حال تھا تو اب اپنی حالتوں کا بھی اس سے مقابلہ کرو۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس واقعہ کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ و دیگر محدثین کرام نے مشہور دستاویز تسلیم کیا ہے۔ میرا فہم ناقص یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نخلہ کو دفن کر دینا غالباً اسی لیے تھا کہ وہ صفات انسانی کا مظہر بن گیا تھا۔ اس نکتہ کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل میں اور زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

حیوانات پر اثر

(1) مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک غزوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب گیا تھا۔ میرا اونٹ پیچھے رہ گیا تھا اور چل نہ سکتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے راہ میں مل گئے۔ پوچھا اونٹ کو کیا ہے؟ میں نے کہا: بیمار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو ڈانٹا اور دعا بھی فرمائی، وہ سب سے آگے چلنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھ سے پوچھا تو میں نے عرض کر دیا کہ اب وہ اچھا ہے اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کا حاصل کیا ہے۔ (2)

(2) مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلایا اس نے حاضر ہو کر کہا کہ میری اونٹنی ایسی ہو گئی ہے کہ مجھے حاضر ہونے میں دیر لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کے ایک ایزد لگائی، وہ سب سے آگے نکلے لگی۔ (3)

(3) مسند احمد میں خواب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے روایت ہے کہ خواب رضی اللہ عنہ جہاد پر گئے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خبر گیری فرماتے اور ہماری بکریاں دھو جاتے اور گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ کا بھر جاتا۔ جب خواب رضی اللہ عنہ واپس آ گئے تو بکریوں کا دودھ بھی اتار دیا گیا۔ جتنا پہلے ہوا کرتا تھا۔ (4)

(4) بیہقی نے جمیل سے روایت کی ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میرے پاس ایک کمزور دہلی سی گھوڑی تھی اور میں سب سے پیچھے رہا کرتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آٹے۔ فرمایا گھوڑی والے چلو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو دہلی بھی ہے اور کمزور بھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چابک اسے لگایا اور یہ الفاظ بھی زبان سے فرمائے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَہُ فِیْہَا۔ پھر وہ ایسی تیز ہو گئی کہ مجھے اس کی لگام سنبھالنا اور سب سے آگے نکل جانے سے روکنا مشکل ہو گیا تھا۔ بعد ازاں میں نے اس کے شکم کے دس پھڑے بھی فروخت کیے۔ (5)

(5) ابن سعد ابو یعلیٰ برادر ابن مندہ، بیہقی و ابو نعیم اور حاکم نے (مع الصحیح) سفینہ رضی اللہ عنہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے روایت کی ہے کہ انھوں نے بحری سفر کیا۔ کستی ٹوٹ گئی اور ایک تختہ پر بستے ہوئے ایک ساحل پر پہنچ گئے۔ جس کے ساتھ جنگل تھا۔ اس میں شیر تھے۔ ایک شیر میری طرف آیا، میں نے کہا! او شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، شیر دم ہلانے لگا اور میرے برابر برابر چلتا ہوا مجھے رستہ پر ڈال گیا۔ جب میں اس سے الگ ہوا تو وہ دھاڑتا تھا گویا مجھے رخصت کر رہا تھا۔ (6)

(1) امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، ایضاً نام ولادت 21ھ و وفات 110ھ۔ (2) بخاری: 2097، مسلم: 1089، ابن حبان: 7143، نسائی: 299/7۔

(3) بخاری: 2969، 2867، مسلم: 2307/48۔ (4) ابن کثیر: 102/2، دلائل النبوة رحمۃ اللہ علیہ: 138/6۔ (5) کنز العمال: 35384، الطبرانی: 315/2۔

(6) بیہقی: 46/6، مستدرک حاکم: 606/3۔

افلاک پر اثر اور معجزہء شق قمر

نبی ﷺ کے اشہر معجزات میں سے شق قمر کا معجزہ ہے۔ کفار نے علمائے یہود سے دریافت کیا تھا کہ ہم کو محمد ﷺ سے اس کی صداقت کا کیا نشان طلب کرنا چاہیے انھوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہے۔ تم کہو کہ ہم کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاوے۔ امید ہے کہ محمد ﷺ کچھ نہ دکھلا سکے گا۔ انھیں کی سکھلاوٹ سے کفار نے شق قمر کا سوال کیا تھا۔^[1]

احادیث شق القمر کے راوی عبد اللہ بن مسعود، امیر المؤمنین علی المرتضیٰ، جبیر بن مطعم، نوفلی، انس بن مالک، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم ہیں۔ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

إِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا۔^[2]

”رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس سے نیچے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو، گواہ رہنا۔“

اس روایت میں لفظ اَشْهَدُوا اس لیے ہے کہ شق قمر کا وقوع طلب کفار کے بعد بطور معجزہ رسول اکرم ﷺ کو اختیار ہوا تھا۔ ورنہ تاکید شہادت کے کیا معنی؟

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیحین میں ہے:

إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ شَقَّتَيْنِ حَتَّى رَأَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا۔^[3]

اہل مکہ (کفار) نے نبی ﷺ سے درخواست کی تھی کہ ان کو کوئی بڑا نشان دکھایا جائے نبی ﷺ نے انھیں چاند کا پھٹنا دکھلایا، اس کے دو ٹکڑے تھے۔ کوہ حراء ان دونوں کے درمیان تھا۔

صحیحین کی ایک روایت عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں یہ بھی صراحت ہے کہ یعنی انْفَلَقَ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب چاند پھٹا ہے تو اس وقت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی مع دیگر صحابہ کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔^[4]

علیٰ خذائقی اور ابو نعیم نے جو روایت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اس میں بھی یہ صراحت ہے کہ إِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ بِمَكَّةَ ہم مکہ میں تھے جب شق قمر کا واقعہ ہوا۔^[5]

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تین بزرگوں سیدنا علی و عبد اللہ بن مسعود و جبیر بن مطعم نوفلی رضی اللہ عنہم کی شہادت چشم دید ہے اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت مرسل صحابی ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ہر دو احتمال ہو سکتے ہیں اور غالب ظن یہ ہے کہ

[1] مسلم: 2802، احمد: 163/3، ترمذی: 3286 مجھے خیال گزرتا ہے کہ یہود نے موسیٰ علیہ السلام کے سب سے بڑے معجزے فلق بخر سے شق قمر کا تحیل پیدا کیا تھا۔ وہ قطعاً جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا معجزہ دکھلائی دوسرے کے لیے محال ہے۔ چنانچہ ایسا معجزہ جو پہلے معجزہ کے مقابلہ میں زمین و آسمان کا فرق رکھتا ہو۔ [2] بخاری: 3636، 3869 مسلم: 7072 [3] بخاری: 3868، 3637 مسلم: 7077، 7076 [4] بخاری: 3869، مسلم: 7074، 7072، ترمذی: 3285 [5] ترمذی: 3289

وہ بھی چشم دید راوی ہیں۔ کیوں کہ ان کے آخری لفظ یہ ہیں: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللَّهُمَّ اشْهَدْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ گواہ رہنا (کہ میں نے کفار کو یہ نشان دکھلا دیا ہے۔) (3)

اس معجزہ کی توثیق

قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَفْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالشَّيْءُ الْقَمَرُ ۚ وَانْ يَرَوْا آيَةً يُعَرِّضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ [القمر: 1-2]

”وقت آ گیا اور چاند پھٹ گیا اور کفار جب کوئی بڑا نشان دیکھتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو ہوتا رہا ہے۔“

علماء جانتے ہیں کہ قرب کی بجائے اِفْتَرَبَتْ کا استعمال وقوع کی تاکید کے لیے ہے السَّاعَةُ سے مراد خواہ قیامت ہے اور شق قمر جیسے واقعات اس تغیر عظیم کے قریب ہونے کی خبر دینے والے ہیں جیسا کہ شمس و قمر اور نجوم و کواکب اور جبال و ارض سب کے سب ہی تلف ہو جائیں گے۔

خواہ السَّاعَةُ سے مراد وقت مقررہ ہے جو علم الہی ہی واقعہ شق قمر کے لیے تھا۔ اس معنی کا اطلاق قرآن مجید میں مندرجہ ذیل

آیات سے ثابت ہے۔

① ﴿لَمْ يَكُنْهُوَ إِلَّا سَاعَةً﴾ [نہس: 45] ② ﴿مَا لَيْسَ إِلَّا سَاعَةً﴾ [الاحقاف: 35] لیکن ان مقامات پر معرف بالام نہیں۔

شبہ کرنے والے بیان شبہ سے نہیں چوکا کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ دراصل قمر میں اشتقاق نہ ہوا تھا بلکہ روایت انس رضی اللہ عنہ میں لفظ اَرَاهُمْ واقع ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کفار کی آنکھوں کو چاند کا دو ٹکڑوں میں ہو جانا دکھلایا گیا تھا۔

کاش یہ لوگ اسی روایت میں اور اسی لفظ اَرَاهُمْ سے پہلے کے الفاظ مَسَالُوا اَنْ يُّرِيَهُمْ آيَةً کو دیکھ لیتے! کیا کفار کا سوال بھی یہی تھا کہ ”چاند خواہ شق ہو یا نہ ہو، مگر ہم کو شق شدہ نظر آ جائے۔ یقیناً ان کا یہ سوال نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ لہذا اَرَاهُمْ تو اس یُرِيَهُمْ کے وقوع کی اطلاع ہے۔

دوسروں کا شبہ یہ ہے کہ یہ تو زمان مستقبل کے متعلق اطلاع ہے کہ چاند پھٹ جائے گا لیکن اِفْتَرَبَتْ اور اِنْشَقَّ دونوں لفظ

صیغہ ماضی کے ہیں۔

اور مزید برآں خود کفار نے اسے دیکھ کر سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہا ہے۔ اگر اس کا تعلق مستقبل سے ہوتا تو وہ اس واقعہ کو سحر مستمر سے

کیوں تعبیر کرتے۔

الغرض شک و شبہ کے شبہات پیدا کرنے کے بعد بھی واقعہ ہذا بکمال صحت ثابت ہے۔

پرانے زمانے کے متشکک جو قیاسی ہیئت سے روشنی گیر تھے، خرق و التیام، اجرام سماوی کے امکان و عدم امکان پر بھی بحث

کیا کرتے تھے۔ لیکن اب نہ تو ان کی وہ زمین باقی ہے اور نہ آسمان اس لیے وہ اعتراضات بھی پاؤں ہو ہو گئے۔

کاش ان لوگوں کو زلزلہ ارضی سے سبق ملتا کہ کس طرح زلزلہ کے جھٹکے سے ہموار زمین میں غار پڑ جاتے ہیں اور کیوں کروہی غار

[3] عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے 73 ھ میں ہجر 86 سال انتقال کیا۔ یعنی ان کی عمر ابتدائے ہجرت کے وقت 13 سال کی تھی۔ ان کا اسلام اپنے والد کے ساتھ 6 نبوت میں تھا اور واقعہ شق قمر 9 نبوت کا ہے۔ لہذا شہادت چشم دید ہے۔

دوسرے جھکے میں پھر ہموار شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ہم کو اپنے زمانہ میں جو اعتراض سننا پڑتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر چاند پھٹ گیا ہوتا تو کیا ہندوؤں اور عیسائیوں کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور نہ ہوتا۔

ہندوؤں کا اعتراض تو تب صحیح ہوتا جب ان کے ہاں تواریخ کی کتابیں بھی پائی جاتیں جس ملک میں سرے سے کوئی تاریخ ہی موجود نہ ہو جہاں واقعات ملک و قوم کی کوئی یادداشت موجود نہ ہو، ان کو دوسرے ملک کی بابت کہنا کہ ہماری کتابوں میں اس کا ذکر نہیں کہاں تک زیبا ہو سکتا ہے۔

مصریوں کو دیکھو یہ بھی تہذیب قدیم کے بلند دعاوی میں ہندوؤں سے بڑھے ہوئے ہیں مگر ان کی کتابوں میں واقعات موسیٰ علیہ السلام کا کہیں نشان نہیں ملتا جس ملک کی تاریخ ایسے ایسے واقعات ارضی سے خالی ہو۔ ان سے یہ توقع کہ ان کے ہاں جملہ واقعات سماوی بھی ضروری درج ہونے چاہئیں کیوں کر درست ہو سکتی ہے۔

ہاں یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھیے کہ وہ کتاب یسوع 12/10 کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔

”یسوع نے کہا! اے آفتاب جیون پر ظہور ارہ اور اے ماہتاب تو وادی ایلوں کے مقابل 10/13 تب آفتاب نے درنگ کیا اور ماہتاب کھڑا رہا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔“
10/13 قریب دن بھر کے سورج چمکنے کی طرف مائل نہ ہوا۔“

کیوں جناب سورج اور چاند کا 12 گھنٹے کے لیے اپنی رفتار سے رک جانا کس قدر عجیب ہے۔ شق القمر کا واقعہ تورات کا تھا۔ ہزاروں مقامات پر لوگ سو رہے ہوں گے۔ ہزاروں انسان گھروں کے اندر ہوں گے۔ لیکن سورج کا 12 گھنٹے رک جانا تو سارے جہاں میں تہلکہ ڈال دینے والی بات تھی۔ مگر اس کا ذکر یسوع کی معاصر کتابوں میں کہیں بھی نہیں ملتا اور ہاں ہم آپ اس واقعہ کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اب ہم آپ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ اگر مکہ معظمہ میں یہ واقعات کے 9 بجے وقوع پذیر ہوا تو اس وقت دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے اوقات کیا تھے؟⁽¹⁾

نام ملک	گھنٹے	منٹ	نام ملک	گھنٹے	منٹ
ہندوستان	12	50-شب	انگلستان آئرلینڈ فرانس	6	دن
ماریشس	12	20-شب	بلجیم، سپین، پرتگال	6	دن
رومانیہ بلغاریہ ترکی یونان	8	20-دن	جبل الطارق، الجزائر	6	دن

(1) یہ نقش اوقات سینڈ رڈ ٹائم کے حساب سے ہے۔

جرمنی، ڈنمارک	8	20۔ دن	پیر و تہامہ، جمیکا، بھارت	1	20۔ نیم شب
سوئڈن	8	20۔ دن	امریکہ	1	// // //
آئس لینڈ۔ مڈیریا	5	20۔ دن	سوا	6	20۔ دن
مشرقی برازیل	2	20 بعد نیم شب	نیوزی لینڈ	6	50۔ دن
متوسط برازیل و چلی	2	20 ///	تسمانیہ، وکٹوریہ نیوساؤتھ	5	22 صبح
برٹش کولمبیا	10	20 قبل دوپہر	جنوبی آسٹریلیا	4	50 صبح
کولون	9	24 ///	جاپان۔ کوریا	4	20 بعد دوپہر
برما	1	50 بعد نیم شب	مغربی آسٹریلیا، شمالی بورنیو	3	20 /// //
سالم لینڈ مڈعاسکر	10	20 شب	جزائر فلپائن، ہانگ کانگ	3	20 /// //
ریاستہائے ملایا	2	20 /// //	چین	3	20 /// //
جزائر سندوک	7	50۔ دن			

معجزات کی قسم دوم

یعنی اطلاع اخبار مستقبلہ و واقعات آئندہ

عہد مستقبل کا علم کسی انسان کو حاصل نہیں ﴿وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ [نہل: 34] "کسی شخص کو بھی یہ پتا نہیں کہ آنے والے کل کو وہ کیا کیا کرے گا۔"

علم غیب کا مالک صرف رب العالمین ہے ﴿لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [التہ: 26]
رب العالمین ہی اپنے گزیدہ انبیاء و رسل پر علم غیب کا اس قدر حصہ ظاہر فرماتا رہا ہے جس کی ان کو ضرورت ہوئی یا جس کی ضرورت ان کی صداقت و رسالت کا یقین دلانے کے لیے پائی گئی۔

﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ﴾ [الحج: 27-28]

"وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول سے وہ خوش ہو۔"

معجزات مادی کا انکار کرنے والے اور شکوک و ابہام کے دام میں گرفتار تو بہت پائے جاتے ہیں، مگر اخبار مستقبلہ کی اطلاع صحیح کی تاویل ایسے لوگ بھی نہیں کر سکتے، لہذا یہ بھی معجزات میں داخل و شامل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کے نزدیک اظہار اخبار غیب کا درجہ بڑا ہے۔

صدیقہ بنت صدیق ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی ہے کہ نزول وحی سے پیشتر حضور ﷺ پر رویائے صادقہ کا باب کھولا گیا تھا۔ حضور ﷺ پر نور جو کچھ خواب میں دیکھ لیتے، بیداری میں وہ واقعہ اسی طرح ظہور پذیر ہوتا۔ [1]
انبیاء علیہم السلام کے رویا کو دیگر اکابر صالحین کے رویا پر یہی فوقیت ہے کہ اوروں کے خواب تمثیلی رنگ میں بھی ہوتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام کا

رویا میں جلوہ حقیقت ہوتا ہے۔ ذبح پسر کے متعلق امام الخلائق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حضور اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں: ﴿يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾ [الصافات: 102] ”پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تم غور کرو کہ اس میں تمہاری رائے کیا ہے؟“

ظیل الرحمن علیہ السلام کا فرزند ذبح اللہ علیہ السلام کا منصب پانے والے کا آرزو مند نبی بن نبی جواب دیتا ہے

﴿يَا بَيْتِ افْعَلْ مَا تُلَوِّمُ﴾ ”بزرگ باپ جو حکم آپ کو ملا اس پر عمل کیجیے۔“

غور کرو کہ صورت مرئیہ منام کا نام انہوں نے امر الہی رکھا ہے۔ چنانچہ اس کی تعمیل ٹھیک اسی صورت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک خواب کا ذکر سورہ الفتح میں فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوُحْيَ بِالْحَقِّ لَنَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِينَ مَخْلِفِينَ رِوُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ﴾ [الت: 27]

”اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کو پوری حقانیت کے ساتھ پورا کر دیا کہ تم ان شاء اللہ کعبہ میں داخل ہو گے۔ اس وقت بعض مسلمانوں نے سر منڈائے ہوئے ہوں گے اور بعض نے بال کٹوائے ہوئے۔“

یہاں بھی مسجد الحرام اور حلق و قصر اپنے اصلی معنی میں تھے۔

خواب کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مشاہدات اور علامات ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر دنیا کو مطلع فرمایا ہے۔ عنوان بالا کے تحت ہم ایسے ہی واقعات کا ذکر بالا اختصار کرتے ہیں۔

اطلاع اخبار مستقبلہ

(۱) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بات جو قیامت تک ہونے والی تھی بیان فرمادی۔ جسے یاد ہے اسے یاد ہے، جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ میرے سامنے بھی جب وہ ایسا واقعہ آ جاتا ہے جو میں بھول چکا تھا تو اسے دیکھتے ہیں سمجھ جاتا ہوں۔ جیسے ہم کسی شخص کو بھول جایا کرتے ہیں اور پھر اس کا منہ دیکھ کر اسے پہچان لیا کرتے ہیں (۱) صحیح مسلم بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت بالا کے متعلق یہ مزید صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد نماز ظہر تک خطبہ فرمایا۔ نماز پڑھ کر پھر خطبہ شروع کر دیا۔ غروب شمس تک یہی ہوتا رہا۔ اس خطبہ میں واقعات تا قیامت کا ذکر فرمایا تھا جسے وہ خطبہ زیادہ محفوظ رہ گیا ہے وہ ہم میں سے زیادہ عالم ہے۔ (۲)

جہاز بحری کی اطلاع

(۲) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرمایا۔ جب بیدار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے وجہ پوچھی، فرمایا: مجھے میری امت کے وہ عازی دکھائے گئے جو سمندر میں جہاد کے لیے سفر کریں گے۔ وہ اپنے جہازوں پر ایسے بیٹھے ہوں گے جیسے لوگ اپنے اپنے تخت پر نشست کرتے ہیں۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کی میرے لیے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کر دی اور پھر لیٹ گئے۔ پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے

فرمایا: مجھے میری امت کے دوسرے غازی جہازوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے والے دکھلائے گئے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ فرمایا نہیں، تو پہلے لوگوں میں سے ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بحری جہاد کو گئے تو یہ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر کیساتھ گئیں۔ غزوہ سے واپسی کے وقت ام حرام رضی اللہ عنہا کے لیے سواری لائی گئی، وہ سوار ہونے لگیں تو جانور نے لات ماری اور ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔ [1]

پیش گوئی

[3] صحیح بخاری میں عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے حضور میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے فاتحہ کی شکایت کی، دوسرا آیا اس نے ذکیہ کی شکایت کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کہ اے عدی رضی اللہ عنہ اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھ لو گے کہ ایک بڑھیا حیرہ سے اکیلی چلے گئی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی، وہ اللہ کے سوا اور کسی سے نہ ڈرتی ہوگی۔“ (میں نے اپنے دل میں کہا کہ طے کے ذکیہ کدھر چلے جائیں گے، جنہوں نے تمام بستیوں کو اجاڑ رکھا ہے۔ پھر فرمایا: ”اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو جاکھولو گے۔“ میں نے پوچھا کیا کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا: ”ہاں کسریٰ بن ہرمز۔“ پھر فرمایا: ”اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تو دیکھ لے گا کہ ایک شخص زکوٰۃ کا سونا اور چاندی لیے ہوئے پھرے گا اور اسے کوئی نہ ملے گا جو زکوٰۃ کا پیسہ لینے والا ہو۔“

عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسی بڑھیا کو بھی حج کرتے دیکھ لیا جو کوفہ سے اکیلی حج کو آئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ تھا اور خزانہ کسریٰ کی فتح میں تو میں بھی شامل تھا۔ تیسری بات بھی تم اے لوگو! دیکھ لو گے۔ [2]

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سلطنت میں تیسری بات بھی پوری ہو گئی کہ زکوٰۃ دینے والے کو تلاش سے بھی کوئی فقیر نہ ملتا تھا اور وہ اپنا مال گھر واپس لے جایا کرتا تھا۔

پیش گوئی متعلق فتوحات ممالک

[4] تہائی مہینہ ابو نعیم رحمہ اللہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ خندق کھودتے ہوئے ایک بہت بڑا اور بہت سخت پتھر نکل آیا جس پر کدال کا اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم نے نبی ﷺ سے یہ حال عرض کیا حضور ﷺ نے پتھر کو دیکھا کدال کو ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی۔ ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْفَارِسِ وَاللّٰهُ لَا بُصْرَ قَصْرَ الْمَدَیْنِ الْاَبْیَضِ (مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میں اس وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں)۔ پھر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر پھر ٹوٹ گیا پھر فرمایا: اللہ اکبر! اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الشَّامِ (مجھے ملک شام کے خزانے اور کنجیاں عطا کی گئیں) بخدا! میں نے وہاں کے سرخ سرخ محلات کو ابھی دیکھ لیا ہے۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور سارا پتھر چکنا چور کر دیا اور فرمایا: اللہ اکبر! اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمَنِ وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا بُصْرَ اَبْوَابِ صُنْعَاءَ مِنْ مَّکَانِیِ السَّاعَةِ (مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ واللہ! میں یہاں سے اس وقت شہر صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔“ [3] یہ پیش گوئی اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ پر کفار کے عساکر

[1] بخاری: 2788، احمد: 423/6، اسد الغابہ: 305/7 [2] بخاری: 1413، 3595، شرح السنہ: 31/5 [3] سنن الترمذی: 3176، ابوداؤد: 4302،

داکئل الدہ و التہجدی: 421/3، سنن الکبریٰ للترمذی: 65/2، ابن ہشام: 173/3

حملہ آور ہو رہے تھے اور ان سے بچاؤ کے لیے شہر کے گرد اگر دشمن قہودی جارہی تھی ایسے ضعف کی حالت میں اتنے ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا اللہ کے نبی ہی کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرف بہ حرف پورا فرمایا۔

فتح مصر کی پیش گوئی

⑤ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذَكِّرُ فِيهَا الْقُرَاطُ قَاسَتْ صُورًا بِأَهْلِهَا خَيْرًا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَ رَحِمًا فَإِذَا رَأَيْتَهُمْ رَجَلَيْنِ يَقَاتِلَانِ عَلَى مَوْضِعٍ لَبَنَةٍ فَأَخْرِجْ مِنْهَا۔ ①

”تم عنقریب اس ملک کو فتح کر لو گے جہاں سکہ قیراط ہے۔ تم وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا کیوں کہ ان کو ذمہ اور رحم کے حقوق حاصل ہیں (پھر ابوذر سے فرمایا) جب تم دیکھو گے کہ دو شخص ایک اینٹ برابر کی زمین پر جھگڑ رہے ہیں تب وہاں سے چلے آنا۔“ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کو بھی دیکھا اور وہاں بود و باش بھی اختیار کی اور یہ بھی دیکھا کہ (ربیعہ اور عبدالرحمن بن شریک) اینٹ برابر زمین کے لیے جھگڑ رہے ہیں تب یہ وہاں سے چلے بھی آئے۔ صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ لَهُمْ ذِمَّةٌ وَ رَحِمًا کی تفسیر بیہقی و ابونعیم کی حدیث عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ میں موجود ہے کہ باجرہ ام اسماعیل رضی اللہ عنہ اور ماریہ قبیلہ بنی النضر ام ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ مصر یہ ہیں۔ حدیث بیہقی و ابونعیم میں ملک مصر کا نام صراحۃً ہے۔

ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیش گوئی

⑥ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَ قَفِيزَهَا وَ مَنْعَتِ الشَّامُ مَدَنَهَا وَ دِينَارَهَا وَ مَنْعَتِ الْبَصْرُ أَوْذَانَهَا وَ دِينَارَهَا وَ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ۔ ②

”عراق نے اپنے درہم و قفیز کو شام نے اپنے مد و دینار کو اور (مصر نے) اپنے اودب و دینار کو روک لیا اور تم ویسے کے ویسے رہ گئے جیسے شروع میں تھے۔“ □

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس حدیث میں صیغہ ماضی کا استعمال فرمایا۔ حالانکہ اس کا تعلق عہد مستقبل سے تھا اس لیے کہ حکم الہی میں ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا۔

حدیث بالا اس زمانہ کے متعلق پیش گوئی ہے، جب مدینہ منورہ میں خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا اور دمشق میں سلطنت امویہ کا قیام ہو گیا تھا کہ پھر حجاز میں ان ممالک سے مالیہ نہ بہ شکل سکہ اور نہ بہ شکل جنس کبھی حجاز کو حاصل نہ ہوا۔ یہ پیش گوئی اب تک بارہ صدیوں سے اسی طرح چلی آتی ہے۔

① مسلم: 6493، 6494، کنز العمال: 31767، دلائل النبوة: 321/2، سنن ابی داؤد: 7277، ابوداؤد: 3035، ترمذی: 262/2،

□ قفیز، مد اور اودب اناج کے پٹا ہے۔ قفیز، کلوک کا مد اور 13/1 رطل یا پتول بعض 2 رطل کا اور اودب 24 صاع کا ہوتا ہے، جمع انکار۔

پیش گوئی کہ شہنشاہ ایران کے نکلن سراقہ اعرابی کو پہنائے جائیں گے

﴿نَبِيُّ سُلَيْمَانَ﴾ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

كَيْفَ يَلُكُ إِذَا لَبَسْتَ سَوَارِي كَسْرَى-

”تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسری کے نکلن پہنائے جائیں گے۔“

بیہقی کی دوسری روایت میں ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس فتح ایران کے مال غنیمت میں کسری کے نکلن پہنچے تو انھوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے وہ نکلن پہنائے جو سراقہ کے بازوؤں کے اوپر تک پہنچے۔

فاروق رضی اللہ عنہ نے نکلن پہنا کر زبان سے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے کسری بن ہرمز سے جو اپنے آپ کو رب الناس کہلاتا تھا یہ نکلن چھین لیے اور آج سراقہ رضی اللہ عنہ بن مالک اعرابی مدلی کو پہنائے۔^①

امام شافعی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ یہ نکلن سراقہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی پیش گوئی کی تعمیل میں پہنائے گئے تھے۔

حدیث بالا کے مختصر فقرہ پر غور کرو جو تین پیش گوئیوں پر مشتمل ہے:

① خلافت فاروق رضی اللہ عنہ کی صداقت پر جس نے نبی اللہ کے ارشاد کو پورا کیا۔

② فتح ایران کو۔

③ فتح ایران تک سراقہ کے زندہ رہنے پر۔ کتاب الاستیعاب سے واضح ہے کہ سراقہ نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ یعنی فتح ایران سے صرف چند سال بعد وہ زندہ رہے۔

معجزات قسم سوم

اب ایسی پیش گوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا اندراج کتب احادیث میں پہلے سے ہو چکا تھا اور ان کتب کو عالم اسلام میں تداول بین الناس اور اشاعت تام کا درجہ حاصل تھا، پھر ان پیش گوئیوں کا ظہور دنیا کے سامنے بعد میں ہوا۔

اس سے ثابت ہوگا کہ ایسی پیش گوئیوں کی نسبت تصنع یا ساخت کا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا، نیز ان سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ قرب قیامت کی علامات و شرائط جن احادیث میں بیان فرمائی گئی ہیں اور جن کا ظہور آج 1348ھ تک نہیں ہوا۔ ان کا ظہور بھی یقیناً اپنے اپنے اوقات پر (جو علم الہی میں مقرر ہے) اپنے ظاہری الفاظ اور کمال تطابق کے ساتھ بصیرت افزائے مومنین ہوگا۔

393 سال پیشتر کی پیش گوئی

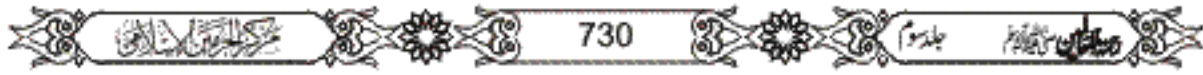
سنن نسائی و بیہقی میں غزوہ ہند کی پیش گوئی ہائیں الفاظ درج ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَعَدَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ. ②

”رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ مسلمان ہندوستان میں غزوہ کریں گے۔“

① ساری تفصیل درج ذیل کتب میں دیکھیں: (الغناء للقاتنی: 1/674، الاستیعاب رقم: 721، الاصابہ رقم: 3122، اسد الغابہ: 2/414)

② نسائی: 3175، مستدرک: 3/514، دلائل النبوة: 336/67، بیہقی: 9/176



یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حدیث امام نسائی نے اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ امام نسائی 215ھ کو پیدا ہوئے اور 303ھ کو وفات پائی۔
نسائی طاہر 215ھ اور 303ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

ہند پر سب سے پہلے سلطان محمود نے 393ھ کو حملہ کیا تھا۔ یعنی اشاعت کتب سنن نسائی سے قریباً ایک صدی بعد، جب کہ سن ہجرت 393 تھا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اہل اسلام کی کتابوں میں ہندو یا اے انک کا نام ہے اور اسی مناسبت سے انھوں نے ماورائے انک کے رہنے والی قوم کا نام ”ہندو“ رکھا تھا (انگریزی میں ہندوستان کا نام انڈیا بھی اسی مناسبت سے ہے) لہذا حدیث بالا کا مصداق وادی غزوہ ہو سکتا ہے، جسے انک سے عبور کیا گیا۔

654 سال پہلے کی پیش گوئی

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنَ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى۔ (1)
”قیامت نہیں آئے گی جب تک حجاز میں ایسی آگ نمایاں نہ ہو جو بصری کے اونٹوں پر اپنی روشنی نہ ڈالے گی۔“
یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ 256ھ کو امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ نے 261ھ کو انتقال فرمایا تھا اور ان ائمہ کبار کی ہر دو کتب و صحیحین ان کی زندگی ہی میں جملہ ممالک اسلام میں داخل درس و تدریس ہو چکی تھیں اور روز افزوں اشاعت کی وجہ سے یہ کتابیں ہر ایک اسلامی علاقہ میں کثرت کے ساتھ پائی جاتی تھیں۔

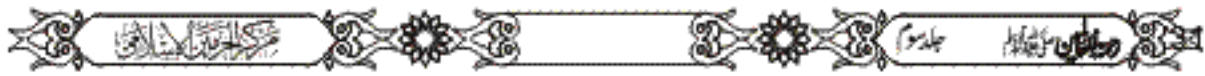
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ الفاظ کا ظہور جمادی الثانی 654ھ کو ہوا یعنی تحسین الحدیث کی وفات سے بھی چار صدیوں کے بعد۔
گواہان یعنی نے اس آگ کے متعلق جس کی ابتداء پہاڑ کی آتش فشانی سے ہوئی۔ جداگانہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ شیخ صفی الدین رحمہ اللہ مدرس مدرسہ بصری کی شہادت موجود ہے کہ جس روز اس آگ کا ظہور حجاز میں ہوا اسی شب بصری کے بدوؤں نے آگ کی روشنی میں اپنے اپنے اونٹوں کو دیکھا اور شناخت کیا۔

یہ آگ حکیم جمادی الثانی کو پہاڑ سے پھوٹ پڑی تھی۔ دوسری تاریخ کو زلزلہ کی رفتار تیز محسوس ہوتی تھی۔ تیسری کو زلزلہ کی شدت اور بڑھ گئی۔ چوتھی کو زلزلہ کے ساتھ گرج کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ گویا رعد فلک زور زور سے کڑک رہا ہے۔ پانچویں کو دھومیں نے زمین و آسمان اور افق کو چھپا لیا۔ آگ کے شعلے بلند ہونے لگے، پتھر پگھلنے لگے۔ ایسا نظر آتا تھا کہ پہاڑ پر سے نہرِ احمر کی آبشار گر رہی ہے۔ روز بروز آگ کا رخ جانب شہر مدینہ تھا۔ باشندگان مدینہ نے جمعہ کی شب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہ کر بسر کی اور تمام شب تضرع و زاری کرتے رہے۔ صبح کو دیکھا کہ آگ کا رخ پلٹ گیا ہے۔
تعب خیز امر یہ تھا کہ اس شدتِ نار کے وقت بھی مدینہ میں جو ہوا آتی تھی وہ ٹھنڈی نیم ہوتی تھی۔

656 سال پہلے کی پیش گوئی

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقَاتِلُوا التُّوَكَّ صِغَارَ الْأَعْيُنِ حُمْرُ الْوُجُوهِ زُلْفَتِ الْأَنْوَابِ كَأَنَّ وُجُوْهُمْ الْمَجَانِّ الْمَطْرَقَةُ۔ (2)

(1) بخاری: 7118، مسلم: 2902، ابن حبان: 6839، مسند احمد: 144/5، بخاری: 2928، 3585، حمیدی: 1101، 4304، کنز العمال: 38404، 530/2، مستدرک: 474/4



”قیامت قائم نہ ہوگی (کئی باتوں کے بعد فرمایا) جب تک تم ان ترکوں سے جنگ نہ کر لو گے جو چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے، سرخ چہرے والے، پست ناک والے ہوں گے۔ ان کے چہرے ڈھال جیسے چوڑے ہوں گے۔“
یہ فتنہ تاریکی کی خبر ہے۔ ہلاکو خاں کے لشکروں نے خراسان و عراق کو تباہ کیا، بعد کو لوٹا تھا اور بالآخر ان کو بھی ایشیائے کوچک میں شکست عظیم ہوئی تھی۔ یہ واقعہ 656ھ کا ہے۔ اور چھین میں پانچ صدی پیشتر سے درج چلا آتا تھا۔

700 برس پہلے کی پیش گوئی

طبرانی و ابونعیم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
اَتْرَكُوا التُّرِكَ مَا تَرَكَوْكُمْ بِأَنَّ أَوَّلَ مَنْ يُسَلِّبُ أُمَّتِي مُلْكُهُمْ۔^[1]
ترکوں کو نہ چھیڑنا جب تک وہ تم کو نہ چھیڑیں کیوں کہ یہی وہ قوم ہے جو سب سے پہلے میری امت سے ملک چھین لے گی۔

855 سال پیشتر کی پیش گوئی

مسند امام احمد میں اور صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سنن ابی داؤد میں بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فتح قسطنطنیہ کا ذکر موجود ہے۔^[2]
امام ہمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا انتقال 241 میں ہوا۔ مہموران کی کتاب مسند تاریخ تدوین سے ہمیشہ علمائے امت اور ائمہ محدثین کے پیش نظر رہی۔

محمد فاتح سلطان مسیحیہ نے قسطنطنیہ کو 855ھ (1353ء) میں فتح کیا۔ یعنی کتاب مسند سے چھ صدیوں اور سال ہجرت سے ساڑھے آٹھ صدیوں کے بعد دنیا نے نعم الامیر اور نعم الخیش کا نظارہ دیکھ لیا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

1348 سال کی پیش گوئی

فتح مکہ کے دن (شعب الثانی 20 رمضان 8ھ) نبی ﷺ نے شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کی کلید عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

خُذْهَا خَالِدَةً تَابِدَةً لَا يَنْزِعُ عَنْهَا يَا أَيُّهَا طَلْحَةُ مِنْكُمْ إِلَّا ظَالِمٌ۔^[3]
لو یہ کنجی سنبال لو، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ تم سے یہ کلید کوئی نہ چھینے گا مگر وہی جو ظالم ہوگا۔
ان مختصر الفاظ میں تین پیش گوئیاں مندرج ہیں:

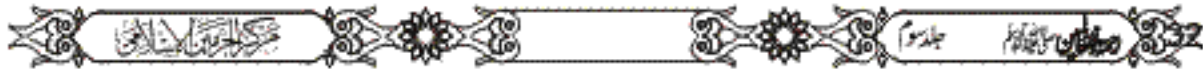
① خاندان ابوطلحہ کا دنیا میں برابر باقی رہنا، نسل قائم رہنا۔

② کلید بیت اللہ کی حفاظت و خدمت کا انہی کے متعلق رہنا۔

[1] ابوداؤد: 4302، کنز العمال: 10934، مجمع الزوائد: 304/5، مشکوٰۃ: 176/9

[2] مسلم: 7278، ابوداؤد: 4295، 4294، مسند امام احمد: 576، 535/2

[3] قرطبی: 256/5، اتحاف السعداء: 128/3



ان کے ہاتھوں سے کلید چھیننے والے کا نام ظالم ہوتا۔

نمبر 2، 1 کی بابت اب تک کل دنیا کو معلوم ہے کہ یہ کلید بنو شیبہ میں آج تک موجود ہے اور یہ نسل اب تک جاری ہے۔
نمبر 3 کی بابت مؤرخین کا بیان ہے کہ یزید پلید نے ان سے یہ کلید چھین لی تھی۔ اس کے بعد پھر یہ 1333 سال کا زمانہ شاہد صدق ہے کہ کسی اور شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کی زبان سے ظالم کہلانے کی جرأت نہیں کی۔

پیش گوئی جس کی تصدیق زمانہ حال ہمارے سامنے بھی کر رہا ہے

صحیح مسلم میں ابو مستور قرشی رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ انھوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کے سامنے یہ بیان کیا کہ آخری زمانہ میں یورپین عیسائیوں کا دنیا میں زور ہو جائے گا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے روکا اور کہا کہ دیکھو کیا کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا میں تو وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔ عمرو بولے تب تو درست ہے۔

قارئین غور کریں کہ یہ روایت صحابی رسول ﷺ نے اس وقت بیان کی جب عساکر اسلام جملہ اطراف عالم میں مظفر و منصور تھے۔ جب ان کو عراق و شام و مصر و خراسان و ایران و سوڈان کی فتوحات میں کہیں ایک جگہ بھی شکست نہ ہوئی تھی۔ عیسائی مسلمانوں کے سامنے جملہ ممالک میں پیچھے ہٹ رہے تھے اور عقل و وہم و قیاس کے نزدیک یورپین اقوام کی کثرت و غلبہ کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آ سکتی تھی۔
دنیا کے اسلام کی یہی حالت امام مسلم (المتوفی 261ھ) کی زندگی تک موجود تھی مگر صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتا ہے اور امام الحدیث اسے اپنی کتاب میں ایمان و ایقان صحت کے ساتھ درج بھی کر دیتا ہے۔ آج دنیا دیکھ لے کہ امریکن (جو اپنی اصلی زاد و نہاد کے اعتبار سے یورپین ہیں) برطانیہ، اطالیہ، پرٹگال، سویڈن، ناروے، سوئزر لینڈ، چین، جرمنی وغیرہ کی حالت کیا ہے؟

پیش گوئی جس کی صداقت کی شہادت موجودہ زمانہ ادا کر رہا ہے

نبی وحاکم نے ابو ہریرہ و معاویہ رضی اللہ عنہما اور طبرانی نے عوف بن مالک اشجعی سے نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ (ایسی روایت میں) بیان کیے ہیں:

تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثَةِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً ”میری امت میں تہتر فرقتے بن جائیں گے۔“

نزول قرآن پاک کے وقت امت محمدیہ کے جملہ افراد کا منفرد و مجتمع ایک ہی نام تھا یعنی مسلم جیسا کہ قرآن پاک میں ﴿هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ﴾ [الحج: 78] ”تمہارے باب ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔“ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز تک یہی واحد اور جامع نام سب کا معترف رہا۔ لیکن خروج خوارج کے بعد نئے نئے فرقے اور ان فرقوں کے نئے نام نکلنے شروع ہو گئے۔ ہر ایک فرقہ کو اپنے مختص نام پر ناز ہے۔

یہ پیش گوئی ایسی ہدایت اور صداقت کے ساتھ پوری ہوئی اور ہو رہی ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کے متدعو یہ دعاوی اس کی تصدیق میں موجود ہیں۔

جامع کتاب کا مقصد صرف سیدنا و مولا نا محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات (اخبار عن الغیب) کی شکل میں بیان کرنا ہے۔ الحمد

مسلم: 7229

(2) ابوداؤد: 4596، ترمذی: 2640، ابن ماجہ: 3991، ابن حبان: 6247، 6731، مسند احمد: 332/2

لہذا کہ جو کچھ اس بارہ میں لکھا گیا ہے وہ ثبوت مقصد کے لیے کافی ہے۔ ہر چند کہ حصر دشوار ہے۔

قسم چہارم از معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

بندوں کی دعاؤں کا قبول فرمانا رب العالمین کے صفات علیا میں سے ہے۔ وہ رؤف الرحیم ہر ایک بندہ کی دعا کو بشرطیکہ پورے اعتقاد و اضطراب سے کی گئی ہو، قبول فرماتا ہے۔

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ﴾ [النحل: 62]

”کون ہے (اللہ کے سوا) جو مضطر کی پکار کو قبول فرماتا ہے۔“

وہ رحمٰن الدنیا و رحیم الآخرة اہل اطاعت کی دعاؤں کو خصوصیت سے منظور فرماتا ہے

﴿أَجِيبْ دُعَاةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرة: 186]

”جب مجھ سے مانگنے والے مجھ سے مانگتے ہیں تو میں ان کی پکار کو سن لیتا ہوں اور درخواست کو منظور کر لیتا ہوں۔“

وہ عزیز الکیم اپنے عہد اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور بزرگی کو جہاں و جہانیاں کے دلوں میں مستحکم و استوار کرنے کے لیے ان کی دعاؤں کو بہ سرعت و بہ کثرت منظور فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ علامت بجائے خود ایک معجزہ (دنیا کو اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز کرنے والی) ایک نشان (طالبان ہدایت کو راہ ہدایت پر ملانے والی) ایک آیت (اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچانے والی) بن جاتی ہے۔

سیکڑوں ایسے نفاذ موجود ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان صدق سے جو الفاظ نکلے وہ پورے طور پر اسی طرح مستجاب اللہ پورے کیے گئے جیسا کہ ان الفاظ کے معانی لغوی کا اقتضا تھا۔

ایسے نفاذ کا حصر دشوار ہے، مگر سیرت نگار کا فرض ہے کہ اس چمن فردوس بہار کی شمیم سے قارئین کے دماغ کو خیر آگین بنانے کی سعی کرے۔

① صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ① کہ عہد نبوی میں قحط پڑا۔ انہی ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ ایک اعرابی اٹھا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مال تباہ ہو گیا اور عیال بھوک سے نڈھال ہے۔ ہمارے لیے دعا فرمائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے۔ اس وقت آسمان پر کوئی بدلی بھی نہ تھی۔ اللہ کی قسم ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نیچے بھی نہیں کیے تھے کہ پہاڑوں جیسے بادل جمع ہو گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر سے نہ اترے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پر قطرات بارش نظر آنے لگے۔ اس روز سارا دن برستار رہا۔ پھر اگلے دن بھی اور اس سے اگلے دن بھی۔ غرض دوسرے جمعہ تک یہی حال رہا اور پھر وہی اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا۔ کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اب تو مکانات گرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یہ الفاظ کہے: اَللّٰهُمَّ حَوِّالَيْنَا لَا عَلَيْنَا اَلٰہِیْ غَرَدُوْنَا حِیْثُ بِرْسَہِمْ پرنہ بر سے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جدھر کے بادلوں کی طرف اشارہ فرما دیتے تھے۔ وہی پھٹ جاتے تھے حتیٰ کہ مدینہ صاف نکھر گیا اور شہر سے باہر جل تھل کا منظر ہو گیا اور باہر سے بھی جتنے لوگ آئے سب نے بارش کا ہونا بتلایا۔ ②

① بخاری: 1021، مسلم: 1897، ابوداؤد: 1174، ابن ماجہ: 2858، 2859، مسند احمد: 194/3.....

② ترمذی و ابن عساکر نے اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے استسقاء کے یہ الفاظ روایت کیے ہیں: اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا عَيْنًا مَّيْنًا حَبِيبًا مَرِيْنَا عَذَقًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ لَا يَبْثُ نَافِعًا غَيْرَ صَافٍ قَمَلًا بِه الصَّرْعُ وَ قَسَبَتْ بِه الزَّرْعُ وَ نَحْنُ بِه الْاَرْضُ نَعْدُ مَوْتِنَا وَ كَذَلِكَ تُخَرِّجُوْنَ (خصائص الکبریٰ ج 3 ص 163) رحمہ اللہ

قتل سے مصون رہنے کی دعا

② طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ ضمہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے حضور میں آئے اور درخواست کی کہ میرے شہید ہونے کی دعا فرمائی جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّمُ دَمَ ابْنِ ثَعْلَبَةَ عَلَی الْمَشْرِیْمِیْنَ "الہی میں مشرکین پر ابن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا خون حرام کرتا ہوں۔" ①
یہ بزرگ جہاد میں دشمن پر بے دھڑک حملے کیا کرتے اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے اور پھر صحیح سلامت واپس آ جاتے۔

وعائے عفت

③ امام احمد رحمہ اللہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے حضور میں آیا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کی اجازت مل جائے۔ لوگ سنتے ہی اسے دیکھنے اور جھڑکنے لگے، حضور ﷺ نے فرمایا: قریب آؤ اور بیٹھ جاؤ۔ وہ جوان قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنی ماں کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی شخص بھی اپنی ماں کے لیے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور ﷺ نے پوچھا: تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کرتے ہو؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی شخص بھی اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور ﷺ نے پوچھا: تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی بھی اپنی بہن کے لیے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور ﷺ نے پوچھا: تم اپنی پھوپھی کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی انسان بھی اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتا۔

پھر پوچھا: تم اپنی خالہ کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی بشر بھی اپنی خالہ کے لیے اسے پسند نہیں کرتا۔

بعد ازاں حضور ﷺ نے دست مبارک اس پر رکھا اور یہ الفاظ زبان سے کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَاحْصِنْ قَرْبَهُ

"الہی اس کا گناہ دور کر دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کا ستر محفوظ کر دے۔" ②

اس دعا کے بعد یہ جوان کبھی ایسی بات کا خیال بھی نہ کیا کرتا تھا۔

حاجہ ترجمہ: اے اللہ! تو ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو ہم کو دُکھ دالے والی ہو، خوشگوار ہو، آسانی دالے والی ہو، مسلسل اور موسلا دھار ہو، جلدی آئے، نہ کہ دیر سے۔ فائدہ بخش ہو، نہ ضرر دالے۔ جس سے (دودھ والے جانور کے) دودھ بھر جائیں اور کھیتیں لگ آئیں اور زمین کو خیر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کر دے۔

① طبرانی 368/8

② شعب الایمان للبیہقی: 5415، احمد 257/5، تیسیر ابن کثیر 70/5، کنز العمال 4661، جامع النعم 9876

۳۳۳ مَطْلَعِ سَلَامَتِ نَفْسِ جِلْد سَوِم

قبل از دعا نبی ﷺ اسے استدلالاً سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر زنا کی اجازت دی جائے تو زانیہ بہر حال کسی نہ کسی کی بیٹی، یا بہن، یا ماں یا خالہ یا پھوپھی وغیرہ ہوگی اور یہ رشتے ایسے ہیں کہ خود سائل اور جملہ دیگر اشخاص بھی فطرتاً اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی ایسی قربت میں زنا کا وجود پایا جائے۔ لہذا جواز زنا کی درخواست جیسا کہ ایک فیور انسان کی فطرت کے خلاف ہے، اسی طرح وہ جملہ نوع بشری کی غیرت و حمیت کے خلاف ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی انسان زنا کو پسند نہیں کر سکتا۔ یہ نکتہ سمجھانے کے بعد پھر حضور ﷺ نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

④ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسریٰ (خسر پرویز) نے نبی ﷺ کے فرمان دعوت کو پڑھ کر چاک کر ڈالا تھا۔

نبی ﷺ نے اس کے حق میں فرمایا: **مَزَقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ** ”وہ خود پارہ پارہ ہو گئے۔“ ①

قوم پارسی کو دیکھو اور وطن سے ان کی جدائی کا خیال کرو اور دیکھو کہ اب وہ کیسی تفریق اور پراگندگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نتیجتاً نے بروایت عبدالرحمن بن عبدالباری بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: **مَزَقَیْ کَسْرَیْ مُلْغَہ**، کسریٰ نے اپنی سلطنت کو چاک کر ڈالا۔ ② صفحہ امان پر تلاش کرو کہ جب سے آخری کسریٰ خلیفہ ارشد عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ہلاک کیا گیا اس کے بعد کوئی کسریٰ بھی ہوا؟ پارسی قوم میں حکومت یا سلطنت کا نام و نشان بھی کہیں پایا جاتا ہے؟ خسر کا انجام بہت ہی حسرت ناک ہوا۔ اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں ”شیریں“ پر عاشق ہو گیا۔ باپ کو رشک رقابت میں مخنجر سے ہلاک کر دیا۔

چاک فرمان نبی کی ہے سزا چاک شکم دیکھ اے خسر پرویز یہ بیداد نہیں

⑤ نتیجتاً نے بروایت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ بھیر بن بھیرہ رضی اللہ عنہ نے جو قوم طے سے تھا، واقعہ دومۃ الجندل کے متعلق اپنا شعر رسول اللہ ﷺ کو سنایا۔ حضور ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: تو نوے (90) برس کی عمر تک پہنچے۔ **لَا يَفْضُضُ اللَّهُ فَاكًا** ان کی سب ڈالیں اور دانت سالم تھے۔ ③

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

⑥ صحیح بخاری میں جعد بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سائب بن یزید 94 سال کے ہو کر فوت ہوئے اور بائیں ہمد مضبوط و متعادل تھے انھوں نے کہا کہ یہ نبی ﷺ کی دعا کا ثمرہ ہے کہ میری بینائی و شنوائی اب تک درست ہے۔ ④

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ **أَحَدُ الْعَشْرَةِ مَبَشِّرَةِ** کے لیے دعا

⑦ صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عبدالرحمن کو **بَارَكَ اللَّهُ لَكَ** فرمایا تھا۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ اس کی برکت سے اب تک یہ ہے کہ اگر میں پتھر اٹھاتا ہوں تو موقع ہوتی ہے کہ یہاں سے مجھے سونا یا چاندی دستیاب ہوگی۔ ⑤

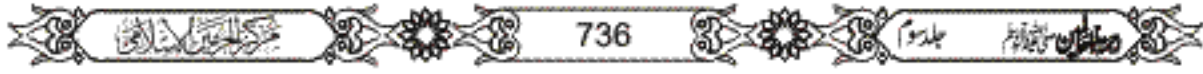
① بخاری: 4424، 64 ② دلائل النبوة للبیہقی: 388/4

③ کنز العمال: 30276، دلائل النبوة للبیہقی: 251/5، ابن کثیر: 17/5، ابن بشام: 139/4، شعر یہ ہیں۔

بَارَكَ سَائِقُ الْبَقَرَاتِ إِلَى رَأَيْتُكَ اللَّهُ يَهْدِي كُلَّ هَادٍ

لَمَنْ يَكْ عَالِدًا مِنْ ذِي نَبْوَةٍ فَإِنَّا قَدْ أَمَرْنَا بِأَلْحَادٍ

④ بخاری: 5670، 3540، مسلم: 6087، ترمذی: 3643 ⑤ بخاری: 5167، 2049، مسلم: 2540، 1967، احمد: 11/3، دلائل النبوة: 218/6، اسد الغابہ: 478/3



انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

⑧ صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے ان الفاظ میں دعا دی تھی: اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ مَا رَزَقْتَهُ ”اے الہی! اس کے مال اس کی اولاد کو بڑھا اور جو کچھ تو اسے عطا فرمائے اس میں برکت دے۔“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بخدا! میرے پاس مال کثیر ہے اور میرے بیٹوں اور پوتوں کا شمار ایک سو (100) کے قریب تک ہے۔ ⑨
ترمذی اور تہذیبی میں ابو العالیہ سے روایت ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک باغ تھا جس کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دیا کرتے۔ اس باغ کا ایک ایسا پھول تھا جس کی خوشبو کستوری جیسی تھی۔ ⑩

مالک بن ربیعہ سلولی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

⑨ ابن عساکر اور ابن مندہ نے یزید بن ابی مریم سے روایت کی ہے کہ میرے والد مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا تھا کہ نبی ﷺ نے میرے لیے کثرت اولاد کی دعا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی (80) فرزند ان نرینہ عطا فرمائے۔ ⑩

تکبر کی سزا

⑩ صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”وائیں ہاتھ سے کھاؤ“ وہ بولا، میں نہیں کھا سکتا۔ یہ جواب اس نے صرف غرور میں آ کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تو نہ کھا سکے“۔ بعد ازاں اس کا داہنا ہاتھ منہ تک نہ اٹھ سکتا تھا۔ ⑪

شکستہ استخوان کی درستگی کا معجزہ

صحیح بخاری میں براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ قتل ابورافع کے بعد زینہ سے اترے تو گر پڑے اور ان کی پنڈلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ انھوں نے نبی ﷺ سے ذکر کیا۔ فرمایا: پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دیا۔ حضور ﷺ نے اس جگہ دست مبارک رکھ دیا۔ فوراً میں ایسا تندرست ہو گیا گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ تھی۔ ⑫



① بخاری: 1982، مسلم: 6372، ترمذی: 3829، مسند احمد: 188، 108/3، ② ترمذی: 3833، دلائل النبوة للبیہقی: 195/6

③ الاصابہ: 345/3، ④ مسلم: 5268

⑤ بخاری: 4039، مصنف عبدالرزاق: 5383، مطالب العالیہ لابن حجر: 4350، مجمع الزوائد: 201/6، مستدرک: 434/6، بیہقی: 256/3



فصل پنجم 5

اسماء الرسول ﷺ

ہمارے سیدنا و آقا خواجه ہر دوسرا کا مقدس نام محمد ﷺ ہے۔ یہ نام قدرت الہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہے کہ اس کا مسمی ضرور امام الانبیاء اور سرتاج کائنات و مافیہا ہے۔ اس کی شرح آیت محمد رسول اللہ ﷺ کے تحت میں موجود ہے۔

ہاں! حضور ﷺ کے چند بزرگوں کے اسماء پر غور دلانا ضروری ہے۔ ان اسماء کو ”ارہاس نبوت“ قرار دینا صحیح ہوگا۔ حضور ﷺ کے والد بزرگوار کا نام عبد اللہ ہے والدہ مکرمہ و معظمہ کا نام آمنہ ہے۔ حضور ﷺ کی دایہ (ثنا) کا نام حلیمہ ہے۔

یعنی حضور ﷺ ہی ایسے مقدس ہیں، جن کا پیکر اطہر عبودیت کے خون سے بنا۔ جنہوں نے امن کے لٹن میں مراتب وجود کو مکمل فرمایا، جن کی تربیت علم، بردباری کے شیر سے ہوئی۔

کیا ایسے اسماء کا اجتماع محض اتفاق ہے؟ نہیں بلکہ قدرت اس مولود مسعود کی شان رفیع کی آئینہ داری فرما رہی ہے اور ہتلا رہی ہے کہ جس بچہ کے پیکر عنصری میں ایسے فضائل کی جامعیت نمودار ہو ضرور ہے کہ وہ بچہ حقیقتاً محمد ﷺ ہو۔

اب غور کرو کہ لغوی معنی کے تحت میں ایک پیش گوئی بھی شامل ہے اور عالم الغیب و الشہادۃ کی جانب سے جملہ عوامل و اہل عالم پر یہ راز آشکار کیا گیا ہے کہ اس اسم کے مسمی کی مدح و ثناء دنیا میں سب سے بڑھ کر، سب سے زیادہ توالی و تواتر کے ساتھ کی جائے گی۔

وہ کون ہے؟ جس کا مقدس نام آج کروڑوں اشخاص کی زبان پر جاری اور قلوب پر ساری ہے، وہ کون ہے جس کے مقدس نام کی نوبت شاہانہ مساجد کے بلند ترین میناروں سے سامعہ نواز ہے۔

وہ کون ہے؟ جس کی سیرت پاک انسانی زندگی کے ہر لمحہ و ہر ساعت میں اور ہر درجہ اور ہر مقام پر رہنما ہے۔

وہ کون ہے؟ جو اپنے افعال میں محمود ہے اور اپنی تعلیم میں محمود ہے۔

وہ کون ہے؟ جس کی رفعت فرش سے عرش تک ملی ہوئی ہے۔

وہ کون ہے؟ جس کی تعلیم کی وسعت بروبحر پر چھائی ہوئی ہے۔

بے شک وہ ”محمد ﷺ“ ہے۔ اسم بھی محمد ﷺ اور مسمی بھی محمد ﷺ ہے اور حمد کو اس کی ذات ہمایوں سے نسبت خاص ہے۔

﴿۱﴾ اس کے مقام شفاعت کا نام ”مقام محمود“ ہے اور اسی کی امت ”حمادون“ کے لقب سے روشناس ہے۔ اس کی لائی ہوئی

کتاب کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے افتتاح ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ ہاں اسی کا نام ”احمد ﷺ“ ہے۔ یہ بھی اسی سرچشمہ ”حمد“ سے نکلا ہے۔ دونوں نام اپنے منبع و ماخذ کے اعتبار سے اتحاد

تام رکھتے ہیں اور اشتراک کلیہ کے ساتھ ساتھ انوار و برکات خاص سے مختص بھی ہیں۔

وہ ”محمد ﷺ“ ہے اور اسی لیے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا ثنا گستر مدح خواں ہے۔

وہ ”احمد ﷺ“ ہے اور اسی لیے اس نے بارش کے قطرات سے اور ریگ کے ذرات سے بڑھ کر اپنے مالک اپنے خالق

اپنے رازق، اپنے بادی، اپنے معطی کی حمد و ثنا پھیلائی ہے۔



ہاں اوہ ”محمد ﷺ“ ہے اور کل دنیا اس کی مداح ہے۔

وہ ”احمد ﷺ“ ہے اور وہ کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کا حامی ہے۔

ترا محمد و احمد زمین خواند و زمان
فروں تراز تو کسے را نہ مدح گفت زماں
حمید باشد و محمود ذات ربانی
نہ بر تراز کے گفت حمد سبحانی

مُحَمَّد احمد

ہاں وہ پیارا ہے، اسی نے دشمن و دوست سب سے پیار کیا ہے۔

وہ حبیب ہے اور اس نے محبت کا تاج اکمال سے مزین فرمایا ہے۔

① وہ محبوب ہے مگر حُبِّین سے بے نیاز ہے۔

② وہ مطلوب ہے مگر طالِبِین سے کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔

③ وہ متبوع ہے اور اس کی جمعیت دوسرے کو مطاع بنا دیتی ہے۔

④ وہ نبی ﷺ ہے اور اس کی نبوت نے ہزاران ہزار حجاب چشم بصیرت ہٹا دیے ہیں

⑤ وہ رسول ﷺ ہے اور اس کی رسالت نے نوع بشر کو اتمامِ نعمت اور اکمالِ دین اور رضوانِ رحمن کے انعامات سے ممتاز فرمادیا ہے۔

⑥ وہ عہدِ مِلّٰتِ ﷺ ہے اور اسی عبودیت نے عبودیت کو اور لگ خلافت پر متمکن کر دیا ہے۔

⑦ وہ معلمِ مِلّٰتِ ﷺ ہے اور اس کی تعلیم نے مسیح علیہ السلام کے اس قول اور امید کو پورا کر دیا ہے کہ وہ صداقت کی ساری تعلیم دے گا۔

اس نے اپنی درس گاہِ قدس کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ اس نے اپنی تعلیم پر کوئی فیس مقرر نہیں کی۔ وہ مرموزات و تمثیلات میں تعلیم نہیں دیتا ہے۔ اس نے اپنے اور ارشدِ ثلاثہ کے درمیان اشاراتِ خاص نہیں تجویز کیے ہیں۔ اس کے اوبستان پر ﴿يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 129] کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس دروس کا آغاز انسان کے جانے پہچانے نے علوم و معارف کے انجام سے ہوتا ہے۔

⑧ وہ امینِ مِلّٰتِ ﷺ ہے، اس کا یہی نام یوحنا رسول کے مکاشفات میں بتایا گیا ہے ① اور اس کا یہی نام قریش کی زبان پر جاری ہوا۔ ② اسی نام سے حضور مِلّٰتِ ﷺ کا احتشام و وقار نمایاں ہے اور اسی نام سے حضور مِلّٰتِ ﷺ کا وحی آسمانی کا امانت دار ہونا واضح ہے۔ اس معنی کی طرف حدیثِ مسلم عن ابی سعید رضی اللہ عنہ میں صراحت کی گئی ہے۔ ③ حضرت کعب بن لؤیؓ کا شعر ہے۔

أَمِنَ مُحِبِّ الْعِبَادِ مُسَوِّمٍ
بِخَاتَمِ رَبِّ قَاهِرِ الْغَوَاطِمِ

⑨ وہ امی مِلّٰتِ ﷺ ہے اور ام القریٰ کی عزت و وقعت اسی نسبتِ قدسیہ سے ہے۔

وہ امی مِلّٰتِ ﷺ ہے اور ولیدِ سعید کی طرح جملہ افعال و اقوال سے معصوم ہے۔

وہ امی مِلّٰتِ ﷺ ہے اور اسکی تعلیم حروفِ کتابی یا نقوشِ مرئیہ کی احتیاج مند نہیں ہے۔

① مہند نامہ جدید، یوحنا: 11/19 ② ابنِ ہشام: 209/1 ③ مسلم: 442/2، انکاۃ

﴿وہ برہان ہے قرآن مجید میں﴾ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ ﴿[النساء: 174] ”اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل روشن آچکی ہے۔“ فرمایا گیا ہے اور امام سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر میں برہان آنحضور ﷺ ہی کو فرمایا ہے۔ ﴿ہاں! وہ برہان ہے اور حجت اللہ ہے۔ وہ برہان ہے اور حضور ﷺ کی ذات ہمایوں بذات خود ایک روشن دلیل ہے۔﴾
 ﴿وہ بشر ہے اور﴾ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ﴿”بے شک میں بشر ہوں۔“ [الفہم: 110] کے تاج سے متوج ہے۔ آدم علیہ السلام کے لیے ابوالبشر ہونا اس لیے صد گونہ افتخار کا موجب ہے کہ حضور ﷺ بشر ہیں۔

ہاں وہ بشر ہے اور حضور ﷺ کے حسن ظاہر و جمال اطہر اہل اہل لغوی کی تعلیم دیتا ہے۔
 ﴿وہ بشر ہے اور﴾ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا ﴿”بے شک ہم نے تجھے بھیجا ہے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا۔“ کے خطاب سے مخاطب ہوا۔

وہ بشر بھی ہے اور مسیح علیہ السلام کی نبوت کا مقصد حضور ﷺ ہی کی بشارت کا پہنچا دینا ہے۔ ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِّن بَعْدِي اِسْمُهُ اَحْمَدُ﴾ [الفہم: 6] ”اور میں (یعنی مسیح علیہ السلام) اپنے بعد ایسے رسول کی تمہیں خوشخبری دے رہا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔“ وہ بشارت رساں بھی ہے اور اہل ایمان و ایقان کے لیے ہزار در ہزار بشارت کا اعلام فرمانے والا ہے۔

﴿وہ بینہ ہے۔ وہ خود آیات باہرہ اور علامات واضحہ اور دلائل حقہ کا مجموعہ ہے۔ اس کا وجود سراپا صداقت ہے اور اس کا پیکر سراپا حقانیت ہے۔ یہی بینہ اہل کتاب اور مشرکین کی ظلمات کو دور کرنے والا ہے۔ تاریکیوں کو اٹھا دینے والا۔ عالم تیرہ و تار میں اجالا پھیلانے والا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مثال حضور ﷺ ہی پر صادق آتی ہے۔

﴿وہ حبیب اللہ ﷺ ہے اور اس تقرب کا مالک ہے، جس کا ذکر حدیث صحیح میں بندہ عابد و ساجد کے لیے ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔
 فَاِذَا احْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ﴾ [3]

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ گفتگو کرتا ہے۔“

﴿وہ حلیم ہے، حلیم بالضم سے بھی ہے اور یہ لفظ غور و دانش اور کمال عقل پر دال ہے۔ حلیم حلم بالکسر سے بھی ہے۔ وہ مصائب کا برداشت کرنے والا، دشمنوں کے ہاتھوں سے پتھر کھانے والا، وہ جواہر لٹانے والا، گالیاں سننے والا اور دعائیں کرنے والا ہے۔

حضور ﷺ کا یہ اسم گرامی قبل از نبوت مشہور عالم تھا۔ سردار ابوطالب فرماتے ہیں

حَلِيمٌ رَّشِيدٌ عَاقِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ
 يُوَالِي اِلٰهًا لِّسَ عَنْهُ بِغَافِلٍ

”وہ (محمد ﷺ) بردبار، نہایت زیرک، عدل کرنے والا نہ کہ زیادتی پسند ہے۔ اس کا دوست اس کا اللہ ہے جو کسی دم بھی اس سے غافل نہیں۔“

﴿وہ خازن ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کی روایت ہے: اِنَّا الْخَازِنُ اَصْعُ حَيْثُ اُمِرْتُ﴾ ہاں وہ خزانہ دار ربانی ہے وہ گنجور رحمانی ہے



عطاء سجانی کی تقسیم اسی گھر سے ہوتی ہے۔ گہری پاشی اسی ید مبارک کا خاصہ ہے۔

① وہ خلیل الرحمن ہے۔ اہل عرب کے نزدیک محبت کے دس مراتب ہیں۔ ① علاقہ دل کا ذرا سا انکاؤ۔ ② ارادہ وہ میلان جو علاقہ کے بعد نمودار ہو۔ ③ صبا، صبا، صبا پانی کا نشیبی زمین پر بہہ نکلنا ہے اور اسی جگہ بے اختیاری شوق کا نام ہے۔ ④ غرام غرام قرض یا تاوان کو کہتے ہیں اور یہاں اس محبت لازم کا نام ہے، جو قرض ہو کر چٹ جاتی ہے اور کسی وقت بھی علیحدہ نہیں ہوتی۔ ⑤ وداوہ خلوص محبت اور مغز محبت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام بھی وداوہ بتلایا ہے۔ ⑥ شغف۔ شفاف پردہ دل اور شغف و محبت جو قعر دل تک جا پہنچے۔ ⑦ عشق، یہ عشق سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک نفل ہوتی ہے، زرد رنگ کی جس درخت سے لپٹ جاتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے اور عشق کی تاثیر بھی عاشق کے حق میں یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی حالت سے استفادہ فرمایا کرتے۔ ⑧ التیمیم انکسار اور عجز تمام کو کہتے ہیں۔ تیمیم کا نام بھی تیمیم اسی لیے ہوا ہے کہ وہ انکسار اور عجز تمام کا مورد ہوتا ہے۔ ⑨ التعبید، جب کہ محبت جملہ دعاوی تملیک نفس و عزت سے دستبردار ہو کر سارے دل و جان سے دوسرے کا غلام بن جائے۔ ⑩ غلت: جب کہ دل و سوسہ غیر سے اور عقل تعقل غیر سے اور نیت و عزم و تعبد و تشوق غیر سے کلیہ خالی ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کی تکمیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمائی ہے۔

مشہور عوام یہ ہے کہ درجہ غلت ابراہیم کے لیے وہ خلیل الرحمن ہیں اور درجہ محبت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور وہ حبیب اللہ ہیں، لیکن دو حدیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل الرحمن ہونا بھی ظاہر فرمایا گیا ہے: ① اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ نَبِيَّ خَلِيْلًا كَمَا اتَّخَذَ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ② لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ خَلِيْلًا لَا تَتَّخِذُ اَبَاكُمْ خَلِيْلًا وَّلٰكِنْ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا الرَّحْمٰنِ ③

”بلا ریب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا دوست بنایا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا تھا اور اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو دوست بناتا، لیکن تمہارے دوست کا خود اللہ تعالیٰ دوست ہے۔“

④ وہ خطیب الانبیاء ہے، حدیث الشفاعت میں ہے: كُنْتُ اِمَامُ الْاَنْبِيَاءِ وَ خَطِيْبُهُمْ ⑤

① خطیب، خطب سے ہے۔ خطب کے معنی فصاحت زبان ہیں اور خطیب وہ ہے جو صاحب فصاحت و بلاغت ہو۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی صفت فصاحت کا ذکر فرمایا ہے: ﴿هُوَ اَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا﴾ ”وہ مجھ سے زیادہ زبان آور ہے۔“ اور حدیث بالا میں ہے کہ جملہ انبیاء کے مقدس ترین گروہ میں یہ شرف حضور علیہ السلام ہی کے لیے خاص ہے۔ صحیح مسلم حدیث میں ہے: اُوْتِيْتُ جَسْرًا مَعَ الْكَلِمِ ③ سادہ صاف الفاظ شستہ ترکیب، مختصر عبارت میں ایسے معانی عالیہ کو بھر دنیا جو عتیق بھی ہوں اور دقیق بھی، داخل کمال فصاحت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب الانبیاء ہونا اسی اعتبار سے ہے۔

② خطیب، خطابت سے ہے اور اس سے مراد امر و نواہی اور مواعظ و امثال کا بیان کرنے والا ہے۔

① بخاری: 3904، 466، مسلم: 6172، 6170، ترمذی: 355، 3660، ② ترمذی: 3613، ابن ماجہ: 4314، مسند احمد: 137/5، 169، تفسیر ابن کثیر سورہ الاسراء

③ مسلم: 1167، ترمذی: 1553، کنز العمال: 31932، ابن ماجہ: 567، مجمع الزوائد: 269/8، احمد: 412/2

خطیب کے معنی وہ شے بھی ہے جس میں الوان بولقموں شامل ہوں اور خطیب وہ ہے جو جملہ انواع کلام اور اسالیب خطاب کا ماہر و قادر ہو۔

199 وہ خافض ہے، یہ نام قرآن مجید کی آیت ذیل سے مستنبط ہے:

﴿وَإِخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الحجر: 88] ”آپ اپنے بازوؤں کو مومنوں کے لیے جھکائے رکھیں۔“

طیور کو دیکھو، وہ اپنے انڈوں یا اپنے بچوں کی تربیت کیسی محبت، کیسی پیار کیسی ہوشیاری اور کیسی نگہداشت سے اپنے شہبہروں کے نیچے رکھ کر کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے ساتھ نبی ﷺ کی محبت و پیار اور نگہداشت و حفاظت کا سلوک اسی مثال سے بڑھ کر تھا۔

200 وہ خیرۃ اللہ ہے۔ خیرۃ کو علمائے لغت نے بکسر خاء اور فتح خاء ہر دو صورت روایت کیا ہے۔ اس اسم کے معنی یہ ہیں کہ حضور خیر الناس ہیں، خیر البریہ یا فعال خیر میں افضل و اکثر ہیں۔

201 وہ داعی الی اللہ ہے، کسی شخص کی طرف سے کسی کا دعوت دینے کا حق اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ اذن یافتہ بھی ہو۔ دنیا میں دیکھو، اگر کسی کا ملازم کسی کو دعوت طعام دے آئے، مہمان صاحب خانہ کے ہاں پہنچیں اور تب میزبان کو اور مہمان کو پتا لگے کہ نہ کسی نے بلایا اور نہ کوئی بلایا گیا۔ تب طرفین کو کس قدر ندامت اور رنج کا احساس ہوگا اور وہ دعوت دینے والا کس قدر ذلیل و حقیر اور جانین کی طرف سے ہدف ملامت سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا اسم مبارک داعی الی اللہ تجویز کیا ہے۔ تو کلام پاک میں اس کے ساتھ ساتھ پاؤں بھی شامل فرما دیا اور اہل عالم پر ظاہر کر دیا کہ محمد ﷺ کو اختیار رکھی دیا گیا ہے کہ سب کو اللہ کے گھر کا مہمان بنائیں اور تقرب و رضوان کی دعوت دیں۔ یہ اسم حضور ﷺ کے اسمائے خاصہ میں سے ہے۔

202 وہ رحمت ہے اور آیت قرآنیہ میں حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود کو ﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الاعراف: 54] فرمایا اور قرآن حکیم کو ﴿ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ﴾ [یوسف: 104] خانہ کعبہ کو ﴿مَبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران: 96] کشتی نوح اور مریم و سح کو ﴿آيَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ بتایا، مگر ﴿رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ صرف حضور ﷺ ہی کو فرمایا ہے۔ ﴿رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ کے ارشاد کو پیش نظر رکھو اور دیکھو کہ رحمۃ للعالمین کے خطاب میں کتنی وسعت، کتنی برکت اور کتنا فیض موجود ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت کا فیضان اہل ایمان کو بھی پہنچا، جو دنیا میں حکمران بنے اور آخرت میں مغفرت و رضوان کے مستحق ٹھہرے۔ منکرین اور اہل خسران کو بھی پہنچا جو بہ برکت دعائے مصطفویٰ ﷺ عذاب و عذاب و غرق و غرق اور ہلاکت و تباہی سے مامون کیے گئے۔

عورتوں، بچوں، یتیموں، رانڈوں، مسافروں، اسیروں، غلاموں، لونڈیوں، رعایا و برابرا طبقہ امراء و گروہ حکم فرما کو بھی پہنچا۔ جن کی راحت و آسائش اور حقوق و مفاد کے متعلق حضور ﷺ نے مستحکم آئین شرح متین ضابطہ مبین، دستور اساسی اور اصول مدنی و سیاسی وضع فرمائے اور ان سب پر اپنی حیات طیبہ میں خود بھی عمل فرما رہے اور تمام امت کو بھی پابند عمل فرمایا۔

حضور ﷺ کی رحمت کا فیض طیور و وحوش اور مراکب و مواشی کو بھی پہنچا، جن کے ذبح و شکار کے قواعد اور تغذیہ و تربیت کے متعلق احکام نافذ فرمائے گئے۔

حضور ﷺ کا فیض شوارع اور طوارق اور مشارب و موارد کو بھی پہنچا جن کو پر امن اور مصفا و پاکیزہ رکھنے، نیز انجاس وار جاس و قاذرات سے پاک رکھنے کے قواعد مرتب فرمائے گئے۔ الغرض اس رحمت سے نہ کوئی کشتنی و گردن زدنی عدو محروم رہا اور نہ کوئی ذبح شدنی ان سے بھور کیا گیا۔

لہذا حضور ﷺ کا سراپا رحمت ہونا اور بہ ہمد و جوہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہونا مسلم و عبادت ہے۔
(23) وہ روح الحق ہے اس خطاب کا استعمال سب سے پہلے مسیح علیہ السلام نے اپنی اس آخری تقریر میں فرمایا جو انھوں نے دنیا چھوڑنے سے جو شتر اپنے خلفاء کے سامنے فرمائی تھی۔ (دیکھو 16 باب از 11 تا 16 درس)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انا جیل اربعہ میں عام طور پر اسم روح القدس کا استعمال ہوا ہے اور اس سے وہ ملکوتی قوت و شخصیت مراد ہے جسے اہل اسلام جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں اور جسے مسیحی صاحب ان اقامت ثلاثہ میں سے ایک اقوام ارکان تثلیث میں سے ایک رکن بتاتے ہیں اور بایں ہمہ اس کی ہستی کے متعلق وہ ذرا بھی عرفان نہیں رکھتے۔

ہاں صرف یہی ایک مقام ہے جس میں اسم روح الحق کا استعمال ہوا۔ اس کے کام اور اس کی شان اور اس کی علامات کا اعلام کیا گیا ہے۔ وہ روح الحق ہے اور ساری صداقت کی تعلیم دینا اس کا خاصہ ہے۔ وہ روح الحق ہے اور طالبان خاک نشین کو پستی سے اٹھا کر زندگی کے بلند ترین کنگرہ پر پہنچا دینا اس کا کام ہے۔ وہ روح الحق ہے اور زندگی کلام اس کے منہ میں ہے۔ وہ روح الحق ہے اور قلوب مردہ کو حیات روحانی کا عطا کرنا اس کے فرائض میں سے ہے۔ اس کی تعلیم ظاہر کو پاک اور باطن کو طاہر دماغ کو روشن اور قلب کو منور کرنے والی ہے۔

(24) وہ سید ہے اور سیادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اے کے بر تخت سیادت زائل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تھا داری

وہ سید کہلانے سے بے نیاز ہے وہ سید ہے اور اپنے سید (اللہ تعالیٰ) کا عبد کہلانے پر زیادہ خوش ہوتا ہے۔ وہ سید ہے اور اسباط رسول الحسن والحسين سيد شباب اهل الجنة (25) کے خطابات مجھ سے معزز ہیں۔ وہ سید ہے اور اس کے وزراء بھی اسی اعزاز سے مشرف ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِي بُكْرٌ وَ عُمَرُ هَذَا سَيِّدُ أَكْهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيُّ وَالْمُرْسَلِينَ۔ (26)

”انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر یہ دونوں اہل جنت کے گزرے ہوئے اور آنے والے تمام بزرگوں کے سردار ہیں، سوائے انبیاء و مرسلین کے۔“

وہ سید ہے اور اس کے حلقہ نشین بھی اسی علم گرامی سے روشناس ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی سواری دیکھ کر حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا تھا: قُومُوا إِلَي سَيِّدِكُمْ۔ (27)

(1) ترمذی: 3768، 13781 ابن حبان: 6959، 6960، مسند احمد: 62، 3/3

(2) ترمذی: 3764، ابن ماجہ: 100

(3) بخاری: 3043، 3804، مسلم: 1768، ابوداؤد: 5215، ابن حبان: 7026، 7028، احمد: 22/3

دوسید ولد آدم ہے۔ ولد جمع ہے ولد کی۔ اس خطاب سے حضور ﷺ کا سید اولاد آدم ہونا آشکار ہے۔ ظاہر ہے کہ ولد آدم کے دائرہ میں ہر ایک بشر، ہر ایک انسان، ہر ایک آدم زاد داخل ہے۔ جملہ اولین و آخرین اسی جملہ میں شامل ہیں۔ کیا کوئی وجہ التباس موجود ہے کہ خود آدم علیہ السلام بھی اسی میں داخل ہیں یا نہیں۔ شک کی ضرورت نہیں۔ دوسری صحیح حدیث میں اَدَمُ وَذُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَانِیْ⁽¹⁾ موجود ہے اور ہر دو احادیث بصر افروز و بصیرت افزا ہیں۔

(25) وہ شارح ہے۔ شریعت بیان کرنا آسان بات نہیں موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت ہیں اور ان کے بعد بنی اسرائیل میں دو ہزار (2000) سال تک کوئی بھی صاحب شریعت نہ نکلا۔

”بزرگو! مسیح علیہ السلام نے بھی فرمایا: یہ مت سمجھ کہ میں تورات منسوخ کرنے کو آیا ہوں بلکہ اسے مضبوط کرنے آیا ہوں۔“ (26) ہنود میں منوجی مہاراج ہوئے ہیں جنہوں نے سمرتی پیش کی ہے۔ میں دنیا کی تمام قانون ساز کونسلوں اور ضوابط و قواعد مرتب کرنے والی حکومتوں سے درخواست کروں گا کہ وہ ان ہر سر شریعتوں کو دیکھیں اور رپورٹ کریں کہ ان میں سے کون سی شریعت زیادہ مکمل، زیادہ مفصل، جزئیات پر حاوی، کلیات پر مشتمل، ضروریات انسانی پر محنتی اور تمدن کی حامی ہے۔ ع

بس ایک بات پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا جب شرائع موجودہ عالم کی جانچ پڑتال ان اصولوں پر کی جائے گی تو شریعت محمدیہ ﷺ کی فوقیت اور حضور ﷺ فِداہِ اَبِیْ وَ اُمِّیْ کا تفوق خود بخود آشکار اور واضح ہو جائے گا۔

(26) وہ شافع ہے، شفاعت کے معنی لوگوں نے کیا سمجھے؟ کسی نے کہا کہ شفع وہ ہے جو اپنے اختیار و اقتدار سے غفرانِ ذنوب فرماتا ہے۔ اس عقیدہ کے موجد عیسائی ہیں۔ یہ لوگ شفع بہ معنی غفور استمال کرتے ہیں۔ لیکن خود لفظ شفع اس معنی کا متحمل نہیں۔ کسی نے شفاعت کو بے جا باؤ بتایا اور اس کے وجود کا انکار ہی کیا۔ اسلامی شفاعت دو اصول پر مبنی ہے ﴿۱﴾ مَنْ اٰذَنَ لَہٗ الرَّحْمٰنُ ”جیسے اللہ اذن دے۔“ ﴿۲﴾ وَقَالَ صَوّٰہَا ”جو ٹھیک ٹھیک بات بیان کرے۔“ ہر دو اصول بالا شفاعت اسلامی کو ہر دو فریق کے افراط و تفریط سے الگ کر دینے والے شفاعت کو معقول اور قابل التعمیم بنا دینے والے ہیں۔ ہاں! حضور ہی صاحب مقام محمود ہیں اور حضور ﷺ ہی شفاعت کبریٰ کی خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

(27) وہ شاہد ہے اور اچھا شاہد اور سچا گواہ وہ ہے جس کی شہادت واقعات صحیحہ کو کتمان سے بروز میں لے آئے جس کی شہادت بے خبروں کو باخبر اور بے علموں کو باعلم اور غائبین کو شہل حاضر بنا دے۔ نبی ﷺ شاہد ہیں اور اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت جملہ عالم کے سامنے حضور ہی نے ادا فرمائی ہے اور اپنی شہادت سے رب العالمین کے لیے استحقاق الوہیت و معبودیت ثابت کیا ہے۔ عبادات و استعانت بغیر اللہ کے مسئلہ میں سینکڑوں مذاہب سرگرداں و حیران و پریشان تھے۔ حضور ﷺ ہی کی شہادت نے ان حقائق خفیہ کو آشکار کیا۔ حضور ﷺ ہی نے اَشْہَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کی شہادت ادا کی۔ رسالت و نبوت کے خصائص وحی ربانی کی حقیقت و اعمال کا روح سے تعلق، جزا و سزا کا اعمال پر ترتب، شریعت کی ضرورت اور شرائع الہیہ و فرائض حکمیہ کا استحکام۔ یہ سب حضور ﷺ ہی

(1) ترمذی 3148، 3615

(2) انجیل متی 17/5

کی شہادت سے ہوا۔ اللہ اکبر!۔ شاہد کیسی زبردست شہادت اور اعلیٰ صداقت کے ساتھ کھڑا ہوا ہے کہ داوری گاہ علم میں شہادت کے لیے اکیلا آیا اور اپنی واپسی سے پیشتر ہزار ہزار ہندوگان الہی کو اس شہادت پر قائم بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے سامنے ان کو بھی شاہد بنا گیا اور تَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ کی سند عطا فرما گیا۔

۴۲۸ وہ صاحب ہے، صاحب کے معنی ساتھ رہنے والا ہے۔ مسیح علیہ السلام نے حضور ﷺ کا نشان ان ہی الفاظ میں دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس سے حضور ﷺ کی نبوت کا ابدی ہونا ثابت ہو گیا۔ یہ ثابت ہے وہ نوع انسان کے ساتھ ساتھ اس وقت تک رہے گی، جب تک کہ خود یہ نوع باقی رہے۔ مگر کین مکہ بھی حضور ﷺ کو صاحب قریش کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ انھوں نے یہ لفظ خواہ کیسی ہی نیت سے وضع کیا تھا لیکن قدرت الہیہ نے اسے پاک ترین معنی میں استعمال کیا۔ اور ﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ﴾ [التکویر: 22] فرمادیا۔ انبیاء علیہم السلام میں ایسے بزرگوار بھی ہوئے ہیں جنھوں نے امت عاصی کے مفسدات اور قابل نفرت افعال کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اور ان کو چھوڑ کر خود ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے استقامت و صبر کی طبع و ثنا فرماتا ہوا ظاہر کرتا ہے کہ اس نبی کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ یہ نافرمانوں کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوتا، ان کو اپنے دربار سے دور نہیں کرتا۔ خود ان سے علیحدگی کو پسند نہیں فرماتا۔ وہ صابر ہے اور اس کا صبر صرف اللہ ہی کی نصرت و معیت پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج تم اسے اپنا صاحب کہتے ہو کل کو تمہیں خود اس کا صحابی بننا موجب شرف و عزت بن جائے گا۔

۴۲۹ وہ صادق ہے صدق بیان و اشکاف کو کہتے ہیں۔ امر الہی کو صاف صاف بیان کرنا دنیا کی مخالفت و مخالفت کی پروا نہ کرنا دُعا اور دھمکی کو وقعت نہ دینا۔ اعداء کی تدابیر فاسدہ اور مکائد کا سدھ سے مرعوب نہ ہونا حضور ﷺ کا خاصہ ہے۔

وہ صادق ہے۔ اس نے عرب جیسے خونخوار، وحشی، خوریزبت پرستوں کو صاف صاف سنا دیا ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ﴾ [الانبیاء: 98] ”تم بھی اور تمہارے معبود بھی جہنم کا ایندھن بنائے جاؤ گے۔“ وہ صادق ہے جس نے یہودی قوم کو تجارت کے مالک واحد ہونے کی وجہ سے تمام عرب پر چھائے ہوئے تھے اور جن کے سود اور قرضے کی زنجیریں ہر ایک امیر و غریب کی گردن میں پڑی ہوئی تھیں۔ نیز مسیحیوں کو جن کی حکومتیں شام، مصر، یمن اور ایشیائے کوچک و یورپ میں پھیلی ہوئی تھیں۔ صاف صاف لفظوں میں یہ سنا دیا تھا ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [المائدہ: 86] ”اے یہودیو! اے عیسائیو! تم تو سچائی کے کسی درجہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم ۱ تورات اور ۲ انجیل اور ۳ اللہ کے اس کلام پر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، قائم نہ ہو جاؤ۔“

ہاں صادق وہ ہے جو اپنے کلمہ پڑھنے والوں کو بھی فرمادیتا ہے۔ ﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ ”اے نبی! کہہ دیجیے کہ میں تمہارے نقصان یا یہودی کا مالک نہیں۔“ ﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ [الحج: 21] ”کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ سے اور کوئی بھی پناہ نہ دے سکے گا اور میں تو اس کے سوا اور کسی کو اپنا سہارا بھی نہیں پاتا۔“

ہاں صادق وہ ہے جو اپنے عزیز و اقارب کی نسبت بھی یہ پیغام سناتا ہے: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [اشعراء: 214] اپنے خاندان کے قریب ترین اشخاص کو بھی ڈراوے۔

۴۳۰ وہ صادق ہے۔ منازل روحانی میں صدق کا درجہ نہایت اعلیٰ ہے۔ صدق ہی روح اعمال ہے اور صدق ہی معیار احوال صدق ہی

وہ دروازہ ہے جو دربارِ ذوالجلال تک پہنچاتا ہے۔ صدق ہی بنیاد دین ہے اور صدق ہی کی چوب پر یقین کا خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ صدق ہی ہے جس کا سوال خلیل رب العالمین نے فرمایا تھا:

﴿وَأَجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ﴾ [اشعراء: 214] ”میرا ذکر خیر آنے والے لوگوں میں بھی قائم رکھو۔“
 صدق ہی ہے جس کی مجلس دربارِ شاہی کے قریب منعقد ہوئی۔ ﴿فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ [القمر: 55] ”پاکیزہ اور راستی والی بیٹھک میں اپنے عزت والے بادشاہ کے پاس“ نبی ﷺ ہی صادق ہیں اور حضور ﷺ کا یہ نام یوحنا کو مکاشفات میں بتایا گیا ہے۔ حضور ﷺ ہی صادق ہیں، اپنی قوم میں اور اپنے وطن میں اطراف و اکناف میں حضور ﷺ اسی نام سے قبل از نبوت روشناس ہوئے۔ ﴿الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ﴾ [الزمر: 330] ”وہ جو صدق کو لے کر آیا“ حضور ﷺ ہی ہیں جس کے تعین صدیقیت و محمدیت کے مراتب پر فائز ہوئے۔

وہ مصدوق ہے، اس کے صدق پر زمین و آسمان گواہ ہیں۔ اس کے صدق کی شہادت میں برو بخر تر زبان ہیں۔ عیسائیوں کے رہبان اور احبار یہودیوں کے ائمہ اور ریبون اس کی صداقت کے کلمہ خواں ہیں۔ لات منات و عزى کے پجاری اپنے اپنے کذب و بطلان اور حضور ﷺ کے صدق و حقانیت کے معترف ہیں۔ زبور اور امثال ذی الکفل اور دانیال، یسعیاہ، جقوق و حزقائیل، جی و ملاکی، زکریا و یحییٰ علیہم السلام کے صحیفے اس کے صدق و حقانیت کے بیان سے مملو ہیں۔ عباس بن مروانؓ جو عیسائیوں کے مشہور بشارت تھے اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں۔

فَأَمَّنْتُ بِاللَّهِ الَّذِي آتَا عَبْدَهُ
وَوَجَّهْتُ وَجْهِي لِحُجْوَةِ قَاصِدًا
نَبِيٍّ آتَانَا بَعْدَ عِيسَى بِنَاطِقِي
مِنْ الْحَقِّ فِيهِ الْفَضْلُ كَذَلِكَ

- ① میں ایمان لایا اس اللہ تعالیٰ پر جس کا میں بندہ ہوں۔ گزشتہ کل ہی اس کی مخالفت کر کے ہلاکت و بربادی کا موجب ٹھہرا۔
- ② مکہ کا ارادہ کر کے میں نے اپنے چہرہ کو اس کی طرف متوجہ کیا اور میں نے اس کی بیعت دو کھردرے کناروں کے درمیان کی۔
- ③ وہ ایسا نبی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا ہے، اپنے رب کی مرضی سے بولا ہے اور یہی اس کی فضیلت و توقیر ہے۔
- ④ وہ دھڑ ہے۔ وہ زهرة الحیوة الدنیا سے دور ہے۔ وہ نعمت ہائے باقیہ سے پرورش یافتہ ہے۔ وہ وَرَاحَتِی لَہُ قَوْلًا کی سند ہاتھ میں لے کر آیا۔ اس کی راحت، اس کی آسائش اس کی خوشنودی، اس کی رضا کا رب العالمین خود نگران ہے۔
- ⑤ وہ طیب ہے۔ اس کی اصل، اس کی نسل اس کی ازواج، اس کی ذریت، اس کا پیکر اس عنصر ارجاس و انجاس و عیوب و نقائص قباح اور زائل سے پاک ہے۔ وہ زکی ہے، وہ طاہر ہے، مطہون اس کے شاگستر ہیں اور قدوسی اس پر درود خواں، سیدنا حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔

صَلَّى الْإِلَٰهَ وَ مَنْ يَحْفُ بِعَرْشِهِ
وَالطَّيِّبُونَ عَلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدُ

- اللہ رب العزت اور اس کے عرش کو گھیرنے والے فرشتے اور نیک لوگ احمد مجتبیٰ ﷺ کی بابرکت ہستی پر درود بھیجتے ہیں۔
- وہ طاہر ہے، وہ حسب و نسب میں عالی ہے، آہائے اولین جو اسی کے نور کے حامل تھے۔ سفاح سے پاک رہے اور عمود نسب سے جملہ

بزرگانِ محترمین میں اغیار کی غلامی سے آزاد۔

وہ ظاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ اس نے طہارت کی تعلیم دی اور اسی نے طہارت ظاہری و باطنی سے اپنے قمعین کو پاک ٹھہرایا۔ اس کی تعلیم نے ﴿فِيهِ رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ﴾ [التوبہ: 108] کی جماعت کو قائم فرمایا اور اسی کے احکام و افعال کی غایت ﴿تُطَهَّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ﴾ [التوبہ: 103] کو ٹھہرایا ہے۔
 ﴿وَعَبْدُ اللَّهِ﴾ وہ عبد اللہ ہے۔ عبودیت ہی کمالِ انسانیت ہے اور عبودیت کی تکمیل منازلِ نبوت ہی میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس جگہ کسی نبی اللہ کا ذکر پیارا اور محبت اور قبولیت کے لہجہ میں فرماتا ہے تو اس جگہ لفظ عبد کا اضافہ فرماتا ہے۔

﴿وَإِذْ كَرَّ عَبْدُنَا دَاوُدَ ذَالِ الْإِيدِ﴾ [ص: 17] ”ہمارے بندے داؤد (علیہ السلام) کو یاد کرو جو بڑی قوت والے تھے۔“

﴿وَإِذْ كَرَّ عَبْدُنَا أَيُّوبَ﴾ [ص: 41] ”اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو۔“

﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا﴾ [مریم: 2]

”یہ تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر کی تھی۔“

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبودیت وہ شجرہ طیبہ ہے جس کے پھل نہایت شیریں ہیں۔

① ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ﴾ [الفرقان: 1] نزولِ قرآن کا سبب عبودیت کاملہ ہے۔

② ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾ [الزمر: 36] کفایتِ الہیہ کا سبب عبودیت ہے۔

③ ﴿مُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا﴾ [بنی اسرائیل: 1] معراجِ عبودیت کا ثمرہ ہے۔

④ ﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ [النجم: 10] خطاباتِ عالیہ کا شرفِ عبودیت پر عطا ہوا۔

یہ سچ ہے کہ مسیح (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی صدیقہ مریم (علیہا السلام) کی گود میں اتنی عبودیت کہا تھا۔

اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی آیت ﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ﴾ [الحج: 19] میں عبد اللہ فرمایا گیا ہے لیکن ہر دو مقامات پر تفاوت درجات کا نور اپنی اپنی ضیا میں روشن ہے۔ اسی عبد اللہ حضرت مسیح کا اپنا قول ہے۔ ہنوز فعل اس کی معیت میں نہیں۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خود رب العالمین نے عبد اللہ فرمایا اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قیام بر عبادت اور قیام بر دعوت کا تذکرہ بھی ساتھ ہی ساتھ موجود ہے۔
 ہاں وہ عبد اللہ ہے اور اس کی عبودیت کا شاہد خود معبود و معبود ہے۔

وہ عبد اللہ ہے اور دعوتِ عبودیت میں وہ سب سے زیادہ کامیاب ہے۔ وہ عبد اللہ ہے اور اس نے کلمہ توحید میں اپنے مبارک و محمود اسم کے ساتھ عَبْدُہ، وَرَسُولُہ، کوزولائیک بنادیا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص کلمہ شہادت پڑھنا چاہے اور وہ اسم اللہ کے ساتھ وَحْدَہ، لَا شَرِيكَ لَہ، اور اسم محمد کے ساتھ عَبْدُہ، وَرَسُولُہ نہ پڑھے۔

اے مالک میں بھی اس مقام پر کلمہ شہادت کو دہراتا ہوں اور تیرے خزانِ رحمت میں بطور امانت سپرد کرتا ہوں:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَہ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہ، وَرَسُولُہ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَ

بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا۔ ③

③ سنن الکبریٰ، بہیقی: 118/9، سیرت ابن ہشام: 412/4، تاریخ طبری: 61/3

ہاں حضور ﷺ فاتح ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی تعلیم سے نادانوں کے سینے کھول دیئے۔ اسرار روحانی واضح کر دیئے، صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے سامنے جو موانع موجود تھے ان کو دور فرما دیا، حریت عطا فرمائی اور آزادی دین کے حقوق سے سب کو بہرہ مند فرمایا۔ عمان کا حکمران اکیدر کا بادشاہ، حبشہ کا تاج وزمین کا فرمان روا، شام کا حاکم مختار اپنے اپنے مقامات پر مقیم اور اپنے اپنے ممالک پر متصرف اور اورنگ نشین ہیں۔ لیکن ان کے دل و دماغ کو اس حبیب اللہ ﷺ نے فتح کر لیا ہے اور اب ان کو فدوی باخلاص کہلانے میں وہ مزہ ملتا ہے جو شاہ گردوں، قباب کہلانے میں نصیب نہ تھا۔

وہ دلوں کا فاتح ہے، وہ قلوب پر قبضہ کرنے والا ہے، وہ روح ورواں ہے اور تاب و توان کی جان ہے۔

﴿وہ قاسم ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ مُعْطِيٌّ﴾ [۱] ”دینے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں ہوں۔“ حضور ﷺ نے کن کن فیوض و برکات کو عام کیا اور کن کن تجلیات و تدلیات کو بصیرت افروز بنایا، کن کن آلاء و نعم سے دنیا کو متمتع کیا اور کن کن عطایا سے اہل دین کو ممتاز بنایا۔ یہ ایک وسیع بیان ہے۔

اس عرب کو جو گونہ علوم اور تشنہ حقائق تھا۔ حضور ﷺ ہی کی تقسیم نے سیر اور سیراب بنایا، جن نعمتوں کے گنجینہ دار اہل زرتشت تھے اور جن آلاء کے خازن اسرائیل تھے اور جس پر شاد کے بھنداری لگنا جتنا پر قبضہ کرنے والے تھے، ان جملہ خزانوں و دفائن کو حضور ﷺ نے نکالا اور عرب پر تقسیم کر دیا۔ وہ عرب جو اب تک ریگ بیابان اور سنگلاخ وادی کے سوا اور کسی شے کے مالک نہ تھے انہی لوگوں نے اپنی عطیات کا حصہ دار ہر ایک انسان کو بنایا۔ انہی نے ہر ایک صادر و وارد کو اپنے دسترخوان پر بٹھلایا، انہی نے مساکین و یتیموں کے لیے مشرق و مغرب تک لنگر جاری کیے۔ پیادے بٹھلائے، برابر کا بٹھلایا، برابر کا پلایا، غیروں کو اپنا کیا اور دشمنوں کو چھاتی سے لگایا اور اسی طرح پر آج تمام دنیا زلہ خوار کرم مصطفیٰ ﷺ ہے اور جملہ اہل عالم نمک خوار احمد مجتبیٰ ﷺ ہے ورنہ یہ حقائق، یہ معارف دنیا کو کہا نصیب تھے؟

﴿وہ مصطفیٰ ہے۔ نبی ﷺ کے خاص اسمائے مبارکہ میں سے ہے۔ حتیٰ کہ اسم مصطفیٰ اب حضور ﷺ کے لیے بطور علم مستعمل ہے اور دوسرے کے لیے نہیں آیات قرآنیہ سے واضح ہے کہ آدم و نوح اور ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام خصوصیت سے وہ بزرگوار ہیں، جن کے لیے فضل مصطفیٰ کا اطلاق ہوا ہے اور مصطفیٰ کا سبب یا ذریعہ کلام الہی اور وحی ربانی کا نزول تھا۔ یہ وجود امتیاز بدرجہ اتم و اکمل وجود نبی ﷺ میں موجود ہیں۔ کتاب استثناء کے باب 18 میں نبی ﷺ کی خاص وجہ شناخت یہی فرمائی گئی ہے کہ اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہوگا۔ وحی کا نزول اور اس کا تسلسل حزوئل اور تحمیل کی کیفیت جو کچھ قرآن مجید میں پائی جاتی ہے وہ اور کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ لہذا محمد ﷺ ہی وہ برگزیدہ و چیدہ ہستی ٹھہرے جن کا نام مصطفیٰ ہوا اور جن کا مصطفیٰ ہر ایک مقدس کے مصطفیٰ سے برتر و اعلیٰ ہے۔

قرآن مجید میں ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

”اللہ تعالیٰ نے آدم و نوح و آل ابراہیم اور آل عمران کو دنیا جہاں پر فضیلت بخشی۔“ [آل عمران: 33]

فرمایا گیا ہے۔ آل ابراہیم میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام خود اور حضور ﷺ کی آل ہر دو شامل ہیں اور اس اسلوب کلام کے اختیار کرنے کی وجہ یہی یہی کہ آل ابراہیم کا مصطفیٰ حضور ﷺ ہی کی شمولیت پر مبنی ہے۔

40) وہ مطاع ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی ذات سبحانی ہے جس کی اطاعت مقصود بالذات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت کرنے والوں کی شناخت کے لیے یہ معیار مقرر کر دیتا ہے کہ انبیاء الہی کی اطاعت کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے سمجھے جائیں گے اور اطاعت انبیاء سے گریز کرنے والے ہی اطاعت ربانی سے گریز کرنے والے قرار دیے جائیں گے۔ اس رسول کو اللہ تعالیٰ نے بطور قانون حکم ظاہر فرمادیا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [النساء: 46] ”نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی اطاعت کی گئی۔“

اصولی حکم کے بعد ذات مبارک نبوی ﷺ کی نسبت خصوصیت سے فرمادیا۔ ﴿وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: 80] اس رسول کی جس نے اطاعت کی تو اس نے بالضرور اللہ ہی کی اطاعت کی۔ بعد ازاں فرمایا:

﴿إِنْ تُطِيعُوا تَهْتَدُوا﴾ [النور: 54] ”اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یاب بن جاؤ گے۔“

قرآن مجید میں ﴿مُطَاعٌ ثَمَّ أَمِينٌ﴾ [التہریر: 21] حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے اور سورہ تحریم میں ﴿وَجِبْرِيلَ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرًا﴾ [التہریر: 14] نازل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ مطاع آسمانی اور امین وحی ربانی بھی حضور ﷺ کے مددگاروں میں اسی طرح داخل ہیں جیسے دیگر ملائکہ اور جملہ مؤمنین۔ ہر دو آیات نے نبی ﷺ کا سب سے بڑھ کر مطاع ہونا واضح فرمادیا ہے۔

لہذا اب کوئی نبی یا مرسل، کوئی ملک یا حامل وحی، کوئی پیرو مرشد، کوئی امام، کوئی شہید، یعنی مخلوق الہی میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو سیدنا و مولانا محمد ﷺ کے سامنے مطاع کہلانے کی جرأت کر سکتا ہو یا جس کی اطاعت محمد ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ کر باعث ہدایت و قرب ربانی بن سکتی ہو۔ حدیث پاک: ﴿وَلَوْ كَانَ مُوسَىٰ حَيًّا لَمَّا وَبِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعَ﴾ [1] ’اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری اطاعت کے بنا کوئی چارہ نہ تھا۔‘ اسی راز کی کاشف ہے۔ ہاں ہر ایک کلمہ خواں اسلام کا دین و ایمان یہی ہے کہ قرب الہی اور رضوان سبحانی اور مغفرت و نجات کا ذریعہ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف ایک ہے اور وہ اطاعت محمدی ﷺ ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اگر آج کوئی شخص سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کا مدعی بن کر حضور ﷺ کی اطاعت سے اظہار استغفار کرے تو وہ مغفرت و نجات سے دور ہے اور قرب و رضوان کے منازل عالیہ سے محجور۔

نبی ﷺ ہی مطاع ہیں اور حضور ﷺ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے۔ ائمہ دین اور اصحاب کرام کے مدارج و مناسب اس لیے دیگر مخلوق سے برتر و عالی ہیں کہ یہ بزرگوار حضور ﷺ کی اطاعت میں مستحکم اور کامل ترین۔

محمدؐ عربی کا بروئے ہر دوسرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سرادست
پندار سعدی کہ راہ صفا
تو اس یافت جز در پے مصطفیٰ

41) وہ حاجی ہے۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث پاک عن جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لِي خَمْسَةٌ أَسْمَاءُ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي

يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ۔ [1]

حضور ﷺ ماحی ہیں، کفر و ضلالت کو مٹھ کرنے والے، شرک اور ماسوا پرستی کو مٹا دینے والے۔ حجاب رسم و نفس کو اٹھا دینے والے، کفران و خذلان کے غاروں کو بھر دینے والے طغیان و عصیان کی بلند چوٹیوں کو پیوست کر دینے والے حضور ہی ہیں جنہوں نے عرب کے تین سوساٹھ بتوں کو ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [بنی اسرائیل: 81] کا حکم سنا کر اوندھے منہ گرایا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جن کے ارشادات کے بعد نصاریٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو والدہ خدا کہنے سے اجتناب کیا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جن کی تعلیم نے مانی مشرک کی ناپاک تعلیم سے ایران کو نجات دی۔ حضور ﷺ ہی ہیں جن کی ہدایت نے دام مارگیوں چتر رنگد یوں جیسے نقش پسند فرقوں کا بیڑہ غرقاب کیا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جنہوں نے معصوم بچیوں کو پوند خاک ہونے سے اور ناکردہ گناہ واپس کو زندہ نذر آتش بنائے جانے سے بچایا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جنہوں نے غرق و قمار کو جس و خس بتایا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جنہوں نے ایک فحشی چیز کو جو ہر صحت انسانی کا دشمن ظاہر کیا۔ الغرض مفاسد و رذائل کو مٹانا سکارہ و ماتم کو مٹھ کرنا حضور ﷺ ہی کی پاک اور طیب تعلیمات کا خاصہ ہے۔ لہذا حضور ﷺ کا ماحی ہونا مسلم ہے۔

﴿42﴾ وہ حاشر ہے، قیامت کے دن مرقد پاک اور آرام گاہ خاص سے سب سے پہلے سر اٹھانے والے احیائے موتی کی کیفیت کو ملاحظہ کرنے والے، منادرب العباد کی ندا پر سب سے پہلے لبیک پکارنے والے، عذرخواہی امت کی سب سے پہلے چارہ گری فرمانے والے حضور ﷺ ہی ہیں۔

﴿43﴾ وہ عاقب ہے۔ سب سے پیچھے آنے والا۔ جملہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کو جمع کرنے والا عدیم الظہیر، عدیم المثال آغاز نبوت کا انجام اور انجام رسالت کا اتمام۔

﴿44﴾ وہ نور ہے اسی کے دین پر چلنے والا ﴿فَهُوَ عَلِيُّ نُورٍ مِنْ رَبِّهِ﴾ [الزمر: 22] کے نورانی خلعت سے ممتاز ہے۔ اس کی لائی ہوئی کتاب کو نور بتایا گیا ہے۔ ﴿وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ﴾ [الاعراف: 157] اس نور کا اتباع کیا جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔ اسی کا مبارک نام سورہ مائدہ میں نور بتلایا گیا ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾ [المائدہ: 15] خازن و معالم میں نور کو نبی ﷺ ہی کی ذات بتایا ہے۔ حضور ہی وضو امر اور تین نبوت میں نور ہیں اور حضور ﷺ ہی کی تعلیم نور پر قلوب کے لیے نور ہے۔

حبیب اللہ ﷺ کی دعائے ذیل پر غور کرو اور دیکھو کہ حبیب الدعوات سے روزانہ کس شے کا سوال ہے؟ کیا ذات سبحانی کسی کا سوال رو بھی فرماتی ہے؟

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُورًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُورًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُورًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُورًا وَيَسَارِيْ نُورًا وَفَوْقِيْ نُورًا وَتَحْتِيْ نُورًا وَاَمَامِيْ نُورًا وَخَلْفِيْ نُورًا وَاجْعَلْ لِّيْ نُورًا وَفِيْ لِسَانِيْ نُورًا وَفِيْ دَمِيْ نُورًا وَفِيْ عَصَبِيْ نُورًا وَفِيْ شَعْرِيْ نُورًا وَفِيْ بَشَرِيْ نُورًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُورًا اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِيْ نُورًا - اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُورًا۔ [2]

”الہی! میرے قلب میں نور ہو، میری آنکھوں میں نور ہو، میرے کانوں میں نور ہو، میرے دامنے نور ہو، میرے بائیں نور ہو، میرے اوپر نور ہو، میرے نیچے نور ہو، میرے آگے نور ہو، میرے پیچھے نور ہو، نور کو میرا بنا دے، میری زبان میں نور ہو، میرے خون میں نور ہو، میرے پٹھوں میں نور ہو، میرے بالوں میں نور ہو، یا اللہ مجھے نور عطا فرما۔ یا اللہ میرے نور کو بڑھا، یا اللہ مجھے نور ہی بنا۔“

کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ ”بانت سعد“ میں کہتے ہیں:

ع إِنَّ الرُّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ

(45) وہ مدثر ہے۔ تدثر کے معنی ہیں طائر کا اپنے گھونسلے کو درست کر لینا، کا شانہ عالم حضور کے علوم مراتب کے مقابلہ میں ایک آشیانہ کی حیثیت رکھتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آشیانہ کو درست و محکم بنادینا اہل عالم کی ضروریات مادی و اخلاقی و روحانی کو مکمل فرما دیتا ہے۔ یہ تکمیل انذار اور تحکیر و تہلیل ربانی اور تطہیر خلائق از علایق مادی و قلبی کی تدابیر سے فرمائی گئی ہے۔ رجز و رجز کو دور فرما کر طہارت ظاہری و باطنی سے اہل عالم کو مطہر بنانا اسی مدثر کا کام ہے۔

(46) وہ منزل ہے: اس کی آنکھیں دنیا کے تیرہ و تاریک کے بدنما چہرہ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کے کان زور کے کذب و بہتان کو نہیں سن سکتے۔ وہ گھبرا کر غار حرا کے خلوت کدو میں چلا جاتا ہے اس کی پاک فطرت کے مطابق تجلیات قدسیہ کو اس کے سامنے کھول دیا جاتا ہے۔ ملکوت اعلیٰ کے مظاہر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ کلام لم یزل سامع نواز بن جاتا ہے۔ اس وقت ترہب و تجمل کا راز آشکار کر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ ظلمت کدو آفرینش سے بیزار ہوئے اکثر انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ دانش مند بدھ مرتاض دیوجانس رشی ویدویاس وغیرہ ہم نے جو آسمان تاریخ کے روشن کو اکب ہیں اسی روش کو پسند فرمایا، ہزاروں سن اور منک نے ٹیک نیچی سے رہبانیت ہی کو اس دنیائے غدار سے چھوٹنے کی اعلیٰ تدبیر سمجھا۔ ہزاروں جینی درویش اسی ریاضت میں اپنی جان پر کھیل گئے۔

قدرت ربانیہ نے تجمل کا نسخہ اس منزل کو بتایا۔ وہ فوراً کھڑا ہوا جاتا ہے۔ اس کا سارا دن مخلوق کی رہنمائی اور عقدہ کشائی میں پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری رات اپنے مالک کے سامنے معروضات کے پیش کرنے میں گزر جاتی ہے۔ اس کی انذار و بشارت بعض کے سامنے فرعونوں کے انجام کو قریب کر دیتی ہے اور بعض کو ہلاکت و تباہی کے بحر احمر سے بخیر و سلامت گزر جانے کے لیے دلیل راہ بن جاتی ہے۔ ہاں وہ منزل ہے، وہ فرعونوں کے لیے موسیٰ علیہ السلام جیسا شکوہ اور ایمانیوں کے لیے عیسیٰ علیہ السلام جیسا یقین اور مذموم عاقبت والوں کے لیے ہدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آیا ہے۔

(47) وہ مشہود ہے، امام قرطبی کا بیان ہے کہ انبیاء علیہم السلام شاہد ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشہود ہیں۔ قرطبی کا فرمودہ درست ہے۔ سیدنا یعقوب، موسیٰ داؤد، سلیمان، وھیبیہ، ودانی اہل ویرمیاہ و حقوق و یوحنا و مسیح علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ادا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر مقدم کی اطلاع دی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ولادت و ہجرت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام اللہ کا نزول، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور راست بازی کا ملہ کے دروس پاک کا ذکر فرمایا ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی زبان پر با تحقیق مشہود ہیں۔

کارلائل، سرمور و اشکن، جان ڈیون، ایڈورڈ گمن جیسے بے پاک آزاد خیال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن ضمیری، خیر خواہی

خلائق، بے لوث زندگی، پاک ترین حیات، پاک ترین مقصود کے لیے پاک ترین تدابیر کے عمل میں لانے کے مدحت طراز اور توصیف نگار ہیں۔
ہاں! وہ زمین و آسمان جس میں روزانہ اس کی عبودیت و رسالت کی شہانہ نوبت اوقات خمسہ میں بلند آوازہ ہے۔ حضور کا مشہور ہونا تسلیم کر رہے ہیں۔

(48) وہ رؤف اور رحیم ہے۔ ہر دو اسماء یقیناً اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام میں حضور کو ﴿يَا الْمُسْلِمِينَ رَوْفٌ رَحِيمٌ﴾ [التوبہ: 128] ہونا مسلم ہے۔ اختصار نگار کے لیے یہی سند کافی ہے۔

(49) وہ مذکر ہے۔ رات کی تاریکی میں جب کہ قافلہ بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکتا ہو وہ آگے بڑھتا ہے۔ خشک پتھروں کی اونٹ اور ریت کے بستر پر لیٹنے والوں کی تذکیر فرماتا ہے اور وہی مبارک نام جس کی تذکیر فرمائی گئی، سننے والوں کے دل و زبان پر بطور ذکر دوام جاری ہو جاتا ہے۔

وہ مخالفین کی محفلوں، سالانہ منڈیوں پر رونق ملیوں، ٹھیلوں میں جاتا ہے اور بایکھا الناس قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا ”اے لوگو! کلمہ حق کی گواہی دے دو فلاخ پا جاؤ گے۔“ کی تذکیر فرماتا ہے۔

وہ پہاڑ پر جاتا ہے، پتھر کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پاک نام غفلوں کی جماعت تک پہنچاتا ہے۔ وہ میدان جنگ میں نرغہ اعداء میں گھرا ہوا ہے، اس کا بازو اس کا سر، اس کے دو دندان سنگباری سے مجروح ہیں لیکن وہ اس حالت میں بھی تذکیر فرما رہا ہے، وہ بستر پر پڑا ہوا ہے۔ دو دن سے شدید تپ ایک منٹ کے لیے بدن سے الگ نہیں ہوئی۔ دوسرے بھی ہے، ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہے، لیکن وہ تذکیر میں مشغول ہے۔ وہ وصایا و نصائح سے امت کے مستقبل کی فکر فرما رہا ہے اور اللہ پاک کا نام تلقین کر رہا ہے۔ وہی مذکر ہے اور تذکیر اسی پر ختم ہے۔

(50) وہ مبارک نام ہے۔ لفظ برکت، بَرَكَ الْبُحَيْرُ سے ماخوذ ہے۔ اونٹ کا جم کر بیٹھ جانا۔ اس لفظ کا مفہوم لغوی ہے۔ برکت میں استقرار اور دوام کے معنی داخل و شامل ہیں۔ وہ مبارک ہے۔ اس کا دین ہمیشہ تک رہنے والا ہے۔ اس کی شریعت نسخ سے مبرا ہے۔ وہی تاقیام قیامت سب کا ہادی ہے۔ اسلام جہاں پہنچ گیا، جم گیا۔ سب ملک اسی کے ہیں، وہ ہر جگہ کو اپنا وطن سمجھتا ہے۔ سیدنا حسانؓ نے حضور ﷺ کے اس اسم کا استعمال کیا ہے۔

صَلَّى إِلَهِ وَ مَنْ يَحْفَ بِعَرْشِهِ

وَالطَّيُّونَ عَلَى الْمُبَارِكِ أَحْمَدُ

”درود بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے عرش عظیم کے ارد گرد فرشتے اور نیک و پاکیزہ لوگ احمد ﷺ کی مبارک ذات گرامی پر۔“

سیدنا عباس بن مرداسؓ نے جو راہب نصرانی تھے اپنے نعتیہ قصیدہ میں کہا ہے:

وَجْهَتْ وَجْهِي نَحْوَ مَكَّةَ قَاصِدًا

وَبَايَعْتُ بَيْنَ الْأَخْمَسِينَ الْمُبَارِكِ

(51) وہ مہاجر ہے۔ قرآن مجید مہاجرین و انصار کے فضائل و مدائح سے مملو ہے۔ مہاجرین کو انصار پر مزیت خاص و امتیاز خاص ہے۔

مہاجرین وہی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی اقامت کو پورا کیا، گھریا، خویش و تہار وطن و دیار کو ترک کر دیا، مگر حضور ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مہاجرین کی ہجرت حضور ﷺ ہی کی ہجرت سے مقبول رہانی ہوئی۔ حضور ﷺ مہاجر ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم و لوط و اسماعیل و موسیٰ و ہارون علیہم السلام بھی مہاجر تھے۔

﴿وہ ہادی ہے۔ ہدایت کے معنی و مفہوم دو ہیں۔ ① کسی کے دل میں ایمان ڈال دینا۔ آیت ذیل میں اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔﴾
﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ [انقص: ۵۶]

”تو ہدایت نہیں دے سکتا اسے جسے تو پسند کرتا ہے، لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کسی کو بھی وہ چاہے۔“

② کسی کو ایمان و یقین کی طرف بلا نا اور اپنی دعوت کی حقانیت کو دلائل و براہین روحانی یا عقلی سے اور اپنے افعال حمیدہ و اقوال حکیمہ سے مستحکم کرنا بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزش طمع خالصہ خیر خواہی و نیک سگالی کے فرائض ادا کرنا اس مفہوم کی تکمیل نبی کریم ﷺ کی ذات پر ہوتی ہے اور آیت ذیل میں اس معنی کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [الشوری: ۵۲]

”تو بالضرور سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔“

نبی ﷺ نے ہدایت اور دعوت الی الحق کے جملہ بہترین طریقوں کو جمع فرما دیا تھا۔ کشادہ روی، نرم خوئی، خلق عظیم ایسی صفات تھیں کہ دشمن بھی حضور ﷺ کو دیکھ کر اپنی دشمنی بھول جاتا تھا۔ شیریں کلامی واضح بیانی ایسی کہ جو لفظ زبان مبارک سے نکلتا، سامع کے قلب میں اتر جاتا تھا۔

دلائل و براہین کے وارد کرنے میں حضور ﷺ نے منطقیوں اور فلسفیوں کی ژولیدہ تقریروں اور مطلق الفاظ اور اترام خصم وغیرہ کے جملہ مسلک ترک کر دیے تھے۔ حضور ﷺ کے دلائل انفسی اور آفاقی ہوتے تھے۔ انسان کے سامنے خود اسی کی فطرت کو پیش کر دینا انسان کے ماحول کو انسان کے لیے دلیل راہ بنادینا حضور ﷺ کا مبارک شیوہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر ان قوانین فطرت کو کھول دیا تھا جن پر مخلوق کی آفرینش ہوئی ہے۔ لہذا حضور ﷺ کے دلائل بھی براہ راست سرشت انسانی اور خلقت بشری کو متوجہ و بیدار اور مخاطب کرنے والے ہوتے تھے۔

مع ہذا حضور ﷺ نوع انسانی کے لیے ایسا مکمل نمونہ تھے کہ حضور ﷺ کے افعال، حضور ﷺ کے اقوال کے مصداق ہوتے تھے اور حضور ﷺ کے اقوال حضور ﷺ کے افعال کا معیار تھے۔ اس ظاہر باطن کے توافق اور افعال و اقوال کے تطابق نے حضور ﷺ کو نوع بشر کا سچا ہادی بنا دیا تھا۔ ضرار بن الخطاب الفہری رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

يَا نَبِيَّ اللَّهِ الْهُدَى إِلَيْكَ لِحَاجِي فَرِيَشٌ وَلَدْتُ حِينَ لَجَاءُ

”اے اللہ تعالیٰ کے نبی آپ میری پناہ گاہ ہیں اور قریش اب آپ ہی سے پناہ طلب کر رہے ہیں۔“

نابغہ جعدی کا شعر ہے:

أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ بِالْهُدَى وَيَتْلُو كِتَابًا كَالْمُجَرَّةِ نِيرًا

”میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب وہ ہدایت کے ساتھ آئے اور کتاب (قرآن کریم) پڑھ رہے ہیں جو روشن

اور چمکتی ہوئی کہکشاں کی مانند ہے۔“

﴿53﴾ وہ یسّٰی ہے۔ وہ سید ہے، وہ سید الناس ہے، وہ سید البشر ہے۔ اس کا صدق، اس کی دیانت، اس کی راستی سب پر ثابت ہو چکی، اب خواہ اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں۔ قرونِ ماضیہ میں بعض اقوام کے پاس یکے بعد دیگرے تین تین نبی بھیجے گئے اور وہ صرف ایک نسمہ طیبہ کو جنت تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ یہ سید وہ ہے جو کیا آیا سینکڑوں اور ہزاروں کو ظلمات سے نکالے اور نور میں پہنچانے کا سبب بن گیا۔ وہ کبھی عرب سے باہر نہیں گیا۔ مگر اس کی تبلیغ نے دنیا کے ہر ایک براعظم پر قبضہ کیا۔ وہی اندھوں کے لیے بینائی ہے اور وہی بیناؤں کے لیے روشنی، دلوں پر گرے ہوئے پردوں کو اٹھا دینے والا، بہرے کانوں تک صدائے حق پہنچا دینے والا، اسرائیلیوں اور اسماعیلیوں کی منافرت کو دور کرنے والا، عرب اور عجم کو ایک کر دینے والا، وہ احرار کا سید اور غلاموں کا مولیٰ ہے۔ امویہ، عباسیہ، فاطمیہ، رشیدیہ مغلوں اور ترک افغانی و مراکشی الجزائری و مجازی اگرچہ اپنی اپنی فرماں دہی و حکمرانی میں اپنے آپ کو لاثانی سمجھتے ہیں۔ ایک سلطنت دوسری سلطنت کی ابہت شوکت سے انکاری ہے، لیکن حضور ﷺ کی کنش برداری کو ہر ایک تاجدار اپنا افتخار سمجھتا ہے۔ حضور ﷺ کے دربار میں خاک پر جگہ مل جانے کو تخت و اورنگ کی نشست سے بہتر جانتا ہے۔ درحقیقت حضور ﷺ ہی سید ہیں اور حضور ﷺ ہی سرور عالم ہیں۔

﴿54﴾ وہ خاتم النبیین ﷺ ہے۔ آیت قرآنیہ میں ﴿وَلَسٰیكَنْ دُٰمُوْنَ اللّٰهُ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ﴾ [الحزاب: 40] فرمایا گیا ہے۔ اس آیت میں کیسی برقی طاقت موجود ہے۔ طبائع انسان پر اس کو کتنی قدرت حاصل ہے۔

اس آیت سے جیستری بنی اسرائیل میں سینکڑوں اور ہزاروں کو نبی تسلیم کیا گیا۔ ہندوؤں میں کروڑوں اشخاص کو دیوتا مانا گیا، چین و ایران میں بھی سرورِ یزدانی کا نزول اور ملکوتی جلال کی تدلیات ہزاروں پر اترتی رہیں، مگر اس آیت کا اثر تھا کہ تمام مذاہب اور جملہ ممالک اور جمیع اقوام کے علم و خیال اور دل و دماغ سے وجودِ نبوت اور اس کے دعویٰ کے اظہار کا تصور و خیال ہی اٹھ گیا۔ سب نے اپنے اپنے گھروں میں بھی نبوت کے دروازوں پر قفل ڈال دیے اور ہر ایک مذہب نے اپنے طریقِ عمل سے صحت مضمون آیت پر صادر کر دیا۔

دیکھیے اسے کہتے ہیں نصرتِ ربانی اور اسے کہتے ہیں کلامِ ربانی، جس کے نزول کے بعد منکرین نے بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور مخالفین نے بھی اس مسئلہ پر اپنا عملی اتفاق پیش کر دیا۔ نظامی گنجوی فرماتے ہیں۔ عباس بن مرداس اسلمیؒ فرماتے ہیں: ﴿

بِأَسْمَاءِ النَّبِیِّیْنَ اِنَّكَ مُرْسَلٌ بِأَلْحَقِّ كُلِّ هٰذِی السَّبِیْلِ هٰذَا كَمَا

”اے خاتم الانبیاء بلاشبہ آپ کو حق کے ساتھ بھیجا گیا، ہر رشد و ہدایت کا راستہ آپ ہی کی طرف سے ہے۔“

اب میں اس مضمون کو جو اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے، اسم مبارک احمد ﷺ کے اعداد (54) پر ختم کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ پھر بھی اسم مبارک محمد ﷺ کے اعداد (92) تک وسعت دی جائے گی اور معانی و لطائف بھی ذرا وسعت و فصاحت سے کام لیا جائے گا اور پھر بھی یہی ہوگا کہ اس اعتراف کو کمر، سرگرد ہر اتار ہوں گا۔

دامان نگہ و گل حسن تو بسیار
گلچیں تو ز تنگی داماں گلہ دارو

دامن اپنا ہی نگہ ہے ورنہ گل اور پھول حسن تو بہت ہیں۔ گل و بہار کی زیادتی کے سامنے دامن اپنی تنگی پر شکوہ کناں ہے۔

سنت مصطفویہ و طریقہ محمدیہ ﷺ

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کتاب ”الشفاء فی بیان حقوق المصطفیٰ“ میں حدیث ذیل بہ روایت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کی ہے۔ اس سے نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کا وضوح بخوبی ہوتا ہے۔

مصنف کا جو درجہ حدیث میں ہے، وہ ان کی کتاب اکمال شرح صحیح مسلم اور ”مشارق الانوار“ سے بخوبی نمودار ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فضائل و شیم و خصائل کے بیان صحیح میں جو ان کو شغف قلبی ہے وہ ان کی کتاب ”الشفاء فی بیان حقوق المصطفیٰ“ سے خوب واضح ہے مصنف کی ثقاہت اور امانت فی الدین تو بیشک حدیث کے لیے ملتی ہے۔ مع ہذا جملہ کلمات وارودہ کی تطبیق دیگر روایات متعددہ سے ہو جاتی ہے۔

شرح حدیث کے وقت خوش قسمتی سے علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مکر بن ایوب بن سعد الزری الدمشقی الفقیہ الحنبلی المفسر النجفی الاصولی المتکلم الشہیر بابت قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کی کتاب مدارج السالکین بھی مل گئی۔ یہ کتاب شیخ الاسلام الہروی عبد اللہ بن محمد بن علی الصوفی القدوة الحافظ الامام کی ساترین کی شرح ہے۔ اس شرح میں ہر دو کتب سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ جزا اللہ عنا خیر الجزاء حدیث یہ ہے:

عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّتِهِ فَقَالَ مَعْرِفَةُ رَأْسِ مَالِي وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي وَالْحُبُّ أَسَاسِي وَالشُّوقُ مَرْكَبِي وَذِكْرُ اللَّهِ إِنِّيْسِي وَالْفَقَةُ كَنْزِي وَالْحَزَنُ رَفِيقِي وَالْعِلْمُ سَلَاحِي وَالصَّبْرُ رَدَائِي وَالرِّضَا غَنِيمَتِي وَالْعِجْزُ فَخْرِي وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي وَالْيَقِينُ قَوْلِي وَالصَّدَقُ شَفِيعِي وَالطَّاعَةُ حَسْبِي وَالْجِهَادُ حُلُقِي وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ۔^[1]

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کا طریقہ (سنت) کیا ہے؟ فرمایا: معرفت میرا اس المال ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر الہی میرا انیس ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے، حزن میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، رضا میری غنیمت ہے، عجز میرا فخر ہے، زہد میرا حرفہ ہے، یقین میری خوراک ہے، صدق میرا سامی ہے، اطاعت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

① الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي

معرفت میری اصل پونجی ہے۔

رأس المال اس رقم کو کہتے ہیں جس کے بغیر تجارت کا آغاز ہی نہیں ہو سکتا جس سے تاجر اپنی تجارت کو شروع کیا کرتا ہے۔

حدیث بالا میں معرفت کو رأس المال فرمایا گیا ہے۔

معرفت لغت میں شناخت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح عرفاء میں اس کا استعمال ہدایت پر بھی ہوتا ہے اور نہایت پر بھی۔ واضح ہو کہ معرفت کی ابتداء خود نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے۔ سعید وہ ہے جس کے شعور کا آغاز خود اپنے عیوب کی شناخت سے ہو۔

بائبل اور قرآن مجید میں سیدنا آدم علیہ السلام کی بابت ہے کہ تمیز کے بعد سب سے پہلے انھوں نے یہ شناخت کیا کہ وہ برہنہ ہیں، پھر اسی وقت انھوں نے درختوں کے پتے جمع کیے اور ان کو ٹانگ ٹانگ کر اپنی برہنگی کا پردہ بنایا۔ پدر اعظم کا اپنی اولاد کو یہ پہلا سبق ہے کہ جب انسان کو اپنا کوئی نقص یا عیب نظر آئے تو فوراً اس کے ازالہ کی تدبیر کرنا چاہیے۔ لغت اور شرع میں معرفت اور علم کے دو الفاظ ہیں جو شناخت کے لیے آتے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک لفظ علم کا درجہ لفظ معرفت سے برتر ہے، گو متصوفین کی اصطلاح میں اب لفظ معرفت کا درجہ لفظ علم سے برتر سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ﴾ [المائدہ: 83]
 ”جب انھوں نے وہ کلام سنا جو رسول پر اتارا گیا، تب ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ انھوں نے حق کی شناخت کر لی۔“

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ كَمَا نَزَلْنَا أَلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ﴾ [یونس: 45]
 ”جس دن ہم ان کو اٹھائیں گے (اور وہ سمجھیں گے) گویا دن کی ایک گھڑی کے برابر ہی وہ قبروں میں رہے ہیں تب وہ آپس میں ایک دوسرے کی شناخت کر لیں گے۔“

﴿وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ﴾ [یوسف: 58]
 ”جب یوسف کے بھائی مصر آئے اور یوسف کے سامنے گئے تو یوسف نے ان کو شناخت کر لیا۔“
 ﴿الَّذِينَ اتَّيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ﴾ [البقرہ: 146]
 ”جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کی شناخت رکھتے ہیں جیسی شناخت ان کو اپنے فرزندوں کی ہے۔“

ہر چہ ہر آیات بالا میں معرفت کا لفظ مستعمل ہوا ہے اور اس فعل کے فاعل انسان ہیں۔ اب لفظ علم کو مندرجہ ذیل آیات میں دیکھو۔

﴿فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ﴾ [زمر: 41]
 ”جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔“
 ﴿أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ﴾ [انعام: 166]
 ”اللہ نے قرآن کو اپنے علم سے نازل فرمایا ہے۔“
 ﴿قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [طہ: 116]
 ”اے نبی! یہ دعا کیجیے کہ اے رب مجھے علم میں بڑھائیو۔“

ان آیات میں علم کو ذات رب العالمین سے نسبت ہے۔ بلحاظ معنی معرفت و علم میں فرق یہ ہے کہ معرفت کسی شے کی ذاتی شناخت کو کہتے ہیں اور علم کا اطلاق اس شے کے اندرونی احوال پر آتا ہے۔

لہذا معرفت کو تصور اور علم کو تصدیق کہا جاسکتا ہے۔

حدیث بالا میں معرفت کو اس المال فرمانے سے اسی ابتدا کی سلوک کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جب کہ انسان کو اپنے بندہ ہونے کی اور رب العالمین کے مالک ہونے کی شناخت کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی شناخت یہی احساس بندہ کے لیے ہادی راہ بن جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اہل تصوف نے امارت اور شواہد معرفت پر تفصیلی گفتگو کی ہے شبلیؒ فرماتے ہیں:

”عارف کو تعلقات سے کیا علاقہ، محبت کو شکوہ سے کیا نسبت، بندہ کو دعویٰ سے کیا تعلق۔ [1] جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا

عارف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا پانی کا رنگ ظرف کے رنگ کا سا نظر آیا کرتا ہے۔“ [2]

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ بندہ پر الوان عبودیت کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ کبھی اتلائے ربانی کے سامنے صابر ہوتا ہے اور کبھی نعمائے

ربانی کے سامنے شاکر۔ کبھی وعدہ ہائے صدق کی بشارت سے اس کا قلب خلد بہار ہوتا ہے اور کبھی مواعید الہی سے وہ سراپا عجز و اکھسار۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ عارف کی تین نشانیاں ہیں:

[1] نور معرفت پر نور ورع غالب ہو۔

[2] اعتقاد باطن حالت ظاہر سے متناقض نہ ہو۔

[3] نعم الہیہ کی فراوانی سے محارم الہیہ میں نہ گر پڑے۔ [3]

حقیقت یہ ہے کہ معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے اور اس محبت ہی کے اندر انس و انشراح ہوتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے: اَنَا اَعُوْذُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّكُمْ لَهٗ، خَشْيَةً [4]

”میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کا عرفان رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کے سامنے خشیت والا ہوں۔

گو معنی بالا کو الفاظ بالا میں ظاہر فرما دیا گیا ہے۔“

یاد رکھنا چاہیے کہ معرفت وہ نور ہے جو مومن کے سینہ میں رکھ دیا جاتا ہے کہ وہ صفات کو سمجھ سکے اور شواہد و براہین کا استعمال کر سکے۔

عارف صفات پر ایمان رکھتا ہے اور ان کو تشبیہ سے بالاتر سمجھتا، وہ تشبیہ کی نفی کرتا ہے اور تعطیل سے پرہیز کرتا ہے۔ آگے بڑھ کر

وہ صفات و ذات کی تفریق سے اجتناب کرتا ہے اور آگے بڑھ کر وہ جملہ وسائل و وسائل، براہین و شواہد سے منہ موڑ کر اپنے قلب و روح کو

اپنے مالک کے انعام پر چھوڑ دیتا ہے۔ تب اسے معرفت کا حصہ بقدر ظرف حاصل ہو جاتا ہے۔

﴿صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ [الفاتحہ: 7] کا اشارہ اسی راز کی طرف ہے۔

[2] الْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي

میرے دین کی جڑ عقل ہے۔

عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں۔ وہ عقیدہ تثلیث کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ اس کی بنیاد فہم انسانی

سے بالاتر ہے۔

[1] مدارج السالکین: 338/3 [2] نفس المصدر: 342/3 [3] مدارج السالکین: 338/3 [4] كشف الخفاء للعجلوني: 231/1

وہ شاگرد کو تثلیث کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ اس لقمہ کو خلق سے نیچے نکل جاؤ، خواہ تمہارا دل چاہے یا نہ چاہے۔
مگر اسلام ایسے احکام نہیں دیتا، عقل اور عاقلین کی فضیلت آیات قرآنیہ سے بخوبی ہویدا ہے۔

﴿كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ [الرہم: 28]

”ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کے لیے بیان کیا کرتے ہیں۔“

﴿وَلَقَدْ تَرَكْنَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ [العنکبوت: 35]

”ہم نے اس کے روشن نشان چھوڑے ہیں، عقل والوں کے لیے۔“

قرآن پاک میں خارج از عقل لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے۔

﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [یونس: 100]

”رجس انہی پر ہے جو عقل نہیں رکھتے۔“

بتلایا گیا ہے کہ علم و عقل لازم و ملزوم ہیں اور ان ہی دونوں کی آمیزش سے نتائج صحیحہ پیدا ہوتے ہیں۔

﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ [العنکبوت: 43]

ان باتوں کی عقل اہل علم ہی کو ہے۔

بے شک جو شخص احکام شریعت کو پڑھے گا اور ان احکام پر بھی غور کرے گا جن کی وجہ سے ان احکام کا نفاذ ہوا تو اسے بالیقین معلوم ہو جائے گا کہ عقل کے ساتھ احکام شرعیہ کا تعلق بطریق مستقیم ہے۔
نماز کے لیے یہ حکم پڑھو:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ [العنکبوت: 45]

”نماز بدکاریوں اور برے کاموں سے روکنے والی ہے اور تحقیق اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔“

روزے کے لیے یہ حکم پڑھو۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرہ: 183]

”تم پر روزے لکھ دیے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر لکھے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔“

ادائے زکوٰۃ کے متعلق یہ حکمت معلوم کرو۔

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ [ہریم: 7]

”اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو بڑھاؤں گا۔“

حج کی بابت جو حکم ہے اس کے فوائد پر غور کرو۔

﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ [الحج: 28]

”تاکہ تم اپنے نفع کو دیکھ لو۔“

قصاص کا اثر مجرم کے لیے:

﴿لِيَذُقَ وَبَالَ أَمْرِهِ﴾ [النساء: 95]

”تاکہ اپنے برے کام کا وبال دیکھے۔“

قصاص کا فائدہ ملک کے لیے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ﴾ [البقرة: 179] ”تمہاری زندگی قصاص ہی کے جاری کرنے میں ہے۔“
ہاں عقل ہی کو دوسرے مقام پر فطرت انسانی بتلایا گیا ہے۔ عقل ہی برہان کی برتری کو تسلیم کرتی ہے اور اس لیے مخالفین کو فرمایا گیا ہے:

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [البقرة: 256]

”کہہ دیجیے کہ تم اپنی برہان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔“

عقل جبر و اکراہ کے مخالف ہے اور اسی لیے کتاب حمید میں ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ [البقرة: 256] ”دین کے معاملہ میں کچھ جبر نہیں“

ان جملہ شواہد سے ثابت ہے کہ اسلام کا شجر پاک سرزمین عقل میں لگایا گیا ہے اور علم کے پانی سے اسے پالا گیا ہے۔

نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ **الْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي** اس دین کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل حتمی ہے۔

﴿وَمَا يَنْبَغُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ [البقرة: 269] ”نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مند لوگ“

مسلمان نو جوانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ عقل سے مراد خود اپنی عقل فہم سمجھا کرتے تھے۔ یہ نادانستگی کی پہلی دلیل ہے۔

جو لوگ قانون سلطنت کے فہم سے بھی عاری ہیں، جو لوگ خود انسانوں کی بنائی ہوئی ایجادات کے عقل اتارنے سے عاجز

ہیں۔ ان کا کیا حق ہے اپنی عقل سے برتر عقل کا کوئی درجہ ہی تسلیم نہ کریں اور اپنے فہم کو صاحب شریعت کے فہم سے بالاتر سمجھنے لگیں۔

③ وَالْحُبُّ أَسَاسِيٌّ

محبت میری بنیاد ہے۔

واضح ہو کہ تغزل و ادبیات میں لفظ عشق کا استعمال زیادہ تر ہوتا ہے مگر فرقان حمید اور حدیث پاک میں لفظ عشق اور اس کے

مشتقات کا استعمال نہیں ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایک دلیل لفظ ہے اور اصل لغت کے لحاظ سے معنی حب سے عاری ہے۔ قاموس میں

ہے: **الْجُنُونُ قُنُونٌ وَالْعِشْقُ مِنْ قَبْلِ جُنُونٍ** کی بہت اقسام ہیں، عشق بھی یکے ازاں جملہ ہے۔

لہذا لفظ حب کی تحقیق پر زیادہ توجہ کرنا چاہیے۔ زبان عرب میں اس لفظ سے پانچ محاورات پائے جاتے ہیں:

① **حَبَبُ الْأَسْنَانِ** برائت روشن اور صاف ہیں۔

② **حَبَبُ الْمَاءِ**: پانی تھرا ہوا پاکیزہ ہے۔ انہی معنی کے لحاظ سے بلبلے کو حباب کہتے ہیں جس میں غلو اور صفائی پائی جاتی ہے۔

③ **حَبُّ الْبَعِيرِ** اونٹ نے گھٹنے ٹیک دیے۔ اس محاورہ میں حب کو لزوم و ثبات کے معنی میں لیا گیا ہے۔

④ **حَبُّ دَانٍ** و تخم یا اصل شے۔ اس لیے سویدائے دل کو **حَبَّةُ الْقَلْبِ** کہتے ہیں، اسی لیے دانہ کو حب (جس کی جمع حبوب ہے)

بولتے ہیں۔

⑤ **حَبُّ الْمَاءِ**: وہ جو ہر جس میں پانی ٹھہر جاتا ہے یہاں حفاظت و نگہداشت کے مفہوم کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اصل مادہ کے ان معانی کو دیکھو اور پھر یہ بھی خیال کرو کہ لفظ حب کو جب کہ وہ بطور اسم مستعمل ہوتا ہے۔ حرکت ضمہ وی گئی، جو جملہ

حرکات میں قوی تر ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ حب میں اوصاف صفا و بہا اور علو و ارتقاء اور لزوم و ثبات کا ہونا پایا جائے۔ حب ہی کو جملہ فضائل کا اصل الاصول قرار دیا جائے اور حب ہی کے حفظ و تمسک کو سرمایہ حیات انسانی ثابت کیا جائے۔

بے شک محبت ان جملہ اوصاف پر حاوی و مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اثبات محبت کے متعلق کلام پاک میں فرمایا ہے:

﴿يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرہ: 156]

”یہ لوگ غیروں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے مگر جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت زیادہ محکم ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا بندوں کو ہونا اور بندوں کی محبت کا اللہ عز و جل سے ہونا (ہر دو امور کا) ثابت فرمایا ہے۔

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ [المائدہ: 54]

”اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو اسلام میں لائے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہوں گے۔“

احادیث پاک میں بھی اس امر کو وضوح کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

① إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ ثُمَّ الْجِهَادُ۔ ①

”اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ایمان ہے، پھر جہاد۔“

② أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ مَا دَوَّامٌ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ۔ ②

”سب سے پیارا عمل اللہ کے ہاں وہ ہے جس پر عمل والا دوامت کرے۔“

③ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُؤْخَذَ بِرِخَصَتِهِ۔ ③

”اللہ کو پسند ہے کہ اس کی رخصت پر عمل کیا جائے۔“

④ أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ الصَّلَاةُ عَلَى أَوَّلِ وَفَّيْهَا۔ ④

”سب اعمال سے زیادہ پسند اللہ تعالیٰ کو وہ نماز ہے جو اول وقت پر پڑھی جائے۔“

احادیث بالا میں تو اللہ تعالیٰ کی اس محبت کا ذکر تھا جو اسے اپنے بندوں کے اعمال سے ہے۔ اب بندوں کی محبت کا ذکر ذات پاک

کے ساتھ ہونا آیت ذیل میں بصراحت ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ

تَخُشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى

يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ﴾ [التوبہ: 24]

”کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بہن بھائی، بیویاں اور خویش قبیلہ اور مال جسے تم سمیٹتے ہو اور تجارت

① بخاری: 2518، مسلم: 84، 83، ترمذی: 1658، ابن حبان: 153، 152، مسند احمد: 268، 150/5، بخاری: 5861، 730، مسلم: 1827،

ابوداؤد: 1338، نسائی: 761، ابن ماجہ: 942، شاہن مس: 315، مصنف عبد الرزاق: 20569، کنز العمال: 5341، مجمع الزوائد: 163/3، الکامل فی الصفحہ لابن

عمری: 621/2، ارواء الغلیل: 12/3، احمد: 108/2، ابن حبان: 914، 545، ابن خزیمہ: 2027، بخاری: 2782، مسلم: 85/140، ابن حبان: 1479، 1475

جس کے گھٹنے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں، تب انتظار مہلت کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم جاری فرمائے۔“

اس آیت میں انسان کی اس محبت کا جو اسے مادر و پدر، دختر و پسر، برادر و خواہر، خویش و قبیلہ، تجارت و منفعت، قصر و باغ اور مال و زر سے ہوتی ہے، اثبات فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان سب اشیاء کی محبت کا انسان کو ہونا ایک فطری امر ہے۔

اس کے بعد محبت کا مسئلہ شروع فرمایا کہ اگر مذکورہ بالا محبت مغلوب ہے اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت ان جملہ انواع محبت پر غالب تر ہے تب تو سب کچھ ٹھیک، لیکن اگر خدا و خواستہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت سے ان اشیاء کی یا ان اشخاص کی محبت بڑھ گئی تب معاملہ سخت مشکل ہے اور اس بارہ میں جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی حکم جاری فرمائے گا۔

حکم بالا میں قرآن کریم نے تمدن و تجمل کا راز منکشف کر دیا اور تو حش و ترہب کو چھوڑ کر افراط و تفریط کے وسط میں شاہراہ عدل قائم فرمادی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی حقیقت اگر معلوم کرنی ہو تو اس کے لیے ایک ہی لفظ بیان کر دینا کافی ہے، وہ عبودیت ہے یہی محبت یا عبودیت جملہ محاسن اعمال کی سرچشمہ ہے۔

محبت ہی سے انابت الی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور محبت ہی خوف ورجا کا معدن ہے۔

محبت ہی ہے جو انسان کو کبھی مقام رضا پر اور کبھی مقام شکر پر متمکن کر دیتی ہے۔

صبر بھی وہی صبر ہے جس کی بنا محبت پر ہو ورنہ اس کا نام بے چارگی ہوگا۔

زہد بھی وہی زہد ہے جس کا منشا محبت ہو ورنہ اس کا نام عدم دسترس ہوگا۔

حیا بھی وہی حیا ہے جس کی ولادت محبت ہو، جو ادب و تعظیم کی ہوا میں پٹی ہو ورنہ اس کا نام انفعال طبع ہوگا۔

فقر بھی وہی فقر ہے جو محبت کو بجانب محبوب ہوا و ردل اپنی تمام تر قوت کے ساتھ محبوب کے جود و نوال کی جانب مٹھدب ہو جائے ورنہ اس کا نام تنگ دستی ہوگا۔

الغرض محبت ہی قُوَّةُ الْقُلُوب ہے۔

اور محبت ہی عِلْدُ الْأَرْوَاح ہے۔

محبت ہی قُوَّةُ الْعُيُون ہے۔

محبت ہی حیات الابدان ہے۔

محبت ہی دل کی زندگی ہے۔

محبت ہی زندگی کی کامیابی ہے۔

محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی ہے۔

محبت ہی بقا کو تخت ارقاء پر بٹھلاتی ہے۔

اب ہم مدارج محبت کا ذکر کرتے ہیں۔

- ① محبت کی ابتداء علاقہ سے ہوتی ہے، یعنی دل کا تعلق جو کسی جانب پیدا ہو جائے۔
 - ② اس تعلق کو ارادہ قوی بناتا ہے۔
 - ③ اب کشش پیدا ہوتی ہے اور جس طرح پانی نشیب میں خود بخود جاتا ہے اسی طرح محبت کو محبوب کی طرف وہ کشش لیے جاتی ہے۔
 - ④ اب سوزش پیدا ہوتی ہے اور دل میں ہر وقت جلن رہنے لگتی ہے۔
 - ⑤ اب پیار نمودار ہوتا ہے اور صفت و داد سے دل آشنا ہو جاتا ہے۔
 - ⑥ اس پر ترقی و افزونی ہوئی تو شغف کا تسلط ہو جاتا ہے اور محبت کا اثر قعر قلب (دل کا گہراؤ) تک پہنچ جاتا ہے۔ مصائب کے برداشت اور موافعات کی بجلی نظر آنے لگتی ہے۔ تدابیر قرب اور موافعات و صل کی درستی میں شب و روز گزرنے لگتے ہیں۔
 - ⑦ محبوب کے سوا باقی دیگر تفکرات منقطع ہو جاتے ہیں۔ محبوب ہی کا تصور جسم پر اور محبوب ہی کی محبت دل پر حکمران بن جاتی ہے۔
 - ⑧ اس سے اگلی حالت کا نام عشق ہے یہ لفظ اسم عشقہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک تیل زرد پھولوں والی ہوتی ہے جس درخت پر چڑھ جاتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے۔ اور یہی حال اس مرض کے مریض کا بھی ہوتا ہے۔
 - ⑨ اس سے آگے درجہ یتیم کا ہے۔ ”یتیم“ کے معنی ”غلامی“ ہیں۔ اس وقت انسان خود اپنے ہی خیالات کا غلام بن جاتا ہے اور ان سے رہائی پانا اس کے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے۔
 - ⑩ اعلیٰ ترین درجہ کا نام عبودیت ہے۔ جب کہ محبت ہر ایک دعویٰ سے دست بردار ہو جاتا ہے جب کہ دنیا میں کوئی شے اس کی نہیں رہ جاتی ہے، جب کہ اس کا جسم، اس کا دل، اس کی روح، اس کی تمنا اس کی مراد خود اپنے لیے نہیں رہ جاتی اور وہ ان سب کو خوشی خوشی چھوڑ کر معبود کے معبود ہونے پر بس کر جاتا ہے اور اس امر پر قانع بلکہ شاکر ہوتا ہے کہ وہ اپنے معبود کا عبد کہلایا کرے۔
 - ⑪ اس سے بھی بالا تر درجہ خلعت کا ہے۔ اب تو جسم کا ایک ایک بال اور نبض کی ایک ایک حرکت اور سید کا ایک ایک سانس متفق المراد بن جاتے ہیں۔ جذبات اور متمنیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دل و دماغ، طبع و روح میں پوری طاقت اور کامل وحدت کے ساتھ ایک ہی محبوب کا خالص رضوان مقصود و مطلوب بن جاتا ہے وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ محبت کا مقصود نہیں بلکہ محبوب کا مقصود محبت کا مطلوب نہیں بلکہ محبوب کا مطلوب۔
 - عام طور پر فہم انسانی اس کیفیت کے تعلق سے نارسا ہے اور اس درجہ کی تکمیل صرف سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اور سیدنا مولا نا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ الفاظ درود پاک میں یہی دو نام ایک دوسرے کے مشبہ و مشبہ بہ کی طرح واقع ہوئے ہیں۔ ایک کو تقدیم کی اولیت حاصل ہے اور دوسرے کو اتمام کی افضلیت۔
- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَّ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهٖمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَّ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهٖمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ۔
- یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختتام سے پیشتر ان اسباب کا ذکر کر دیا جائے جو جالب محبت اور جاذب محبت ہیں تاکہ کوئی سعادت مند ان سے تمتع حاصل کر سکے۔

- اسباب بقا و ارتقاء محبت الہیہ میں درج ذیل ہیں۔
- ① قراءت فرقان حمید: قراءت کے تحت میں تادیر معانی اور فہم مراد ربانی (ہر دو) شامل ہیں۔
 - ② نماز فرائض کے علاوہ نوافل کی مواعظیت و کثرت۔
 - ③ دوام ذکر۔ اس لفظ کے اندر ذکر لسانی و قلبی دونوں شامل ہیں۔ ذکر بالحال اور ذکر بالمعمل بھی اسی مفہوم کے اندر ہیں۔
 - ④ اسماء و صفات الہی کا مطالعہ و مشاہدہ بذریعہ قلب۔
 - ⑤ اللہ عزوجل کی نعمت ہائے ظاہری و باطنی اور احسانات مادی و روحانی کا تذکار۔
 - ⑥ مقامات عبادت میں کمال ادب اور حضور تام کے ساتھ وقوف قلبی۔
 - ⑦ ذوق حضور میں قلب کا انکسار کلی۔
 - ⑧ اپنی خواہشات کا احکام ربانی پر ایثار۔
 - ⑨ تحسین صادقین کی مجالست۔
 - ⑩ ان اسباب سے منافرت جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور بندہ ناچیز کے درمیان دوری کا موجب ہیں۔
- ان امور کی مواعظیت سے امید ہے کہ وہ سرچشمہ محبت جو انسان کی سر زمین قلب و دلیت ہے اور جسے خس و خاشاک علاقہ نے بند کر رکھا ہے۔ پھر فوراً سا جوش زن ہو اور پوری رفتار سے چلتا ہوا کشت زارِ تمنا کی سیرانی کا ذریعہ بنے۔
- اللَّهُمَّ ارْزُقْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُقَوِّبُنِي إِلَيْكَ ① ”اے اللہ اپنی محبت عطا فرما اور ایسے محبوب اعمال جو مجھے تیری محبت تک پہنچادیں۔“
- قاری کتاب کو حضور ﷺ کے الفاظ الْحُبُّ أَسَاسِيٌّ پر ایک بار تدبر کر لینا چاہیے کہ جس ایوان عظمت نشان کی بنیاد محبت ہو وہ عمارت کیا ہوگی اور اس مکان کا کلین کس شان کا ہوگا۔
- یہی سبق ہے جو سیرت محمدیہ ﷺ کے پڑھنے والے کو یاد رکھنا چاہیے۔

④ وَالشُّوقُ مَرَكَبِي

شوق میری سواری ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں لفظ ”شوق“ وارد نہیں ہوا اور بجائے اس کے لفظ ”لقاء“ کا استعمال ہوا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ علمائے فن کے نزدیک فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ حصول دیدار کے بعد بھی شوق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ بعض کی رائے یہ ہے کہ ”شوق“ تو اس سفر کا نام ہے جو محبت کو بجانب محبوب لے جاتا ہے لہذا جب منزل مقصود پر پہنچ گئے تو سفر کا خود بخود خاتمہ ہو گیا۔

مگر حدیث پاک میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ حدیث زیر شرح میں بھی اور ایک دوسری صحیح حدیث میں بھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

أَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَيَّ وَجْهَكَ وَالشُّوقَ إِلَيَّ لِقَائِكَ ②

”تیرے چہرہ پر نگاہ ڈالنے کی لذت اور تیرے لقاء کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔“

① ترمذی: 3491، کنز العمال: 3672، میزان الاحتمال: 3334، ابوجیم: 226/1، نسائی: 1306، احمد: 264/4، السنن ابن العاصم: 185/1

حدیث زیر شرح میں شوق کو مرکب بنایا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ شوق آثار محبت میں سے ایک اثر کا نام ہے اور اس کا درجہ اصل محبت سے کم تر ہے۔ کیوں کہ شوق محبت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

ہاں شوق! وہ چنگاری ہے جو دل کو گرمائے رکھتی ہے، وہ لپٹ ہے جو شمع قلب سے اٹھتی ہے۔
شوق ہی اعضاء و جوارح کو منقاد اعمال بناتا ہے اور شوق ہی اعمال میں مداومت پیدا کرتا ہے۔
شوق ہی ہے جو آ لائے اخروی کو نعم دنیوی سے بھی قریب تر دکھاتا ہے اور شوق ہی ہے جو ہر ایک شکستہ پر کو مائل پرواز کرتا ہے۔
شوق ہی ہے جو عاروں کی گہرائی کو ناپتا اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو لکھ کو بھٹاتا ہے۔
یہ شوق ہی ہے جو محبت صادق کی راہ میں مشعل افروزی کرتا ہے اور یہ شوق ہی ہے جو کسی درمیانی منزل پر محبت آبلہ پا کو آرام نہیں لینے دیتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مقدار شوق مقدار محبت پر مبنی ہے۔ یہ محال ہے کہ فروانی محبت میں شوق قاصر پایا جائے یا کمی محبت کی صورت میں شوق کثیر الوجدان ہو۔

بچ ہے کہ سالک کے لیے شوق سے بڑھ کر کوئی اور سواری نہیں۔
یہ وہی مرکب ہے جو گھائیوں کو پھاندتا ہے اور امتحان کے خطرناک پل سے صاف گزرتا ہوا جنت الملقا تک پہنچا دیتا ہے۔
فَطُوبَىٰ لِلْمُشْتَاقِينَ وَ طُوبَىٰ لِلْمُحِبِّينَ -

﴿۵﴾ ذِكْرُ اللَّهِ اَنِيسٌ

اللہ کا ذکر میرا مونس ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿۵﴾

ذکر ہی اہل ایمان کا زادِ راہ ہے جسے لے کر وہ سفر کیا کرتے ہیں۔

ذکر ہی وہ منشور (پاسپورٹ) ہے جسے دکھا کر وہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

ذکر ہی دلوں کی زندگی ہے جس کے بغیر اجساد بمنزلہ گورہ جاتے ہیں۔

ذکر ہی وہ ہتھیار ہے جس سے رہزنوں اور دشمنوں کو ہٹایا جاتا ہے۔

ذکر ہی وہ پانی ہے جس سے دل کی آگ بجھائی جاتی ہے۔

ذکر ہی وہ دوا ہے جس سے باطن کا روگ دور کیا جاتا ہے۔

فَاِذَا مَرَضْنَا نَدَارُنَا بِذِكْرِكَ

فَتَنُورُكَ الذِّكْرَ اَحْيَاْنَا فَتُنْبِكُ

جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو تیرے ذکر کو اپنی دوا بنا لیتے ہیں، جب کبھی ذکر چھوٹ جائے تو ہم منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔

قرآن مجید میں ذکر کو دس طریقے سے بیان فرمایا گیا ہے۔

① ذکر کا حکم دیا گیا ہے۔

① حکم مطلق بھی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾ [الاحزاب: 41]
 ”اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کیا کرو بہت ذکر کرنا۔“

② حکم مقید بھی:

﴿وَإِذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً﴾ [الاعراف: 205]
 ”اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے۔“
 ﴿وَسَبْحُودَهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ [الاحزاب: 42]
 ”اللہ کی تسبیح کیا کرو صبح و شام۔“

② غفلت و نسیان ذکر سے نہیں فرمائی گئی۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ﴾ [الحشر: 19]
 ”مت بنو تم ویسے جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو نسیان میں چھوڑا۔“

③ فلاح و نجات کو کثرت ذکر پر معلق فرمایا ہے۔

﴿وَإِذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الانفال: 45]
 ”اللہ کا ذکر بہت بہت کیا کرو کہ تم فلاح پاؤ۔“

④ اہل ذکر کی مدح و ثنا فرمائی ہے:

﴿وَالَّذَاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 35]

”مرد اور عورتیں اللہ کا بہت بہت ذکر کرنے والے ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم رکھا ہے۔“

⑤ غافلین ذکر کے خسران کا اعلان فرمایا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ جَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ [المنافقون: 9]

”اے ایمان والو! تمہارا زر و مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔ جس نے ایسا کیا وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔“

⑥ ذکر کو جملہ اعمال سے افضل و اعلیٰ بتلایا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ [المکذوب: 45]

”نماز تو بدکاریوں اور برے کاموں سے ہٹا دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو بہت بڑھ کر ہے۔“

﴿قرآن مجید پر تدبر سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ اعمال صالحہ کا اختتام بیان ذکر پر ہوتا ہے۔﴾

① حکم نماز پر غور کرو۔

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ﴾ [النساء: 103]

”جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے۔“

② اختتام حکم نماز جمعہ کو پڑھو۔

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [البقرہ: 110]

”جب نماز ہو چکے، تب اپنی اپنی جگہ پھیل جاؤ اللہ کے فضل کو تلاش کرو اور اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“

③ اختتام حکم صیام پر تدبر کرو۔

﴿وَلْيُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاهُمْ﴾ [البقرہ: 185]

”تا کہ تم اللہ کی بزرگی کرو، اس لیے کہ اس نے تم کو ہدایت کی ہے۔“

④ اختتام حج کو دیکھو:

﴿فَإِذَا قُضِيَتُمْ مَنَاسِكُكُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ﴾ [البقرہ: 200]

”جب تم مناسک پورے کر چکو تب اللہ کا ذکر کرو۔“

⑤ اختتام حیات بھی اگر ذکر پر ہو تو اس کے لیے حدیث پاک میں داخلہ جنت کا وعدہ ہے۔ اَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ۔ ①

⑥ ذاکرین کو ہی صاحبان عقل و ہوش فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ

اللَّهُ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾ [آل عمران: 190-191]

”آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کے الٹ پلٹ کر آنے میں بے شک نشانیاں ہیں عقل و مغز والوں کے

لیے جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں پر یاد کیا کرتے ہیں۔“

⑦ ذکرا الہی جملہ اعمال کے ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر ہی روح الامعال ہے۔ نماز کے متعلق ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ [طہ: 14] ”نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے۔“

حدیث شریف میں چند اعمال کا ذکر کر کے ان کا ذکر الہی کے لیے ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے۔

إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِأَقَامَةِ ذِكْرِ اللَّهِ۔ ②

”خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور کنکریوں کا چلانا ذکر الہی کی اقامت کے لیے مقرر ہوا ہے۔“

صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ میں اہل ذکر کو مفردون فرمایا گیا ہے۔ یعنی اہل تفرید و توحید۔ ③

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أُبَيِّنُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعَهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرِ لَكُمْ مِنْ انْفَاقِ
الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَأَنْ تَلْقُوا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُونَ أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا وَمَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ ذِكْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ①

”کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں کہ تمہارے اعمال میں بہتر کیا ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے ستر کیا ہے
اور تمہارے درجات میں سب سے بلند تر کیا ہے اور جو زور و ستم کے خرق سے بھی بہتر ہے جو اس سے بھی بہتر ہے کہ
دشمنوں کو ملو اور ان کی گردنیں کاٹو یا وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کیا ہے؟
فرمایا: اللہ کا ذکر۔“

صحیح مسلم میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَفْعَلُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا حَقَّقَتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ
اللَّهُ فِي مَنْ عِنْدَهُ ②

”جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے کو بیٹھتے ہیں۔ فرشتے ان کے گرد آگرا آ جاتے ہیں رحمت ان پر چھا جاتی ہے، سکینہ ان پر نازل
ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔“

صحیح مسلم میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حلقہ میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیوں بیٹھے ہو؟
عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہے ہیں۔ اس امر پر کہ ہمیں اسلام کی راہ دکھائی اور ہم پر احسان فرمایا۔ فرمایا: کیا قسمیہ کہتے
ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں قسمیہ عرض کرتے ہیں: فرمایا:

أَمَّا إِنِّي لَمْ أَسْأَلْكُمْ تَهْمَةً لَكُمْ وَلَكِنْ آتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبِرُنِي إِنَّ اللَّهَ يَسَاهِي بِكُمْ
الْمَلَائِكَةُ ③

سنو میں نے تم سے حلف نہیں لیا بہ سبب جھوٹ تہمت کے، لیکن میرے پاس تو جبریل علیہ السلام ابھی آئے تھے انھوں نے
مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتا ہے۔

ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا:

أَنْ تَقَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِمَّنْ ذَكَرَ اللَّهَ ④

”جب تو دنیا چھوڑے تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ ہو۔“

ایک اور شخص نے عرض کی کہ مجھے احکام اسلام تو بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں مجھے صرف ایک چیز بتلا دیجیے۔ فرمایا:

لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِمَّنْ ذَكَرَ اللَّهَ ⑤ ”تیری زبان برابر ذرا لگی میں جاری و تازہ چاہیے۔“

① ترمذی: 3377، ابن ماجہ: 3790، التلخیص: 111/6، مسند احمد: 195/5، ② مسلم: 2700، ابوداؤد: 1435، ترمذی: 2945، ابن ماجہ: 3791، ابن حبان: 855،

تذکرۃ فی الاسماء: 337/1، احمد: 447/2، ③ 92/3، مسلم: 2701، ترمذی: 3379، مسند احمد: 92/4، ابن حبان: 813، ④ ابن حبان: 818

⑤ ترمذی: 3375، ابن ماجہ: 3793، مسند احمد: 190/4، ابن حبان: 814

مسند وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:
 أَيُّهَا النَّاسُ ارْتَعُوا فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔ ”اے لوگو! چمن ہائے بہشت کی سیر کرو۔“
 لوگوں نے عرض کیا کہ چمن ہائے بہشت کسے کہتے ہیں؟ فرمایا:
 مَجَالِسُ الذِّكْرِ ذِكْرُكَ مَجَالِسُ۔

أَعْدُوا وَرَوْحُوا وَادْكُرُوا مَنْ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَعْلَمَ مَنْزِلَةَ عِنْدَ اللَّهِ فَلْيَنْتَظِرْ كَيْفَ مَنْزِلَةُ اللَّهِ عِنْدَهُ، فَإِنَّ
 اللَّهَ يَنْزِلُ الْعِذَّةَ مِنْهُ حَيْثُ أَنْزَلَهُ مِنْ نَفْسِهِ۔⁽¹⁾
 ”صبح و شام ذکر الہی برابر کیا کرو، تم میں سے جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ اپنا درجہ اللہ کے ہاں دریافت کرے اسے لازم ہے کہ
 اس امر پر غور کرے کہ اللہ کا درجہ خود اس کے دل میں کیا ہے؟ کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو ویسا ہی درجہ عطا فرماتا ہے جو اس
 کے نزدیک اللہ کا درجہ ہوتا ہے۔“

صحیح ترمذی و مسند وغیرہ میں ہے نبی ﷺ نے اپنے پدر بزرگوار ابراہیم علیہ السلام سے روایت کیا ہے:
 إِقْرَأْ أَمَّا مَتَى السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ التُّرْبَةَ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التَّوْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا فَيْعَانٌ وَأَنَّ عَوَاسِيَهَا
 مَبْحَانُ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔⁽²⁾

اپنی امت سے میرا سلام کہہ دیجیے اور بتا دیجیے کہ جنت پاکیزہ زمین، میٹھے پانی والی ہے، وہ سفید جگہ ہے اور وہاں کے گل
 بوئے ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ ہیں۔

صحیحین میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا
 مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔⁽³⁾
 ”جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ جیسی ہے اور جو شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا، اس کی مثال مردہ جیسی ہے۔“

روایت صحیح ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:
 مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأَةٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأَةٍ خَيْرٌ مِنْهُمْ۔⁽⁴⁾
 ”جو کوئی شخص میرا ذکر چپکے کرتا ہے، میں بھی اس کا ذکر اپنی ذات سے کرتا ہوں جو کوئی میرا ذکر کسی گروہ کے اندر کرتا
 ہے میں بھی اس کا ذکر ایسے گروہ سے کرتا ہوں جو ان کے گروہ سے بہتر ہے۔“

یاد رکھو کہ ذکر کے تین طریقے ہیں:

- ① صرف زبان ذکر کر رہی ہو، یہ ادنیٰ درجہ ہے۔
- ② صرف دل ذکر کر رہا ہو، یہ متوسط درجہ ہے۔
- ③ دل اور زبان دونوں ذکر کر رہے ہوں، یہ درجہ اعلیٰ ہے۔

① صحیح الباری: 294/11، ترمذی: 3462، ابن حبان: 821، مسند احمد: 418/5

② بخاری: 6407، مسلم: 779، ابن حبان: 854

③ بخاری: 7405، مسلم: 2675، ترمذی: 3603، ابن ماجہ: 3822، ابن حبان: 810، 811، 812

یہ بھی یاد رکھو، اقسام ذکر بھی تین (3) ہیں:

① اسماء و صفات اور ان کے معانی کا ذکر، ثنائے ربانی اور توحید الہی۔

② امر و نہی..... حلال و حرام کا ذکر

③ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، احسان اور عطیات کا بیان۔

یاد رکھو کہ مراتب ذکر بھی تین (3) ہیں:

① وہ ذکر جو غفلت و نسیان کو اڑا دیتا ہے۔

② وہ ذکر جو قیود سے چھڑا کر بقاء شہود تک پہنچا دیتا ہے۔

③ وہ ذکر جو انسان کو اپنی یاد سے فراموش کر کے ذکر حقانی ہی کے ساتھ وابستہ و زندہ کر دیتا ہے۔

مبارک ہے وہ انسان، جس نے ذکر ربانی کو اپنا فریضہ بنالیا ہے۔

مبارک ہے وہ صاحب ایمان، جس نے فنائے عالم کا سبق بقاء رب العالم سے سیکھ لیا ہے۔

⑥ الثَّقَّةُ كُنْزِي

اعتماد الہی میرا خزانہ ہے۔

اصل اس بارہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا خِطَبْتُ عَلَيْهِ فَلْيَقْبِهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي﴾ [القصص: 7]

”جب تجھے موسیٰ کی جان کا ڈر ہو، تب اسے دریا میں ڈال دینا اور ایسا کرتی ہوئی نہ خوف کھانا نہ غم کھانا۔“

یہ ظاہر ہے کہ اس خاتون بلند پایہ کو اگر اللہ عز و جل کے فرمودہ پر اعتماد قوی نہ ہوتا تو وہ کبھی اپنے ہاتھوں سے اپنے بچہ کو دریا میں نہ

ڈال دیتی۔

لہذا یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اعتماد ہی چشم توکل کی پتلی ہے۔

اور اعتماد ہی دائرہ تقویٰ کا مرکز ہے۔

اور اعتماد ہی قلب سلیم کا سہارا ہے۔

یہ اعتماد بوقت یاس بھی ہوتا ہے اور انسان مصائب کی حالت میں اپنے رب پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے خلاف نہ زبان پر کوئی

حرف لاتا ہے اور نہ دل میں کوئی دوسرہ۔

یہ اعتماد بوقت امید بھی ہوتا ہے اور انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی سابقہ ربوبیت اور اپنے عدم استحقاق کی حقیقت بخوبی منکشف ہو جاتی ہے۔

واضح ہو کہ ایسا اعتماد نام نظام عالم پر چشم بصیرت کے کھولنے سے حاصل ہوتا ہے جب کہ انسان کو نظر آ جاتا ہے کہ جمادات کا

ذروہ، نباتات کا پتہ پتہ، ارضیات و سماویات کا ریزہ ریزہ ہر ایک عرض کا جو ہر اور ہر ایک جوہر کا وجود اسی کے انعام سے فیض یاب اور

اسی کے احسان کی دولت سے مالا مال ہے۔

۱۷) وَالْحُزْنُ رَفِيقِي

اندوہ دل میرا رفیق ہے۔

خوف و خشیت بھی ایسے دو لفظ ہیں جو اردو میں حزن کے مترادف سمجھے جاتے ہیں، لیکن زبان عرب میں ہر ایک لفظ کا مفہوم الگ الگ ہے۔

خوف کا اطلاق زیادہ تر حسی اشیاء پر ہوتا ہے۔

خشیت کا اطلاق غیر حسی اشیاء پر بکثرت ہوتا ہے۔

حزن اس اندوہ قلب کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی بہتری و بہبودی کے متعلق دل ہی دل میں جوش زن ہوتا ہے۔ گلوب خاموش ہوتے ہیں، کتاب اللہ میں لفظ حزن کا استعمال انبیاء و اصفیاء کے لیے بکثرت ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بابت فرمایا:

﴿وَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ﴾ [یس: 76]

”ان کی باتوں سے اے نبی آپ کو حزن نہ ہونا چاہیے۔“

چونکہ نبی ﷺ کی شفقت و رافت نوع انسانی کے ساتھ بہت بڑھی ہوئی تھی اور حضور ﷺ ان نافرمانوں کے عواقب امور کا خیال کرتے ہوئے اکثر اندوہ گیس رہتے تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حزن نہ کرنے کا حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس حدیث نبوی کی بھی روایت کی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عارثو میں رفیق صادق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی۔ یعنی لَا تَحْزَنْ۔

صدیق رضی اللہ عنہ کا فدائی دل نبی ﷺ کے رنج و آزار کو دیکھ کر پاش پاش ہو رہا تھا تب نبی ﷺ نے ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ فرما کر باب حزن سے قہر انس تک پہنچایا۔

اس ارشاد میں نقطہ لطیف یہ تھا کہ اس معیت ربانی کا درجہ جس میں نبی ﷺ و صدیق رضی اللہ عنہ داخل و شامل تھے اس حزن سے برتر و اعلیٰ ثابت کیا جائے جسے عشق نے سلامتی یار کے متعلق بھیا تک بنا دیا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اسم اعظم ”اللہ“ کے ظلال میں جو معیت شامل ہے، وہ جملہ اسماء حسنیٰ کے ظلال سے بدرجہ علیا ہے اور کمالات عارف کی تکمیل اسی اسم ذات ”اللہ“ کی سیر میں ہوتی ہے اور جب معیت الہی کا ظہور إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا کے نور میں ہوتا ہے تو جملہ اسماء کی عظمت و رفعت بھی اسی کے تحت میں داخل ہوتی ہے اور کائنات کے جملہ اسباب و علل ساقط و منقصل ہو جاتے ہیں۔

مادر مویٰ علیہ السلام کو جو وحی ربانی ہوئی، وہ یہ تھی۔

﴿لَا تَخَافُ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا رَاٰذُوهُ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ [انعام: 7]

”تو نہ خوف کیجیے اور نہ حزن کیجیے۔ ہم اسے تیرے پاس واپس کریں گے۔ ہم اسے مرسلین سے بنائیں گے۔“

ذرا غور کرو کہ خوف حسی کے مقابلہ میں بھی ایک بشارت موجود ہے اور حزن غیر حسی کے ساتھ بھی ایک بشارت شامل ہے۔

خوف کے مقابلہ میں یہ کہ بچہ جسے تو دریا میں ڈال دے گی، اللہ تعالیٰ اسے تیرے ہی پاس واپس کر دے گا۔
 حزن غیر حسی کے مقابلہ میں یہ کہ اسے نبوت کی وہ نعمت ملے گی، جس کا ادراک حواس نہیں کر سکتے۔
 ان آیات پر تدبر اور تتبع کے بعد حدیث زیر عنوان کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حزن جو ہر وقت پیرا ہن دل پاک رکھتا تھا، وہ یا تو امتِ آئمہ کی بخشش کا تھا یا امتِ عاصیہ کی ہدایت کا۔

دل قدسی منزل میں خلق خدا کی محبت بھری تھی اور عامۃ الناس کی ہمدردی و غم گساری حضور ﷺ کے رگ و پے میں ساری تھی۔ ایک ایک جان کی نجات کا خیال حضور ﷺ کو اسی طرح رہتا جیسے گڈ ریا کو اپنی ایک ایک بکری کا۔ اس کی سو (100) بکریوں میں سے اگر ایک بھی علیحدہ ہو جاتی اور جھاڑیوں میں رہ جاتی ہے تو گڈ ریا سمجھتا ہے کہ اگر اسے ساتھ نہ لیا گیا تو وہ بھیڑیے کا شکار ہونے والی ہے۔ وہ اس ایک کے پیچھے جاتا ہے اور اسے ہلاکت کے منہ سے نکال لاتا ہے۔

نبی ﷺ کا یہ حزن بھی قلب پاک سے الگ نہ ہوا۔ بسا اوقات تہجد کا سارا سارا وقت امت کے لیے دعا کرنے میں وقف فرما دیتے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ صرف اسی ایک آیت کے دہرانے میں پوری فرما دی۔ ﴿

﴿إِنْ تَعْلَبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ إِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [المائدہ: 118]

”اگر تو ان کو عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے گا تب تو غالب حکمت والا ہے۔“

﴿۸﴾ وَالْعِلْمُ سَلَاحٌ

میرا ہتھیار علم ہے۔

واضح ہو کہ متصوفین متاخرین نے علم کا درجہ حال سے کم قرار دیا ہے، حالانکہ معاملہ بالعکس ہے۔

علم حاکم ہے، حال معلوم ہے۔

علم ہادی ہے، حال تابع ہے۔

علم امام ہے، حال ماموم ہے۔

دائرہ علم دنیا و آخرت پر وسیع ہے۔ دائرہ و حال صرف صاحب حال تک ہے۔

حال ایک تنہا برائے ہے اگر علم کی حفاظت نہیں تو یہ تلوار اسی کی کاٹ کرتی ہے جس کے ہاتھ میں ہو۔

حال ایک آگ ہے جس پر کسی کی نگرانی نہ ہو۔

حال ایک منہ زور گھوڑا ہے، اگر اس کے منہ میں علم کا لگام نہیں تو وہ اپنے سوار کا اور پھر خود اپنی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔

لیکن علم ہی ہے جو حیات القلوب ہے، نور البصائر ہے، شفاء الصدور ہے، ریاض العقول ہے۔ علم ہی لذت الارواح ہے اور علم

ہی مولس متوحشین ہے۔

علم ہی وہ میزان ہے جس میں اقوال و احوال و اعمال وزن کیے جاتے ہیں۔

علم ہی وہ حاکم ہے جو شک و یقین اور ضلالت و ارشاد میں فیصلہ دیتا ہے۔

علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے۔

اور علم ہی سے رب العالمین کی تمجید و تمجید و توحید نصیب ہوتی ہے۔

علم ہی حلال و حرام میں فرق بتلاتا ہے۔

علم ہی مواردِ برکت و احرام کے مدارج ظاہر کرتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ علم کی ضرورت اکل و شرب سے بھی قوی تر ہے۔ آب و خورش کی ضرورت تو شبانہ روز میں

دو بار پڑتی ہے مگر علم کی ضرورت ہر ایک سانس پر۔ [1]

علم ہی ہے جس کی تلاش میں کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام نے سفر طویل اختیار کیا تھا اور اس سفر میں تین مسائل کو سفر قرار دیا تھا۔

علم ہی ہے جس کی طلب و درخواست کرنے کا حکم اللہ عز و جل نے نبی ﷺ کو دیا تھا۔

﴿قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [طہ: 114] ”پڑھا کر، اے اللہ! مجھے علم میں بڑھایا کر۔“

ذرا یہ تو خیال کرو کہ وہ کتنا یا باز جسے شکار پر سدھایا گیا اور شکار پر لگایا گیا ہو، جسے عرب میں معلم کہتے ہیں، وہ تھوڑا سا علم سیکھنے

سے کس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کا پکڑا ہوا شکار حلال ہوتا ہے اور اس جنس کے دوسرے حیوان غیر معلم کا پکڑا ہوا شکار حرام۔

یہ معلم چار حد انسانی کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے، جب کہ اسکے اپنائے جنس نجس العین ہی رہتے ہیں۔ یہ درجہ اس کو کیوں ملا؟

اس کا سبب صرف علم ہے، صرف علم۔

اب یہ بھی یاد رکھو کہ علم وہ ہے، جس کی ابتدائی علامت اقامت دلیل ہے اور جس کی آخری شناخت رفع جہل ہے۔

اہل علم کے تین مدارج ہیں:

درجہ اول: (یا ابتدائی) وہ علم ہے جو قوت باصرہ کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے۔

وہ جو استفادہ صحیح سے قوت سامعہ کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ جو ایک بڑی تعداد انسانی کے تجربہ متواتر کا نتیجہ ہوتا ہے۔

درجہ دوم: وہ علم ہے جو اجساد و زکیہ و باطن طاہرہ میں پیدا ہوتا ہے۔

وہ جو اہل ہمت عالیہ کے انفاس صادقہ کو عطا ہوتا ہے ایسی حالت میں جب کہ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔

درجہ سوم: وہ علم ہے جسے عام طور پر علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ علم عبودیت کا شرعہ اور متابعت احکام حقہ کا پھل ہوتا ہے۔ جب

کمال الفتیاد کا مادہ راسخ ہو جاتا ہے اور جب مشکوٰۃ نبوت سے اخذ نور کی رغبت ترقی پذیر ہو جاتی ہے تب جواد مطلق کی جانب سے وہ

معارف ایمانیہ اور حقائق اصلیہ کھول دیے جاتے ہیں جس تک کسی فلسفی یا منطقی کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا ہوتا۔ ایسا علم خود اپنے لیے دلیل بھی

ہے اور دوسرے کے لیے مدلول بھی۔

اس مقام پر ان مخالفین و معترضین کو بھی توجہ دلانا ضروری ہے جو کہا کرتے ہیں کہ ”اسلام بزرگ شمشیر پھیلا یا گیا ہے۔“

غور کرو کہ نبی ﷺ تو علم کو اپنی تلوار بتلا رہے ہیں اور ان فتوحات عظیمہ کو جو حاصل ہوئیں ثمرات علم قرار دیتے ہیں۔
درحقیقت نبی اللہ ﷺ کا خزانہ، چونہ پتھری دیواروں، خندقوں پر قابض ہو جانے میں نہیں، سکندر و تیمور ہلاک و خاں ہونا پارٹ نے ایسے تماشے دنیا میں بہت کھیلے، نبی اللہ ﷺ کا امتیاز تو دلوں کے قلعوں اور قلوب کے حصون کو فتح کر لینے میں ہے۔
یہ نظارہ خیبر میں نظر آیا کہ جن دنوں اسلامی لشکر نے ان یہودیوں کے (جو ہمیشہ اہل ایمان کے خلاف ملک بھر میں آتش جنگ و جدال کو بھڑکائے رکھتے تھے) چند قلعے فتح کر لیے تو انہی ایام میں نبی ﷺ کے حضور میں حبش کے نو مسلم سرداران دربار میں حاضر ہوئے اور اسی اثنا میں ملک یمن سے بھی کئی سو مسلمانوں کا قافلہ باریاب سعادت ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ یہودیوں کو کھلی آنکھ سے دکھلایا جائے کہ وہ اللہ کے اس کے رسول کے مقابلہ میں ایٹ پتھری دیواروں کے بھروسہ پر اڑے بیٹھے ہیں، جس کا علم سمندر پار حبش کو فتح کر رہا ہے۔ جس کا علم یمن کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنا علم صداقت نصب کر رہا ہے۔ یہ وہ ملک ہیں جو کبھی حجاز کے زیر نگیں نہ ہوئے تھے۔

یہ حبش وہی ملک ہے جس کے جنرل اوٹرم (Genral Otrem) نے یمن کو فتح کر کے ساٹھ ہزار (60000) فوج کا لشکر جہاد مکہ مکرمہ کے فتح کرنے اور کعبہ اللہ کے گرانے کے لیے مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر لاڈالا تھا۔
یہ واقعہ (جسے قرآن پاک نے واقعہ اصحاب الفیل کے نام سے بیان فرمایا ہے) نبی ﷺ کی ولادت اقدس سے صرف پچاس (50) دن پہلے کا ہے۔^(۱)

ان حملہ آوروں کو کیا معلوم تھا کہ خود ان کا بادشاہ رسول حجازی ﷺ کی کفش برداری کی تمنا کرے گا اور سارا ملک اسی کعبہ کی سمت اللہ تعالیٰ کے سامنے سرعہ دیت کو جھکائے گا۔
معشر مسلمین! کسی ملک، کسی قوم کو بڑور شمشیر فتح یا مغلوب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حملہ آور کے پاس شمشیر زن بھی موجود ہوں، جن کی دھاک ایسی بندھی ہوئی ہو کہ لوگ ان کی تلوار سے ڈر ڈر کر اپنا پہلا پیارا مذہب چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ ایسے بہادر ایسے تلوار سے ڈر ڈر کر اپنا پہلا پیارا مذہب چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔
الاسودا لکندی، مقدام بن معدی کرب، خالد بن الولید، زبیر بن العوام اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے کیوں کر اس شخص کے مطیع و منقاد ہو گئے تھے۔
ان کی تلواروں پر نیچے، غریب و مسکین، بکریاں چرانے والے یتیم نے کیوں کر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے جری، ایسے بطل تو خوف شمشیر سے مطیع نہ ہوئے ہوں گے اور انھوں نے تو صرف خوف جان سے اپنے اپنے قدیم پیارے مذہب کو نہ چھوڑ دیا ہوگا۔
جب یہ امر مسلم ہو جائے تو قابل غور یہ رہ جائے گا کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی ایسی شے، کوئی ایسی قوت، کوئی ایسی کشش موجود ہے جو شیروں کا شکار کرتی اور ہریران نبرد کو خادماً بنا سکتی ہے تو پھر ان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ بھیڑوں اور لومڑیوں کے لیے تلوار کا استعمال کریں۔

غور جتنا گہرا ہوتا جائے گا اسی قدر جلد یہ واضح ہو جائے گا کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان وَالْعِلْمُ سَلَاحٌ ایسی حقیقت کا مظہر ہے، جس کا کوئی بطلان نہیں ہو سکتا۔

جو کامیابی نبی ﷺ کو حاصل ہوئی اس کا ذریعہ وہی علم صحیح تھا جو اللہ عز و جل نے حضور ﷺ کو ارزانی فرمایا تھا۔

وہ علم، جو ظلمات کو دور کر دیتا ہے اور چلنے والوں کو نور میں لے آتا ہے۔

وہ علم جو آنکھوں کو روشن، دل کو بینا بنا دیتا ہے۔

وہ علم ہے ہَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ کی صفت اسی پر صادق آتی ہے۔

﴿وَالصَّبْرُ رِذَائِي﴾

صبر میرا شاندار لباس ہے۔

قرآن مجید میں 90 مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کتاب حمید نے ۱۶ طریقوں سے صبر کی توصیف فرمائی ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ ان طریقوں کا ذکر کریں گے۔

① اللہ تعالیٰ نے صبر کا امر فرمایا:

① ﴿قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا﴾ [الاعراف: 128]

”موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔“

② ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ [البقرہ: 45] ”صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔“

③ ﴿إِصْبِرُوا وَصَابِرُوا﴾ [آل عمران: 200] ”صبر رکھو اور آپس میں صبر کی تلقین کرو۔“

④ ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [الزلزلہ: 127] ”صبر کر: تیرا صبر تو اللہ کے لیے ہے۔“

⑤ عدم صبر سے نفی فرمائی گئی ہے۔

① ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أَوَّلُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ﴾ [احزاب: 35]

”صبر کیجیے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کیجیے۔“

② ﴿وَلَا تَوَلَّوْهُمْ أَلا ذُبَارٍ﴾ [الانفال: 15] ”دشمنوں کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔“

③ ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا﴾ [آل عمران: 139] ”اپنا دل تھوڑا نہ کرو اور غمگین نہ بنو۔“

④ اہل صبر کی شافرمائی گئی ہے:

﴿وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَآءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾

[البقرہ: 77]

”جو تکلیف اور تنگی میں اور لڑائی میں صبر کرتے ہیں، وہی ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی لوگ متقی بھی ہیں۔“

④ اہل صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا ذکر فرمایا:

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ [آل عمران: 146] ”اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے۔“

⑤ اہل صبر سے اپنی معیت کا اعلان فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾ [البقرہ: 153] بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک معیت عامہ ہے جو بذریعہ علم و احاطہ ہوتی ہے اور ایک معیت خاصہ جس کا نتیجہ حفاظت و نصرت و تائید الہی ہوتا ہے۔ آیت بالا میں معیت خاصہ ہی کا ذکر ہے۔

⑥ صبر کو اہل صبر کے لیے بہتر بتلایا:

① ﴿ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهَوْ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴾ [النحل: 126]

”اگر تم صبر کرو تو ایسا کرنا صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔“

② ﴿ وَ أَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ [النساء: 25] ”اور صبر کر دینا تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔“

⑦ اعلان فرمایا کہ اہل صبر کو جزا بطریق احسن عطا ہوتی۔

﴿ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [النحل: 196]

”ہم صبر کرنے والوں کو ان کے عمل کی جزا بہترین طریق سے دیں گے۔“

⑧ خبر دی کہ اہل صبر کو عطیہ بلا حساب ملے گا:

﴿ إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر: 10]

”صبر والوں کو ان کا اجر پورا پورا بلا حساب دیا جائے گا۔“

⑨ اہل صبر کو بشارت دی گئی:

﴿ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾ [البقرہ: 155] ”صبر کرنے والوں کو بشارت پہنچا دیجیے۔“

⑩ اہل صبر کی نصرت و امداد کی ضمانت فرمائی:

﴿ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ فُورِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴾ [آل عمران: 125]

”ہاں! اگر صبر و تقویٰ رکھو اور دشمن تم پر فوراً آجائے تو تمہارا رب تمہاری مدد پانچ ہزار (5000) ملائکہ سے جو نشان

والے ہوں گے فرمائے گا۔“

حدیث شریف میں ہے: وَاعْلَمُوا أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّابِرِ۔ ⑪

⑪ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اہل صبر ہی اہل عزم ہوتے ہیں:

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾ [الشوریٰ: 43]

جس نے صبر کیا اور معافی دی، تو یہ کام بڑی ہمت کے ہیں۔

⑫ فرمایا کہ اعمال صالحہ اور حظوظ عظیمہ والے اہل صبر ہی ہوتے ہیں۔

① ﴿ وَيَلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴾ [القصص: 80]

”تمہیں خرابی ہو، اللہ کا عظیم ایمان اور نیک عمل والے کے لیے بہتر ہے اور اس کو صرف صبر والے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔“

﴿وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ﴾ [مجادلہ: 35]

”اس کو صبر والے ہی حاصل کر سکتے ہیں اور اسے وہی پاسکتے ہیں جو بڑی قسمت والے ہیں۔“

﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الَّتِي لَا يَنْفَعُ الْغِيَارَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا﴾ [مجادلہ: 36]

﴿أَنْ أَخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَذَرِكُمْ هُمْ يَأْتِيَنَّ اللَّهُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ [ابراہیم: 5]

”ہم نے موسیٰ کو کہا اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر نور میں لاؤ اور ان کو تاریخ الہیہ کا سبق دے کیوں کہ اسی میں ہر صابر و شاکر کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔“

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ الْخَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۚ إِنَّ يَسَّٰرُ يَسْكِنُ الرِّيحَ فَيَظْلِلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ [الشوریٰ: 32-33]

اللہ کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو سمندر میں چلتے ہیں اور علم کی طرح بلند ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو ہوا رک جائے اور یہ سب جہاز سمندر کے اوپر کھڑے کے کھڑے رو جائیں۔ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر کرنے اور شکر کرنے والے کے لیے۔

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبٰى الدَّارِ﴾ [الرعد: 23-24]

”فرشتے ہر طرف ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے کہ اپنے صبر کے بدلے آج تم سلامتی میں ہو اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔“

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰمَةً يُحَدِّثُوْنَ بِاٰمِرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا﴾ [اسجد: 24]

”ہم نے انہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔“

﴿وَاللّٰهُ تَعَالٰی نے صبر کا ذکر فرقان حمید میں اسلام و ایمان اور یقین و تقویٰ اور توکل و تشکر کے ساتھ ساتھ فرمایا ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ عز و جل کے ہاں صبر کا کیا درجہ ہے۔

یہاں تک سولہ (16) اقسام کا ذکر ختم ہو گیا۔ اب یاد رکھیے کہ صبر ایمان کے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ سر بدن کے لیے ہے۔ بدن پر سرنہ ہو تو زندگی کہاں؟ ایمان کے ساتھ صبر نہیں تو ایمان کہاں؟

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: خَيْرُ غَيْشٍ اَذْرَ شُكَاةً بِالصَّبْرِ ”زندگی کی حقیقت ہم پر صبر سے آشکار ہوئی۔“ ﴿۱﴾

صحیح حدیث میں ہے:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَخِيْدٍ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا

لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ۔ ﴿۲﴾

”مومن کی حالت بھی عجیب سی ہے یعنی اس کی حالت سراپا خیر ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی شے خوش کرنے والی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی شے ضرر رساں پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور ایسا کرنا ہی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔“
 واضح ہو کہ صبر کے لغوی معنی جس (روک) ہیں۔ محاورہ ہے: قُلْتُ فَلَانٌ صَبْرًا فلاں شخص کو باندھ کر مارا گیا۔
 آیت ذیل میں بھی یہی معنی ہیں:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ [الکہف: 28]

”اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھیے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارا کرتے ہیں اور صرف اسی ذات کے خواستگار ہوتے ہیں۔“

اصطلاح میں صبر کو اس لیے صبر کہتے ہیں کہ اس میں بھی دل کو گریہ و زاری سے اور زبان کو شکوہ سے اور جوارح کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے۔ معنی بالاکو ذہن میں رکھتے ہوئے یاد رکھو کہ صبر کی تین اصناف ہیں:

□ صنف اول: طاعت الہی پر صبر۔

□ صنف دوم: معصیت الہی سے صبر۔

□ صنف سوم: امتحان الہی پر صبر۔

صنف اول و دوم میں انسان کے کسب کا بھی دخل ہے مگر صنف سوم میں کسب انسانی کو کوئی دخل نہیں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے حالات پر غور کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ باپ کی جدائی پر صبر اور چاہ میں گرا دیے جانے پر صبر بھی مقامات صبر میں سے ہیں مگر امراۃ العزیز کی بات پر انکار کرنا صبر کی اعلیٰ قسم تھا۔ خصوصاً جب امور ذیل کو بھی زیر نظر رکھا جائے۔

① جوانی ② خالی مکان ③ مجردی ④ نفس کے مطابق خواہش کا ہونا ⑤ بے وطنی جہاں خویش و اقارب کا نہ باؤ تھا، نہ ہوتا ہے، نہ ان کی طرف سے حیا ہوتی ہے۔ ⑥ محکومی ⑦ حسین عورت کی ذاتی خواہش ⑧ اس درخواست کے ساتھ ساتھ ہر قسم کا مکرو فریب ⑨ لالچ اور خوشامد ⑩ دھمکی۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کی موجودگی میں صدیق کے منصب کو نہایت بلند کر دینے والی ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صبر بر طاعات کا درجہ صبر از پرہیز محارم سے اکمل و افضل ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کے نزدیک فعل طاعت، ترک معصیت سے زیادہ محبوب ہے اور عدم طاعت کا نقصان وجود معصیت کے نقصان سے زیادہ سنگین ہے۔ ⑪

اب یہ بھی یاد رکھو کہ صبر کی تین حالتیں ہیں:

① صبر باللہ ② صبر للہ ③ صبر مع اللہ۔

① صبر باللہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر اپنے نفس کے لیے نہ ہو، بلکہ اللہ کے لیے ہو جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [النحل: 127]

”صبر کیجیے اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کے لیے ہے۔“

﴿2﴾ صبر اللہ: کے معنی یہ ہیں کہ صبر کا باعث محبت الہی اور ارادہ تقرب الہی ہو نہ قوت نفس کا اظہار ہو اور نہ اللہ کی مخلوق میں تعریف کرنے کا شوق ہو۔

﴿3﴾ صبر مع اللہ: کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے نفس کو وامر الہی اور محرم الہی کا مطیع بنادے جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے جہاں رک جانے کا حکم ہو رک جائے۔

یہ صبر صدیقین کا ہے اور یہی سخت قسم صبر کی ہے۔

خو بہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کی بابت پوچھا گیا:

فرمایا صبر تو کڑوی سے کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔ ﴿4﴾

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زاہدین کے صبر سے محبتیں کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے۔ یعنی یار سے صبر ہونا بہت زیادہ تعجب کا

موجب ہے۔

الْكَبِيرُ يُحْمَدُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا إِلَّا عَلَيْكَ فَإِنَّهُ لَا يُحْمَدُ ﴿5﴾

جملہ مقامات پر صبر کرنا اچھا ہے مگر تجھ سے صبر کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔

امام احمد شین بخاری نے کتاب الآداب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایمان

کیا ہے۔ فرمایا:

الْكَبَرُ وَالسَّمَاحَةُ ﴿6﴾ صبر اور سیر چشمی۔

اب یہ مسئلہ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حالت کا عرض کرنا بے صبری میں داخل نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾ [یوسف: 82]

”میں اپنی پریشانی اور اندوہ قلبی کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں۔“

ایوب علیہ السلام کی جناب احدیت میں دعا ہے۔

﴿رَبِّ اِنِّي مَسِيئَ الضُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ [الانعام: 83]

اے رب! مجھے نقصان اور ضرر آگیا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے:

وَإِذَا عَرَفْتَكَ بَلِيَّةً فَاصْبِرْ بِهَا صَبْرَ الْكَرِيمِ فَإِنَّهُ بِكَ أَعْلَمُ

وَإِذَا شَكُوتُ إِلَى ابْنِ آدَمَ إِنَّمَا تَشْكُوا الرَّحِيمَ إِلَى مَنْ لَا يَرْحَمُ

”جب تجھ پر بلا نازل ہو تو اچھا صبر کر کیوں کہ رب کو تیرا علم ہے لیکن اگر تو اس کا شکوہ ابن آدم سے کرے گا تب رحیم

کا شکر یہ اس سے کرتا ہے جو رحم نہیں کرتا۔“

﴿1﴾ مدارج السالکین: 157/2 ﴿2﴾ مدارج السالکین: 158/2 ﴿3﴾ ساحت، جو امر دینی، مری، آسانی پیدا کرنا، سرکشی و نفرت کو چھوڑ دیا، سید عارویہ۔

کنز العمال: 1392، 1393، مستدامہ: 385/4، مجمع الزوائد: 59/1، مطالب العالیہ لابن حجر: 3122

نبی ﷺ کی سیرت پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احکام الہی کی تبلیغ، اہل ایمان کی تعلیم، اہل خسران کے انداز، اہل عالم کی تدبیر اور اعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر کس قدر مصائب و فوائب اور موم و غموم کی برداشت فرمائی تھی۔
کبھی حضور ﷺ کے آستان فیض پر غلاظت گرائی جاتی، جس سے تحت طبع اور پریشانی دماغ پیدا ہو، کبھی حضور ﷺ کی راہ پر گڑھا کھود کر اسے باریک باریک لکڑیوں سے پاٹ دیا جاتا۔ گڑھے میں کانٹے بھر دیئے جاتے کہ حضور ﷺ جب نماز تہجد کے لیے نکلیں تو زمین سمجھ کر اس پر پاؤں رکھیں اور گھڑے میں جا گریں۔

کبھی حضور ﷺ کو مسجد میں محتوم دیکھ کر حضور ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر چادر کو پھانسی کا رسا بنایا جاتا، گردن کو افشار سے بھینچا جاتا۔ کبھی حضور ﷺ کی پشت مبارک پر (بحالت سجدہ) اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اور اسے کفار کی تفریح طبع کا سامان سمجھا جاتا۔

کبھی حضور ﷺ پر پتھر برسائے جاتے اور قراءت قرآن پاک سے آپ کو روکا جاتا۔
کئی سال کا ایسا زمانہ بھی حضور ﷺ پر گزرا ہے۔ جب حضور ﷺ کو ایک گھائی میں محصور رکھا گیا اور دانہ و خورش کا داخلہ بند کیا گیا۔ یہ حضور ﷺ ہی کا حوصلہ تھا، حضور ﷺ ہی کا دل تھا کہ صبر کیا اور وہ صبر کیا کہ مالک نے بھی ﴿وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ (احل: 127) کے تمغا سے حضور ﷺ کو شرف فرمایا۔
سچ ہے کہ ایسے ہی مقدس رسول ﷺ کے لب مبارک سے یہ زیبا تھا۔ اَلصَّبْرُ رِذَالٌ فَرَمَاتے اور صبر کو تحمل و شان اور شوکت و وقار کا خلعت قرار دیتے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ بِقَدْرِ صَبْرِهِ عَلٰی بَلَايِهِ وَشُكْرِهِ عَلٰی اٰلَانِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

﴿۱۰﴾ وَالرِّضَا غَنِيْمَتِيْ

رضا الہی میری غنیمت ہے

واضح ہو کہ رضا کے متعلق ائمہ تصوف کے تین (3) اقوال ہیں:

﴿۱﴾ اہل خراسان کہتے ہیں کہ رضا بھی مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے اور انتہائے توکل یہی ہے اور اس مقام کو بندہ اکتساب سے حاصل کر سکتا ہے۔

﴿۲﴾ اہل عراق کہتے ہیں کہ رضا تو منجملہ احوال ہے، یہ مکاسب میں سے نہیں بلکہ مواہب میں سے ہے۔

﴿۳﴾ تیسرے گروہ نے ہر دو اقوال کو جمع کر دینا چاہا۔ وہ کہتے ہیں کہ رضا ابتدائی درجہ میں اکتسابی ہے اور منجملہ مقامات ہے اور انتہائی درجہ میں محض عطیہ ربانی ہے۔ لہذا منجملہ احوال ہے۔

گروہ اول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل رضا کی مدح و ثنا فرمائی ہے اور اس صفت کے لیے شوق دلایا ہے۔ اگر یہ مقام اکتسابی نہ ہوتا اور مقدور بشری سے باہر ہوتا تو ایسا نہ کیا جاتا۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

ذَاقْ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا ۚ ﴿١﴾
 ”ایمان کا ذائقہ اس شخص نے چکھا جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔“

نیز فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ الفاظ پڑھتا ہے۔ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا ﴿٢﴾ اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

یہ دونوں احادیث اس شان کی ہیں کہ مقامات دین کا انہی پر مدار ہے۔ غور کرو کہ ان سے چار امور کا ثبوت ملتا ہے:

- ① اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت پر رضامندی۔
 - ② نبی ﷺ کی رسالت اور حضور ﷺ کی اطاعت پر رضامندی۔
 - ③ دین الہی پر رضامندی۔
 - ④ دین الہی کے سامنے تسلیم و انقیاد کا اقرار۔
- ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص میں یہ چہار امور جمع ہو جائیں تو وہ صدیق ہے۔
 ہاں! دعویٰ زبان آسان ہے مگر کامیابی امتحان و شوار ہے۔ خصوصاً جب کہ معاملہ یہ ہو کہ نفس کی مراد خواہش اس کے خلاف ہو۔
 یاد رکھو کہ الوہیت پر رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ محبت و انابت اور تجل الی اللہ میں تو حید خالص ہو، خوف ہو تو اسی کا ہو امید ہو تو اسی سے ہو۔ جملہ توئی کا انجذاب اسی کی جانب ہو، اور عبادت کا مقصود تو حید فی الاخلاص ہو۔
 ربوبیت پر رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ تدبیر الہی کی تو حید حاصل ہو تو کل واعتماد اور استعانت میں تو حید ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہر ایک فعل کا خیر مقدم خوشنودی کے ساتھ کرے۔
 رسالت محمد یہ ﷺ پر خوشنودی کے معنی یہ ہیں کہ احکام نبویہ ﷺ کے مقابلہ میں اطاعت کلی اور تسلیم کلی شیوہ بن جائے اور حضور ﷺ کی محبت بھری تعظیم اپنی جان سے بڑھ کر ہو۔
 ہدایت اور حکم اور فیصلہ نبی ﷺ کے آستانہ پاک سے ہی حاصل کرے اور کسی دوسرے کی حکومت کا روادار نہ ہو۔ خصوصاً علوم الہیات کے متعلق جہاں کسی دوسرے کا قول چل ہی نہیں سکتا۔
 اسلام پر خوشنودی کے معنی یہ ہیں کہ جب اسلام کا کوئی حکم از قسم امر یا نہی ملے تو اسے پورے انشراح خاطر سے قبول کرے اور اس کے خلاف اگر چہ وہ کتنے ہی معروف عالم کی طرف منسوب ہو ہرگز قبول نہ کرے۔
 اس مقام پر پہنچ کر بہت سے نام کے عالم یا صوفی و درویش یا شیخ تم کو مخالفت کرتے ہوئے نظر آئیں گے مگر رضا بالاسلام تو یہی ہے کہ جو حکم اسلام کا نہیں، اس پر ہرگز ہرگز اہل ایمان کو یقین یا اطمینان نہیں کرنا چاہیے۔
 اب یہ یاد رکھو کہ رضا کا مقام تو کل و تقویٰ اور تسلیم کے بعد آتا ہے اور چونکہ اس کے حصول میں صعوبت تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی فرضیت کا حکم نازل نہیں فرمایا۔ البتہ اس کا شوق ضرور دلا یا ہے۔

① مسلم: 34، ترمذی: 2623، ابن حبان: 1694، مستدرک: 208/1، ② مسلم: 386، ابوداؤد: 525، ترمذی: 210، ابن ماجہ: 721، ابن حبان: 1693، احمد: 181/1

یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ مسلم مقام رضا کیوں کر حاصل کر سکتا ہے؟

کہا: جب وہ چار (4) باتوں میں پختہ ہو جائے:

- ① عطا کو قبول کرے ② عطیہ میں راضی رہے ③ انقباض میں عبادت کرے ④ انشراح میں حاضر درگاہ ہے۔ ⑤
- سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے ذکر کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ یوں کہتے ہیں کہ ان کو فقر غنی سے اور مرض صحت سے زیادہ محبوب ہے۔ امام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے میرا قول یہ ہے کہ جس شخص کا اعتماد اللہ تعالیٰ کے بہترین انتخاب پر وہ اللہ تعالیٰ کی پسند کے سوا اور کسی شے کی تمنا ہی نہ کرے گا۔ ⑥

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے بشر حافی رحمہ اللہ سے فرمایا تھا:

رضا کا درجہ زہد سے برتر ہے کیوں کہ جو راضی ہے وہ اس حالت سے دوسری حالت کا آرزو مند ہی نہیں۔ ⑦

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا تھا:

الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الرِّضَا فَإِنْ امْتَنَعْتَ أَنْ تَرْضَىٰ وَإِلَّا فَاصْبِرْ۔

”رضا میں تو سراپا خیر ہے اگر تم میں استطاعت ہے تو اس درجہ میں رہو ورنہ صبر کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّاتِي﴾

”اے اطمینان والے نفس! اپنے رب کی طرف رجوع کر در آں حال کہ تو رضا والا ہے اور رضا حاصل کر! اب میرے بندوں میں شامل ہو جا! میری جنت میں داخل ہو جا۔“ [الفجر: 27-30]

یہ وہ قول ہے جو دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی بندہ سے کہا جائے گا اور میدان قیامت میں بھی اسی کلمہ سے مومن کو مسرور الوقت کیا جائے گا۔ اللہ پاک کے پسندیدہ عباد کی جماعت میں داخل ہوا اور جنت میں پہنچا۔ ہر دو انعام رضا و مرضی ہونے کی صفت پر ہے۔

⑪ وَالْعَجْزُ فَخْرِي

عاجزی میرا فخر ہے

عام طور پر مشہور تو یہ الفاظ ہیں: وَالْفَقْرُ فَخْرِي لیکن ماہرین علم الحدیث نے ظاہر کر دیا ہے کہ وَالْفَقْرُ فَخْرِي کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

صاحب مجمع البحار نے بھی وَالْعَجْزُ فَخْرِي کے الفاظ کو بیان کیا ہے جیسا کہ حدیث زیر شرح میں موجود ہیں۔ ⑧

عجز کے معنی در ماندگی کے ہیں اور کسی مشغولہ کام کو نہ کر سکتا اس کے مفہوم میں داخل ہے۔ مشغولہ کام نہ کر سکنے کی کوئی مناسبت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ تو سراپا سعی مکمل جہد اور کامل عمل کا نمونہ رہی ہے۔

لہذا عجز سے مراد عجز بہ درگاہ احدیت ہے اور یہ معنی رب العالمین کے جاہ و جلال اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و احوال پر

① مدارج السالکین: 174/2 ② مدارج السالکین: 177/2 ③ مدارج السالکین: 174/2 ④ مجمع البحار: 351/2

صادق آتے ہیں۔

اہل ثروت کے حال پر نگاہ ڈالو کہ دنیا میں تھوڑی سی کامیابی کے بعد ان کے غرور پنداری کی کیا حالت ہوتی ہے؟ اور رسول اعظم ﷺ کی سیرت کو بھی غور سے دیکھو۔

وہ رسول ﷺ جس کی نصرت و تائید زمین کے ہر ذرہ اور آسمان کے ہر ستارہ سے ہوتی ہو جس کا حکم نفوس پر فرماں روا ہو، جس کی عظمت سے مابین السماء والارض پر آوازہ ہو، وہ لمحہ بہ لمحہ، لحظہ بہ لحظہ، عجز و افتخار اور تقصیر و انکساری کے تحتیات و طبعیات درگاہ احدیت اور آستانِ صدیت پر پیش کر رہا ہے اور افتخار کو افتخار سمجھ رہا ہے۔

نبی ﷺ کی سکھائی ہوئی دعاؤں کے کلمات زاکیات کو دیکھو جن سے غفلتِ قلب کا فوراً اور حجابِ روح دور ہو جاتا ہے کہ غافل سے غافل شخص کا دل بھی جاگ اٹھتا ہے اور بے اختیار سطوتِ الہی اور احتشامِ لم یزل کے سامنے جھک پڑتا ہے۔
نمونہ کے طور پر ایک دعا کا اندراج کیا جاتا ہے۔ قارئین اس کے اسلوب بیان پر غور کریں، علومِ کانی کا اندازہ کریں اور دیکھیں کہ جس دل زبان سے یہ الفاظ نکلے، وہ خود بھی اظہارِ عجز اور نیاز کو اپنے لیے کس قدر مایہ ناز و افتخار سمجھتا ہے اور قیہین کو بھی کس نمونہ پر تیار کرنا چاہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَكَانِىْ وَتَسْمَعُ كَلَامِىْ وَتَعْلَمُ سِرِّىْ وَ عَلَانِيَتِىْ وَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِىْ وَ اَنَا الرَّجُلُ الْمُسْتَفِىْقُ وَ مُقِرُّ الْمَعْتَرِفِ بِذَنْبِىْ وَ اَنَا الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ - اَسْأَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمُسْكِيْنِ وَ اَبْتِهَالُ الْبَلَاءِ الْمَذْنِبِ الدَّلِيْلِ وَ اَدْعُوكَ دُعَاةَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ وَ دُعَاءَ مَنْ خَضَعْتَ لَكَ رَقَبَتَهُ وَ قَاصَّتْ لَكَ غَبْرَتَهُ وَ ذَلَّ لَكَ جِسْمُهُ وَ رَغِمَ لَكَ اَنْفُهُ اَنْ لَا تَجْعَلَنِىْ بِدُعَائِكَ شَقِيْقًا وَ كُنْ لِىْ رَوْفًا رَحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمُسْتُوْلِيْنَ يَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ ۝۱۱

”یا اللہ! تو مجھے میری جگہ پر دیکھ رہا ہے اور میرا کلام سن رہا ہے میری پیدا و پنہاں کو خوب جانتا ہے۔ میری کوئی بات بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں تو کاٹنے والا، ڈرنے والا ہوں میں اپنی کمزوری کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں میں تو فریادی اور پناہ کا خواہاں ہوں۔ تجھ سے مسکین بن کر سوال کرتا ہوں، گنہگار و ذلیل کی طرح تیرے سامنے چلا رہا ہوں۔ ناچنا خوفزدہ کی طرح مدد کی پکار کرتا ہوں، میری پکار اس شخص کی سی ہے، جس کی گردن نیچی ہو، جس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں، جسم جھک گیا ہو اور ناک زمین پر گر کر رہا ہو، اے معبود مجھے محروم نہ رکھنا، میرے ساتھ رافت اور رحم کا برتاؤ کرنا۔ اے مالک تو سب سے بڑھ کر فریادرس ہے تو سب سے بڑھ کر جود و عطا کرنے والا ہے۔“

اللہ اکبر! یہ معرفت کا وہ سبق ہے کہ اگر کوئی اہل ایمان دل اور زبان کے اس عجز و بیان کے ساتھ بارگاہِ مٹان میں حاضر ہو تو ضرور ہے کہ رحمت اس کی دھگیری فرمائے، محبت اس کی شمع راہ بنے، اخلاص و صداقت اسے خاک سے اٹھا کر کرسی قبول و عزت پر بٹھائے۔ فطوبیٰ لہم۔

{کنز العمال: 3614، الدر المنثور للسیوطی: 229/1، المعجم الكبير: 164/11، المعجم الصغير: 136/6، اللعل المناہیہ: 360/2، اتحاف السعادة المتقين: 375/4، امالی الشجرى: 60/2}

﴿۱۲﴾ وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي

زہد میرا پیشہ ہے

حرفت: اس صنعت یا وجہ کسب کو کہتے ہیں جسے انسان اپنے گزارہ کا ذریعہ بنائے۔

زہد: اصل لغت میں عدم رغبت کو کہتے ہیں۔ سورہ یوسف میں ہے:

﴿وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ﴾ [یوسف: 20]

”قافلہ والوں کو یوسف کو پاس رکھنے میں رغبت نہ تھی۔“

شَيْءٌ زَاهِدٌ چیز اندک (تھوڑی سی) جو قابل التفات نہ ہو۔

اصطلاح شرعیہ میں دنیا اور مال و متاع دنیا سے رغبت نہ رکھنے کو زہد کہتے ہیں۔

بعض نے کہا، زہد یہ ہے کہ نہ موجود پر اعتماد ہو اور نہ مفقود پر تاسف ہو۔ ﴿۱﴾

امام احمد شہن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، زہد کی تین (3) اقسام ہیں:

﴿۱﴾ ترک حرام، یہ عوام کا زہد ہے۔

﴿۲﴾ حلال میں سے زائد شے کا چھوڑ دینا یہ خواص کا زہد ہے۔

﴿۳﴾ ہر ایک ایسی شے کا ترک کر دینا جو توجہ الی اللہ سے روکنے والی ہو، یہ عارفین کا زہد ہے۔ ﴿۲﴾

قارئین احادیث کے ہر دو الفاظ پر غور کیجیے۔

حرفہ تو اس طریقہ کو کہتے ہیں جسے انسان اپنی معاش کے لیے لازم ٹھہرائے اور یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ”زہد“ ہی کو اپنا حرفہ بتلایا، تو اس کے معنی یہ ہو گئے کہ اپنی توجہ ان سب اشیاء، جملہ اسباب اور وسائل سے جو ماسوی اللہ کی طرف لے جانے والے ہیں ہٹا کر پورے اہتمام اور پوری ہمت سے اللہ ہی کی طرف توجہ کر لی جائے، وسائل اور وسائل کو بیچ پوچھ بھجھ لیا جائے۔

وہ اعتماد جو پروردگار پر ہے، سامان حاضرہ کو موجب طمانیت نہیں ہٹا سکتا اور اسی سامان کا فقدان قلب میں کوئی تشویش نہیں پیدا کر سکتا۔

یہ زہد کی بلند ترین صورت ہے اور اس زہد پر یہ اعتراض بھی عائد نہیں ہو سکتا کہ زہد تو آکٹسابی ذرائع کا مانع ہے یا زہد تو اصول

تمدن کی مخالفت کا نام ہے۔

﴿۱۳﴾ وَالْيَقِينُ قُوَّتِي

یقین میری روزی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب حید میں یقین اور اہل یقین کا بیان آیات متعددہ میں ہوا ہے۔

﴿۱﴾ ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ

هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [البقرة: 5-4]

”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو تجھ پر اتارا گیا، نیز اس پر جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت ربانی پر ہیں اور یہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔“

آیات بالا پر غور کرو کہ ہدایت اور فلاح کو یقین ہی کا ثمرہ بتلایا گیا ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ [اسہدہ: 24]

”ہم نے انہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے کیوں کہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔“

آیت بالا میں امامت فی الدین کے منصب کو صبر اور یقین کے اتحاد کا نتیجہ فرمایا گیا ہے۔

﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ﴾ [الذاریات: 20-21]

”یقین والوں کے لیے زمین میں اور خود ان کے نفس کے اندر نشانیاں موجود ہیں۔“

آیت بالا میں بتایا گیا ہے کہ آیات ربانی کا مشاہدہ اور علامات سبحانی کا معائنہ اور پھر اس مشاہدہ و معائنہ سے نفع کا حاصل کرنا اہل یقین ہی کا حاصل ہے۔

الغرض جو درجہ روح کا جسم انسانی میں ہے وہی درجہ یقین کا پیکر ایمانی میں ہے۔

یقین ہی اعمال قلب کی روح ہے۔

یقین ہی حقیقت صدیقیت ہے۔

علماء میں اختلاف ہے کہ یقین کسی ہے یا وہی ہے۔ ہمارے نزدیک بلحاظ اسباب تو کسی ہے اور بلحاظ اصلیت وہی ہے۔

سہل تسریٰ فرماتے ہیں کہ مکاشفہ سے ابتدا ہوتی ہے اور پھر انسان معائنہ و مشاہدہ کے مدارج کو طے کرتا یقین تک پہنچ جاتا ہے۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ یقین کی علامات تین (3) ہیں۔

① لوگوں سے میل جول کم ہو۔ ② کسی کے عطیہ پر مدح نہ کرے۔ ③ کسی کے نہ دینے پر اس کی مذمت نہ کرے۔

انہی کا ارشاد یہ بھی ہے، یقین کی حقیقت یہ ہے کہ ہر شے میں نظر الی اللہ ہو، ہر معاملہ میں رجوع الی اللہ ہو ہر حالت میں استعانت باللہ ہو۔ ④

واضح ہو کہ اگر مراتب یقین کی تفصیل کی جائے تو وہ تین (3) ہیں۔

مرتبہ اولیٰ میں ادوار و ادائی علم معاد، علم الاسماء والصفات داخل ہیں اور جب بندہ کو ان علوم کی حقانیت و صدق پر وثوق کلی ہو جاتا ہے تو اس مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

مرتبہ ثانیہ میں استدلال کی ضرورت نہیں رہتی۔ دلیل فضول سمجھی جاتی ہے اور سماعت کا مقام رویت حاصل کر لیتی ہے اس کو عین یقین کہتے ہیں۔

مرتبہ ثالثہ میں خود آفتاب حقیقت نور بیز ہوتا ہے کلفت یقین جاتی رہتی ہے۔ حقانیت اپنے کمال کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے،

اس کو حق یقین کہتے ہیں اور یہ درجہ صرف انبیاء علیہ السلام کا ہے۔ انہی کی چشم ظاہرین کے سامنے جملہ اسرار و خفایا منکشف ہوتے ہیں اور انہی پر علوم معاد کا ظہور ایسا ہوتا ہے کہ جیسے دوسروں کے لیے مادی اشیاء کا شہود۔

اب یہ غور کرو کہ حدیث زیر شرح میں نبی ﷺ نے یقین کو اپنی غذا فرمایا ہے، یہ ظاہر ہے کہ غذا ہی پر جسم کا نشوونما ہے اور غذا ہی سے جسم کی پرورش ہوتی ہے۔

یقین کو غذا بنانا ظاہر کر رہا ہے کہ حضور ﷺ اسباب مادیات سے کس قدر دور تھے۔ حضور ﷺ کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرو۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ جنگ احد میں خوش انگور ہاتھ میں لیے ہوئے انگور کھا رہے تھے کہ انگور کھا کر اور طاقت جسمانی بڑھا کر شریک معرکہ ہوں گے۔ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ شہادت کا شجر جنت علیا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے انگوروں کی طرف دیکھا، پھر کہا کہ ان کے ختم کرنے میں تو دیر لگے گی۔ میں جنگ کے لیے اتنی دیر کیوں کروں۔ یہ کہہ کر انگور پھینک دیئے اور رزم گاہ میں پہنچے اور جو ہر شجاعت دکھلاتے ہوئے رزم گاہ رضوان کو جاسد حارے۔ [1]

نقیب محمدی عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا حال بھی انہی سے ملتا ہوا ہے۔ دشمن پر حملہ پر حملہ کر رہے تھے کہ ان کا چچیرا بھائی یحییٰ لے آیا کہ یہ تھوڑی سی پی لو۔ طاقت پا کر زیادہ لڑ سکو گے۔ پیالہ ہاتھ میں لیا۔ دو تین گھونٹ لے کر برتن پھینک دیا کہ مجھے اپنے احباب سے جلد تر ملاقات کرنا ہے۔ [2]

سچ ہے کہ یقین شک و ادوہام کے حجاب کو چاک کر دیتا ہے۔ اس وقت چہرہ حقیقت بے نقاب ہو جاتا ہے۔ رویت ایمانی کا درجہ بصارت یعنی سے بالاتر پہنچ جاتا ہے اور ایسا دیدہ ور شخص مغیبات کو مشاہدات سمجھتا ہوا حقائق اصلیہ اور معارف روحانیہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

﴿14﴾ وَالصَّدَقُ شَفِيعِي

صدق (سچائی) میرا ساتھی ہے۔

جب ایک شخص کے ساتھ اس کو اغراض و مقاصد میں متفق و متحد ہو کر دوسرا شخص شامل ہو جاتا ہے تو وہ پہلے شخص کا شفیع کہلاتا ہے۔

لغت میں شفیع بمعنی جفت آتا ہے کتاب حمید میں ہے: ﴿وَالشَّفِيعُ وَالْوَكِيلُ﴾ [الغفر: 3]

صدق، ہر شے کی اصلیت اور کمال قوت کو کہتے ہیں۔ الفاظ ذیل پر غور کرو۔

- ① عزم صادق، اسی ارادہ کو کہیں گے جو نام و قوی ہو۔
 - ② محبت صادق، اسی محبت کو کہیں گے جو کامل و اصلی ہو۔
 - ③ خبر صادق، وہی اطلاع جس میں اصلیت کے سب اجزاء کامل و قوی ہوں۔
- قرآن مجید میں صدق کے کئی مقامات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

① نبی ﷺ کو یہ دعائیں فرمائی گئی ہیں:

② مسلم: 1901 ③ الاستیعاب: 899/3، ابن ہشام: 21/4

﴿ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴾
 ”اے رب! مجھے خوبی کے ساتھ پہنچاؤ اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ و بھجیو جس کے ساتھ نصرت ہو۔“ [نہی اسرائیل: 80]

اس دعا میں مُدْخَلَ صِدْقٍ اور مُخْرَجَ صِدْقٍ کا سوال سکھایا گیا ہے۔
 مُدْخَلَ صِدْقٍ سے مراد بندہ کی وہ توجہ ہے جو اللہ کے لیے، اللہ کی جانب اور احکام الہی کی جانب بندہ کیا کرتا ہے۔ اس توجہ میں شائبہ ریب و شک نہیں ہوتا۔ اس کی ترقیات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ نبی ﷺ کا داخلہ مدینہ منورہ بھی اسی مُدْخَلَ صِدْقٍ میں داخل ہے جس کی برکات و انوار لامنتہی ہیں۔
 مُخْرَجَ صِدْقٍ سے مراد بندہ کی وہ عزیمت ہے جو ہوا و ہوس اور اقتضائے طبع و نفس سے منہ موڑ کر اور امور خاکی سے دامن دل کو جھاڑ چھوڑ کر سب سے الگ ہو جاتا ہے، اور کوئی حجاب، کوئی رسم، کوئی امید منفعت، کوئی خوف ضرر بندہ کو اس خروج صدق سے روک نہیں سکتا۔

نبی ﷺ کا مکہ چھوڑ دینا، وطن سے دوری، تعلق داروں سے بے تعلقی، راہ ہجرت کی بادہ بینائی اسی مُخْرَجَ صِدْقٍ میں داخل ہے۔
 ﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ لَّهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ [ہنس: 2]
 ”اور جو ایمان لے آئے ان کو بشارت سنائیے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔“
 آیت بالا میں قَدَمٌ صِدْقٍ کے وجود کی اطلاع اور بشارت دی گئی ہے۔
 قدم صدق سے مراد وہ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ ہیں، جو فرمان پذیر بندہ نے اپنی حیات قانی میں ادا کیے اور قبر میں جانے سے پیشتر بارگاہ رب العزت میں بھیج دیے گئے۔

تقدیم اعمال تو مومن و کافر، مطیع و فاسق سب ہی کی طرف سے ہوتی ہے مگر قَدَمٌ صِدْقٍ کا اطلاق سب مومن ہی کے اعمال پر ہوتا ہے۔
 ﴿ وَاجْعَلْ لِّىْ لِسٰنَ صِدْقٍ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴾ [اشعراء: 84]
 ”اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ۔“

یہاں لسان صدق کی دعا فرمائی ہے۔ لسان صدق سے مراد ثناء حسنہ ہے۔ یہ اس بندہ کے لیے بطور جزائے حسن عطا ہوتی ہے جس کے افعال و اعمال اور اقوال اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں معیار صدق پر پورے اترتے ہیں۔

﴿۱۵﴾ وَالطَّاعَةُ حَسْبِیْ

طاعت کرنا میری عزت ہے۔

طوع (جس سے طاعت بنا ہے) کے معنی انقیاد و امر اور اتباع حکم ہیں، جب کہ مطیع اس حکم کی تعمیل پورے پورے انشراح صدر اور نشاط قلب سے کر رہا ہو۔ حسب، وہ بزرگی جو مال یا دین یا صفات حسنہ اور اخلاق فاضلہ یا سخا و جود کی وجہ سے حاصل ہو۔

حدیث بالا میں صنعت تضاد موجود ہے۔ یعنی عام طور پر لوگ ان اشیاء کو باعث بزرگی و برتری سمجھا کرتے ہیں جس میں اوروں پر تفوق پایا جاتا ہو۔

لیکن نبی ﷺ نے ہندگی و فرماں برداری کو اپنے لیے باعث برتری و تفوق قرار دیا ہے۔ بے شک یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے گوہر گرامی میں عموماً اور امام الانبیاء سرور عالم ﷺ کے عنصر پاک میں خصوصاً اس کا ظہور اور نور نظر آتا ہے۔ صلح حدیبیہ میں کفار نے ایک شرط یہ رکھی تھی کہ جو شخص قریش میں سے مسلمان ہو کر مسلمانوں سے جا ملے گا، اسے قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا مگر جو شخص مسلمانوں میں سے نکل کر کفار میں جا ملے گا وہ مسلمانوں کو واپس نہ دیا جائے گا۔

شرط مذکور اپنے ظاہری الفاظ میں ذلت آمیز نظر آتی ہے۔ لہذا عمر فاروق، اسید بن حنیف، سعد بن عبادہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم جیسے غیرت مند ان اسلام نے جو شانہ روز اعز الاسلام والمسلمین کا ورد کرتے تھے اس شرط کو حمیت مسلمین اور عزت اسلام کے منافی سمجھا۔

جب انھوں نے اس بارہ میں حضور ﷺ سے اپنی رائے کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے ان کے دلائل کی تردید کی اور نہ ان کے اقوال کی تضعیف، بلکہ زبان عالی سے یہ فرمایا:

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَلَسْتُ أَغْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي ﴿١﴾

”میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا، وہی میرا مددگار بھی ہے“

اس سے صاف روشن ہو گیا کہ نبی ﷺ کس قدر زیادہ طاعت و انقیاد الہی کے پابند تھے کہ حمیت و حمایت ظاہری اور وقار عزت یعنی نومسلموں کی جنبہ داری یا مرتدین کی تعزیر کے مسلمہ اصول بھی حضور ﷺ کے ذوق اطاعت اور کمال انقیاد سے الگ نہ کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اس حسن عمل کا بدل اس جنس عمل کی صورت میں حضور ﷺ کو ارزانی فرمایا اور حضور ﷺ کی اطاعت کو جملہ عالم و عالمان پر فرض عین ٹھہرایا۔ فرمایا:

﴿١﴾ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴿[النساء: 80]﴾

”جس نے محمد رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی بھی اطاعت کی۔“

﴿٢﴾ إِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ﴿[النور: 54]﴾

”اے لوگو! اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا لو گے۔“

﴿١٦﴾ وَالْجِهَادُ خُلُقِي

جہاد میری خصلت ہے۔

جہاد پوری کوشش سے کام کرنا، محنت، طاقت اور توجہ کو کسی کام میں لگا دینا، خلق طبعیت، جبلت، پیدائشی خصلت۔

جہاد شریعی کی دو اقسام ہیں: جہاد بالمال اور جہاد بالنفس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَنُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ﴾ [النصف: 11]

”اللہ کی راہ میں مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“

مال کی قربانی بھی سخت دشوار ہے اور ایثار جانی بھی سخت مشکل۔ بہت لوگ جان کے بچاؤ میں مال کی پروا نہیں کرتے اور اکثر ایسے ہیں جو مال کے لیے جان کو بھی ہلاکت میں ڈال دینا آسان سمجھتے ہیں۔ جہاں مال اور جان دونوں کے تباہ کرنے کا سوال ہو وہاں پورا اترنا اللہ تعالیٰ کے قلم بندوں ہی کا کام ہے۔ بسا اوقات یہی مال و جان انسان کو اس کے فرائض ذاتی و قومی اور واجبات اخلاقی و دینی کے ادا کرنے میں سخت حائل ہو جایا کرتے ہیں، لیکن اللہ کی راہ کے فدائی ہر شے کو اپنے مولیٰ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں قرآن مجید کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾ [الحج: 78]

”اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔“

اس جہاد سے مراد علم الہی کی تحصیل، رضائے ربانی کا حصول، تقرب سبحانی کا شوق، مدارج روحی کا ارتقاء مراد ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس جہاد میں صرف طاقت اور اخلاص توجہ، معنی لغوی اور ایمان و عمل صالحہ بمعنی شرعی بہمہ و جوہ و کار ہیں۔ جہاد کے معنی اعدائے دین کو تخت میں لانا، اعدائے کلمۃ اللہ کے لیے وسائل مالی و جانی کو مجتمع کر دینا بھی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک پر نگاہ ڈالو کہ جہاد کی ان جملہ اقسام میں حضور ﷺ جملہ افراد امت سے کس قدر بڑھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کا عزم و ارادہ اور نیت و تمنا، حضور ﷺ کا آرام و قیام اسی جہاد فی اللہ کے لیے تھا۔ وہ آسودگی و آرامیدگی جو خاصہ اہل حکومت ہے۔

وہ دہن و ضعف جو لاحق احوال امراء ہے۔

وہ کسل و جمود جو محبوب مترقبین ہے، ان میں سے کسی کا بھی کوئی اثر ذات گرامی پر نہ تھا۔

جد و جہد، سعی و طلب، ارتقاء و ارتقاء، سوز و گداز، حزن و شوق حضور ﷺ کے خدام و دربار تھے اور اسی اسوہ عالیہ کا فیضان تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خویش و تبار سے، زن و اولاد سے جدا، ضیاع و زرع سے دور، آرام و آسائش سے نفور ہو کر ہمہ تن، ہمہ دل جہاد فی اللہ میں مشغول تھے۔ اسی صفت عالیہ کے تحت میں انھوں نے وطن کو خیر باد کہا اور زیست دنیوی کو حیات دنی قرار دیا۔ وطن سے نکلنے اور تمام دنیا کو ہمت بلند، عزم راسخ، طلب صادق، سعی موفور کی ایسی تعلیم دے گئے کہ مشرق سے مغرب تک ﴿مَجْلَمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ [نہج: 40] ”اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند رہنے والا ہے۔“

اسی نمونہ کا نتیجہ تھا کہ لوگوں نے دنیا کا دار العمل ہوتا سمجھ لیا، انفاس کا پاس ہونے لگا، حیات ارضی کے بعد حیات روحی کا نظارہ آنکھ کے سامنے ہو گیا۔

اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ مدت قلیل میں فوائد کثیرہ، فتوحات عظیمہ، غنائم وافر و نتائج عالیہ حاصل ہو گئے۔

کاش! مسلمان اسی علم و عمل کو مآل زندگی سمجھیں اور سعی و طلب کو اپنی جبلت و فطرت بنالیں اور وہ بھی دنیا کی زندہ اقوام میں

زندہ کہلانے کا لقب حاصل کر سکیں۔

نہیں، نہیں، دنیا میں آج زندہ اقوام کہلانے والی قوموں کا مطمح نظر بہت پست ہے۔ اہل ایمان کو اپنی نیت و فعل اور عزم و عمل کے لحاظ سے اپنی ہمت کو بہت بلند رکھنا ضروری ہے تاکہ انھیں انبیاء و صدیقین اور شہداء کی معیت حاصل ہو جائے اور سعادت دارین کا تاج جسے تاج خلافت بھی کہا جاتا ہے ان کے سر پر رکھا جائے۔

﴿۱۷﴾ وَقُرْءَانُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حج عمر میں ایک دفعہ ہے ادائے زکوٰۃ کے لیے سال میں ایک دن کا مقرر کر لینا کافی ہے، صوم رمضان گیارہ ماہ کے بعد آتے ہیں۔ مگر نماز ایک دن میں پانچ (5) دفعہ پڑھنا فرض ہے۔ سات (7) برس کے بچے کو نماز پڑگانے اور دس (10) برس کے بچے کو ترک نماز پر تادیب کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا مرض، مفلسی ہو یا امیری، اسیری ہو یا آزادی، نوکری ہو یا گھر پر فرض نماز کسی وقت اور کسی جگہ ساقط نہیں ہوتی، جب تک ہوش حواس درست ہیں، نماز کی فرضیت قائم رہتی ہے۔ اعمال میں نماز سب سے پہلے فرض ہوتی ہے اور سب سے اخیر تک فرض رہتی ہے۔ نمازی کی بابت سب سے پہلے سوال بروز محشر ہوگا۔

عماد دین نماز ہے، شوکت اسلام نماز ہے، اسلام کا خیمہ اسی چوب پر استادہ ہوتا ہے، مسجدوں کی تعمیر، اذانوں کا اعلان، خطیب اور پیش نمازوں کا تقرر، سب کچھ نماز کے لیے ہے۔ حفاظ قرآن کی عزت، محراب مسجد سے آشکار ہوتی ہے اور علمائے دین کی فضیلت منبر مسجد سے نمودار ہوتی ہے۔

نماز ہی اجتماع و تنظیم کا سبق آموز ہے اور نماز ہی پابندی اوقات کا خوگر بنانے والی ہے۔ نماز ہی مختلف المراج افراد کو مرکز و احد پر لاتی ہے اور نماز ہی قوم کو پسند کردہ امیر کی اطاعت کا عملی سبق پڑھاتی ہے۔

نماز ہی بندہ کو بدن، لباس اور مقام کو پاک و پاکیزہ اور صاف بخلی رکھنے کا ذریعہ ہے۔ نماز ہی سحر خیزی سکھاتی ہے اور نماز ہی بیہودہ تعمیرات و تماشاؤں میں انسان کی صحت اور روپیہ اور وقت کی حفاظت کرتی ہے۔ نماز ہی دل میں ایک ایسی کشش پیدا کر دیتی ہے جس سے دل کا تعلق رب العالمین کی حضوری سے ہو جاتا ہے۔

نماز ہی ہر انسان کو دربار الہی میں حاضر ہو سکے کا اعزاز عطا کرتی ہے اور نماز ہی انسان اور رب میں سرگوشی و ہم کلامی کا راز کھول دیتی ہے۔ نماز ہی کمال عبودیت ہے اور نماز ہی تکمیل انسانیت، نماز ہی اخلاق حسنہ کی ہادی ہے اور نماز ہی عادات سیئہ کی سپر ہے۔ نماز ہی مغفرت و رحمت ہے اور نماز ہی نور و برہان ہے۔ نماز ہی سے رب العالمین کے عالمگیر علم و قدرت کا یقین مستحکم ہوتا ہے اور نماز ہی سے فرزندان اسلام کی عالمگیر اخوت کا سلسلہ پاکدار بنتا ہے۔ نماز ہی سے احسانیات کے مراتب طے ہوتے ہیں اور نماز ہی سے تجلیات حضور ﷺ کی اشاعت نور ہوتی ہے۔ جس دین میں نماز نہیں وہ دین ہی نہیں۔ مومنین کے لیے نماز کو معراج فرمایا گیا ہے اور حالت سجدہ کو بندہ کا بارگاہ سبحانی سے قریب تر ہونا بتلایا گیا ہے۔

بزرگان دین سمجھتے تھے کہ چنچل من صرف نماز ہی سے سیکندریاب ہوتا ہے اور ہر وقت سوچنے والا دماغ صرف نماز ہی میں اتنا بہت الی اللہ کا مزہ پاتا ہے۔ نماز ہی ہے جس کا اثر انسان کے جسم اور دل اور دماغ اور نفس و روح اور سر اور آغشی پر یکساں پڑتا ہے اور نماز ہی ہے جو

بہ حالت ارتعاب انسان کو ملکوئی صفات بنا دیتی ہے۔

جملہ ادیان پر جو فضیلت اسلام کو ہے ازاں جملہ یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ اسلام ہی بندہ کو پانچ وقت اللہ کے حضور ﷺ میں لے جاتا اور بے واسطہ دیگر براہ راست عرض و معروض کا موقع عطا کرتا ہے۔ جب نماز کی یہ برکات عامۃ المسلمین کے لیے ہیں تو کچھ شک نہیں رہ جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی نماز اپنی نورانیت میں سارے جہاں کی نمازوں سے اعلیٰ و برتر تھی۔ ایک مذہب ذلیل، خائب و خاسر کی عبادت کو ایک مصطفیٰ و مجتبیٰ، سید الوری، حبیب رب العالی ﷺ کی نماز کے ساتھ کیا مناسبت و مشابہت ہو سکتی ہے۔؟

البتہ حدیث پاک سے اس قدر مستنبط ہوا کہ نبی ﷺ کے کلمہ خوانوں کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہی کو بنانا چاہیے، جیسا کہ حضور ﷺ رسالت مآب نے نماز کو قرۃ العین فرمایا ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم



خصائص القرآن

قرآن کریم وہ پاک کتاب ہے، جسے نبی ﷺ نے کلام اللہ بنا کر اپنی زبان مبارک سے حرفا حرف سنایا۔ لہذا سیرت نگار نبوی ﷺ کا فرض ہے کہ قرآن مجید کے متعلق بھی ضروری مباحث کو سیرت نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ پیش کرے۔ کتاب ہذا کی جلد اول میں بھی اس بحث پر چند اوراق پیش کیے جا چکے ہیں۔ اب اس اختصار سے کچھ آگے بڑھ کر چند بحث ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

قرآن پاک کے نام بھی اسماء الحسنیٰ کی طرح 99 تک پہنچ گئے ہیں، لیکن سب سے زیادہ خاص اس کا نام مبارک ”کلام اللہ“ ہے اور سب سے بڑھ کر مشہور اس کا نام ”القرآن“ ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”المشوق الی علوم القرآن“ میں تحریر فرمایا ہے کہ لفظ قرآن محاروۃ قُرَّأتِ الحُفُوفِ سے ماخوذ ہے، جو حوض پانی سے لبالب لبریز ہوتا ہے، اسے قُرَّأتِ الحُفُوفِ کہا کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن پاک جملہ علوم پر مکتویٰ اور عرفان تام کا ظرف اور حقائقِ اصلیہ سے پر ہے اس لیے اس کا نام قرآن ہوا۔ ۱۱ اب ذیل میں متعدد عنوانات کے ساتھ چند مباحث پیش کیے جاتے ہیں۔

فصل اول 1

ضرورت قرآن

قرآن مجید کی ضرورت معلوم کرنی ہو تو سب صاحبان کو اس زمانہ کی تاریخ اور صفحہ عالم کی حالت پر غور کرنا چاہیے۔

ایران کے مجوس کا سراپا شرک کی نجاست میں غرق ہونا اور احاطہ انسانیت سے نکل کر ان کی ماں بیٹی، بہن سے ازدواج کو جائز و مباح سمجھ لینا۔

روما چرچ کے عیسائیوں کا صریح بت پرستی میں مبتلا ہو کر اس مشرکانہ عقیدہ کی ترویج میں لاکھوں ہندگان الٰہی کا خون پانی کی طرح بہانا۔

چین کا قبر پرستی اور بھوت پریت کی عبادت میں محو ہو جانا اور پھر خود کو آسمانی فرزند کہلانے کا مستحق قرار دینا۔

اس کا فسق و فجور میں پڑ کر شراب کو بہترین افعال انسانی قرار دینا، مرد عورت کی برہنگی کے اعضاء کی مثالوں کو سب شود و والوں میں قائم کرنا، دختر کشی اور قمار بازی کو شرافت کا نشان قرار دینا۔

عرب کا بعض صفات بالا میں اکثر ممالک سے بڑھ جانا۔

الغرض معمرہ عالم پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان ضلالتوں کے دور کرنے میں وہ کتابیں جو دنیا میں پہلے سے نازل شدہ تھیں، نا کافی ثابت ہو چکی تھیں۔

ان کا تمام عالم کے بگڑے ہوئے آوے پر تو کیا اثر ہوتا کہ خود اس قوم (جس میں اس کتاب کا نزول ہوا) دائرہ اطاعت میں نہ رہی تھی۔ اس لیے ضرورت تھی ایک ایسی مہم کتاب کی جس میں تمام عالم کی اصلاح کی طاقت ہو اور تمام کتابوں کو اپنے اندر جمع کر لینے

کی قابلیت اور بلحاظ اپنی مجموعی شان کے دیگر اوراق پریشان سے دنیا بھر کو مستغنی کر دیتی۔

ہاں! جس طرح سخت گرمی اور جس کے بعد بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، جس طرح رات کی سخت تاریکی کے بعد خورشیدِ عالم افروز طلوع فرماتا ہے، اسی طرح تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ظلمتِ مظلمہ ہی نے قرآن مجید کے نورِ مبین کی ضرورت کو افرادِ عالم کے دل و دماغ میں ثابت و محسوس کرا دیا تھا۔

لہذا اسی رحمتِ ربانیہ نے جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے اور نطفہ سے انسانِ کامل بنانے میں کار فرما ہے، ہماری روحانی ضرورت کے لیے اس نور و ہدایت کو نازل فرمایا۔

بدبختی سے ہند میں ایسا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو ربِ کریم کو ارحم الراحمین تو مانتا ہے مگر پھر بھی اس کلامِ الہی کے دنیا میں نازل ہونے کی ضرورت سے انکار ہے۔

یہ کورسوا تسلیم کرتے ہیں کہ اس ﴿نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [انور: 35] نے اگر آکھ کو بینائی دی ہے تو دیکھنے کے لیے ان گنت رگتیں بھی بتائی ہیں۔

اگر کان کو شنوائی ملی ہے تو سننے کے لیے بھانت بھانت کی آوازیں بھی پیدا کی ہیں۔ پاؤں چل سکتا ہے تو اس کی جولانی کے لیے فرشِ زمین میں ہموار و ناہموار راہیں بھی نکال دی ہیں۔ منہ کھا سکتا ہے، تو ذائقہ کے واسطے میٹھے، سلونے کھٹے، پھیکے کھانے بھی مہیا کیے ہیں۔ یعنی جس قدر حواسِ ظاہری اور قوائے باطنی جسمِ انسان میں پائے جاتے ہیں اس کے متعلق ایک ایک جداگانہ عالم بھی پیدا کیا گیا ہے۔ مگر ان کو اب بھی سخت انکار ہے کہ روحِ انسانی کے لیے (جو فطرتِ انسانی کی خزانہ دار اور اس کی مملکت کی حکمران ہے) کوئی جداگانہ عالم موجود ہو، اگر یہ لوگ روح کا انکار کر دیتے تو ان کی حالت پر اتنا افسوس نہ ہوتا لیکن روح کا اقرار اور رحمتِ الہیہ کی جانب سے اس کے لیے عالمِ خاص کا انکار قطعاً اسرارِ فطرت سے عدم آگاہی پونہی ہے، خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

ضرورتِ قرآنِ حمید کے ثبوت میں ہم دنیا کے سامنے دنیا کی تاریخ رکھ دیتے ہیں۔

نیز ان تمام ترقیات کو دنیا کے ہر ایک مذہب نے نزولِ قرآن مجید اور اشاعتِ کتابِ حمید کے بعد اپنے عقائد اور اصول میں کی ہے اور ان تمام اصطلاحات کو بھی اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں جو غیر مسلم اقوام نے اس 1352 سال کی مدتِ رسالتِ محمدیہ ﷺ میں تعلیمِ قرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے مذہب اور مسلک میں داخل کر لی ہیں۔

ان ترقیات و اصطلاحات کے ازمنہ ارتقاء کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد امید قوی ہے کہ ہر ایک مصنف کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ فی الواقع معمرہ عالم کو قرآن مجید کے نزول کی سخت ضرورت و احتیاج تھی۔

فصاحت و بلاغتِ قرآن

اگر کسی کو فصاحت و بلاغتِ قرآنی کا اندازہ کرنا ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کام کے لیے زبانِ دانی کامل کی ضرورت ہے۔

اور علمِ معانی و بیان و بدیع میں اعلیٰ درجہ کی مہارت کا ہونا لازمی ہے۔

اور پھر فہمِ سلیم و طبعِ ہموار کی شرطِ لا بدی ہے۔

اگر یہ آنکھیں، یہ عینک، یہ دوربین کسی کو مل جائے تو وہ بے اختیار بول اٹھے گا کہ قرآن عظیم کی فصاحت و بلاغت طاقتِ بشری سے بالاتر ہے۔

جہاں عرب شیدائی زبان اور فدائی حسن بیان تھے اور اسی وجہ سے وہ اسالیب غریب و قصائد عجیب کے مالک، رجز فاخرہ و اسجاع موجزہ اور خطب بلیغ کے انشا پر قادر تھے۔

صرف اسی قابلیت کے وجود نے بڑے بڑے زبان آوروں، خطیبوں اور شاعروں سے منوا دیا تھا کہ قرآن کلام بشر نہیں۔ ذرا غور کرو، دنیا کے کسی ملک میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص نے کوئی ایسا دعویٰ کیا ہو جو دنیا بھر سے نرالا اور فائق تر ہو، جیسے خاتم النبیین، رسول کافہ للناس، رحمۃ للعالمین، مطاع عالم من اللہ کے اعلام سے نمایاں ہے اور ثبوت دعویٰ میں ایک تصنیف کو پیش کر دیا ہو اور اسی کو اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا ہو اور اس دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو ضلالت و عمایت (اندھا پن) اور خلود نار و غیرہ کی ذلتوں کے مواعید سے جوش بھی دلایا ہو۔

پھر ایسی حالت میں بھی اسی ملک کے رہنے والے، اسی کی زبان کے بولنے والے، اسی زبان کے قادر الکلام اور سحرالبیان لوگ اس کے سامنے ساکت و خاموش اور متحیر و مدہوش رہ گئے ہوں۔

① ہم تو سمجھتے ہیں کہ تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، قرآن مجید کے پیش کرنے والے (فدا و الی و امی) نے معارضہ کی چھ (6) قسمیں بتلائی ہیں اور ہر ایک قسم کے مقابلہ میں سب کو عاجز و در ماندہ ثابت کر کے اپنی صداقت کو آفتاب روشن کی طرح آشکارا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کو عربی مبین ہے، مگر اس کی فصاحت و بلاغت کا جو درجہ ہے وہ تمام عالم کی کتب سے بالاتر ہے۔

② اب یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ فردوسی، ہومر (Homer)، سعدی و شکیبیر (Shakespeare) و المیک (Walmake) و ملٹن (Milton)، گویٹ و بیکن (Beacon) تا بعد و سرور، امراء القیس و خسرو و غیرہ جن کی فصاحت و بلاغت کی بری بڑی تعریفیں مختلف السنہ کے متعلق مختلف اقوام نے کی ہیں ان سب کا جوش و خروش ایسی کتابوں میں نکلا ہے، جن کی بنیاد خیالات و تصورات پر رکھی گئی ہے، جن میں ہر قسم کی تشبیہات و استعارات کے استعمال کی مصنف کو آزادی حاصل تھی، جن میں ترک غلو یا پابندی صداقت کی کوئی بندش نہ تھی۔

اگر انہی زبان آوران پر کلام کو کوئی قانون، کوئی ضابطہ لکھنا پڑتا، اگر حقائق الہیات اور رموز فطرت یا اسرار آفرینش پر ان کو چند سطور بھی تحریر کرنی ہوتیں تو دنیا دیکھ لیتی کہ عبارت کتنی چھلکی، بندش کتنی ست اور الفاظ کیسے کھٹیل، طرز ادا کتنا متہزل ہوتا۔

یہ قرآن حکیم ہی کا حصہ ہے کہ وہ احکام شریعت اور مواعظ و امثال، اخبار و انداز میں زبان ماضی کی سرگزشت اور عہد مستقبل کی حالت پر آیات کا القافرا مارا ہے اور بایں ہمہ کلام میں کسی جگہ بھی نہ صداقت و روحانیت کے درجہ سے گرا اور نہ فصاحت و بلاغت کے مرکز سے متزلزل ہوا ہے۔

③ انداز فصاحت و بلاغت کے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ساری دنیا کے مسلمہ و مقتدر فصحاء کے میدان کلام اور وادی سخن بھی خاص خاص ہوتے ہیں۔ سعدی کی فصاحت قعر قلب میں جگہ پالیتی ہے لیکن بزم و نشاط کی بساط کا بچھانا اور ناز و اختلاط کے کوڑ کھول دینا اس کی طاقت سے باہر ہے۔

فردوسی کے بیان جنگ کو پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ کوئی سینما دیکھ رہا ہے، لیکن مواعظ و اخلاق کی سڑک پر اس کا خشک قلم لنگڑاتا ہوا ہی نظر آتا ہے۔

عرب کے امراء القیس و عمرہ، ابو نواس و ابو العتہبیہ کا بھی یہی حال ہے۔ جرمنی و فرانس، اٹلی و انگلستان کے اہل قلم (شاعروں، ناول نویسوں، اڈیٹروں، یا زبان آوروں، پروفیسروں، لیکچراروں) میں بھی یہی تفاوت درجات موجود ہے۔ رینالڈ (Renald) بھی گین (Gibben) نہیں بن سکتا، اور کارلائل (Carlyle) بھی شیکسپیر (Shakespeare) کا روپ نہیں دھا ر سکتا، ہربرٹ (Herbert)، سپنر (Spinner) اور تار تھ برڈک (North Brook) کی زبان بھی ایک نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم پڑھو، اسے موجود و مابیات و کیفیات کے متعلق کس قدر دلائل ساطعہ و براہین مینہ سے کام لینا پڑا۔ اسے اقوام ماضیہ کے عروج و زوال اور اس کے لوازم و اسباب پر کیا کچھ بیان کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس نے مذاہب و ادیان و عقائد و مسلمات انسان پر کتنی تیز روشنی ڈالی۔

اس نے روح و مادہ اور اعمال کی بابت کس قدر اسرار آشکار کیے۔

اس نے تدبیر منزل و سیاست مدن، حقوق افراد و وجوب قوم کی نسبت کتنے قوانین و ضوابط ایجاد کیے۔

اور ان سب کی تعمین و وضوح کے سلسلہ میں اسے کس قدر اقسام سخن اور اسالیب کلام پر تکلم کی ضرورت ہوئی لیکن ہر جگہ کلام کی شان، الفاظ کی شوکت، معانی کا حسن اسی خصوصیت کے ساتھ جلوہ گستر و نور افزا ہے، جیسا کہ اثبات توحید و رد شرک و ابطال باطل و احقاق حق کی فضا میں عطر بیروز و روح پرور تھا۔ یہ وہ وقائع کلام ہیں جن کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اپنی لمبی عمر کو اسی شوق فہم و ذوق وجدان میں پورا کر دیا ہے۔

﴿4﴾ فصاحت و بلاغت کا تعلق جزالت الفاظ سے بھی ہے اور اشاعت معنی سے بھی۔ ہم اس جگہ چند آیات کا اقتباس پیش کرتے ہیں، ان کے ہمہ گیر معانی پر غور کرو اور خوب غور سے دیکھو کہ تہذیب اخلاق، تہذیب نفس، تدبیر منزل، حصانت قوم اور سیاست مدن کا کون سا ضروری مسئلہ ہے جو ان چند آیات سے باہر ہو گیا ہے۔ اسی سے قرآن مجید کی 6666 آیات شریفہ کا اندازہ کرو اور ان علوم و معارف کا تخمینہ لگاؤ جو ان آیات میں محفوظ کئے گئے ہیں۔

ان آیات کے پیش کرنے سے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ ہم صرف اتنی ہی آیات کو پیش کر سکتے تھے یا یہی چند آیات نمونہ بنائے جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لا واللہ!

اس وقت ہماری مثال اس گل چیں کی سی ہے جو ایک گلستان تازہ بہار کی سیر کو نکلتا اور واپسی کے وقت وہاں سے چند گل شاداب کو زیب سرو سینہ بنالیتا ہے، کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس گل چیں کے بعد باغ میں پھول باقی ہی نہیں رہے، یا جو باقی ہیں وہ سب آب و رنگ میں یا زہت و نزاکت میں گلہائے چیدہ سے کم ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یقیناً منفی ہوگا۔

① اصول عبادت

﴿وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [نہ: 22]

”کیا وجہ ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔“

② شرافت انسانیت

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ

﴿مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: 70]

”ہم نے قرآن و آدم کو عزت دی اور بحر و بر میں ان کے لیے سواریاں عطا کیں اور پاکیزہ چیزیں ان کو کھلائیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو برترین فضیلت عطا کی۔“

③ اوامر یعنی کرنے کے کام

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ [النحل: 90]

”اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ عدل و احسان کرو اور قرابت داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔“

④ نواہی یعنی نہ کرنے کے کام

﴿وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ [النحل: 90]

”اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں سے اور بغاوت سے اور ناپسندیدہ امور سے تم کو منع کرتا ہے۔“

⑤ محرمات

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف: 33]

”میرے پروردگار نے مندرجہ ذیل باتوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔“

① بے حیائی کی سب صورتیں کھلی ہوں یا چھپی ہوئی۔

② گناہ ③ بغاوت ناحق۔

④ اللہ کے ساتھ شرک، جس کے جواز کی بابت کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی بے علمی سے باتیں بنانا۔

⑥ تعاون

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدہ: 2]

”نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔“

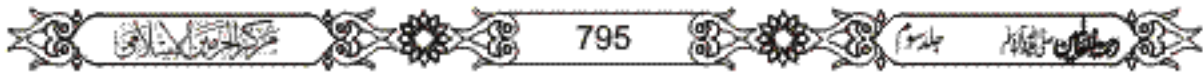
⑦ عدم تعاون

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: 2]

”گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں کسی کی کچھ مدد نہ کرو۔“

⑧ جملہ اعضاء انسانی اپنے اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ أَدَّ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَآفًا مِّنْهُ مَسْئُولًا﴾



﴿مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْصِيلاً﴾ [بنی اسرائیل: 70]

”ہم نے فرزند ان آدم کو عزت دی اور بحر و بر میں ان کے لیے سواریاں عطا کیں اور پاکیزہ چیزیں ان کو کھلائیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو برترین فضیلت عطا کی۔“

③ اوامر یعنی کرنے کے کام

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ [النحل: 90]

”اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ عدل و احسان کرو اور قرابت داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔“

④ نواہی یعنی نہ کرنے کے کام

﴿وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ [النحل: 90]

”اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں سے اور بغاوت سے اور ناپسندیدہ امور سے تم کو منع کرتا ہے۔“

⑤ محرمات

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ

مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف: 33]

”میرے پروردگار نے مندرجہ ذیل باتوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔“

① بے حیائی کی سب صورتیں کھلی ہوں یا چھپی ہوئی۔

② گناہ ③ بغاوت ناحق۔

④ اللہ کے ساتھ شرک، جس کے جواز کی بابت کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی بے علمی سے باتیں بنانا۔

⑥ تعاون

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدہ: 2]

”نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔“

⑦ عدم تعاون

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: 2]

”گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں کسی کی کچھ مدد نہ کرو۔“

⑧ جملہ اعضاءے انسانی اپنے اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ أَدَّ كُلُّ أُولَٰئِكَ شَأْنَهُ مَسْئُولًا﴾

”جب قول ہوا اور فعل اس کے ساتھ نہ ہو تو خدا کے ہاں یہ بہت بیزاری کی بات ہے۔“

۱۶) اپنے افعال کی پوری پوری ذمہ داری

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ [النساء: 164]

”کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

۱۷) برائی کی اشاعت بھی بری ہے

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ [التہ: 148]

”برائی کا کھلا ذکر اللہ کو پسند نہیں، ہاں مظلوم اس سے مستثنیٰ ہے۔“

۱۸) حلم و تواضع کی تعلیم

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾

”رہن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں اور جاہلوں کے ساتھ بات چیت کے وقت وہ جاہلوں کو

سلام کہتے ہیں۔“ [الفرقان: 63]

۱۹) ناپسندیدہ عادتیں

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ [الفرقان: 18]

”مکار اور جھوٹے فخر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔“

۲۰) چغلی سے نفرت دلانے والی مثال

﴿وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا﴾ [الحجرات: 12]

”تم میں سے کوئی بھی دوسرے کی چغلی نہ کرے، کیا تم مردہ بھائی کی لاش کا گوشت کھانا پسند کر سکتے ہو (چغلی کی یہی

مثال ہے۔“

۲۱) نفع رسانی کی ضرورت و فضیلت

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: 92]

”تم اصل نیکی کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے، جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے۔“

۲۲) اخوت عامہ کی تعلیم

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: 10]

”سب ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں، یہی سچی بات ہے۔“

عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہیں

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرہ: 228]

”دستور کے مطابق حقوق عورتوں پر مردوں کے ہیں، ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔“

زن و شوہر کا اتحاد

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ [البقرہ: 187]

”عورتیں مردوں کے لیے لباس ہیں اور مرد عورتوں کے لیے لباس ہیں۔“

عورت کو جدانہ کرنے کی نصیحت

﴿وَأَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ﴾ [الاحزاب: 37]

”اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر۔“

شکر کا حکم اور فائدہ

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ [ابراہیم: 7]

”اگر تم شکر کرو گے تو تم کو بڑھاتا رہوں گا۔“

امتحان الہی کی چیزیں

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ [التغابن: 15]

”مال و دولت اور اولاد میں بندوں کا امتحان ہے۔“

کسر نفسی کی تعلیم

﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ﴾ [یوسف: 53]

”میں نفس کو بری نہیں ٹھہراتا، نفس تو برائی کی طرف اکسایا کرتا ہے۔“

جنگ سے بچنے کی تدبیر

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ [الأنفال: 60]

”تم دشمنوں کے لیے اپنی پوری قوت سے تیار رہو اور سرحدات پر پوری فوجی تیاری رکھو، اس تدبیر سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو روکے رکھو گے۔“

جملہ محامد عالیہ کا مالک ہمارا پروردگار ہی ہے

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [التاحہ: 1]

”اللہ، جو تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے، وہی سب خوبیوں کا مالک ہے۔“

دین الہی کی تعریف

﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ [الرہم: 30]

”وہ سرشت الہی جس پر سب انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے، اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں۔ یہی تو محکم و استوار دین ہے۔“

32) دین صحیحہ کا مقصد کیا ہے اور کیا نہیں

﴿ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَئِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُثَبِّتَ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ [المائدہ: 6]

”وہ اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر کوئی دشواری ڈالے، اس کا تو ارادہ یہ ہے کہ تم کو پاک و مطہر بنائے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے کہ تم شکر گزار بنو“

33) رب برتر کا تعلق اہل ایمان کے ساتھ رحمت و محبت کا ہے

1 ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ [الانعام: 12]

”تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ رکھا ہے (جمع کر رکھا ہے)۔“

2 ﴿ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴾ [البقرہ: 14]

”وہ تو بہت بخشنے والا محبت کرنے والا ہے۔“

3 ﴿ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ﴾ [البقرہ: 257]

”اللہ تو ایمان والوں سے محبت کرنے والا ہے اور ان کا کارساز ہے اور ان سب کو تاریکیوں سے نکالتا ہے اور نور میں لاتا ہے۔“

34) انسان واحد کی جان کی قیمت

﴿ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ [المائدہ: 32]

”اگر کسی نے ایک انسان کو مارا (قصاص یا بلوہ کی سزا مستثنیٰ سمجھو) تو گویا اس نے تمام نوع انسانی کو قتل کر ڈالا اور جس کسی نے ایک انسان کو بھی ہلاکت سے بچالیا گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی کو بچالیا“

35) امن شکنی کی ممانعت

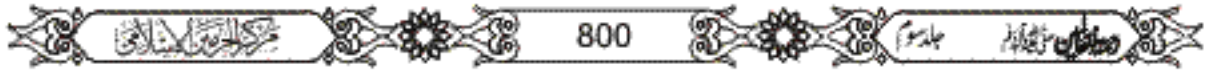
﴿ فَادْكُرُوا اللَّهَ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴾ [الاعراف: 74]

”اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور ملک میں فساد پھیلانے سے باز آ جاؤ۔“

36) اصول مصارف

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ﴾ [الفرقان: 67]

”رحمن کے بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں، تب نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان حالتوں کی درمیانی حالت پر چلا کرتے ہیں“



﴿ مال و منال دنیا سے آرام و آسائش بھی اٹھاؤ اور آخرت بھی کماؤ ﴾

﴿ وَابْتَغِ فِي مَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ﴾ [التقص: 77]
 ”جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کی بھی طلب کرو اور اپنا دنیاوی حصہ بھی مت بھول جاؤ اور بھلائی کیا کرو، جیسا کہ اللہ نے تجھ سے بھلائی کی ہے“

﴿ امدادِ غریبا و مساکین ﴾

﴿ قَاتِ ذِي الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [الروم: 38]
 ”قرباوت والے اور مسکین اور مسافر کا حق ادا کیا کرو، یہ باتیں ان لوگوں کے لیے بہتر ہیں جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے“

﴿ سوگند (قسم) کھانے والا انسان بے اعتما و بن جاتا ہے ﴾

﴿ وَلَا تَطْعُمْ كُلَّ حَلَّافٍ مِّثْبِينٍ ﴾ [النہم: 10]
 ”جو کوئی شخص بہت سوگندیں کھاتا اور ذلیل بنتا ہے اس کا اعتبار نہ کرو“

﴿ اللہ عز و جل سے دعا مانگا کرو ﴾

﴿ وَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾ [غافر: 14]
 ”اللہ ہی سے دعا مانگا کرو، خالص اسی کے ہو کر اور اسی کے فرمانبردار بن کر رہو“

﴿ حمد خالق و مدح مخلوق ﴾

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ ﴾ [النمل: 59]
 ”حمد کا مالک اللہ ہے اور اللہ کے بندوں کے لیے سلام (سلامتی) ہے“
 اس مختصر سے جملہ پر اور تقسیم مدارج پر جتنا زیادہ غور کیا جائے گا، اسی قدر زیادہ حقائق معلوم ہوں گے۔ اسی میں توحید ہے، اسی میں ردِ شرک، اسی میں برگزیدہ بندگانِ الہ کے مدارجِ علیا کا بیان۔

﴿ نظم عالم اور تناسب اجزاء عالم کا بیان ﴾

﴿ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَافُوتٍ ۚ فَإِذْ جَمِيعُ الْبُصُرِ ۚ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ﴾ [الملك: 3]
 ”تو رحمن کی پیدا کردہ اشیاء میں کچھ فرق نہ دیکھے گا، ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ کیا تجھے کوئی نقص بھی نظر آیا۔“

﴿ قرآن مجید اور بیت العنکبوت کی مثال ﴾

﴿ إِنَّ أَوْهَنَ الْيُوتِ لَيَبُتُّ الْعَنْكَبُوتُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴾ [العنکبوت: 41]
 ”سب گھروں میں کمزور عنکبوت کا گھر ہوتا ہے، اگر لوگوں کو علم ہو۔“

علم کو بیت العکبوت سے متعلق فرمایا، اس لیے کہ عکبوت کے گھر میں اہل علم کے لیے بڑے بڑے عجائب ہیں۔ جرمن پروفیسروں کا قول ہے کہ کٹری کے چالے کا ہر ایک تار چار تاروں سے ملا ہوا ہوتا ہے اور ان چار تاروں میں ہر ایک تار ایک ہزار تار سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی ایک تار میں چار ہزار تار گے ہوتے ہیں۔ اہل علم غور کریں کہ اس ”اوہن البیوت“ بنانے والی کٹری کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر فہم و فراست اور باریک نچ و خیاطت کی صنعت عطا فرمائی ہے۔

﴿قرآن مجید اور نمل (شہد کی مکھی) کی مثال﴾

﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ﴾ [العنکبوت: 41] ”تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی“
شہد کے چھتہ کے اندر نظام قومی کا مستحکم آئین، فوج اور اہل صنعت کی جداگانہ تقسیم، جداگانہ خاندانوں کے علیحدہ علیحدہ محلے، بچہ دینے والی رانی کی حکومت، بچوں کی پرورش اور تربیت کی خدمات کو سرانجام دینے والا عملہ، شہد کے ذخیرے، ذخیروں کی حفاظت کے طریقے، شہد بنانے کے لیے ہزار ہا اقسام کے پھولوں میں چاشنی کا نکال کر لانا، چھتے کے سب گھروں کا مسدس اور یکساں رقبہ ہونا، یہ جملہ امور اس نتیجہ کے موید ہیں کہ جب وحی ربانی کسی ذی روح کی تکمیل کی جانب متوجہ ہوتی ہے تو اسے کیا بنا دیتی ہے۔
اور جب قرآن جیسی وحی انسان جیسے ذی عقل و فہم اور ذی نطق و تدبیر کے ارتکائے بدنی و روحی کی طرف التفات فرمائے تو اسے کن کن منازل تک بلند فرما دے گی۔

﴿قرآن مجید اور نمل (چیونٹی) کی مثال﴾

﴿قَالَتْ تَمَلُّهُ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ وَلَا يَحْطُمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾
”چیونٹیوں کی رانی نے کہا: چیونٹیو! تم اپنی آرام گاہوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں تم کو سلیمان اور اس کے لشکر ریزہ ریزہ نہ کر دیں اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔“ [النمل: 18]
اللہ! اللہ! چیونٹیوں کے پاس ایسے مسکن موجود ہیں کہ جب وہ ان میں داخل ہو جائیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر بھی ان کو نہ بگاڑ سکے۔ یہ آیت ہر ایک ضعیف قوم کو قوی تر قوم کے سامنے زندہ رہنے اور اپنی ہستی قائم رکھنے کے وسائل کی تعلیم دیتی ہے، جن میں پہلا سبق: وہ اتحاد و اتفاق ہے کہ اپنے سردار کی رائے پر جملہ افراد قائم و عامل ہوں۔
دوسرا سبق: ذاتی حفاظت کا سامان ہر وقت مکمل رکھنا ہے۔
تیسرا سبق: کسی بالاتر طاقت کے ساتھ مقابلہ آرائی کا نہ کرنا ہے۔
چوتھا سبق: نقصان رسیدہ ہو جانے کی حالت میں بھی اس شخص کو الزام نہ دینا ہے جس کی نیت اور علم میں نقصان رسانی شامل نہ تھی۔
پانچواں سبق: جب مسلمانوں کی اجتماعی حالت چیونٹیوں کی سی ہو جائے تو ان کو قرآن پاک کی حفاظت میں داخل ہو جانا چاہیے۔
چھٹا سبق: آنے والے خطرات سے آگاہ کرنا امیر قوم کا فرض ہے۔
ساتواں سبق: چیونٹی کی مانند ضعیف ترین جنس بھی زندہ رہ سکتی ہے اگر وہ بقائے حیات کا عزم رکھتی ہے۔ اس لیے کسی قوم کا ضعف اس کے فنا کی دلیل نہیں۔

﴿قرآن مجید اور ارض و سماء کی اشیاء پر نظر اعتبار کا حکم﴾

﴿قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [یونس: 101]

”آسمانوں اور زمین کے اندر کی سب چیزوں کو دیکھو کہ وہ کیا ہیں؟“

یہی آیت ہے جو جملہ انکشافات کی جڑ ہے۔ قدرت کی پیدا کردہ ہر شے کو نظر اعتبار سے دیکھنا، اس کے خواص اور ماہیت کا معلوم کرنا انسان کو بلند ترین ارتقاء پر پہنچانے والا ہے۔ افسوس ہم لوگ ایسے احکام کی تعمیل سے کس قدر لاپرواہ، قاصر اور غافل ہیں۔

﴿قرآن مجید اور فوائد بحر﴾

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا نَكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيْثًا وَنَسْتَخْرِجُ مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ

مَوَاجِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [النحل: 14]

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے فائدے کے لیے مسخر کر دیا، وہ فوائد یہ ہیں:

- ① تازہ بتازہ گوشت، سمندر کی تجارت، مانی گیری کا حال اگر کوئی پڑھے تو اسے معلوم ہو جائے کہ آج دنیا میں کروڑوں پونڈ اسی تجارت سے اقوام عالم کماری ہیں اور مسلمان جو آیت کریمہ کے مخاطب خاص تھے اس سے قطعاً محروم اور بے خبر ہیں۔
- ② دروگوہر: جو انسان کی زینت اور لباس کی چیز ہے، اس کی تجارت بھی کروڑوں پونڈ کی ہے۔ عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بحرین ① پر اسلامی قبضہ تھا جسے ہم کھو بیٹھے ہیں۔
- ③ جہاز رانی: دنیا پر شہنشاہی کے لیے اولین شرط ہے۔ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیڑا قائم کیا اور بحری جزائر کریٹ، مالٹا، طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔
- موسیٰ بن نصیر رضی اللہ عنہ اور جنرل طارق رضی اللہ عنہ نے سین کو فتح کیا، خیر الدین باربروسا رضی اللہ عنہ نے ترکی کی سلطنت کا اقتدار سارے یورپ سے منوایا۔ بالآخر اس کو مسلمانوں نے پیچ سمجھا اور دنیا کی شہنشاہیت سے محروم کر دیے گئے۔
- ④ بحری تجارت: جس میں بے شمار نفع ہے۔
- ⑤ مذکورہ بالا تمامول اور افراط دولت اور قوت حکومت کے بعد دینی فائدہ یعنی شکر نعمت الہی میں مصروفیت اشاعت اسلام، دور دراز ممالک میں تبلیغ اسی پر منحصر ہے۔ عبدالملک اموی کے عہد میں عرب سودا گروں ہی نے اسلام کو ہندوستان کے جنوبی سواحل پر پہنچایا۔ انھوں نے آسام، برما اور مشرقی بنگال کو مسلمان بنایا، جب کہ شمال مغربی سرحد سے حملہ آور (محمود وغیرہ) ہندوستان سے بالکل لاپرواہ تھے۔



① الحمد للہ! آج بحرین آزاد، خود مختار اسلامی ملک ہے۔

معانی عالیہ و مضامین نادرہ

مضامین میں ہمیشہ دو اعتبار ملحوظ ہوتے ہیں۔

① وسعت

وسعت کی بابت قرآن مجید کا خود دعویٰ ہے ﴿لَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ [الانعام: 59]

”کوئی تر اور کوئی خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں لکھی ہوئی نہ ہو۔“

اسی دعویٰ کے اعتماد پر ایک ذی علم مسلمان کل دنیا کو مخاطب بنا کر یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق تہذیب نفس، تزکیہ روح، صفائی قلب اور حصول نجات سے ہو، خواہ اس کی بنیاد اعلیٰ فلسفہ پر ہو یا قدیم و جدیدہ اکتشافات و تجربہ پر ہو، خواہ وہ اشرافین کی الہیات سے لیا گیا ہو، یا انہین کے شوارقات کوئی شخص ہمارے روبرو پیش کرے۔

ان شاء اللہ اسی مسئلہ کو وضوح تمام اور صحت کاملہ کے ساتھ قرآن مجید میں بیان شدہ دکھلایا جائے گا:

﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا﴾ [الفرقان: 33]

”یہ آپ کے پاس جو مثالیں لائیں گے ہم آپ کو انہیں کا عمدہ جواب بتا دیں گے“

یاد رکھو کہ کوئی علمی صداقت قرآن مجید پر مبادرت نہیں کر سکتی۔

② عمدگی

دنیا میں ہستی باری تعالیٰ کا یقین رکھنے والی جس قدر اقوام ہیں وہ علمی طور پر مسئلہ توحید کی ضرورت قائل ہیں۔

ایک بت پرست و تثلیث پرست کو بھی اس امر میں مساعی دیکھا جائے گا کہ کثرت میں وحدت کو ثابت کرے۔

اب دیکھو، کہ یہ مسئلہ (جس کی خوبی پر تمام عالم متفق ہے اور جس کو اپنی اپنی کتابوں کے اندر ثابت کرنے کی ہر مذہب سعی کر رہا ہے) قرآن مجید سے بڑھ کر اور کسی جگہ نہ ملے گا۔

دیگر بیانات کو بیان قرآن کے سامنے وہی نسبت ہوگی جو مٹی میں ملے ہوئے پانی کو آب زلال کے ساتھ ہوتی ہے۔

اگر کسی کے دل میں اس واقعہ صحیحہ کے متعلق کچھ شک ہو تو وہ اپنی کتاب کو پیش کرے، جہاں سے ہم چاہیں۔ اس کی کتاب کو اور جہاں سے وہ چاہے قرآن مجید کو کھول لے، اس مقام سے آگے ایک ایک جزو کا ترجمہ کیا جائے اور وہ ترجمے تیسرے مذہب والے کے پاس بھیج دیے جائیں۔ فیصلہ طلب امر یہ ہوگا کہ توحید کا کامل تر اور واضح تر بیان کس کتاب میں ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ﴿لَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ﴾ [الاسراء: 88] ”قرآن جیسا کلام نہیں بنا سکتے“ کے مفہوم میں اگرچہ اس کی طرز بدیع اور الفاظ عالی اور بے مثل ترتیب اور لاثانی اسلوب اور فصاحت و بلاغت کی وہ معجز اور اجتماعی شان بھی شامل و داخل ہے جو اس کی عبارت میں نمایاں و درخشاں ہے، لیکن ان سے بھی بڑھ کر قرآن پاک کے وہ معانی پاک ہیں جو گراں الفاظ کی تہہ میں ایسے ہی موجود ہیں، جیسے حلیہ زریں میں لولوئے شاہوار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم جن مضامین عالیہ پر مضممن ہے اور جو اس کی خصوصیت خاصہ ہیں، یہ وہ بصائر ہیں، جو دیدہ کوتاہ بین کے حجاب اٹھا

دینی اور آنکھوں کو روشن بنا دیتی ہیں۔ قرآن کریم نے فرمایا:

﴿أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۖ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۖ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۖ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾ [الناہ: 17-20]

”کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے وہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے وہ کیسے گاڑے گئے اور زمین کی طرف غور نہیں کرتے وہ کیسے بچائی گئی۔“

قرآن کریم یہاں اونٹ، آسمان، پہاڑ، زمین کے نام لیتا ہے۔ کیا یہ وہی چیزیں نہیں جن کو ہر ایک بادیہ نشین بدوی ہر وقت دیکھا کرتا تھا، جو ہر ایک اعرابی کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں، لیکن ان سب کو دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے والوں کی نظر خلقت و رفعت اور ملکیت و فصاحت کی کیفیت دریافت کرنے کی جانب کبھی نہیں اٹھتی تھی۔ قرآن مجید نے آنکھیں کھول دیں تو اب ان معانی کی کیفیت بھی معلوم ہونے لگی اور ہر ایک چیز سے خلاق مطلق کی قدرت و خالقیت اور رفیع الدرجات و ذوالعرش کی فوقیت، سکون و حرکت کی آفرینش میں عزیز الحکیم کا غلبہ اور حکمت، لطیفیت (نزاکت) و صلابت اجسام میں گونا گوں فوائد کی فراوانی و کثرت بھی نظر آنے لگی۔

عرب کے وہ بھی ایک صحراء و وادی جن کو آنکھ بھر کر دیکھنا ناگوار تھا، اب صحیفہ فطرت کے طالبان علم کے لیے ورق دانش بن گئے۔ ہاں! قرآن پاک اپنے مضامین کے لحاظ سے علم ہے۔ ﴿أَنْزَلْنَاهُ بِعِلْمِهِ﴾ [النہل: 126] وہ شنوائی و بینائی اور دانش کے لیے تجذیبہ خرد ہے اور قوائے مدد کر اور حواس جارحہ کار بہر ہے۔

وہ حیات قلب ہے اور نور روح، و دراحت عاشقین ہے اور ہدایت طالبین۔

اقبال و دولت، ملکیت فی الارض اور حکومت اس کی خدام ہیں، آرام دل اور انس جان قرۃ العین اور ضیائے بصیرت اس کی توابع ہیں۔

علم و حقیقت اور ہدایت و صداقت اس کے علم بردار ہیں۔ قرب و انشراح، رفقاء و صلاح اس کے حاشیہ یوس ہیں۔ نجات اخروی، فوز روحی، رضوان الہی وہ خلعت ہائے شرف ہیں جو اسی بارگاہ علیا سے عطا ہوتی ہیں۔ کاش! آنکھوں والے آنکھیں کھولیں اور سننے والے اس کی آواز پر کان لگائیں۔ صاحب دل دلوں کے خلاف اتار اتار کر اور بصیرت سے قفل کھول کھول کر کام لیں کہ حسن قرآن کی عالم افروزی و ملکوت نوازی ان پر روش و مہربن ہو جائے۔

فصل سوم 3

تاثیر قرآن

□ عمر رضی اللہ عنہ جیسا شخص جسے آج بھی یورپ جنرل عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دے، لیکن قرآن کی چند آیات سن کر شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور اپنی ہمشیرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر سے ذلیل و متکسر ہو کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو جاتا ہے اور ”فاروق“ رضی اللہ عنہ کے خطاب سے عزت پاتا ہے۔ [1]

[1] دلائل النبوة للبیہقی: 2/219، اتن ہشام: 1/222

- اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا مشہور سردار گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ اسلام کے مبلغ اول مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آبادی شہر سے باہر نکال دے۔ وہ چند آیات سن پاتا ہے اور مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر کے اٹھتا ہے۔^[1]
- ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص اور مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی جگہ قابل نفرت نہ تھی۔ اسے صرف دو یوم تک قرآن پاک کے استماع کا موقع ملتا ہے، رشد و ہدایت کی آواز کان سے ہو کر دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جب اسے بلا شرط آزادی مل جاتی ہے تو خود بخود حاضر ہوتا ہے، اسلام لاتا ہے اور دل و جان کو محقر ہدیہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیتا ہے۔^[2]
- خالد بن عقبہ رضی اللہ عنہ قرآن مبین سن پاتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے اور جب اس حالت درر بودگی سے سنبھالا لیتا ہے تو بول اٹھتا ہے: ^[3]

وَاللّٰهُ اِنَّ لَكَ لَحَلٰوَةً
وَ اِنَّ عَلَيْهِ لَطَرَاوَةً
وَ اِنَّ اَسْفَلَ لَمُغْدِقٌ
وَ اِنَّ اَعْلَاهُ لَمُنْمِرٌ
وَ مَا يَقُولُ هَذَا لَشَرٌّ
بِخدا ! اس میں عجیب شیرینی ہے
اس میں عجب تر و تازگی ہے
اس کی جڑیں سیراب ہیں
اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں
بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا

- ولید بن مغیرہ قریش کا بوڑھا خرافت تھا، اسے اسلام سے سخت عداوت تھی۔ قرآن مجید کے متعلق اس کی رائے یہ ہے کہ اس کلام میں عجیب رس ہے، یہ تو نورس حلاوت ہے۔^[4]
- ذوالحجاء دین اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چر و اہا تھا، آتے جاتے مسلمان مسافروں سے آیات قرآنی یاد کر لیا کرتا، آخر گھر بار خویش و بہار، مال و موسیقی، عم و مادر کو چھوڑ کر خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا۔^[5]

قرآن مجید کا اثر معلوم کرنا ہو تو ان لوگوں کے واقعات پر زیادہ نگاہ ڈالو، جو قرآن پاک کو سمجھ سکتے تھے۔ جو لوگ ایک پیسہ پر قتل عمد کو معمولی کھیل سمجھتے تھے، وہی دین حق کی محبت میں گھر بار سے قطع تعلق کرنے لگے تھے۔ جو لوگ مدت العزیمین سو ساٹھ (360) بتوں کے پجاری رہے تھے، وہ خود تو حید کے واعظ بن گئے تھے۔ جن کا کام لاوارث بچوں کا مال اڑانا، رائٹوں کو محل دینا تھا، وہی اعانت یتیمی اور ہمدردی الیامی کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔ وہ خود سرقا بل جنسوں نے کبھی کسی قانون یا شخص کی اطاعت نہ کی تھی، وہ اب ایسے مطیع و منقاد اور پابند شرع الہیہ ہو گئے تھے کہ مقدمات زنا میں رجم اور مقدمات سرقہ میں قطع ید، مقدمات خمر میں اجرائے حدود شرعیہ کے لیے خود اپنے آپ کو پیش کیا کرتے تھے کیا ایسے نظائر کسی متمدن ملک میں موجود ہیں اور کسی جگہ کے مجرم قانون کا اتنا احترام کرنے والے دیکھے گئے ہیں۔

قرأت و تلاوت کلام اللہ کا یہ اثر ہوا تھا کہ زبان آوروں کی گرمی بازار ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ حکاظ کا بازار مند اپڑ گیا تھا اور یہ عالم ہو گیا کہ اگر نشاط طبع منظور ہے تو اس نور مبین کا ورد ہے اور اگر حصول برکت و یمن مقصود ہے تب کتاب عزیز کا سامع ہے۔

الغرض قرآن مجید کا اثر انسان کے دل و زبان، طبع و دماغ اور جملہ حواس و قوئی پر نہایت مستحکم ہے اور جو اثر اس کا ایک شخص پر ہے وہی تمام ملک پر بھی ہے۔

[1] زاد المعاد: 430/3 [2] بخاری: 4372 [3] اسد الغابہ: 134/2 [4] سیرت ابن ہشام: 11/2 [5] سیر اعلام النبلاء: 84, 83/1 [6] صابہ: 330/2

نمونہ تعلیم

قرآن مجید کی تعلیم و تائید کا نمونہ جو شخص انسانی ہستیوں پر دیکھنا چاہے، وہ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کے حالات پر غور کرے۔ ان کے مصائب پر صبر، قتل برنوائے اور اوائے شکر و احسان کے واقعات کو معلوم کرے۔ کافراہل اسلام کی تواضع، خشیت من اللہ، ہمدردی عامہ، اخوت، نفع رسانی، خلافت پاکیزگی والاہمتی، مہمان نوازی کو دیکھیے۔

مسلمانوں کے اصول منزل و اصول تمدن و اصول حکومت کا مطالعہ کرے۔ یہ سب نمونے قرآن مجید کے تیار کردہ ہیں۔ ایرک نیلر نے جو کہن کا درجہ رکھتا تھا، اپنی 12 مئی 1887ء والی تقریر میں جو دو لوور ہینٹن میں چرچ کانگریس کے سامنے دی تھی، صاف طور پر کہا تھا:

کہ افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا، وہاں سے زنا، قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل و غارت گری و ہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لیے جاتی رہیں۔

مگر جب اس ملک کے دوسرے حصہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا تو ان لوگوں کو ذل بالامیں اور زیادہ راسخ کر دیا۔ [1]

قرآن مجید اپنے نمونہ کی بابت خود فرماتا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [آل عمران: 110]

”اے ایمان والو! تم بہترین گروہ ہو جو انسانوں کی نفع رسانی کے لیے بنائے گئے ہو۔“

صہیب رضی اللہ عنہ کا حال پڑھو جو آہن گر تھے۔ قریش نے انھیں ہجرت مدینہ سے روک دیا، وہ اپنا تمام اندوختہ ان ظالموں کو دے کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ تلاء کہ یہ ایثار ان کو کس نے سکھایا؟ [2]

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر غور کرو، یہ شوہر سے جدا کی گئیں اور گود کا بچہ ان سے چھین لیا گیا، مگر وہ یکہ و تہا اللہ کی راہ میں تین سو (300) میل کا لمبا سفر اختیار کرتے ہوئے ذرا نہ ہچکچائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی طرف اکیلی چل دیں۔ یہ جرأت، یہ قربانی، یہ جذبہ ان میں کہاں سے پیدا ہوا؟ [3]

خطاب کا بیٹا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا اور پھر بھی باپ کی سخت و درشت خوئی سے سہار ہتا تھا، اپنی خلافت کے ایام میں بائیس لاکھ مربع (2200000) میل پر حکومت کرتا تھا، اس کی معدلت گستری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دین داری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لیے موجب غبطہ رہا۔ [4]

غور کرو کہ حکمرانی کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے براعظم اس کے زیر نگیں تھے۔ اسی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ موتہ میں اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روما کی قواعد دان اور آئینی فوج تھی اپنے

[1] خمس از اخبار بیست و پنجس گزٹ لندن مطبوعہ 8 اکتوبر 1887ء [2] طبقات ابن سعد: 248/3، الاستیعاب: 728/2

[3] الہدایہ و التہایہ: 69/3، ابن ہشام: 112/2 [4] طبقات ابن سعد: 266/3

رضا کاروں کی معیت و معاونت سے شکست دے دی تھی۔ سوچو کہ ان لوگوں میں یہ عزیمت، یہ ہمت، یہ استقلال، یہ ثبات، یہ پامردی، یہ شجاعت، یہ قربانی، یہ جان بازی کیوں کر پیدا ہو گئی تھی؟^[1]
اگر فکر صحیح تلاش صادق سے تجسس کیا جائے تو ان سب ترقیات کا سبب اولیٰ قرآن کریم ہی نکلے گا۔
جو رسول کریم ﷺ کے طفیل ان شیدائیانِ ایمان کو حاصل ہوا تھا۔

قبولیت قرآن

قبولیت میں تداول بین الناس اور کثرت اشاعت بھی شامل ہے۔
ذرا غور کرو کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسی کتاب نہیں، جسے دن میں پانچ (5) مرتبہ کروڑوں^[2] بنی آدم پڑھ لیتے اور سن لیتے ہوں۔
یہ درست ہے کہ یورپ کے تمول نے مطبوعہ انجیلوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھا دی ہے، لیکن صرف اسی امر کو تداول و اشاعت نہیں کہا جاسکتا۔
تداول کے معنی ہیں کہ جس مقصد کے لیے تیار کی گئی ہو، اسی میں اس کا استعمال بھی ہوا ہو، اور یہ صفت قرآن مجید ہی پر صادق آتی ہے۔

قبولیت کے معنی میں وہ عظمت و احترام بھی شامل ہے جو کتاب کی نسبت دلوں میں مستحکم ہو گیا ہو۔
اصحہ نجاشی ابھی عیسائی تھا کہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اسے سورہ مریم سنائی۔ اصحہ اس وقت دربار میں بالائے تخت جلوس فرما تھا، لیکن وہ بے اختیار رو رہا تھا اور آنسو بہا بہا کر اپنے گلزارِ جنت کی آبیاری کر رہا تھا۔^[3]
عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ایام میں ایک دفعہ مسجد کو آتے آتے بیمار ہو گئے اور ایسے نڈھال ہو گئے کہ راہ ہی میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور پھر گھر پہنچائے گئے۔ لوگ عیادت کرنے آئے تھے۔ دریافت سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ آیت عذاب سن کر حالت اتنی متغیر ہو گئی۔^[4]

لبید عامری رضی اللہ عنہ وہ زبردست شاعر تھا، جس کے اشعار کی نسبت یہ ضرب المثل جاری و ساری تھی: اُكْتُبُوهَا عَلَى الْحَنَاجِرِ وَكُلُّوْ بِالْحَنَاجِرِ ”ان شعروں کو اپنی اپنی گردنوں پر لکھ لو خواہ مخبروں کی ٹوک ہی سے لکھنا پڑے۔“
عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے وہ ایک بار ملنے کو آئے تو خلیفہ نے مہمان کی دل جوئی کے طور پر فرمایا کچھ اپنے اشعار سننا تو انھوں نے کہا: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن عطا فرمایا ہے تب سے مجھے اشعار میں کچھ مزہ نہیں آتا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر ان کے وظیفہ میں پانسو (500) روپیہ سالانہ کی پیشکش کر دی۔^[5]

ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت سنی: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران: 92]
نیکی کا اصل درجہ نہیں مل سکتا جب تک کہ اللہ کی راہ میں وہ شے صرف نہ کر دو جو تمہیں بہت پیاری ہے۔ ان کے پاس ایک باغ تھا۔ پچاس ہزار (50000) سالانہ کی آمدنی کا۔ اسی وقت بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کر دیا کہ یہ باغ اللہ کی راہ میں

[1] بخاری: 1246، 4262 [2] آج اس عظیم اور مبارک کتاب (قرآن) کی تلاوت کرنے والوں کی تعداد سو ارب (1250000000) انسانوں سے زیادہ ہے۔

[3] زاد المعاد: 205/3، ابن ہشام: 360/1 [4] حلیۃ الاولیاء: 51/1 [5] تہذیب الاسماء للعمودی: 71/2، اصحاب: 207/3، الاشیعاب: 1377/3

جمع کرنے سے ایسے صد ہا (سینکڑوں) نظائر (مثالیں) مل سکتے ہیں۔

بڑے بڑے بادشاہوں محمود، صلاح الدین، یوسف، عبدالرحمن الداعی اور منصور عباسی جیسے باجروت تاج وروں کو ان کی ختم گیس حالت یا انتہائی صورت سے اگر کوئی چیز روکنے والی ہوتی تھی تو قرآن کی ایک آیت جسے اہل دربار میں سے کوئی ایک شخص کسی گوشہ سے پڑھ دیتا تھا اور بادشاہ کی حالت یہ ہو جاتی تھی کہ گویا آگ کی چنگاری پر منوں پانی آ پڑا۔ یہی وہ واقعات ہیں جو قبولیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہی وہ واقعات ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ کتاب مجید کی عظمت اور فرقان حید کی عزت دلوں پر کتنی فرماں روا رہی ہے۔

خصوصیات قرآن مجید

ایسی خصوصیات جو اس امام مبین کو صحف سابقہ سے متمیز و بالاتر ثابت کرتی ہیں، بہت ہیں، اس جگہ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔
① تعلیم قرآن پاک کا کل عالم کے لیے وسیع اور عام ہونا

یہ ایسی خصوصیت ہے جو قرآن مجید ہی کو بالخصوص حاصل ہے۔

جو کوئی شخص تورات میں سینکڑوں مقامات پر الفاظ ”بنی اسرائیل کا خدا“ پڑھے گا اور قرآن مجید میں الفاظ ”رب العالمین“ دیکھے گا اس پر تورات کے مقابلہ میں قرآن پاک کی فضیلت بخوبی آشکارا ہو جائے گی۔

اپنی اس خصوصیت کو قرآن پاک خود ظاہر فرماتا ہے:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ۝ لِّيُذَكِّرَ مَنْ كَانَ حَيًّا﴾ [نہ: 69-70]

”یہ کتاب تو ذکر ہے، اور قرآن مبین ہے تاکہ ہر ایک اس شخص کو جو زندہ ہے اس کے برے انجام سے باخبر کر دے۔“

عربی میں مَنْ ذُو الْعُقُول کے لیے آتا ہے، اس لیے مَنْ نے ہر ایک انسانی فرد کو اپنے اندر گھیر لیا ہے، اس کے ساتھ مَنَّانِ حَقِّ کی صفت لگی ہوئی ہے۔ آیت کی عمومیت اور وسعت کا خود ہی اندازہ ہر وہ شخص جو ذُو الْعُقُول کی فہرست میں آ سکتا ہے، ہر وہ شخص جو زندہ کہلاتا ہے یا کہلا سکتا ہے قرآن مجید اسے یاد الہی دلانے، قرب سبحانی تک پہنچانے، اس کے عواقب امور سے آگاہ کرنے کا کفیل ہے۔ کیا ان الفاظ میں کسی اور کتاب نے بھی دعویٰ کیا ہے۔

بقول متی مسیح علیہ السلام نے اپنی بشارت و انجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو بیٹے اور دیگر اقوام کو کتے بتلایا اور یوں فرمایا ہے۔ مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں۔ (متی 15 باب 21 تا 32 درس)

② قرآن مبین کی تعلیم کا جامع ہونا۔

میں نے تورات و زبور و انجیل نیز دیگر انبیاء کی کتب کو جو مجموعہ بائبل میں داخل ہیں پڑھا ہے، وید کا کچھ (ترجمہ بحر و سام) دیکھا ہے، اس کی تاریخ ترتیب و تالیف کو معلوم کیا ہے۔ کنفیوشس مقتدائے چین اور بدھ بانی بدھ مت کے اصول و تعلیم کو مختلف کتابوں سے اخذ کیا ہے۔ زرتشت و جاماسب کے احکام کو دیکھا ہے، یہ سب کے سب اپنے اپنے رنگ میں یک فنی ہیں۔

آسانی کے لیے صرف بائبل پر نظر ڈالو اور دیکھ لو تورات میں اخبار و احکام، زبور مجموعہ مناجات ہے، انجیل میں امثال و مواظب ہیں۔

اب قرآن مبین کو پڑھو۔

کہ مواعظ و احکام، اخبار و امثال، انذار و بشارت کا مجموعہ ہے۔ اس میں صفات الہیہ کا بیان ذات ربانی کا ثبوت، حصول تقرب کا طریق، توحید، توکل و تفویض کا مذکور، ایام اللہ کی تفصیل، حیات و ممات انسان اور عدم و وجود عالم کا بیان، فطرت انسانی کی ساخت و شناخت افعال رحمانی کے اسرار، قدرت ربانی کے نمونے، سطوت قہاری کے نتیجے، نصرت الہیہ کے کارنامے ایسے اسلوب سے بیان ہوئے ہیں کہ نفس فرومایہ کو رذائل بشریہ سے پاک و صاف اور حیات مادی کے تاثرات سے مبرا رکھنے، مالک و خالق کے سامنے خاضع و خاشع بنانے، نور یقین کے حصول اور تجرید علاق و دنیوی اور کتبہ صفات ملکی کے لیے اس سے بہتر و بالاتر کچھ متصور نہیں ہو سکتا۔ ﴿۳﴾ آسمانی کتابوں میں سے یہ خصوصیت قرآن مجید ہی کی خاص ہے کہ علوم اخروی و علوم عقلی کے دو دریائے ذخار پہلو بہ پہلو جوش مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مع ہذا یہ معانی عالیہ ایسے ایسے اسلوب بدیع کے ساتھ بیان کیے گئے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس سے برابر متمتع ہوتا ہے۔ وہی ایک آیت جو اخلق حسین جیسے یہودی فلسفی کو غرقاب حیرت بنا دیتی ہے اور وہی آیت افریقہ کے وحشی کی جیب دل کو گوہر مقصود سے بھر دیتی ہے۔ جس ایک آیت کی تفسیر کرتے کرتے رازیؒ و غزالیؒ نے اعتراف عجز و قصور فہم کیا ہے۔

اس سے تہامہ کا بدوائی مشککات کی کشاکش کی راہ پار ہے۔ الحق قرآن حکیم سمندر کی طرح عمیق، گہر ریز نفع رساں ہے اور خس و خاشاک شبہات کو اپنی لہروں سے ساحل پر پھینک دینے والا ہے۔ اس کے باوقار الفاظ زبان کو اس کے پر اسرار معانی ان کو اپنا کئے بغیر نہیں رہنے دیتے۔

کیا کبھی کسی اور نثر کتاب کی بھی یہ صفت سنی ہے؟ جو اول سے آخر تک پڑھنے والے کے ورد زبان اور نقش دل ہو اور شباروزی تلاوت پر بھی پڑھنے والے کی طبیعت سیر ہونے میں اور اسرار کتاب ختم ہونے میں نہ آئے۔ لا واللہ۔

﴿۴﴾ خصوصیات قرآن کریم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جس طرح مشرق سے مغرب تک کے لیے ہدایت نامہ دین و دیانت ہے، اسی طرح وہ شمال سے جنوب تک کے لیے ملکی قانون بھی ہے۔

اس کی تعلیم کسی قوم اور ملک کی زبان کے لیے محدود نہیں۔

اس کے ارشادات انسانی فطرت صحیحہ کے مخالف نہیں۔

وہ یہودیت کی طرح جنت کو نسل واحد کی جاگیر نہیں بناتا۔

وہ تقرب الی اللہ کے لیے کل دنیا کو واحد خاندان کا دست نگر نہیں ٹھہراتا۔

وہ عیسائیت کی طرح انسان کو فوق از جہلت احکام کی تعلیم نہیں دیتا۔

وہ ناقابل تعمیل احکام کا خود کو مجموعہ نہیں بناتا۔

وہ دولت مندوں کو آسمانی بادشاہت سے خارج نہیں کرتا۔

وہ پرستار ان مالک کے لیے ترویج و تامل کو قابل نفرت و مذموم نہیں بناتا۔

اگر کسی کتاب نے روئے زمین کے شاداب حصوں پر بطور آئین سلطنت کبھی کامیاب حکومت کی ہو اور اگر کسی کتاب نے جمیع

بنی آدم کو رنگت اور قومیت نسل اور ملک کے امتیازات سے بالاتر رکھ کر سب کو اپنے فیض سے یکساں مستفیض بنایا ہو، جیسا کہ اس کتاب قیم نے کیا، تو اس کا نام لینا چاہیے۔

﴿قرآن ذی الذکر کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر ایک پاک مذہب اور اس کے مقدس ہادیان و داعیان مذہب اور ان کی تعلیمات صحیح کی ستائش کرتا ہے۔
وہ کسی صداقت کی تکذیب کا ارادہ بھی نہیں رکھتا۔

اس خصوصیت عجیبہ میں کیسی سلامت روی، امن پسندی، معدلت گستری، صداقت پروری آشکار ہے۔
قرآن تو اپنا نام ﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ [البقرہ: 97] رکھتا ہے اور راست بازوں کی تصدیق کرتا ہی اپنا مقصد اولین بتلاتا ہے۔
﴿خاصائص قرآنیہ میں سے ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ ﴿قَوْلٌ فَصْلٌ﴾ [طہ: 13] ہے اور ان تمام پیچیدہ مسائل میں جن کو افکار انسانی حل نہ کر سکتے تھے یا جن کو کتب ساویہ نے ملوثی چھوڑ دیا تھا، اپنا قطعی فیصلہ سناتا ہے۔

ایسے مسائل بہت ہیں، مثلاً:

مسئلہ عرفانِ صدائی۔ مسئلہ صفاتِ ربانی	مسئلہ وجود و شہود
مسئلہ ہائے روح و ارتقائے روح	ماہیتِ نجات، کیفیتِ رضوان
امتیازِ خالق و مخلوق	فرقِ رازق و مرزوق
مسئلہ شفاعت و اعمال	مسئلہ سزا و جزا
مدارجِ صبر و شکر	منازلِ توکل و تفویض
ماہیتِ عبادت و استعانت	روحانیتِ انس و صحبت
حقیقتِ نصرتِ الہیہ و معیتِ ربانیہ	مسئلہ گناہ و حقیقتِ توبہ
مراتبِ دعا و قبولیت	ربانیت و تامل
طلاق و وراثت	حقوقِ اولاد۔ حقوقِ جار
حقوقِ والدین۔ حقوقِ زوجین	حقوقِ جسم، حقوقِ انسانیت
حقوقِ عمران۔ فرائض	محارمِ شفعہ
حقوقِ قوم۔ حکومتِ شخصی و جمہوری	شورعی و امارت
ماہیتِ فساد و فیوض امن	مکت ارضی اور حکمن دینی
حد و عدل و فسحت رحم	راعی و رعیت
آئین و استبداد و غیرہ وغیرہ	

قرآن پاک نے ان مسائل میں یا ان کے اشیاء و امثال میں جو فیصلے دیے ہیں، ان کا لطف اس وقت آتا ہے اور ان کی اعلیٰ شان اس وقت نظر آتی ہے جب فیصلے سے پیشتر متخاصمین کے بیانات کو بھی سن لیا جائے۔

اللہ اکبر! کیسی، کیسی افراط میں نکلی ہوئی، اور کیسی کیسی تفریط پر گری ہوئی حالتوں کو جادہ اعتدال پر لایا گیا ہے اور کیسی کیسی سنگلاخ وادیوں، کج و پرچہ گھائیوں میں سے صراطِ مستقیم کی شاہراہ تیار کر دی ہے۔

بے شک یہ اسی قادر مطلق و حکیم برحق کا کام ہے، جس کا علم ماضی و حال و استقبال پر حاوی ہے اور جس کو انسان کی فطرت کا علم کامل اور تربیت پر کُلّی اقتدار حاصل ہے۔

7) اس کتاب ﴿لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ کی ممتاز خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا پیش کرنے والا شخص واحد ہے۔
وید کو دیکھو، اس کی ہر ایک شرعی کے ساتھ تین نام ضرور لکھے ہوتے ہیں، آریوں کی حالیہ تحقیقات یہ ہیں کہ ان میں سے ایک مذکر نام اس رشی کا ہوتا ہے جسے یہ شرعی اکاس سے ملی۔ اسلامی الفاظ میں یہ مطلب ہوا کہ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس پر کلام اتر ا۔
اگر ان ناموں کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ جاتی ہے اور اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ وید کو پیش کرنے والے سینکڑوں رشی ہیں جن میں بلحاظ زمانہ بھی صد ہا سال کا تفاوت ہے۔

بائبل کو دیکھو کہ یہ 1) موسیٰ 2) یسوع 3) مصنف قاضیون 4) سموئل 5) مصنف سلاطین 6) مصنف توارنخ 7) عزرا 8) نحیا 9) مصنف کتاب روت 10) مصنف کتاب آستر 11) ایوب 12) داؤد صاحب زبور 13) سلیمان صاحب امثال و غزل الغزلات 14) واعظ 15) یسعیاہ 16) یرمیاہ 17) حزقی ایل 18) دانی ایل 19) ہوسیع 20) یوایل 21) عاموس 22) عبدیا 23) یونا 24) میکہ 25) نحوم 26) حنوق 27) صنفیاء 28) حزقی 29) زکریا 30) ملاکی کے الہامات یا تصنیفات کا مجموعہ ہے۔ علیٰ ہذا انجیلوں کو دیکھو کہ متی، مرقس، لوقا معہ اعمال یوحنا، پولوس، یعقوب، پطرس، یوحنا، شاگردان مسیح علیہ السلام کے علمی کارنامے ہیں۔

مگر قرآن مجید کا مبلغ اول اور معلم نخستین صرف ایک ہے۔ ﴿سَلَّمَ عَلَیْہِ الْوَلَمْ﴾ اس صحیفہ کا خود اس کے ذریعہ آغاز اور اسی کے ذریعہ سے اختتام ہو جاتا ہے اور بالیں ہمہ یہ مصحف مقدس اپنے مضامین میں مکمل اپنی تبلیغ میں کامل، دعوت الی اللہ میں یگانہ، رشد و ہدایت اور نور و رحمت میں وحید و یکتا ہے اور اپنے موضوع و مفہوم کے اتمام میں دوسری کتاب کا احتیاج مند نہیں حالانکہ رگ وید، یجر وید، سام وید کا اور اتھرویدان تینوں کا محتاج ہے۔

نئے عہد نامہ کی تکمیل پرانے عہد نامہ کے بغیر نہیں ہوتی اور کتاب الاعمال کے بغیر اناجیل اربعہ کے مضامین ناقص رہ جاتے ہیں۔ حواریوں کے خطوط اتنے ہی ضروری ہیں جیسا کہ خود اناجیل اس سے قرآن پاک کی برتری و فوقیت اور جامعیت و کاملیت کا اندازہ فہم میں آ سکتا ہے۔ اگرچہ صحیح اندازہ کے لیے ضروری ہے کہ مضامین پر عبور تام بھی ہو۔

8) خصوصیات قرآن مبارک میں یہ بھی ہے کہ اس کا اسلوب کلام نہایت شستہ و مہذب ہے۔ وہ کبھی کوئی فحش لفظ یا حیا سوز فقرہ کا استعمال ہی نہیں کرتا۔

کتاب حزقی ایل کو پڑھو، جس میں خدا نے ہندوں کو اپنی دو جوڑوؤں، اہولا اور ابولیا کا قصہ سنایا ہے۔ امید ہے کہ عیسائی فاضل بھی اس قصہ کو ایک تمثیلی بیان ہی خیال کرتے ہوں گے مگر غور کرو کہ یہ تمثیلی بیان کسی مرد کو اس کی عورت کی طرف سے حسن ظن باقی رہنے

دیتا ہے۔ کیا انسانی کنبہ اس نورانی جوڑے سے بڑھ کر کسی اور موندگی تمنا کر سکتا ہے۔

ہاں! ذرا لفظوں کو دیکھو، کتنے گرے ہوئے ہیں۔

- ① غزل الغزلات میں ایک نوجوان چھو کر اپنے محبوب پر اور کوئی نوجوان لڑکا اپنی محبوبہ پر اظہار محبت کرتا ہے۔
- ② عیسائیوں نے اچھا کیا کہ محبوبہ بروہلم کو بتلادیا اور محبوب مسیح کو اگرچہ اس کے کسی لفظ میں اس تاویل کا اشارہ تک نہ تھا۔ اس بیان میں مرد اپنی محبوبہ کو 'اے میری بہن! اے میری زوجہ، کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ (غزل الغزلات ۳ باب 10، 9)
- ③ کیا اس اسلوب کلام کو زمانہ حال پسند کرتا ہے یا زمانہ گزشتہ میں یہودیوں میں باہمی خطاب کا یہ طریق جاری تھا؟ بائبل کی تمام کتابوں میں یہودیوں کی بدکاری کو یہویشم کی بدکاری بتلایا گیا ہے۔ پھر یہویشم کو عورت فرض کر کے اس کی برہنگی کے متعلق ایسے سخت و درشت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ جن کی بابت مجھے امید ہے کہ وہ کسی گرجا کی محراب میں لیڈیز جنٹلمین کے سامنے بطور وعظ کبھی بھی نہیں پڑھے گئے ہوں گے۔

- ④ حزقی ایل 23 باب کا 20 درس پڑھو۔ بہن، بھائی، ماں، باپ، بیٹی کا ذکر نہیں بلکہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی شریف میڈم اپنے شوہر کے سامنے اور کوئی نوئل مین اپنی لیڈی کے سامنے ان الفاظ کو پڑھ سکتا ہے اور لفظوں کا مطلب بتا سکتا ہے۔

□ میگزین میں اودھیا 19- متر 76

□ اودھیا متر 19- متر 88

□ اودھیا متر 20- متر 9

□ اودھیا متر 25- متر 7

کیا کوئی گورو اپنی شاگرد کی کوپا بندی شرم و حیا پڑھا سکتا ہے اور ان کا مطلب بتا سکتا ہے۔

قرآن مجید تو الفاظ کا استعمال ایسی اعلیٰ لطافت سے فرماتا ہے کہ یہ اسی کا حصہ ہے۔ حاجت ضروری سے فارغ ہونے کا ذکر کرنا تھا تو فرماتا ہے: ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْغَائِطِ﴾ (النساء: 43) غائط ایسی نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں رفع حاجت کے لیے انسان اوجھل ہوا کرتا ہے۔

الغرض قرآن مجید کا اس بارہ میں درجہ بہت بلند اور بہت روشن ہے۔

فصل پنجم 5

قرآن مجید کا مصنف

ایک مثل مشہور ہے: "خن شاہاں بادشاہ خن" عربی میں ہے: "كَلَامُ الْمَلُوكِ مَلُوكُ الْكَلَامِ" قرآن مجید اس شہنشاہ حقیقی اور ملک الملکوں عالم کا کلام ہے۔ جس نے کلام کو پیدا کیا اور گوشت کے ٹکڑے کو بولنا، ہڈی کو آواز کا سننا اور عصبات کو ان کا سمجھنا سکھلایا وہ جس کے حکم سے ایک ماں باپ کی اولاد میں اس قدر اختلاف السنہ اور تباہ لغات پیدا ہوا۔

بعض عیسائی مصنف جو تحقیق کے پردہ میں تعصب کو چھپائے رکھتے ہیں، قرآن مجید کی بہت سی خوبیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد

قرآن پاک کو کلام محمد ﷺ بتایا کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ:

① کیا قرآن جیسی کتاب کا مصنف کہلانا، بجائے خود ایک اعلیٰ عزت نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ کہ نبی ﷺ نے ایسی اعلیٰ تصنیف کے مصنف ہونے کی عزت سے خود کو محروم رکھا؟

② کیا قرآن پاک جیسی تصنیف کا مصنف جھوٹ جیسی رذیل صفت سے آلودہ ہو سکتا ہے؟ کیا وہ کتاب جس نے لاکھوں کو صداقت سکھلائی اور جس نے گفتی کے سالوں میں عرب کی کاپلٹ دی۔

اور وہ کتاب جس نے زندہ، الچی القیوم اللہ کی ہستی کا اعتقاد دلوں میں قائم کر کے کروڑوں بنی آدم کو حیات جاوید سے بہرہ اندوز کر دیا۔

کیا ایسے ول، ایسی زبان سے نکل سکتی ہے جو خود صادق نہ ہو۔

ان دونوں امور پر غور کرو تمام دنیا کے مصنفین کا رویہ ہماری تائید میں ہے اور فلسفہ فطرت انسانیت اس کی صداقت کا مصدق ہے۔ اب ہم خود عیسائیوں کی دی ہوئی بائبل پر توجہ کرتے ہیں۔

بائبل سے اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ دنیا میں کلام اللہ بھیجے جانے کی خبر ہزاروں سال پیشتر دی گئی تھی۔

① موسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس احکام عشرہ کی الواح لاتے ہیں، قوم ان الواح پر شک کرتی ہے۔

② قوم کا مطالبہ ہے کہ اسرائیل کا الہ خود ان کی موجودگی میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائے۔

③ موسیٰ علیہ السلام برگزیدگان قوم کو طور پر لے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد تاریکی چھا جاتی ہے، بادل سب کو گھیر لیتے ہیں، ہوائیں تندہی و تیزی سے چلنے لگتی ہیں، بجلیاں کوندتی ہیں، گرج پر گرج کی صدائیں دلوں کو ہلا دیتی ہیں۔ بھونچال آتا ہے اور پہاڑ کانپ رہا ہے۔

④ ان حالات کو دیکھ کر بنی اسرائیل چلا اٹھتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں:

”اے موسیٰ علیہ السلام تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں، لیکن خدا ہم سے نہ بولے، کہیں ہم مرنہ جائیں۔ (الخروج 20-19، استثنائات 16-18)

یہ درخواست منظور کر لی گئی اور سب لوگ طور سے اپنی اپنی جان بچا کر خیمہ گاہ میں پہنچ گئے۔

⑤ بنی اسرائیل کی اس کے بعد یہ درخواست ہوتی ہے کہ خدا اپنا کلام موسیٰ علیہ السلام کے منہ میں رکھ دے اور ہم کو سنا دیا کرے۔

⑥ اس درخواست کو اللہ تعالیٰ نامنظور فرماتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ خدا کا کلام ایک اور نبی کے منہ میں رکھا جائے گا، وہ نبی اللہ اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ وہ نبی جو کچھ خدا سے سنے گا وہ سب لوگوں سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ نبی میرا نام لے کے کہے گا، نہ سنے گا تو اس کا حساب خدا لے گا۔ (استثنائات 18 باب 18، 19 درس)

اب براہ مہربانی یہودی و عیسائی ان واقعات بالا کو خیال میں رکھیں اور پھر ہم کو بتائیں۔

سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا اور کون سا نبی ہے جس کے منہ میں خدا کا کلام رکھا گیا۔ وہ کون سا نبی ہے جس نے یہ

بتلایا ہو کہ ”اس کے منہ میں خدا کا کلام ہے۔“

ہم ان دونوں سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز کسی ایسے نبی کا نام نہیں بتلا سکیں گے جس نے زبان سے اتنا فقرہ استعمال کیا ہو کہ ”اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہے۔“

کلام اللہ کا سنانا تو امر دیگر ہے۔

یہی بات وہ ہے جو حق پوش اہل کتاب پر رب العالمین کی سب سے بڑی جہت ہوگی اور جس پر یوم الدین کو اللہ کی عدالت قائم ہوگی۔ جواب دینے سے پیشتر یسعیاہ کا فقرہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ ”دیکھو امی کو کتاب دی گئی“

یہودیوں، عیسائیوں کو بتلانا ہوگا کہ ”امی صاحب کتاب“ اور کون ہے؟

اے یہودیو! اے نصرانیو! وہ امی تو محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں، جن کا علم ہمیشہ نبی الامی رہا۔ دنیا میں اور کسی نبی کا لقب یا علم نبی الامی کبھی نہیں ہوا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَالْإِلَهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

فصل ششم 6

قرآن ذی الذکر کی پیش گوئیاں

جو لوگ قرآن پاک کو تصنیف محمد ﷺ بتلایا کرتے ہیں، یہ حضور ﷺ کا نبی صادق ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

کیا ایسے اشخاص اس امر کی کوئی توجیہ پیش کر سکتے ہیں کہ ان کی حالت موعودہ کے ہوتے ہوئے قرآن مجید کیوں کر آنے والی معجزات کو بیان کرتا اور زمان پیشین (مستقبل) کے متعلق پیش گوئیوں کا اعلان فرماتا ہے۔

اقلام جہت منکریں اور اشراح صدر مومنین کے لیے ان پیش گوئیوں کا ذکر بطور تذکرہ کیا جاتا ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہیں اور چودہ صدیوں کا عہد طویل شہادت دے گا کہ نزول قرآن پاک کے بعد سے آج تک ان میں سے کس طرح وہ پیش گوئیاں تمام دنیا کے سامنے حرف بحرف اور ہو بہو پوری ہوتی رہی ہیں۔

فصل ہفتم 7

قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی: قرآن کریم کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا

﴿قُلْ لِّئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [بنی اسرائیل: 88]

”اے رسول ﷺ سب سے کہہ دیجیے کہ اگر سب انسان اور تمام جن بھی مجتمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد و اعانت بھی کریں اور پھر وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنانا چاہیں تو وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے“

الفاظ دعویٰ کی شوکت اور قوت پر غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

عہد نبوت

قرآن پاک کو کلام محمد ﷺ کہنے والے ذرا غور کریں کہ زہیر و نابھہ اور امراء القیس و معترہ جیسے لوگوں کے لیے یہ دعویٰ کتنا ذلیل کن ہے؟

وہ جو اپنے اپنے کلام کو ہرن کی جھلیوں پر آب زر سے لکھواتے اور پیام حج عام دیوار کعبہ پر آویزاں کیا کرتے تھے۔ کیوں اس دعویٰ کے بطلان پر آمادہ نہ ہوئے۔ وہ ابولہب، ابوجہل، کعب بن اشرف، سلام مشکم جیسے قریشی و یہودی جنہوں نے اسلام کو تباہ کرنے کی دھن میں زرد مال اور نفوس و اولاد کو قربان کر دیا تھا کیوں ایسی آسان تدبیر کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص جو ان ہی میں پلا اور بڑھا اور جو وہی زبان بولتا ہے جو ان سب کی ہے اور پھر وہ ان سب کے پیارے مدب اور مرغوب رسوم اور پسند کردہ عادات اور ان کے برگزیدہ معبودوں کے خلاف جوش دلانے والے الفاظ کا استعمال کر رہا ہے۔ اور اپنی صداقت کی تائید میں ایک کلام جو اس کے منہ سے نکلی ہے بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ ان سب حالات کی موجودگی میں بھی کوئی شخص اس جیسی زبان نہیں بول سکتا اور کوئی شخص بالمثل کلام پیش کر کے تحدی کو باطل نہیں ٹھہرا سکتا۔

عہد حاضرہ

اچھا اس وقت کا ذکر چھوڑو، اب زمان حاضرہ پر نگاہ ڈالو۔ شام، بیروت، دمشق و مصر اور فلسطین میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں، جن کی مادری زبان عربی ہے۔ جو عربی زبان میں نشر لکھنے پر قادر ہیں، جن کی ادارت میں اخبار و جرائد اور رسائل اشاعت پذیر ہیں۔ وہ آج کیوں اس دعویٰ قرآن کے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو جاتے؟ ان میں تو ایسے ایسے ادیب و ماہر زبان بھی موجود ہیں جنہوں نے لغات عربیہ پر قطر الحیظ، المنجد، اقرب، المواریث اور الحیظ جیسی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ وہ کیوں قرآن جیسی کتاب لکھنے کی سعی نہیں کرتے؟ وہ کیوں دس (10) سورتوں کے برابر نہیں لکھتے۔ وہ کیوں ایک (1) ہی سورت کے برابر لکھنے کی جرأت نہیں کرتے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر اور ادب میں یدِ طولی رکھنے والا ہے، اس پر اتنا ہی زیادہ رعب کلام قرآنی کا غالب آ جاتا ہے۔

آج عیسائیت کی اشاعت میں کروڑوں، اربوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لیکن جس شخص کو قرآن حکیم نے تحدی بنایا، اس پر کوئی بھی قلم اٹھانے کا حوصلہ نہیں کرتا۔

معترض عہد نبوی ﷺ کے متعلق شاید یہ کہہ سکتا تھا کہ محمد ﷺ نے اپنے وقت کے مشہور مشہور زبان آوروں کی قابلیت کا اندازہ کرنے کے بعد ایسا دعویٰ کر دیا ہوگا۔

دوسری پیش گوئی

قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: 9]

”ہاں! ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی ضرور ضرور رکھیں گے“

اس وعدہ کی وقعت اور حفاظت قرآنی کی عظمت:

اس وقت سمجھ میں آتی ہے، جب صحف سابقہ کا تھوڑا سا حال معلوم ہو جائے۔

① تورات موسیٰ علیہ السلام کا خمیر مایہ وہ دو الواح تھیں جو موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر لکھی لکھائی دی گئی تھیں۔ ہر دو الواح اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں جب موسیٰ علیہ السلام نے میدان میں آ کر لشکر کو گوسالہ پرستی میں مصروف پایا تھا۔ کلیم اللہ علیہ السلام غیرت ایمانیہ سے بے تاب ہو گئے۔ لوہیں پھینک دیں اور بھائی کو جا پکڑا۔

اس واقعہ کے بعد یہ احکام عشرہ اور دیگر احکام شریعت موسیٰ علیہ السلام ہی کی حیات میں لکھے گئے اور عہد کے صندوق میں رکھے گئے (استثناء باب 25) یہی ایک نسخہ تھا جس کی بابت توقع کی جاسکتی ہے کہ داؤد علیہ السلام کے عہد تک خیمہ عبادت میں بحفاظت موجود رہا ہو، لیکن سلاطین اول باب 8 سے واضح ہے کہ جب عہد کا صندوق خیمہ عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا تو پتھر کی دو شکستہ لوحوں کے سوا صندوق میں اور کچھ نہ تھا۔

اب ہم کو بلا کسی سند کے فرض کر لینا چاہیے کہ سلیمان نے کس طرح تورات کی شریعت کو جمع کر لیا ہوگا اور پھر عہد کے صندوق میں اسے رکھوا دیا ہوگا، لیکن یہ مسلمہ ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا، اسے بھی بخت نھر نے ہیکل کے ساتھ ہی جلا ڈالا تھا۔ یہ حادثہ ہائلہ 586 ق۔ م میں واقع ہوا۔

دارا شاہ ایران کے عہد میں زرو بابل وغیرہ سرداران اسرائیل نے ہیکل کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ کتاب کی بھی تلاش ہوئی مگر نہ ملی۔ (دیکھئے کتاب عزیر) تب حضرت عزیر نے اپنی یادداشت اور جی و ذکر یا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا جسے یہودی تورات کہتے ہیں (اسی کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن توکسی کے حکم سے ہوا) یہ واقعہ 300 ق۔ م کا ہے۔ پھر ابن توکس چہارم کے وقت میں جب یہ بادشاہ مصر پر حملہ آور ہوا تھا اس کے سپہ سالار نے اس نسخہ کو اور ہیکل کو جلا ڈالا۔ یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی اور سب کو سوخت (جلا) کر دیا گیا اور یہودیوں کو بیت پرستی کا حکم دیا گیا۔ یہ واقعہ 166 ق۔ م کا ہے۔ ایک بوڑھا کا بن اپنے تین فرزندوں کے ساتھ جان بچا کر اپنے وطن شہر مودون کو بھاگ گیا تھا۔ اس کے فرزند مقائیس نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی، جو اسی کے نام سے مشہور ہے اور یہودیوں کے چند فرقے اس کو اسلامی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔

واقعات بالا پر پورا پورا غور کرو، اصل کتاب کے الفاظ رہنے کی کوئی بھی اصلیت نظر آتی ہے؟

② اب انجیل کی سرگزشت سنو! انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں: (1) انجیل متی، (2) انجیل مرقس، (3) انجیل لوقا، (4) انجیل یوحنا۔

① متی کی انجیل کی سرگزشت یہ ہے کہ سب سے پہلے عبرانی زبان اور شہر یہودا (شام) میں لکھی، لیکن اس عبرانی نسخہ کا وجود دنیا سے ناپید ہے۔ اس کا ایک ترجمہ یونان کی زبان میں ملتا ہے، لیکن کوئی عیسائی پادری نہیں بتا سکتا کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا اور کس شخص نے کیا؟

موجودہ کتاب کا یہ حال ہے کہ اس کے باب اول و دوم کو شارح انجیل نورٹن صاحب نے بہت قابلہ لوقا صحیح تسلیم نہیں کیا، بلکہ اقرار کیا ہے کہ یہ دونوں باب اصل مصنف کے لکھے ہوئے ہیں۔ (کتاب الانصاف 531 نسخہ مطبوعہ 1837ء)

﴿2﴾ لوقا مصنف انجیل پولوس کا شاگرد ہے۔ اس نے مسیح علیہ السلام کو نہیں دیکھا اور اس کے استاد نے بھی مسیح علیہ السلام کی زندگی میں اس کی مخالفت ہی کی۔ لوقا نے اپنی انجیل اٹلا کیہ شہر میں بربان یونانی لکھی تھی۔ لوقا نے اپنی انجیل کے شروع میں تحریر کیا ہے کہ وہ واقعات کو صحت کے بعد تحریر کیا کرتا ہے۔ بزرگوار لوقا کے اس اعلان کے بعد یہ امید کرنا بالکل درست تھا کہ واقعات مندرجہ انجیل لوقا ضرور ہی صحیح ہوں لیکن انجیل کا وہی شارح فاضل نورن لکھتا ہے:

”جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے ان میں جھوٹی روایتیں بھی شامل ہو گئی ہیں اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے۔ اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے۔“ (کتاب الامام ص 81)

قابل غور بات یہ ہے کہ جس کتاب میں سچ سے جھوٹ کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے وہ کہاں تک محفوظ کہلانے کی مستحق ہے۔ ﴿3﴾ مرقس شمعون بطرس کا شاگرد ہے۔ اس نے بھی اٹلا کیہ ہی میں اپنی کتاب کو یونانی زبان میں لکھا۔ مرقس اور لوقا کے مضامین میں بہت اختلاف ہے۔

﴿4﴾ یوحنا بن سدرائی کی انجیل غالباً بلطاطسن تصنیف سب سے آخری ہے۔ اس نے بھی اپنی کتاب کو یونانی زبان ہی میں لکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کا شاگرد تھا لیکن اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل ہے۔ تمام عیسائیوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اناجیل اربعہ (4) میں سے کوئی انجیل بھی مسیح علیہ السلام پر منجانب اللہ نازل شدہ نہیں، بلکہ یہ کتابیں ان ہی مصنفین کی تصنیف ہیں، جن کے نام سے یہ منسوب ہیں۔ اب ان کتابوں کا تقدس اس طرح قائم کیا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے ان کتابوں کو روح القدس کی مدد اور یاوری سے لکھا تھا۔ اگر یہ امر صحیح ہے تو ان چاروں کے مضامین میں تناقض اور تضاد نہیں ہونا چاہیے لیکن ان میں اتنا تناقض موجود ہے کہ تطبیق دینا سخت دشوار ہے۔ آدم کلا رک، نورن اور ہارون صاحب انجیل کے مشہور شارح ہیں، تینوں کا متفقہ قول ہے کہ تطبیق کی کوئی صورت موجود نہیں۔

پادری فریچ کو اقرار ہے کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں تحریف بھی ہوئی ہے۔ نیز وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان میں چھوٹی موٹی تیس ہزار (30000) غلطیاں موجود ہیں۔ چاروں انجیلوں کا مجموعہ ایک سو (100) صفحے سے زیادہ نہیں۔ ایک سو (100) صفحے کی تحریر میں جب تیس ہزار (30000) غلطیاں موجود ہوں تو کتابوں کے محفوظ رہنے کا خیال کرنا بھی عقل سے دور ہے۔ اور اس سے زیادہ نتیجہ اخذ کرنا ہمارے اس مضمون کے موضوع سے زائد ہے۔

﴿3﴾ اب پارسیوں کی کتاب کا حال سنو۔ ایرانی قوم بڑی قدیم قوم ہے۔ ان کی کتابیں کبھی موجود ہوئی گی، لیکن کتاب ژند ﴿1﴾ تو زرتشت کے عہد سے پہلے نادراوجود ہو چکی تھی۔

کہتے ہیں ژند کے پچیس (25) باب تھے اور اب صرف انیسواں ”وندیدار“ پایا جاتا ہے۔ ژند کے بعد اس کا درجہ پازند نے حاصل کر لیا ہے، لیکن سکندر ماکڈونی کی فتح ایران کے بعد وہ بھی غنقا ہو گئی۔ سکندر کے بعد تین سو (300) سال تک طوائف الملوکی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا۔ تب ژند و باژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی اور اسی کو آسمانی

﴿1﴾ ژند کے معنی دو رنگ چھتاق ہیں جس سے آگ نکلتی ہے۔ کتاب کا نام اس لیے ژند ہوا کہ اس کے اندر بھی روشنی موجود ہے۔ اس کی شرح کا نام پازند ہوا۔ پازند لوہے کی وہ سچ ہے، جو چھتاق پر آگ نکالنے کے لیے ماری جاتی ہے۔ اس کی شرح کا نام اوستا ہوا [نخن دان پارس ص 20]

کتاب کا درجہ دے دیا گیا، لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلا یا تب دساتیر کو بھی ختم کر دیا گیا۔ مانی کے بعد مژدک نے اپنا مذہب ایجاد کیا اور اس نے پارسیوں کی مذہبی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ اور نابود کر دیا۔ یہ سب واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں۔

دساتیر کے متعلق اہل تحقیق کا بیان ہے کہ وہ صرف دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ صبح و شام کو پڑھی جانے والی دعائیں اس میں درج ہیں۔ دساتیر کی بابت یہ بھی مشہور ہے کہ وہ نزول قرآن کے بعد لکھی گئی اور اسی کتب کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ ثبت کر دیا گیا۔ ”بنام ایزد بخشنا سندہ و بخشناش کر“ مہربان واروگر، اسی فقرہ کا ترجمہ قدیم دری زبان میں کر دیا گیا تا کہ اس کی قدامت بہت قدیم ہو جائے ”فرشید ہمتائے ہر شندہ، ہر شکر زمر بان فرو بیدار“

مندرجہ بالا حالات سے پتا لگ جاتا ہے کہ سکندر کی غارت گری کے بعد اس قوم کے پاس کوئی ایسا صحیفہ موجود نہ تھا جو آسمانی کھلانے کا مستحق ہو۔

④ ہندوستان میں نہایت قدیم کتاب ”وید“ بھی جاتی ہے۔ وید کی عزت کو آریہ اور سناٹن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

اس اجمالی اقرار عظمت کے بعد آریہ اور سناٹن دھرمیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

آریہ کہتے ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے۔

سناٹن دھرمی کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ بھی اصلی وید ہے۔ اور برہمن بھاگ اپنے حجم کے اعتبار سے منتر بھاگ سے دو چند زیادہ ہیں۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ وید کو ماننے والی قومیں یا تو 2/3 حصہ وید کو اصل سے خارج کر رہی ہیں یا 2/3 حصہ حجم کو وید اصلی میں داخل کر رہی ہیں اور ہر دو صورت کتاب مذکور کا غیر محفوظ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

زمانہ حاضرہ میں سب ہندو کہتے ہیں کہ وید چار ہیں مگر منوجی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں ① رگ، ② یجر،

③ سام کا نام آیا ہے۔ چوتھے وید اتھرو کا نام نہیں آیا۔

سکرت کی اور بھی قدیم ترین کتابیں ایسی ہیں جن میں یہی تین نام پائے جاتے ہیں، لیکن بعض پرانی کتابیں ایسی بھی ہیں، جن میں قریباً تیس (32) کتابوں پر اسم وید کا استعمال کیا گیا ہے۔

سب ہندو وید کو خدا ساز بتاتے ہیں مگر نیاے روشن کا مصنف گوتم وید کو کلام انسان بتاتا ہے۔ گوتم اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کا شاستر چھ (6) شاستروں میں سے ایک ہے اور ان ہر شش کو شاستر بہ طور مسلمہ آریہ اور سناٹنی سب تسلیم کرتے ہیں۔

ہندوستان کے مذاہب قدیم میں سے جین مت بھی ہے، جینی لوگ وید کے ایک حرف کو بھی صحیح نہیں سمجھتے اور وید کا آکاس بانی ہونا بھی قطعاً تسلیم نہیں کرتے۔ یہ لوگ بھی اپنی قدامت کو ویدوں کے زمانہ سے ماقبل کے بتاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو وید سے قدیم تر ظاہر کرتے ہیں۔

ہمارے ان مختصر مختصر فقرات سے قارئین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حفاظت الہیہ نے مندرجہ بالا کتب میں کسی کا ساتھ نہیں دیا اور اسی لیے ہر ایک کتاب کے وجود یا اجزائے وجود پر خود اسی مذہب کے اشخاص نے شک و گمان اور ظنون و اوبام کے غلاف چڑھا رکھے ہیں۔

قدرت الہیہ نے نہ صرف یہی کیا کہ کتابوں کی حفاظت نہیں کی، بلکہ اس زبان اور لغت کی حفاظت بھی چھوڑ دی، جن میں یہ کتابیں لکھی گئی یا نازل کی گئی تھیں۔

ذرا غور کرو، عبرانی جو تورات کی زبان تھی اور خالیدی جو مسیح علیہ السلام کی زبان تھی اور درمی جو ہندو پاژند کی زبان تھی اور سنسکرت قدیم جو وید کی زبان تھی، اب دنیا کے کسی پردہ پر کسی براعظم یا کسی ملک یا کسی ضلع یا کسی شہر میں بطور زبان مستعمل ہیں؟ قدرت نے ان الہ (زبانوں) کو ناپید کرنے سے اپنا فیصلہ قطعی صادر کر دیا ہے۔ کہ اب انسان کو ان کتابوں کی بھی ضرورت نہیں رہی جو ان زبانوں میں مروج کی گئی تھیں۔

دوم۔۔ اس حفاظت الہیہ کا اندازہ کرو جو قرآن مجید کے متعلق ہے کہ اس کا زیر و بر اور حرف بہ حرف توالی و تواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے۔ ملک چین میں ایک ایک حرف پورے یقین کے ساتھ اسی طرح پایا جاتا ہے جیسا کہ مراکو (مراکش) میں موجود ہے۔

اگر حفاظت الہی خود کار فرمانہ ہوتی تو ایک ایسی کتاب میں ہزاروں غلطیوں کا ہو جانا صرف ممکن بلکہ ضروری تھا جس کا پیش کرنے والا ﴿وَلَا تَحْطَئُ بِحَبِيبِكَ﴾ [مکعبہ 48] سے مخاطب ہو۔ (آپ تو اپنے داہنے ہاتھ سے خط کھینچتا بھی نہیں جانتے تھے) برہان بالا حفاظت الہی کے متعلق قطعی ہے۔

مناسب مقام سے ہم قرآن مجید کے حروف کے متعلق ایک یادداشت پیش کرتے ہیں حروف کا اندراج اس لیے کیا جاتا ہے کہ تعداد سور رکوعات و آیات وغیرہ کے متعلق اعداد و شمار عموماً ہر ایک مصحف پر درج ہوتے ہیں۔

نقشہ شمار حروف تہجی

جتنی بار ہر ایک حرف قرآن مجید میں آیا ہے

حرف	تعداد	حرف	تعداد
ا	48992	ط	1307
ب	12228	ظ	782
ت	2404	ع	9274
ث	3105	غ	9211
ج	4232	ف	4418
ح	4120	ق	6612
خ	2105	ك	10628
د	5972	ل	33520
ذ	4739	م	26515
ر	12640	ن	44190

25589	و	3580	ز
16070	ه	5976	س
25909	ی	2115	ش
	①	20083	ص
	②	682	ض

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور حفاظت رسم الخط قرآن

اس برہان خاتمہ پر تکمیل مدعا کی غرض سے یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے۔ امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بھی حفاظت قراءت و کتابت قرآنی میں بہت بڑی خدمت کو انجام دیا۔ انھوں نے نبی ﷺ کے کاتب وحی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں سات (7) قرآن مجید لکھوائے اور ان کو سات (7) نانہان سلطنت کے پاس اپنے دستخط اور مہر رسالت سے مزین کر کے بھجوایا، اس سے بھی حفاظت قرآن پاک ہی مدعا تھا تا کہ رسم الخط میں آئندہ کوئی تفاوت پیدا نہ ہو سکے۔ کاتب وحی کے قلم اور خلیفہ راشد کے دستخط اور مہر رسالت ﷺ سے مزین شدہ قرآن آئندہ زمانہ کے کاتبین کے واسطے صحت و نقل و مقابلہ کے لیے بے بہا گواہ تھا۔

نقل اور طریق و جاوہ

آج کل تو و جاوہ ہی پر نقول کا اعتبار چلتا ہے۔ یعنی کسی کتاب کی صحت کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ وہ اس نسخہ کے مطابق ہو جس سے نقل کی گئی ہے، لیکن یہ امر کہ منقول عنہ کی صحت کا ثبوت کیا ہے، مفقود ہے۔ خلیفہ راشد نے نقل و صحت میں شک و اختلاف مٹانے کے لیے اصل شے قائم کر دی تا کہ بحالت ضرورت اسی جانب رجوع کیا جائے۔

اعتراض اور اس کی اصلیت

معتزین اسلام نے چاہا کہ اس واقعہ کی صورت بگاڑ کر کچھ فائدہ اٹھائیں۔ جھٹ کہہ دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تصرف کیا تھا، ان کو تاہ فہم لوگوں کو نہ اس عہد کے اسلامی ممالک کی حالت معلوم ہے اور نہ قرآنی ترویج کی خبر۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ممالک اسلام کے باہمی تعلقات کا بھی ان کو علم نہیں۔ اگر ان سب باتوں کا علم ہوتا تو وہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔

نماز اور قرأت

سب جانتے ہیں کہ اسلام میں پانچ نمازیں فرض ہیں، جن میں سے تین میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور چونکہ ہر شخص مجاز ہے کہ جہاں سے وہ چاہے، جتنا چاہے قراءت کرے۔ اس لیے دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں انسان صد ہا مقامات پر مختلف اجزاء و سورتوں سے قرآن مجید کی قراءت روزانہ کیا کرتے ہیں، ایک پڑھتا ہے اور دوسریوں، سینکڑوں مقتدی سنا کرتے ہیں۔ اقتداء ① منقول از دستور العلماء جلد دوم مصنفہ قاضی الفاضل عبدالغنی احمد گری ② نقش میں کل حروف کا مجموعہ نہیں دیا گیا تھا جو کہ جمع کرنے سے 346998 بنتا ہے۔

کرنے والوں میں بھی بہت تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کو خود بھی وہ آیات جو امام نماز میں پڑھ رہا ہے یاد ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ عہد نبوی ﷺ سے جاری تھا اور ہر شہر، ہر قصبہ، ہر قریہ میں برابر اسی پر عمل درآمد رہا۔

نسخہ جات قرآنی کی اشاعت

خلافت عثمانی سے پیشتر قرآن پڑھنے والوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی تھی اور اس کے نسخے الوف در الوف بستیوں میں موجود تھے۔ اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ کے حیطہ اقتدار سے باہر تھا کہ وہ سب کی زبانوں، سب کے دماغوں اور سب کی کتابوں پر قبضہ کر کے ایک بھی لفظ کی کمی بیشی کر سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان سے مسائل فقہیہ میں اختلاف جمہور

ہاں ہم کو وہ مسائل فقہیہ بھی معلوم ہیں، جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تھا۔ مثلاً منیٰ میں پوری نماز پڑھنا اور قصر نہ کرنا اور محرم کا کسی غیر محرم کے شکار کو استعمال کر سکتا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا خلاف کیا اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد فقہی پر محکم رہا تو پھر کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے متعلق کوئی خود ساز تبدیلی کرتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر خاموش رہ جاتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اہل مصر کی بغاوت

اس سے بھی بڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض افعال پر نکتہ چینی کی۔ ان کو بیت المال کا اسراف سے خرچ کرنے والا یا اپنی قوم کو بہت زیادہ عہدہ و مناصب دینے والا بتلایا ہے اور انہی امور پر اہل مصر نے ایسی بغاوت کی کہ اس کا اختتام امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ہوا۔ لیکن ہم کسی مصری اور اس عہد کے کسی اور شدید بغض انسان کو بھی قرآن مجید کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک حرف کہتا ہوا بھی نہیں سنتے۔

خلافت مرتضوی رضی اللہ عنہ اور مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ

مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے بعد خلیفہ ہوتے ہیں اور اپنی تمام خلافت کے زمانہ میں قرآن کی ترتیب عثمانی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے اور نہ اس ترتیب کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالتے ہیں، بلکہ ہمیشہ نمازوں اور وعظوں میں اسی قرآن کا ورد کرتے ہیں۔

صفین میں رفع مصحف کا واقعہ

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جنگ صفین ہوتی ہے۔ اہل شام قرآن مجید کو بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرآن مجید حکم ہوگا۔ اس وقت حزب مرتضوی رضی اللہ عنہ میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ اہل شام نے قرآن پر اعتقاد کیا ہے؟ حالانکہ فریق برسر جنگ کو اگر ذرا بھی غجائش ایسے لفظ کہنے کی مل جاتی تو وہ محارب کی اس تدبیر کو کالعدم کر سکتا تھا، لیکن شامیوں کے پیش کیے ہوئے قرآن ہی کو قرآن ماننا پڑا اور عارضی صلح منعقد ہو گئی۔

ان واقعات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے حفاظت قرآن کے متعلق ایسی خدمت ادا کی، جس پر تمام عالم 131 سوں اور سورا حصار و جہد و دم و جان و مال اس عہد کی انصاف و عدالت سے سرفراز ہوئے۔ 5 سورتیں دیا گیا تھا جو اس سے 3469998 ہمارے۔

اسلام کا اتفاق تھا۔ جاہل و عالم، دانا و نادان، دوست و دشمن، ان کے اس فعل حمیدہ میں ذرا بھی شک نہ رکھتے تھے اور یہ اتفاق کامل صرف قرآن مجید ہی کے متعلق حاصل ہے اور یہ بھی ایک زبردست خصوصیت حفاظت کتاب حمید کی ہے۔

تیسری پیش گوئی: جمع قرأت کی بابت

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾

”قرآن مجید کا جمع کرنا اور قرأت کا درست رکھنا بھی ہمارا ذمہ ہے۔ اے رسول! جس

قرأت سے قرآن پڑھا جائے، آپ اس پر کاربند رہیں۔“

قرآن مجید کے احکام و قوانین نازل ہوتے تھے، اس لیے اس کتاب کی ترتیب اور تدوین مشکل کام تھا، لیکن اس کام کو بھی رب العالمین نے اپنے ہی ذمہ لیا، جیسا کہ دنیا میں بھی ہر ایک مصنف کتاب اپنی تصنیف کی ترتیب و تدوین کا کام خود سرانجام دیا کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعد میں کسی ایک آیت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی۔ مشرق سے لے کر مغرب تک تمام دنیا ایک ہی ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی قرأت کر رہی ہے۔ اس پیش گوئی سے واضح ہو گیا کہ جمع و ترتیب کی جو صورت موجودہ دنیا میں پائی جاتی ہے وہ ٹھیک اسی ترتیب اور قرأت کے موافق ہے جو علم الہی اور قرأت سماوی ہے۔

یہ وہم کہ افراد امت میں سے کسی ایک کا خیال اس میں کوئی تصرف کر سکا ہے، بالکل غلط اور باطل بن جاتا ہے۔

چوتھی پیش گوئی

قرآن مجید حفظ (یاد) رکھا جائے گا

﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ [المکذوب: 49]

”یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں جو علم والوں کے سینہ میں رہتی ہیں۔“

ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک اچھوتا خیال تھا، کیوں کہ قرآن مجید سے چشمہ دنیا میں کوئی کتاب حفظ نہ کی گئی تھی۔ اس لیے اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے الہامی ہونے پر دلیل ہے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ہر ملک، ہر صوبہ، ہر ضلع، ہر شہر میں حفاظ قرآن کی کافی تعداد پائی جاتی ہے، جو اس صحت اور اتفاق اور یقین و اثن کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں کہ ان کی قرأت سے مطبوعہ کتابت کی صحت کی جاتی ہے، مگر ان حفاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہ پڑے گا تو وہ اس کی صحت دوسرے حفاظ ہی سے جا کر کرے گا۔

یہ ایسی زبردست پیش گوئی ہے کہ تمام دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ حفاظت کا ایسا انتظام بالکل لامعانی ہے اور محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

پانچویں پیش گوئی

کہ قرآن مجید کا حفظ کر لینا آسان ہوگا

﴿وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾ [الزمر: 17]

”ہم نے قرآن کو یاد کے لیے آسان بنا دیا ہے۔“

پیش گوئی چہارم کے تحت میں تحریر کیا گیا ہے کہ ساری کتاب کو حفظ کرنے کا خیال ہی بالکل اچھوتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کے سامنے قرآن مجید کو ازبر سنانا شروع کیا، تب دوسروں کو بھی امنگ آئی چاہیے تھی کہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا جوش پیدا ہونا چاہیے تھا کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کر لیتے۔ کیوں کہ ان کے سامنے یہ نظیر موجود تھی۔

مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا، نہ یہودی، نہ عیسائی، نہ پارسی، نہ ہندو اور نہ اور، جس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی پسندیدہ کتاب کو حفظ کر لیا ہو۔ اس کی وجہ خود قرآن پاک نے بتلا دی ہے کہ یہ خصوصیت بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی میں رکھ دی ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔

غور کرو رب العالمین نے اور کسی کلام کے اندر (خواہ کسی زمانے میں وہ کلام آسمان ہی سے زمین پر اتارا گیا تھا) یہ خصوصیت، یہ خاصیت، یہ مابہ امتیاز رکھا ہی نہیں، اس لیے کوئی دوسری کتاب کسی اور مذہب والے کو ازبر یاد کرنا کیوں کر ہو سکتی تھی؟ اور کیوں کر کوئی شخص حفاظ قرآن کی طرح ایسی صحت، ایسی تيقن کے ساتھ اپنی کتاب کو حافظہ سے سنانے کی جرأت کر سکتا تھا۔ یہ ہے قدرت کی زبردست طاقت اور یہ ہے فطرت انسانی کے اصل منشا کار از جس کے مقابلہ سے دنیا عا جز ہے۔

چھٹی پیش گوئی

کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی اور کتاب کی شکل میں اس کی اشاعت ترقی پر رہے گی ﴿وَرَكَّابٌ مُّسْتَوٍ ۝ فِی رَقٍّ مَّنشُورٍ﴾ [طورہ: 2-3] ”قسم ہے کتاب کی جو لکھی گئی ہے اور پاک صاف صحیفہ اشاعت پائی ہے۔“

رقی، اس باریک جھلی کو کہتے ہیں جو کتابت کے لیے خاص طور پر بنائی جاتی ہے اور باریک سفید، پاکیزہ صحیفہ (بیاض) کو بھی جو لکھنے کے لیے تیار کی جائے۔ (المنجد)

اس آیت میں قرآن مجید کو کتاب بھی فرمایا اور مسطور بھی اور پھر اسی کو منشور بھی بتایا۔ کون نہیں جانتا کہ نشر کے معنی میں بسط اور امتداد شامل ہیں اور اسی کو آج ہم لفظ اشاعت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ساتویں پیش گوئی

کہ باطل یا بطلان قرآن کے نزول میں یا آئندہ کسی عہد میں اس کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا۔

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ [حمجد: 42]

”باطل اس کے آگے یا پیچھے نہ آئے گا۔ یہ تو رب حمید و حکیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔“

فلسفہ قدیم (باطل بین ید یہ) اور فلسفہ جدید (باطل من خلفہ) نے بہت زور مارا مگر قرآن حکیم کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور اس کے کسی مضمون اور کسی ایک اصول کا مقابلہ نہ کر سکا۔ نہ فلسفہ قدیم نے اس میں سے کچھ گھٹایا نہ فلسفہ جدید نے کچھ بڑھایا۔ یہ ایسی مکمل کتاب ہے کہ اس میں اب کسی کے دخل کی گنجائش ہی نہیں۔

اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی

مفکروں کی نفرت و کراہت کے ہوتے ہوئے بھی اسلام کی ہدایت و تھانیت غالب ہوتی رہے گی۔
 ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾
 ”اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرک لوگ کیسا ہی برامانے رہیں۔“ [الفہم-9]

جنوبی عرب اور عیسائیت

بعثت نبوی ﷺ کے وقت عرب کی پولیٹیکل (Political) حالت یہ تھی کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبشہ کی حکومت تھی اور شمالی اقطاع پر روم کی سلطنت کا قبضہ تھا۔ یہ دونوں عیسائی سلطنتیں تھیں۔ عیسائیت اگرچہ عرب میں 330ء کو داخل ہو گئی تھی اور بنو غسان عیسائی بن گئے تھے مگر رفتہ رفتہ عراق، عرب، بحرین، صحرائے فاران اور دومیۃ الجندل پر بھی یہی مذہب حکمران ہو گیا تھا۔ پروفیسر سید پولکھتا ہے کہ 395ء سے 513ء تک عرب میں اشاعت عیسویت پر بہت ہی زور لگایا گیا تھا۔ لیکن اسلام نے چند ہی سال میں اس پر غلبہ حاصل کر لیا اور یہ جملہ ممالک دین حقہ میں داخل ہو گئے۔

عرب اور یہودیت

یہودی عرب میں اس وقت آئے جب یونانیوں اور سریانیوں نے ان کو اپنے ملک سے نکال دیا تھا، ان کا مذہب حجاز اور نواحی خیبر اور مدینہ میں پھیل گیا تھا اور اس نے استحکام بھی حاصل کر لیا تھا۔ اسلام کے آتے ہی ان کا بھی چار صد (400) سالہ قبضہ عرب سے بالکل اٹھ گیا۔

مشرقی عرب اور مجوسیت

عرب کے مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اثر تھا اور اس حصہ کا گورنر شاہ ایران کی منظوری و انتخاب سے مقرر ہوا کرتا تھا۔ مشرقی حصہ میں آتش پرستی کی رسوم اور طریقے خوب رواج پائے گئے تھے۔ تاریخوں میں ان عربوں کے نام بھی لکھے ہیں جنہوں نے مجوسیت کے اثر میں آ کر بیٹی اور بہن کو گھر میں ڈال لیا تھا۔ اسلام کی پاک تعلیم کے سامنے یہ مذہب بھی نہ ٹھہر سکا۔

عرب وسطیٰ اور بت پرستی

حجاز (یا وسط عرب) میں ابن النجاشی شام سے بت لے آیا تھا اور اسلام سے تین صدی پیشتر تمام مشہور مشہور قبائل بت پرست بن گئے تھے۔ عرب اور مذاہب متعدده: صابئی، دہریہ، منکرین قیامت، مادہ پرست اور خود پرست و خوش باش وغیرہ کے نام سے اور بھی چھوٹے بڑے مذاہب تھے، جن کے مقلدین کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی۔

﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ [الف: 9]

اسلام کی حقانیت نے ان سب لوگوں کو بھی بظان سے چھڑایا، یہی معنی ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ کے ہیں، جس کا ظہور حضور پر نور نبی ﷺ کے عہد اقدس ہی میں ہو گیا تھا۔

دوسری پیش گوئی

اسلام کے متعلق دوسری پیش گوئی کہ وہ مکمل و اتمام کو پہنچے گا۔

﴿وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [الصف: 8]

”اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا، اگرچہ کافر برائے رہیں۔“

وعدہ کی زمین پر موسیٰ علیہ السلام داخل نہ ہوئے

موسیٰ علیہ السلام کی سیرت پاک پر غور کرو، اگرچہ ان کے ہاتھ سے ایسی ایسی آیات باہرات کا ظہور ہوا، جو اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں۔ فرعون مصر کو اللہ تعالیٰ نے غارت کیا اور بنی اسرائیل کو سمندر چیر کر اس کی خشک زمین پر سے راستہ دیا، من و سلوی اتارا، دن میں خاک کے جگولے سے ان کی راہنمائی کی اور رات کو اسی جگولہ کو ستون نارینا کرکے کوروشن کیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر مقصد اصلی جو وعدہ کی زمین میں بنی اسرائیل کو پہنچا دینا تھا وہ ان کی حیات میں مکمل نہ ہوا۔

داؤد علیہ السلام اللہ کا گھر نہ بنا سکے

داؤد علیہ السلام کی سیرت پاک کو دیکھو، ان کو بنی اسرائیل کے دو ازادہ اسباط (12 قبیلے) پر حکومت بھی ملی۔ انھوں نے جالوت کو بھی خاک و خون میں سلایا۔ انھوں نے سمویل کو بھی نیچا دکھایا، شہر یار بنایا، قلعے تیار کیے، لیکن اللہ کا گھر بنانے کی ان کو اجازت نہ ملی۔

مسیح علیہ السلام کی سرگرمی اور تعلیم کا نامکمل رہ جانا

مسیح علیہ السلام کی سرگزشت کو پڑھو، تبلیغ و اشاعت کی غرض سے وہ شبانہ روز سفر میں رہے۔ اپنے سہ سالہ ایام تبلیغ میں انھوں نے دو شب کسی ایک مقام پر مشکل سے قیام فرمایا ہوگا، لیکن پھر بھی یوحنا 16 باب میں ان کا اعلان بھی تھا کہ وہ مکمل تعلیم نہیں دے سکے اور ساری صداقت اور سچائی نہیں سکھلا سکے۔ ان سب حالات کی موجودگی میں قرآن مجید کا اعلان اور اعلام عام یہ ہے کہ اسلام بالضرور تکمیل و اتمام کے مدارج پر پہنچے گا اور نور اسلام اپنے مقاصد میں یقیناً ہی فائز المرام ہوگا۔

اس آیت کا نزول تو اس وقت ہوا تھا جب مہاجرین و انصار کو اطمینان کے ساتھ روٹی کھانی نہیں ملتی تھی اور نماز بھی دشمن کے حملہ سے بے خطر ہو کر نہیں پڑھی جاتی تھی، آہستہ آہستہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا اور اس مبارک دن کا سورج نکلا جس روز اللہ کے نبی نے عرفات کے میدان میں وہاں کی بلند پہاڑی (کوہ رمت) پر چڑھ کر سب سے بڑے مرکب (ناقہ قصویٰ) پر سوار ہو کر یعنی مادی دنیا کی اقصیٰ بلندی کے سر پر پاؤں رکھ کر عالم عالمیان کو اس نوید فرخ سے زندہ جاوید فرمایا:

﴿ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ ﴾ [النساء: 3]

”آج تمہارا دین تمہارے فائدے کے لیے کامل کر دیا۔ آج میں نے تم سب پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا۔ آج میں

بتلاتا ہوں کہ میری خوشنودی یہ ہے کہ اسلام ہی تمہارا دین ہے۔“

قارئین آپ نے پیش گوئی کو بھی دیکھا اور اس کا اتمام بھی دیکھ لیا۔

تیسری پیش گوئی

تیسری پیش گوئی اسلام کی بابت کہ وہ استحکام میں بڑھتا جائے گا اور اس کا پھیلاؤ روز بہ روز زیادہ ہوتا جائے گا۔

﴿ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۚ ﴾

”کلمہ طیبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت جیسی ہے جس کی جڑ مضبوط ہوتی جاتی ہے اور جس کی شاخیں آسمان پر پھیلی جاتی

ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے ہر وقت، ہر زمانہ میں پھل دیا کرتا ہے۔“ [ابراہیم: 24-25]

ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل میں استمرار ہوتا ہے۔ سماء سمو سے بنایا گیا ہے، رفعت و شوکت بلندی و عزت کے معانی اس لفظ

میں شامل ہیں۔

وہ درخت جس کی جڑیں پائال کی طرف بڑھتی جائیں جس سے درخت مضبوط بھی زیادہ ہوتا جائے اور خوراک بھی اسے زیادہ

ملتی رہے۔

وہ درخت جس کی نشوونما جاری رہے، جس کی طراوت و تازگی قائم رہے، اس کی شاخیں پھیلا کرتی ہیں۔ فضا میں لہلہایا کرتی

ہیں، آسمان کو جایا کرتی ہیں، وہ آسمانی برکتوں، اوس اور مینہ سے بھی غذا لیتا ہے، وہ زمینی برکتوں، نہر اور چشموں سے بھی پلتا ہے۔

جمعیت کے اعتبار سے اس کا تنا ایک ہوتا ہے اور پھیلاؤ کے لحاظ سے اس کی شاخیں کئی ہیں۔

یہی مثال اسلام کے کلمہ طیبہ کی ہے، جہاں اس کا بیج بویا گیا تھا، وہاں اس طرح قائم و دائم ہے اور اس کی شاخیں چین و افریقہ،

انگلینڈ و امریکہ تک پھیل گئی ہیں۔

ہندو قوم کی بابت کوئی کہتا ہے کہ وسط ایشیا سے آئی اور کوئی کہتا ہے کہ تبت سے نیچے اتری۔ تبت اور ترکستان و ماوراء النہر میں جا

کر دیکھو اور پوچھو کوئی اس دعویٰ کا مصدق بھی موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ معلوم ہو جاتا ہے کہ جڑ قائم نہیں۔ یہی حال دنیا کی اکثر اقوام کا ہے۔

بنی اسرائیل کو فلسطین کی زمین وعدہ کے ساتھ دی گئی تھی کہ اگر وہ شریعت کے پیرو رہے تو ابد آباد کے لیے یہ مملکت اور اس کی

حکومت انہی کو حاصل رہے گی، لیکن کیا اب اس کی جڑ اس وعدہ کی سرزمین میں قائم بھی ہے؟

جنگ عظیم 1914 تا 1918ء میں ان بے چاروں نے اربوں روپیہ بڑی بڑی سلطنتوں کو قرض دیا کہ وعدہ کی زمین، قومی گھر،

بنادیا جائے، لیکن وہاں کے باشندے اب تک ان کے قدم وہاں جسنے نہیں دیتے۔

اگر انگلستان کی کوشش بار آور بھی ہوتی [1]، تب بھی یہ مملکت اور سلطنت توث نہ ہوتی جس کا وعدہ ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد

وسلیمان علیہم السلام کے ساتھ تھا، بلکہ یہ تو وہی غلامانہ اطاعت ہوتی جس کے بدلے میں بخت نصر اور گشتاسب وغیرہ نے بھی یہودیوں کو اس

[1] آج انگلستان کی مسلمانوں سے بے وفائی، دھوکا دہی اور یہودی مالی معاونت اور کفار عالم کے توسط سے ”اسرائیل“ جیسی یہودی مملکت معرض وجود میں آ چکی ہے۔

سرزمین پر بسنے کی اجازت دے دی تھی، جب کہ وہ بہ عہد مسیح رومیوں کی ماتحتی میں رہتے تھے۔
پارسی قوم کا قومی گھر ایران ہے، لیکن اب تو وہاں ان کا کوئی پرسان حال بھی نہیں۔ کیا ان حالات میں یہ اقوام ﴿أَصْلُهَا نَابِثٌ﴾ [ابراہیم: 24] کے الفاظ اپنے اوپر چسپاں کر سکتی ہیں۔ یہودیوں، ہندوؤں، پارسیوں وغیرہ کی قوم جس پر جمود پڑی ہوئی ہے یا جس کی احاطہ میں محدود ہے، وہ ان حالات میں کیسے ﴿قَرُعَهَا فِي السَّمَاءِ﴾ [ابراہیم: 24] کا مصداق ہونے کا دعویٰ بھی کر سکتے ہیں؟

ہاں اسلام وہ ہے جو نہ کسی حویلی کا پتیل ہے، نہ کسی محن خانہ کا نیم ہے، نہ کسی باغیچے کا بیڑہ آسمان کے تمام خلا کو اپنا سمجھتا ہے اور اس میں پھیل رہا ہے۔

ہاں آیت پر مکرر غور کرو کہ اس میں اسلام کی پانچ خوبیوں کا بیان کیا گیا ہے۔
﴿شَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ واضح ہو کہ اسلام کی وحدت تعلیم اور مساوات حقوق بھی منفرد ہے، اس لیے اسلام کی بہترین تشبیہ درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک ہی تنہا پر بے شمار شاخیں ڈالیاں اور پتے ہوتے ہیں اور وہ سب غذا و نمو میں اسی تنہا سے یکساں مستفید ہوتے ہیں۔

﴿أَصْلُهَا نَابِثٌ﴾ اسے طیبہ کہا گیا ہے، جس میں صورت کی خوش نمائی بھی شامل ہے اور جس کا سایہ اور ثمر بھی ہوتا ہے۔ اسلام کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنی موتی شکل و صورت سے دلربا رہا ہے اور پاکیزہ تعلیمات سے طیب مانا گیا ہے۔

﴿قَرُعَهَا فِي السَّمَاءِ﴾ کی بابت ہم دلیل اول میں لکھ چکے ہیں۔
﴿تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا﴾ ہر ایک درخت کے پھل لانے کا وقت مقرر ہوتا ہے، کوئی گرما، کوئی سرما، کوئی بہار میں، کوئی خزاں میں پھل لایا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسا درخت بتلایا جو ہر وقت پھل لانے والا ہے۔

﴿أَصْلُهَا نَابِثٌ﴾

قیام مکہ کے ایام میں اشاعت

اسلام کے اس ابتدائی زمانہ کو دیکھو، جب نبی ﷺ ابھی مکہ میں قیام فرماتے تھے اور مسلمان اپنی اپنی جانوں اور ایمانوں کے بچاؤ کے لیے مختلف ممالک میں بھاگے پھرتے تھے کہ جش و یمن میں اسلام نے اس وقت سایہ ڈالا تھا۔

قیام مدینہ میں اشاعت

اس دور ثانی کو دیکھو، جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں اقامت گزریں ہوئے کہ بحرین و عمان اور رومۃ الجندل اور سرحد شام تک کے لوگ اسی وقت اسلام کے انمار شیریں ثابت ہوئے تھے۔

پھر دور ثالث کو دیکھو، جب آفتاب نبوت ظل احجاب میں آچکا تھا، مخلصین دل شکستہ تھے، منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔

دور صدیقیت میں اشاعت

معاهدین نے معاہدات کی شکست کا اعلان کر دیا تھا، متخاصمین سرحد عراق و ایران پر فوجیں جمع کرنے لگ گئے تھے۔ خلیفہ

الرسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اعراب آگے بڑھے اور یہ سچے دل کے لوگ نورِ صداقت سے مستنیر ہو کر شمشیریں بن گئے۔

خلافت راشدہ میں اشاعت

دور چہارم میں فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ شامل ہے جب کہ مشرق ساہیبا سے لے کر مغربی یونیس تک اسلام پہنچ گیا تھا۔ اموی زمانہ میں اسلام نے جبل الطارق کو بھاندا اور سمندر پر سے اچھلا اور چین کو زیرِ تسلیم کیا۔

مغلوں کا اسلام

چھ سات صدیوں کی اقبال مندی کے بعد مسلمانوں کی دولت و حکومت کو زوال آیا اور دار السلطنت بغداد تباہ ہوا، لیکن انہی دنوں میں وہی مغول تاجار جو اس درخت کو کاٹنے کے لیے تیشہ و تبر لے کر بڑھے تھے، اس کی شاخوں سے پیوند ہو گئے اور شمشیریں ثابت ہوئے۔

یونانی فلسفہ اور ہندووانی توہمات

الغرض اسلام اپنی مظلومی کے عہد میں بھی بڑھا اور ترقی و آسائش کے ایام میں بھی اس نے ترقی وازدیا کی طرف قدم بڑھایا۔ اسلام پر یونانی فلسفہ اور ہندووانی توہمات، ایرانی تعیش اور برہمنی تو حش کے بھی حملے ہوئے مگر وہ پھر بھی ترقی پذیر رہا۔ ہمارے عہد میں فلسفہ جدید اپنی تعلیمات سے اسلام پر گولہ باری کر رہا ہے اور یورپین طاقتوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔

یورپین پالیسی اور فلسفہ جدید

مسلمانوں کی سلطنتیں برباد ہو رہی ہیں۔ ترکی دولتِ عظمیٰ سے گھٹ کر ایک معمولی سلطنت رہ گئی ہے مراکو اول درجہ کی سلطنت سے پاگلڈار بن گیا ہے۔ عرب اور عراق کی حکومتیں اغیار کی دستِ نگر ہیں۔ تنظیم قوم کا سلسلہ پراگندہ ہے، تاہم اسلام انگلستان اور جرمنی اور امریکہ پر اپنا سایہ ڈال رہا ہے۔ بڑے بڑے کرنٹ اور کونٹس لاڈل اور پرنسز اسلام کا پھل ثابت ہو رہے ہیں۔

حالیہ عہد میں اسلامی ترقی

چین اور افریقہ میں دس سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد دو چند ہو گئی ہے۔ ان تمام حالتوں پر نگاہِ عبرت سے غور کرو اور ﴿تَوْرٰتِیْ اٰتٰیٰہَا کُلَّ حَیْثُ﴾ کی پیش گوئی کی صداقت کا اندازہ لگاؤ، جب مسلمانوں کی اور اسلام کی ترقی کو ایک وقت واحد میں دیکھا جاتا ہے تو باذن اللہ تعالیٰ حکمِ عالی کی طاقت بخوبی ہویدا ہو جاتی ہے۔

چوتھی پیش گوئی

چوتھی پیش گوئی اسلام کی بابت کہ وہ اپنے دلائلِ حقانیت سے ترقی کرے گا اور دلائلِ انفسی و آفاقی ان لوگوں کو اسلام تک لانے میں دلیل رہ نہیں گے۔ ﴿سَتُرٰیہُمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِہُمْ حَتّٰی یَتَبَيَّنَ لَہُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ﴾ [حم ہدہ: 53]

”ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر

ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے۔“

یہ ہے وہ چیز جو عرب کو اسلام تک پہنچانے کا موجب بنی۔

غور کرو جب نشانات قدرت کی اندرونی و بیرونی شہادت کسی معاملہ کی راست بازی و صداقت پر جمع ہو جائے تو کیا اس وقت کوئی صحیح دماغ ایسی شہادت کا انکار کر سکتا ہے؟

جب چشم و گوش اور عقل و ہوش کے سامنے ایسی براہین ساطعہ موجود ہوں جو اس ظاہری و باطنی کو بامقصدیق پر پہنچا دیتی ہیں، تو پھر ان کا ابطال کیوں کر کیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے مخاطبین کے سامنے وہ نشانات و علامات بھی دکھائے جن کی شہادت خود ان کے ضمیر نے ادا کی اور وہ علامات و دلائل بھی قائم کیے جن کی تائید زمین و آسمان کے ہر انقلاب و گردش سے ہوئی، جب ان کی حقانیت اسلام کے اقرار میں کوئی چارہ نہ رہا اور وہ پروانہ و اس شمع تجلی پر ٹوٹ کر گرے اور جان و مال کو اس منبع انوار پر نثار کر دیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی آیات تسعہ کا تعلق زیادہ تر آفاق سے تھا۔ فرعونوں پر جنت الہی تو ختم ہوئی مگر وہ ہدایت سے دور دور رہی رہے۔ آیات قرآنی کا اثر فی الانفس بھی ہے اور فی الافاق بھی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کے مخاطبین نور حق سے قریب قریب ہوتے گئے اور مستعیر ہوتے ہوئے خود سراپا نور بن گئے۔ اَصْحَابِیْ كَالنَّجْوَمِ کی یہی تاویل ہے۔

پیش گوئی

کہ لڑائیوں میں مسلمانوں ہی کو غلبہ رہے گا

﴿اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾ [اصف: 173] ”اور ہمارا لشکر غالب رہے گا“

جب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ ملی اور نہ مدافعت حربی کا حکم ہوا، اس وقت تک وہ برابر گونا گوں جور و ستم کا اماج بنے رہے، لیکن جب ان کی مظلومانہ حالت اور مجروحانہ بے بسی پر رحم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان کو جنگ کی اجازت دے دی اور مسلمانوں کی جمیعت فوجی تنظیم سے منظم ہو گئی، حتیٰ کہ اس لفظ جند کا اطلاق صحیح ہو گیا۔ اس وقت سے پھر مسلمانوں کو کسی جگہ شکست نہیں ملی، وہ فتح پر فتح حاصل کرتے گئے۔ نصرت و ظفر ان کے علم بردار رہے۔ عراق و فلسطین، شام و ایران، خراسان و ترکستان، مصر و سوڈان کے واقعات کو پڑھ لو کہ مسلمانوں کو ایک دفع بھی شکست نہ ہوئی اور ہر جگہ انہی کو غلبہ حاصل رہا۔ ایسی زبردست پیش گوئی کا اعلان وہی مالک فرما سکتا ہے جس کے قبضہ اقتدار میں اقوام کی ذلت و عزت کا ترازو ہے۔ ہاں وہی مالک جس کا علم عہد مستقبل پر بھی اتنا حاوی ہے کہ انسان کا علم عہد ماضی پر بھی اسی قدر حاوی نہیں ہو سکتا۔

آیت میں مزید غور طلب لفظ جُنْدَنَا ہے یعنی الٰہی لشکر۔ یہ ظاہر ہے کہ الٰہی لشکر صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور جس کا مدعا فتح کنوز یا ملکیت خزانوں والوں سے بالاتر ہو کیوں کہ جب مقصد بدل جائے گا، تب وہ لشکر جندنا کہلانے کا مستحق نہ ہوگا اور جب وہ جندنا کی صفت سے عاری ہو گیا تو اس کا بہت سے مقامات پر مغلوب ہو جانا اقوام غیر کے سامنے مقہور ہو جانا بھی داخل تعجب نہ رہے گا۔

ان پچھلی صدیوں میں اگر مسلمان غلبہ تام سے محروم ہو گئے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ صفت ”جندنا“ (الٰہی لشکر) سے دور ہو گئے۔ لہذا آیات بالا دو پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔

﴿۱﴾ مسلمان کو کبھی شکست نہ ہوگی جب تک ان کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا۔

(2) مسلمانوں سے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا قائم نہ رہے گا جب کہ ان کا یہ مقصد نہ رہے گا۔

پیش گوئی

کہ اہل اسلام کو روئے زمین پر حکومتیں حاصل ہوں گی

﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ﴾ [النمل: 62] ”تم کو زمین پر حکومتیں دے گا۔“

یہ آیت عام مسلمانوں کی طرف خطاب فرماتے ہوئے نازل کی گئی ہے۔

اس پیش گوئی کا ظہور کہ بنو امیہ نے دمشق میں ایک ہزار (1000) مہینے تک حکومت کی اور بعد ازاں غرناطہ وغیرہ میں حکومت حاصل کی اور ہسپانیہ پر صدیوں تک حکمران رہے۔ اسی پیش گوئی کا ظہور ہے کہ عہد فاروقی سے لے کر آج تک مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہے اور مختلف خانوادے یکے بعد دیگرے سریر آرائے سلطنت ہوئے اس پیش گوئی کا ظہور تھا کہ دمشق میں انقرض دولت امویہ کے بعد عباسیہ نے بغداد کی میں پورے جاہ و جلال کے ساتھ چھ صدیوں تک حکومت کی۔

اس پیش گوئی کا ظہور تھا کہ عباسیہ کے غلاموں، ترکوں نے ترکستان و خراسان وغیرہ کی حکومت حاصل کی، پھر انہی کی ایک شاخ نے قسطنطنیہ فتح کر کے یورپ میں حکومت حاصل کی اور انہی کی شاخ نے ہندوستان پر صدیوں تک سلطنت کی۔

الغرض فراعینہ مصر، اکاسرہ ایران اور قیصرہ روم کے ممالک پر اموی، عباسی ترک و کرد اور غلاماں و افغاناں اور دیگر اقوام کی مسلمان حکومتیں اسی پیش گوئی کے تحت میں ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی پیش گوئی صرف اللہ تعالیٰ ہی فرما سکتا ہے جو عالم الغیب ہے۔

پیش گوئی

کہ اہل ایمان کی حالت دنیوی بھی اچھی ہو جائے گی

﴿الَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَآئِذَا أُؤْتُوا الْأُخْرَىٰ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ﴾ [النمل: 30]

”جنہوں نے یہاں نیک کام کیے ہیں، ان کے لیے دنیا میں بھی خوبیاں ہیں اور آخرت کا گھر تو بالکل اچھا ہے اور متقیوں کا خوب گھر ہے۔“

یہ آیات سورہ نمل کی ہیں جو کہی ہے۔ مکہ معظمہ میں اہل ایمان دنیوی حیثیت سے جس شوق و تعلق اور حسرت و افلاس میں بسر کیا کرتے تھے۔ اس کا حال سب کو بخوبی معلوم ہے۔ کسی کے پاس تہ بند ہے تو کرتہ نہیں، کرتہ ہے تو سر بند نہیں۔ کسی کو ایمان لانے کے جرم میں قید کیا جاتا تھا، کسی کو گرم پتھر پر لٹا کر اس کی چھاتی پر دوسرا پتھر رکھا جاتا، کسی کے منہ میں لگام ڈالی جاتی ہے اور ہنٹروں سے مار مار کر اسے گھوڑے کی طرح پھرایا جاتا، کسی کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹائی پینچ لٹا دیا جاتا۔ کفار سمجھتے تھے کہ یہی حالت ان کی ہمیشہ رہے گی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام نے بتا دیا کہ یہ حالت بدلنے والی ہے اور مسلمانوں کی دنیوی حیثیت بھی شاندار ہونے والی ہے۔ فتوحات کے بعد کل دنیا نے دیکھ لیا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کیسے متمم و ترفد اور عزت و شان پر پہنچ گئے تھے، جسے دیکھ دیکھ کر صداقت قرآنی کا اقرار اہل کفار و شرار کو بھی کرنا پڑتا تھا۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کے کنبہ سے پوچھا کہ تمہارے ہاں قالین بھی ہیں۔ وہ بولے کہ ہم اور

قالین۔ فرمایا تم کو ملیں گے۔ پھر ایک وقت آیا، جب ان کے گھر میں سارا فرش قالین کا تھا۔ ﴿۱﴾

مہاجرین رضی اللہ عنہم کے متعلق تین پیش گوئیاں

﴿۱﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاعِمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ﴿۱﴾ [النساء: 100]

”جو کوئی شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، اسے ملک میں جائے پناہ بھی بہت ملے گی اور کشائش بھی حاصل ہوگی۔“

﴿۲﴾ قَالِذِينَ هَاجَرُوا وَأُخِرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُودُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَاتَلُوا وَقَاتِلُوا لَا يَكْفُرَنَّ عَنْهُمْ سَبَائِلُهُمْ وَلَا دُحُلَتُهُمْ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۲﴾ [آل عمران: 195]

”پھر جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور انھوں نے جنگ کی اور

مارے گئے، ہم ان کی برائیوں کو بدل دیں گے اور انھیں ان کے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

یہ اجر ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تو بہتر ثواب دینے والا ہے“

﴿۳﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۳﴾ [البقرہ: 20-22]

”جو لوگ ایمان لائے، جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں

بڑے درجے والے ہیں اور یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہیں، پروردگار ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت سناتا ہے۔

ان کے لیے جنت ہے اور وہاں ان کے لیے دائمی نعمتیں ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے۔“

یہ آیات بالا خاصہ مہاجرین پاک کے متعلق ہیں۔

پہلی آیت کا وعدہ دنیا کے متعلق ہے اور دوسری، تیسری آیت کا وعدہ دنیا و عقبیٰ ہر دو کے متعلق ہے۔

مہاجرین گھربار، خویش و تبار، الماک و اموال کو چھوڑ کر صرف اللہ اور رسول کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں پہنچے تھے۔ اللہ تعالیٰ

نے پہلی آیت کے مطابق ان کو بڑی بڑی جائیداد کا مالک بنایا، لاکھوں، کروڑوں کی تجارت ان کے قبضہ میں آئی۔

جنت اور نعم و تقیم کی قسط اول دنیا ہی میں پوری کی گئی۔ غور کرو کہ عراق و شام، ایران و مصر و خراسان و سوڈان کے فاتح سب کے

سب مہاجرین ہیں۔ خالد بن ولید سیف اللہ اور ابوعبیدہ بن الجراح امین الامت، سعد بن وقاص اور عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہم

وہ بڑے بڑے جرنیل ہیں، جنھوں نے ان ممالک میں نور اسلام پہنچایا اور وہاں کے فہم مقیم کو اہل ایمان کے لیے عام کر دیا تھا۔

پیش گوئی

کہ تنگ دستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے

﴿۱﴾ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيَكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴿۱﴾ [البقرہ: 28]

”اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ عہد مستقبل میں تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔“

سَوْفَ: مضارع پر جب آتا ہے تو مضارع کو معنی حال سے نکال کر مستقبل بعید کے معنی میں منتقل کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہ پیش گوئی

انقرض عہد نبوت ﷺ کے بعد پوری ہوئی۔ صحابہ کی دولت مندی اور غنا کا یہ حال تھا کہ ان کو اپنی دولت کا خود بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ ہوتا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قرشی الزہری کا جب انتقال ہوا تو ایک ہزار (1000) اونٹ، تین ہزار (3000) بکریاں اور ایک سو (100) گھوڑے ان کے ہاں موجود تھے۔ نقد و اسباب اس کے علاوہ تھا۔ ان کی ایک عورت کو 3/8 کے حساب سے تراہی ہزار (83000) روپیہ نقد دیا گیا تھا۔^[1]

ابو محمد طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لنگر میں ایک ہزار (1000) درہمی کا روزانہ مصارف تھا۔ درہمی ایک سکہ ہے جو ہم وزن دینار ہے۔^[2] زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار (1000) غلام تھے جو کما کر لایا کرتے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کی کمائی کو خیرات کر دیا کرتے اور ایک حب بھی اپنے پاس نہ رہنے دیتے۔^[3]

پیش گوئی

کہ عرب کے تمام بت ناپید ہو جائیں گے اور بت پرستی معدوم ہو جائے گی

﴿يَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ﴾ [الشوری: 24]

”اللہ اپنے کلام سے باطل کو مٹا دے گا اور حق کی حقانیت کو ثابت کرے گا۔“

باطل سے بت مراد ہیں۔ یہ معنی خود نبی ﷺ نے بتلائے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو صحن کعبہ میں بت استادہ تھے۔ نبی ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی۔ حضور ﷺ چھڑی کے ساتھ بت کی طرف اشارہ کرتے تھے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے تھے۔

﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا﴾ [بنی اسرائیل: 81]

”کہہ دے کہ حق آ گیا اور باطل نکل گیا اور باطل نکلنے ہی کی چیز ہے۔“^[4]

اس پیش گوئی کا چودہویں صدی تک یہ اثر ہے کہ سارا ملک عرب بتوں کے وجود سے خالی اور بت پرستی سے کلیہ پاک ہے۔ آیت میں لفظ بگلیماتہ مکرر غور طلب کہ باطل کو محو کرنے اور حق کو ثابت کرنے کا کام کلمات الہیہ کا ہے۔ کلام اللہ کی تاثیر ہی یہ ہے کہ اس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔

چین، ہند، آسام وغیرہ بت پرست ممالک ہیں۔ ہزار ہا بندگان الہی کا بت پرستی سے اہل عرب کی طرح بیزار ہو جانا، اسی اصول پر تھا کہ جہاں قرآن مجید کی اشاعت ہوئی وہاں وہاں بت پرستی معدوم ہو گئی۔ عیسائیوں میں مذہب پرائسٹنٹ (Protestant)^[5] کا ظہور و قیام بھی قرآن مجید ہی کی تاثیر کا نتیجہ ہے۔

پرائسٹنٹ والے اب تصویر پرستی نہیں کرتے، نہ اپنے گرجاؤں میں مسیح اور مریم اور یوحنا علیہ السلام کی تمثالیں کور کھتے ہیں اور نہ ان کے سامنے کورنش ورکوع کرتے ہیں۔

[1] کتاب الاموال و دی، الاختصاص: 427/1، اسد الغابہ: 478/3، الاستیعاب: 847/2 [2] اسد الغابہ: 87/3

[3] اسد الغابہ: 309/2، الاستیعاب: 563/1 [4] تاریخ: 4287

[5] ایک معروف سکئی فرقہ ہے۔

پیش گوئی

کہ مظلوم مہاجرین کو دنیا میں اچھے ٹھکانے اور آخر میں اجر کبیر ملے گا ﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَآ جَزَاۗءَ الْآخِرَةِ أَكْبَرَ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾
”جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کے لیے ظلم اٹھانے کے بعد، ہم ان کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے، کاش دوسرے لوگ بھی اسے جان لیں۔“ [النحل: 41]

کون کون مقدس لوگ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ صدق کے موافق مورد الطاف ربانی ہوئے۔؟ یہ دیکھنے کے لیے مہاجرین کے اسمائے مبارکہ پر نظر ڈالو۔ ان کی حالت پڑھو، ان کی دنیوی کامیابی سے ان کے اخروی اجر کبیر کا اندازہ لگاؤ۔ ایک مختصر آیت نے کس طرح سینکڑوں ہزاروں کے انجام کا اعلام فرما دیا ہے۔ یہی ایک آیت قرآن مجید کے کلام ربانی ہونے اور مہاجرین کی دنیا و دین میں کامیابی پر دلیل روشن ہے۔

دنیوی و اخروی سعادات کا بیان حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں بھی ہے:
﴿قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهٰذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾
”کہا: ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا۔ ہاں جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ احسان (نیکی) کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔“ [یوسف: 90]
آیت بالا سے ظاہر ہے کہ مہاجرین کے لیے اللہ تعالیٰ نے سعادت دارین کو اسی طرح جمع فرما دیا جس طرح یوسف صدیق علیہ السلام کے لیے جمع فرمایا تھا۔

پیش گوئی

کہ اصحاب رسول ﷺ اور تبعین رسول ﷺ کی ترقی آہستہ آہستہ اور تدریجی ہوگی پھر کمال پر پہنچے گی۔
﴿كَذٰرُوعٍ اٰخَرَجَ شَطَاۗءَ فَآزَرٰهُ فَاسْتَفْلٰظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوۡفٍ يُعْجَبُ الزُّرَّاعُ لَیَغِيۡظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ﴾ [الحج: 29]
”ان کی مثال کھیتی کی سی ہے، جس نے سوئی نکالی، پھر سوئی کو مضبوط کیا، پھر اسے موٹا بنایا، پھر وہ اپنی نال پر کھڑی ہو گئی۔ وہ کسان کو خوش کرتی ہے اور کفار انھیں دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آ رہے ہیں۔“
آیت بالا میں چھ (6) واقعات اور منازل و مدارج کا ذکر ہے۔

① کھیتی کی سوئی کا زمین سے سر نکالنا۔

② سوئی کا مضبوط ہونا۔

③ سوئی کا موٹا ہونا۔

اپنی نالی پر کھڑے ہو جانا۔

یہ ہر دو مراتب مدینہ منورہ میں جا کر پورے ہوئے۔

ہر چہار (4) مدارج ترقی کے بعد دو بیرونی نتائج کا ذکر فرمایا۔

کسان کا اس کھیتی کو دیکھ کر خوش ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا رضوان ہے، جس کا اعلان آیت تکمیل میں ہے۔

کفار کا انھیں دیکھ کر حسد اور غصہ سے جل مرنا۔ یہ ان سب اشخاص اور اقوام کے متعلق ہے جو مہاجرین کا اعلیٰ مناصب پر فائز ہونا نہیں دیکھ سکتے۔

یہ آیت دراصل چھ (6) پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔

ہاں اس پیش گوئی کو اس پیش گوئی کے ساتھ بھی ملا کر دیکھو جس میں اسلام کو شجرہ طیبہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے

پیش گوئی

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے عکاظ منڈی سے خدمت الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے لیے خرید کیا تھا۔ جب طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد ہوا، تب زید رضی اللہ عنہ کو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے مامور کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت پہنایا گیا تو زید رضی اللہ عنہ بھی اسی پہلے دن ایمان لائے، جس دن خدمت الکبریٰ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ لہذا یہ اولین سابقین میں سے ہیں۔ ﴿اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا:

﴿إِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتُ عَلَيْهِ﴾ [الحزاب: 37]

”جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا۔“

آیت بالا سے ظاہر ہوا کہ وہ انعام یافتہ الہی ہیں۔ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ انعام یافتہ الہی کون کون لوگ ہوتے ہیں:

﴿فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾ [احزاب: 69]

”اللہ ورسول کی اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ انبیاء صدیق اور شہداء

وصالحین ہیں۔“

نتیجہ یہ ہوا کہ جو شہید ہے وہ انعام یافتہ الہی ہے اور جو انعام یافتہ الہی ہے وہ اگر نبی یا صدیق نہیں، تو ضروری ہے کہ وہ شہید ہو یا صالح ہو۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے آیت بالا ان کی شہادت کی خبر دینے والی تھی۔ چنانچہ 8ھ میں غزوہ موتہ کی سپہ سالاری کرتے ہوئے شہید ہوئے اور پیش گوئی پوری ہوئی۔

پیش گوئی

غیر اقوام کا مسلمان ہونا اور اسلام کی خدمت میں شاندار کام کرنا

﴿وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ غَوْمًا غَيْرَكُمْ لَا تُمْ لَّا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ [محمد: 38]

[اسد الغابہ 2/350، اصابہ رقم الترمذی: 2897، الاستیعاب رقم الترمذی: 848]

اگر تم منہ پھیرو گے تب اللہ تمہارے سوا دوسری قوم کو بدل دے گا اور وہ منہ پھیرنے والی قوم نہ ہوگی۔“
آیت کا خطاب (جیسا کہ قرآن مجید ہی کی عبارت سے واضح ہے، ان لوگوں کی طرف ہے جو جہاد سے منہ موڑنے والے تھے، اب دیکھو کہ سوڈان، بربر، افریقہ، اندلس، خراسان، سندھ، ہندوستان میں جہاد کرنے والی قومیں وہ ہیں جن کا ان منافقین کے ساتھ کوئی جیسی نسبت تعلق نہیں۔

کرد ترک، مغول، غلطی، غوری، غوری اقوام نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جو خدمات انجام دیں وہ سب اسی پیش گوئی کے تحت میں ہیں۔

اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی

خلافت راشدہ کے متعلق، جس میں خلافت راشدہ کے متعلق علامات بھی واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہیں اور یہ ایک پیش گوئی وراصل چھ پیش گوئیوں کا مجموعہ ہے۔

آیت کریمہ جو چھ پیشین گوئیوں اور ایک وعید پر مشتمل ہے، یہ ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ [النور: 55]

”وعدہ کیا اللہ نے تم میں سے اور ایمان والوں کے ساتھ جنہوں نے عمل بھی اچھے کیے۔“

﴿لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ [النور: 55]

”کہ اللہ ان کو ضرور الارض کا خلیفہ بنائے گا“

﴿كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ [النور: 55]

”جیسا کہ ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا“

﴿وَلَيَمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ [النور: 55]

”اور ان کے دین کو ان کے لیے مکنت، قوت بخشنے گا وہ دین جس کو ان کے لیے اللہ نے پسند کیا ہے“

﴿وَلَيَبْذِلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ [النور: 55]

”اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔“

﴿يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكْ بِي شَيْئًا﴾ [النور: 55]

”وہ میری ہی عبادت کریں گے ذرا بھی شرک نہ کریں گے۔“

﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [النور: 55]

”اور جو کوئی اس حالت کے بعد بھی کفر کرے گا وہی فاسق ہوگا“

یہ وعدہ ہے اور ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو تعلیم نبوت کے ترجمان اور عمل صالح کی صفت سے متصف تھے۔ وعدہ میں مندرجہ

ذیل چھ پیشین گوئیاں شامل ہیں:

اول: الارض کی خلافت

□ خلاف کے لفظ پر غور کرو، اللہ تعالیٰ نے قیام خلافت کے اعزاز کو ہمیشہ اپنے ہی اقتدار و اختیار و انتخاب میں رکھا ہے۔ خلافت آدم علیہ السلام کا ذکر تھا، تب بھی یہی فرمایا:

﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ [البقرة: 30] ”زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔“

سیدنا داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر ہوا تب بھی یہی فرمایا:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ﴾ [ص: 26]

”اے داؤد! ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنایا۔“

اب مومنین صالحین امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ ہوا تو بھی یہی فرمایا: لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمُ لَعْنَى اللَّهِ اِنْ كُوْخِلِفَ بَنَائے گا۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہو گیا کہ خلفائے راشدین کا نام قرآن مجید میں رکھا گیا ہے۔

دوم: یہ کہ ان کا تقرر و انتخاب منجانب اللہ تھا

□ آیت کا نزول 5 ہجری نبوت میں ہوا ہے کیوں کہ اسی سورہ نور میں واقعہ فک بھی درج ہے جو باتفاق علمائے سیر 5 ہجری کا واقعہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ اس وعدہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو 5 ہجری سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے، اس لیے اَمْسُوا اور عَمِلُوا ماضی کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں اس وعدہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کا اسلام یا ولادت نزول آیت ہذا کے بعد ہوئی اور وہ خلافت راشدہ (جس کا تقرر بارگاہ الہی سے ہوتا ہے، کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا۔

□ الارض کے معنی عام بھی ہیں اور خاص بھی۔ جب اس کے معنی وعدہ کی زمین ہیں، تب تو اس سے وہی معنی لیے جائیں گے اور جب اسکے معنی مطلق لیے جائیں، تب معنی میں بھی عمومیت ہوگی۔ قرآن مجید میں اس کا اطلاق ہر طرح سے آیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ [البقرة: 255] الارض سے مراد تمام کرہ زمین ہوگا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کا یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرمانا ﴿وَكَذٰلِكَ مَكِّنَّا يُوسُفَ فِي الْأَرْضِ﴾ [یوسف: 21]

میں الارض سے مراد ملک مصر ہوگا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے: ﴿يَا قَوْمِ ادْخُلُوا فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ [المائدہ: 21]

”اے قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو تمہارے لیے لکھ دی گئی ہے۔“

اس میں الارض سے مراد وعدہ کی وہ زمین ہوگی جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قرار دے دیا ہے

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ [الانبیاء: 105]

”بلاشبہ ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کو ہی زمین کا وارث بنائے گا۔“

اب قرآن کی پیش گوئی میں ہی الارض کی تعیین میں وعدہ کی زمین بھی مراد ہے اور بتایا گیا ہے۔ فلسطین کی وہ زمین موعودہ جو

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو دی تھی جو ہزاروں سال سے اس خانوادہ عالی شان کی ایک شاخ بنو اسرائیل میں چلی آتی تھی۔ اس کا قبضہ اب خلفائے امت محمدیہ ﷺ کو دلا یا جائے گا۔ ان معنی کے لحاظ سے بھی آیت میں صریح پیش گوئی موجود ہے۔ کیوں کہ نزول قرآن بلکہ حیات نبوی ﷺ تک کوئی ایسے آثار و قرائن نمودار نہ تھے کہ مسلمان عرب سے آگے بڑھ کر ارض مقدسہ کے بھی مالک ہو جائیں گے۔

دشمن (خصوصاً سلطنت روم و جوارض مقدسہ کی قابض تھی) یہ تیاریاں کیے ہوئے تھا کہ سرور کائنات ﷺ کے وصال کے بعد فوراً یکبارگی عرب پر حملہ کر دیا جائے۔

مصر اور حبش کے باج گزار بادشاہ بھی اپنے اپنے ممالک سے حملہ آور ہوں اور خود قیصر بھی شام کی طرف سے آگے بڑھے اور اس تدبیر سے تمام عرب پر وقت واحد میں ہی تسلط تام بھی کر لیا جائے اور اس نوخیز مذہب جس نے عیسائیت پر عرب میں غلبہ حاصل کر لیا تھا اور جس نے اپنے عملی دلائل سے تثلیث کی بنیادوں کو سارے عالم کی نگاہ میں متزلزل کر دیا تھا، کا کام یک لخت ختم و تمام کر دیا جائے۔ دشمنوں کی ان تیاریوں پر قرآن پاک فرما رہا ہے کہ زمین موعودہ برگزیدہ مومنوں کو ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ ﴿كَمَا اسْتَخْلَفَ﴾ کی تشبیہ کامل طور پر پوری ہو گئی۔

”الارض“ سے مراد عام ممالک بھی اس پیشین گوئی کے مفہوم میں داخل ہیں اور اسی لیے عراق، فلسطین، شام اور ایشیائے کوچک، مصر و ایران، بحرین و خراسان، مراکو، یونس، سوڈان وغیرہ الغرض وہ سب ممالک جو حملہ کرنے والے دشمنوں کی سلطنتوں میں داخل تھے۔ سب کے سب خلفاء کے قبضہ میں آ گئے۔

﴿آیت اختلاف میں صرف فتوحات کی ہی کا ذکر ہوتا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا، جس خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے وہ صرف برکات دنیوی پر مشتمل تھی۔ مگر غور سے پڑھو کہ آیت تو مکتب دین، عزت اسلام، شوکت مذہب کا بھی وعدہ کرتی تھی۔

ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ دیتا کہ ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ [الکافرون: 6] ”تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔“ میں مذہب غیر از اسلام کو بھی لفظ دین سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ ﴿الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ [النور: 55] کے پاک الفاظ بھی نازل کر دیے گئے۔ اگر ہم قرآن مجید ہی سے ارتضیٰ لہم کا مشارائیہ معلوم کرنا چاہیں تو آیت تکمیل میں یہ الفاظ ملیں گے ﴿وَرَضِيَ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [آل عمران: 19]

اور پھر اسلام کے متعلق ایک اور آیت ملے گی۔ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران: 19] ”بے شک پسندیدہ دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔“

یہ سب آیات اس امر کو استحکام کے ساتھ واضح کر دیتی ہیں کہ خلفاء کا دین ہی اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ دین ہے۔

﴿وَلَيَبْذِلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ [النور: 55]

”اللہ تعالیٰ ان کو ضرور بعد از خوف امن دے گا۔“

اس آیت میں امن بسیط اور آسائش تام اور رفاهیت کامل کا اظہار ہے جو خلافت خلفائے راشدین میں حاصل ہوا تھا۔ سرور عالم ﷺ کی اس پیشین گوئی کا ظہور بھی جو حضور ﷺ نے سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی کہ وہ اپنی عمر میں دیکھ

پس یہ الفاظ پاک اندرونی نظم و نسق پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ الفاظ ماسبق کشور کشائی و گیتی ستائی کے مظہر ہیں۔ دنیا کے کسی فاتح کے زمانہ میں ان دو اوصاف کا جمع ہونا بہت دشوار ہوا ہے۔ سکندر مقدونیہ سے اٹھتا، ایران کو تباہ کرتا، مصر کو خاک میں ملاتا، بابل کا خاتمہ کرتا ہوا رکاو دور یا پرے سے گزرتا ہوا ایشیائے کوچک تک جا پہنچتا ہے۔

تیسویں صدی کے پہلے نصف میں، ترکستان پر قبضہ جمانے کے بعد، کابل پر جلوه آرا ہو کر ہندوستان میں نقارہ شای بجاتا، بغداد کو زیر و زبر کر کے سلطان یلدرم کو انگوڑہ میں اسیر کرتا۔ پھر روس کو مسخر کرتا ہوا تاتار میں جا پہنچتا ہے۔ چین اسی کے عزم سے لرزہ بر اندام ہے اور منگولیا و کوریا کی سلطنتیں اس کے سامنے خراج پیش کر رہی ہیں۔

لیکن ان دونوں کے ملکی نظم و نسق کو دیکھو تو بالکل بچہ بچہ صفر کے برابر۔

قرآن پاک کی پیش گوئی بتلا رہی ہے کہ خلافت ان ہر دو اوصاف عالیہ کی جامع ہوگی اور وہ حکومت کا ایک ایسا نمونہ دنیا میں چھوڑے گی جس کی تقلید کرنے سے آج تک فرانس و امریکہ کی جمہوریت بھی درماندہ عاجز ہے۔

﴿۴﴾ يٰعَبْدُ نَسِيْكَ كَلَفَظَ نَے خَلِفا كے خُلُوص طَلَب اور صَدَق اِرَادَت اور اسْتِحْكَام عِلْم و عَمَل پر مہر لگا دی۔ مالک کی جانب سے کسی بندہ کی قبولیت کا اظہار وہ انتہائی عزت و فخر ہے جو قرآن مجید میں انبیائے کرام ہی کے لیے خاص تھا۔ یہاں اس شرف میں خلفائے راشدین کو بھی شامل کر دیا گیا۔

﴿لَا يُشْرِكُونَ﴾ یہی فرمانے سے وصف کی تکمیل ہوگئی۔ اوصاف عالیہ کی تقسیم اثبات و سلب پر کی جاتی ہے۔ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ وصف مثبت ہے ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ﴾ [خلاص 1-4] صفت سلبی ہے۔ یہاں بھی نفی شرک نے توحید کا کمال، اعتقاد کا رسوخ، ایمان کی سلامتی، دوام عمل کو بخوبی واضح کر دیا۔

﴿6﴾ شینا کے فرمادینے سے شرک جلی کے ساتھ شرک خفی کی بھی نفی ہوگئی۔ ریا و سمعہ کا شائبہ بھی جاتا رہا اور نورِ صدق و صفا کا کامل ظہور ہو گیا۔

ۛ ان علامات کے بعد یہ بھی بتلادیا کہ خلفاء کی برکتوں کا انکار یا اس پیشین گوئی کا اشتباہ بہت برے انجام تک پہنچا دیتا ہے اور بارگاہِ اہلبی سے اسے لعنتی کا خطاب مل جاتا ہے۔

قارئین غور کریں کہ جس خلافت کی خبر دی گئی اور جس کی فتح مندی، نصرت و امن اور دینداری و صداقت گسٹری کی بابت پیشین گوئی فرمائی گئی۔ خلافت راشدہ ٹھیک اسی طرح ہر ایک بات پر پوری اتری جس کی شہادت نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ، بلکہ اعداء کی تحریروں اور ممالک غیر کی تواریخ سے بخوبی حاصل ہوتی ہے۔

ہم کو آیت پر مکرر غور کرنا ہے۔ کیا اس سے موجودہ خلافت کے خلفاء کی تعداد بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں۔

نہیں۔ لہذا مسلمانوں کا یہ مذہب کہ خلافت راشدہ کے والی ابوبکر، عمر، عثمان، وعلی رضی اللہ عنہم چار مقدس ہستیاں ہیں یا بہ شمولیت امام حسن رضی اللہ عنہ پانچ ہیں۔ بالکل صحیح ثابت ہے۔ بلاغت قرآنی کو دیکھو کہ ان چاروں یا ان پانچوں پر نزول آیت کے وقت ﴿اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ﴾ [النور: 55] کی علامت کامل طور پر منطبق شدہ ہے۔

ہماری تمام تر بحث کا مقصد قرآن مجید کی ان پیشین گوئیوں کا ذکر کرنا تھا جو خلافت راشدہ کے متعلق ہیں۔ خلافت کا آغاز بعد از ارتحال نبوی ﷺ ہوا جب کہ نزول وحی کا باب مسدود ہو چکا تھا۔ اب انہی علامات و امارات و بشارات کے مطابق خلافت کا قیام و استحکام اس مالک الانام کا کام ہے جس نے خود اپنا کلام رسول پاک ﷺ پر اتارا۔ اور جس نے خود اپنے رسول ﷺ کی امت میں سے خلافت کے لیے چند نفوس مزی کا انتخاب فرمایا جن کا ہر ایک قول و فعل کتاب اللہ کا مصداق اور کتاب اللہ ان کی مصدق تھی۔

ساتویں پیشین گوئی کہ قرآن کریم کے مخاطبین اولیٰ میں ایک فتنہ عام برپا ہوگا

﴿وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ [الانفال: 25]

”بچو اس فتنہ سے جو تم میں سے صرف ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا۔“

اس آیت میں ایسے فتنہ عام کی خبر دی گئی کہ ظالم و غیر ظالم سب ہی اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔ بے شک قومیت کے فقدان اور نظم ملی کے اختلال کی آفات میں سے ایک یہ بھی آفت ہے کہ اس عصیبت کا اثر سب پر پڑتا ہے۔

شہادت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، واقعہ جمل، واقعہ صفین، شہادت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، واقعہ ہاکمہ کربلا ایسے واقعات ہیں جو اس پیش گوئی کی صحت میں وجود پذیر ہو چکے۔ واقعات بالا میں بڑی تعداد مخاطبین اول قرآن مجید کی تھی اور اس لیے ضمیر منکم میں کاف خطاب یہ استعمال میں لایا گیا اس فتنہ کے وقوع کا امکان اسی خلافت راشدہ کے بعد جو برکات دنیوی اور انوار دینی کی جامع تھی عام وہم و گمان سے بالاتر تھا، لیکن رب العالمین کا علم صحیح آنے والے واقعات پر حاوی ہے اور اس کا کلام ایسے واقعات کا ذخیرہ ہے۔ لہذا ایسے الفاظ میں خبر دی گئی کہ ظالم و غیر ظالم سب پر اس فتنہ کا استعمال ہوگا۔ یہ نہیں بتلایا کہ لوگ اس فتنہ میں حصہ لیں بلکہ فرمایا کہ احتراز و اجتناب اور تقویٰ اختیار کریں۔ صحیح بخاری کی حدیث عن ابی ہریرہؓ میں بھی اس فتنہ کی اطلاع دی گئی ہے۔

مَسْكُونُ الْفِتَنِ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَانِمِ وَالْقَانِمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي ﴿١﴾

”ایسے ایسے فتنے ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑے سے اور کھڑا چلنے والے سے اور چلنے والا ساعی سے بہتر ہوگا۔“

ہمارا مقصود ان دل شکن روح فرسا واقعات کی تفصیل لکھنا نہیں، بلکہ قرآن پاک کی پیش گوئی کا اندراج کرنا ہے کیوں کہ کلام الہی میں ان واقعات پر اشارہ موجود تھا اور یہی امر ہے جو اس کے کلام الہی ہونے پر دال ہے۔

مستہزئین (مذاق اڑانے والے) مکہ کے خلاف پیش گوئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْتَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ﴾

”جو حکم تجھے دیا گیا ہے وہ صاف صاف بیان کرتا رہ، ان مشرکین سے رخ بدل لے۔ استہزا کرنے والوں سے ہم تجھے

کفایت کریں گے۔“ [الحجر: 94-95]

ہم نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین جلد اول میں جماعت مستہزئین کا ذکر کیا ہے۔ اس کمیٹی کے مقاصد یہ تھے کہ نبی ﷺ کی ہنسی اڑائیں۔ نقلیں اتاریں، آوازے کسیں، حضور ﷺ کے وعظ میں شور و شغب سے کھنڈت ڈالیں، منہ چرائیں، بے حرمتی کریں۔ اس ناپاک کمیٹی کے گندے افعال پر غور کرو۔ کیا ان موانع کی موجودگی میں کوئی شخص تبلیغ و اشاعت کا متم بالشان کام سرانجام دے سکتا ہے؟

لیکن آیت بالا میں نبی ﷺ کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنا کام جاری رکھیں، وعظ و نصیح اور بلاغ و انداز کا سلسلہ ٹوٹنے نہ دیں۔ رہا مستہزئین کا رویہ اور طریق، اس کی بابت پیش گوئی کی جاتی ہے کہ ہم ان کو خود سمجھ لیں گے۔ اس پیش گوئی کے تحت میں مستہزئین کے نام اور ہر ایک کا انجام پیش کر دیا جاتا ہے:

1	امیہ بن خلف	سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم و ستم توڑنے والا یہی شخص تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں نے اس راہی الکفر کو خاک و خون میں سلایا اور دارالبوار کو پانچ پایا
2	عاص بن وائل	گدھے پر سوار تھا۔ ایک غار کے برابر پہنچا، گدھے نے ٹھوکر کھائی اور سر کے بل گڑھے میں اوندھا جا پڑا۔ وہاں ایک سخت زہریلا عقرب موجود تھا اس نے کاٹا، سو جن ہو گئی سر سرد کر مرا۔
3	نضر بن حارث	مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا جو اس جماعت میں پیش پیش تھا۔
4	عتیب	جو اسود بن المطلب کا پوتا تھا۔
5	حارث بن زعمہ	جو عتیب کا چچیرا بھائی تھا
6	طیعمہ بن عدی	جو سخت بد زبان تھا۔
7	اسود بن مطلب	جو نقلیں اتارا کرتا تھا۔ ایک درخت کے نیچے سویا۔ اٹھا تو سخت بے چین تھا۔ کہتا تھا کہ میری آنکھوں میں کانٹے چھبوتے جاتے ہیں۔
8	عاص بن منبہ	پہلے گدھے پر سوار تھا۔ طائف کی راہ میں کانٹا لگا۔ اسی کے زہر سے ہلاک ہوا۔
9	منبہ بن حجاج	اندھا ہوا۔ پھر تر پتا ہوا مر گیا۔
10	ابوقیس بن ناکہ	جو نبی ﷺ کی ایذا دہی کو اپنی راحت سمجھتا تھا
11	امیہ بن خلف	مشہور بد زبان تھا۔
12	ابوجہل	جو اس الا شرارت تھا۔
13	عقبہ بن ابی معیط	جس نے حضور ﷺ کی گردن میں سجدہ کرتے وقت پسند اڑا۔

14	حارث بن قیس سہمی	پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا تھا جو اس کے منہ سے نکلا کرتا، اسی ذلت سے ہلاک ہوا۔
15	ولید بن مغیرہ	ایک خزاہی سوار کا نیزہ اکل میں لگا۔ رگ جان کٹ گئی۔
16	ابوہب	عمرہ و طاعون میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہوا۔ دوستوں، عزیزوں نے بھی لاش کو ہاتھ نہ لگایا۔ کوٹھے پر چڑھ کر اس کے قارب نے لاش پر اتنے پتھر پھینکے کہ لاش ان میں چھپ گیا اور یہی ڈھیر اس کی قبر بنا۔
17	اسود بن یغوث	بادموم سے چہرہ چھلسا گیا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے اسے شناخت نہ کیا۔ گھر سے باہر تڑپ تڑپ کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ زبان پیاس کے مارے دانتوں سے باہر نکلی ہوئی تھی۔
18	زبیر بن ابی امیہ	وبا کا لقمہ ہوا۔
19	مالک بن اطلالہ	لبو، رادھ کی قے آئی اور فوراً مر گیا۔
20	رکاز بن عبد یزید	بے کسی و نامرادی میں جان دے دی۔

غور کرو کہ پیش گوئی کتنے اشخاص کی ہلاکت پر مشتمل تھی اور پھر ہر ایک کا انجام کیسے عبرت بخش حالات کے ساتھ پورا ہوا واضح ہو کہ ذات ہمایوں نبی ﷺ کے متعلق دیگر آیات کو مضمون خصائص النبی ﷺ میں درج کیا گیا ہے۔

قریش کے دشمن سرداران دوست بن جانے کی پیش گوئی

﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً﴾ [الممتحنة: 7]

”عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان دوستی قائم کر دے گا۔“

اس کے تحت میں بھی چند مثالوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عسلی کا استعمال امر محبوب کی ترجیح میں ہوتا ہے۔
 ① عبد اللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ نبی ﷺ کا چھو پھیرا بھائی تھا مگر اسلام کا اتنا سخت مخالف کہ حضور ﷺ سے اس نے علانیہ کھد دیا تھا کہ اے محمد ﷺ اگر تو زینہ لگا کر آسمان پر بھی چڑھ جائے اور میری آنکھوں کے سامنے سے اترے، تیرے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں اور وہ تیری نبوت و صداقت کی شہادت بھی دیں تب بھی میں ایمان نہ لاؤں گا۔ ②

یہی عبد اللہ پہ جذبہ توفیق ربانی 8 نبوت میں حاضر دربار ہوتا اور اقرار شہادتیں سے معراج ایمان پر فائز ہو جاتا ہے۔ اہل خبرت اندازہ کریں کہ عبد اللہ نے ضرور وہ کچھ دیکھا جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھنے اترنے اور فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر تھا۔ ③
 ② ثمامہ بن اجمال نجد کا فرماں روا تھا۔ نبی کریم ﷺ کا شہر، حضور ﷺ کا لایا ہوا دین، حضور ﷺ کا وجود باوجود اس کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت تھے۔ وہ مدینہ میں صرف تین دن محبوس رہا۔ جس روز آزاد ہوا، اسی روز بصدول و جان حضور ﷺ کا فریفتہ و شیدا ہو گیا۔ قید کیا ہوا کہ محبت کا صید بن گیا۔ ④

③ عمرو بن العاص اسلام کی مخالفت میں اتنا چالاک تھا کہ قریش نے دربار نجاشی میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا تا کہ مہاجرین پناہ گزین حبش کو

① الہدایہ والتمایہ: 51/3 ② اسد الغابہ: 176/3، اصحابہ: 4561، الاستیعاب: 1482 ③ بخاری: 4372، اصحابہ: 4561، الاستیعاب: 482

اکسٹراڈیشن (Extradition) ملزموں کی طرح حاصل کر کے واپس لائے۔ وہی چند سال کے بعد گردن جھکائے، حیات سے آنکھوں کو قدموں پر جمائے حاضر ہوتا ہے اور بعد ازاں مبلغ اسلام بن کر جاتا ہے اور ملک عمان کے داخل اسلام ہو جانے کی بشارت لے کر حضور نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے۔ ملک مصر کا فاتح اول بنتا ہے۔^[۱]

۴) ابوسفیان صحز بن حرب نے احد غزوہ سویق، احزاب وغیرہ میں مسلمانوں پر حملے کیے۔ بھاری فوجیں لایا۔ مگر وہی اسلام میں داخل ہو کر فتنہ واردہ اور میں ثابت قدم رہ کر فتوحات شام وغیرہ میں نہایت کارگزار ثابت ہوا۔^[۲]

۵) ابوسفیان بن حارث نبی ﷺ کا چچیرا بھائی، شاعر، زبان آور شروع شروع میں اسلام اور مسلمین کی بھج میں شعر کہا کرتا۔ پھر یہ ہدایت ربانی حاضر ہونا اور ابوسفیان سید فقیان اہل الجس کے خطاب سے مشرف ہوتا ہے۔^[۳]

۶) سہیل بن عمرو صلح حدیبیہ میں بھی کفار کی طرف سے کشتہ معاہدہ تھا۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو ان ہی کے خطبہ نے بعد از وفات نبوی ﷺ اہل مکہ کو استقامت و استقلال بخشا اور بالآخر شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔^[۴]

۷) عکرمہ بن ابوجہل شروع میں اسلام کی مخالفت اور کفر کی محافظت میں باپ سے بھی آگے آگے تھا، لیکن جب سے نبی ﷺ کے حضور میں آنے کا موقع ملا کہ جان نثار اور عاشق زار بن گئے۔ فتوحات میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے یہی دست و بازو ہوتے اور دہزار کفار پر اکیلے بھاری سمجھے جاتے۔^[۵]

۸) حکیم بن حزام قرشی اسدی ساٹھ (60) سال کفر میں پورے کیے، بدر میں مسلمانوں کے خلاف بہت بڑا حصہ لیا۔ پھر اسلام لائے اور ساٹھ (60) سال اسلام کی خدمت میں پورے کیے۔ ایک حج کے موقع پر ایک سو (100) اونٹ اور ایک ہزار (1000) بکرے قربانی کیے اور ایک سو (100) غلام آزاد کیے۔^[۶]

۹) عبدیلیل ثقفی جب نبی ﷺ کوہ طائف پر تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لے گئے تو اس نے لڑکوں، غلاموں، اوباشوں کو حضور ﷺ پر پتھر، کچڑ، پھینکنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ لیکن چند سال کے بعد یہ خود معین سرداران قریش مدینہ میں حاضر ہوتا، ایمان لاتا اور اپنی قوم میں مبلغ بن کر جاتا ہے اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو جاتا ہے۔^[۷]

۱۰) بریدہ بن الحبب اسلمی کفار قریش کے انعام صد (100) شتر کی خبر پاتا اور ستر (70) سوار ساتھ لے کر نبی ﷺ کو زندہ پکڑ لانے یا ہلاک کرنے کا عزم کر کے گھر سے روانہ ہو جاتا ہے مگر جب آپ کی آنکھ حضور ﷺ کے چہرہ پر نور پر پڑتی ہے اور کان میں آواز دلنواز آتی ہے تو اپنی پگڑی کو اپنے نیزہ پر باندھ کر حضور ﷺ کا نشان بردار بن جاتا ہے اور غلامانہ ہمرکاب ہو کر آگے آگے چلتا ہے۔^[۸]

ایسی مثالیں سنکڑوں کی تعداد میں پیش کی جاسکتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت بالا اپنی پیش گوئی میں کتنی وسیع اور کس قدر سچی ہے۔ سینکڑوں کے جذبات قلب اور ان کے انجام کی اطلاع دینا رب العزت ہی کے کلام کا کام ہے۔

[۱] تاریخ البخاری: 303/6، تاریخ الاسلام للذہبی: 235/3، اسد الغابہ: 232/4، [۲] مسلم: 4622، 4624، ابن حبان: 4760، ابوداؤد: 3022، مسند احمد: 538/2، دلائل النبوة للحمی: 56/5، اسد الغابہ: 144/6، [۳] سیر اعلام النبلاء: 88/3، اسد الغابہ: 142/6، مجمع الزوائد: 146/6، [۴] اسد الغابہ: 585/2، تاریخ الاسلام: 26/2، شذرات الذهب: 30/1، [۵] موطا: 46، تاریخ الطبری: 63/3، اسد الغابہ: 67/4، طبقات: 329/5، [۶] تاریخ البخاری: 411/3، حمبرۃ النساب العرب: 121، تاریخ اسلام: 277/2، اسد الغابہ: 58/2، [۷] تاریخ الطبری: 345/2، ابن ہشام: 68/2، ابوداؤد: 3026، سیر اعلام النبلاء: 145/1، دلائل النبوة لابن ابی نعیم: 103/1، [۸] سیر اعلام النبلاء: 168/1

پیش گوئی کہ کفار مکہ جو مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں

خود ان کو استحقاقاً داخل کعبہ ہونے کا حق نہ رہے گا

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ﴾ [البقرة: 114]

”جو لوگ اللہ کی مسجدوں میں ذکر الہی کیے جانے سے روکتے ہیں اور مسجدوں کی بے رتقی میں سعی کرتے ہیں، ان سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا۔ ان کو حق نہیں کہ وہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر ڈرتے ڈرتے۔“

مشرک کو کعبہ میں داخل ہونے کی ممانعت کا اعلان سید الحاج ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے 9ھ میں کیا اور آج تک یہی حکم برابر جاری ہے۔ جو لوگ اسلامی لباس سے ملہیں ہو کر وہاں جاتے بھی ہیں ان کی جان ہر وقت خوف و خطر میں رہتی ہے۔

حملہ کفار عرب کے لیے پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے اور خود رسوا ہوں گے

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ﴾ [البقرة: 2]

”یا در کھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہرا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرے گا۔“

یہ آیت اس وقت کی ہے جب تمام معاہدہ شکن کفار کے نام چار (4) مہینے کا الٹی میٹم دے دیا گیا تھا۔ خیال ہو سکتا تھا کہ اکیلے مسلمان اس قدر قبائل و اقوام کے نام بیک پارٹی الٹی میٹم دے رہے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے بطور پیش گوئی دو امور کا انکشاف فرمایا:

① کفار باوجود اپنی قوت و طاقت اور افزونی تعداد وغیرہ کے بھی مسلمانوں کو شکست نہ دے سکیں گے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہار کو اپنی ہار بتایا۔ کیوں کہ کفار کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ دین الہی اور الہی بغض کی وجہ سے تھی۔

② کفار کو ایسی شکستیں ہوں گی کہ وہ اس روز ذلیل ہو جائیں گے۔ آج تک وہ عرب میں بڑے بہادر، بڑے جنگجو اور انتقام گیر سمجھے جاتے تھے۔ مگر مسلمانوں کے سامنے آتے ہی ان کی شجاعت و بہادری کا پول کھل جائے گا اور وہ سارے ملک میں رسوا و ذلیل ہو جائیں گے۔

قبائل بنو اسد و بنو غسان و بنو غطفان وغیرہ کی حملہ آوریوں کا حال مع ان کے انجام کے پڑھو۔ دونوں پیش گوئیوں کا ظہور بخوبی واضح ہو جائے گا۔

دوسری پیش گوئی

مشرکین عرب کے مرعوب کیے جانے اور مسلمانوں پر ان کے حملہ آور نہ ہونے کی پیش گوئی

﴿مَسْلُوفِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا﴾ [آل عمران: 151]

”ہم کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیوں کہ یہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے رہے ہیں اور شرک دو چیز ہے جس کی

تائید میں کوئی دلیل موجود نہیں۔“

مسلمانوں کے ساتھ عہد نبوی ﷺ میں جو مختصر لڑائی جھگڑے ہوئے وہ صرف قریش یا قریش کی معاہدات و اقوام کی طرف سے تھے، جن میں دشمنوں کو ناکامی ہوئی۔ مندرجہ بالا قبائل ایک ایک، دو دو یا مقابل ہوئے اور جو قبیلہ مقابلہ میں آیا اسے پھر نبرد آزما کی جرات نہ پڑی۔ حتیٰ کہ سات (7) سال کے عہد قلیل میں تمام ملک میں امن و امان ہو گیا۔

وہ قبائل جو گھوڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے بدکا دینے پر پچاس پچاس برس تک لڑائی جاری رکھتے تھے اور لڑائی کو معمولی مشغلہ سے بڑھ کر کچھ نہ سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے سامنے ایسے مرعوب ہو گئے تھے کہ کبھی ان کے خلاف نہ اٹھے۔

بلکہ جنگ آور قبائل سے عہد نامے توڑ توڑ کر مسلمانوں کی مخالفت سے دست بردار ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس پیش گوئی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دل میں رعب ڈال دیا تھا، بے شک ایسے ملک میں جس کے خیر ہی میں خون ریزی اور غارت گری تھی، یہ علیحدگی، یہ خاموشی صرف قدرت ربانی ہی کا نمونہ تھی۔

اہل مکہ کے خلاف دو (2) پیش گوئیاں

① ان کے مصارف ان کے لیے سرمایہ حسرت بنیں گے۔

② اور وہ سب مغلوب ہوں گے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُفْقَهُنَّهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾ [النفال: 36]

”کافراں کے لیے زر و مال صرف کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں، ہاں وہ کچھ عرصہ تک اس طرح خرچ کیا کریں گے۔ پھر یہ مصارف ان کے لیے موجب حسرت ہوں گے، پھر وہ مغلوب کیے جائیں گے۔“

کفار کے انفاق زر کا اندازہ ایک غزوہ احد کے مصارف سے ہو سکتا ہے، جس میں پچاس ہزار (50000) مشقال طلا اور ایک ہزار (1000) اونٹ چندہ میں جمع کیا گیا تھا۔

مزید برآں فوج کو ایک ایک دن کی دعوت ایک ایک سردار کی طرف سے دی جاتی تھی ان تمام کوششوں کا انجام حسرت و ناکامی اور اندوہ و حرمان ہی پر ہوا تھا کیوں کہ نہ وہ اسلام کی ترقی کو روک سکے اور نہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو مرتد کر سکے، بلکہ انھوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے رسوم آبائی اور ضلالت قدیم کو تباہ شدہ اور ہلاکت زدہ دیکھ لیا تھا۔

ابولہب کے متعلق پیش گوئی

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ، وَمَا كَسَبَ ۚ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ [اللمب: 1-3]

”ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ تباہ ہو گیا۔ اس کا مال اور اس کی اولاد اس کے کچھ کام نہ آئی۔ وہ مستقبل

قریب میں شعلہ والی آگ کا ایندھن بنے گا۔“

ابولہب نبی ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ وہ حضور ﷺ کے سب سے پہلے کوہ صفا والے واعظ میں حاضر ہوا تھا۔ جب اس نے سنا کہ نبی ﷺ حیات بعد الموت کے اعتقاد کی تلقین کرتے اور اعمال پر آئندہ نتائج مرتب ہونے کی خبر دیتے ہیں تب اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے نبی ﷺ کی طرف اشارہ فرمیں کر کے کہا تھا: **لَكَ مَسَائِرُ الْيَوْمِ الْهَذَا دَعَوْتُنَا** ﴿۱﴾ تجھے دن بھر تباہی رہے، تو نے ہم کو انہی باتوں کے سنانے کے لیے بلایا تھا؟ نبی ﷺ تو سراپا عنقا اور ہمدن ٹکلیب تھے۔ حضور ﷺ نے تو اس فقرہ کا کچھ جواب نہ دیا۔ مگر غیرت الہیہ اپنے حبیب ﷺ کے خلاف ایسے الفاظ کی برداشت کیوں کر کر سکتی تھی؟ لہذا جواب میں خود اسی کے الفاظ اس پر لوٹا دیے گئے اور اس کے حسرتناک انجام کا اعلان بھی بطور پیش گوئی فرما دیا گیا۔ پیش گوئی تین امور پر مشتمل تھی:

① اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف اس کی جملہ تدابیر تباہ ہوں گی۔

② اس کی اولاد اور اس کا مال اسے کچھ نفع نہ دے گا۔

③ وہ خود آگ کا ایندھن بنے گا۔

ابولہب کے چار (4) بیٹے تھے۔ دو بحالت کفر باپ کے سامنے مرے، باپ کو ان سے کوئی فائدہ تو کیا پہنچتا، دونوں کا داغ، دل و جگر کو کباب بنا گیا۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی مشرف بہ اسلام ہوئے اور باپ کی امیدوں کے خلاف نکلے۔

ابولہب خود طاعون میں ہلاک ہوا۔ اہل عرب طاعون سے سخت خائف تھے۔ اس کی لاش کو گھر سے نہ اٹھایا گیا بلکہ چھت کھول کر ہی اوپر ہی سے اس قدر مٹی اور پتھر اس کے ناپاک جثہ پر پھینکے گئے کہ وہی اس کی گور بن گئی۔ یہ پیش گوئی جملہ کفار کی آنکھوں کے سامنے پندرہ (15) برس بعد از نزول آیت پوری ہوئی۔

پیش گوئی کہ ابولہب کی عورت بھی ذلیل موت سے مرے گی

﴿وَأَمْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْخَطْبِ ۖ فَمِنْ حَيْثُهَا خَبِلَ ۖ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ [الہب: 4-5]

”اس کی عورت بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے، ہلاک ہوئی، اس کی گردن میں مونچ کی رسی ہوگی۔“

اس عورت کو نبی ﷺ سے عداوت شدید تھی۔ خود جنگل میں جاتی، کانٹے اکٹھے کرتی۔ رات کو نبی کریم ﷺ کی راہ میں بچھا دیتی تھی۔ تفسیر خازن میں ہے کہ اس کی موت اسی طرح واقع ہوئی جس طرح کلام الہی میں ظاہر کی گئی تھی۔ سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا۔ راہ میں تھک گئی تو گٹھے کو پتھر سے ٹکا کر خود سستانے لگی۔ جب پھر چلنے کا ارادہ کیا تو اسی رسی کا جس سے لکڑیاں بندھی تھیں پھندا گردن میں پڑ گیا اور لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ کی طرف جالٹا۔ جس کے بوجھ کی وجہ سے وہ پھندا اچھانی بن گیا اور ہلاک ہو گئی، اس بدترین موت کی اطلاع کلام الہی میں پہلے سے دی گئی تھی۔ ﴿۳﴾

منافقین کے متعلق پیش گوئیاں

﴿وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [التوبہ: 74]

”تمام دنیا میں ان کا کوئی بھی کام بنانے والا یا ان کو مدد دینے والا نہ ہوگا۔“

اسلام سے پیشتر عرب قبائل کو باہمی جنگوں میں سلطنت فارس یا سلطنت روما کی امداد مل جایا کرتی تھی لیکن جب منافقین کی نسبت اخراج مدینہ کی پیش گوئی فرمادی گئی تو یہ بھی بتا دیا گیا کہ اب کوئی سلطنت ان کی ذرا مدد نہ کر سکے گی۔
راہب فائق نے جنگ احد میں شکست کھا کر سلطنت روما سے مسلمانوں کے خلاف امداد حاصل کرنے کی بہت کوششیں کیں۔
روما کے پادریوں سے بھی امداد حاصل کی، لیکن اسے کوئی بھی مدد نہ مل سکی۔
جلہ بن الاہم غسانی نے مرتد (بارگرو عیسائی) بن جانے کے بعد دربار ہرقل کی برسوں حاضر باشی کی مگر مسلمانوں کے خلاف سلطنت سے کوئی امداد نہ لے سکا۔

یہی حال اکثر منافقین اسلام کا ہوا اور پیش گوئی اپنے الفاظ میں صحیح ثابت ہوئی۔

پیش گوئی: منافقوں کو دگنی مار پڑے گی

﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ [التوبہ: 101]

”ہم ان کو یکے بعد دیگرے (دوہرا) عذاب دیں گے اور بعد ازاں وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“
یہ آیت ان منافقین کے متعلق ہے جو جہاد سے بلاوجہ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے لیے عذاب اول یہ تھا کہ ان کو جھوٹے عذرات پیش کرنے کے لیے بہت سے جھوٹ بنانے پڑے اور وہ قوم و ملک کی نگاہ میں جھوٹے اور خدار ثابت ہوئے اور سب کی نظروں سے گر گئے۔ یہ اخلاقی عذاب سخت ہوتا ہے، کیوں کہ ضمیر انسانی ہر وقت اس کو ستا رہا ہوتا ہے۔ عذاب دوم اس مال و اولاد سے محرومی ہے جن کی محبت میں جہاد ہو کر وہ تارک جہاد بنے تھے۔

دونوں عذاب انھوں نے اپنی زندگی ہی میں چکھ لیے تھے۔ عذاب الیم جو تیسرا عذاب ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے۔

پیش گوئی کہ منافقین خسران میں رہیں گے

﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [الحجرات: 19]

”یہ شیطانوں کا لشکر والے ہیں اور شیطان کا لشکر ہی خسران زدہ ہوگا۔“

سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ پیش گوئی ان منافقین کی بابت ہے جو یہود کو پسند کرتے اور ان کے معاہدہ دوست بنے ہوئے تھے۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ دشمنان الہی کے ساتھ تو دود و اتحاد شیطانی کام ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ ضرور نقصان اٹھائیں گے۔ جنگ احزاب کے بعد منافقین جب نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے، تب یہ پیش گوئی ان پر صادق آئی۔

پیش گوئی ان منافقین کے متعلق جو اہل اسلام میں رل مل گئے تھے

اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہ بتلایا کہ منافق کون لوگ ہیں، اور کہاں آباد ہیں:

﴿وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلٰى الْبَيْتِ﴾ [التوبہ: 101]

”اہل مدینہ میں سے ایسے بھی ہیں جو نفاق پراڑے ہوئے ہیں۔“

اس اخبار غیب میں مصلحت یہ تھی کہ ازمنہ مستقبلہ میں کوئی شخص محض اپنی ہی رائے یا ظنون یا خیال یا تعصب سے اصحاب

کرام جن کو تہمت نہ دے سکے۔ پہلی شرط جو کسی کو منافق کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ باشندہ مدینہ ہو، کسی یمنی، تہامی، مکی، حضرمی وغیرہ ممالک کے صحابہ میں سے کسی پر بھی نفاق کا شبہ یا شائبہ یا سایہ نہیں پڑ سکتا۔ اس میں علامت کے بعد یہ فرمایا۔

پیش گوئی

﴿فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَذِبِينَ﴾ [احکبت: 3]

”اللہ تعالیٰ صادقوں کو اور کاذبوں کو الگ الگ کر دکھائے گا۔“

اس پیش گوئی کی تفسیر پھر ایک اور آیت میں فرمائی۔

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِلُوا تَقْتِيلًا﴾ [احزاب: 61]

”اگر منافق لوگ اور دل کے روگی اور جھوٹی افواہوں کے پھیلانے والے مدینہ میں باز نہ آئیں گے تو ہم رسول کو ان کے خلاف کھڑا کریں گے اور پھر وہ مدینہ میں تھوڑے عرصہ کے سوار رسول کے پاس نہ رہ سکیں گے۔ جتنا عرصہ رہیں گے، لعنت زدہ رہیں گے پھر جہاں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح سے قتل کیے جائیں گے۔“

اس پیش گوئی میں منافقین کا انجام یہ بھی بتلایا گیا اور ان کے انجام کی مدت و ایام کا بھی تعین کیا گیا۔ یہ آیت سورہ احزاب کی ہے۔ واقعہ احزاب 5ھ میں ہوا جس میں ابی بن سلول کی پارٹی کے تین سو (300) سے زیادہ منافق زندہ تھے۔ آیت میں بتلایا کہ ان سب کا حیات پاک مصطفوی ﷺ کے اندر خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ مدینہ سے نکال دیے جائیں گے اور یہاں سے جانے کے بعد ذلت و خواری کے ساتھ قتل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قبل ازیں نبی اکرم ﷺ گرامی ترین ولد آدم چشم ظاہرین کو نظارہ عالم سے بند فرمائیں۔ حضور ﷺ نے دیکھ لیا کہ مدینہ ایسے اشرار سے بالکل پاک ہے۔ یہی راز تھا کہ 9ھ میں جب کہ حضور ﷺ نے حیم داری بنی نضیر کی حدیث کو سر منبر روایت فرمایا تھا۔ مدینہ کا نام ”طیبہ“ رکھ دیا تھا۔

پیش گوئی کی دوسری آیت مندرجہ ذیل پیش گوئیوں پر مشتمل ہے:

① ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ﴾ [احزاب: 60] یعنی اللہ کا رسول ﷺ ان کے خلاف کارروائی کرے گا۔

② ﴿لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا﴾ [احزاب: 61] شہر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کا زمانہ ان کو بہت کم ملے گا۔

③ ﴿مَلْعُونِينَ﴾ [احزاب: 61] ”وہ لعنت زدہ ہوں گے۔ ہر طرف سے ان پر پھٹکار پڑے گی۔“

④ ﴿أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا﴾ [احزاب: 61] ”مدینہ سے نکلنے کے بعد جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائیں گے۔“

⑤ ﴿قُتِلُوا تَقْتِيلًا﴾ [احزاب: 61] ”بدترین طریقہ سے قتل کیے جائیں گے۔“

تاریخ اسلام کے ماہر و واقف جانتے ہیں کہ منافقین مدینہ انہی پانچ (5) پیش گوئیوں کو پورا کرتے ہوئے برے انجام کے ساتھ ختم ہوئے تھے۔



مخلفین جہاد کے متعلق دو پیش گوئیاں

﴿قَرِخَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَكُونُوا كَثِيرًا ۝ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُواكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ﴾ [التوبة: 81-83]

”پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ کے ساتھ نہ جانے پر خوش ہو رہے ہیں۔ انھوں نے برا سمجھا کہ اللہ کی راہ میں مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور یہ بات کہی کہ گرمی میں لڑائی کے لیے نہ جاؤ۔ اے رسول ﷺ! ان سے کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ سخت تر گرم ہے۔ اگر تم میں سمجھ ہے۔ ان کو چاہیے کہ تھوڑا نہیں اور بہت روئیں۔ یہ ان کے فغلوں کی جزا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ آپ کو ان پیچھے رہ جانے والوں میں سے ایک گروہ کی طرف واپس لائے گا اور وہ آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت چاہیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ تم میری معیت میں کبھی بھی نہیں نکلو گے اور میری معیت میں کبھی بھی دشمن کے ساتھ جنگ نہ کر سکو گے۔ تم پہلی دفعہ بیٹھ رہے پر خوش تھے۔ اس لیے اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔“

اس آیت میں ایسی قوم کا ذکر کیا، جنہوں نے موسم گرما میں نبی ﷺ کے ساتھ جہاد میں جانا ترک کر دیا تھا۔ پھر پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی واپسی پر ان میں سے ایک گروہ بارگاہ محمدی ﷺ میں حاضر ہوگا اور آئندہ شریک جہاد ہونے کی اجازت کا خواستگار ہوگا۔

اس کے ساتھ قطعی پیش گوئی کے الفاظ میں بتلادیا کہ اب ان لوگوں کو جہاد ہمرکاب نبوی ﷺ کا شرف نہ دیا جائے گا۔ اس واقعہ کو سورہ الفتح میں بھی بیان فرمایا ہے:

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ لِأَخْذِهَا ذُرُوءًا تَتَّبِعُكُمْ ؕ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكَ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ﴾ [الفتح: 15]

”جب تم مغائم کے حاصل کرنے کو چلو گے، تب پیچھے رہ جانے والے کہیں گے کہ ہم کو بھی ساتھ چلنے دیجیے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل دیں، ان سے کہہ دیجیے، تم ہمارے ساتھ تو ہرگز نہیں جاسکتے۔ یہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی فرمادی ہے۔“

ہر دو آیات سے زمانہ نزول آیات کا بخوبی تعین ہو جاتا ہے۔ سورہ الفتح کا نزول غزوہ حدیبیہ میں ہوا اور مغائم کثیرہ کا حصول خیبر سے شروع ہوا۔ لہذا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے موقع پر ساتھ جانے سے انکار کیا تھا اور بعد ازاں خیبر وغیرہ میں وہی بزرگ گئے جو حدیبیہ میں تھے اور یہ مخلفین کبھی ہمرکاب نبوی جہاد کرنے کا شرف نہ حاصل کر سکے۔ نبی ﷺ کی حیات طیبہ کا زمانہ ان آیات سے قریباً پانچ سال بعد کا ہے۔ متعدد اقوام کے ہزاروں اشخاص کی نسبت ایسی پیش گوئی کا تعلق آئندہ کے سالہا سال سے ہو۔ رب العالمین ہی کے کلام میں ہو سکتی ہے۔

دوسری پیش گوئی

﴿قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ مَسْئِدُ عَوْنٍ إِلَىٰ قَوْمِ أُولَىٰ بِأَنفُسِهِمْ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يَسْلُمُونَ ۖ فَإِنْ تَطِيعُوا
يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [التَّحٰۤتِ 16]

”ان بادیہ نشینوں کو جو پیچھے رہنے والے ہیں کہہ دیجیے کہ تم کو آئندہ قریبی زمانہ میں ایک سخت جنگجو قوم کے لیے بلایا جائے گا۔
تم ان سے قتال کرو گے یا وہ فرمانبردار بن جائیں گے۔“

اگر تم نے (اس وقت) اطاعت کی تب تم کو اچھا اجر دیا جائے گا اور اگر تم نے اس وقت بھی حکم سے منہ پھیرا، جیسے پہلے کر چکے
ہو، تب تم کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

اس آیت کو ہر دو آیات مندرجہ بالا کے ساتھ ملا کر پھر تہہ برد کرو۔

① خلفین کو معیت رسول ﷺ سے قطعاً محروم کر دیا گیا۔

② خلفین کو بعد از رسول کریم ﷺ قریبی زمانہ میں دعوت جہاد دیے جانے کی پیش گوئی فرمائی گئی۔

③ بطور پیش گوئی مقابل کے دشمن کی صفات جنگ جوئی وغیرہ بھی بتلا دی گئی۔

④ اس جنگ کا انجام قتال یا دشمن کی فرمانبرداری بھی بتلا دیا گیا۔

⑤ اس دعوت کی اطاعت پر اجر حسنہ کا وعدہ۔

⑥ دعوت کی عدم تعمیل پر عذاب دردناک کی وعید۔

اب آپ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ پر نگاہ ڈالیں، ان کی اس دعوت عام کے فرمان کو جسے واقف دی ﷺ نے لفظاً لفظاً نقل کیا ہے۔ پڑھیے
اور پھر ان عہد کے نام معلوم کر لیجیے۔ جو خدمت صدیقی میں آئے تھے۔ قبائل اور شعوب کے نام پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ
اقوام تو وہی ہیں جن کو معیت رسول کریم ﷺ میں جہاد کا کبھی موقع نہ ملا تھا۔

پھر آپ دیکھیں گے کہ ان کو روما جیسی سلطنت (امپائر) کے مقابلہ میں روانہ کیا جاتا ہے جو نصف دنیا پر حکمران تھی، جو اپنی
جنگ جوئی اور حرب دانی کا ثبوت ایران جیسی سلطنت کو جو نصف شرقی دنیا کی امپائر (دولت بزرگ) تھی، شکست دے چکی تھی۔ جس کی
فوجیں باقاعدہ اور منظم تھیں۔ جن کا نظام جنگ سب سے اعلیٰ تھا۔ جنہوں نے اپنی ہی ملکیت کے اندر رہ کر صرف مدافعت کرنی تھی اور ان
بادیہ نشینوں نے اپنے ملک سے سینکڑوں میل آگے بڑھ کر جہاں رسد اور ذخائر جنگ کے وسائل بھی مکمل نہ تھے، حملہ کرنا تھا۔

نتیجہ وہی ہوا کہ قتال نے دشمن کا خاتمہ کر دیا اور رعایا نے مصالحت سے فائدہ حاصل کیا اور ہزار ہزار داخل اسلام بھی ہوئے۔
یہ آیت عرب اور شام میں ہونے والے انقلاب اور فتوحات اعراب اور روما کی آئندہ معاشرت و انجام کے متعلق
نہایت صاف ہے۔

یہ آیت دعوت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی اطاعت الہی بتلاتی ہے اور عدم اطاعت پر وعید عذاب بتلاتی ہے۔ اجر حسنہ کا لفظ نہ
صرف آخرت کے لیے ہے بلکہ دنیا بھی اس میں شامل ہے اور یہ لفظ ایک مستقل پیش گوئی ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کے لشکروں
میں شامل ہونے والے تمدن کے بلند ترین ارتقا پر پہنچ جائیں گے اور بائیں ہمدان کی امارت بھی خوبیوں والی ہوگی۔

ایسی پیش گوئی کے تمام اجزاء کا اس طرح پورا ہونا جس کی تصدیق ملکوں اور قوموں کی تاریخ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہو۔
قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی قطعی دلیل ہے۔

غزوات نبوی ﷺ میں سے خاص خاص غزوات کے متعلق تین پیش گوئیاں غزوہ بدر کے متعلق

﴿وَإِذْ يَبْعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَسَآ لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكُلِّ مِآتَةٍ وَيَقْطَعَ ذَابِرَ الْكَافِرِينَ﴾ [الأنفال: 7]

”اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ دشمن کے دو گروہوں میں سے ایک تم کو ملے گا اور تم لوگ یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تم کو ملے اور اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ حق کو اپنے حکم سے حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔“

غزوہ بدر میں ایسے مسلمان شامل تھے جو اچھی طرح سامان جنگ نہ بنا سکتے تھے لہذا ان کی تمنا یہ تھی کہ ان کی مدد بھڑا ایسے ہی دشمن کے ساتھ ہو جو غیر مسلح ہوتا کہ مقابلہ برابر کا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کو سامنے لا ڈالا جو آلات حرب سے پورے طرح مسلح تھے۔ لڑائی کے لیے تیار ہو کر آٹھ منزل آگے بڑھ آئے تھے اور انھوں نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ ان کا مقصد مدینہ پر یورش کرنا ہے۔ یہ تعداد میں بھی مسلمانوں سے سہ چند زیادہ تھے۔ بظاہر مقابلہ کسی طرح نہ ہو سکتا تھا، لیکن رب الفواج کا کلام پورا ہوا۔ اہل حق کی فتح ہوئی اور کافروں کو ایسی رسوائی اور ذلت کی شکست ملی کی کفر کی جڑ کاٹ گئی۔ غزوہ بدر کے متعلق آیت ذیل میں بھی پیش گوئی ہے۔

﴿سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُؤَلُّونَ الذُّبُرُ﴾ [القر: 45] ”جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی۔“

صحیح بخاری میں عکرمہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کفار کو بدر میں شکست فاش ہوئی تب سمجھ گئے کہ اسی جماعت کی شکست کا اعلان آیت بالا میں فرمایا گیا تھا۔ [1] جس میں مبایعین بیعت الرضوان کی بھی ایک پیش گوئی شامل ہے۔

غزوہ خیبر کی پیش گوئی

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [الفتح: 18]

”اللہ سب مومنوں سے خوشنود ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں کو جانچ لیا اور ان پر سکینہ و وقار نازل فرمایا اور فتح قریب کو ان کا انعام بنایا۔“

یہ آیت صلح حدیبیہ کی ہے۔ حدیبیہ میں مسلمانوں نے دیکھا کہ جو حق عبادت چار ہزار (4000) سال سے تمام دنیا کو بلا روک ٹوک حاصل تھا، یعنی بیت اللہ میں پہنچ کر عمرہ ادا کرنا اس سے مسلمانوں کو روکا جاتا ہے۔ جہاں کسی دشمن سے دشمن کو بھی گزند نہ پہنچایا جاتا تھا، جہاں باپ اور بیٹے کے قاتل کو بھی کوئی گرفتار نہ کرتا تھا، وہاں خلیل الرحمن علیہ السلام کے بچوں کو جانے سے اور سنت ابراہیمی علیہ السلام کے مطابق عبادت کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ لات و منات، غزی و ذوالحویصہ کے ماننے والے پتھروں، درختوں، مورتیوں، استھانوں پر ناک رگڑنے

والے ستارہ پرست، تثلیث پرست، دہریے، نفس پرست، خود پرست لوگ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے حرم کی سرزمین پر آتے جاتے ہیں لیکن ان اللہ کے بندوں کو جو احرام باندھے ہوئے ہدی، و بدن (قربانی کے جانور) ساتھ لائے ہوئے ہیں۔ ایک قدم آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ یہی مصائب کچھ کم نہ تھے کہ اتنے میں ابو جندل آ جاتا ہے، پاؤں میں زنجیر لگی ہوئی ہے، جو گھسٹتی آتی ہے۔ سانس پھولی ہوئی ہے، معلوم ہوا کہ مکہ میں ان کو اس جرم میں قید کیا گیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ اب ان کو بھاگنے کا موقع ملا۔ لشکر اسلام میں پہنچ گئے ہیں۔ اس مظلوم کو حاصل کرنے کے لیے کفار نے کہا کہ وہ باہمی عارضی صلح کرنے پر رضامند ہیں بشرطیکہ ان کا یہ قیدی واپس کر دیا جائے۔

قوی فائدہ پر ایک شخص کی آزادی کو قربان کرنا پڑا۔ نبی ﷺ کے دیدار اور حضور ﷺ کی بشارت سے ابو جندل بھی اتنا شاد کام تھا کہ اسے پھر قید میں جانا کچھ گراں معلوم نہ ہوتا تھا۔ الغرض یہاں مسلمانوں کو اس قدر ضبط و صبر اور سکون و وقار و حلم کا نمونہ بنا پڑا کہ نزول سکینہ ربانی کے بغیر کوئی شخص ایسی دل شکن و روح فرسا حالتوں کو برداشت نہ کر سکتا۔ یہ بھی ایک امتحان تھا۔ اس میں کامیابی کے بعد اور مدینہ پہنچنے کے دو ہفتہ پیچھے حکم ہوا کہ یہی لوگ اور صرف یہی لوگ یہودان خیبر کے مقابلہ کو جائیں، وہ جنہوں نے گیا وہ ۱۱ قلعے مستحکم کر رکھے ہیں جو مخفی و غیر آلات کا استعمال کرتے ہیں جس سے عرب بالکل ناواقف تھے۔ جنگ خیبر میں انہی مسلمانوں نے جلالت و بسالت، جواں مردی و شجاعت، فنون حرب سے واقفیت، مدافعت و پیش قدمی کے ایسے ایسے جوہر دکھائے۔ کھلے میدانوں کو اور چوڑی چوڑی خندقوں سے محصور قلعہ جات کو سنگین دیواروں، مضبوط حصاروں کو انہوں نے اس طرح جیت لیا کہ ان کے سامنے کوئی شے بھی نہ ٹھہر سکی۔

پیش گوئی بالا میں مسلمانوں کی دونوں صفات کا ذکر بتایا گیا ہے اور دنیا کو دکھلایا ہے کہ مسلمانوں نے جو ظلم و آلام اسلام میں برداشت کیے، ان میں لا چاری و معذوری کا اتنا دخل نہ تھا جتنا مسلمانوں کی اس قوت ارادی کا تھا کہ دین حقہ کے مقابلہ میں ہر ایک مصیبت کو شرح خاطر اور کشادہ روئی سے سہہ جانا ہی اشاعت دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ ورنہ بڑی سے بڑی قوم، حرب آزما قوم، زرو مال کی قوم قلعوں والی قوم (یہودی) کی ہستی بھی ان کے سامنے چٹختی۔

جس وقت نبی کریم ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے تھے اور ڈھائی سو (250) میل سفر کرنے اور مکہ کی سرحد پر پہنچ جانے کے بعد صرف پانچ میل دور سے واپس آ گئے تھے تو کفار نے اور سارے عرب نے مسلمانوں پر کیا رائے قائم کی ہوگی۔ یہی رائے ہو سکتی ہے کہ قریش کے سامنے یہ ننگے بھوکے بے سر و سامان کر ہی کیا سکتے تھے، لیکن جب انہی لوگوں نے مدینہ سے آٹھ منزل دور جا کر خود سر، امن شکن، مایہ فساد، دشمن امن عامہ، مکاران یہود کو فتح کر لیا تھا تب کس حقیقت کا انکشاف ہوا ہوگا۔

یہی کہ ان لوگوں کا خضوع و خشوع صرف ازراہ تقویٰ ہے۔ ان لوگوں کا عجز و مسکنت صرف یہ قلیل احکام دین حقہ ہے۔ یہ وہ شیر ہیں کہ جب تک ان کو نہ چھیڑا جائے تب تک کسی پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ غرض یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور اہل ایمان کے دو مختلف و متضاد صفات کمال کو دکھلا کر پوری ہوئی۔

آیت بالا میں افظ ﴿اَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلٰیہِمْ﴾ [النحل: 18] مزید مدبر طلب ہے۔ سکینہ الہی کا فیضان یہ ہے کہ قلب کی حالت کبھی آئندہ بھی متزلزل نہ ہو۔ لہذا یہ ایک پیش گوئی ہے کہ بیعت رضوان والے ہی وہ با ایمان بزرگ ہیں جن کے ایمان میں کبھی متزلزل واقع نہ ہوگا۔

غزوہ احزاب کی پیش گوئی

مسلمانوں پر یہ بڑے زور کا حملہ تھا۔ یہودی، قرشی، نجدی، کنانی وغیرہ سب ہی قبائل اس حملہ میں شامل ہو گئے تھے اور غضب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی کے اندر رہنے والے یہودی ان حملہ آوروں سے ملے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی اطلاع اور ان تدابیر کی خبر لے کر لحد دشمنوں کو پہنچا رہے تھے۔ مسلمانوں کے کلیجے منہ کو آ رہے تھے اور کفار کی شوکت و قوت کو دیکھ کر گہری سوچ میں پڑ گئے تھے۔ اعداء کی فوج مختلف لشکروں کا مجموعہ تھی۔ ہر ایک لشکر حزب کہلاتا تھا اور مجموعہ کو چند کہتے تھے۔ کفار کو اپنے باہمی اتفاق اور مکمل ساز و سامان پر بڑے بڑے مغرور تھے۔ اب کلام اللہ سنو۔

ایک فوج ہے جو بہت سے لشکروں پر مشتمل ہے، اسے اسی جگہ ہزیمت ہوگی۔ فرمایا:

﴿أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرُونَ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ [النح: 44-45]

کیا دشمن یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سب متفق ہو گئے اور سب چڑھ آئے ہیں، اس لیے فتح و نصرت ہماری ہوگی۔ مگر تم عنقریب دیکھ لو گے کہ تمام جمعیت ہزیمت کھائے گی اور سب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

اس پیش گوئی کے مطابق یہ ہوا کہ نزول آیات سے پچیس (25) دن بعد محاصرہ رکھنے والے قبائل کی فوجوں میں پھوٹ پڑ گئی اور دو راتوں رات سب چپت (منتشر) ہو گئے اور اس واقعہ کے بعد پھر کسی غیر قوم کو مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یہودیوں اور منافقین کے معاہدات پر دو پیش گوئیاں

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِأَخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مَعَكُمْ وَلَا نَطِيعُ فِلكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ﴾ [النح: 11]

”آپ نے منافقین کی حالت پر غور کیا جو اپنے بھائیوں کافران کا کتاب سے کہہ رہے ہیں۔“

① اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل چلیں گے۔

② ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی بات نہیں مانیں گے۔

③ اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو ہم تم کو ضرور مدد دیں گے۔

اس معاہدہ پر پیش گوئی

﴿وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ﴾

”اللہ بتاتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، اگر یہودی نکالے گئے، تب یہ منافق ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر یہود سے

جنگ ہوئی تو منافق یہودیوں کو مدد نہ دیں گے۔“ [النح: 12]

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بنو نضیر نکالے گئے اور منافقین نے نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ ان کو مدد دی۔

قرآن مجید نے یہ بھی بتا دیا تھا ﴿وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُولُغُنَّ الْأُذُنَ الْمُذْكَرَ ثُمَّ لَا يَنْصُرُون﴾ [النح: 12]

”کہا اگر منافقین ان یہودیوں کی مدد بھی کریں گے تب بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر یہودیوں کو بھی مدد ملے گی۔“

غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر منافقین نے یہودی مدد بھی کی تھی، لیکن پھر بھی ہزاران اسلام کے سامنے سے بھاگنا ہی پڑا اور ہلا کر یہودیوں کے ساتھ منافقین کی طاقت و قوت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور پیش گوئی کا یہ آخری حصہ بھی پورا ہو گیا۔

یہودیوں کے کفر کی خبر اور ایسی قوم کے اسلام کی خبر (پیش گوئی) جو کبھی کفر نہ کرے گی

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ وَالْحُكْمُ وَالنَّبُوءَةُ ۚ فَإِنْ تُكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ﴾ [الانعام: 89]

”یہ وہ لوگ ہیں جن کی قوم کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی تھی۔ اگر یہ لوگ اسلام سے انکار کریں گے تو ہم نے ایسی قوم کو تیار کر رکھا ہے جو کبھی انکار و کفر نہ کرے گی۔“

یہ آیت سورہ انعام کی ہے اور سورہ مذکورہ مکیہ ہے جب کہ اسلام نے ابھی مکہ سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ پیشگوئی میں بتلایا گیا ہے کہ اگر یہ سودخور یہودی ایمان نہ لائیں گے تو کیا ہوا دیکھو وہ بڑے بڑے خود سر قبائل جو حکمران و مطلق العنانی میں صدیوں سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے وہ آیا و قضا داور ربیعہ، معرب سب کے سب تیرے منقاد و مطیع ہونے والے ہیں۔ وہ:

شہر بن یازام ملک صنعاء

منذر بن ساوی ملک الحمرین

جیفر و عباد فرزند ان جلدی، فرمانروان عمان

تیری اطاعت میں آنے والے ہیں۔

اصحٰہ نجاشی ملک حبشہ

اکیدر شاہ دومۃ الجندل

تیرے زیر فرمان ہونے والے ہیں۔

وہ ذی الکلاع حمیری جسے اس کی رعایا سجدہ کیا کرتی تھی اور جس کے جلو میں اس کے ایک ہزار (1000) غلام چلا کرتے تھے۔

وہ ذی ظلم، ذی زود، ذی مران، ذی عمرو، جو شاہان تاجدار تھے اور جن کے خاندانوں میں پشہا پشت سے تخت و تاج چلا آتا تھا۔

تیری خدمت میں کمر بستہ حاضر ہونے والے ہیں۔

ان شاہان تاجدار کے حالات کو پڑھو، جن کا علاقہ حجاز سے بڑا، جن کی فوج آنحضرت ﷺ کے حاضر باشاندگان بارگاہ

سے بہت زیادہ تھی، جو نہ کسی کے رعب میں آنے والے تھے اور جن کو کوئی طمع و حرص مال و منال کی نہ تھی، جن کے علاقہ جات میں مبلغین

اسلام کے سوا کبھی ایک مجاہد و غازی بھی نہ گیا تھا، کیوں کر خود بخود و انشراح خاطر اور طوع کلی و رغبت طبعی سے مسلمان ہو گئے تھے۔

یہ سب کچھ رب العالمین ہی کی قدرت کے کام تھے کہ ایک یتیم، بیوہ کا بچہ، کی ہیبت اس قدر چھا جاتی ہے کہ بادشاہ لرزہ

بر اندام ہیں اور ایک خاک نشین سنگ بر شکم بستہ کی محبت دلوں میں اتنا قیام پکڑ لیتی ہے کہ سب کے سب جان و مال کو فرش راہ پاک کیے

ہوئے ہیں۔ ﴿سُبْحٰنَکَ اَیُّہَا رَبُّنَا﴾

آیت میں لفظ وَتَحْلَسَا پر غور کرو، دہری پیش گوئی ہے۔ ادھر ان لوگوں کے دلوں کو منقاد کر دینے کی اور ادھر حضور خدا و امی ﷺ کو یہ نظارہ دکھلا دینے کی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ملک جو طنج فارس، بحر احمر، بحر روم اور کوہستان شام کے درمیان واقع ہے۔ سر تا سر ایک ہی کلمہ کا گویا۔ ایک ہی ملت کا شیدا۔ ایک ہی ذات قدسی صفات پر خدا اور ایک ہی دین فقیہ پر عمل پیرا ہو گیا تھا۔ دیکھو پیش گوئی میں کتنی وسعت تھی اور کس صداقت کے ساتھ نزول آیات سے دس بارہ سال کے اندر اندر ہی نور گستر ہوئی۔

ارتداد اور مسلمانوں کی تعداد میں بیشی و افزونی کی پیش گوئی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ [المائدة: ۵۴]

”اے ایمان والو! تم میں اگر کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسی قوم کو لائے گا، جسے وہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ ایمان والوں کے لیے متواضع اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔“

آیت میں بطور پیش گوئی بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی مرتد بھی ہو جایا کرے گا۔ پھر بطور پیش گوئی بتلایا کہ ایسے انفرادی نقصان کے وقت اللہ تعالیٰ بڑی بڑی قوموں کو گرویدہ اسلام فرما دے گا۔ اللہ کے ساتھ ان کے معاملات محبت و خلوص کے ہوں گے۔ اہل ایمان سے ان کے تعلقات تواضع و انکسار کے ہوں گے۔ دشمنان دین کے ساتھ وہ غلبہ و فتح و عزت و نصرت کا کرشمہ دکھائیں گے۔

وہ دنیا کی جھوٹی تعریف یا جھوٹی جھوٹے بالاتر ہوں گے اور عملاً و فعلاً اللہ کی راہ میں سرفروش و جان نثار ہوں گے۔ اس آیت کا ابتدائے اسلام سے تا ایں دم ہمیشہ ظہور صدق رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا۔ نبی ﷺ کے انتقال کے بعد مسیلمہ کذاب اٹھا اور اس کے ساتھ ہزاروں لوگ ہو گئے ان کا ارتداد بھی نہ ہوا تھا۔ مسیلمہ اور اس کے اتباع سب کے سب دہری زبان سے نبوت محمدیہ ﷺ کا اقرار کرتے تھے مگر مسیلمہ کے لیے بھی نبوت ثابت کرتے تھے۔ اس قوم کے اندر ثمامہ بن اثال اٹھی جیٹھ اور ان کے اتباع میں ایسے موجود تھے جو مرتدین کے ساتھ جنگ آزما ہوئے اور انھوں نے قومیت یا قرابت کا ذرا لحاظ نہیں کیا۔

اسود غنسی نے دعویٰ نبوت کیا اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے فیروز اور ذاذویہ کو جو قاری النسل اور صاحب فضل و کمال ہیں، کھڑا کر دیا، جنھوں نے اس کی تمام شوکت و قوت کو خاک میں ملا دیا۔

طلیحہ و سجاح نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور اسی اطراف کی اقوام و قبائل نے ان کو ایسا سیدھا بنایا کہ بالآخر ارتداد سے توبہ کر کے داخل اطاعت اسلام ہو گئے اور پھر کبھی خدمت اسلام میں کوتاہی نہ کی۔

ملوک بنی امیہ کا ظلم و جور بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اہل خراسان کو اٹھایا اور انھوں نے ان کی سلطنت کو تہ و بالا کر ڈالا جس کا نتیجہ عباسیوں کا صاحب و سہیم و اورنگ ہونا نکلا۔

عباسیوں نے جہاد میں تعاون کیا تو اللہ تعالیٰ نے سلاطین اندلس کو مغرب میں آل بویہ و آل ہشکین کو مشرق میں اعلیٰ کھمت اللہ کے لیے کھڑ کر دیا۔

تباہی بغداد میں خود مسلمانوں نے کفار کا ساتھ دیا اور ترکان خونخوار کے ہاتھوں سے اس عروس البلاد کو غارت کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس قوم ترک میں اسلام داخل کر دیا۔

وہ ترک جنہوں نے بغداد کو ایسا تباہ کیا تھا کہ شہر کی گلیاں خون سے رنگین اور دریائے دجلہ قلمی کتابوں کی روشنائی سے سیاہ تھا۔ یورپ میں جو اسلام کا جھنڈا قائم کرنے والے ثابت ہوئے۔ وہی خادم حرمین شریفین کہلانے کو سلطان بن سلطان کہلانے سے زیادہ فخر کرنے والے ٹھہرے۔

آریہ نے ملکاتہ میں شدھی کا رواج دیا اور کچھ مسلمانوں کو مرتد بنایا تو خود انہی میں سے کنور عبدالوہاب خان جیسے اٹھے جنہوں نے ہندو نما لوگوں میں اسلام پھنپایا۔

شخص الاسلام محمد امین و خالد لطیف گابا جیسے ہندو پیرستروں اور تعلیم یافتہ لوگوں نے اسلام کا اعلان کیا اور خود آریہ کے مبلغین نے آگرہ وغیرہ کے علماء کے ہاتھوں پر بیعت اسلام کی۔

یورپ میں کنگ جارج (King George) کے قریبی بھائی سر جارج ہملٹن (Sir George Hamilton) نے اظہار اسلام فرمایا اور اس طرح پر اسلام تخت انگلستان کے قریب تر پہنچ گیا۔

لارڈ ہیڈلی (Lord Headly) محمد پکٹھال (Muhammad Pickthall) خالد شیلڈر (Khalid Shielder) جیسے صاحبان علم و فضل حاشیہ برداران اسلام بنے۔

نئی دہلی کے رقبہ میں اگر کوئی پرانی مسجد شہید ہوگئی تو دارالسلطنت فرانس کے شہر پیرس کے وسط میں مسجد جامع تیار بھی ہوگئی اور جرمنی شہر میں آٹھ ہزار (800) نمازیوں پر سایہ کرنے والی مسجد بھی رونق افزائے فضا بن گئی۔ شہر لندن (L) میں بھی مسجد کے لیے زمین حاصل کی جا چکی ہے اور تعمیر شروع ہونے والی ہے۔

ملکانہ کے جاہل علاقہ میں چند نفوس نے اسلام چھوڑا تو چین و افریقہ کے ممالک میں کئی کروڑ مسلمانوں کا اضافہ بھی ہو گیا۔ قسطنطنیہ میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد میں نمایاں ترقی ہوئی۔

یہ جملہ برکات و آثار اور ترقی تعداد افزونی شمار و کثرت انوار اسی آیت مبارکہ کی پیش گوئی کے تحت میں معدود ہیں اور یہی حالت تا انجام دنیا برابر چلی جائے گی۔ ایک شخص کے مرتد ہونے سے دس داخل اسلام ہوں گے۔

لوگوں کا یہ بھرم بھی جاتا رہے گا کہ اگر ہم لوگ بھی غیروں کو اپنے دھرم میں شامل کر لیا کرتے تو مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے۔ ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [التف: 8]

”حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں“

یہودیوں کے متعلق 9 پیش گوئیاں

① یہودی مسلمانوں کا معمولی اذیت و آزار کے سوا اور کوئی نقصان نہ کر سکیں گے اور اگر مسلمانوں سے لڑائی میں مقابل ہوئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

② یہ سعادت مسلمانان انگلستان کو حاصل ہو چکی ہے۔ الحمد للہ اب صرف شہر لندن میں بے شمار مساجد علیہ اسلام کی نوید دے رہی ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز

﴿لَنْ يَنْصُرُوَكُمْ إِلَّا أَذَىٰ ط وَإِنْ يُقَاتِلْوْكُمْ يُوَلُّوْكُمْ الْأَدْبَارَ لَنْ يَنْصُرُوْكُمْ﴾

یہودی پس پردہ سازشیں کرتے رہے، قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ خود جاسوسی کرتے رہے۔ بغاوت کرنے والوں کو چپکے چپکے روپیہ پیسے سے امداد اور سلاحت سے اعانت کرتے رہے۔ اس پر بھی ان کا کیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو میدان میں نکل آئے۔ یہ لوگ فنون حرب سے زیادہ واقف تھے۔ سارے عرب میں آلات قلعہ شکن انہی کے پاس تھے۔ مخفیاتی کا استعمال صرف یہی لوگ جانتے تھے۔ اس لیے عرب کا ہر ایک قبیلہ ان سے دہتا تھا۔ ایسے لوگوں کی شکست فاش کی پیش گوئی ایسی تھی جس کا کفار کو ہرگز یقین نہ ہوتا تھا۔

لیکن ار باب تاریخ کے سامنے یہود ان قبیحان، بنو نضیر، بنو قریظہ، خیبر، فدک، حماء کے واقعات موجود ہیں ہر ایک کا انجام اسی پیش گوئی کے مطابق ہوا۔

آیت بالا میں تین پیش گوئیاں ہیں:

① ایذا دہی سے بڑھ کر وہ کوئی نقصان مسلمانوں کا نہ کر سکیں گے۔

② مقابلہ میں آئے تو کھلی شکست کھائیں گے۔

③ شکست کے بعد کوئی ان کی مدد کو بھی نہ کھڑا ہوگا۔

سینکڑوں میل کے بسنے والے متعدد قبائل پر ایسی زبردست پیش گوئی کا اعلان صرف وہی پروردگار عالم فرما سکتا ہے جو مشارق الارض اور مغاربہا کا مالک ہے اور جسے وہ چاہتا ہے۔ اسی کو فتح و نصرت عطا فرماتا ہے۔

② یہودی موت کی تمنا نہ کریں گے۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ إِلَيْهِمْ﴾ [النجم: 6-7]

”کہہ دو کہ اے یہود اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو اگر تم سچے ہو تو (موت کی آرزو کرو اور یہ ان (اعمال) کے سبب جو کر چکے ہیں۔“

یہود کا عام دعویٰ یہ تھا کہ ہم فرزند ان خدا ہیں اور ہم برگزیدگان اللہ ہیں۔ قرآن نے بتلایا کہ اگر تم کو اس دعویٰ کی صداقت پر خود یقین ہے تو اپنے لیے موت کی دعا مانگو۔

یہ مسلمہ ہے کہ اولیاء ربانی کے لیے حیات دنیوی حجاب ہے۔ یہ حجاب اٹھ جائے تو دوست دوست کے وصال سے شاد کام بن جائے۔ عربی میں مثل ہے: الْمَوْتُ جَسْرٌ يُوصِلُ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ موت وہ پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملا دیتا ہے۔ کسی ولی کی جانب سے تمنائے موت کے معنی عرض داشت وصال کے ہیں اور ایسی عرض و معروض کا بار بار پیش کرنا اور ہر بار اس پر اصرار کرنا لوازم محبت و ولایت میں سے ہے۔

یہاں یہودیوں سے فرمایا گیا کہ ایک دفعہ ہی موت کی تمنا کا اظہار اپنی زبان سے کرو۔ اسکے بعد بطور پیش گوئی فرما دیا کہ یہودی ایسا کبھی نہ کریں گے اور اس کی وجہ بھی بتلا دی کہ اگرچہ ایسے ایسے دعاوی کی لاف و گزاف ان لوگوں کی زبان پر جاری ہے۔ مگر اندر سے

دل پکڑا ہوا ہے۔ معاصی و سینات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے جما ہوا ہے۔ دل و دماغ پر افعال شنیعہ کا اتنا قبضہ ہے کہ موت سے نفرت ہے۔ خدا کے حضور میں جانے سے طبیعت گریز کرتی ہے۔

یہودی اگر سچے ہوتے تو قرآن کو جھٹلانے اور اپنے دعویٰ کی صداقت جتانے کے لیے یا مسلمانوں کو سناتے ہی کو ایک دفعہ کہہ دیتے کہ ”الہی موت دے“ لیکن یہ اخبار تو منجانب اللہ ہو چکا تھا کہ ایسا نہ ہوگا۔ اس لیے اتنا لفظ کہتے ہوئے زبان پر قفل پڑ جاتا تھا۔ اور منہ پر مہر لگ جاتی تھی۔ اور ایسے موقع پر کافر و مشرک بھی یہودیوں کی ”خرد رگل مائدہ“ حالت کو دیکھ کر ہنس دیتے تھے۔

اس پیش گوئی کا مدعا یہ تھا کہ دنیا جہان کے سامنے یہودیوں کے جھوٹے ادعا (اولیاء و احباء اللہ ہونے) کی حقیقت کو ظاہر فرما دیا جائے اور بتلادیا جائے کہ اس صاحب جبروت اور ملک الموت کے حضور میں کسی آفریدہ و مخلوق کو بڑا بول بولنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہودیوں کے متعلق تیسری پیش گوئی

﴿صَبَرْتُ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ مَا قُلْتُ إِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ﴾ [آل عمران: 112]

”اور ڈال دی گئی ہے ان پر ذلت، جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں بجز اس کے کہ اللہ کی ذمہ داری سے رہیں یا لوگوں کی ذمہ داری سے رہیں۔“

اس آیت میں بتلایا گیا ہے:

- ① کہ آئندہ کو یہود دنیا میں ایک آزاد قوم کی شان سے آباد نہ رہ سکیں گے۔
- ② بتایا گیا ہے کہ وہ ذلت و مسکنت کا نشانہ رہیں گے یعنی ان کی اپنی سلطنت کوئی نہ ہوگی۔
- ③ بتایا گیا ہے کہ یا تو ان کو مسلمانوں کے ماتحت جزیہ گزار ہو کر رہنا پڑے گا۔ اس کو بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ فرمایا کیوں کہ ذمی قوم کو خود اللہ تعالیٰ نے حقوق عطا فرمائے ہیں۔
- ④ ہاں ان کو دیگر اقوام کا ٹیکس گزارا وہاں نہ ہو کر رہنا پڑے گا، جسے آیت بِحَبْلِ مِنَ النَّاسِ میں فرمایا ہے۔ گویا ایک آیت کے اندر چار پیش گوئیاں ہیں۔

اس آیت کے مابعد زمانہ پر نظر ڈالو، کیا کسی جگہ دنیا کے پردہ پر اس قوم کی آزاد حکومت قائم ہے؟ کیا ان لاکھوں کروڑوں میں ایک بھی شخص ایسا ہے جو غیر قوم کا ٹیکس گزار نہ ہو۔

ہاں! بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ کی تاثیر یہ ہے کہ وہ ترکی، ایران، مراکو، تیونس میں مسلمانوں کے ماتحت بطور جزیہ گزار پائے جاتے ہیں۔ اور بِحَبْلِ مِنَ النَّاسِ کا اثر یہ ہے کہ وہ روس و امریکہ، انگلستان و فرانس وغیرہ میں دیگر اقوام کے ماتحت آباد ہیں و درجہ اقسام کے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ جنگ عظیم 1914 تا 1918ء میں یہودیوں نے کروڑوں، اربوں روپیہ (متحدین) کو اس لیے دیا کہ ان کی بھی ایک چھوٹے سے رقبہ پر آزاد سلطنت تسلیم کر لی جائے۔ ہر ایک قوم نے جو سینکڑوں من سونا ان سے لے رہی تھی سمجھ رکھا تھا کہ مفتوحہ علاقہ میں سے ان کی درخواست کو پورا کر دیا جائے گا۔

جب جنگ عظیم ختم ہو گئی اور ایفائے مواثیق کا وقت آیا تو یہودیوں سے کہا گیا، وہ سب فلسطین میں آباد ہو سکتے ہیں اور وہاں کی حکم بردار نہ حکومت ان کو مل سکتی ہے۔

یہ شرط ابھی تک پورے طریق سے پوری نہیں ہوئی اور فلسطین کے سابقہ باشندوں نے ابھی تک یہودیوں کے تفوق کو بھی تسلیم نہیں کیا۔^[1]

خیر قبیل کی صورت کو چھوڑ کر دیکھنا تو یہ ہے کہ یہودیوں کے سامنے کیا چیز پیش کی جاتی ہے؟ حکم بردارانہ حکومت! اب قرآن مجید کے الفاظ کو فور سے پڑھو کہ ﴿بِخَبْلِ مِنَ النَّاسِ﴾ کا لفظ کتنا وسیع پڑا ہوا ہے۔ ایک کتاب کسی امیر کے پاس ہوتا ہے، اسے وہاں دودھ، گوشت سب کچھ ملتا ہے۔ ہاں گلے میں زنجیر بھی ڈال دی جاتی ہے تو کیا اس کا یہ رتبہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود کو ایک تہی دست آزاد انسان سے برتر خیال کرنے لگے، صرف اس لیے کہ انسان کو ویسی غذا میسر نہیں جیسی مسٹر ڈاگ کو ملتی ہے۔

بعینہ یہی پوزیشن فلسطین میں یہودیوں کی قائم کی گئی ہے مگر بِخَبْلِ مِنَ النَّاسِ کی زنجیر ضرور گلے میں پڑی رہے گی اور یہ وہ زبردست پیش گوئی ہے جس کے سامنے تمام یورپ کے وزراء دول کی ڈپلومیسی بھی عاجز ہے۔

یہودیوں کے باہمی فرقوں کے اندر عداوت ابدی کی پیش گوئی

﴿فَأَعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ [المائدة: 14]

”ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض قیامت تک ڈال دیا“

اس وقت یہودیوں میں الگ الگ دو توراتیں ہیں۔ ایک تورات یونانیہ ہے اور دوسری سامریہ۔ ایک کتاب کے مقلد دوسری کتاب والے کو قطعی کافر جانتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ بات کے روادار بھی نہیں۔ (قرآنی پیش گوئی کے مطابق یہ بعض یہ عداوت باقیامت اس طرح قائم رہے گی)۔

عیسائیوں کے متعلق تین پیش گوئیاں

[1] عیسائی دنیا میں مال دنیوی سے متمتع رہیں گے

عیسائیوں کو دنیوی مال و متاع ملے گا۔ پھر آخرت میں ان کا فیصلہ ہوگا۔

﴿قَالُوا تَتَّخِذُ اللَّهُ وَلَدًا مُبْخَانًا هُوَ الْغَيْبِيُّ ذَلِكُمْ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ إِنَّ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ مُبِينًا اتَّقُوا اللَّهَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ قُلْ إِنْ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكِبْدَ لَا يُلْحِقُونَ ۝ مَتَاعُ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ [نہس: 68-70]

”ان لوگوں نے کہا کہ اللہ نے ایک بیٹا بنا لیا ہے، اللہ تو اس سے پاک ہے اور وہ تو بے نیاز ہے۔ اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی کی ملک ہے۔ کیا تمہارے پاس اس کی کوئی سند بھی ہے؟ یا اللہ کے خلاف بے علمی سے باتیں بناتے ہو۔ کہہ دیجیے کہ جو لوگ اللہ کے خلاف جھوٹ کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ قلعہ نہ پائیں گے۔ دنیا میں ان کے لیے کچھ حصہ ہے پھر ان کی بازگشت ہماری جانب ہے۔“

[2] بد قسمتی سے مسلمانوں کی اپنی ناپاکی اور کوتاہ بینی سے آج اسرائیل جیسا ملک جو اپنیوں اور بیگانوں کی سازشوں سے دل مسلم پر منحصر کی طرح بیست ہے۔

آیت بالا میں صاف پتا نصاریٰ کا ہے جو مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں اور انہی کی بابت ”متاع فی الدنیا“ فرمایا گیا ہے۔ عام لوگ جب نصاریٰ کی کثرت دولت اور فراوانی زرو مال کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ اس سہن پرست قوم اس قدر انضال و الطاف کیوں ہیں مگر آیت ربانی نے بتلادیا کہ یہ نہ لطف ہے، نہ فضل ہے بلکہ ”متاع الدنیا“ ہے جس کے ساتھ لَا یُعْلَمُونَ لگا ہوا ہے۔ (یعنی فلاح و نجات سے محرومی) یہ تو ممکن ہے کہ کم بین، کوتاہ نظر لوگ اس دولت مندی کی تمنا کرنے لگیں اور قارون کے دیکھنے والوں کی طرح ﴿يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ﴾ [النقص: 78] جو قارون کو دیا گیا کاش وہ ہمیں بھی مل جائے“ کہنے لگیں، لیکن کیا کوئی شخص یہ پسند کر سکتا ہے کہ قارون کی دولت مع انجام قارون اس کے حصہ میں آئے؟ یقیناً کوئی خردمند ایسا پسند نہ کرے گا جس کے ساتھ فلاح اور نجات کی نفی لگی ہو۔ خیر یہ بحث تو الگ ہے، اس وقت بہ اقتضائے مقام یہ لکھنا کافی ہے کہ نصاریٰ کے موجود متول اور تعیش کی پیش گوئی قرآن پاک میں موجود ہے اور یہی امر قرآن کے کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

[2] دوسری پیش گوئی کہ عیسائیوں کے باہمی فرقوں میں ہمیشہ عداوت رہے گی

﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ [المائدہ: 14]

”ان میں وہ بھی ہیں جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا، انھوں نے بڑا حصہ اس کا فراموش کر دیا ہم نے ان میں عداوت اور بغض کو قیامت تک کے لیے بھڑکا دیا۔“

رومی کیتھولک (Roman Catholic) اور پروٹسٹنٹ (Protestant)، یونی ٹیرن (Unitern)، گریک (Greece church)، آئین چرچ (Asian church)، انگلش چرچ (English church)، امریکن چرچ (American church) کے اختلافات اور بغض و عداوت اور تکفیر باہمی کے حالات جس شخص کو معلوم ہیں وہ آیت بالا کی تصدیق بخوبی کر سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ یہ کلام یقیناً منجانب اللہ ہے۔

[3] تیسری پیش گوئی کہ نصاریٰ دربارہ موڈت اہل اسلام سے

زیادہ تر قریب ہیں اور یہود و مشرک زیادہ دور و بعید ہیں

﴿وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى﴾ [المائدہ: 83]

”اہل ایمان سے محبت میں قریب تر تو ان کو پائے گا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔“

عراق و شام کے عیسائیوں، اصفہ، نجاشی، اکیدر، عدی بن حاتم، ابومریم غسانی، وغیرہ حکمرانان ملک کا مطیع اسلام ہو جانا اسی پیش گوئی کے تحت میں تھا۔ آج بھی انگلستان و جرمنی اور امریکہ میں جس قدر اشاعت اور ترقی اسلام کی ہو رہی ہے وہ اسی آیت کے تحت میں ہے۔

سلطنت روما و ایران نیز قریش و اہل ایمان کے متعلق پیش گوئی جس میں دو پیش گوئیاں شامل ہیں

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ تَبَدَّلُوا﴾ [الزمر: 25]

[الزمر: 1-5]

”روما الارض کے قریب مغلوب ہو گیا ہے اور وہ مغلوبی کے بعد چند ہی سال میں غالب آ جائے گا۔ حکم تو اللہ ہی کا ہے۔ پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ اور اس روز مومنین بھی اللہ کی نصرت سے شاد ماں ہوں گے۔ اللہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے، وہی تو غلبہ قدرت والا ہے اور وہی رحم کرنے والا ہے۔“

الارض سے مراد وعدہ کی زمین فلسطین ہے اور اونی الارض سے شام و ایشیائے کوچک کا علاقہ ہے جہاں روما والوں کو خسرو پرویز نے شکست پر شکست دی تھی اور ان کو ان ممالک سے نیز مصر سے باہر نکال دیا تھا۔ کلام الہی میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ نو سال کے اندر اندر روما والے پھر ایران والوں پر غالب آ جائیں گے۔

یہ پیشین گوئی ان دنوں بالکل خلاف قیاس و گمان سمجھی جاتی تھی۔ اتنی بڑی شکست کے بعد ایسی فاتح قوم پر غالب آ جانا اور وہ بھی نو (9) سال کے اندر اندر اہل دنیا کو محال معلوم ہوتا تھا۔ لہذا الہی بن خلف نے اس آیت کو قرآن مجید کے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ اگر وہ صداقت قرآن پر اعتماد رکھتے ہیں تو شرط لگائیں۔ یہ واقعہ 8 نبوت کا ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی کیوں کہ اسلام میں اس وقت تک شرط لگانے کی نہ ہوئی تھی۔ [1]

نزول آیات سے سات (7) سال بعد ایسا ہی ہوا۔ روما میں جو خانہ جنگی اور اندرونی بد نظمی ہو رہی تھی۔ وہ جنرل ہرقل کے بادشاہ بن جانے سے جاتی رہی۔ روما والوں نے پھر از سر نو اپنے از دست رفتہ ممالک کو واپس حاصل کر لیا اور مصر و شام، فلسطین و ایشیائے کوچک پھر سلطنت قسطنطنیہ کے ماتحت ہو گئے۔

الفاظ قرآنیہ بشارت در بشارت پر مشتمل تھے۔ یعنی یہ بھی بتایا گیا تھا کہ مومنین کو بھی اس روز نصرت الہی حاصل ہوگی۔ ایسا ہی ہوا۔ ادھر اہل کتاب نے آتش پرستوں پر فتح حاصل کی اور ادھر بدر کے میدان میں اہل توحید کو اہل شرک پر غلبہ تام حاصل ہوا۔ غور کرنا چاہیے کہ ایک سطر کی عبارت میں چار (4) قوموں اور چار (4) ملکوں اور عظیم الشان سلطنتوں کے متعلق کھلے لفظوں میں پیشین گوئی کرنا اور وہ بھی یہ تعین سن و سال۔ اور پھر اس کا ظاہری الفاظ میں پورا ہونا کیا انسانی علم یا انسانی قدرت کی حد و دوس ہے۔ ان پیشین گوئیوں سے قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

فصل اول 1

قرآن مجید کا اخبار مستقبلہ کو بیان کرنا ہم نے بطور برہان پیش کیا ہے، اسی طرح قرآن پاک

کا اخبار ماضیہ کو بیان کرنا بھی ایک زبردست دلیل اس کے کلام اللہ ہونے پر ہے

قوم ہود، قوم صالح کا تذکرہ کسی اسرائیلی صحیفے میں نہیں مگر قرآن پاک نے اسے بیان کیا۔

عاد و ارم، عاد و اہل کا ذکر بھی صرف قرآن مجید ہی نے سنایا، سبل عرم کا واقعہ نہایت عظیم الشان تھا۔ اس کا بیان بھی فرقان مجیدی میں ہے۔

فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد مصر پر کچھ عرصہ تک اسرائیلیوں کی حکومت کا پتا ﴿وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَءِیْلَ﴾ [اشعراء: 59] قرآن

پاک ہی کے بتانے سے لگا۔ ورنہ تورات اس سے خاموش ہے جیسا کہ مصر کی تاریخ مصر میں ہجرات موسیٰ علیہ السلام کے وقوع سے ساکت ہے۔

مسیح علیہ السلام اور اس کے کارناموں کا ذکر نہروما کی ہسٹری میں ہے اور نہ یہودی تحریروں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔
یہ واقعہ کہ مریم صدیقہ علیہا السلام کو بھی مدتوں تک تثلیث کا ایک اقنوم تسلیم کیا جاتا تھا، عیسائی نہیں مانتے تھے اور نہیں جانتے تھے۔
قرآن مجید کے اعلام کے بعد جب عیسائی محققین نے اس کے لیے کدو کاوش کی، تب ان کو بیان قرآن کی صداقت کا علم ہوا۔
خانہ کعبہ کی عمارت کا بطور مسجد دنیا میں سب سے پہلے تعمیر ہونا اہل تاریخ سے پوشیدہ تھا، لیکن اب یہ واقعہ بالکل مسلم ہے۔
قرآن مجید کا یہ بیان کہ ہر ایک قوم میں اللہ کے رسول بھیجے گئے اور انھوں نے خود اسی قوم کی زبان میں تبلیغ فرمائی اور حجت الہی ان پر ختم کی۔ تمام مذاہب کے لیے ایک کنز مدفون تھا۔
اور اسی لیے اسرائیلی پارسیوں کو جھٹلاتے تھے اور پارسی اسرائیلیوں کو اور پھر یہ دونوں مل کر اہل ہند کے کذب تھے اور اہل ہند ان دونوں کی تکذیب کرتے تھے۔

پھر یہ تینوں مل کر مصریوں کو جھوٹا بتاتے تھے اور مصری ان تینوں کا جھوٹا ہونا کچھ سمجھتے تھے۔
پھر یہ چاروں مل کر مشرق بعید چین و جاپان کو دروغ گو کہا کرتے تھے اور چین و جاپان ان چاروں کو۔
اسی طرح کذب و دروغ اور بطلان کا سلسلہ ساری دنیا کو گھیرے ہوئے تھا۔ قرآن کریم ہی نے اس راز کا انکشاف کیا اور قوموں کو قوموں سے، ملکوں کو ملکوں سے قریب تر ہونے کا طریق بتایا۔ قرآن عظیم ہی نے اس سلسلہ کے ختم کر دیے جانے کی اطلاع دی اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرما کر اقوام عالم کو اس دعوت عامہ اور وحدت ملیہ اور اتحاد کلیہ کا سبق پڑھایا۔
قرآن کریم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتا ہی تھا کہ یہودیوں، عیسائیوں، پارسیوں، ہندوؤں، مصریوں اور چینیوں کے دل اور زبان پر محکم مہر لگ گئی اور اس اعلام کے بعد کسی نے کسی کو آکاس بانی کا سننے والا، سروش یزدانی سے گفتگو کرنے والا، وحی ربانی کا حاصل کرنے والا تسلیم نہیں کیا۔

اور یہی قرآن حمید کے کلام اللہ ہونے پر دلائل بینہ سے قوی ترین دلیل ہے۔
اب باب خصائص القرآن کو ختم کیا جاتا ہے اور قرآن پاک کی صرف ایک آیت اہل فکر و ہوش کے غور و تدبر کے لیے لکھ دی جاتی ہے۔

﴿ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ [نمل: 24]
”لوگ کیوں قرآن پر تدبر نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں؟“
اللہم صلی علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



خصائص اسلام

فصل نمبر 1: اسلام ہی دین التوحید ہے

آج دنیا پر صادق ہو گیا ہے کہ ہر ایک مذہب کی صداقت کا معیار اور اس کی سچائی کی دلیل صرف مسئلہ توحید ہے۔ اب تو مناظرہ کے وقت بت پرست بھی اپنے ٹھا کروں اور دیوتاؤں کو وساطت کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور اہل تثلیث اور اہل صہو یہ بھی تثلیث و حثنیہ میں توحید ثابت کرنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں۔ ویدانت والے بھی ”ودیتا سہی“ کہنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد اور وحید دین ہے جس نے توحید کو مکمل طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام ظاہر کرتا ہے کہ جملہ انبیاء و رسل کی دعوت صرف واحد مسئلہ توحید کی طرف تھی:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [الأنبياء: 25]

تجھ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسے یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔

فرمایا:

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يَعْْبُدُونَ﴾ [الزمر: 45]

”اپنے سے پہلے رسولوں کے حالات معلوم کرو کہ کیا ہم نے کبھی بھی اور کسی کو بھی ذات پاک رحمن کے سوا معبود ٹھہرایا ہے جس کی عبادت لوگ کیا کریں۔“

اسلام ہی کی تعلیم ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ [النساء: 36]

”اللہ ہی کی عبادت کرو اور اللہ کی عبادت میں کسی شے کی ذرا بھی ملاوٹ، آمیزش اور شرک نہ کرو۔“

توحید ہی کا بیان فرمایا گیا ہے:

﴿أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْوَلِيُّ﴾ [الشورى: 9]

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو کارساز بنالیا کہہ دو کہ کارساز صرف اللہ ہی ہے“

توحید خالقیت اور توحید قدرت کے متعلق فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا

يَسْتَفِيدُوا مِنْهُ ضَعْفَ الطَّالِبِ وَالْمُطْلُوبِ ۚ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَعَزِيزٌ﴾ [الحج: 73-74]

”اللہ کے سوا جن جن کو پکارتے ہیں وہ ایک کبھی بھی تو نہیں بنا سکیں گے خواہ وہ سب مل جل کر ہی ایسی کوشش کریں اور

اگر کبھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے کچھ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ یہاں تو طالب و مطلوب دونوں رہ جاتے

ہیں۔ ان لوگوں نے تو اللہ کو قدر و شان کے مطابق جاننا ہی نہیں۔ بے شک قدرت والا تو صرف اللہ ہی ہے۔“

آیات بالا پر غور و تدبر اور غور تعمق سے مکرر چائی کرنا واجب ہے کہ الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، ولایت اور قدرت کی صفات میں اللہ تعالیٰ کا واحد و وحید ہونا ثابت کیا گیا ہے اور اسی ثبوت کے ساتھ ساتھ شرک جلی و خفی کی نفی فرمادی گئی ہے۔ یہ اسلام ہی کی توحید ہے، جس کا ثبوت کلام اللہ العزیز سے ملتا ہے اور جس کی تائید علم و عقل اور سمع سے ہر منزل ہر گام پر ہوتی ہے۔ یہ اسلام ہی کی توحید ہے جو فطرت صحیحہ اور عقل سلیم کے براہین سے مشید ہے اور جس کا مخاطب ہر ایک وہ قلب سلیم ہے جو روحانیت کی زندگی سے مستفیض ہے۔

اسلام کی توحید کا مسئلہ عیسائیت کی تثلیث کی طرح نہیں ہے جس کو پادری لوگ فہم سے بالا تر اور عقل سے بلند تر کہا کرتے ہیں اور جس پر بغیر سمجھنے کے ایمان لانے کو واجب بتایا کرتے ہیں۔ اسلام تو ابتداءً دعوت ہی میں ہر ایک انسان پر اپنی حجت اس طرح قائم فرماتا ہے۔

﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [الحج: 46]

”کیا وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان کے دل سمجھنے والے اور ان کے کان سننے والے ہو جاتے ہیں، ہاں آنکھیں بے نور نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل جو سینہ کے اندر ہیں بے نور ہو جایا کرتے ہیں۔“

آیت بالا میں قلوب اور عقل، اذان اور سمع، البصار اور عی کے الفاظ موجود ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ اسلام سمع و بصر کو اور قلوب و بصیرت کو مخاطب ٹھہراتا اور ان ہی براہین پر اثبات توحید کے ایوان کو استوار کرتا ہے۔

اسلام ہی ہے جس نے توحید کو مکمل بیان کرنے میں توحید فی العبادۃ، توحید فی الاستعانة، توحید فی القدرة، توحید فی التصرف، توحید فی الذات، توحید فی الصفات کے الگ الگ عنوانات قائم کیے اور ہر ایک عنوان کے تحت میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور نبی ﷺ کے ارشاد سے ان مسائل کو محکم و قوی بنایا۔ آیات ذیل پر پورے غور سے تدبر کرو، تاکہ عنوانات بالا کے متعلق آپ کی معلومات میں وسعت پیدا ہو، ایمان بڑھے اور یقین ترقی پائے۔

﴿إِنَّا لَكَ نَعْبُدُ وَإِنَّا لَكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحہ: 4]

”ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم صرف تجھ ہی سے استعانت چاہتے ہیں“

صاحب کشف نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: وَتَقْدِيمُ الْمَفْعُولِ لِقَصْدِ الْإِخْتِصَارِ یعنی لفظ نَعْبُدُ اور لفظ نَسْتَعِينُ سے پہلے إِنَّا لَكَ لانے سے یہ فائدہ نکلا کہ عبودیت اور استعانت کا خاص اللہ ہی کے لیے ہونا ثابت ہو گیا۔ [1]

توحید فی الاستعانت کے متعلق سورہ یوسف میں ہے

﴿وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ﴾ [یوسف: 118] ”صرف اللہ ہی ہے جس سے استعانت لی جائے۔“

سورہ انبیاء میں ہے:

﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ﴾ [الانبیاء: 112] ”ہمارا پروردگار ہی کمال رحمت والا ہے، اسی سے مدد حاصل کی جاتی ہے۔“

حدیث شریف میں ہے:

﴿اللَّهُمَّ آعِنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾ [1]

”اے اللہ! اپنے ذکر اور شکر کے لیے اور بہتر عبادت ادا کرنے پر میری مدد فرما۔“

توحید علم کے متعلق ملائکہ کا بیان ہے:

﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ [البقرہ: 32]

”اے رب تو جملہ عیوب اور نقائص اور اوٹاس سے پاک ہے، ہم کو علم نہیں، لیکن اتنا ہے جتنا تو نے ہم کو سکھلایا ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان میدان محشر میں جملہ خلائق کی موجودگی میں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ ہوگا:

﴿تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ [المائدہ: 116]

”جو میرے دل میں ہے اسے تو جانتا ہے اور جو میری ذات کے اندر ہے اسے میں نہیں جانتا تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔“

﴿وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [الزمر: 85] ”قیامت کا علم تو اسی کے پاس ہے۔“

﴿إِنَّمَا أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ﴾ [ہود: 14] ”یہ کلام تو اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے۔“

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ﴾ [الانعام: 59] ”علم غیب اسی کے پاس ہے۔“

﴿اللَّهُ تَعَالَىٰ فِي سَمَاءٍ حُشًى﴾ [اسماء حُشًى میں سے ایک اسم ”علیم“ کا استعمال کون سے دیگر اسمائے حُشًی کے ساتھ مقرون ہو کر وارد ہوا ہے تو

ترکیب ذیل نظر آئے گی۔

علیم قدیر، علیم خیر، علیم حکیم، واسع علیم، علیم حلیم، الخلاق العلیم، عزیز علیم، قہار علیم، سمیع علیم، شاکر علیم کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کمال علم کے ساتھ قدرت و خبرت، حکمت و وسعت، حلم و خلق، عزت و فتح، جمع و شکر کے اوصاف کا ہونا بھی ضروری ہے اور جو علم ان صفات کے ساتھ ساتھ ہو وہ انسان و ملک کے علم سے (خواہ وہ انسان و فرشتہ کتنا ہی ذی علم کیوں نہ ہو) بسا ارفع و اعلیٰ ہے۔

توحید فی القدرت کی بابت آیات ذیل پر مبنی:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ [قر: 49] ”ہم نے ہر ایک شے کو ایک اندازہ پر پیدا کیا۔“

﴿وَبَارَكْ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا﴾ [حم سجدہ: 10]

”اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں (رہنے والوں کی غذاؤں کی چیزیں بھی اسی میں کر دی“

﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ﴾ [المومنون: 18] ”ہم نے پانی اوپر سے حسب اندازہ نازل کیا۔“

﴿وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرہ: 284] ”اللہ کو ہر شے پر قدرت حاصل ہے۔“

﴿وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذْ يَشَاءُ قَدِيرٌ﴾ [الشوری: 29]

”وہ جب چاہے گا تو اپنی قدرت سے سب مردہ جسموں کے گوشت پوست کو جمع فرمادے گا۔“

[1] ابوداؤد: 1527، مجمع الزوائد: 172/10، کنز العمال: 3865، 3457، عمل الیوم واللیلہ: 115

ان آیات میں دکھلایا گیا ہے کہ ہر شے کو ابتداء سستی میں لانا پھر اس کے لیے قدر و اندازہ مقرر کرنا پھر اسے معدوم کر دینا، پھر اسے موجود کر دینا، اسی مالک کی قدرت کے اندر ہے۔ آسمان کی برکتوں اور زمین کی طاقتوں پر اس کی قدرت تسلط رکھتی ہے۔ مادہ اور روح اس کی مخلوق اور اسی کی قدرت کے تحت میں ہیں۔ فتح و شکست قوموں کا اقبال و ادبار زمانہ کا انقلاب، موسموں کا تغیر، جمادات و نباتات، حیوانات اور انسان و ملائک کے خواص و مایات اور کوائف و احوال سب اسی کی قدرت کے تحت میں ہیں۔ یہ وہ قدرت کہ انسانوں کا جانا پہچانا قانون قدرت اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ وہ قدرت ہے جسے انسانوں کے تجربات عادات محصور نہیں کر سکتے۔ اس صفت میں اسی مالک کو یکتائی وحدت حاصل ہے۔

توحید فی الذات والصفات کا بیان بھی بہت وسیع ہے۔ فرمایا:

﴿يُنِىٰ اَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ اِلَّا اَنَا﴾ [طہ: 14]

”اللہ تو میں ہی ہوں، میں ہی معبود ہوں اور کوئی معبود نہیں۔“

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا إِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَالِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

”اللہ نے بتایا اور ملائکہ و اہل علم نے بھی ظاہر کیا کہ وہی اللہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اسی کا عدل و انصاف قائم ہے،

اسی کا معبود ہونا برحق ہے۔ دوسرے کا نہیں۔ وہی عزیز وہی حکیم ہے۔“ [آل عمران: 18]

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنزَلَ التَّوْرَةَ

وَالْاِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ وَهُدًى لِّلنَّاسِ ۝ وَاَنزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ [آل عمران: 2-4]

”اللہ ہے، اس کے سوا اور تو کوئی بھی الہ نہیں۔ اسی نے محمد ﷺ پر کتاب کو حق کے ساتھ بھیجا۔ یہی کتاب اپنے سے پہلی

تعلیم کی تصدیق کرتی ہے۔ اس نے قبل ازیں تورات و انجیل کو نازل فرمایا کہ لوگوں کی راہنمائی ہو۔ اسی نے قرآن کو اتارا۔“

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ﴾ [آل عمران: 6]

”وہی ہے جو انسان کی صورتیں ارحام میں اپنے فشا کے موافق بناتا ہے۔“

﴿تَنْزِیْلُ الْکُتُبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیزِ الْعَلِیْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ذِی الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾

”یہ کتاب اس اللہ نے اتاری جو قدرت اور علم والا ہے۔ وہ گناہوں کو بخش دینے والا ہے۔ وہ توبہ قبول فرماتا ہے۔ وہ

خفت عذاب اور جو دو عطا والا ہے۔“ [المومن: 2-3]

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المومن: 60]

”تمہارے پروردگار کا فرمودہ ہے کہ مجھے پکارو، مجھ سے مانگو، میں سنوں گا۔ میں قبول کروں گا۔“

﴿اللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ اللَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ﴾

”اللہ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے نفس کے لیے بنایا کہ تم اس میں آرام لو اور دن کو آنکھیں روشن کرنے والا بنایا۔

بے شک اللہ کے فضل و احسان انسان پر بہت ہیں۔“ [المومن: 61]

﴿ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ [المومن: 62]

”اے لوگو! یہی اللہ ہے جو تمہاری پرورش کرنے والا ہے، وہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔“
﴿اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمُ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُم فَبَارِكْهُ اللَّهُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [المومن: 63-64]

”اللہ ہی ہے جس نے تمہارے رہنے کو زمین بنائی اور آسمان کو خیمہ بنایا، اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تم کو خوب رو بنایا، اسی نے تم کو پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ لوگو! تمہارا پروردگار یہی تو ہے۔ ہاں! اللہ بڑی برکتوں کا بخشنے والا ہے، وہی زندہ ہے، وہی سب کا معبود ہے اور کوئی معبود نہیں، لہذا تم اسی کی عبادت ساری سچائی کے ساتھ بالکل اسی کے بن کر کیا کرو، خوبی اور کمال اور وصف و جمال کی سب اقسام کا مالک وہی ہے جو تمام جہانوں کی پرورش فرماتا ہے۔“

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ [الانعام: 103]

”انسان کے حواس ظاہری و باطنی اس کا ادراک نہیں کر سکتے اور وہ جملہ قوتی کا ادراک رکھتا ہے۔“
﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [لہذا تم اسی کی عبادت ساری سچائی کے ساتھ بالکل اسی کے بن کر کیا کرو، خوبی اور کمال اور وصف و جمال کی سب اقسام کا مالک وہی ہے جو تمام جہانوں کی پرورش فرماتا ہے۔“
﴿وَيَقْدِرُ أَنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الشوریٰ: 11-12]

”اس کی مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں، وہ سب سے پہلے اور بصیر ہے، آسمانوں اور زمین کی کھیاں اسی کی ملک ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور اندازہ کا دیتا ہے وہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔“

﴿فَلَا تَضُرُّوهُ الْاِمْتِنَالُ﴾ [الحمل: 74]

”اللہ کے لیے کہاوتیں اور مثالیں نہ بیان کیا کرو۔“

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ [لہذا تم اسی کی عبادت ساری سچائی کے ساتھ بالکل اسی کے بن کر کیا کرو، خوبی اور کمال اور وصف و جمال کی سب اقسام کا مالک وہی ہے جو تمام جہانوں کی پرورش فرماتا ہے۔“
﴿ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ [البقرہ: 255]

”اللہ ہے، وہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔ وہی زندہ و پائندہ ہے۔ اونگھ یا نیند کا اس پر اثر نہیں۔ آسمان اور زمین اور ان کی سب چیزیں اسی کی ہیں۔ کون ہے جو اس کے پاس شفاعت اذن کے بغیر کرے، وہ سب کی اگلی پچھلی حالتوں کو جانتا ہے۔ مگر مخلوق اس کے علم کا ذرا بھی احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کا علم آسمان و زمین سے فراخ تر ہے، وہ آسمان و زمین کی حفاظت میں تھک نہیں جاتا۔ وہ سب سے بالا تر ہے اور سب سے بزرگ تر ہے۔“

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ [اللہ الصمد] ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ [وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ] [الغلاس: 1-4]

”بتا دو کہ وہ اللہ ہے، وہ اللہ ایک ہے، اللہ سب کی حاجات کو پورا کرنے والا ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اس کی کفو کا کوئی بھی نہیں۔“

قارئین! میں نے ان آیات کو جمع کر دیا ہے اگر ان کے معانی اور فوائد پر کچھ تحریر کیا جائے تو اس کے لیے کتاب ضخیم درکار ہے۔ تدبر کرنے والے کو پتا لگ جائے گا کہ جو توحید اسلام سکھاتا ہے اور قرآن پیش کرتا ہے، وہ فلاسفوں کی توحید سے بالکل ارفع و اعلیٰ ہے، جو جو ہر عرض اور قدیم و حادث ہیولی اور مادہ کے متعلق الفاظ اور فرض اشکال کا مجموعہ ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات باقی ہی نہیں رہتی۔

نیز اسلامی توحید اس اعتقاد تجسم سے بھی بالاتر ہے، جس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے ایک مجسم شے بتاتے ہیں اور اس اعتقاد تنزیہ سے بھی اعلیٰ ہے، جس میں نفی صفات کو تقدیس کہا جاتا ہے۔

آیات قرآنیہ سے عرفان صحیح حاصل ہوتا ہے اور اسی عرفان سے قلب سلیم نور یقین سے منور ہو جاتا ہے۔ بیان توحید میں اسلام کا یہ اسلوب خاص خصوصیت رکھتا ہے۔

فصل دوم 2

اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے

① مذہب کا بحیثیت مذہب نمایاں جوہر یہ ہے کہ اس میں روحانیت موجود ہو، اگر کسی مذہب میں روحانیت موجود نہیں تو اسے مذہب کہنا غلط ہے، بلکہ وہ ایک سوسائٹی (Society) جمعیت ہے۔ دنیا میں جس قدر مذہب قدیم پائے گئے ہیں، ان میں سے کوئی مذہب ایسا نہیں، جس نے روحانیت کی موجودگی کا دعویٰ نہ کیا ہو، عام اس سے کہ وہ دعویٰ کہاں تک صحیح تھا، نیز قطع نظر اس سے کہ روحانیت کا مفہوم بھی درست سمجھا گیا یا نہیں۔

یہ مسلمہ ہے کہ انسان نام ہے روح و جسم کے مجموعہ کا۔ جسم کی ضروریات جسمانی اور مادی اشیاء میں پوری ہو جاتی ہیں، جن اشیاء پر تفرہ اور عیش، آسوگی و آرام، ناز و نفعت اور شادمانی و مسرت کے نام اہل دنیا استعمال کرتے ہیں۔ یہ جملہ اشیاء جسمانی ہوتی ہیں اور ان کے استعمال سے جو تلذذ (لذت) حاصل ہوتا ہے، وہ بھی مادیت کو لیے ہوئے ہوتا ہے۔

لہذا قابل غور یہ رہ جاتا ہے کہ روح کی شادمانی و مسرت کی اشیاء کیا ہیں اور کیوں کر حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس عنوان کے تحت میں ان لوگوں سے خطاب کی ضرورت نہیں، جو روح انسانی کے وجود سے منکر اور روحانیت سے قطعاً بے خبر ہیں، کیوں کہ ہمارا مقصود اسلام کو مذہب عالم کے سامنے پیش کرنا ہے، نہ کہ منکرین مذہب کے خیالات کی تنقید۔

② گوتم بدھ نے روحانیت کا ذکر صاف لفظوں میں نہیں کیا، وہ انسان یا روح انسان کے لیے صرف یہی اعلیٰ کمال تصور کرتا ہے کہ انسان دکھ سکھ کی بندشوں سے آزاد ہو جائے، اس کی تعلیم پر گہرا غور کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اس کا سبق اخلاق انسانی کے بیان سے آگے نہیں بڑھا۔

③ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں توحید کا بیان موجود ہے۔ اسی قدر جو ابتدائی مراتب ایمان کے لیے ضروری ہے۔ ان کی تعلیم میں رو شرک موجود ہے مگر اسی قدر جو شرک اعظم کے رو کے لیے ضروری ہے۔ بعد ازیں روحانیت کا ذکر نہیں کیا گیا، جس کی وجہ افراد امت کی پست فطرتی و دنیا طلبی تھی۔

④ داؤد علیہ السلام کی زبور میں باب مناجات کھولا گیا ہے۔ بندہ کو اللہ کے حضور میں تضرع و زاری کا طریق سکھایا گیا ہے، لیکن ان

مناجاتوں میں نصرت اور فتح اور دشمن کی ہلاکت و خسران کو سب سے بڑا مدعا بنایا گیا ہے۔ اور چند مناجاتوں کے سوا باقی سب اسی رنگ میں رنگین ہیں۔

﴿4﴾ سیدنا مسیح علیہ السلام نے آسمانی حکومت اور آسمانی بادشاہت کا لفظ سنایا۔ یہ الفاظ یقیناً روحانیت کا مظہر ہیں۔ حضور علیہ السلام نے سادے دل سے اپنے خالق کے ساتھ محبت کرنے کا بھی ذکر کیا ہے، یہ خالص روحانیت کا سبق تھا، لیکن افسوس کہ سامعین کے عدم ذوق اور عدم وجدان اور فقدانِ عقل و برداشت کی وجہ سے اس نیک استاد کو بھی یہی کہنا پڑا کہ اس مضمون کی تکمیل ”روح الحق“ فرمائے گا۔ (یوحنا 13-16 تا 16)

﴿5﴾ حدیث پاک میں روحانیت کی تعلیم کو ”الاحسان“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس مشہور و متواتر حدیث میں جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیحین نے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم نے روایت کی ہے، اس لفظ کے معنی یہ بتلائے گئے ہیں:

الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَمَا تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ﴿6﴾

احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے، گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، پھر اس طرح کہ اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اسی حدیث میں دو مقامات کا ذکر فرمایا گیا۔

ایک یہ کہ انسان خود کو ایسے مقامات پر پہنچائے کہ منظورِ نظرِ رحمت بن جائے۔

دوسرا بلند مقام یہ ہے کہ اس مقام پر مستحکم ہو جائے کہ انوارِ عرفان کا ناظر ہو جائے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ روحانیت کا مقصود یہ ہے کہ رابطہ قلب اور نسبتِ روح رب العالمین کے ساتھ درست اور صحیح ہو جائے اور اس مقصود کے حصول کا ذریعہ ”ہندگی“ ہے۔

اس مقصود کی شرح اور حصول مقصود کی توضیح میں اسلام نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ اسی قدر زیادہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کے بیانات سوال یا بنیادوں حصہ بھی نہیں سمجھے جاسکتے۔ لہذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ”اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے۔“

عبودیت

اسلام نے عبودیت کا بیان نہایت وضاحت سے کیا ہے، کیوں کہ روحانیت کا کل اسی بنیاد پر بلند ہوتا ہے۔

بتایا کہ عبودیت کے مظہر قلب اور زبان اور جوارح ہیں۔ اب مختصری تفصیل سنو:

﴿1﴾ واجباتِ قلب پانچ ہیں:

﴿1﴾ نیت: عادت و عبادت میں فرق کرنا نیت کا کام ہے۔

مراتبِ عبادت کا تفاوت قائم کرنا نیت کا کام ہے۔

﴿2﴾ اخلاص: اخلاص کا مدعا وحدتِ مطلوب ہے۔

﴿3﴾ صدق: اس کا مدعا وحدتِ طلب ہے۔

﴿4﴾ اتابیت: سعیِ کامل اور توجہِ کامل کے ساتھ رجوع الی اللہ کا نام اتابیت ہے اور توبہ اسی کا پہلا زینہ ہے۔

﴿1﴾ بخاری: 50، مسلم: 8، ابوداؤد: 4695، ترمذی: 2610، ابن ماجہ: 63، ابن حبان: 173، 168، احمد: 52/1

5 ﴿ محبت: حبہ القلب (داند دل) کی آبیاری محبت ہی سے کی جاتی ہے اور یہی ایک داند پھلتا اور پھولتا ہوا سات سات بالیاں بن جاتا ہے اور ایک بالی میں سو سودا نے بن جاتے ہیں۔

- 2 ﴿ واجبات زبان پانچ ہیں:
- 1 ﴿ وحدانیت و رسالت کی شہادت۔
- 2 ﴿ دوام ذکر۔
- 3 ﴿ التزام دعا: کسی مدعائے خاص کے لیے دعا کرنا اور شے ہے اور فرائض عبودیت کی ادائیگی کے لیے دعا کو لازم بنالینا اور شے ہے، یہاں یہی صورت مقصود ہے۔
- 4 ﴿ تبلیغ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی لفظ کے اندر شامل ہیں۔
- 5 ﴿ تعلیم: ناواقف کو بتانا، نادان کو دانا بنانا، علوم شرعیہ کا پھیلانا۔
- 3 ﴿ واجبات جوارح کی تفصیل غور سے دیکھو:
- 1 ﴿ واجبات سمع: کلام اللہ اور حکم رسول اللہ ﷺ پر کان لگانا۔ نصیحت اور کلمہ حق کو غور سے سننا۔
- 2 ﴿ واجبات بصر: کائنات کو عبرت و خبرت سے دیکھنا، بصارت و بصیرت سے کام لینا۔
- 3 ﴿ واجبات ذوق: اکل حلال و حرام اور نیشی چیزوں سے پرہیز۔
- 4 ﴿ واجبات اعضاء: خضوع و خشوع۔
- 5 ﴿ واجبات جسم: قلب کی اطاعت کرنا، ضمیر پاک کے خلاف کسی عضو سے کام نہ لینا۔ یہ سب پندرہ (15) اقسام ہیں اور انہی کے مجموعہ کا نام عبودیت ہے۔

فنا و بقا

بیان روحانیت کے لیے ”فنا و بقا“ کی شرح بتلانا ضروری تھا۔ حدیث بالا میں جس اولین مقام ”قَبْلَئِهِ، يَسْرَالَهُ“ کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اسی کو اصطلاح صوفیہ میں مقام فنا کہتے ہیں۔ اس لفظ سے فنا لغوی مراد نہیں، بلکہ فنا سے مراد ماسوا کا زائل کرنا ہے اور انانیت سے غائب ہو کر شہود حق تک پہنچ جانا ہے۔ اسی فنا کے تحت میں توبہ، تذکر، ورع، زہد، اخبات، تجمل، خوف ورجا آ جاتا ہے۔ براہین بالا سے واضح ہے کہ اسلام مسئلہ توحید کے اثبات میں کائنات کے ایک ایک ذرہ کو انسان کے مشاہدہ اور غور و فکر و تدبر کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اسلام ذوق سلیم اور وجدان صحیح کی راہ پر علم، عقل، تجربہ اور مشاہدہ کی مصائب کو روشن کرتا ہے، اور پھر اس راہ کے سالک کو مندرجہ ذیل منازل کی سیر کراتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادْهُمْ هُدًى وَ الَّذِينَ تَقَوُّهُمْ﴾ [محمد: 17]

”اور جو ہدایت یاب ہیں اللہ ان کی ہدایت کو بڑھاتا ہے، اور انہیں تقویٰ عطا کرتا ہے۔“

﴿وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ [مریم: 76]

”ہدایت والوں کو ہدایت میں ترقی پر ترقی دیتا ہے۔“

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَزَادَهُمْ إِيمَانًا﴾ [التوبہ: 124]

”ایمان والوں کے ایمان میں افزونی بخشا ہے۔“

اور بعد ازاں منزل مقصود پر پہنچا کر یہ بشارت عظمیٰ پہنچاتا ہے۔

﴿يَأْتِيهَا النَّفْسَ الْمُطْمَئِنَّةُ أَرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ [الحجر: 27-28]

”اے اطمینان یافتہ نفس اپنے رب کی طرف رجوع کر خوشی کے ساتھ اور بشارت کے ساتھ۔“

توحید کی ضد شرک ہے۔ رد شرک کے دلائل علیحدہ بیان فرمائے۔

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ [النہج: 22]

”اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی معبود ہوتا تو نہ زمین قائم رہتی نہ آسمان۔“

فرمایا:

﴿أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾ [النہج: 24]

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو بھی الہ بنا لیا ہے، ان سے کہہ دو کہ اس اعتقاد کے ثبوت میں کوئی برہان تو پیش کرو۔“

اسلام ہی بتلاتا ہے کہ جملہ رسل کی اولین اور آخرین دعوت یہی کلمہ مبارک رہا ہے

﴿اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ [اعراف: 65]

”اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔“

یہی وہ کلمہ مقدسہ ہے جو الوہیت رب العالمین کو دل میں قائم کر دیتا ہے اور یہی وہ کلمہ توحید ہے جو دل کو شرک سے پاک و

صاف بنا دیتا ہے۔

یہی وہ کلمہ ہے جو اثبات کو بقا عطا کرتا ہے اور یہی وہ کلمہ ہے جو نفی کو فنا دکھاتا ہے۔ اسی آیت اعراف میں چار بار سورۃ النعام میں

دو بار اور سورۃ آل عمران میں دہرایا گیا ہے۔

بیان توحید کے متعلق فرمایا گیا ہے:-

﴿قُلْ أَغْيَرُ اللَّهُ اتَّخَذُ وَلِيًّا فَأَطِوَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ﴾ [النعام: 14]

”ان سے پوچھو کیا آسمانوں اور زمین کو جو بخشنے والے اللہ کے سوا کسی اور کو مددگار بنائوں۔“

اب کیا اس کے سوا اور کسی کو ولی و کار ساز بنانے کی ضرورت رہ جاتی ہے، کیا کسی اور کو بھی دل کا مالک ٹھہرانے کی کوئی وجہ ہو سکتی

ہے، کیا میں ایسا کروں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

﴿قُلْ أَغْيَرُ اللَّهُ ابْنِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [النعام: 164]

”ان سے پوچھو کہ اس رب کے سوا جو ہر ایک کی پرورش کرنے والا ہے کیا میں اور کی تلاش اپنا رب بنانے کے لیے کروں۔“

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ [التقصص: 88]

”وہ اللہ جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ دوسرے کو مت پکارو۔ دیکھو ہر ایک شے موت و ہلاکت

اور فنا والی ہے، صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو موت اور فنا سے برتر ہے۔“

غیر اللہ کو پکارنے والے خواہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام اور عزیر نبی علیہ السلام اور دیگر بزرگان کے پکارنے والے ہوں یا فرضی اور خیالی دیوتاؤں کے پکارنے والے ہوں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ ان میں اور اللہ تعالیٰ میں ما بہ الامتیاز کیا ہے۔

وہ عیسائی جو تسلیم کرتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو پکڑا گیا، پھانسی پر لٹکا یا گیا، قبر میں دفن یا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ حجت ہے۔ ایسا شخص معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ مسلمان جو حسین علیہ السلام کی بابت تسلیم کرتا ہے کہ وہ کربلا کے دشت میں گرسنہ و تشنہ ذبح کیے گئے، ان کے جسم پاک کی ناپاک خبیثوں نے بے حرمتی کی، ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ حجت ہے کہ ایسا شخص معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ کرشن مہاراج جس نے اپنی راج دھانی کو اپنی آنکھوں سے لٹتے اور اجڑتے دیکھا، جس نے اسی اندوہ و غم میں اپنے آپ کو ہمالہ کی برف کا لقمہ بنایا، وہ کبھی معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ سدھارتھ گوتم جو بدھ (بمعنی بیدار) کے نام سے روشناس ہوا اور جس کی لاش نیپال کی ترائی میں بمقام کسن آراء جلائی گئی اور اس لاش کی راکھ آٹھ مختلف مقامات پر تقسیم کی گئی، جا کر ہر ایک جگہ یادگاری گنبد تیار کیے گئے کبھی بھگوا (لائق عبادت) اور آرحم (ذات پاک) نہیں ہو سکتا۔ ①

وہ سیدنا و مولا نامحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو 28 صفر 11 ہجرت سے 12 ربیع الاول تک بیمار رہے۔ جنہوں نے 12 کی سہ پہر کو انتقال اور رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا جو 14 کو بعد مغرب لحد منور میں لٹائے گئے، جو شان علیا کے اعتبار سے امام الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔ علامت تدفین و قبر کی وجہ سے کبھی معبود و معبود نہیں ہو سکتے۔ الغرض آیت بالا کے اس نشان واحد نے توحید کو نہایت مستحکم کر دیا ہے۔ رغبت تعظیم اوامر و نواہی، تصفیہ و تہذیب، استقامت، صبر، تقویٰ، شہد، تسلیم، اخلاص، تواضع، فقر و غنا، تاسف و حزن اغتراب، غیبت شامل ہیں۔ ②

اور بقا کے تحت میں حیا، رضا، شکر، صدق، ایثار، فتوت، مروت، انبساط، ادب، انس، ذکر، علم، حکمت، تعظیم، سکینہ، طمانیت، غیرت، شوق، ذوق، شہود، سرور، تمکین، مکاشفہ، حیات با علم، حیات بالوجود، بسط، صحو، معرفت، یقین، صدق، تحقیق شامل ہیں۔ ان مقامات کی تعریف اور احوال کی تفصیل اور نفس و قلب و روح انسانی کے ساتھ ان کے ارتباط اور نتائج ارتباط اور ثمرات نتائج بیان کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے اور باایں ہمہ علما و علماء ان کی مابیات لفاظی سے برتر اور احوال سے متعلق ہیں۔ اس مجمل ذکر سے قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ جس مذہب میں روحانیت کا اس قدر ذخیرہ وافر موجود ہے، اسی کو روحانی مذہب کہلانے کی شان حاصل ہے۔

① بدھ مذہب کا ہر ایک شخص بدھ کی موتی کے سامنے پھول چڑھاتا ہے اور بدھ کی صفت و ثناء میں ایک متر پالی زبان کا پڑھتا ہے، جس میں قریباً 15 لفظ بدھ کے ٹاکے ہیں۔ بھگوا، آرحم بھی انہی الفاظ میں سے ہے۔

② خدا و خدا کے تحت میں جن مقامات کا ذکر کر رہا گیا ہے ان کے الفاظ سے اشتباہ نہیں ہونا چاہیے کہ ان سے مراد صرف لغوی معانی ہیں بلکہ علم الاحسان (اصول اسلامی) کے یہ مصطلحات ہیں جن کے مفہوم و معانی سے اس علم کے علماء و ماہرین بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کا ثبوت اور استنباط ہوتا ہے۔

میں نے دقیق بحث چھوڑ دیے ہیں اور اس مختصر بیان ہی سے قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ روحانیت کے بیان میں اسلام ہی کو درجہ خاص حاصل ہے۔

فصل سوم 3

اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

يُعِثُّ لِتَتِمَّ مَكَارِمُ الْأَخْلَاقِ وَمَخَاسِنُ الْأَعْمَالِ ①

”میں بزرگ ترین اخلاق اور نیک ترین اعمال کی تکمیل کے لیے نبی بنایا گیا ہوں۔“

اسلام نے بتایا ہے کہ اخلاقِ رضیہ کے منبع چار ہیں:

□ جبل □ ظلم □ شہوت □ غضب

① تاثیراتِ جبل میں سے ہے کہ اچھی شے کو بری اور بری شے کو اچھی شکل میں نمایاں کرتا ہے۔ کمال کو نقص اور نقص کو کمال دکھلاتا ہے۔

یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿أَصْبُ إِلَهِينَ وَ أَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾ [یوسف: 33]

”اگر میں عورتوں کی باتوں میں پھنس گیا تو جاہل ہو جاؤں گا۔“

② تاثیراتِ ظلم میں سے ہے کہ کسی شے کو اس کے غیر محل میں رکھا جائے۔

خوشنودی کے مقام پر خفگی، سخاوت کے مقام پر بخل، بخل کے مقام پر بزدلی، نرمی کے مقام پر سختی، سختی کے مقام پر نرمی، مقامِ انکسار پر تکبر اور مقامِ وقار پر انکسار یعنی حقوق کا غلط استعمال اور غلط استعمال پر دعویٰ استحقاق۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿إِنَّ الْبَشَرَ لَكُلُفٌ عَظِيمٌ﴾ [انعام: 13]

”حقوقِ الہی کا غضب کرنا اور ان حقوق کا استعمال دوسرے کے لیے جائز سمجھنا بزرگ ترین بہت بڑا ظلم ہے۔“

③ تاثیراتِ شہوت میں سے ہے کہ حرص، بخل اور تنگ دلی کو ترقی ہوتی ہے۔ حصہ غیر پر حملہ کیا جاتا ہے۔ وقار نفس اور پارسائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: أَعْطَى كُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ ② ”اللہ نے ہر ایک حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے۔“

فرمایا: ﴿لَا تَقْرَبُوا الزَّنا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ مَسِيلًا﴾ [النساء: 32]

”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ کھلی بے حیائی ہے اور بہت بری سڑک ہے۔“

④ تاثیر غضب سے تکبر، کینہ، حسد، بغاوت اور سفاقت پیدا ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے تین بار درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائی جائے، حضور ﷺ نے ہر دفعہ اسے یہی جواب دیا:

غیظ و غضب سے دور رہو۔ ③

① موطا: 1904، الفتا: 207/1، الدرر المنيرة في الاحاديث المشتهرة للسيوطي: 58، مستدرك: 381/2۔

② ابوداؤد: 2007، 2870، 3565، ترمذی: 2120، 2121، نسائی: 3641، 3642، احمد: 267/5، دارمی: 244/2، ابن حبان: 5689، احمد: 34/5۔

اسلام نے بتایا کہ اخلاق محمودہ کے سرچشمے چار ہیں:

صبر، عفت، شجاعت، عدل۔

- ① صبر کے نتائج ہیں: برداشت مصائب، غصہ نہ پنی جانا، عدم ایذا دہی، بردباری، خاکساری گھبراہٹ کا نہ ہونا، حملہ نہ کرنا۔ صبر کا ذکر قرآن پاک میں تقریباً نوے (90) مقامات پر ہے اور ان مقامات میں صبر کرو۔ سولہ (16) اصناف پر بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نصف ایمان کا نام صبر ہے اور نصف ایمان کا نام شکر ہے۔ ② عفت کے نتائج: رزائل و قباہ سے اجتناب، قولاً و فعلاً پاکیزگی، عفت سے حیا پیدا ہوتی ہے اور حیا کا اثر ہر ایک خلق نیک پر ہے۔ عفت سے جھوٹ، بخل، اور بدکاری کا ستیاناس ہوتا ہے۔ ③ شجاعت کے نتائج: آپ اپنی عزت کو ملحوظ رکھنا، برترین اخلاق کا جو یا رہنا، مال و جان سے دوسرے کی امداد کرنا، طیش و غضب سے دور رہنا، اپنے نفس کی باگ عقل کے سپرد کر دینا۔

حدیث پاک ہے:

- لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ ③
”پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دیتا ہے، پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے۔“
- ④ عدل کے نتائج میں اعتدال اخلاق و افراط و تفریط کو چھوڑ کر وسط کو اختیار کر لینا۔ عدل بتاتا ہے کہ جو دو سخا سے کہتے ہیں جو بخل اور اسراف کے درمیان ہو۔ عدل بتاتا ہے کہ حیا وہ ہے جو زلت و بے شرمی کا میا نہ ہو۔ عدل بتاتا ہے کہ شجاعت اسے کہتے ہیں جو جبن اور تہور کا وسط ہو۔ عدل بتاتا ہے کہ حلم یہ ہے کہ تکبر و اہانت کے بیچ بیچ ہو۔

تقریحات بالا سے ظاہر ہے کہ اسلام نے اخلاق حسنہ کے بیان میں کس قدر زیادہ حصہ لیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴾ [الاعراف: 199]

”معافی و درگزر کو عادت بناؤ، نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔“

حدیث پاک مسلم میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَكْبَرُ حُسْنِ الْخُلُقِ ③ اچھے خلق ہی کا نام ”نیک“ ہے۔ صحیحین میں ہے:

يُحِبُّكُمْ وَأَخَابِسْكُمْ ④ نیک اور بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔

① مدارج السالکین: 2/152، بخاری: 6114، مسلم: 2609، ابن حبان: 717، احمد: 236/2، مسوطا: 98/3، مسلم: 2553، ترمذی: 2389، ابن حبان: 397، بخاری: 322/2، احمد: 182/2، بخاری: 3559، مسلم: 2321، ترمذی: 1975، ابن حبان: 477، احمد: 161/2

ترمذی و ابوداؤد نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقِي حَسَنٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبِدِيَّ ①

قیامت کے دن مومن کے ترازو میں سب سے زیادہ وزن دار شے اچھا خلق ہوگا، اس سے بڑھ کر کوئی شے بھاری نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک بے حیا، بد زبان سے بغض رکھتا ہے۔

ترمذی میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ التُّقَاتُورُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ ②

”قیامت کے دن تم میں سے وہ شخص مجھے پیارا اور میرے دربار میں مجھ سے قریب تر ہوگا جو اچھے اخلاق والا ہے مگر چبا چبا کر باتیں بنانے والا، خوش کلامی جتانے والے اپنی خوش گپی سے دوسروں کو تھکا دینے والے مجھے ناپسند ہوں گے اور دربار میں دور تر بھی ہوں گے۔“

صحیح ترمذی کی روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَنْلُغُ بِهِ ذَرَجَةً صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ ③

”اچھے خلق والا اس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے، جو نفلی عبادت اور نفلی روزہ رکھنے والے کا ہوتا ہے۔“

ان احادیث سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ تکمیل ایمان اور قرب رسول ﷺ اور پسندیدگی مالک کے مدارج کے دار مدار اخلاق حسنہ ہے۔

اخلاق حسنہ کے بیان میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا تعلق انسان کی خود اپنی ذات سے بھی ہے اور ابنائے جنس سے بھی ہے اور رب العالمین کے ساتھ بھی۔

خود اپنی ذات کے متعلق یہ ہے کہ آپ اپنے کو ناقص سمجھے اور سمجھ لے کہ ناقص کے افعال بھی ناقص ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان تہذیب اخلاق میں ہمیشہ کوشاں رہے گا۔

ابنائے جنس کے متعلق یہ ہے کہ دوسروں کی ایذا دہی کو برداشت کرے، مگر خود انھیں ایذا رسانی کا ارادہ نہ کرے۔

رب العالمین کے ساتھ حسن خلق کے معنی یہ ہیں کہ جو معاملہ تیرے اور رب العالمین کے درمیان ہے اسے موجب شکر قرار دے اور احکام یا افعال الہی کے بارہ میں کبھی دل و زبان پر ادب اور شکر کے سوا کوئی لفظ جاری نہ ہو۔

شیخ الاولیاء سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا قول ہے: كُنْ مَعَ الْحَقِّ بِلَا خَلْقٍ وَمَعَ الْخَلْقِ بِلَا نَفْسٍ ④

اللہ کے ساتھ تیرا معاملہ یہ ہونا چاہیے کہ اس میں مخلوق کا ذرا تعلق نہ ہو اور مخلوق کے ساتھ تیرا معاملہ ایسا ہونا چاہیے کہ تیرے نفس کا اس میں کچھ حصہ نہ ہو۔

یہ ہیں وہ اخلاق حسنہ، جن کی تکمیل اسلام نے قولا و فعلا فرمائی ہے۔

① ابوداؤد: 4799، ترمذی: 2002، ابن حبان: 481، احمد: 446/6 ② ابن حبان: 482، ترمذی: 2018، احمد: 193/4

③ ابوداؤد: 4798، ابن حبان: 480، احمد: 96/6

تھوڑی سی تفصیل اور بھی سن لیجیے۔

① اسلام فقراء و مساکین کا حصہ مال زکوٰۃ میں واجب ٹھہراتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ اس صفت کی کل آمدنی کا آٹھواں حصہ ان کو ضرور مل جانا چاہیے۔

② مال غنیمت کے شمس میں سے مساکین و یتامیٰ کا پانچواں حصہ لادہی ہے۔

③ آمدنی نے (وہ مال جو بغیر لڑے دشمنوں سے ملے) میں بھی کل کا ایک شمس مساکین و یتامیٰ کا حصہ ہے۔

④ ابنائے سبیل بھی ان ہر سہ ابواب میں حصہ یاب ہوتے ہیں اور اس انتظام سے کل عالم اسلام مسافر کے لیے اپنا گھر بن جاتا ہے۔

⑤ قرض داروں اور قرض کے تحت میں زیر بار لوگوں کی رہائی کا انتظام سلطنت اسلامی پر ڈالا گیا ہے۔

⑥ غلاموں کی آزادی کے لیے زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ خاص طور پر علیحدہ کیا گیا ہے، اور بعد ازاں اسی صیفہ میں چندہ دہی ضروری و لادہی قرار دیا گیا ہے۔ اگر کسی مذہب نے فقراء و مساکین اور یتامیٰ و یتامیٰ اور غلامان و مقروضین کے لیے سلطنت کے بجٹ میں مستقل رقوم درج کرنے کے احکام دیے ہوں تو ان کی نظیر پیش ہونی چاہیے۔

اسلام پابندی معاہدات کو نہایت ہی زور کے ساتھ محکم فرماتا ہے اور فریق معاہدہ کی معاہدہ شکنی کے بعد بھی اگر الٹی میٹم کی نوبت آجائے تو دشمن کو چار ماہ تک مہلت عطا فرماتا ہے۔

اسلام اخلاقی تعلیم صرف نمائش و نمود کے طور پر نہیں دیتا ہے، بلکہ جوارح و اعضاء کے ساتھ ساتھ وہ دل و دماغ کو بھی اسی تعلیم کا پابند بناتا ہے۔ ذرا احکام ذیل پر غور کرو۔

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا﴾ [الاعراف: 33]

”اے نبی کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل اشیاء کو حرام ٹھہراتا ہے (ابنائے جنس کے مقابلہ میں) فحش، بے حیائی کی سب قسموں کو جن کا تعلق ظاہری یا باطنی حالات سے ہو اور شرک جس کی کوئی دلیل نہیں۔“
(خود اپنے مقابلہ میں) گناہ کی جملہ اقسام (سلطنت کے مقابلہ میں) بغاوت و سرکشی (اللہ کے مقابلہ میں) بے علمی کے ساتھ باتیں بنانا۔

حکم ثانی سنو:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ [النحل: 90]

”اللہ جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے وہ یہ ہیں: عدل اور احسان اور قرابت والوں سے فیاضانہ سلوک، اللہ جن چیزوں کے کرنے سے قطعاً روکتا ہے وہ یہ ہیں: سب بے حیائیاں، سب ایسے کام جو قاتل انکار ہوں اور بغاوت۔“
تیسرا حکم:

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ [النساء: 36]

مندرجہ ذیل اشخاص کے ساتھ احسان کیا کرو:

- ① والدین ② یتامی ③ مساکین ④ ساتھ لگتا ہمسایہ ⑤ دور کا ہمسایہ ⑥ تمہاری رفاقت میں رہنے والا شخص
- ⑦ مسافر ⑧ لونڈی، غلام۔

صحیح بخاری میں ہے، جس کی فتنہ پردازی سے ہمسایہ مامون نہیں، وہ صاحب ایمان ہی نہیں۔ ①

صحیح مسلم میں ہے، جس کی فتنہ پردازی سے ہمسایہ کو چین نہیں، وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ ②

صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ السَّاعِي عَلَى الْأَرَامِلِ وَالْمَسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ ③
”رائد عورتوں اور مسکین لوگوں کے کام کاج کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے جیسا ہے۔“

صحیح بخاری میں بروایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہے:

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَايَةِ وَالْوَسْطَىٰ وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ④
”جنت میں میں اور یتیم کا خبر لینے والا ایسے ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں (شہادت اور درمیانی انگلیوں میں ذرا سا فرق دکھلا کر سمجھایا کہ اس طرح)۔“

ابوداؤد میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا۔

الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ اتَّقُوا اللَّهَ فِي مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ ⑤

نماز، نماز، اور لونڈی غلاموں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا تقویٰ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُصَغِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَالْقِصْدُ
فِي مَشْيِكَ وَاعْظُمُ مِنْ صَوْنِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيمِ﴾ [القمان: 18-19]

① غرور میں آ کر لوگوں کی طرف سے اپنا منہ کج نہ کیا کرو۔

② زمین پر اکڑ کر نہ چل۔

③ اللہ تو ہر ایک چالباز فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

④ اپنی رفتار میں میا نہ روی رکھ۔

⑤ اپنی آواز کو پست و نرم رکھ۔

⑥ دیکھ آوازوں میں سخت و درشت آواز تو گدھے کی ہے۔

① بخاری: 6016، شعب الایمان: 5525، مستدرک الطحاوی: 310، ② مسلم: 172، تہذیب: 5524، احمد: 387/1، شعب الایمان: 9535

③ بخاری: 6007، مسلم: 2982، ترمذی: 1969، ابن حبان: 4245، ابن ماجہ: 2140، ④ بخاری: 5304، ابوداؤد: 5150، ترمذی: 1918، احمد: 333/5

⑤ ابوداؤد: 5156، ابن ماجہ: 2697، ابن حبان: 6605، احمد: 117/3

قوم اور ملک کے متعلق اخلاق:

- ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [الحجرات: 9]
- ”اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کرنے لگیں تب سب مل کر ان دونوں میں صلح کرادیں۔“
- ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخَرُوا قَوْمًا مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ [الحجرات: 11]
- ”اے ایمان والو کوئی قوم دوسری قوم سے ٹھکانہ نہ کرے، شاید وہی ان سے اچھی ہو، نہ عورتوں سے ٹھکانہ کریں، شاید وہی ان سے اچھی ہوں، تم آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا لقب تجویز کرو۔“
- ﴿اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ [الحجرات: 12]
- ”بچو بہت گمانوں سے کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ کسی کا عیب تلاش نہ کرو اور نہ کسی کی چغلی کیا کرو۔“

غیر مذاہب والوں سے سلوک:

- ﴿لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [المائدہ: 8]
- ”جو لوگ ایسے ہیں کہ انھوں نے تمھارے ساتھ نہ تو دین کے لیے جنگ کی اور نہ تم کو خارج از وطن کیا، ان سے نیکی کرنے اور صحیح صحیح انصاف کرنے میں تم کو اللہ نے کبھی بھی منع نہیں کیا۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں سے پیار رکھتا ہے۔“
- ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَعْدِلُوا بِالْعَدْلِ﴾ [النساء: 58]
- ”اللہ کا حکم تمھارے لیے یہ ہے کہ جس کی امانت ہو اسی کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے ساتھ کیا کرو۔“

ایسے احکام، میسوں ہیں اور یہ وہ اخلاق ہیں، جن پر قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے عمل کر کے دکھلایا اور جن کی تعلیم انھوں نے علماء و عملاً ہر دو طریق سے کل دنیا کو دی۔

اسلام کے سوا دیگر مذاہب کی تاریخ کے اوراق کیا دکھلاتے ہیں، اہل نظر خود آکھ کھول کر دیکھ لیں۔

فصل چہارم 4

اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلہ کو حل کر دیا

موجودہ عیسائیت کی بنیاد دو اصولوں پر ہے:

- ﴿آدم نے گناہ کیا اور اس کی تمام نسل اسی گناہ سے آلودہ ہے۔﴾
- ﴿اللہ کے رحم نے چاہا کہ لوگوں کو گناہ سے پاک ٹھہرائے، لیکن اللہ کے عدل نے چاہا کہ گناہ کا خمیازہ ضرور اٹھانا ہوگا۔﴾
- اللہ نے اس مشکل کو اس طرح حل کیا کہ اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجا، وہ لعنتی ٹھہرا، جہنم میں گیا، دکھ درد اور عذاب اپنے اپنے اوپر

برداشت کیے اور وہ گناہ گاروں کا کفارہ بنا۔ اس طرح عدل پورا ہو گیا۔ رحم الہی نے تب گنہگاروں کو معاف کر دیا۔

اسلام نے ہر دو اصول بالائی صحت فرمائی۔

گناہ آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ توبہ کی وجہ سے آدم کو معافی مل گئی تھی اور آدم علیہ السلام گناہ سے پاک ٹھہرے تھے، لہذا بنی آدم کو گناہ کا ورثہ میں ملنا قطعاً غلط ہے۔

﴿فَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ إِلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ [البقرة: 37]

”آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ ان کلمات کی وجہ سے اللہ نے ان پر رجوع کیا۔ اللہ تو بہت رجوع کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

﴿ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ﴾ [طہ: 122]

”پھر رب نے آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اور اس پر توجہ فرمائی اور اسے راہ دکھائی۔“

عدل و رحم کے متعلق اسلام نے بتلایا کہ بے گناہ کو گناہ گار کے بدلے سزا دینا سراسر ظلم ہے۔ اس لیے پاکہا زمسح علیہ السلام کا لعنتی ہو کر جہنم میں جانا بھی غلط ہے۔

علیٰ ہذا گنہگاروں پر رحم کی غرض سے کسی بے گناہ کو عذاب دینا بھی رحم کے قطعاً خلاف ہے۔

① حقوق اللہ جو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے متعلق مکمل رحم اور پوری رافت و شفقت سے کام لیتا ہے۔

② حقوق العباد، بندوں کے حقوق بندوں پر۔ اس میں اللہ تعالیٰ عدل سے کام لیتا ہے۔ اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُغْفَرُ كُلُّ ذَنْبٍ لِلشَّيْءِ إِلَّا الدَّيْنَ ①

”شہید کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، مگر قرض نہیں۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق کی یہ جداگانہ تقسیم اور ہر ایک تقسیم کا رحم اور عدل کے تحت میں ہونا ایک ایسا فیصلہ ہے جو اسلام ہی نے صادر کیا ہے۔

ورنہ موجودہ عیسائیت نے یا اوگون کے چکر میں گھومنے والوں نے تو اس مسئلہ کو سخت پیچیدہ اور ناقابل حل ہی بنا دیا تھا۔

کریم ابنسا کا مسئلہ پر میشر کو رحم سے معرا ٹھہراتا تھا اور کفارہ کا مسئلہ عدل کے منافی تھا۔

اسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال حقیقی کی سڑک قائم فرمادی ہے۔



اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے

موجودہ زمانہ میں علمی فضیلت کا بیان یا شرافت علمی کے دلائل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے کیوں کہ اس زمانہ میں تمام عالم کے جملہ ممالک اور اقوام نے علماء و علماء تسلیم کر لیا ہے کہ ”علم“ کے برابر اور کسی صفت انسانی کا درجہ نہیں۔

لیکن جس زمانہ میں اسلام کا آغاز عرب و حجاز میں ہوا، اس وقت تمام دنیا فضیلت علمی کے راز سے بالکل جاہل و غافل تھی۔ عرب تو نوشت و خواند سے بھی معز و مبرا تھا اور اسے اپنی اس حالت پر ناز بھی تھا، لیکن یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم کا نام و نشان نہ تھا جو تعلیم پادریوں میں پائی جاتی تھی وہ صرف بائبل کے حروف کے سیکھ لینے تک محدود تھی۔ اسکے ساتھ ترجمہ و تفسیر شامل نہ تھے، یا ان بے سرو پا داستانوں کو علم حقیقی کا درجہ دیا گیا تھا، جو یہودیوں میں کبھی بطور ناول لکھی گئی تھیں اور پھر ان کا درجہ وحی کے برابر تسلیم کر لیا گیا تھا۔

① ہندوستان پر شریک باگوت اور 18 پرانوں کی حکومت تھی۔ بہت زیادہ ترقی کی حالت میں مہا بھارت اور رامائن کے قصے منہائے علم سمجھے جاتے تھے۔

یہی حال چین اور ایران کا تھا، یورپ قطعاً جہالت کدہ تھا۔

اسلام ہی نے علم کو اپنی سرپرستی میں لیا اور اسلام ہی علماء کا ماسن و ملبانہ۔

② دیوتاؤں اور فرشتوں کی برتری سے ہنود اور یہودی کتابیں بھری پڑی ہیں اور انسان کو ہمیشہ ان کے سامنے ایک پرستار اور پجاری کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔

مگر اسلام نے بتایا کہ ابوالبشر علیہ السلام تو ملائکہ اور دیوتاؤں کا بھی مسموم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوالبشر علیہ السلام صفت عالیہ میں ان سے بڑھ گیا تھا، وہ بیان جو سورہ بقرہ میں موجود ہے، اس کا مقصود علم ہی کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔

اب آیت ﴿مَا عَلَّمْنٰكُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ﴾ [المائدہ: 4] کی تفسیر پر غور کرو کہ وہ کتاب جو جس ائین ہے، تعلیم و تعلم کے بعد شکار کرنے میں جارحہ انسانی کا منصب حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا شکار خود انسان کے شکار کا حکم دیتا ہے۔

جب ان دونوں مثالوں پر غور کیا جائے گا کہ اسلام نے تعلیم کی وجہ سے شکاری کتے کو درجہ جارحہ انسانی کے مساوی تسلیم کر لیا اور انسان کو مسموم ہونا بوجہ افزونی علم قرار دیا تو ہر ایک شخص سمجھ سکے گا کہ اسلام کس قدر زیادہ علم کی فضیلت کا مظہر ہے۔

ہاں قرآن پاک میں ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اٰوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ [البقرہ: 11]

”اللہ درجات بلند فرماتا ہے: (1) ان کے جوتم میں سے ایمان والے ہیں (2) اور ان کے جن کو علم ملا ہے۔“

یہاں بلندی درجات میں علم کو ایمان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

یہ قرآن مجید ہی ہے جس کی وحی ابتدائی فقرات میں یہ کلمات طیبات موجود ہیں:

﴿ اِفْرَا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ [علق: 3-5]

”پڑھ اور تیرا رب تو بڑے کرم والا ہے، اس نے قلم کے ذریعہ سے علم کی تعلیم دی، اسی سے انسان کو ان علوم کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔“

غور کرو، پڑھنے کی تاکید اور قلم کو نشر علوم کا ذریعہ بتانے کا بیان، انسان کا قابل تعلیم ہونا، انسان کا نامعلوم علوم کی تعلیم سے مشرف ہوتے رہنا کیسے اسلوب پاک میں بیان فرمایا گیا، اور قراءت و تحریر کے وسائل اختیار کرنے کے بعد کس طرح انسان کو روز افزوں معلومات کے حاصل کرنے کا شوق دلایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض انبیاء کی دعائیں خاص رنگ میں تھیں۔ مثلاً دعائوح علیہ السلام ہے:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴾ [نوح: 28]

”اے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور اسے جو مومن ہو کر میرے گھر میں داخل ہوا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو۔“

دعائے ابراہیم علیہ السلام ہے:

﴿ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾ [ابراہیم: 35]

”مجھے اور میرے فرزندوں کو بتوں کی پوجا سے بچائیں۔“

دعائے سلیمان علیہ السلام:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْصِبُنِي لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ﴾ [ص: 35]

”اے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو شایاں نہ ہو۔“

دعائے زکریا علیہ السلام:

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ﴾ [آل عمران: 38]

”اے رب مجھے ایک پاکیزہ بچہ عطا فرما۔“

لیکن سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ جو خلاصہ موجودات اور سرور کائنات ہیں، کی دعائیں سے الگ اور سب سے جامع تھی۔ وہ یہ دعا تھی۔

﴿ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [ف: 114]

”اے رب مجھے علم میں افزودنی عطا فرما۔“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم کا درجہ جملہ نعمائے عالیہ سے برتر ہے۔

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے خطابات اور القاب عالیہ مثلاً خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور انہی کے پہلو پہ پہلو

حضور کی توصیف ان الفاظ میں بھی فرمائی گئی ہے۔

﴿ يَعْلَمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرہ: 151]

”وہ کتاب اور حکمت کا معلم ہے، وہ ان علوم کا معلم ہے جسے انسان نہ جانتے تھے۔“

ہر دو آیات سے علم کی فضیلت نمایاں ہے۔ بے شک اسلام ہی ہے جس نے علوم عام کی تعلیم دی ہے اور اسلام ہی ہے جس

- نے سابقون الاولون اور انصار و مہاجرین کے علوم کو تو مسلم اور نو مفتوحہ ممالک میں پوری فیاضی کے ساتھ پہنچایا ہے۔ نظائر ذیل پر غور کرو۔
- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ رحمہ اللہ صاحب الصحیح ہیں، اور ان کی کتاب صحاح ستہ میں سب سے اول درجہ پر ہے۔ یہ بخارا کے باشندے ہیں۔ ان کے نسب میں مغیرہ پہلا شخص ہے جو داخل اسلام ہوا۔
 - امام ہمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اہل فارس سے ہیں اور ان کے دادا ہی داخل اسلام ہوئے تھے۔
 - سیبویہ اور بعلی اور زجاج جو ائمہ لغت و نحو ہیں عربی النسل نہیں۔
 - امام الملقف اسماعیل بن محمد جو ہری اور استاد محمد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی بھی عرب کے باشندے نہیں۔ [1]
 - ابو الفرج جس کی تصانیف عربی زبان میں خوب مشہور ہیں، مالک کا باشندہ ہے۔
 - ابن خلدون جو فلسفہ تاریخ کا موجد ہے، تیونس میں پیدا ہوا تھا۔ [2]
 - مؤرخ الشیخ برہان الدین موصل کے ہیں۔
 - مقریزی بعلک میں پیدا ہوا تھا، امام مسلم صاحب الصحیح اور امام ابو داؤد صاحب السنن کو نسلاً عرب ہیں مگر وطن ان کا عرب نہ تھا۔ ان نظائر سے واضح ہے کہ یہ اسلام ہی کی علم نوازی ہے کہ اس نے بد و ظہور سے ہر ایک قوم پر ابواب علم کو کشادہ کر دیا تھا اور اندرون ہندوستان سے لے کر انتہائے سوڈان تک اور بلاد خراسان سے لے کر مراکش تک دروس علمیہ کا افتتاح خیر القرون ہی میں ہو گیا تھا۔ انبیاء علیہم السلام کو جو شرف کرامت جملہ مخلوق الہی پر حاصل ہے، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے وصف علم ہی سے نمایاں فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ﴾ [مریم: 43]

”(ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں) اے باپ مجھے علم حاصل ہو گیا ہے۔“

﴿لَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا﴾ [انمل: 15] ”داؤد اور سلیمان علیہم السلام کو ہم نے علم سکھایا تھا۔“

﴿وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لَمَّا عَلَّمْنَاهُ﴾ [یوسف: 68] ”یعقوب والا علم ہم نے اسے سکھایا تھا۔“

- لوگ طلب علم کی تاکید کے ثبوت میں اُطْلُبُوا الْعِلْمَ لَوْ كُنَّا بِالْقِسْمِ پڑھا کرتے ہیں۔ ان الفاظ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سند صحیح ثابت ہونا قطعاً غلط ہے، مگر قرآن مجید میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے۔ یہ اولوالعزم رسول اور صاحب کتاب نبی چند مسائل کی تعلیم کے لیے ایک دوسرے نبی خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تھے اور ﴿عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتُ رُشْدًا﴾ [الکہف: 66] کے الفاظ میں اپنی طلب کا اظہار کیا تھا کہ جو آپ کو معلوم ہے، میں اسے سیکھنے کو آیا ہوں۔
- اللہ تعالیٰ نے دلائل توحید کے ثبوت میں علماء کو بھی پیش کیا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ کو اپنی شہادت اور ملائکہ کی شہادت سے مستحکم فرمایا ہے۔

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ﴾ [آل عمران: 18]

”اللہ نے ظاہر کر دیا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں، ملائکہ اور صاحبان علم کی شہادت بھی یہی ہے۔“

[1] معروف لغت نویس، پیدائش: 1329-1415 [2] ابن خلدون رحمہ اللہ معروف ماہر عمرانیات، تاریخ نویس، پیدائش: 1333-1406 وفات: مصر

اللہ تعالیٰ نے نبوت محمد ﷺ کے ثبوت میں علماء اہل کتاب کی شہادت کو بھی پیش کیا ہے۔

﴿أَوَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ﴾ [الشراء: 197]

”کیا ان کے لیے یہی نشانی کافی نہیں کہ علماء بنی اسرائیل کو اس کا علم ہے۔“

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتُ مُرْسَلًا ۚ قَالَ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾

”کافر کہتے ہیں کہ تو مرسل نہیں، کہہ دے کہ اللہ مجھ میں اور تم میں شاہد ہے اور وہ شخص بھی گواہ ہے جس کے پاس تورات و

انجیل کا علم ہے۔“ [الرعد: 43]

دلائل اسلام جس طرح جنی بر علم ہے اسی طرح ان کا مطالبہ بھی ادیان دیگر سے کیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے دعاوی کو بروئے علم

ثابت کریں۔

① ﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا﴾ [الانعام: 148]

”ان سے پوچھیے کہ تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے تو اسے ہمارے لیے پیش تو کرو۔“

② ﴿يَسْتَوِيٰنِي بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [الانعام: 143]

”اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم سے یہ بات بتاؤ۔“

کج بحثی کرنے والوں پر بھی اسلام کا یہی اعتراض ہے کہ وہ علم کے بغیر باتیں بناتے ہیں

① ﴿لِمَ تَحَاجُّوْنَ فِيْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ﴾ [الانعام: 66]

”جس چیز کا علم نہیں، اس میں کج بحثی کیوں کرتے ہو۔“

② ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾

”اس چیز کے پیچھے نہ چل جس کا تجھ کو علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ، دل (یہ سب) اس کی بابت پوچھے جائیں

گے۔“ [النبا: 36]

ان آیات و احکامات کی تعمیل میں علم برداران اسلام یعنی اسلاف کرام نے جو کچھ کیا آج تمام یورپ اس کا شاہد ہے۔

سلطنت عباسیہ بغداد اور سلطنت امویہ اندلس میں اور سلطنت فاطمیہ مصر میں جن دنوں قائم تھیں ان میں تافس باہمی صرف

ترقی علم اور حمایت علماء کی بابت پایا جاتا ہے۔ یہ ایک آیت کی سعی و کوشش یہ تھی کہ اسی کی سلطنت سب سے بڑھ کر مرہب علم و علماء ثابت ہو،

سمرقند کی رصد گاہ اندلس کی رصد گاہ کے مقابلہ میں موجود تھی۔

بغداد نے علوم و فنون کو ہند اور چین اور تاتاریک پھیلا دیا تو اندلس نے اٹلی و فرانس اور جرمنی کو دولت علم سے مالا مال کر دیا تھا۔

سلاطین اسلام کے دربار میں یہودی، عیسائی، ہندو، مصری، چینی، یونانی، فلاسفر اسی طرح احترام کے ساتھ پرورش پا رہے تھے،

جس طرح حجازی، حضری، یمنی، اور فرزند ان مہاجر و انصار علوم و فنون اور ادب و نحو کے ساتھ ساتھ علوم ریاضیہ، فلسفہ، ہیئت کا رواج تھا۔

مشرق و مغرب و افریقہ میں مدارس عام تھے اور ہر ایک مدرسہ کے ساتھ کتب خانے اور دارالقیام بنے ہوئے تھے۔ بغداد میں وزیر نظام الملک کا بنایا ہوا مدرسہ نظامیہ وہ تھا، جس میں چھ ہزار (6000) طالب علموں کی خوراک کا انتظام مخائب مدرسہ کیا جاتا تھا۔ اسی سے دیگر مدارس کا اندازہ لگاؤ۔

اسلام نے علوم کو جس خصوصیت سے خلائق کے سامنے روشناس کیا ہے، وہ طریق ہے جس سے اقوام ماضیہ قطعاً بے علم رہی ہیں۔ اسلام علوم کو دو اقسام پر تقسیم کرتا ہے:

الف: جلی اور اس کے حصول کے تین (3) ذرائع ہیں:

① بصر، وہ جملہ علوم جو معائنہ و اکتشافات سے تعلق رکھتے ہیں۔

② سمع، وہ جملہ علوم جو استفادہ پر مبنی ہیں۔

③ قلب، وہ جملہ علوم جو تجارب انسانی کا مجموعہ ہیں۔

ب: خفی اور اس کے حصول کے بھی تین (3) ذرائع ہیں:

① ایمان، جو جز و معلوم سے جز و غیر معلوم کو یقین دلاتا ہے۔

② فراست صادقہ، جو حواس عشرہ کے بعد امور مخفی کے راز پر مطلع ہوتی ہے۔

③ معرفت، جس کا آغاز مادیات کے انجام سے ہوتا ہے۔

اسلام نے ایک اور علم کا ذکر کیا ہے جو انسانی نہیں اور خالصہ وہی ہے۔ اسے علم لدنی کہا جاتا ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے۔ اس علم کا حاکم مبداء فیاض کی رحمت خاصہ سے سبق لیتا ہے اور اس کا علم جملہ علوم و براہین کا سلطان ہوتا ہے، اسی علم کے سایہ میں۔

- عبودیت
- متابعت
- صدق

کو کمال حاصل ہوتا ہے اور اسی کمال کا نتیجہ فی دعویٰ ہے۔

اسی علم کا عالم اگر کوئی فعل سرانجام دیتا ہے ﴿مَا فَعَلْتُمْ عَنْ أَمْرِي﴾ [الکہف: 82] کو بیچہ موجب قرار دیتا ہے اسی علم کا عالم جملہ علوم پر نطق دہائیوں سے کلام کرتا ہے اور ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [الحج: 3-4] کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا جاتا ہے۔

فریفتگان مادہ اب تک نہ مادہ کی حقیقت سے واقف ہوئے اور نہ مادہ کی حرکت کی کوئی توجیہ ان کی سمجھ میں آئی۔ لیکن اس علم کا عالم روح کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے۔ ﴿الْكَوْخُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ [بنی اسرائیل: 85] (روح تو میرے رب کا حکم ہے) بتاتا ہے، وہ عالم خلق سے بالاتر ایک عالم امر کے حقائق سے مطلع ہو جاتا ہے اور ان حقائق کی تعلیم سے چشم بصیرت کو روشن بنا دیتا ہے اور غیر محسوس کو معلوم کے دریچے پر بخشا دیتا ہے۔

اس تمام بحث پر غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اسلام ہی دین العلم ہے اور اسلام ہی حامی العلم ہے۔

اسلام کے حامی العلماء ہونے کا مضمون ان نظائر سے مکمل ہو جاتا ہے، جن سے ظاہر ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے جن کے وجود کے ساتھ دینی شان کا نشان بھی مشہور تھا۔ ان علماء کی بھی نگہداشت فرمائی تھی۔ جو غیر مسلم تھے۔

منصور عباسی: علوم القرآن واللہ یث کا زیروست عالم تھا۔ اس کے دربار میں جیورجیش بن نکثشوع اور جیسی بن شہلا ثار ہر دو عیسائی یکے بعد دیگرے طیب خاص کے منصب پر مامور تھے

نو بخت اور ابوہل (ہردو پارسی) بلند ترین جاہ پر متمکن تھے۔

مہدی کے دربار میں، تیوفیل، لینائی (مذہبی صابئی) بڑے افسروں میں تھا۔

بارون رشید کے دربار میں نخیشوع اور جبریل (عیسائی) اعلیٰ منصب دار تھے۔

یوحنا بن مانسویہ سریانی محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹر تھا۔

مامون کے دربار میں، بطریق یوحنا اور ہل بن ساہور (ہردو عیسائی) اعلیٰ مناصب پر تھے

مقتسم کا طیب خاص سلمو یہ بن بنان نصرانی تھا۔

متوکل کے دربار میں، حسنین بن اخلق نصرانی کا منصب بالا تر تھا، وہ جتنے اوراق دوسری زبانوں سے ترجمہ کر کے پیش کرتا تھا،

ان کے برابر طلائے ناب اسے وزن کر دیا جاتا تھا۔ ماہانہ مشاہیرہ اور سالانہ انعامات اس سے علاوہ ہوتے تھے۔

راضی باللہ کے دربار میں طیفوری، نصرانی، متی بن یونس نطوری (گرجا کا بپ) بھی تھا

معتضد کے دربار میں، ابراہیم و سنان فرزندان ثابت بن مردہ اور ابو الحسن حنید ثابت (مذہبی صابئی) بہت معتد علیہ تھے۔

قسط اعلمی اور یحییٰ بن عدی بن حمید (ہردو نصرانی) بھی دربار خلافت میں محسودانہ وقار رکھتے تھے۔

الغرض یہ فہرست بہت لمبی ہے۔

اب تلاش کرو کہ کسی مسیحی سلطنت یا کسی اور غیر مسلم سلطنت و حکومت میں بھی کسی مسلم عالم کی یہ قدرت، یہ وقعت، یہ عزت کبھی کی گئی ہے۔

ہاں! اس کے برعکس ایسی مثالیں بہت موجود ہیں کہ ابن رشد مسلم فلاسفر کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کے جرم میں 20 مارچ

1452ء میں یہودیوں کو اسپانیا سے خارج کیا گیا اور فروری 1902ء میں اٹھیلیہ اور ماحول کے مسلمانوں کو بھی نشر علوم کے جرم میں وطن

مالوفہ سے جبراً نکال دیا گیا۔

نظائر بالا سے شاید کسی شخص کا گمان ادھر منتقل ہو جائے کہ یہود و مسلمین کا اخراج غالباً تعصب قومی کی بنیاد پر ہوا ہوگا اور نفس علوم

کے ساتھ تعصب و عادات کا اس میں دخل نہ ہوگا۔ لہذا ہم مسئلہ ذیل پیش کریں گے کہ خود عیسائیوں کے علماء کے ساتھ بھی علوم معقول کی

اشاعت یا اکتشافات علیہ کے اعلان کے بعد یہی سلوک کیا جائے گا۔

پروفیسر ہرونو (Prof. Jerunu) نے مسئلہ وحدت الوجود کو بیان کیا، اسے قید کر دیا گیا اور 1600ء میں جس طویل کے بعد

زندہ جلا دیا گیا۔

کرویت ارض کے مسئلہ پر یورپ میں بہت خون ریزی ہوئی۔

پروفیسر گالیلی (Prof. Galileo) نے کہہ دیا تھا کہ حرکات نجوم بہت باقاعدہ ہیں۔ یہی مقولہ اس کی ہلاکت کا موجب ہوا۔

خاتون ماری مونتہ (Mary Monta) 1721ء میں قسطنطنیہ سے چمپک کاٹیکہ سیکھ کر یورپ پہنچی تو کنیسہ نے شاہ انگلستان کے حضور میں عرضداشت پیش کی کہ بذریعہ ٹیکہ علاج کیے جانے کے قائدہ کو حکماً بند کیا جائے۔

امریکہ میں ولادت کے وقت عورت کو مخدر کرنے کا طریقہ نکالتا کہ وہ احساس تکلیف سے مامون رہے۔ پادریوں نے اسے اللہ کے اس حکم کی مخالفت سمجھا کہ عورت دکھ سے جنے گی اور اس کے خلاف سخت شورش کی گئی۔

پلاج (Pillage) نے کہہ دیا کہ آدم علیہ السلام سے پیشتر بھی موت (حیوانات وغیرہ کو) آتی تھی اسے قتل کیا گیا اور اس کے جملہ ہم عقیدہ لوگوں کو واجب القتل قرار دیا گیا۔

ڈی رومنس (DeRomense) نے بیان کیا کہ قوس قزح، اللہ کی حربی کمان نہیں، بلکہ پانی کے قطرات پر سورج کی شعاعوں کا عکس پڑنے کے نتیجہ ہے۔ اس جرم میں وہ قید کیا گیا، قتل کیا گیا، اس کا لاشعاع اس کی تصانیف کے جلادیا گیا۔

کتب خانہ اسکندریہ، قیصر جول کے وقت میں جلادیا گیا۔ اس لیے کہ یہاں ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جو مذہب کے خلاف ہیں، اس کی رہی سہی کتابوں کو بطریق تیوٹیل مامورہ اسکندریہ نے نذر آتش کیا۔

کتب خانہ غرناطہ مسلمانوں کی علمی جائداد کی آٹھ ہزار (8000) قلمی کتابیں کر دیناں اکسیس نے سوخت کر دیں۔^① ان جملہ واقعات و بیانات و تشریحات سے یہ نتیجہ صاف مبرہن ہے کہ اسلام ہی ”حامی العلم والعلماء“ ہے اور یہ صفت اس کے خصائص علیا میں سے ہے۔

فصل ششم 6

اسلام ہی دین العمل ہے

سابقہ مضمون میں تحریر ہو چکا ہے کہ اسلام ہی دین العلم ہے، لیکن اگر علم کے ساتھ عمل شامل نہ ہو تو اس کا علم ہونا نہ ہونا برابر ہے۔
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَ عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا۔^② ”اے اللہ میں تجھ سے نافع علم اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔“
 بعض لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ اسلام نے توکل کی تعلیم دی ہے، یہ سمجھ لیا ہے اسلام عمل کے منافی ہے، اس غلطی میں وہ بھی مبتلا ہوئے جو دور دور سے اسلام کو دیکھنے والے ہیں اور وہ بھی اس غلطی کا شکار ہوئے جو اسلام کے اندر ہیں۔ اس غلطی کا اولین سبب یہ بھی ہوا کہ توکل کے معنی بھی نہ سمجھے گئے۔

موجودہ زمانہ سعی و کوشش کا زمانہ ہے۔ جمود و بے حسی سے نفرت کی جاتی ہے، لہذا جب یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایسی بے حسی اور جمود کا طرف دار ہے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اسلام دین الہی نہیں ہو سکتا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو سمجھنا ہی نہیں کیا اور ہادی اسلام نیز علمبرداران اسلام کی سیرت کا مطالعہ ہی نہیں کیا گیا۔ مسلمانوں پر ہمسایہ اقوام کا سایہ پڑا اور انھوں نے جو گیوں، سنیا سیوں، راہیوں اور پوپوں کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ زہد کے اعلیٰ مناصب پر ترک افعال اور ترک عمل ہی سے فائز ہو سکتے ہیں۔ بیان کی اپنی سمجھ ہے، اسلام کی تعلیم تو یہ ہے:

① تہذیب الاسماء للہودی۔ ② مسند امام احمد: 294/6، اذکار للہودی: 70، عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: 108

﴿لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ، جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [التوبہ: 88]

”رسول اور اس کے ساتھ والے ایمان داروں نے تو مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ انہی کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“

﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۖ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ﴾ [النجم: 39-40]

”نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی اور بے شک وہ اپنی کوشش ضرور دیکھ لے گا۔“

﴿فَلَا تُكْفِرَنَّ لِسَعْيِهِ ۖ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ [الانبیاء: 94]

”جو کوئی عمل کرتا ہے اچھے، ایمان کے ساتھ، اس کی کوشش ضائع نہ ہوگی۔“

﴿وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِّمَّا عَمِلُوا﴾ [الانعام: 132]

”ہر ایک کے لیے انکے عمل کے موافق درجہ ہیں۔“

عمل کی دو اقسام ہیں: عمل برائے دنیا، عمل برائے آخرت اور اسلام نے ہر دو کے لیے ترغیب دی ہے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [البقرہ: 201]

”اے رب! ہم کو دنیا بھی اچھی دے اور آخرت بھی اچھی دے اور ہم کو عذاب نار سے بچالے۔“

صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے:

إِحْرَصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِزْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجِزْ۔^[1]

”جو چیز تجھے نفع دینے والی ہو اس کی رغبت اور حرص پیدا کر اور اللہ سے مدد چاہا کر اور عاجز ہو کر مت بیٹھ۔“

صحیحین میں بروایت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہے کہ سعد بیمار ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو گئے۔ سعد نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ چاہا کہ وہ اپنے مال سے کس قدر صدقہ دے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول ظاہر فرمایا:

إِنْ تَقَرَّرُ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَدْعُهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ۔^[2]

”اگر تم اپنے وارثوں کے لیے دولت چھوڑ کر مرے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو بے زر و بے پر چھوڑے اور وہ لوگوں

کے سامنے مانگتے پھریں۔“

اس حدیث کے ساتھ قرآن مجید کے احکام تواریث کو مد نظر رکھو کہ مال میت کو تقسیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے کس طرح حصص کا

تعیین فرمادیا ہے۔

اصول ارث و موارث

ارث کے اصول نسب اور نکاح اور ولا میں اور فرائض میں سہام کو چھ اوزان نصف (1/2)، ربع (1/4)، ثمن (1/8) و ثلث

(2/3)، ایک سدس (1/6) پر مقرر فرمایا گیا۔

[1] مسلم: 6774، ابن ماجہ: 79، [2] بخاری: 6733، مسلم: 1628، ترمذی: 2116، ابن ماجہ: 2708، ابن حبان: 6027

① نصف کے حق دار پانچ ہیں: شوہر، ترکہ زوجہ سے (اگر وہ بے اولاد تھی) صلیبی بیٹی جو تنہا ہو (یا پوتی) اور اخت واحدہ (اب و ام سے) یا اخت واحدہ (اب سے)، جب کہ اب و ام کا فرزند نہ ہو۔

② ربح کے حقدار دو ہیں: شوہر (مع ولد زوجہ)، زوجہ (بعد ام الولد)

③ شمن کے حق دار زوجہ (مع ولد)

④ دو ٹکٹ کی حقدار چار ہیں: دو بیٹیاں، یا زائد برائیاں یا (پوتیاں) اور بہنیں (مادر و پدر سے) یا بہن بجانب پدر۔

⑤ ایک ٹکٹ کی حق دار 3 ہیں: ماں (جب کہ میت کا ولد اور اخوة و اخوات نہ ہوں) ماں کی اولاد، دو یا زائد کا (جس میں ذکر و انث برابر ہوں گے) و دادا و میت کے بھائیوں کے ساتھ جب کہ کوئی اور صاحب فریضہ نہ ہو۔

⑥ سدس کے حقدار 7 ہیں: باپ (جب کہ میت کا ولد موجود ہو)، ماں (جب کہ میت کا ولد یا پوتا یا بھائی بہن ہوں) دادا و میت کے ساتھ اور بہنوں کے ساتھ جب کہ کوئی صاحب فرض بھی شامل ہو۔ وادی یا وادیاں۔ ماں کی اولاد: پوتیاں (صلیبی بیٹی کے ساتھ) پھوپھیاں (سگی بہن کے ساتھ)۔

ذرا اس موٹی موٹی تقسیم پر جو علم فرائض کے متعلق ہے، غور کرو اور اندازہ لگاؤ کہ اگر اسلام کے نزدیک ماں کے لیے محنت و مشقت کرنا اور مال کمانا اور ورثہ کے لیے مال چھوڑ کر مرنا بہتر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ وارث کے متعلق اتنے مکمل اور وسیع احکام کبھی صادر نہ فرماتا۔

قرآن مجید میں تو تقسیم حصص بالا کے علاوہ مال کثیر ہونے کی صورت میں ”وصیت“ کا ہونا بھی ضروری بتایا گیا ہے۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ أَنْ تَرَكَ خَيْرًا لِّلْوَصِيَّةِ لِّلَّذِينَ وَالَّافْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾

”تم پر لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی تم میں سے مال کثیر چھوڑتا ہے تو والدین اور اقرباء کے لیے معروف طور پر وصیت کرے یہ

تقویٰ والوں کے لیے ضروری ہے۔“ [البقرہ: 180]

﴿وَلَا تُوْثَرُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالُكُمْ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾ [النساء: 5]

”اپنا مال و زر بے عقلوں کے سپرد نہ کرو۔ مال و زر کو تو اللہ نے تمہارے لیے وجہ قیام بنایا ہے۔“

بیع و شرا کے احکام اور خرید و فروخت اور تجارت کے لیے جگہ جگہ تعلیم بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ اسلام دین العمل ہے۔

جملہ سیرت نگاروں کو معلوم ہے کہ مہاجرین اولین جو اہل مکہ تھے، سب تجارت پیشہ تھے اور انصار اولین سب زراعت پیشہ تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تجارت اور زراعت کی تمثیلوں ہی میں آیات ثواب و جہاد کا بیان فرمایا ہے۔ تجارت و زراعت جس قدر محتاج عمل ہیں، اسے اہل خرد خوب جانتے ہیں۔

تاجر صحابہ کی دولت کا اندازہ کرنے کے لیے دو ایک نظائر پر غور کرو:

① عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اسلام کے لیے نبی ﷺ کے عہد میں انھوں نے مندرجہ ذیل رقوم صرف کی تھیں۔

① ایک دفعہ چار ہزار (4000) روپیہ، یا اس وقت کے کل مال کا چہارم تھا۔

② دوسری دفعہ چالیس ہزار (40000)۔

- (3) تیسری دفعہ چالیس ہزار (40000) دینار۔
 (4) چوتھی دفعہ پانسو (500) گھوڑے۔
 (5) پانچویں دفعہ پانسو (500) ناقہ۔
 (6) نبی ﷺ کے بعد انھوں نے ایک باغ امہات المؤمنین کی نذر کیا جو چار لاکھ (4,00,000) میں فروخت ہوا۔
 (7) فوت ہوتے ہوئے انھوں نے فی سبیل اللہ پچاس ہزار (50000) دینار کی وصیت کی۔
 (8) مرتے ہوئے وصیت کی کہ ہر ایک بدری صحابہ کو چار سو (400) دینار پیش کیے جائیں۔ بوقت تقبیل اصحاب بدر ایک سو (100) شمار ہوئے۔
 (9) علاوہ بریں انھوں نے ایک ہزار (1000) گھوڑا فی سبیل اللہ دیا۔
 (10) نفاذ وصیت کے بعد زطلہ کی مقدار کثیر موجود پائی گئی، جسے کانٹے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔
 (11) طلا کے بعد ایک ہزار (1000) اونٹ، ایک سو (100) گھوڑا، تین ہزار (3000) بکریاں بھی شمار ہوئیں۔
 (12) ان کی چار (4) بیویاں تھیں، ہر ایک کو اسی ہزار (80000) نقد دے کر مصالحت کر لی گئی۔
 (2) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے پیغمبر سے بھائی تھے، انھوں نے وصیت کی تھی کہ اول میرا قرض ادا کیا جائے اور پھر ثلث مال صدقہ دیا جائے اور وراثت کی تقسیم کی جائے۔

قرض شمار کیا جائے تو چودہ لاکھ (1400000) لگا۔ ان کے پاس نقدی کم تھی۔ جا کد اور زرعی و کئی بہت تھی۔ گیارہ (11) مکانات مدینہ و دود (2) مکانات بصرہ میں، ایک مکان مصر میں تھا۔ ایک اراضی زرعی کا ٹکڑا جو اکہتر لاکھ (7100000) روپیہ میں خرید کیا گیا تھا۔ ان سب کو فروخت کر دیا گیا تو پانچ کروڑ دو لاکھ (50200000) کی رقم حاصل ہوئی۔ قرض ادا کر دیا گیا، وصیت نافذ کی گئی اور پھر چار پانچ سال تک یہ موسم حج منادی کی گئی کہ اگر کسی کا قرض زبیر رضی اللہ عنہ پر آتا ہو تو لے لے، بعد ازاں مال تقسیم ہوا۔
 ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ انھوں نے ایک ہزار غلام تجارت پر لگا رکھے تھے جو ماہواری نفع حاصل ہوتا اسے خیرات کر دیتے تھے۔
 میرا مقصود ایسے اظہار کا بالاستیعاب بیان کرنا نہیں، مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم نے سابقوں اولوں کو کیوں کر عمل دینا اور عمل آخرت کا جو یا و شیدا بنادیا تھا۔

کیا اس کے مقابلہ میں بدھ ازم کوئی شرف رکھ سکتا ہے، جس نے گداگری کو رواج دیا ہو، یا وید کی تعلیم جس نے عمر کے آخری ریل میں انسان کا بن باسی ہونا ضروری بنایا، یا عیسائیت کے پاس اس تعلیم کی کوئی توجیہ موجود ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں گزر جانا آسان ہے، مگر دولت مند کا آسانی باوشاہت میں داخل ہونا مشکل تر ہے۔

تعلیم اسلام نے جن لوگوں کو مکمل بنایا، ان کی صفت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿رَجَالٌ لَا تُلِهِمْ بَيْعَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [النور: 37]

”یہ مردان حق ہیں، جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔“

یہ وہ خوبی ہے جو اسلام ہی میں نمایاں ہے۔ کسی شخص نے اس آیت کا ماحصل اس فقرہ میں ادا کیا گیا ہے: ”دست بکار و دل پیاز۔“

یہاں تک عمل کی بحث معیشت اور تمدن کے پہلو سے کی گئی تھی، لیکن تقرب اور تدین کے اعتبار سے بھی جو اہتمام اسلام نے اعمال صالحہ کے سرانجام دینے میں فرمایا ہے اور وہ لاٹانی ہے۔ ارشادات ذیل پر تدبر کرو۔

① ﴿فَاسْتَقْبُوا الْخَيْرَاتِ﴾ [البقرہ: 148] ”نیک کاموں کے سرانجام دینے میں سبقت دھلاؤ۔“

② ﴿وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا﴾ [الدھر: 28]

”اپنے رب کے نام کی یاد قبل از دوپہر بھی کرو اور بعد از دوپہر بھی اور رات کو بھی اس کے لیے سجدہ ہو، اس کی حمد و ثناء ہر رات کو زیادہ ہو۔“

③ ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ ”سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔“

④ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾ [الحزاب: 41]

”اے ایمان والو! اللہ کو یاد کیا کرو، بہت یاد کیا کرو۔“

⑤ ﴿وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَتَذَكَّرَ﴾ [الزلزلہ: 8]

”اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے منہ موڑ کر اسی کا بن کر عبادت کیا کرو۔“

کائنات پر غور کرنا، صنعت الہی سے دل اور نظر کو روشن کرنا، خصوصیت، مجرب اور تصرفات ارضی و سماوی پر تدبر کرنا بھی اسلام نے عبادت کا جزو اور عبادت کرنے والوں کے لیے بلندی مدارج کا باعث قرار دیا ہے۔

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلُكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَخْبَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ [البقرہ: 164]

① آسمانوں کی بناوٹ اور زمین کی بناوٹ میں،

② رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں،

③ ان جہازوں میں جو سمندر میں لوگوں کی نفع رسانی کے لیے چلتے ہیں،

④ اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے اتارتا اور زمین کو اس سے زندگی بخشتا ہے،

⑤ زمین پر ہر قسم کے چلنے والے، ریگنے والے جانداروں میں،

⑥ ہواؤں کا الگ الگ رخ بدل کر چلنے میں،

⑦ اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان میں حکماً باندھے ہوئے ہیں

بے شک عقل و دل والی قوم کے لیے اللہ کی شان کے بہت سے نشان ہیں۔

ان احکام سے ثابت ہو گیا کہ اسلام دین العمل ہے، وہ اہل اسلام کو، بہودور فاقہیت دنیا کے لیے بھی عمل کرنے کا حکم دیتا ہے اور ذخر آخرت کے لیے بھی عمل کرنے کا ارشاد فرماتا ہے۔ یہ احکام اور یہ جامعیت اسلام ہی کی خصوصیت ہے۔

اسلام ہی بانی اخوت ہے

ایک اخوت وہ ہے جو دو اشخاص کے درمیان خون کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ اس اخوت کے متعلق کچھ تحریر کرنا غیر ضروری ہے۔ اس اخوت میں ہر ایک بھائی کا حق قانوناً، رواجاً، اخلاقاً مسلم ہوتا ہے اور ہر ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد اور معاونت کا بچپن ہی سے خوگر ہوتا ہے۔

لیکن اس اخوت کا دائرہ کچھ زیادہ وسیع نہیں ہوتا، اور بایں ہمہ اس اخوت میں بھی سینکڑوں مثالیں تاریخ میں ایسی ملتی ہیں کہ بھائی بھائی کا دشمن رہا اور مدت العمر ان کے تعلقات صاف نہ ہوئے۔ بائبل اور قرآن مجید میں بائبل و قاتل کا واقعہ موجود ہے کہ قتل انسانی کی ابتدا دو بھائیوں ہی میں پائی گئی۔

ایک اخوت وہ ہے جو اتحاد عقیدہ کی بنیاد پر پائی جاتی ہے اور ہماری مراد اسی اخوت سے ہے۔ نبی ﷺ کے فیضان صحبت اسلام میں داخل ہونے والوں میں جو اخوت قائم ہوئی، وہ اپنے تقدس میں ایسی برتر و اعلیٰ ہے، جس کی نظیر تاریخ عالم میں تلاش کرنا عبث ہے۔ زمین و آسمان اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

مواخات پر عمل مکہ میں بھی ہوا اور مدینہ میں بھی۔ مواخات مکہ میں مکی اصحاب کی سلسلہ بندی مقصود تھی۔ نصرت علی الحق اور مواصلات مطلوب تھی اور مواخات مدینہ میں مکی و مدنی اصحاب میں وحدت اسلامی کا پیدا کرنا ملحوظ تھا۔ توسیع محبت اور استحکام انس و مودت اس کی بنیاد پر تھی۔

مواخات مکہ

محمد رسول اللہ ﷺ	سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	سیدنا زبیر بن حارثہ رضی اللہ عنہ
زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

مواخات مدینہ

ہجرت سے پانچ چھ ماہ کے بعد جن دنوں مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کے ساتھ اخوت اور معاونت سے قوی دل، قوی بازو بنایا گیا۔ پچاس جوڑو پہلے تھے جو مسجد نبوی ﷺ میں سبق اتحاد سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

حَالَفَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔ [1]

”ہمارے گھر میں نبی ﷺ نے دو تین بار مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت کو باہمی حلف کے ذریعہ قائم فرمایا۔“

ابن اسحاقؒ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿تَأَخَّوْا فِي اللَّهِ أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ﴾ ”اللہ کی راہ میں دو دو کس بھائی بھائی بن جاؤ۔“

معلوم ہوتا ہے کہ جو نمونہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے سامنے قائم فرمادیا تھا اس پر برابر عمل ہوتا رہا اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا، جب تک مکہ معظمہ فتح نہ ہو گیا اور مکہ سے آنے والوں اور ہجرت کرنے والوں کے لیے گردوغبار وحشت بالکلیہ دب نہ گیا۔

ذیل میں مواخات مدینہ کا بھی ایک مختصر نقشہ پیش کیا جاتا ہے:

انصار	مہاجرین	
خارجہ بن زیدؓ	سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول اللہ ﷺ	1
عتبان بن مالکؓ	سیدنا عمر فاروقؓ امیر المومنینؓ	2
اوس بن ثابت الانصاریؓ	امیر المومنین عثمان ذوالنورینؓ	3
سلمان فارسیؓ و رسول اللہ ﷺ	سیدنا علی مرتضیٰؓ امیر المومنینؓ	4
سعد بن الربیعؓ	عبدالرحمن بن عوفؓ	5
سعد بن معاذؓ	ابوعبیدہ عامر بن الجراحؓ	6
کعب بن مالکؓ بن ابی ابوکعب الانصاری الخزرجی السلمی شاعر النبی ﷺ	طلحہ بن عبد اللہ القرشی بن عبید اللہؓ (احد العشرة المبشرة)	7
ابی بن کعب الانصاریؓ	سعید بن زیدؓ	8
سلمہ بن سلامہؓ	زبیر بن العوامؓ	9
اسید بن حضیرؓ	سیدنا زید بن حارثہؓ	10
ابورویحہ الخثعمیؓ	سیدنا بلالؓ	11
معاذ بن جبلؓ	جعفرؓ بن ابی طالب (مقیم حبش)	12
حذیفہ بن الیمانؓ	عمار بن یاسرؓ	13
ابوایوب انصاریؓ	مصعب بن عمیرؓ	14
سلمان فارسیؓ	ابودرداءؓ	15
عمیر بن حمام بن جموحؓ	عبید اللہؓ بن الحارث بن عبد المطلب	16
معن بن عدیؓ	زیدؓ بن خطاب	17
سوید بن عمروؓ	وہب بن سعد بن ابی سرح القرشی العامریؓ	18

19	ابومرشد غنوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبادہ بن الصامت الانصاری السالمی <small>رضی اللہ عنہ</small>
20	ذوالشمالین عمیر بن عبد عمیر بن فضلہ الزہری <small>رضی اللہ عنہ</small>	یزید بن حارث بن قیس بن مالک الانصاری البخاری <small>رضی اللہ عنہ</small>
21	عثمان بن مظعون <small>رضی اللہ عنہ</small>	عباس بن عبادہ خزاعی ذوالعقبین مہاجر و انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>
22	طلیب بن عمیر بن وہب القرشی العبدری (ابن عمتہ النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>)	منذر بن عمرو بن خنیس الساعدی الانصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>
23	ابو حذیفہ بن عتبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	عباد بن بشر <small>رضی اللہ عنہ</small>
24	معاویہ بن ابوسفیان <small>رضی اللہ عنہ</small>	حباب بن یزید <small>رضی اللہ عنہ</small> ⁽¹⁾

مواخات کا اثر

ہر ایک انصاری اس دینی بھائی کو اپنے گھر لے جاتا، اپنا مال و زر، اسباب سامنے لاتا، اراضی سکنی و زرعی دکھاتا اور نصف و نصف باہمی تقسیم کر لیتا۔

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو گھر لے گئے تو اس وقت ان کے گھر میں دو بیویاں تھیں۔ دونوں کو ابن عوف کے سامنے لے آئے، کہا ان میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجیے تاکہ میں اسے طلاق دے دوں اور وہ تمھاری خبیجہ (زوجہ) بنے۔ ⁽²⁾

ان دو بھائیوں میں سے جب کوئی مر جاتا تو دوسرا بھائی اس کے ترکہ میں سے حصہ بھی لیتا۔

ترکہ سنبھالنے کا قاعدہ اس وقت ترک کر دیا گیا جب مہاجرین نے اپنے گھر خود بنا لیے اور اپنی جائداد پیدا کر لیں اور انصاری معاونت مالی سے مستغنی ہو گئے۔

قرآن مجید میں مواخات کا ذکر

قرآن مجید میں اس مواخات کا ذکر چند مقام پر ہے:

﴿وَاذْكُرُوا لِلّٰهِ نِعْمَةً اَلَيْسَ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالْفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا ط وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ [آل عمران: 103]

”اللہ کی جو نعمت تم پر ہے اسے یاد کرو کہ تم تو تو ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمھارے دلوں میں الفت ڈالی اور تم بفضل ربی بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ پھر اللہ نے تم کو وہاں سے بچایا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی نشانی تم پر اس طرح واضح کر رہا ہے کہ تم ہدایت یاب بنو۔“

قرآن مجید نے ﴿كُنْتُمْ اَعْدَاءً﴾ کے الفاظ میں ان تمام لڑائیوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو بخوبی یاد تھیں اور جن میں وہ خود یا ان کے اقربا و آباء و احباب و اپنا برابر حصہ لیتے رہے تھے۔ یہی جنگ بے آب و گیاہ زمین کو انسانی خون سے سیراب کرتی تھی۔

⁽¹⁾ خاص مکہ شہر میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے جھگڑے،

- ② قریش اور مضر کی خصوصیتیں،
 ③ قریش اور حرب الحجار،
 ④ کنانہ اور بنو قیس کی لڑائی۔
 ⑤ عبد مناف اور اس کے اتحادیوں بنو زہرہ، بنو اسد، بنو قیس، بنو الحارث، اور بنو عبد الدار اور اس کے اتحادیوں بنو سہم، بنو جحش، بنو مخزوم، بنو عدی کی عداوتیں۔
 ⑥ مکہ سے باہر اور عرب کے اندر ملوک کندہ، ملوک غسان، ملوک حیرہ کی عداوتیں اور ان عداوتوں کی حالت میں سلطنت ایران کا عرب کے ایک حصہ پر اور سلطنت روم کا عرب کے دوسرے حصہ پر اور حبش کا عرب کے تیسرے حصہ پر قبضہ و غلبہ اور پھر ان سلطنتوں کی باہمی جنگ و جدال اور اس جنگ و جدال کا عربی قبائل پر پہنچانے کا حقیقی مخالفانہ اثر۔
 ⑦ یثرب کے اوس اور خزرج کی لڑائیاں۔
 ⑧ یہودیان، بنو نضیر و بنو قینقاع و بنو خزاعہ اور خیبر وفدک و تنجاء کی شرارتیں اور قبائل عرب کو ہمیشہ مصروف جنگ رکھنے کی پالیسی۔
 ⑨ عیسائیاں دومۃ الجندل و نجران و بحرین کی ریشہ دوانیاں،
 ⑩ بت پرست قبائل کا اپنے اپنے دیوتاؤں کی حمایت میں نہرہ آ رہا ہونا۔
 ⑪ زمانہ دہریہ کے منصوبے اور روپاہ بازیاں۔
 ⑫ عیسائیوں کے فرقہ ہائے ثلاثہ کا تولد (کیسٹھولک)، یعقوبی، اور پولوسی سے اختلاف شدید اور ان اختلافات کی ترویج میں اہل عرب کو قربانی کا بکرا بنایا جانا، یہ سب وہ امور ہیں جو آیت بالا کے لفظ کُفَّتُمْ اَعْدَاءُ کے تحت میں داخل ہیں۔
 بعد ازاں ان سب اختلافات کا اٹھ جانا، نزاعات کا انتزاع، جھگڑوں کا خاتمہ، لڑائیوں کا انسداد و جذبات کینہ و انتقام کا محو ہو جانا، امن عامہ کا قائم ہو جانا اور تمام جزیرہ نمائے عرب میں ایک ہی کلمہ زبان پر، ایک ہی اعتقاد دل میں، ایک ہی ولولہ دماغ میں، ایک ہی مقصود کا منظور ہو جانا، ایک ہی معبود و معبود کا مستحق عبادت و استعانت سمجھ لینا۔
 بھیڑوں کا گلہ بان ہو جانا، رہزنیوں کا محافظ جان و مال کے لقب سے ملقب ہونا، دشمنان جان کا ایمانی و قلبی اخوان ہو جانا۔
 درحقیقت یہ ایسی نعمت عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بطور تذکار احسان ضرور ذکر فرمائے اور اسلام اس خصوصیت کو اپنے شرف اور برتری کی دلیل قرار دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مواخات کی تکمیل کرنے والوں میں سے ہر ایک فریق کی تعریف فرمائی ہے۔

مہاجرین کے حق میں فرمایا:

﴿الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصَرُّونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ، أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ [الحشر: 8]

”یہ وہ ہیں جو اپنے وطن اور گھریلو مال سے نکال دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے فضل اور رضوان کے جو یا ہیں اور اللہ اور رسول کی نصرت کیا کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو صادق ہیں۔“

آیات بالا میں ان کی مظلومی اور جبراً وطن سے اخراج و جاکد اد سے محرومی اور بایں ہمہ ان کا ثابت القلب ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل کا خواہاں اور رضوان الہی کا جو یا ہونا اور جملہ وسائل معیشت سے محروم ہونے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی نصرت میں استمرار و استحکام کے ساتھ لگے رہنا بیان فرمایا ہے، اور پھر حصر کے طور پر فرمادیا کہ یہی لوگ صادق ہیں۔

دوسرے مقام پر کل دنیا کے اسلام کو حکم دیا:

﴿وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [البقرہ: 119] ”تم کو صادق لوگوں کی معیت چاہیے۔“

صادقوں کا حصر اور تعین آیت بالا میں کر دیا گیا تھا۔

انصار کے متعلق اسی مقام پر فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [البقرہ: 9]

”اور دارالہجرت (مدینہ) کے رہنے والے جو پہلے سے ایمان لائے تھے ہیں وہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور جو تھوڑا بہت ان کو دیا جاتا ہے، اس کی بابت ان کے سینہ میں غش نہیں ہوتی، وہ بھی ایثار کرتے ہیں، خواہ وہ خود ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ ہاں جو کوئی تنگ دلی سے بچایا گیا تو وہ فلاح والا ہے۔“

ان آیات میں دارالہجرت کا قیام اور قدامت ایمان اور محبت مہاجرین اور عطیات میں کمی بیشی سے استغنا اور تنگی و افلاس میں بھی ایثار پر عمل کرنا انصار کرام کی صفت بتائی گئی۔

ہر دو آیات پر مکرر غور کرو۔

① مہاجرین کا ایثار یہ کہ اللہ اور رسول کے لیے گھربار، خویش و تبار کو تنہا دیا۔

اور انصار کا ایثار یہ کہ خود تنگی اٹھائی اور مہاجرین کی ضرورت کو پورا کیا۔

② مہاجرین کی فضیلت ایمانی یہ کہ ان کا مقصود رضوان ربانی ہے۔

انصار کی فضیلت ایمانی یہ ہے کہ ہجرت سے بھی پیشتر ان میں ایمان (بعد از بیعت عقبہ) پہنچ گیا تھا۔

③ مہاجرین کی فضیلت یہ کہ ان کے جملہ افعال اللہ اور رسول کی نصرت کے لیے ہیں۔

انصار کی فضیلت یہ کہ انھوں نے مہاجرین کو محبوب بنالیا اور خود ان کے محبت ہو گئے۔

④ مہاجرین کی فضیلت یہ کہ وہ صادق ہیں۔

انصار کی فضیلت یہ کہ وہ مفلح ہیں۔

یہ ہے وہ اخوت اسلامی جس کا بانی اسلام ہے۔

یہ ہے وہ محبت ایمانی جس کی بنیاد نہ منفعت مالی پر ہے اور نہ لذت نفسانی پر، یہی وہ اخوت ہے جو اغراض سے بالاتر اور مادیت کے اثر سے بلند ہے۔

ذرا میدانِ احد تک اپنی نگاہِ علمی کو وسیع کرو۔

کہ بادشاہِ دو جہان کی بیوی، جیتی ملک، مومنین کی ماں طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پانی کی مشک کندھے پر اٹھائے ہوئے ہے اور ہر ایک فرزندِ اسلام کو پانی پلا رہی ہے۔ زخمیوں کے منہ میں قطرہ قطرہ پکار رہی ہے۔ کیا کسی دنیوی بادشاہ کی ملکہ نے بھی کبھی ایسا کام کر دکھایا ہے۔ [1]
ایک صحابی کی سنو، حذیفہ العدوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ میدانِ جنگ یرموک میں اپنے زخمی بھائی کی تلاش میں نکلا، پانی ساتھ لے گیا تھا۔ بھائی کے پاس پہنچ گیا، اسے پانی پلانے کو تھا کہ دوسرے زخمی کی آواز آئی ”آؤ“ زخمی نے بھائی کو اشارہ کیا کہ پہلے اسے پلاؤ، وہ اس کے پاس پہنچا، دیکھا کہ وہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں، انھیں پانی پلانے لگا تو تیسرے زخمی کی آواز آئی، اس نے کہا، پہلے اسے پلاؤ، اس کے پاس پہنچا تو جاں بحق ہو چکا تھا۔ واپس آیا تو ہشام رضی اللہ عنہ کو پایا کہ جنت کو سدھار گیا، واپس آیا اور بھائی کو دیکھا وہ بھی جامِ طہور کے سرور حاصل کر چکا ہے۔

میدانِ جنگ اور زخمی اور آخری سانس اور اپنے اپنے نفس کے مقابلہ میں دوسرے بھائی کا (جو خون کا بھائی نہیں) بلکہ ایمان کا بھائی ہے یہ احترام، یہ تقدیم، اسلام کے سوا اور کہاں نظر آ سکتا ہے۔
یہ نہ سمجھو کہ یہ اثر صرف عہدِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی تھا۔

مبین کے خلیفہ کی لونڈی زہرا کا نام آپ نے قصرِ ہرا کے سلسلہ میں سنا ہوگا۔ اس لونڈی نے مرتے وقت وصیت یہ کی تھی کہ اس کا مال اس مسلمان کی رہائی میں صرف کیا جائے جو کسی غیر قوم کی قید میں محبوس ہو۔
وصیت کے مطابق تین سال تک یورپ اور افریقہ اور ایشیا میں تلاش کی گئی۔ کوئی ایسا مسلمان نہ ملا۔ آخر اس کا روپیہ اس محل کی تعمیر پر اس کی یادگار میں لگا دیا گیا۔ [2]
کہتے ہیں کہ اس قصر کی لاگت ان دنوں پچاس لاکھ کھڑ (450000000) تھی۔

کہتے ہیں کہ فری مین (Free Man) لاج والے لاج کے اندر ایک دوسرے کو بھائی کہہ کر بلاتے ہیں، ان کی اخوت اور اسلامی اخوت کا مقابلہ کر کے دیکھو، فوراً اقرار کرنا پڑے گا کہ جس اخوت کو اسلام نے پیش کیا ہے، وہ اس کی خصوصیات میں سے ہے۔

فصل ہشتم 8

اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند کر کیا

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں بنیائے و ہادیان مذاہب کی شخصیت کے متعلق جو اعتقادات قبل از اسلام موجود تھے، ان پر غور کرو۔ یہودیوں کا اعتقاد، یعقوب و داؤد و عزیر علیہم السلام کی نسبت کہ ان میں سے ہر ایک خدا کا بیٹا تھا یا پہلوتا بیٹا تھا۔ عیسائیوں کا اعتقاد مسیح کی نسبت کہ وہ خدا کا پیارا بیٹا اور قادر المطلق اور ثالثِ ثالوث (الوہیت کے تین ارکان میں سے ایک) ہے۔

ہندوؤں کا اعتقاد 32 اوتاروں کی نسبت کہ پریشور نے خود مادی جسم قبول کر کے مادی صورت میں جلوہ گری فرمائی تھی۔ مہابھارت کا بیان۔ کرشن جی مہاراج کی نسبت کہ وہ خود خالق عالم و عالمان تھا۔ پارسیوں کا اعتقاد و زرتشت کی نسبت کہ وہ جہاں تیرتا۔ یعنی عالم ملکوت سے تھا۔

بدھوں کا اعتقاد، مہاتما گوتم بدھ کی نسبت کہ وہ (ارہم) خود ذات پاک تھا۔ سناٹن دھرمیوں کا دعویٰ کہ پانچوں پانڈوؤں کو اکب نورانی کے فرزند تھے۔ تاتاریوں کا دعویٰ کہ آلھو ایکیم کے بیٹے نور کے فرزند تھے۔

یہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر کے بڑھانے میں ایک قابل تعریف کام کیا ہے۔ حالانکہ اس اعتقاد کا لزوم یہ ہے کہ انسانیت کا درجہ اتنا کمتر اور فروتر ہے کہ یعقوب و داؤد اور عیسیٰ و عزیر علیہ السلام کرشن و راجند راور زرتشت و بدھ جیسے اشخاص بشریت میں پائے ہی نہیں جاسکتے، بلکہ یہ درجہ بلند ان ہستیوں کے لیے ہے جو حقیقاً انسان نہ تھے۔ ایک منصف غور سے بتلائے کہ اس نے اپنے بزرگ کی صفت کرتے ہوئے انسانیت کو کس قدر ذلیل بنا دیا ہے اور چوں کہ اس بزرگ سے انسانیت کی نفی حقیقاً کسی طرح نہیں کی جاسکتی اس لیے دراصل اس شخص نے ان کی بزرگی کو کس قدر صدمہ پہنچایا ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے انسانیت کے درجہ کو بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کو انسان بنا کر پھر ان کا مراتب روحانیت میں برتر اور اعلیٰ تر ہونا ثابت کیا ہے۔

اسلام اسے بالکل غلط قرار دیتا ہے کہ جب تک کسی انسانی جسم کے اندر خود الوہیت کا حلول تسلیم نہ کیا جائے اس وقت تک کسی برگزیدہ انسان کو ابائے جنس کی رہبری و ہدایت کا شرف بھی حاصل نہ ہو سکے۔ اس غلط اصول کے مفاسد کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ ہر ظالم و جبار نے بھی اپنے لیے وہی درجہ تجویز کیا جو دنیا میں کسی بڑے سے بڑے ہادی مذہب کے لیے ان کے مذہب والوں نے تجویز کیا تھا۔ فرعون رعایا کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

﴿آتَا رَبُّكُمْ الْأَعْلٰی﴾ [النار: 24] ”میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔“

وہ اپنے دربار والوں سے کہا کرتا تھا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاَءَ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ﴾ [القصص: 38]

”اے سرداران دربار، میرے علم میں تو میرے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔“

{3} آتش اوتار، سب سے پہلا جو 9 دفعہ ظہور پذیر ہو چکا ہے اور ایک بار بھی اس نے جامہ انسانی میں آتا ہے۔ (2) چھ اوتار، مچھلی کی صورت میں ملک دکن میں نمایاں ہوا اور اس کے ظہور کے بعد طوفان عظیم آیا اور 17 لاکھ 28 ہزار سال تک زمین زیر آب رہی۔ (3) کچھ اوتار، جس کی پشت پر کوہ ہندو کی مدھانی رکھی گئی اور سمندر بلوئی لگی اور 14 ٹاپاب (۱۶) اشیاء کا استخراج ہوا

(۱۶) ان 14 چیزوں کے نام یہ ہیں۔ (1) بھجن اوتار، لہسن کی شکل میں عشرت عالم کا سامان جمع ہوا۔ (2) گنوت و سن، نہایت قیمتی ہیرے کی شکل میں جس کی قیمت کا اندازہ نہ ہو سکا۔ (3) کلب، برکھ کی شکل میں اسے پار جاکر برچھ بھی کہتے ہیں جسے خزاں نہیں آتی، جس کی خوشبو سے سارا عالم معطر ہے (4) سر، شراب (5) دھتر، طھیب کی شکل میں جس کے داہنے ہاتھ جو تک اور بائیں ہاتھ میں بلبلہ بوقت پیدائش موجود تھا۔ (6) چند ماں۔ ماہتاب (7) کام دین وہ گنوت جس کے تھن سے جو شے چاہتے ہو وہ نکلتے ہو۔ (8) اپراہت، نفل سفید کی شکل میں جس کے چار دانت تھے (9) سنگھ، سفید رنگ کا بھری گھونگا جس کے پاس ہوتا ہے وہی فتح پاتا ہے۔ (10) کچھ ہر بلائی (11) امرت۔ آب حیات (12) اش۔ سات سرو والا گھوڑا۔ (13) ان بھادو برہ (14) نیکو خو۔ عورت

کلمہ اللہ موسیٰ علیہ السلام جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید و تقدیس بیان فرماتے ہیں اور فرعون کو بتاتے ہیں کہ رب العالمین تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور خلا و فضا کا مالک ہے، تب بھی اسے یقین نہ آتا، جب بتاتے کہ رب العالمین تو وہ ہے جو تمہارے باپ دادوں کا پیدا کرنے والا تھا، تب بھی اس کی دیوانگی دور نہ ہوتی۔ جب اسے بتایا جاتا کہ رب العالمین تو وہ ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک تمام عالم کا خالق ہے، تب بھی اس کی عقل درست نہ ہوتی، جملہ دلائل کو سن کر سنا کر منہ سے بلکا تو یہ کہ:

﴿لَئِنْ اتَّخَذْتُ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُورِينَ﴾ [الشعراء: 29]

”خبردار اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو الہ سمجھا تو تجھے قید کر دیا جائے گا۔“

خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے سامنے بھی ایک احمق جبار بادشاہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بھی حیات و موت کے اختیارات رکھتا ہے، یہ احمق سمجھتا تھا کہ کسی شخص کو بلا وجہ پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دینا موت پر قدرت رکھنا ہے اور کسی واجب القصاص کو چھوڑ دینا اسے حیات بخش دینا ہے۔ ان سب غلط فہمیوں کا سبب واحد یہی ہے کہ انسانیت کو سمجھا ہی نہیں گیا تھا۔

اسلام کا مدعا یہ ہے کہ الوہیت کی صفت علیا کا علوق قائم رہے اور انسانیت کا درجہ بھی اپنے منجھائے عروج تک پہنچ جائے۔ تب یہ تعلیم دی گئی کہ جملہ مقدسین و متبوعین بھی انسان ہی ہیں۔ اللہ کی مخلوق اللہ کے بندے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ﴾ [الانبياء: 7]

”ہم نے تجھ سے پہلے بھی جن کو رسالت کے ساتھ مامور کیا وہ انسان ہی تھے، ہماری وحی ان کو ملتی تھی۔“

﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ﴾ [الانبياء: 8]

”ہم نے ان کا جسم ایسا نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور وہ ہمیشہ جیتے رہنے والے بھی نہ تھے۔“

﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ [الانبياء: 26-27]

”وہ تو باعزت بندے ہیں، بات چیت میں اللہ کی اجازت سے آگے نہیں بڑھتے اور اللہ کے حکم پر عمل کیا کرتے ہیں۔“

انسانیت کے ثبوت میں یہ بتلایا کہ وہ کھانے پینے سے مستثنیٰ نہ تھے، نیز ایک وقت پیدا ہوئے اور دوسرے وقت دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کی فضیلت کے ثبوت میں فرمایا کہ وہ صاحب وحی ہوتے تھے۔ منصب دار رسالت ہوتے تھے اور دربار الہی میں اعزاز و اکرام والے ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معاملات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ان کی زبان اور ان کے جوارح ادب اور حکم کے تحت میں ہوتے، حکم کے بغیر ان کی زبان پر ایک حرف تک نہ آتا اور جب حکم مل جاتا تو اس کی پوری پوری تعمیل کرتے۔ ان آیات میں قوت علیہ اور قوت عملیہ کا بھی ذکر ہے اور ان کے مراتب روحانی کا بھی اظہار اور یہی وہ امور ہیں، جن سے مقدسین کا باوجود انسان ہونے کے جملہ کائنات سے برتر و ممتاز ہونا ثابت ہے۔

ان بیانات سے انسانیت کا درجہ بلند تر ہو گیا، کیوں کہ انسانیت ہی شانستہ رسالت ٹھہری۔ انسانیت ہی شرف دار خطابت ہوئی، انسانیت ہی علم الہی کے نزول و بروز کا سرچشمہ ٹھہری اور انسانیت ہی اعمال کی تکمیل و تعمیل کے امتحان میں کامیاب ہوئی۔ بے شک اس مسئلہ کا اظہار خصوصیات اسلام میں سے ہے اور انسانیت ان کی مرہون احسان ہے۔

اسلام ہی غیر متعصب دین ہے

اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اغیار نے بہت سے جھوٹے الزام اس پر لگائے ہیں اور بعض الزام تو وہ ہیں جو الزام دینے والوں ہی میں موجود اور ثابت تھے، مگر انھوں نے ہوشیاری اور عیاری یہی کی کہ اپنے کرتوت چھپانے کے لیے انہی باتوں کو مسلمانوں کے سر تھوپ دیا اور پھر نا اہل مسلمانوں کے افعال کو تعلیم اسلام کا نتیجہ قرار دے کر مذہب اسلام کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

- ① تعصب کے معنی یہ بھی ہیں کہ عطاء حقوق کے وقت کسی کو حق سے زیادہ دیا جائے اور کسی کو حق سے کم۔
- ② اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ دوسرے لوگوں کی آزادی عقل اور حریت مذہبی پر ناجائز بندشوں کا بار ڈالا جائے۔
- ③ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی حمایت میں دیگر مذہب کو حق حفاظت سے محروم کر دیا جائے۔
- ④ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی برکات و انوار کا مستحق خود اپنے ہی آپ کو سمجھا جائے اور دوسروں کو ان برکات و انوار سے بالکل دور رکھا جائے۔

بھم اللہ کہ اسلام کی تعلیم ان جملہ نقائص سے پاک ہے۔ قرآن عظیم اور رسول کریم ﷺ نے ہمیشہ تعصب کی ان جملہ اقسام کو برائیاں اور اپنے دامن کو اس خا زار سے ہمیشہ بلند تر رکھا۔

تعصب کے ہر چہار (4) اقسام کی نفی کا یقین مندرجہ ذیل آیات قرآنی اور معاملات اسلامی سے بخوبی ہو جائے گا۔

- ① ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدہ: 1]
”اے ایمان والو! معاملات کو پورا کیا کرو۔“
- ② ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا﴾ [المائدہ: 2]
”اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبہ سے روکا تھا۔ تم کو ادھر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان پر زیادتی کرنے لگو۔“
﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِنِّمِ وَالْعُدُوِّ﴾ [المائدہ: 2]
”نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور سرکشی میں مدد نہ کرو۔“
- ③ ﴿قُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالٌ وَلَكُمْ أَعْمَالٌ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ الْفَصِيلُ﴾ [الشوریٰ: 15]
”اے رسول کہہ دیجیے، اللہ نے جو کتاب میں اتارا، میرا اس پر ایمان ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کیا کروں۔ ہمارا رب اور تمہارا رب اللہ ہی ہے۔ ہم کو ہمارے اعمال، تم کو تمہارے اعمال۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہی ہم کو اکٹھا کرے گا اور اللہ ہی کی طرف بازگشت ہے۔“
- ④ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَى أَنْ تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المائدہ: 8]

”اے ایمان والو تم (1) اللہ کے واسطے قائم رہنے والے (2)۔ انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ (3)۔ اور کسی قوم کی عداوت تم کو بے انصافی کی طرف نہ کھینچ لے جائے (4)۔ عدل کیا کرو، عدل ہی خدا ترسی سے قریب تر ہے، اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔“

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: 64]

”اے رسول کہہ دیجیے کہ اے یہودیو اور اے عیسائیو، اے کتاب والو، آؤ ایک ایسی بات پر سمجھوتہ کریں جو ہمارے تمہارے لیے مساوی ﴿1﴾ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں ﴿2﴾ اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیں ﴿3﴾ اللہ کے سوا کوئی انسان کسی انسان کو اپنا رب نہ ٹھہرائے۔ اگر یہ لوگ اس پیغام سے انکار کریں، تب ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہنا ہم تو ان حکموں کے ماننے والے (مسلمان) ہیں۔“

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرہ: 256]

”دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی دباؤ یا سختی نہیں، ہدایت اور گمراہی کو تو صاف الگ الگ واضح کر دیا گیا۔“
ان آیات کے بعد کیا کوئی دوسرا شخص بھی اپنی پاک کتاب میں ایسی یا اس سے اعلیٰ تعلیم کی موجودگی ثابت کر سکتا ہے۔
ہاں! ان آیات کی تعلیم میں رواداری کے جو نمونے، بے تعصبی کے جو ثبوت ہادی اسلام ﷺ نے اور حضور ﷺ کے خلفائے راشدین المہدین نے اور ملوک عظام نے دنیا کے سامنے پیش کیے، وہ سب اسلامی کتب میں اب تک موجود ہیں۔

نبی ﷺ نے مدینہ پہنچ کر جو معاہدہ یہودیوں کے ساتھ کیا تھا، وہ قابل ملاحظہ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہودی وہ ہیں جن کے ساتھ نہ کبھی بابل کی بت پرست سلطنت نے حسن سلوک کیا اور نہ مصر کی حکومت نے ان پر رحم کھایا اور نہ یہوداہ کی نسل میں پیدا ہونے والے مسیح علیہ السلام کی امت نے ان کو کبھی انسان یا آدمی سمجھ کر ان سے کبھی کوئی مراعات کی۔

نصارئی کے ساتھ نبی ﷺ کا معاہدہ بھی ملاحظہ طلب ہے، ان معاہدات کو رحمة للعالمین جلد اول میں پڑھ لیجیے اور انصاف کیجیے کہ کیا ان سے اسلام اور داعی اسلام کی بے تعصبی، سیر چشمی اور کس قدر رواداری ظاہر ہوتی ہے۔

حکمرانان امویہ و عباسیہ و اندلس و قاطبیہ کی شان و شوکت کے زمانوں میں اقوام غیر کا پورے حقوق اور آزادی کے ساتھ صدیوں تک آباد رہنا۔

یہودیوں، عیسائیوں کا بلا امتیاز حد سے ہر ایک منصب پر فائز ہو جانا ہماری روشن دلیل ہے۔ ہندوستان پر نظر ڈالیے۔ اس وقت اونچی قوموں کے لیے لفظ آریہ نہایت موزوں سمجھا جاتا ہے۔ مگر آریہ ورت کا جو رقبہ ستیا رتھ پرکاش میں محدود کیا گیا ہے اس میں احاطہ مدراس اور احاطہ بنگال اور شمال مغربی صوبہ شامل نہیں ہو سکتے۔ صوبہ بہار کے اکثر مقامات بھی اس آریہ ورت کے رقبہ سے باہر ہیں۔ اس احاطہ بندی نے کروڑوں انسانوں کو شریف قوم یا آریہ کہلانے سے محروم کر دیا ہے۔

مسلمانوں کی فیاضی دیکھو کہ انھوں نے دریائے انڈ (انک) کو قدرتی حد قرار دے کر اس طرف والوں کو ہندو لقب دیا۔ اس نام کے تحت میں اس ملک کے رہنے والی سب قوموں کا اجتماع ہو گیا اور ان میں جمعیت پیدا ہو گئی اور کسی کو غیر شریف کہنے کی ضرورت بھی نہ رہی۔

بعد ازاں جب مسلمانوں کا یہاں کے لوگوں کے ساتھ معاملہ پڑا تو انھوں نے لالہ کا خطاب دیا، جس کے معنی بڑا بھائی ہیں اور یہ لغت اب تک سرحدی صوبہ میں اس معنی میں مسلمانوں میں مروج ہے۔ لالہ موسیٰ ایک مشہور رستی اور مشہور ریلوے اسٹیشن ہے جو ایک بزرگ مسلمان کے نام سے آباد ہوئی تھی۔

اورنگ زیب کو متعصب کہا جاتا ہے مگر اس کے دربار میں ہندو امراء کی فہرست اکبر کے دربار سے (جس کی بے تعصبی مسلمہ ہے) زیادہ لمبی ہے۔

اورنگ زیب نے راجپوتانہ کی کسی ہندو ریاست کو شامل ملک محفوظ نہیں بنایا، حالانکہ دکن کی چار اسلامی سلطنتوں کو فتح کر کے جزو سلطنت بنالیا تھا۔

سنی اور صغریٰ کی شادی کے خلاف بھی کوئی مداخلت نہ کی۔ دارالسلطنت آگرہ اور دارالخلافہ دہلی کے قرب و جوار میں اب تک ہندو صاحبان کی آبادی مسلمانوں سے زیادہ ہے۔

ہندو راجاؤں کو جو خطابات عطا کیے ہیں، ان کو ملاحظہ کرو۔ کیسے عظیم الشان ہیں۔ ہر ایک خطاب کے ساتھ نیا علاقہ بھی ضرور ہوتا تھا۔ ذرا اس سلوک کو بھی دیکھیے کہ ہندوؤں نے ہمیشہ مسلمانوں کو اچھوت کا درجہ دیا، مگر مسلمانوں نے کبھی ان کو اچھوت نہ بنایا۔ تجارت کو بالکل ہندوؤں کے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا۔ مندروں پاٹ شالاؤں کے لیے جاگیریں دیں، ابھیاگتوں کے لیے لنگر کھولے۔ اپنے سابقہ وطن سے قطع تعلق کر کے ہندوستان ہی کو جینے اور مرنے کے لیے پسند کیا، اپنی زبان کو چھوڑ کر یہاں کے باشندوں کی زبان کو اپنی زبان بنایا اور اسی کو محلات اور دربار کی زبان قرار دیا۔

غور کے بعد بتاؤ، بے تعصبی کا ثبوت ان امور سے بڑھ کر کوئی معترض خود بھی اپنے فعل و قول سے پیش کر سکتا ہے؟ بیرونی تجارت عرب اور چینوں کے ہاتھ میں تھی، جب یورپین اقوام نے ہندوستان کی طرف قدم بڑھایا تو ان کو خیر مقدم کہا گیا، ان کا مال کسٹم ڈیوٹی سے آزاد کیا گیا۔

سیاست حالیہ کے ماہر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ رواداری اور بے تعصبی ہی ان کی سلطنت اور اقتدار کے زوال کا باعث ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ ایک سیر چشم مسلمان اس اعتراض کو اپنے اوپر چسپاں کر لینے پر رضامند ہو سکتا ہے، مگر وہ یہ کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اسلام میں تعصب ہے۔

ہمارے اس مضمون کو پڑھ کر شاید کوئی صاحب غزوات و سرایائے اسلام کا حوالہ دیں اور حروب عرب کو تعصب دینی کی دلیل قرار دیں، لیکن درحقیقت ایسا کرنا تاریخ اور علل واقعات سے ناواقفیت پر مبنی ہوگا۔

ہم نے غزوات و سرایا کا مکمل مضمون اسی کتاب کی جلد دوم میں تحریر کر دیا ہے اور بطور نتیجہ دکھلایا ہے کہ نبی ﷺ کے غزوات صرف اسی قوم اور خاندان کے ساتھ ہوئے، جس میں سے خود حضور ﷺ اور سابقون الاولون بھی تھے۔ حضور ﷺ ہی کی قوم نے اسلام کی عداوت و مخالفت میں سارا زور لگایا اور انہی سے لڑائیاں ہوئیں۔ لہذا یہ خاندانی جھگڑا کسی طرح تعصب دینی کی دلیل نہیں بن سکتا۔ میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی جنگیں نہ اپنی تعلیم کی اشاعت کے لیے تھیں اور نہ دوسرے مذاہب کے لیے موجب اکراہ تھیں۔ رب العالمین نے اسلامی حروب کے متعلق جو وجہ بیان کی ہے، وہ قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿لَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهْذَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ، إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [آیہ 40]

”اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدافعت نہ کرتا اور بعض کے ذریعہ بعض کو نہ ہٹا دیتا، صوامع، بیع، صلوات اور مساجد میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے ضرور گرا دی جاتیں اور اللہ تو اس کی مدد ضرور کرتا ہے جو اللہ (کے مقاصد) کی مدد کرتا ہے اللہ تو قوت والا اور غلبہ والا ہے۔“

صَوَامِعُ صومعہ کی جمع ہے۔ لغت میں اس عمارت کو کہتے ہیں، جو اوپر سے تیلی ہوتی جائے، درویشان قوم ترسا کے خلوت خانے اسی شکل کے ہوتے تھے۔ ہندوؤں کے مندروں کی شکل بھی یہی ہے اور اس نام سے معروف ہیں۔

بِیَعُ بیعہ کی جمع۔ عیسائیوں کا گرجا۔ صَلَوَاتُ یہ عبرانی صلوٰۃ کا معرب ہے۔ عبادت گاہ یہودوں۔ مَسَاجِدُ معبد مومنین المسلمین۔ آیت بالا ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لیے دی گئی کہ وہ جملہ مذاہب کی آزادی کو قائم کر دیں، بدامنی دور کر دیں۔ پارسیوں، عیسائیوں، یہودیوں کی عبادت گاہوں کو اور مسلمانوں کی مسجدوں کو کوئی شخص نہ گرا سکے۔

تاریخ کا ادنیٰ واقف بھی جانتا ہے کہ ایرانیوں نے بدعہد پرویز ایشیائے کوچک پر قابض ہونے کے بعد عیسائیوں کے گرجاؤں کو گرا دیا تھا اور دس (10) سال کے بعد عیسائیوں نے مکرر غلبہ کے بعد پارسیوں کی پرستش گاہوں کو فنا کر دیا تھا۔

یہودیوں کے عبادت خانے تو سب کے سب شاہان روم کے ظلم و تعصب کی وجہ سے زمین کے برابر کر دیے گئے تھے، حتیٰ کہ یروشلم کی زمین کو بھی جس کی عمارت 80ء میں نیروشاہ روم نے گرا دی تھی۔ قسطنطین (اولین عیسائی بادشاہ) کی والدہ کے حکم سے کوڑا کرکٹ گرانے کی جگہ بنایا گیا تھا۔ مسلمانوں کی مساجد تو بالکل ہی غیر محفوظ تھیں، کیوں کہ پارسی و ترسائی و نصرانی مسلمانوں کے خلاف بالاتفاق عداوت پر ڈلے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اٹھایا اور انہی کے دوش پر معاہدہ عالم کی حفاظت کا بار رکھا اور انھوں نے اس بار کو خوش گوار فرض کے طور پر اٹھایا۔

آیت بالا میں ایک پیش گوئی بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کی جنگیں اصول بالا کے لیے ہوں گی تب ان کو منجانب اللہ نصرت عطا کی جائے گی اور وہ ہر ایک اس قوم کے مقابلہ میں جو کسی دوسرے مذہب کے معاہدہ کو تباہ کرنے والی ہے، ضرور مظفر و منصور ہوں گے۔

رب العالمین کے اسی کلام صداقت نظام کا اثر اور معجزہ تھا کہ خلافت صدیق ؓ، فاروق ؓ اور ذوالنورین ؓ میں اسلامی لشکر کو کسی ایک جگہ پر بھی شکست نہیں ہوئی، بلکہ ہر ایک جگہ ﴿إِنَّا جُنَدُ اللَّهِ﴾ اللہ ہی کا لشکر غالب آئے گا، کا نظارہ نظر آتا رہا اور اس کامیابی نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی جنگیں ٹھیک اسی اصول (حفاظت و احرام معاہدہ مذاہب عالم) پر تھیں۔

کیا اب بھی کسی کے نزدیک اسلامی جنگیں قابل اعتراض ہو سکتی ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ یہ مسلمانوں ہی کا حوصلہ تھا کہ اپنی جانیں قربان اور اپنے سینوں کو آماج تیرو سنان بنا کر غیر مسلموں کے معاہدہ کی حفاظت کی۔ کیا کوئی اور قوم بھی اپنی بے تعصبی کا ثبوت اس طریق سے دے سکتی ہے۔

ذرا تاریخ اٹھا کر دیکھو کہ اسلامی قبضہ سے پندرہ شام فلسطین و عراق و مصر میں پیشوایان عیسائیت اور فرمان روایان کلیسا نے عام لوگوں کو اور پھر فرقہ واری کے جنون میں خود عیسائیوں کی جان و مال کو کس قدر محفوظ رکھا تھا۔

وہ مسائل جن پر صدیوں تک عیسائی فرقوں میں خون ریزی جاری رہی، یہ تھے۔

① کیا مسیح علیہ السلام ایک جسم اور ایک روح والا تھا؟

② کیا مسیح علیہ السلام ایک جسم اور دو روح والا تھا؟

③ اگر وہ ایک جسم اور ایک روح والا ہی تھا، تب اس کے جسم میں انسانی روح تھی یا الوہیت کی روح؟

④ اگر اس کے اندر انسانی روح تھی، تب اس کی الوہیت کی ابتداء کس طرح سے اور کب سے ہوئی؟

⑤ اگر مسیح علیہ السلام ایک جسم اور دو روح (انسانی اور الہی) والا تھا، تب کون سی روح غالب تھی؟

⑥ کیا کبھی روح الوہیت روح انسانی پر اور کبھی روح انسانی روح الوہیت پر غالب بھی آ جایا کرتی تھی؟

⑦ مسیح علیہ السلام کا صلیب پر چڑھنا مع روح الوہیت تھا یا بلا روح الوہیت تھا؟

⑧ اگر مصلوبی کے وقت روح الوہیت شامل نہ تھی، تو روح انسانی کیوں کر گنہگاروں کے گناہوں کی برداشت کی متحمل ہوئی؟

⑨ اگر روح الوہیت شامل تھی تو کیا الوہیت بھی مصلوب ہوئی؟

الغرض ایسی ایسی موشگافیوں نے مسیح کی صاف اور سچی تعلیم کو ایک عجیب گورکھ دھند ابنا دیا تھا۔ نئی نئی بدعات کے ساتھ نئے نئے فرقے بنتے تھے اور ایک دوسرے کا گھلا کاٹنا اپنے نزدیک مسیح کی خوشنودی کا موجب سمجھتے تھے۔

اس خون ریزی کو دنیا کے بہت بڑے رقبہ پر صرف اسلامی قبضہ ہی نے بند کیا۔

ایران پر مشرود کیا اصول کی حکومت تھی اور کسی عورت کو زندہ رہنے کا حق نہ تھا، جب تک وہ اپنے آپ کو قوم کی مشترکہ جائداد نہ بنا دے۔

پوران وخت و ایران وخت جیسی صاحب تخت و تاج حکمرانوں نے اس اصول کی تعمیل نہ کرنی چاہی تو فوراً ان کو تخت کی جگہ تخت

موت دیکھنا پڑا۔

اسلامی قبضہ ہی نے ایران کے جان و مال کو محفوظ کیا اور اسلام ہی کی بے تعصبی ان کی زندگی کا سبب ٹھہری۔

کتاب ستیا رتھ پرکاش میں گوشائیں، ہیراگی چچراکلت (آچاری) ویشنو آؤک، دام مارگی، چوٹی، مارگ فرقوں کے فحش افعال اور فحش منٹروں کا ذکر موجود ہے۔ ایسے فرقوں کا وجود ہندو میں باہمی جنگ و جدال کا موجب تھا۔

ہند میں داخل ہونے والی ہندو قوموں نے یہاں کے مفتوحین کو اچھوت قرار دیا تھا۔ ہزاروں سال سے اسی پر اب تک عمل موجود ہے

اور بدھ ازم اور جین مت نے ہندوؤں کی نسلوں اور پشتوں کو تباہ کرنے میں اور شکر اچارج کے قائم کیے ہوئے بدھ مت نے لوگوں کو ہندوستان

سے خارج کرنے میں جو جو کارنامے اس ملک میں کیے ہیں وہ تعصب کی خونی داستان ہے۔ اسی تعصب اور عناد باہمی کا نتیجہ تھا کہ سارے

ہندوستان پر کسی ہندو راجہ کو شاہانہ حکومت حاصل نہ ہوئی اور یہاں کی ہر ایک چھوٹی حکومت دوسری چھوٹی حکومت سے برسر پیکار رہی۔

اسلام ہی کی بے تعصبی نے ان سب فرقوں کو اور سب حکومتوں کو اور جملہ مذاہب کو اپنی اپنی حدود کے اندر رہنے کی تعلیم کو دولت

برطانیہ نے اسلامی سلطنت سے اپنے چارج میں حاصل کیا ہے۔ اور ان سینکڑوں مذاہب پر ملک ہندوستان میں حکومت کرنا نسبتاً بہت آسان ہو گیا، مگر اس کے مقابلہ میں انگلینڈ و ویلز آئر لینڈ و سکاٹ لینڈ پر حکومت کرنا زیادہ دشوار رہا، جن میں یہ لحاظ صرف دو ہی فرقے پرائسٹنٹ (Protestant) اور کاتھولک (Catholic) آباد ہیں۔

عام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام میں تعصب نہیں۔

فصل دہم 10

اسلام ہی دین المحبت ہے

ذرا غور کرو کہ اسلام معرفت الہی کی تعلیم کن الفاظ میں دیتا ہے۔

① وہ رب العالمین ہے، ہر ایک شے جو نمودار ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، جو نشو و نما قبول کر سکتی ہے، جو کسی حرکت سے متحرک ہے، اسے وجود بخشے والا، اس کی ہستی کو قائم رکھنے والا، اس کے خواص کی حفاظت کرنے والا۔ اس کی ماہیت و کیفیت خاص سے اسے امتیاز بخشے والا، اس کی ضروریات حیات کو بہم پہنچانے والا وہی ہے، جو اسلام کا اللہ ہے۔

② وہ رحمن ہے۔ یہ لفظ لغوی حیثیت سے لفظ رحمت سے مبالغہ کے لیے وضع ہوا ہے اس کا ترجمہ کمال رحمت والا ہے

سلسلہ وحی کا قیام برکات سماوی کا نزول، انوار عرفان کا انعکاس اسی رحمت کا نتیجہ ہے۔

ارض و سما اور خلاء و فضاء کا قیام اسی رحمن کے حکم سے ہے چرند پرند کی بقا اسی رحمن کے عطیہ سے ہے۔

رحمن وہی ہے جو ہر ایک در ماندہ کی توانائی ہے۔ ہر ایک پسماندہ کی ہدایت ہے، اسی کی استعانت ہمیں اس کی رحمت تک لے جاتی ہے۔ اسی کی رحمت قعر فرش سے انتہائے عرش تک قادر و متصرف ہے۔

③ وہ ”رحیم“ ہے۔ رحم رحیم سے ہے۔ لغوی حیثیت سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس وزن کے الفاظ اپنے اپنے معانی کے لحاظ سے معنی و دوام پر حاوی ہوتے ہیں۔ لہذا اسم پاک رحیم ظاہر کرتا ہے کہ رحم ہمارے مالک کی ان صفات کاملہ میں سے ہے، جن کو ذات پاک کے ساتھ لزوم و دوام حاصل ہے۔ حدیث ترمذی ④ میں آیا ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ بَعْدِيَدِهِ مِنَ الْاُمِّ يَوْلَدِهَا

”کیا اللہ کا پیارا اپنے بندوں کے ساتھ اس پیار سے زیادہ نہیں، جو ماں کو اپنے بچے سے ہوتا ہے۔“

فرمایا یہ بات بالکل درست ہے۔

ایک حدیث میں ہے: اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔ ⑤

خوبہ حالی پانی پی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ نے اسی کا ترجمہ اپنی مقبول عام و خاص مسدس میں فرمایا ہے۔ ⑥

① ابن ماجہ: 4297 ② تاجی: 41/9، ترمذی: 202/3، الدرر المنجی: 36/3 ③ خوبہ الطاف حسین حالی کی وفات پر قائم نے یہ قلم تارخ تحریر کیا تھا۔

سال وفات مظہر حق حالی بزرگ سلمان سروش خمبہ بمن گفت یاد دار
چوں سیزده زياده دوم ممکني شهر سه بار سه نويں و بيک بار یک نگار

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يُرْحَمُ مَنْ لَا يُرْحَمُ ” جو کوئی خود رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ کے رحم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میراث ذوی الارحام (ماں کی طرف سے رشتہ داروں کو بھی حصہ دار ٹھہرایا ہے اور اس کے رحم نے اس حکم کی اشاعت اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کر دی۔

اَلرَّحْمُ مِنَ الرَّحْمَنِ رحم تو رحمن سے نکلا ہے جو کوئی اپنے ہاں کی قرابت رحم کو نہیں جوڑتا وہ رحمن سے اپنا تعلق توڑتا ہے۔
(4) وہ جبار ہے، اسمائے حسنیٰ میں جبار کے معنی وہ نہیں جو عوام نے سمجھے اور جبر کو ظلم و ستم کا مترادف خیال کیا، بلکہ جبار کے معنی ہیں ”شکستہ دلوں کی شکستگی کو دور کرنے والا“ دکھیاؤں کے درد دکھ کو توڑ دینے والا“

(5) فقہار ہے، یہاں بھی قہر بمعنی غیظ و غضب نہیں، بلکہ قہر کے معنی حکومت ہیں۔ وَهُوَ الظَّاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وہ اپنے بندوں پر حکمران ہے۔

(6) وہ بڑا ہے، بہترین سلوک کرنے والا، احسان فرمانے والا ہے۔

(7) وہ مُجِيب ہے، بندوں کی دعا پر ارتقا کو قبول فرماتا ہے۔

(8) وہ رَقِيب ہے، بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(9) تَوَّاب ہے گنہگاروں کی معذرت قبول فرماتا، تازہ القاب سے ان کو خوشی بخشتا ہے۔

(10) وہ وَهَّاب ہے، بے اندازہ نعمتوں کا عطا فرمانے والا۔

(11) وہ مُقِيت ہے، روزی رساں۔

(12) وہ نُور ہے، آسمانوں اور زمین کی ضوء و ضیا اسی سے ہے۔ شمس و قمر کو روشنی اسی سے ملی ہے۔ آنکھوں کی مینائی اسی نے دی ہے۔ مومن کے دل کا چراغ اسی کے نور سے روشن ہے۔

(13) وہ فَتَّاح ہے، انسان سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے، اس کی مشکلات کو حل فرماتا ہے۔

(14) وہ رءُوف ہے، گہرا پیار کرنے والا، دل نواز، ہندہ پرور۔

(15) وہ حَيٌّ ہے، زندہ اور حیات آفرین اور حیات بخش۔

(16) وہ قیوم ہے، پائندہ اور قیام بخشنده۔

(17) وہ وَلِیٌّ ہے، ولا و محبت اس کی ذات میں ہے۔

(18) وہ عَفُوٌّ ہے، بار بار معاف فرماتا ہے، معاف کر دینے کو پسند کرتا ہے۔

(19) وہ ہَادِیٌّ ہے، سالکان راہ کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

- 20 ﴿وَهُوَ مُغْنِيٌّ﴾ ہے، غنا بخشے والا، بندہ کو دوسرے بندہ کی احتیاج سے نجات دینے والا۔
 21 ﴿وَهُوَ مُعْطِيٌّ﴾ ہے، اس کا عطا و نوال بے پایاں ہے۔
 22 ﴿وَهُوَ كَرِيمٌ﴾ ہے، دیتا ہے اور معاوضہ کی اسے ضرورت نہیں۔
 23 ﴿وَهُوَ رَزَّاقٌ﴾ ہے، جسم اور روح کے قیام کے لیے جیسی خوراک، بخروہر کے رہنے والوں کی ہو اور تحت الطری میں سانس لینے والوں کو ہر ایک کے مناسب غذا عطا فرماتا ہے۔
 24 ﴿وَهُوَ غَفُورٌ﴾ ہے، گناہ و خطا کو چھپا دیتا ہے، دور کر دیتا ہے۔ اسلام میں اسمائے حسنیٰ کا شمار نانوں سے (99) ہے۔ ہم نے اس جگہ چوبیس (24) نام ایسے پیش کر دیے، جن سے محبت کا جلوہ موجود ہے، اس سے آگے
 25 ﴿وَهُوَ وَدُودٌ﴾ ہے۔ وُدّ زبان عرب میں محبت کی قسم اعلیٰ کو کہتے ہیں۔ ایک آیت ہے جس میں رحمت اور ود دونوں کو جمع کر دیا ہے۔
 فرمایا:

﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ اللَّهُ وَدًّا﴾ [مربہ: 96] ”رحمن ان کے لیے دو کو مہیا فرمائے گا۔“
 ایک دوسری آیت میں غفران اور ود کو جمع فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ﴾ [البقرہ: 14]
 بعد ازاں دیکھو کہ حب اور اس کے مشتقات کا بھی اللہ و رسول کے کلام میں بکثرت استعمال فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک کے ایک ہی مختصر جملہ میں بندوں کی محبت کا اللہ کے ساتھ اور اللہ کی محبت کا بندوں کے ساتھ ہونا ثابت فرما دیا ہے۔
 ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ [المائدہ: 54] ”سچے بندے اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔“
 بعد ازاں صراحت کے لیے یہ بھی ظاہر فرمایا کہ محبت الہی کی شاننگی کیسے بندوں کو حاصل ہے:
 ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ [البقرہ: 195] ”اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [المائدہ: 42] ”عدل و انصاف کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ [البقرہ: 7] ”تقویٰ والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ﴾ [البقرہ: 222] ”رجوع الی اللہ کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ [آل عمران: 146] ”صبر کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُطْهِرِينَ﴾ [البقرہ: 108] ”پاک صاف رہنے والوں، طہارت والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“
 ان آیات سے یہ ثمرات حاصل ہوتے ہیں کہ اوصاف احسان اور توبہ اور عدل و تقویٰ اور صبر طہارت کا اپنے اندر جمع کر لینا اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

چند آیات مبارک میں یہ بھی ظاہر فرمایا کہ کون لوگ ہیں، جن کو محبت الہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ﴾ [النساء: 148] ”برائی کی اشاعت اللہ کو ناپسند ہے۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [البقرہ: 190]
 حدود الہی کو توڑنے والے قانون شرعی کا احترام نہ کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ [النساء: 36] اللہ تعالیٰ حیلہ باز، اترانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾ [النحل: 58] ”خیانت کرنے والوں کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ﴾ [الحج: 38]
 ”خیانت کرنے والے احسان کو لمبا میٹ کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ﴾ [القصص: 76] ”شخی باز اترانے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ [القصص: 77] ”فساد اٹھانے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ [الروم: 45] ”کافر اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ [الاعراف: 31] ”اسراف کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾ [الشورى: 40] ”ظلم کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ان آیات سے کیا فوائد حاصل ہوئے۔

کہ برائی کی اشاعت کرنا آئین ظنی، حیلہ بازی، عیاری، خیانت، ناشکری، احسان فراموشی، فساد انگیزی، کفر، اسراف، ظلم وہ اخلاق ذمیرہ ہیں جن کے ارتکاب سے انسان محبت الہی سے محروم ہو جاتا ہے۔
 محبت کا اتنا مکمل بیان ثابت کرتا ہے کہ اسلام دین المحبت ہے۔

اب سیدنا مولانا نبی کریم ﷺ کے ارشادات سنو:

﴿لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تَوْمِنُوا وَلَا تَوْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا﴾ [1]

”جب تک ایمان نہیں، تب تک جنت میں داخلہ نہ ہوگا۔ جب آپس کی محبت نہیں تب تک ایمان نہیں۔“

﴿مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَكِرَاحِمِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عَضْوٌ لَقَدْ عَٰلَىٰ لَهُ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَىٰ﴾ [2]

”آپس کی محبت، آپس کے پیار و آپس کے تعلقات میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے، جو چند اعضا سے مرکب ہوتا ہے۔ پھر اگر ایک عضو کو تکلیف ہو جاتی ہے تب سارے جسم کے سارے اعضاء بے خوابی و تپ و بے تابی میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔“
 غور کرو یہاں تواد، ترحم، اور تعاطف تین الفاظ کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ تواد بتلاتا ہے کہ خیر اندیشی و خیر طلبی کا وہ درجہ حاصل ہو جائے کہ اپنے اغراض و مقاصد کو دوست کی غرض و مقصد پر قربان کرنا آسان ہو۔
 ترحم ظاہر کرتا ہے کہ دوست کی مصیبت کا احساس تمہارے دل میں ہو۔

تعاطف یہ کہ ایک دکھ میں ہے تو اس کا درد دوسرے کو ہے۔ ایک کا کام اٹکا ہوا ہے تو دوسرا اس کی تدابیر میں لگا ہوا ہے۔

﴿إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لَتَأْسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يُغَيِّطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [3]

[1] مسلم: 54، ابوداؤد: 5193، ترمذی: 2688، ابن ماجہ: 68، ابن حبان: 236

[2] بخاری: 6011، مسلم: 2586، ابن ماجہ: 3984، ابن حبان: 233، ترمذی: 2173

لَمَّا كَانَتْ مِنْهُ لَيْلَةُ الْاِسْتِخَارَةِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَلَى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا قَوْلَ اللَّهِ إِنَّ وَجُوهُهُمْ لَنُورٌ وَانَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ اِذَا حَزَنَ النَّاسُ وَ قَرَأَ هَذِهِ الْاَيَةَ ﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ①

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بندگانِ اللہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ جی ہیں، نہ شہید، لیکن ان کا درجہ جو اللہ کے ہاں ہے اس کی وجہ سے نبی اور شہید بھی ان کو چاہت کی نظروں سے دیکھیں گے۔ لوگوں نے پوچھا حضور وہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ محبت کرنے والے ہیں جن کی باہمی محبت صرف للہیت پر ہے۔ قربت یا مال و زور کی داد و ستد پر نہیں۔ ان کے چہرے پر نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے۔ جب سارے لوگ غم و اندوہ میں ہوں گے مگر ان کو غم نہ ہوگا، نہ حزن۔ بعد ازاں حضور ﷺ نے یہ آیت ﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ تلاوت فرمائی۔

اس حدیث پر غور کرو کہ ولایت ربانی کو باہمی محبت ایمانی کا ثمرہ فرمایا گیا ہے اور اس محبت کا ثمرہ وہ قرب وہ تمکین ہے جو بروز حشر ان کو حاصل ہوگی۔

④ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ لِحَبْلِي الْيَوْمَ اُظْلِمُ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّي۔ ②

”اللہ تعالیٰ بروز قیامت فرمائے گا کدھر ہیں وہ جن کی باہمی محبت صرف میرے لیے تھی۔ میں آج ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ جب کہ میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔“

ہر شخص جانتا ہے کہ والدین کا سایہ کیسے ناز و محکم کا موجب ہوتا ہے اور کسی مہربان حکمران کا سایہ کتنے اقبال و دولت کا ضامن ہوتا ہے۔ اسی پر الہی سایہ کی وقعت و قدر و منزلت کا قیاس کر لو۔ اگرچہ ہم ان نعمتوں کا قیاس ہی نہیں کر سکتے، جن کو نہ آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا اور نہ دل آج تک اس کی ماہیت کو سمجھ سکا ہے۔

⑤ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى وَجَبَتْ مُحِبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ۔ ③

(نبی ﷺ) نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان اشخاص کے لیے واجب اور ضروری ہوگئی ہے (1) جن کی محبت میرے لیے ہے (2) جن کا آپس میں مل بیٹھنا میرے لیے ہے۔ (3) جو میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔ (4) جو میرے لیے بذل و صرف کرتے ہیں۔

محبت کے آثار و موجبات بھی نبی ﷺ نے بیان فرما دیے فرمایا:

① الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَظْلِمُهُ وَإِنْ أَحَدُكُمْ مِرَاةُ أَخِيهِ فَإِنْ رَأَى أَدَى فَلْيُطِئْ عَنْهُ۔ ④

”مسلم، مسلم کا بھائی ہے، وہ نہ اسے رسوا کرے، نہ جھٹلائے، نہ ظلم کرے، تم ایک دوسرے کے لیے مثل آئینہ ہو، اگر اپنے بھائی میں کوئی تکلیف دہ بات دیکھو تو اسے دور کرو۔“

① ابوداؤد ابن حبان: 573، مسلم: 2566، موطا: 952/2، دارمی: 312/2، احمد: 952/2، ابن حبان: 574

② ترمذی: 2390، ابن حبان: 575، موطا امام مالک: 953/2، مسند احمد: 233/5، 239/5، ④ ترمذی: 1927

﴿۲﴾ مَنْ رَدَّ عَنْ عَرَضٍ أَخِيهِ رَدَّ اللَّهُ النَّارَ عَنْ وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - ﴿۱﴾

”جس نے مسلم بھائی کی عزت کو بچایا اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو آتش دوزخ سے بچائے گا۔“

﴿۳﴾ مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبِيدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ - ﴿۲﴾

جو کوئی شخص کسی مومن کی دنیوی تکلیف دور کرتا ہے اللہ قیامت کے دن کی تکلیف کو اس سے دور کرے گا جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ دنیا و آخرت کے معاملات آسان فرمائے گا، جس نے کسی مسلم کی عیب پوشی کی اللہ اس کے عیوب پر دنیا و آخرت میں پردہ ڈالے گا اور اللہ بندہ کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

میں اس بیان کو ختم کرنے سے پیشتر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ لفظ محبت کو عربی زبان میں معنی محبت کے لیے تجویز کرنے سے پیشتر مندرجہ ذیل محاورات کو پیش نظر رکھا ہے۔ حَبَّبَ الْمَاءُ پانی تھریا، حَبَّبَ الْبَيْعُ اونٹ زانو جما کر بیٹھ گیا۔ حباب، بلندی سے ٹلی ہوئی پاکیزگی۔ حب وہ دانہ جو رزق انسانی بنتا ہے اور مایہ حیات بشر سمجھا جاتا ہے۔ جب حروف ح و ب کا اجتماع صفائی و پاکیزگی، بلندی و استقرار اور سبب حیات کے معنی میں مسلم ہو گیا، تب اسے اقوی الحركات یعنی ضمہ سے اور زیادہ قوی بنایا اور لفظ حب کو مادہ محبت قرار دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کے پاس اسلام کے سوا محبت کی ایسی تعلیم موجود ہے تو وہ بھی وضاحت سے بیان کر دے، ورنہ کم از کم الفاظ پریم یا ”لو“ (Love) کی ترکیب لغوی ہی کے انداز اتنے دقیق معانی کا ہونا جو ہم نے لفظ حب کے اندر واضح کیے ہیں ثابت کرے۔ الغرض نتیجہ صاف ہے کہ اسلام ہی دین المحبت ہے اور وہ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے محبوب قلوب اور مطلوب جمہور ہو رہا ہے۔

فصل 11

اسلام ہی مساوات کا بانی ہے

مساوات کے معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ عالم کے اور ایک نادر بمقابلہ ایک وفادار کے اور ایک ناقابل و نا کارہ بمقابلہ ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

ایسا کرنا تو حقوق انسانیت اور حقوق اخلاق کو تباہ کر دیتا ہے۔ ہاں مساوات کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص کو اسی ملک یا اسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔

برطانیہ کے شاہی جھنڈے میں انگلینڈ، ویلز، سکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ شامل ہیں، لیکن کسی آئرش کو پرانم منسٹر ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔ انگلستان کی آبادی میں بلحاظ مذہب دو بڑی قومیں ہیں۔ پرائسٹنٹ اور کیتھولک، مگر آج تک کسی کیتھولک کو پرانم منسٹری پر ممتاز نہیں کیا گیا۔

47. تک ہندوستان کے کسی گورنر پر کوئی مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا تھا کنگ امپیرر کے حقوق کی حفاظت کے لیے خاص مراعات قوانین

﴿۱﴾ ترمذی: 1931، مسند احمد: 450/6

﴿۲﴾ بخاری: 2442، مسلم: 6578، ابوداؤد: 4893، ترمذی: 1425، 1426، 2945، کنز العمال: 16486، مسند احمد: 296/2

عدالت سے بالکل علیحدہ تھیں۔

انتخابات ممبران پارلیمنٹ وغیرہ میں ٹیکس دہندگان کے حقوق ان سے زائد ہیں جو ٹیکس ادا نہیں کر سکتے۔ ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو مال تجارت بھیجے جانے کے قواعد و محاصل کی شرح بالکل الگ الگ تھی۔

پھر حقوق کے اندر تفاوت، خود ایک ہی مذہب کے ماننے والوں میں بھی نمایاں ہے، دیسی عیسائیوں اور یورپین عیسائیوں کے گرجا اور قبرستان الگ الگ ہیں۔ علیٰ ہذا افسروں اور ماتحتوں کے کلب اور سوسائٹیاں بالکل جدا جدا ہیں۔

پوپ ہمیشہ یورپین ہی منتخب ہوا۔ بیس صدیوں میں اس ملک سے جو خداوند مسیح کا زاد بوم ہے کوئی دیسی پوپ نہیں بنایا گیا۔ لارڈ بشپ آف کنٹریری بھی ہندوستان یا کسی دوسرے علاقہ کا باشندہ نہیں مقرر ہوا۔

ہندوستان یا کالونی یا انگلستان میں کبھی کوئی کمانڈر انچیف ایشیائی اقوام سے نہیں لیا گیا۔

اسلام نے ان ہی امور پر نظر غور ڈالی ہے اور عدم مساوات کے جملہ احتمالات کا خاتمہ کر دیا ہے اور وحدت اسلامی کے اندر داخل ہونے والے ہر شخص کی وہ کسی ملک اور قوم کا باشندہ ہو، جملہ حقوق میں بالکل مساوی اور برابر کا سمجھا ہے۔

① براکے آتش پرست تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان ہی کا خاندان ہارون رشید کی وزارت عظمیٰ پر ممکن تام رکھتا تھا۔

② رائے دہندگی کا حق ہر ایک غلام و آزاد، زردار و بے زر کو اسلام میں حاصل ہے۔

③ یہی حق عورتوں کو حاصل ہے۔

④ عورتیں اور غلام بھی کسی دشمن کو پناہ دینے کا اختیار رکھتے ہیں جس کی پاسداری سالار پر فرض ہے۔

سلطنت بغداد، سلطنت ہندوستان، سلطنت مصر میں اہل السنۃ باو شاہوں کے وزراء نے اعظم اور گورنران صوبہ جات اہل شیعہ بھی ہوتے رہے ہیں۔

⑤ تجارت میں عرب اور غیر عرب کے اموال کا کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا اور کسی کو کوئی غیر عرب کے اموال کا کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا اور کسی کو کوئی اعانت خاص بھی حاصل نہ ہوتی تھی۔

⑥ مسجدوں اور قبرستانوں میں کبھی امیر و گدا کا فرق نہیں کیا گیا۔

⑦ ثبوت مساوات میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سفر شام کا قصہ زبان زد مشہور تر ہے کہ اونٹ پر غلام اور خلیفہ نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے، کیوں کہ پچھلی نشست پر ان کا زاد راہ ستو، (غلام و خلیفہ کے لیے) اور کھجور کی گھٹلیاں (اونٹ کے لیے لدی ہوئی تھیں، جس وقت آخری منزل پر اسلامی کیمپ میں خلیفہ کے داخلہ کا وقت تھا اور تمام فوج مع سپہ سالار اپنے خلیفہ کے خیر مقدم کے لیے ایستادہ تھی اور مختلف اقوام کے لوگ بھی خلیفہ کا تڑک و احتشام دیکھنے کو جوق در جوق جمع ہو گئے تھے، اس وقت ان تماشاہوں نے دیکھا کہ گرد راہ سے ایک اونٹ اور افسروں کا اس کے خیر مقدم میں آگے بڑھنا غیر مسلم تماشاہوں کے لیے نہایت تعجب خیز تھا ان میں سے ایک نے ایک مسلم غازی سے پوچھا کہ کیا آپ کا خلیفہ یہی ہے جو اس اونٹ پر سوار ہے۔ غازی نے نہایت متانت سے جواب دیا، نہیں، وہ نہیں۔ ہمارا خلیفہ میرا مونسین رضی اللہ عنہ تو وہ ہے جو اونٹ کی مہار پکڑے پایادہ آرہا ہے، سوار ان کا غلام ہے۔ ⑧

⑧ حررۃ الوراق علی حاویہ المستطرف، طبری 158/4، فتوح الشام 143/1، حلیہ اولیاء 47/1، مصنف ابن ابی شیبہ 363، 39/13

اس قصہ سے بڑھ کر زیادہ صحیح اور زیادہ شاندار یہ واقعہ ہے کہ جنگ بدر میں سواریاں کم تھیں۔ ایک ایک شتر تین تین کس کے لیے مقرر ہوا تھا، دو سوار ہو جاتے تھے ایک شخص پیدل چلتا۔ اسی طرح ہر ایک نوبت بہ نوبت پیدل چلا کرتا تھا۔ نبی ﷺ کی سواری میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا۔ جب نبی ﷺ کے پیدل چلنے کی نوبت آتی تو حضور ﷺ پیدل چلتے اور وہ دونوں سوار ہوتے ①۔ دیکھنا یہ ہے کہ لشکر میں جو کوئی بھی تھا، وہ حضور ﷺ پر جان و مال کو فدا کرنے والا اور اس فدویت کو اپنا شرف و عزت جاننے والا تھا۔ پھر وہ کیوں کر گوارا کرتے تھے کہ حضور ﷺ پیدل چل رہے ہیں اور دوسرے لوگ (جن کی نوبت تھی) اونٹوں پر سوار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ اس موقع پر سب کو سبق مساوات کی تعلیم دے رہا تھا اور **الْأَمْسُ قَوِّ الْأَذْبَ** کا نورانی نظارہ جلوہ آ رہا تھا۔ اگر حضور ﷺ ہی کی یہ تعلیم نہ ہوتی تو قاروق رضی اللہ عنہ اور غلام والی کہانی بھی اوراق تاریخ پر نظر نہ آتی۔

سب سے زیادہ مساوات کا سخت امتحان تزویج کی اس صورت میں ہوتا ہے جب حسب و نسب میں متغیر و معزز شخص کو اپنی بیٹی کا بیوند ایسے مرد سے کرنا پڑے جو اوصاف بالا میں اس سے کم تر ہو، مگر اسلام میں ایسے نمونے بکثرت ہیں۔ زینب بنت جحش قریشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی سگی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح اول زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، جن کو اہل مکہ زر خرید غلام جانتے تھے اور جن کو بازار عکاظ سے خرید کر لانے والا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ابھی موجود تھا۔ (یہ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے خواہر زادہ ہیں) ②۔

فاطمہ بنت ولید بن عقبہ قریشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی برادرزادی ہیں اور قریش کی مشہور ترین خواتین میں شمار کی جاتی ہیں اور مہاجرات میں سے ہیں۔ ان کا نکاح ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ یہ دو مثالیں تو قریشی عورتوں کی ہیں ③۔ اب اہل مدینہ کی بھی سنو۔ انصار بھی اپنی بیٹی دینے میں بہت سخت تھے۔ سردار ہاشم بن عبد مناف قرشی کی شان بلند کا سارے عرب کو اعتراف تھا۔ انھوں نے یثرب میں لیلیٰ سے نکاح کی درخواست کی تو اس مغرور قبیلہ نے یہ درخواست اس شرط پر قبول کی کہ لیلیٰ کبھی مکہ نہ جائے گی ④، اس تکبر والے قبیلہ کا حال اسلام میں یہ تھا کہ ایک روز بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ظاہر کیا کہ لوگو! میں غلام بھی ہوں، جشی بھی ہوں، بے زر و مال ہوں اور بایں ہمہ نکاح کا خواستگار بھی ہوں۔ کیا کوئی شخص مجھے بیٹی دے سکتا ہے۔ اس کی اسی قدر کہنے پر بیسیوں لوگوں نے درخواست کی بلال رضی اللہ عنہ ان کے ہاں اپنا بیوند منظور کریں۔ ⑤

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اہل دنیا کی نظر میں غلام ابن غلام تھے مگر اسلام نے اس کی شان کو اس قدر بلند کر دیا کہ زینب بنت حظلہ رضی اللہ عنہا ان کی بیوی تھی۔ یہ زینب اسی بڑے خاندان کی خاتون تھی کہ شہزادہ امراء القیس اس کے جدا مسجد کا مداح شاعر تھا۔ اب اسی کی پوتی اسامہ رضی اللہ عنہ کی کفش برداری پر نازاں ہے۔ ⑥

امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ اس کے زمان خلافت کا ہے۔ غلام کو ساتھ لے کر بازار میں گئے۔ غلام سے فرمایا: میں نے بھی کپڑے بنوائے ہیں اور تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے۔ تم بزاز کی دکان پر میرے لیے اور اپنے لیے پارچات پسند کرو۔ غلام نے کچھ قیمتی کپڑے پسند کیے، امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے لیے کچھ سستے کپڑے پسند کیے۔ سو وہ خرید کر لیے گئے۔ جب درزی کو دینے لگے تو امیر المومنین نے سستے کپڑوں کے متعلق فرمایا کہ یہ ہمارے لیے اور قیمتی پارچات کی نوبت فرمایا کہ غلام کے لیے قطع کر دو۔ غلام بولا کہ آپ آقا ہیں اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہیں آپ کو اچھا لباس چاہیے۔ فرمایا میں بڑھا ہوں، تم جوان ہو تم کو اچھے لباس کی زیادہ ضرورت ہے۔

① مسند احمد: 422/1 ② تفسیر الطبری: 9/22 ③ الاستیعاب: 568/2 ④ طبقات لابن سعد: 79/1 ⑤ ابن سعد: 237/3 ⑥ ابن سعد: 77/3

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ ایک بار انھوں نے غلام سے جھگڑتے ہوئے غصہ میں کہہ دیا، اوجھن کے بچے! نبی ﷺ نے فرمایا، بس بس کسی بیضاء (سفید پوست والی) کے فرزند کو کسی سوداء (سیاہ پوست والی) کے بچے پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت تو عمل سے ہے۔ ایک دوسرے موقع کا ذکر ہے کہ انھوں نے غلام کو مارا۔ نبی ﷺ موقع پر آ گئے۔ فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ جو قدرت تجھے اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ تعالیٰ کو تجھ پر حاصل ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے۔ غلام سے فرماتے تھے کہ اپنا پاؤں جوتے سمیت میرے رخسار پر رکھ دے کہ میری نخوت نکل جائے۔ [1]

جنگ بدر میں فوج کی صف بندی ہو رہی ہے، ایک صحابی صف کے برابر نہ تھے۔ نبی ﷺ نے اس پتلی چھڑی سے جو حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی، اس کے پہلو میں چوکا دیا کہ برابر ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو اس سے ایذا ہوئی، میں تو بدلہ لوں گا۔ فرمایا میں موجود ہوں۔ وہ بولا کہ میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا۔ حضور ﷺ بھی کرتہ اٹھا لیں۔ حضور ﷺ نے کرتہ اٹھا لیا تو اس نے بڑھ کر جسد نورانی کو چوم لیا۔ عرض کیا کہ میرا مدعا اس گستاخی سے یہ تھا کہ دنیا سے رخصت ہوتا ہوا اس شرف کو حاصل کرتا جاؤں۔ [2]

اس نیک انسان کے دل میں چھپی ہوئی نیت خواہ کچھ ہی تھی، اسلامی تعلیم کا نمونہ تو یہ ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کیوں کر ایک اونٹنی امتی کو بدلہ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور جسد مبارک کو آمادہ آزار و گزند بنانے پر بہ طیب خاطر رضامند نظر آتے ہیں۔ یہی مساوات حقیقی ہے۔ اس مساوات کی حمایت و حفاظت کے لیے علمبرداران اسلام ہر ایک نقصان برداشت کرنے کے لیے رضامند ہو جاتے تھے مگر مساوات میں کمی نہ آنے دیتے تھے۔

جبلہ ابن اسلم سلطنت غسان کا شہزادہ تھا، عیسائیت کو چھوڑ کر عہد فاروقی میں داخل اسلام ہوا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کی عزت فرمایا کرتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ وہ طواف کعبہ کر رہا تھا، اس کے شاہانہ چوہ کا دامن فرش پر گھسٹا جاتا تھا۔ پیچھے سے ایک بدوی بھی طواف کرتا آ رہا تھا، اس کا پاؤں دامن چوہ پر پڑ گیا، جب اس نے لوٹ کر دیکھا تو اسے ایک بادیہ نشین گنوار نظر آیا جو مستانہ دلا ابالیانہ حالت میں مصروف طواف ہے۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر شہزادہ کو اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ لوٹ کر ایک تھپڑ اس کے رخسار پر لگا دیا۔ بدوی نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ شہزادہ بلایا گیا اور جب طلب ہوا۔ شہزادہ نے اپنے فعل کا اعتراف کیا اور یہ بھی کہا کہ میں حکمران ہوں اور یہ ایک فرومایہ شخص ہے۔ اگر میں نے ایک طمانچہ اس کے لگا بھی دیا تو کیا ہوا؟ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں سب برابر ہیں، یا تو اسے رضامند کرو، ورنہ بدلہ دینا پڑے گا۔

اس نے کہا: ایک دن کی مہلت دی جائے۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی، جبلہ شب بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا۔ [3] اس کے نزدیک اسلام میں سب سے بڑا نقص تھا تو یہ تھا کہ شہزادہ اور گنوار کی وقعت برابر برابر ہے۔ مگر امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس وصف پر متحیر تھے کہ عدالت میں ایک ذرہ خاک راہ اور ایک کوکب حکومت کی حیثیت مساوی ہے۔

یہ ممکن ہے کہ قارئین کتاب ان واقعات صحیحہ کو ایک کہانی کے طور پر پڑھ جائیں مگر ان واقعات کی قدر و منزلت اس وقت معلوم ہوگی جب دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کی جائے گی اور طلب و تجسس بے حساب کے بعد بھی اس کی نظیر ان کو نہ مل سکے گی۔

[1] بخاری 2545:30 [2] ابن ہشام 278/3، البدایہ والنہایہ 271/3 [3] فتوح البلدان، ص: 141، البدایہ والنہایہ 63/3

اسلام میں ایسے نظائر بے شمار ہیں، میں صرف ایک اور واقعہ لکھ کر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔
 فاروق رضی اللہ عنہ اور مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، دوستانہ سلسلہ کلام جاری تھا۔ ایک یہودی آیا۔ کہا: علی رضی اللہ عنہ پر دعویٰ کرنے آیا ہوں۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالحسن سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو۔ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے، دیکھا گیا کہ اس وقت ان کے چہرے پر ہل تھا۔ دعویٰ سنایا گیا، فیصلہ کر دیا گیا، مدعی جھوٹا تھا، وہ چلا گیا تو پھر وہی جلسہ مصافحت جم گیا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور پوچھو، کہا جب آپ کو سامنے کھڑے ہونے کو کہا گیا، اس وقت آپ پیس بہ جیس کیوں تھے؟ کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑے ہونے کو برا سمجھا تھا؟ فرمایا: نہیں، نہیں یہ بات نہیں۔ آپ کو یاد ہے کہ آپ نے مجھے ابوالحسن رضی اللہ عنہ کہہ کر کھڑے ہونے کو کہا تھا؟ کنیت سے پکارنا نشانِ عزت ہے، میرا خیال ادھر گیا کہ مبادا یہودی کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے بھی وہ یہ سمجھے کہ عدالت کا مدعا علیہ کا خاص لحاظ ہے، اسی لیے مدعی کے مقابلہ میں اسے بالفاظِ عزت مخاطب کیا گیا ہے، اگر وہ ایسا سمجھ لیتا تو ہماری عدالت پر دھبہ لگتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو بلند ترین طبقہ کے ہیں۔ جب اسلامی لشکر نے اسکندریہ فتح کیا تو مفتوح رعایا نے استغاثہ کیا کہ ان کے ایک بت کی آنکھ کسی مسلمان نے توڑ دی ہے۔ فوجی افسر نے کہا: اگر تم یہ ثابت کر دو کہ میری فوج کے کسی شخص کا یہ فعل قیام امن کے بعد اور دیدہ و دانستہ تھا تو میں تم کو اختیار دیتا ہوں کہ میری آنکھ پھوڑ ڈالو۔ یہ فیصلہ سن کر سب لوگ شافعی کے ساتھ واپس چلے گئے۔

ان واقعات کے بعد میرا حق ہے کہ میں بہ آواز بلند پکاروں اور دنیا کو بتاؤں کہ مساوات اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

فصل 12

اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا

انجیل متی میں مسیح علیہ السلام کا مشہور قول یہ ہے، جو چیز قیصر کو دو۔ 21:22۔
 مسیح علیہ السلام نے حکومت کا یہی نمونہ سکھایا ہے اور رعایا کا کوئی حق بالگزار کی ادائی کے سوا معین نہیں فرمایا۔
 ہجر وید اور سام وید کو پڑھ جائیے، اس میں راجا ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور اس کے اختیارات کی توضیح کی گئی ہے۔ یہ دونوں حوالہ جات شخصی حکومت کو مستحکم بنانے والے ہیں، نوعی یا جمہوری حکومت کا ان کتابوں میں ذرا نشان بھی نہیں ملتا۔
 اسلام نے صاف طور پر حکم دیا ہے:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشوری: 38] ”ان کے امور سلطنت باہمی مشورہ پر ہوں گے۔“

ہر چہار خلفائے راشدین مہدین کا جس طرح انتخاب ہوا، ہر ایک کے انتخاب کے وقت جیسی تقاریر آزادانہ ہوئیں۔ انصاریا قریش میں خلافت ہونے پر جو بحثیں ہوئیں خود قریش کے اندر رائج و مرجوح اور اس کے وجوہات کی بحثیں ہر ایک کا اپنی اپنی تائید میں دلائل یا آراء کا پیش کرنا آزادی کے ساتھ سب کچھ ہوا۔ راؤں کا شمار ہوا اور بہترین اشخاص میں سے جس کی نسبت آراء کا غلبہ ہوا۔ اس کو اہتمام سیاست سپرد ہوا۔ خلیفہ کے کام کو باقاعدہ رکھنے کے لیے مہاجرین و انصار اولین کی ایک کونسل اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے

دیگر مسلمانوں کی دوسری کونسل مقرر کی گئی۔ خلیفہ اپنی رائے سے کوئی جدید محصول نہیں لگا سکتا تھا۔ جو محصول لگایا جاتا اس پر کونسلوں میں مباحثے ہوتے تھے۔

ذمہ دار افسروں کے تقرر کے وقت کسی جنگ کے آغاز یا ختم کرنے کے متعلق مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لشکر اسلام کو روانہ کرنا، عراق و شام و مصر پر اقدام خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی جانشینی پر عام مشورہ لیا جاتا تھا۔

خلیفہ کا بحیثیت خلیفہ کسی مفتوحہ ملک میں سفر کرنا کونسل کی منظوری کا محتاج تھا۔ مثلاً فاروق رضی اللہ عنہ کا جنگ ایران اور جنگ روم میں خود جانے پر۔

خلیفہ کو مقررہ وظیفہ ملتا تھا اور وظیفہ سابقہ خدمات یا قدامت اسلام پر مبنی ہوتا تھا۔ خدمات خلافت کے سرانجام دینے پر کوئی خاص معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔ فاروق رضی اللہ عنہ صرف بدریوں کا وظیفہ لیتے تھے۔

خلیفہ کو اپنی پالیسی (اصول حکمرانی) کا اظہار کرنا پڑتا تھا۔ (صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلے خطبات) خلیفہ عامۃ المسلمین کے سامنے اپنے افعال و اعمال کا جواب دہ سمجھا جاتا تھا اور بار بار اسے جوابدہی کرنی پڑتی (فاروق رضی اللہ عنہ و مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بابت ایسے بہت سے واقعات ہیں)

یورپ میں قدیم ترین پارلیمنٹ انگلستان کی ہے، لیکن انگلستان کی پارلیمنٹ بھی خلافت اسلامیہ سے آٹھ نو صدیوں بعد کی ہے۔ آج دنیا اس نوعی و جمہوری طرز حکومت کی خوبیوں پر متفق ہے۔ اسلام کا یہ احسان جملہ اقوام پر ہے۔

(2) شوریٰ سے کوئی مقدس ہستی بھی مستثنیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي الْأُمْرِ﴾ [البقرہ: 159]

”امور سلطنت میں آپ لوگوں سے مشورہ کر لیا کیجیے۔“

وہ نبی جو متبوع کل اور سید عالم، صاحب الکتاب، صاحب الشریعہ ہے، جس کا کوئی حکم اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسے مشورہ کا حکم دیا گیا تاکہ کوئی شخص بھی (تقدس اور کمال کی بنیاد پر) اس حکم سے مستثنیٰ نہ سمجھا جائے۔ عہد نبوت کے چند واقعات کا حوالہ درج ذیل ہے۔

- (1) حدیبیہ سے مکہ کے لیے سفر کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور مشورت پر طے ہوا۔
- (2) میدان احد کو جنگ کے لیے انتخاب کرنے کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور اسی اصول پر طے ہوا۔ رئیس المنافقین ابی کو اس بات کا سخت صدمہ تھا کہ اس کی رائے کے بمقابلہ کثرت آراء کوئی وقعت نہ کی گئی۔
- (3) جنگ آوران احزاب کی پیش کردہ شرائط کو سرداران انصار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا اور انہی کی رائے پر فیصلہ ہوا۔
- (4) طائف کے محاصرہ اٹھائے جانے کو سرداران فوج کے سامنے پیش کیا گیا اور تب ہی یہ محاصرہ اٹھایا گیا جب وہ اس پر متفق ہو گئے۔
- (5) اسیران بدر سے سلوک کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور مشورت کے بعد ہی طے ہوا۔

⑥ عدالت اعلیٰ محکمہ (قاضی القضاۃ) بالکل آزاد اور خود مختار ہوتا تھا اس پر سلطنت کا رعب یا سلطنت کا ذاتی دباؤ کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ آج آئینی حکومت کے جملہ بادشاہ اور حکمران اسی اصول پر کاربند ہیں اور انہی اصول کو سلطنت و حکمرانی کا بہترین طریق تسلیم کیا جاتا ہے۔

لہذا یہ اسلام کی خصوصیت سے ہے کہ اس نے جملہ اقوام عالم کو اس اصول سے روشناس کیا اور اس اصول کی برکات سے متفع بنایا۔

فصل 13

اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے

عموماً دنیا میں تین چیزیں تمام مذاہب اور جملہ ممالک پر حکمران رہی ہیں کہ ان کے دائرہ حکومت سے نکلنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔

① نسل ② زبان ③ رنگ

① بہ لحاظ نسل جو حقوق برہمنوں کو ہندوستان میں (کھشتری، ویش، شودر، چندال لوگوں پر رہے ہیں) یا جو حقوق بنی اسرائیلوں میں نبی لاوی کے لیے خاص ہیں یا جو حقوق سلطنت اولاد یعقوب علیہ السلام میں بنی یہوداہ کے لیے مختص رہے ہیں۔ عرب میں قریش کو دیگر قبائل پر جو تفوق رہا ہے وہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔

② ہر ایک زبان کو اپنی حکومت کی تائید سے جو برتری دنیا میں بمقابلہ اللہ دیکھ رہی ہے مسکرت کا غلبہ پر اکت اور تامل وغیرہ زبانوں پر عبرانی کا غلبہ دیگر لغات پر، لیشن کا غلبہ یورپ کی اور زبانوں پر، انگریزی کا اس وقت غلبہ ان سب زبانوں پر جو برطانوی جھنڈے کے تلے آباد ہیں۔ فارسی کا غلبہ اس وقت کا جب ہندوستان و کابل و خراسان و ترکستان میں یہی زبان حکمرانوں کی زبان تھی۔ عربی زبان کی فوقیت دنیا کی سب زبانوں پر اس وقت جب کہ عرب اپنے مقابلہ میں سب کو جمعی (گوٹکے) کہا کرتے تھے، اپنے اپنے ادوار میں رہا ہے اور اسی اتحاد و زبان یا اختلاف زبان پر حقوق انسانیت کی تقسیم ہوتی رہی ہے۔

③ سرخ رنگ یا زرد رنگ یا مسکی یا گندمی رنگ یا سفید رنگ یا سیاہ انسانوں کے حقوق و مناصب میں ہمیشہ سے جو امتیازات رہے ہیں اور ہر ایک حکمران قوم نے اپنی رنگت کے سوا دوسری رنگت کے انسانوں کے ساتھ جو جو سلوک کیے ہیں، تاریخ عالم ان واقعات پر اب تک لبو کے آنسو بہا رہی ہے۔

اسلام نے جو اللہ احد کا واحد دین ہے، ان ہر امتیازات کی دیواروں کو مٹایا، پست و بلند کو ہموار سطح پر کھڑا کیا اور دنیا کے سب ملکوں اور سب قوموں کی شیرازہ بندی کے لیے صرف دین واحد کو پیش کیا۔

۱ امتیاز و نسل کے متعلق فرمایا:

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ، ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ﴾ [احمد: 7-8]

”انسان اولین بشر کوٹی سے پیدا کیا اور پھر اس کی نسل کو ایک حقیر پانی سے چلایا۔“

مختصر افراد انسانی کو بتایا گیا ہے کہ نہ تو وہ خود نسلی امتیاز کا حق دار ہے اور نہ سب انسانوں کے باوجود جان ہی تھے۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [الحجرات: 13]

”سب انسانوں میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو اللہ کی تعظیم میں سے سب سے بڑھا ہوا ہے۔“

2, 3۔ زبان اور رنگ کا فیصلہ بھی فرمادیا اور فیصلہ بھی کیسا عجیب ﴿وَاخْتَلَفُ الْيَسَنِكُمْ وَالْوَانِكُمْ﴾ [الروم: 23]

”بھانت بھانت کی بولیاں (زبانیں) اور جدا جدا رنگ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے نشان ہیں۔“ لیجئے اب تو کسی کو بھی اپنی زبان اور رنگ کے متعلق کچھ جھگڑا نہ رہے گا۔

ثابت ہو گیا کہ اسلام کی بنیادی تعلیم نہ اختلاف نسل ہے، نہ اختلاف زبان ہے، نہ اختلاف رنگ ہے، بلکہ اس کی بنیاد الہ شناسی پر ہے اور ہر شخص کو اس بارہ میں بخوبی آزادی ہے کہ وہ قرب و رضوان الہی کے جس دروازے سے چاہے اس میں داخل ہو جائے۔ یہ خصوصیت یقیناً اسلام ہی کو حاصل ہے۔

فصل 14

اسلام ہی اپنے مہد و گہوارہ میں آج تک قائم ہے

زرتشت بزرگوار جہاں پیدا ہوئے تھے اور جہاں سے انھوں نے چند و انداز شروع کیا تھا۔

بدھ گوتم جہاں پیدا ہوئے تھے، جہاں انھوں نے سخت ریاضت برداشت کی تھی، جہاں انھوں نے اپنے اصول پر پہلی تقریر کی تھی۔ وہ وادی اور میدان جہاں رشیوں نے وید کی شریعوں کے درشن پائے تھے، وہ مصر اور مصر سے فلسطین تک کی راہ اور خود فلسطین جس سے موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام کے معجزات و فتوحات کا تعلق ہے جو داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کے مستقر خلافت تھے، جہاں اسباط اثنا عشر نے حکومت کی تھی۔

وہ پہاڑ اور دشت جہاں پارس ناتھ جی کی سنگھتیں بیٹھیں۔

غرض مذاہب قدیمہ کے جملہ معدن و مخزن اغیار کی حکومت میں ہیں اور ان مقامات پر تو ان مذاہب کا اصلی نشان بالکل ٹا ہوا اور بے نشان ہو چکا ہے اور دیگر مذاہب اور دیگر اقوام نے بھی ان مقامات میں سکونت اور حقوق تمدن میں ان کے برابر کا درجہ حاصل کیا ہوا ہے، اور اس اصلی مذہب کو اس جگہ کوئی خاص تفوق اور امتیاز قطعاً حاصل نہیں۔

اصطخر اور بلخ، نیپال کی ترائی اور بنارس آریہ دھرت (پنجاب و یوپی کا حصہ کثیر) ابو، الموڑہ، جگن ناتھ جی، اور ست نرائن گنگا و جمناد وغیرہ وغیرہ سب پر نظر ڈال جاؤ تا کہ ہمارے خیال کی صحت و وقعت بخوبی واضح ہو جائے۔

اس عبرت آموز سبق کو یاد رکھتے ہوئے پوری پوری واقفیت اور خبرت کے ساتھ آپ حجاز کو بھی دیکھیں کہ ہر ایک وہ مقام جس کو کوئی تاریخی یا مذہبی نسبت ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے آج تک مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہے اور آغاز اسلام سے لے کر آج تک ملک کے اس تاریخی مقام پر کبھی کسی غیر مذہب کا قبضہ و تسلط نہیں ہوا۔

قبضہ غیر کا اثر لازمی طور پر اور نامعلوم طریق سے ہر ایک ملک کی زبان اور رسوم اور مذاہب پر ہوا کرتا ہے۔

ہم کو معلوم ہے کہ پارسیوں کے پاس ان کے پاک نوشتے موجود نہیں رہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر سکندر مقدونی کا قبضہ ایران پر نہ

ہوا ہوتا اور طوائف الملوکی نیز خانہ جنگی نے ایران کو ویران نہ کر دیا ہوتا گوارد شیر بابکان جیسا دانش آموز بادشاہ اپنے پاس نوشتوں کی فراہمی سے (تین صدی قبل از اسلام) مایوس نہ ہو گیا ہوتا۔

اگر مصر پر کلیا پیٹرا کے عہد سلطنت روما کا قبضہ نہ ہوا ہوتا تو مصر قدیم کے کتب خانہ جات کبھی تباہ نہ ہوتے۔
اور اگر بت پرست سلطنت روما کے بعد عیسائی سلطنت قسطنطینہ کا قبضہ مصر پر نہ ہو گیا ہوتا تو اسکندر یہ کا مشہور کتب خانہ ہرگز ہرگز آتشِ قصب سے خاکستر نہ ہو گیا ہوتا۔

اگر مہاتما بدھ نے زبانِ شکر کی تعلیم پر پابندی کے متعلق تاکید کی احکام جاری نہ کیے ہوتے اور راجہ اشوک اور اس کے جانشینوں نے تختی کے ساتھ شکر اپدیشوں اور کتابوں کو فنا کرنے میں طاقت صرف نہ کی ہوتی تو آج دنیا پر سے وید کی اصلی زبان مفقود نہ ہو جاتی۔

اور اگر قدیم رشیوں کے نوشتوں کو گم یا مسخ کرنے کے متعلق کوئی زبردست کارروائی اس مرنجاں مرنج اصول والوں نے نہ کی ہوتی تو آج ہندو دھرم کی کتابوں کی یہ حالت نہ ہوتی کہ مہابھارت جیسی کتاب میں میں ہزار (20000) اشلوک غیر اصلی ہیں۔ منوسرٹی جیسی کتاب میں بھی موضوعات اس طرح سے شامل ہو گئے ہیں کہ شمولیت موضوعات کے علم کے بعد بھی فاضل پنڈتوں اور رشی دیا نند جیسے شائقین کو بھی یہ بتانا بالکل محال ہو گیا کہ کون کون سی عبادت وضعی وغیرہ اصلی ہے۔

ان نقصانات کی طرف اشارہ ہم نے ضمناً اس دلیل کے تحت میں کیا ہے کہ کسی ملک پر قبضہ اغیار کے تسلط کے اثرات کیا کیا ہوتے ہیں۔

اسلام کو دیکھیے کہ مکہ و مدینہ اور اس کے حوالی و اطراف اور وہ سب مقامات جہاں جہاں رسول پاک ﷺ کے قدم اقدس پہنچے سرتاسر مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ وہاں کی وہی زبان ہے جو پیارے مکی مدنی ﷺ کی تھی، وہاں کا وہی تمدن ہے جو مقدس رسول ﷺ کا تھا۔ وہی کتاب ہے جو نبی الائی کی تھی۔

قرآن مجید میں اسلام کو اس شجرہ طیبہ سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی جڑ قائم ہو اور جس کی شاخیں آسمان کی فضا میں پوری بلندی اور پوری فراخی سے پھیلی ہوئی ہوں۔

ہر ایک دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ ﴿أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ [ابراہیم: 24] کی صورت و حالت آج تک اسلام ہی پر صادق و ثابت ہے اور یہ امر بھی خصائص اسلام میں سے ہے
اس آیت کی کچھ تفسیر اس کتاب کے بابِ خصائص قرآن مجید میں دوسری جگہ درج ہے

اسلام ہی دینِ تمدن ہے

فطرتِ انسانی کا راز جاننے والا، حاجاتِ انسانی کے انجام کی راہ بتانے والا تسلیم کرے گا کہ انسان مدنی الطبع ہے۔
لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ مختلف ادیان نے کیوں کر مدنییت کو روحانیت کا مد مقابل بنایا اور تمدن کو روحانیت کا دشمن ٹھہرایا ہے۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ شہزادہ گوتم اپنی نو جوان بیوی اور نوزائیدہ بچہ کو سوتا ہوا چھوڑ کر رات کو بھاگ جاتا ہے اور جنگلوں میں رہ کر سخت سے سخت ریاضتوں کا تحمل بنتا ہے تو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں کہ اسی بیدار دل نے انسان کا مدنی الطبع ہونا معلوم کر لیا تھا۔

جب ہم وید بیاس جی کو آبادی سے نفور اور مادر و پدر سے دور رہتا ہوا دیکھتے ہیں تو کیا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انھوں نے واجبات تمدن کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔

ہم جب انجیل میں وہ مکالمہ پڑھتے ہیں، جس میں اللہ کی راہ میں خسی بننے کا ذکر ہے تو کیا خیال کر سکتے ہیں کہ انھوں نے آدم و حوا علیہما السلام کے جوڑے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

جب ہم روما کے آسمانی گر جا کے سایہ میں لاکھوں منک اور زن کو فرائض نسل سے بیزار دیکھتے ہیں تو کیا تصور کر سکتے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے حکم ”انسان اپنی بیوی سے جوڑے گا“ کی صحیح تعمیل کی ہے۔

جب آریہ درت کے جنگلوں، پہاڑوں کے غاروں کو ہستان کی چوٹیوں پر ایسے گریستوں کو دیکھتے ہیں۔ جن کی عمر کے آخر حصہ میں منوسمرفی نے گھروں سے باہر رہنے کا حکم دیا ہے اور جو اپنی خوراک حاصل کرنے کے لیے غیر معین اور غیر معلوم وسائل پر بھروسہ رکھنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں جو ضعیفی و پیری اور لا چاری و مجبوری کی عمر میں اپنا کوئی رفیق و غم گسار قریب قریب نہیں پاتے تو کیا اقرار دے سکتے ہیں کہ اس حکم کے وقت تمدن کی حقیقت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

جب ہم رشیوں، جوگیوں، منیاسیوں، منیوں، بیراگیوں کے گروہوں کو بستیوں سے پرے پرے دھونی لگائے جنس لگائے، آسن جمائے دیکھتے ہیں تو کیا یقین کر سکتے ہیں کہ انسانیت کا یہی اعلیٰ معیار ہے۔

جب ہم سینکڑوں لڑکیوں (دیوداسیوں) کو ایک پتھر کی صورت کے ساتھ بیاہی ہوئی دیکھتے ہیں اور قطع نسل انسانی کی تدبیر کو اس مقدس لباس میں جلوہ گر پاتے ہیں۔

تو کیا باور کر سکتے ہیں کہ ان مقننین نے آبادی عالم کا سبب بڑا گرد ریافت کر لیا تھا۔ میرے دوستو! یہ سب کرشمے ایسی تعلیم کے ہیں جس نے نہ انسان کو سمجھا اور نہ طبع انسانی کا فلسفہ معلوم کیا اور نہ اس پر عمل کرنے کو کچھ اہمیت دی۔

ایک اسلام ہے جو ان اوہام کو دور کر دیتا ہے، جملہ ظنون کو خاک نشین بنا دیتا ہے۔ تمام ناروا ستم اور جو روہ خدا دور کر دیتا ہے، جو بدنیت اور انسانیت کو ترقی کے نکل میں سوار کر دیتا ہے۔ جو بجلی کی منفی و مثبت طاقتوں کو مجتمع کر کے تمدن کا گھر صاف و سفید روشنی سے منور کر دیتا ہے۔

اسلام بتاتا ہے کہ ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا﴾ ترک تمدن محض بدعت ہے۔

عورتوں کے حقوق

اسلام ہی عورتوں کو تمدن میں برابر کی جگہ دیتا ہے اور ان کے مساویانہ حقوق کو بحال کرتا ہے۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَ﴾ [البقرة: 228]

”عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔“

بچوں کے حقوق

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ﴾ [بنی اسرائیل: 31]
 ”بچے قتل نہ کرو، ڈر سے اپنی اولاد کو نہ مارا کرو۔“

والدین کے حقوق

﴿وَبَالُوا الدِّينَ إِحْسَانًا﴾ [بنی اسرائیل: 23]
 ”ماں باپ کے ساتھ عمدہ ترین برتاؤ کرو۔“

حکومت کے حقوق

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [نساء: 59]
 ”اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت اور اپنے امیروں کی فرمانبرداری کرو۔“

اقسام تعاون

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ [المائدہ: 2]
 ”میں نے اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔“

عدم تعاون

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: 2]
 ”گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کیا کرو۔“

ایفائے معاہدات کا حکم

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدہ: 1]
 ”اے ایمان والو! سب قراردادوں کو پورا کیا کرو۔“

عداوت قومی کے ہو جانے کی حالت میں عدل کا لزوم اور بے انصافی کی نہی

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نَقُومٍ عَلَى أَنْ لَا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ [المائدہ: 8]
 ”کسی قوم سے نفرت کا ہونا تم کو اس خیال پر سمجھنے نہ لے جائے کہ تم ان سے عدل نہ کرو، ہاں عدل ہی کرو، ایسا کرنا ہی خدا ترسی کے قریب تر ہے اور تم کو حکم ہے کہ خدا ترسی پر قائم رہو۔“

معاہد غیر مسلم اور مسلم غیر معاہد میں معاہد غیر مسلم کی رعایت اور نیوٹرل رہنے کی ہدایت

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا

أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ﴿۷۲﴾ [الأنفال: 72]

- ① جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے انھوں نے راجح میں جہاد کیا۔
- ② جنھوں نے ان لوگوں کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی۔
- یہ دونوں ایک دوسرے گروہ کی ولایت کا حق رکھتے ہیں۔
- ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَالَكُمْ مِنْ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا﴾ [الأنفال: 72]
- ③ جو لوگ ایمان تو لائے ہیں مگر انھوں نے ہجرت نہیں کی، تم کو ان کی ولایت سے کچھ بھی نہیں۔ جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر آئیں۔

فساد اور بے امنی کی برائی

﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ﴾ [البقرہ: 205] ”اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔“
 ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ﴾ [القصاص: 7] ”دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ۔“

خلافت راشدہ کی علامت

﴿وَلَيَسِّرَنَّ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ [القصاص: 7]
 ”خوف جاتا رہے گا اور امن اس کی جگہ سنبھال لے گا۔“

حقوق کی ادائیگی کی تاکید

﴿قَاتِلِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ، وَالْمَسْكِينِ﴾ [الرہم: 38]
 ”قربت داروں اور مساکین کا حق ادا کیا کرو۔“

عباد الرحمن کے صفات حسنہ حقوق تمدن کے متعلق

- ① ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ [الفرقان: 63]
 ”رحمن کے بندے وہ ہیں جو دنیا میں فروتنی کے ساتھ رہتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو یہ ان کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔“

- ② ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾ [الفرقان: 67]
 ”رحمن کے بندے وہ ہیں جو خرچ کرتے وقت فضول خرچی اور تنگ دلی نہیں کرتے، بلکہ درمیانی راہ پر قائم رہتے ہیں۔“

- ③ ﴿وَلَا يَزْنُونَ﴾ [الفرقان: 68] ”رحمن کے بندے وہ ہیں جو زنا نہیں کرتے۔“

- ④ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ [الفرقان: 72] ”رحمن کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے۔“

حجی شہادت کے ادا کرنے کی فرضیت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ﴾

دارا بن دوارب جب یونانی فوج سے شکست کھا کر اور زخمی ہو کر گرا اور اس کی آخری سانس پورے ہونے سے پیشتر سکندر بن قلمپ اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کا سر گود میں لے کر بیٹھ گیا، تب دارا نے سب سے ضروری اور اہم وصیت جو سکندر کو کی، وہ یہی تھی کہ روٹنگ ہت دارا کو جسے دارا خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا، سکندر اپنی بیوی بنالے۔ قابل غور بات ہے کہ جسے وہ خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا، کے الفاظ دارا نے اپنی زندگی کے کیسے نازک ترین وقت میں کیسی صفائی سے ادا کیے اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم ایران میں عام تھی اور اس رسم کی عمومیت نے ہر ایک جھگ اور حجاب کو دارا کی طبع و زبان سے اٹھا دیا تھا۔ [۱]

ایران میں مژدکیہ مذہب اس لیے جلد مقبول اور عام ہو گیا تھا کہ ملک میں پہلے سے عمرات ابدیہ کی حرمت و احترام کا کوئی وجود موجود نہیں رہا تھا۔ [۲] مژدکیہ مذہب کا اصول یہ ہے کہ عورت کسی خاص مرد کی طرف منسوب نہ ہونی چاہیے، ہر ایک شخص ہر ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کا فطری استحقاق رکھتا ہے۔

پنڈت دیانند سرتی نے اپنی کتاب ستیا رتھ پرکاش میں ہندو فرقوں کا بیان کرتے ہوئے دام مارگی چترانگت وغیرہ وغیرہ نام لکھے ہیں اور بعض نام ایسے ناپاک ہیں جن کو ایک مسلم نقل نہیں کر سکتا۔ یہ تحقیقات ظاہر کر رہی ہیں کہ ہندوستان کا درجہ ایران سے بھی آگے تھا۔ کاشی جی جی پوتر جگہ میں آج تک وہ مندر جس کا نام نیپالی گھیرا مشہور ہے، موجود ہے، اور ڈیڑھ سو فٹ کی بلندی سے زائرین کو اپنی طرف بلا رہا ہے، نکلے سورج کی شعاعیں ان تصاویر کو روشن کر دیتی ہیں، جن کی تقلید سے ابھی تک پیرس و نیویارک بھی پیچھے ہیں۔ برہمن اس کے پجاری ہیں۔ وہ ہر ایک تصویر کی اپنی زبان سے ایسی تصویر اتارتے ہیں اور سننے والے کی شرم و حیا کی پروا نہ کرتے ہوئے ایسے ایسے سندرشبہ سناتے ہیں کہ انسانیت کے کان بہرے اور تہذیب کی آنکھ ہمیشہ کے لیے اندھی ہو جاتی ہے۔

ایک وسیع انظر مؤرخ بتلائے کہ اسلام ہی کی کشور کشائی نے ایران کو ان نعمتوں سے بلند نہیں کیا اور کیا اسلام ہی کی رہنمائی نے ہندوستان کو ایک دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان عنایت نہیں کیے۔

سلطنت روما کے ایٹمی تھیزوں کے دل ہلا دینے والے نظارے، سنگ دلی اور گرگ طبعی کے پورے بجھے کیا اسلام ہی نے زیر خاک نہیں کیے۔

کیا ان سب حقیقتوں سے یہ مسلم نہیں ہو جاتا کہ اسلام نے ان اقوام کی ذہنیت کو بالاتر اٹھانے خیالات کو پاکیزہ بنانے اور تہذیب کے پھیلانے میں کس قدر فیوض بالواسطہ عطا کیے ہیں۔

ہاں یہودیوں میں بنی لاوی نے بھی نذر کی قربانی، خطا کی قربانی، تقرب کی قربانی پیش کرنے میں خاص حقوق اپنے لیے ٹھہرا لیے تھے۔ پطرس اعظم کے جانشین پوپ رومانے آسمانی بادشاہت کے دروازے کسی پر کھول دینے اور کسی پر بند کر دینے کے لیے کنجیوں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا۔

برہمنوں نے مرگ و زنگ میں مردہ کی جان و تھکیل دینے کی جس شق کی اپنے اندر ہونا ظاہر کیا تھا۔ ان سب سے نجات دلانے کا سبب اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ سامریہ کی بنی لاوی سے علیحدگی پر وٹسٹنٹ کی رومن کیتھولک سے یزاری، آریہ کی برہمن پوپوں سے نفرت صرف تعلیم اسلام ہی کا نتیجہ ہے۔ کیا اس حقیقت سے انکار کرنے والے ثابت کر سکتے ہیں کہ ان کی اصلاحات کا زمانہ اشاعت

دارا بن دوارب جب یونانی فوج سے شکست کھا کر اور زخمی ہو کر گرا اور اس کی آخری سانس پورے ہونے سے پیشتر سکندر بن قلمپ اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کا سر گود میں لے کر بیٹھ گیا، تب دارا نے سب سے ضروری اور اہم وصیت جو سکندر کو کی، وہ یہی تھی کہ روٹنگ ہت دارا کو جسے دارا خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا، سکندر اپنی بیوی بنالے۔ قابل غور بات ہے کہ جسے وہ خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا، کے الفاظ دارا نے اپنی زندگی کے کیسے نازک ترین وقت میں کیسی صفائی سے ادا کیے اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم ایران میں عام تھی اور اس رسم کی عمومیت نے ہر ایک جھگ اور حجاب کو دارا کی طبع و زبان سے اٹھا دیا تھا۔ [۱]

ایران میں مژدکیہ مذہب اس لیے جلد مقبول اور عام ہو گیا تھا کہ ملک میں پہلے سے محرمات اہد یہ کی حرمت و احترام کا کوئی وجود موجود نہیں رہا تھا۔ [۲] مژدکیہ مذہب کا اصول یہ ہے کہ عورت کسی خاص مرد کی طرف منسوب نہ ہونی چاہیے، ہر ایک شخص ہر ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کا فطری استحقاق رکھتا ہے۔

پنڈت دیانند سرتی نے اپنی کتاب ستیا رتھ پرکاش میں ہندو فرقوں کا بیان کرتے ہوئے دام مارگی چترانگت وغیرہ وغیرہ نام لکھے ہیں اور بعض نام ایسے ناپاک ہیں جن کو ایک مسلم نقل نہیں کر سکتا۔ یہ تحقیقات ظاہر کر رہی ہیں کہ ہندوستان کا درجہ ایران سے بھی آگے تھا۔ کاشی جی جی پوتر جگہ میں آج تک وہ مندر جس کا نام نیپالی گھیرا مشہور ہے، موجود ہے، اور ڈیڑھ سو فٹ کی بلندی سے زائرین کو اپنی طرف بلا رہا ہے، نکلے سورج کی شعاعیں ان تصاویر کو روشن کر دیتی ہیں، جن کی تقلید سے ابھی تک پیرس و نیویارک بھی پیچھے ہیں۔ برہمن اس کے پجاری ہیں۔ وہ ہر ایک تصویر کی اپنی زبان سے ایسی تصویر اتارتے ہیں اور سننے والے کی شرم و حیا کی پروا نہ کرتے ہوئے ایسے ایسے سندر شبد سناتے ہیں کہ انسانیت کے کان بہرے اور تہذیب کی آنکھ ہمیشہ کے لیے اندھی ہو جاتی ہے۔

ایک وسیع انظر مؤرخ بتلائے کہ اسلام ہی کی کشور کشائی نے ایران کو ان نعمتوں سے بلند نہیں کیا اور کیا اسلام ہی کی رہنمائی نے ہندوستان کو ایک دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان عنایت نہیں کیے۔

سلطنت روما کے ایٹھی تھیزوں کے دل ہلا دینے والے نظارے، سنگ دلی اور گرگ طبعی کے پورے بجھے کیا اسلام ہی نے زیر خاک نہیں کیے۔

کیا ان سب حقیقتوں سے یہ مسلم نہیں ہو جاتا کہ اسلام نے ان اقوام کی ذہنیت کو بالاتر اٹھانے خیالات کو پاکیزہ بنانے اور تہذیب کے پھیلانے میں کس قدر فیوض بالواسطہ عطا کیے ہیں۔

ہاں یہودیوں میں بنی لاوی نے بھی نذر کی قربانی، خطا کی قربانی، تقرب کی قربانی پیش کرنے میں خاص حقوق اپنے لیے ٹھہرا لیے تھے۔ پطرس اعظم کے جانشین پوپ رومانے آسمانی بادشاہت کے دروازے کسی پر کھول دینے اور کسی پر بند کر دینے کے لیے کنجیوں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا۔

برہمنوں نے مرگ و نرگ میں مردہ کی جان و تھکیل دینے کی جس شق کی اپنے اندر ہونا ظاہر کیا تھا۔ ان سب سے نجات دلانے کا سبب اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ سامریہ کی بنی لاوی سے علیحدگی پر وٹسٹنٹ کی رومن کیتھولک سے یزاری، آریہ کی برہمن پوپوں سے نفرت صرف تعلیم اسلام ہی کا نتیجہ ہے۔ کیا اس حقیقت سے انکار کرنے والے ثابت کر سکتے ہیں کہ ان کی اصلاحات کا زمانہ اشاعت

اسلام سے پیشتر کا تھا۔ کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس آزادی کے حاصل سے پیشتر اسلام کو علمی اور عملی کارنامے ان کی آنکھوں اور دلوں کے سامنے نہ تھے۔

ان حقائق پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام نے یورپ اور ایشیاء میں ترقی اذہان اور آزادی احساس اور تیز نفع و ضرر کے فیوض بالواسطہ سب کو پہنچائے ہیں۔

سولہ (100) بیویوں والے بادشاہ کو اکلوتا کہنے والے یہودی، ایک ہزار (1000) خواتین والے بادشاہ کو اللہ جیسا دل رکھنے والا بتانے والے اسرائیل، سولہ ہزار (16000) سکھیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے والے کرشن جیو کو سولہ سنگار کہنے والے ہندو، نشانہ بازی میں جیتی ہوئی درویدی، ایک عورت کو پانچ پانڈوؤں کی جائز بیوی بتانے والے آریہ ورتی غور کریں کہ آج تعدد ازواج کے متعلق ان کے خیالات کس قدر ہموار ہو گئے ہیں۔ کیا کوئی شخص اس کی وجہ عیسائیت کی تعلیم کو یا عیسائیوں کے عملی نمونہ کو قرار دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں، عیسائیت کی تعلیم تعدد ازواج کے بارہ میں خاموش ہے اور ان کا عملی نمونہ اس آئینی قانون کا نتیجہ ہے، جو اسلامی حکم سے بہت بعد میں نافذ کیا گیا اور ٹھنڈے خون والے یورپ نژاد کے لیے صرف ایک ہی بیوی پر محدود رہنا لازم ٹھہرایا گیا۔ تاریخ میں تلاش کرو کہ اس قانون کے نفاذ سے بہت پیشتر قرآن مجید کے الفاظ *فَوَاحِشَةً* ہر ایک سمجھنے والے کے دل میں ایسی قانون سازی کی تحریک پیدا کر رہے تھے۔

ان نظائر سے تمدن کو اقرار کرنا پڑے گا کہ اسلام نے جملہ اقوام کو بالواسطہ کس قدر برکات عطا کی ہیں۔ شراب سے بھرے ہوئے جام جم پر فخر کرنے والے اور ساغر ہوش ربا کو جام جہاں نمائتے والے ایرانی، دیوتاؤں اور دیویوں کی بھینٹ میں مدھ چڑھانے والے آریہ ورتی۔

مسیح علیہ السلام کے اولین کارنامہ پانی کے مشکوں کو خم ہائے شراب بنادینے کا واقعہ فخر و مباہات کے ساتھ سننے والے عیسائی۔ سادہ پانی کے استعمال سے منع کرنے والے اور پانی میں تھوڑی سی شراب کو التزائم شامل کرنے والے پولوی۔ میدان ہائے جنگ کو بادہ آتشین سے گرم کرنے والے اطالین اور عرب اور افریقی۔ کلوچیز کے ایک پیگ پر فرائض سپہ سالاری کو چھوڑ دینے والے رومی۔

کیا اسلام کے اس فیض سے انکار کر سکتے ہیں جو حرمت شراب کی صورت میں اس نے جملہ اقوام وادیان پر عام کیا، نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسلام ہی نے شراب کو ”ام الخبائث“ کا لقب دیا۔ اسلام ہی نے اسے روحانیت کا دشمن بتایا۔ اسلام ہی نے اسے شرارت انگیز و عداوت خیز بتایا۔ اسلام ہی نے اسے شیطان ابلیس اور راکھشس (اہرمن) کا عمل بتایا۔

جنگ عظیم 1914ء تا 1918ء میں انگلستان اور روس اور امریکہ کو یکے بعد دیگرے مجبوراً اسے ترک کرنا پڑا کیا یہ سب اسلام کے بالواسطہ فیوض نہیں۔

بھارت اعظم کی اولاد میں مہاراجگی کو خاص کرنے والے اور اسی دھن میں روچھیر کی خوں آشام زمین پر سارے ہندوستان کو کاٹ کر رکھ دینے والے (آریہ ورتی)۔

کیا ایران کو شاپان خسروی بتانے والے اور اسی لیے تاتار اور یونان اور بائبل کی حکومتوں کو فنا کرنے والے (پارسی)۔ خاندان ”چو“ کو فرزند ان آسمانی کہنے والے اور دنیا کو ایک ٹکٹ رعایا اور ان کے دیوتاؤں سے بھی اوپر ہو کر سیاہ و سفید کرنے

والے (چینی)۔

یورپ پر تفوق اور غلبہ کا استحقاق جتانے والے اور خاندان کو نوع انسانی پر فرماں دہی کا چارٹر رکھنے والے (فرنج)۔
غور کریں کہ اسلام کے حکم ﴿وَسَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [آل عمران: 159] اور ﴿أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشورى: 38] نے دنیا کو کس آئینی حکومت کا جمال دکھایا، ان کو تحفظ نوعی و جنسی اور تعاون
افرادى و قومى سے آگاہ بنایا۔

کہتے ہیں کہ انگلستان کی پارلیمنٹ دنیا کی سب پارلیمنٹوں سے قدیم تر ہے اور اسی لیے وہ ”اماں پارلیمنٹ“ کے لقب سے
پکاری جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے، لیکن کیا اس کی قدامت قرآن مجید کے اس حکم محکم سے بھی قدیم تر ہے؟
اور اگر نہیں اور تاریخ بتاتی ہے کہ ہرگز نہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا کی تمام جمہوری اور آئینی حکومتیں اسلام ہی کے فیوض سے
مستفیض اور اس کے خوان کرم کے نمک خوار ہیں۔

برہما، بش، مہیش کا ترشول بلند کرنے والے	(آریہ ورتی)
خدا، عقل کل و نفس کلی کی حکومت ماننے والے	(افلاطونی)
باپ خدا، بیٹا خدا، روح القدس کہنے والے	(انگلش چرچ)
باپ خدا، بیٹا خدا، جان (لجسی) ماننے والے	(رشین چرچ)
باپ خدا، بیٹا خدا، مریم کو قائم کہنے والے	(قدیم یونانی)
پر ماتما، آتما اور پرا نو کو قدیم جاننے والے	(آریہ)

دنیا پر موجود تھے اور اپنی اپنی تھیٹ کے پھیلائے میں منہمک تھے۔ آج یہ سب لوگ مسئلہ توحید کی برتری کے اقراری ہیں اور
عقیدہ توحید پر فخر کرتے ہیں اور اپنی اپنی تھیٹ کو بھی سلوک طریق الی التوحید بتانے میں دلائل اور براہین سے کام لے رہے ہیں۔
مسلمان اپنے ان نوعی بھائیوں کی ان ترقیات کو خوشی اور اطمینان سے دیکھ رہے ہیں اور ان کے انصاف و حق پسندی پر امید لگائے ہوئے
ہیں کہ یہ سب لوگ ضرور ایک دن اسلام کے اس فیضان بالواسطہ کا اقرار کریں گے اور اس حقیقت تک پہنچ جانے کے بعد وہ اسلام کے
فیوض و برکات و انوار سے بلا واسطہ مستفیض ہونے کے لیے تنگ خیالات کے کمرہ کے دروازوں کو کھول دیں گے۔ ان کے دل اپنے اندر
کشائش اور انبساط اور ان کی روح اپنے لیے سرور و نشاط پائے گی اور وہ سب اسلام کی اس خصوصیت کا اعتراف بھی کرنے لگیں گے۔

فصل 17

اسلام ہی نے ہدایت الہیہ کو ربوبیت خالقہ کی طرح کل عالم کے لیے عام بنایا
بنی اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ وحی ربانی کا شرف صرف اسباط یعقوب علیہ السلام کے لیے خاص ہے، دنیا کی کسی دوسری قوم کو یہ شرف عطا نہیں ہوا۔
ایران والوں کا دعویٰ ہے کہ سروش آسمانی کی آواز صرف ایرج ہی کی نژاد تک پہنچائی گئی اور زرتشت و جاماسپ ہی کے
خانوادے اس برزگی کے تاجدار ہوئے اور سب ملک اس عزت سے دور دور ہیں۔

آریہ ورت کا دعویٰ ہے کہ آکاس بانی نے صرف گڑگا و جمن کی وادیوں میں رہنے والوں کو درشن دیے اور دنیا کی سب اقوام اس سے محروم ہیں۔

چین والوں کو دعویٰ ہے کہ اسی ملک کے رہنے والے فرزند آسمانی ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں اور کسی کو اس مشرق اقصیٰ کی روشنی حاصل نہیں۔

یہ دعویٰ ہر چند کہ شاندار ہیں اور کسی ایک قوم کی عظمت کو نمایاں کرنے میں بہت بڑا کام کر رہے ہیں لیکن ان دعاؤں کا نتیجہ کل دنیا کے مقابلہ میں کیا تھا۔

نتیجہ اول یہ ہوا کہ ایک قوم نے اپنے سامنے دوسری قوم کو جھٹلایا اور دوسروں کی صداقتوں کو بھی بطلان بتایا۔ جب اسرائیل نے صرف بنی اسرائیل کے لیے وحی ربانی کو خاص بتلایا ہے تو وہ دنیا کے مذاہب کو کاذب ٹھہراتا ہے۔ اور جب کوئی پارسی نژاد اسی جہی کے اس دعویٰ کا مظہر ہے تو وہ کل عالم کو (جس میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں) دروغ گو ظاہر کرتا ہے۔ اور جب کوئی آریہ ورتی و سناتن دھرمی اپنی بات کو دہراتا ہے تو جہاں جہانیاں کو (جس میں اسرائیل و پارسی بھی شامل ہیں) ست کہتا ہے۔

اور جب کوئی چینی کانفیو شس کی تعلیم کو آسمانی کہہ کر دیگر اہلئے جنس کو اس شرف سے مجبور تجویز کرتا ہے تو وہ ہر ایک ملک کو جس کے اندر (ہندوستانی، ایرانی، کلدانی و اسرائیلی بھی شامل ہیں، سیاہ و تاریک بتاتا ہے۔ لہذا کوئی مذہب ایسا باقی نہیں رہتا، جس کی دوسرے مذہب نے تصدیق بھی کی ہو اور کوئی قوم ایسی نہیں محفوظ رہتی جسے دوسری اقوام کی زبان نے صادق کہا ہو۔

اور جب ہر ایک قوم نے جملہ اقوام کو داغ لگایا تو اب اس کا بھی کیا حق رہ جاتا ہے کہ وہ خود بچ سکے۔ ان لوگوں نے ساری فضا میں کونکہ پھیلا دیا اور پھر یہ تصور کر لیا کہ اس سے اوروں ہی کے دامن آلودہ ہوں گے۔

ان مشہور مذاہب نے اپنے ان دعاوی کے بعد پھر اپنے رقبہ کو اور زیادہ تنگ کرنا شروع کیا۔ اسرائیلیوں نے کاہن ہونے کا منصب صرف اولاد ہارون علیہ السلام کے لیے خاص کر دیا اور سناتن دھرمیوں نے یہودیہ و ہر دو اور کانشی کے پانڈوں کو سرگ و برگ کا خزانچی بنایا۔ رومن کیتھولک نے سلطنت آسمانی کی کنجیاں پوپ کے ہاتھ میں دے دیں، کیوں کہ وہ اس گرجا کا صدر نشین ہے جسے پطرس نے تیار کیا تھا اور پطرس وہ ہے جسے آسمانی بادشاہت کا کلی اختیار مسیح علیہ السلام نے دے دیا تھا۔

نتیجہ دوم یہ ہوا کہ ایک قوم کو دوسری قوم کے ساتھ نفرت ہو گئی اور ہر ایک نے اپنا اپنا چولہا چوکا الگ الگ کر لیا۔ محبت انسانی گم ہو گئی اور قومیں قوموں سے ہمیشہ کے لیے جدا جدا ہو گئیں۔

نتیجہ سوم یہ ہوا کہ ملکی خصوصیات اور قومی رسومات ہر ایک جگہ دینی اصول میں شامل ہو گئیں اور آہستہ آہستہ رسومات کے سامنے دینی اصول کمزور و ضعیف اور بے نشان و گم ہو گئے۔

اسلام ہی نے ان سب خرابیوں کو دور کیا، اسلام ہی نے ان جملہ اقوام کے سامنے ایک جدید علمی اکتشاف کیا کہ

﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ [الطہر: 24]

”یعنی ہر ایک ہستی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا، برے افعال کے برے نتائج سمجھانے والا ہو چکا ہے۔“
اے اسرائیلیو! تم کیوں ہندوؤں کے بزرگوں کی تحقیر کرتے ہو اور اے ہندوؤ! تم کیوں اسرائیلیوں کے انبیاء کی تکذیب کرتے ہو۔ اے ایرانیو! تمہارا کیا حق ہے کہ اسرائیلیوں اور ہندوؤں کے دعاوی کا بطلان کرو۔

اے چینیو! تمہارا کیا منصب ہے کہ ان تمام شاندار اقوام کے علم اور تہذیب اور تمدن سے آنکھیں موند کر سورج کی روشنی کو جھٹلاؤ۔
اب مل جاؤ اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو اور ہر ایک ملک کے پیشوا و ہادی و داعی کی تعظیم کرتے ہوئے اس ناموس قدرت کو بھی دیکھو، جس نے تمام عالم کو متحد و متفق کرنے کے لیے بحر روم کے متصل ایک مقام کا انتخاب کیا جہاں سے متمدن دنیا کی ہر جگہ میں تبلیغ بآسانی کی جاسکتی تھی اور جہاں ٹھہر کر بحر و بر کے وسائل آمد و رفت سے بخوبی کام لیا جاسکتا ہے۔

قدرت نے اس تحریک کی پانچ ہزار (5000) سال سے بنیاد قائم کی اور ایک ایسی قوم کو تیار کیا جس نے بے آب و گیاہ میدانوں میں رہ کر، جس نے آباد و شاداب قطعات سے الگ ہو کر، جس نے نفائس مادی میں سے صرف سدر مق پر اکتفا کر کے حفاظت معبد کو اپنا مقصود بنایا اور اسی کی درباری کو اپنے لیے افتخار شای سمجھا، حتیٰ کہ وہی سید عالم ﷺ بھی گھٹ گیا اور وہی سرور کائنات ظاہر ہو گیا جس نے اختلاف کو اختلاف سے اور نفاق و افتراق کو اتفاق سے بدل دیا، وہ کیسا زمانہ تھا اس وقت کی دو بڑی قوموں کی یہ حالت زار ربانی الفاظ میں یوں ظاہر کی گئی ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ﴾ [البقرة: 113]

”یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ تو کسی چیز (بنیاد) پر نہیں۔“

﴿وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ﴾ [البقرة: 113]

”نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود تو کسی چیز (بنیاد) پر نہیں ہیں اور وہ کتاب بھی پڑھا کرتے ہیں۔“

آیت ﴿وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ﴾ کا تعلق نصاریٰ سے بھی ہے، جو یہودیوں کی کتاب کو عہد نامہ قدیم اور ہولی بائبل کہہ کر تسلیم کرتے ہیں اور بایں ہمہ یہودیوں کی بابت یہ مبالغہ ہے کہ ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔

نیز اس کا تعلق یہودیوں سے بھی ہے جو انجیل میں یہ دیکھ چکے ہیں کہ وہ توریت موسیٰ علیہ السلام کی مصدق ہے اور بایں ہمہ انجیل سے انکاری بھی ہیں۔

بہر حال ہر دو فریق (وفاہجران اور علمائے شرپ (یہود) نے ان فقرات کو دہرایا اور اپنی اپنی ننگ مزاجی اور لاعلمی کا ثبوت دیا اور اللہ تعالیٰ کو فیصلہ کرنا پڑا۔

الہی فیصلہ یہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ، وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُتْلَىٰ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَكِنَّ يَدُنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ [المائدہ: 67-68]

”اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے، اسے پہنچا دیجیے، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے رسالت کو نہ پہنچایا اور اللہ تم کو ان لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ کہہ دیجیے کہ اے یہود یو! تم دونوں کچھ بھی (کسی بنیاد پر بھی) نہیں ہو، جب تک تورات اور انجیل پر اور اس کتاب پر جو تمہارے رب نے تمہارے لیے نازل کی قائم نہیں ہو جاؤ گے۔“

”ہاں! ان میں سے بہت کی حالت یہ ہے کہ اللہ کے اتارے ہوئے احکام سے وہ کفر اور سرکشی میں زیادہ ترقی کر جاتے ہیں۔ ان کافروں کے گروہ پر آپ افسوس بھی نہ کریں۔“

یہود اور نصاریٰ کی تعداد اس وقت مسلمانوں کی تعداد سے بہت زیادہ تھی، دو اور سو کی نسبت اس وقت ان میں ہوگی۔ یہود زرو مال والے تھے، تجارت والے تھے، سارے عرب پر ان کا اقتدار تھا۔ مسلمان اور بت پرست ان کے مقروض تھے۔ نصاریٰ فوج، طاقت اور حکومت والے تھے۔ ہر دو کے خلاف ایک ایسا متفقہ فیصلہ سنانا جو ان کی دینی حیثیت کو بالکل لاشے بنا دینے والا تھا، آسان نہ تھا، لہذا آیات کے شروع میں نبی ﷺ کو خاص طور پر آمادہ کیا گیا ہے اور بطور پیش گوئی یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اس فیصلہ کے بعد خواہ یہود کتنا ہی ترانس اور نصاریٰ کتنا ہی ہمنائیں مگر وہ آپ کو کسی طرح کا گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ عصمت الہی ہمیشہ آپ کو ان کے آزار سے بچائے گی۔

فیصلہ یہ ہے کہ یہود کو نصاریٰ کے بالمقابل اپنا تعصب اور نصاریٰ کو یہود کے بالمقابل اپنا کینہ و انتقام چھوڑ دینا چاہیے اور ہر دو کو تورات و انجیل کا اتباع کرنا چاہیے۔

جو دلیل نصاریٰ کے ہاتھ میں یہودیوں کو دین مسیحی کی دعوت دینے کی بابت ہے وہ اس لیے صحیح ہے کہ نصاریٰ ان کی کتاب اور ان کے نبی (موسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

لہذا یہی دلیل مسلمانوں کے ہاتھ میں بالمقابلہ نصاریٰ اور یہود (ہردو) حاصل ہے، کیوں کہ مسلمان دونوں کتابوں اور کتاب لانے والوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

نصاریٰ یہود کے سامنے مسیح علیہ السلام کی بابت پیش گوئیاں تورات سے نکالتے ہیں اور انھیں ملزم ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان، یہود اور نصاریٰ دونوں کے سامنے سیدنا مولا نا محمد رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں پائبل سے پیش کرتے ہیں اور ہر دو حجت الہی کا اتمام کرتے ہیں۔

اب خلاصہ معلوم ہو گیا کہ جب یہود اس لیے مغضوب ہیں کہ انھوں نے تعلیم مسیح علیہ السلام سے انکار کیا، جب کہ مسیح تعلیم تورات کو تسلیم کرتے ہیں تو نصاریٰ بھی اس لیے ضال ہیں کہ وہ شریعت موسوی کے منکر ہیں، جس کی تصدیق مسیح علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اندریں حالات یہ دونوں اس لیے بے بنیاد اور لاشے ہیں کہ وہ اس کتاب اور نبی کے منکر ہیں جس کا وعدہ موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب کے 18 باب کی آیت 15 تا 18 میں موجود ہے۔ نیز جس کی خبر انجیل یوحنا باب 16 کی آیات 11 تا 16 میں موجود ہے۔

الغرض یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ تمام جہان کا معبود صرف ایک اللہ کو بتاتا ہے اور تمام جہان کا پروردگار صرف ایک رب کو ظاہر کرتا ہے۔

اور تمام عالم کے سامنے صرف ایک دین اسلام کو پیش کر کے جملہ اقوام و ادیان اور ممالک کو اللہ تعالیٰ کے انوار و فیوض کا یکساں

وہ کسی بزرگ کا مذہب نہیں، وہ کسی سابقہ مذہب کا مبدل نہیں ہے، بلکہ سب کو سب کے مقبول اصول کے تحت میں لا کر متحد بنانے والا اور ربوبیت خالقہ کی طرح سب سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ کو منوانے والا ہے۔

مبارک ہے اسلام جس نے جملہ اقوام کو متحد و موافق بنانے کے لیے سب کی طرف (اپنا ہاتھ بڑھایا اور مبارک ہیں وہ تو میں جنہوں نے مقدس داعی کے الفاظ پر لبیک کہہ کر محبت عام کو اپنا مسلک بنایا۔

فصل 18

اسلام ہی دین البر (نیکی کا مذہب) ہے

قدیم یونان اور جدید یورپ کے فلاسفروں نے مذہب انسانی پر غور و خوض کرنے کے بعد بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ مذہب صحیحہ کی بنیاد ان اصولوں پر مبنی ہونی چاہیے

① نیکی ② صداقت ③ حسن

مجھے اپنے عنوان کی مناسبت سے صرف نیکی کی بابت اس مقام پر تحریر کرنا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ [البقرة: 177]

”یہ ہی نیکی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لیا کرو۔ نیکی تو ان لوگوں کی ہے (1) جو اللہ پر اور قیامت پر، ملائکہ پر اور کتابوں پر اور انبیاء پر یقین رکھتے ہیں (2) جو اپنی ضرورت ہوتے ہوئے بھی قریبیوں کو یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، مانگنے والوں کو، آزادی غلاموں میں اپنا مال دیتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، عہد کر کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور جنگ دینی و بیماری اور جنگ کے وقت صبر کرتے ہیں، یہی تو صادق لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں۔“

﴿أَنْ تَبَرَّوْهُمْ وَتَقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [المائدہ: 8]

”غیر مذہب والوں سے بھی نیکی کرو اور پورا پورا انصاف کرو، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

﴿وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اتَّقَى﴾ [البقرة: 189]

”نیکی تو خدا ترسی ہے۔“

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدہ: 2]

”نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔“

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ﴾ [الانبیاء: 73]

”ہم نے سب نبیوں کے پاس نیکیوں کے کرنے کا حکم بھیجا۔“

﴿إِنَّ الدِّينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ إِنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾ [المؤمنون: 57-61]

”جو لوگ اپنے رب کی تعظیم کی نگہداشت ڈرتے ہوئے رکھتے ہیں، جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کا نہیں بناتے، جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے مال سے لوگوں کو دیتے ہیں اور اس بات کی دہشت رکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنے رب کی طرف جانا ہے، یہ ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کی طرف جلد جلد جانے والے ہیں، اور یہی ہیں جو نیکیوں کو حاصل کر لیں گے۔“

نبی کریم ﷺ نے انواع البر (نیکیوں کی اقسام) کے متعلق جو احکام دیے ہیں وہ مندرجہ ذیل اصول پر مبنی ہیں:

- ① عظمت الہی کا احساس اور اس احساس کے بعد تعظیم ملے ہوئے ادب کا اثر دل پر محسوس کرنا۔
 - ② احسانات الہی کی یادداشت اور اس یادداشت سے حیرت کا طاری ہو جانا اور طیران حیرانیت سے اثرات حیوانی کا کمزور پڑ جانا۔
 - ③ اقارب اور ہمسایہ، ایامی و یتامی، اہل قریہ، اہل وطن کے ساتھ حسن معاشرت اور عمدہ اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔
- خندہ روئی سے ملنا، راہ میں کانٹے یا ٹھوکر کا ہٹا دینا، کنوئیں سے پانی نکال کر دینا، بھولے ہوئے کو رستہ بتا دینا، تاریکی کے وقت روشنی دکھا دینا، بوجھ اٹھا دینا۔

دوسرے کو عزت کے ساتھ بلانا، نرم گلامی سے بات کرنا، یہ سب نیکیوں میں شمار کیے گئے ہیں۔ باپ کا اپنے بچے کو تعلیم دینا، صدقہ سے بہتر بتایا گیا ہے۔ ①

اپنے کنبہ سے بھلائی، نیکی کرنے والے کو بھلا اور بہتر بتایا گیا ہے۔ ②

مینیوں اور بہنوں کو اچھی تعلیم اور تربیت دینے والے کو مستحق جنت بتایا گیا ہے۔ ③

ایک بلی کو عذاب دینے والے کے لیے دوزخ کا اور ایک کتے کو پانی پلانے والے کے لیے مغفرت کا اعلام فرمایا گیا ہے۔ ④

اور بالآخر فی مکتی تکبیر و طبعہ فجر ⑤ کے ارشاد سے اس عنوان کو مکمل کر دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک جاندار جو تازہ جگر اپنے اندر رکھتا ہے (یعنی زندہ ہے) کے ساتھ بھلائی کرنا موجب اجر ہے۔

ان احکام سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام دین البر ہے۔

فصل 19

اسلام دین التقویٰ (پارسائی کا مذہب) ہے

- ① پارسائی کو بر باد کرنے والی سب سے بڑھ کر شراب ہے، مگر پولوس نے (اتمطاؤس 5/32 میں) یہ حکم دیا ہے کہ: ”آگے کو تو صرف پانی نہ پیا کر، بلکہ اپنے ہاضمہ اور اکثر کمزوریوں کے واسطے تھوڑی سی (شراب) پی۔“

① ترمذی: 1996، 1997، 1998 ② ترمذی: 2081، مسند احمد: 417 ③ ابوداؤد: 5147، ترمذی: 1916، ابن حبان: 445 ④ بخاری: 3318، 173، مسلم: 2244، 2242، ابن ماجہ: 4256، ابن حبان: 544، احمد: 261/2 ⑤ بخاری: 2363، مسلم: 2244، ابوداؤد: 2550، ابن حبان: 544، ابن ماجہ: 3686، مسند احمد: 375/2، 374/1، موطا: 113/3

شراب پینے کا حکم اور سادہ پانی پینے کی نہی کا یورپ اور امریکہ پر کیا اثر ہوا کہ لفظ تھوڑی کی قید بالکل نہ رہی اور شراب ان تمام خرابیوں کی جزا ثابت ہوئی جسے قرآن پاک نے اور ارشادات نبوی ﷺ نے صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔

② محکمہ حفظان صحت نے پولوس کی وجہ علت کا بھی غلط اور باطل ہونا ثابت کر دیا ہے اور بتلادیا ہے کہ شراب کا برا اثر معدہ، جگر، دل، دماغ اور شش پر بدترین نتائج پیدا کرتا ہے۔ اعصابی طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ جنگ عظیم 1914ء، 1918ء میں فوجیوں کی جسمانی طاقت بحال کرنے اور بڑھانے کے لیے شراب کی قطعاً ممانعت کی گئی تھی۔ اپنی فوج کے لیے کنگ جارج نے نمونہ بننا پسند کیا اور زار روس نے ان کی پیروی کی۔ امریکہ نے شراب کی ساخت ملک میں بند کر دی اور خرید و فروخت پر بھی سخت بندشیں عائد کیں۔ علم اخلاق کے ماہرین کا بیان ہے کہ شراب کے استعمال سے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ عالمان اقتصادیات کا بیان ہے کہ فقر و فاقہ کا سبب اور تباہی مال کا باعث شراب ہے۔ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کا بیان ہے کہ جرائم سنگین، قتل، زنا بالجبر، راہزنی وغیرہ کا ارتکاب اکثر بدستی شراب کی حالت میں ہی ہوتا ہے۔

③ ہندوؤں میں بھی دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے شراب کا چڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر جو چیز دیوی اور دیوتا کے خوش کرنے کا سبب ہو، اسے پجاری اور سیوک کیوں استعمال نہ کریں۔ بعض ہندو اقوام نے شراب میں تقدس پیدا کرنے کے لیے اس کا نام ”گنگا جل“ رکھ دیا۔

اسلام ہی وہ پہلا اور تہذیب ہے جس نے شراب کو جس تہذیب و عمل الشیطان اور ام النہایت اس کا نام رکھا۔ ایسے نشہ کی مقدار قلیل کو بھی جو مقدار کثیر میں پہنچ کر نشہ آور حرام بنایا۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ اسلام پارسائی کا مذہب ہے۔ اسلام میں زنا حرام ہے اور اس کی حرمت کو مضبوط و محکم کرنے کے لیے جو حکم دیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزِّنٰی﴾ [نہی اسرائیل: 32] ”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔“

اس حکم سے ان اسباب اور وسائل کو بھی حرام کر دیا ہے جو زنا تک لے جانے والے ہیں۔ مردوں، عورتوں کا اختلاط اور ہنسی و مذاق، ایک ہی مکان کے اندر غیر محرم مرد و زن کی بود و باش، دل ربائی اور حسن نمائی کے طریقے، نظر بازی وغیرہ۔

اس حرمت کو مضبوط کرنے کے لیے مَسَاءً مَسِیلاً بھی فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا کہ جو کوئی زنا کرتا ہے وہ اپنے گھر تک زنا کے لیے سڑک بناتا ہے۔ وہ جس سڑک پر چل کر دوسروں کے پاس پہنچتا ہے اسی سڑک پر چل کر دوسرے اس کے گھر آ جاتے ہیں حکم دیا گیا:

﴿وَلَا تُنٰجِدُنَّ اَخِدَانِ﴾ [النساء: 25] ”کسی عورت کا کوئی مرد آستانہ ہونا چاہیے۔“

﴿وَلَا تُنٰجِدُنَّیْ اَخِدَانِ﴾ [المائدہ: 5] ”اور کسی مرد کی کوئی عورت آستانہ ہونی چاہیے۔“

اس پارسائی کو قائم رکھنے کے لیے تدبیر بھی بتائی اور اس کی تعمیل بھی فرض ٹھہرائی۔

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغْضُوْنَ مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْنَ اَفْرُوجَهُمْ﴾ [النور: 30]

”مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ نگاہیں نیچی رکھا کریں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔“

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ اَفْرُوجَهُنَّ﴾ [النور: 31]

”عورتوں کو کہہ دیجیے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی نگہداشت رکھیں۔“

اس حکم کے بعد یہ بھی فرمایا گیا:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ﴾ [الاعراف: 33]

”فحش کی کھلی چھپی سب قسموں کو میرے رب نے حرام کر دیا ہے۔“

حکم بالا کی رو سے تو فواحش حرام ہوئے، ابتدائی مراتب میں جب کہ فحش کے اقدام کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ اسے اسلام نے لفظ ”إِنَّمَا“ سے تعبیر کیا ہے اور اس کی بابت بھی یہ حکم دیا ہے۔

﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِنِّمِ وَبَاطِنَهُ﴾ [الانعام: 120]

”گناہ کا بیرونی اور اندرونی حصہ بھی بالکل چھوڑ دیا کرو۔“

تجرب ہوتا ہے کہ شراب پینے والے مردوں، عورتوں کو فحش آمیز کھلی آزادی دینے والے عبادت گاہوں میں جا کر بھی آتش رخسار حسن سے آنکھیں سینکنے والے نمائش حسن کے پیرایہ میں نگلی تصویر کھچوانے والے اور مخلوط غسل خانوں میں نہانے والے کھلے پن گھنٹوں بھر نگئے اٹھان کرنے والے اسلام کی پارسائی کا اعتراف نہ کریں۔ شاید اس لیے کہ ایسا اعتراف خود اپنی عریانی کے اعتراف کے مترادف ہے۔

اگر اسلام کا مقصد یہ ہوتا کہ وہ نفسانی جذبات کو ابھار ابھار کر اپنی تعداد کو بڑھائے تو وہ شراب کی حرمت کا حکم بھی نہ دیتا اور ایسا حکم نہ دینا، اس کے لیے کچھ موجب اعتراض بھی نہ ہوتا۔ کیوں کہ جو چیز جملہ ممالک میں مستعمل اور جملہ مذاہب میں روا تھی اس پر غموشی کبھی موجب اعتراض نہ ہو سکتی تھی اور زنا کی روک تھام کے لیے ایسے سخت قیود عائد نہ کرنا اور ان قیود کے عائد نہ کرنے سے ان قوموں کا جو کورٹ شپ کو جائز سمجھتی ہیں یا جو اولاد لینے کی غرض سے بیابنا عورت کو اور اولاد دینے کی غرض سے بیابنا مرد کو عارضی جوڑ بنا لینے کی اجازت دیتے ہیں، کچھ اعتراض بھی نہ ہوتا، لیکن اسلام نے عفت و پارسائی کا بلند ترین نمونہ پیش کیا ہے اور وہ فی الحقیقت پارسائی کا مذہب ہے۔

معتزین کے پاس اس کے خلاف دلیل صرف یہ ہے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ عورت کو بھی بیوی بنا لینے کی اجازت دی ہے۔ مگر غور تو کرو کہ داؤد علیہ السلام کو خدا کا اکلوتا بیٹا (زبور۔ 1) کہنے والے اور اس کی سو (100) بیویوں اور سلیمان علیہ السلام کو اللہ کا سادل والا بنانے والے اس کی ایک ہزار (1000) بیویوں پر ابراہیم علیہ السلام کو ظلیل الرحمن ماننے والے اس کی بیویوں اور لوطیوں پر کرشن جی مہاراج کو ادھار ماننے والے ان کی سولہ ہزار ایک سو آٹھ (16108) سکھیوں پر اور ان کو ریفارمر اعظم ماننے والے زمانہ حال کے لیڈران کی آٹھ (8) مہارانیوں پر کوئی اعتراض زبان سے نہیں نکالتے، تو پھر ان کا کیا حق ہے کہ وہ اسلام پر ایک سے زائد بیوی کرنے پر اعتراض کریں۔ ہم نے جن محترم ہستیوں کے نام لیے، ان کے مذہب میں ایک سے زائد بیوی کرنے کے لیے کوئی ایسی شرط موجود نہیں، جس کا فقدان ان کو ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لیے روک بن سکے۔ مگر اسلام میں شرط عدل موجود ہے۔

اور اس شرط کے فقدان پر (بلکہ صرف فقدان ہی پر نہیں) احتمال فقدان کی حالت پر بھی قَوْلًا حِدَّةً کا کارشاد موجود ہے، کیا کوئی مذہب ہے جو اپنی کتاب پاک میں قَوْلًا حِدَّةً کا ہم معنی لفظ نکال کر دکھا دے؟ کوئی مذہب ہے جو مسیح یا موسیٰ یا کرشن ورام چندر کے منہ سے نکلی ہوئی بات قَوْلًا حِدَّةً کے ہم معنی ثابت کر دے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تب اس کو اقرار کرنا چاہیے کہ یہ بھی اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے اور ایک بیوی والے جس قانون پر یورپ کو فخر ہے، وہ بھی قرآن مجید ہی کے ایک حکم کا خلاصہ اور ناقص خلاصہ ہے۔

اسلام دین الصدق (سچائی کا مذہب) ہے

صدق کی تعریف علمائے اسلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

- ① عمل اور علم کی موافقت باہمی کا نام صدق ہے۔
- ② دل اور زبان کی مطابقت کا نام صدق ہے۔
- ③ سرواعلانہ کے مساوی ہونے کا نام صدق ہے۔
- ④ اس راست بازی کو جس میں تباہی کا اندیشہ ہے، اس کذب سے بہتر سمجھتا جس میں رہائی کا گمان ہے صدق کہتے ہیں۔

گر راست سخن گوئی و در بند

بہ زان کہ در وقت دہداز بند رہائی

مندرجہ ذیل آیات و احادیث پاک پر غور کرو۔

① صدق اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے:

﴿قُلْ صَدَقَ اللَّهُ﴾ [آل عمران: 95] ”اللہ نے تو سچ فرمایا ہے۔“

② صدق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے اوصاف میں سے ہے:

﴿صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ [احزاب: 22] ”اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا“

③ مریم صدیقہ علیہا السلام کا درجہ بہ وجہ صدق برتر و بلند تھا:

﴿صَدَقْتُ بِكَلِمَاتٍ رَبِّي﴾ [التحریم: 12] ”اس نے اللہ کے فرمودہ کو سچ سمجھا۔“

④ اصحاب نبویہ ﷺ کا درجہ بوجہ صدق ہے۔

﴿رَجُلًا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ [احزاب: 23]

”یہ وہ جواں مرد ہیں کہ انھوں نے اللہ سے جو عہد کیے ہیں وہی سچے کر دکھائے۔“

⑤ نبی ﷺ کی بزرگی صدق کی تعلیم اور صدق کی تصدیق میں ہے:

﴿الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ﴾ [الزمر: 33]

”نبی وہ ہے جو صدق لے کر آیا اور اس کی تصدیق بھی کی ہو۔“

⑥ صدق کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ موطا و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی میں موجود ہے:

إِنَّ الصَّدَقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصَّدَقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذِبًا ۝ (1)

”صدق نیکی کی راہ دکھلاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔ انسان سچ بولنے لگتا ہے اور سچ کو عادت بناتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں صدق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہوں کی راہ دکھلاتا ہے اور گناہ دوزخ کی راہ دکھاتے ہیں۔ انسان جھوٹ بولنے لگتا ہے اور جھوٹ کو عادت بنالیتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔“

﴿7﴾ سنن نسائی میں ہے اور ترمذی نے اسے صحیح بتایا ہے کہ ابوالمحررانے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے نبی ﷺ سے کون سی بات سیکھی، فرمایا: میں نے سیکھا اور یاد رکھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

دَعْ مَا يُرِيكَ إِلَى مَا لَا يُرِيكَ فَإِنَّ الصَّدَقَ الطَّامِنَةَ وَالْكَذِبَ رِيئَةً ۝ (2)

”جو چیز شک پیدا کرے اسے چھوڑ دے اور جس میں کوئی شک نہ ہو وہ لے لے کر صدق تو طمانیت کا نام ہے اور کذب شک کو کہتے ہیں۔“

﴿8﴾ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے:

﴿تَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبہ: 119] ”اہل صدق کا ساتھ دو۔“

﴿9﴾ عربی زبان میں صدق کے مدارج علیا کے مطابق اس مصدر سے فاعل کے تین صیغے رہتے ہیں:

صادق، صدوق اور صدیق وہ برترین درجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی اس خطاب کا استعمال ہوا۔

ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کو ﴿إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾ (مریم) اور یوسف علیہ السلام کو بھی صدیق کے لقب سے روشناس کیا گیا۔

سیدہ مریم بتول رضی اللہ عنہا کو بھی سورہ مائدہ میں ﴿وَأَمَّا صِدِّيقَةٌ﴾ فرمایا گیا، اور پھر سورہ نساء اور سورہ حدید میں امت محمدیہ ﷺ کے افراد و ممتاز کے لیے صدیقیت کا درجہ تجویز کیا گیا۔

﴿أُولَئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ ۚ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ﴾ [الہد: 9]

”یہی لوگ تو صدیق اور شہید ہیں۔ اپنے رب کے پاس ہیں، ان کے لیے اجر بھی ہے اور نور بھی۔“

ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ صدق کے شان بلند کے اظہار میں اسلام نے کیسے کیسے اسلوب بدیع سے کلام فرمایا ہے۔

اور اس بیان سے عہد حاضرہ کے فلاسفوں کا وہ مطالبہ پورا ہو جاتا ہے کہ دین طبعی کے لیے صدق کا ہونا شرط ہے۔ الحمد للہ! کہ

اسلام اپنی خصوصیت کا اظہار چودہ صدیوں سے کر رہا ہے۔



﴿1﴾ بخاری: 6094، مسلم: 2607، ابوداؤد: 4989، ترمذی: 1971، ابن حبان: 273، المسند لابن ابی الدنیا: 467، 442، احمد: 384/1، بیہقی: 273/10

﴿2﴾ ترمذی: 2518، ابن حبان: 722، احمد: 200/1، مسند دارمی: 245/2، نسائی: 5711، مستدرک حاکم: 13/2، موار و الطحان: 137

اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے

لوگوں نے صرف عورتوں کے خط و خال و ناز و انداز کا نام حسن رکھ چھوڑا ہے، لیکن یہ صرف کوتاہ نظری ہے اور صرف ایام شباب کا محدود مذاق ہے۔

بائیں ہمہ دنیا کے مختلف ممالک کے باشندے ہیں جن کا مذاق اس بارہ میں بھی اس قدر مختلف ہے کہ حسن نسائی کی متفق علیہ تعریف بیان کرنا بھی ناممکن ہے۔

روس کے شمال میں صاف شفاف آسمان جیسی نیلی آنکھیں غایت حسن سمجھی جاتی ہیں۔ اہل عرب ازرق چشم کو نہایت مکروہ سمجھتے ہیں۔ یورپ میں سنہری بالوں کی تعریف کی جاتی ہے اور ایشیا میں سیاہ ترین چوٹی کو حسن سمجھا جاتا ہے۔ یورپ کو سفید رنگت پر ناز ہے، مگر حبشیوں کے نزدیک سیاہ رنگ کے سوا اور کسی کو حسین کہلانے کا حق ہی نہیں۔

جب ہم نے اس مضمون کا عنوان ”دین الحسن والجمال“ ثبت کیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ اسلام بھی حسن نسائی کا سراپا نگار ہے، غلط اور قطعاً غلط ہے۔ ہاں اسلام حسن کا ایک بلند درجہ تجویز کرتا ہے اور جمال کو بہترین صنع ربانی قرار دیتا ہے، اسلام کی نگاہ میں یہ جہاں سرتاپا حسن کا بیکر ہے اور عالم کی ہر شے آئینہ دار جمال ہے۔

انسانی حسن و جمال

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ [التین: 4]

”ہم نے انسان (مرد و زن) کو سب سے زیادہ خوشنماؤں میں پیدا کیا۔“

لفظ تقویم میں اندرونی و بیرونی ساخت دونوں شامل ہیں۔ عالمان علم تشریح جانتے ہیں کہ انسانی دماغ، انسانی قلب و جگر، احشاء و اعصاب کو دیگر حیوانات کے مقابلہ میں کس قدر برتری حاصل ہے، اس کے دانت اور معدہ میں کیوں کہ نباتاتی غذا اور حیوانی غذا کھانے والے حیوانات کی صفات جمع ہیں۔

صورت کی خوشنمائی

﴿وَصَوَّرَكُمُ فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ﴾ [التھان: 3]

”اللہ نے تمہاری صورتیں بنائیں اور ان کو کتنا اچھا بنایا۔“

عام اصناف انسان کو وہ رنگی ہو یا فرنگی دیگر حیوانات پر صفائی بشرہ، لعینت جلد، استقامت قد اور خوشنمائی حد کے بارہ میں جو خصوصیت حاصل ہے اس کا بیان فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ میں آ جاتا ہے۔

نبوی کی صفات

﴿لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ [الروم: 21]

”تا کہ اس سے آرام پاؤ اور آپس کی محبت اور پیار بھی تم کو عطا کیا۔“

بیوی کا شوہر کے لیے سکون قلب ہونا اور شوہر و زن میں باہمی محبت باہمی کشش کا پایا جانا دونوں کی خوبی کا باعث ہے۔

﴿عُوبًا اَتْرَابًا﴾ [النساء: 37] ”شوہروں سے پیار کرنے والیاں اور ہم مذاق۔“

یہی وہ بڑی خوبی ہے جو صنفِ نسواں کو ممتاز کرتی ہے۔

جمالِ مواشی و انعام

﴿وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ﴾ [النحل: 6]

”مواشی جب صبح کو نکلتے ہیں اور شام کو چراگاہ سے واپس آتے ہیں تو ان میں تمہارا جمال ہے۔“

دودھ دینے والے، قلبِ رانی کرنے والے، پانی کھینچنے والے جانوروں کو لوگ دیکھتے ہیں۔ گاؤں سے باہر عموماً صبح و شام حیوان بھی جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے مالک انسانی بھی اچھے جانوروں کی تعریفیں ہوتی ہیں اور مالک کا چہرہ تعریفیں سن سن کر روشن ہو جاتا ہے۔ آیت میں اسی حالت کی جانب اشارہ ہے۔

سواری کے جانور بھی زینت ہی ہیں

﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾ [النحل: 6]

”گھوڑے، خچریں، گدھے، بار برداری اور سواری کا کام بھی دیتے ہیں اور سببِ نسیب بھی ہیں۔“

ان جانوروں کا بار برداری اور سواری کا کام دینا تو عام طور پر مسلم ہی ہے، لیکن اسلام نے زینت کا لفظ ایذا دہانہ سے ثابت کر دیا کہ وہ ہر شے کی خوبصورتی پر بھی توجہ دلاتا اور اس کی قدر کرنا سکھاتا ہے۔

جملہ اشیائے ارضی میں زینت و جمال ہونا

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِيَبْلُوَهُمُ اَبَهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [الکہف: 7]

”جتنی چیزیں بھی زمین پر ہیں، ہم نے ان کو زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ انسانوں کا امتحان لیں کہ ان میں سے کون

اچھے اعمال والا ہے۔“

ہر شے کا زمین کے لیے زینت و جمال ہونا اسلام ہی کی نگاہ سے معلوم ہوا ہے۔ زمین پر بچھا ہوا سبزہ، زمین کے لیے اپنی خوشنمائی سے زینت ہے اور آسمان کی طرف بلند ہونے والے درخت ان کو چھونے والی ڈالیاں، ان کی سایہ گستر شاخیں اپنے طور پر زمین کی رونق بن رہی ہیں، شوخ رنگ رکھنے والے پھول، بھانت بھانت کا مزہ دینے والے پھل، عجیب و غریب اشکال کے اوراق، مختلف تاثیرات و خواص رکھنے والے پہاڑ، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سفید سفید خیمے کھڑے کرنے والی برف اور میدانوں کی چٹیل زمین پر نرم نرم فرش بچھانے والی ریت، آبشاریں، غار، مرغزار اور جنگل وادی و ہامون آبادیاں اور ویرانے اپنی اپنی حالت، اپنی اپنی وضع، اپنے اپنے محل وقوع کے لحاظ سے تمام کرہ ارضی کے حسن کو بڑھانے والے جمال کو ترقی دینے والے ہیں۔

یہ سب زمین کا سنگار ہیں، یہ سب زمین کی زینت اور زیور ہیں، ان کی خوبصورتی کو دکھانے والا یہی دین الاسلام ہے جو دینِ احسن و الجمال ہے۔

آیات بالا میں صنعت ربانی کے حسن جمال کے بیان کے بعد ایک تقابلی بھی موجود ہے اور وہ بندہ کا حسن عمل ہے۔ وہ قدرت ربانیہ جس نے خود انسان کو صاحب الجمال پیدا کیا، جس نے ہر شے کو حسن و زینت کا خزینہ دار بنایا کیا اس کا یہ حق نہیں کہ وہ انسان سے بھی احسن اعمال کی توقع کرے؟ ہاں ضرور ہے۔

اگر کوئی شخص قصر سلطانی میں داخل ہوتا ہے، وہاں کی پیش بہا اور قیمتی اشیاء کا ملاحظہ کرتا ہے، وہاں کی اعلیٰ زیبائش و آرائش کو دیکھتا ہے تو اس شخص سے اس کی قوت ضمیر سے یہی امید ہو سکتی ہے کہ وہ وہاں جا کر نہ نقصان کرے گا، نہ چیزوں کو بگاڑے گا، نہ خس و خاشاک پھیلائے گا، یہی وہ توقع ہے جو انسان سے اس داری گاہ عالم میں کی گئی ہے۔

جب خود انسان بہترین جمال والا ہے اور جس کون و مکان میں وہ رہتا ہے، وہ بھی سراپا حسن و جمال ہے تو پھر انسان کا احسن اعمال کا پیش نہ کرنا اور دنیاوی حسنہ و اخروی حسنہ کا طالب نہ ہونا اس کی عقل و فہم سے بہت ہی بعید ہے۔

جملہ مخلوق کا اپنی بناوٹ کے لحاظ سے حسین تر ہونا

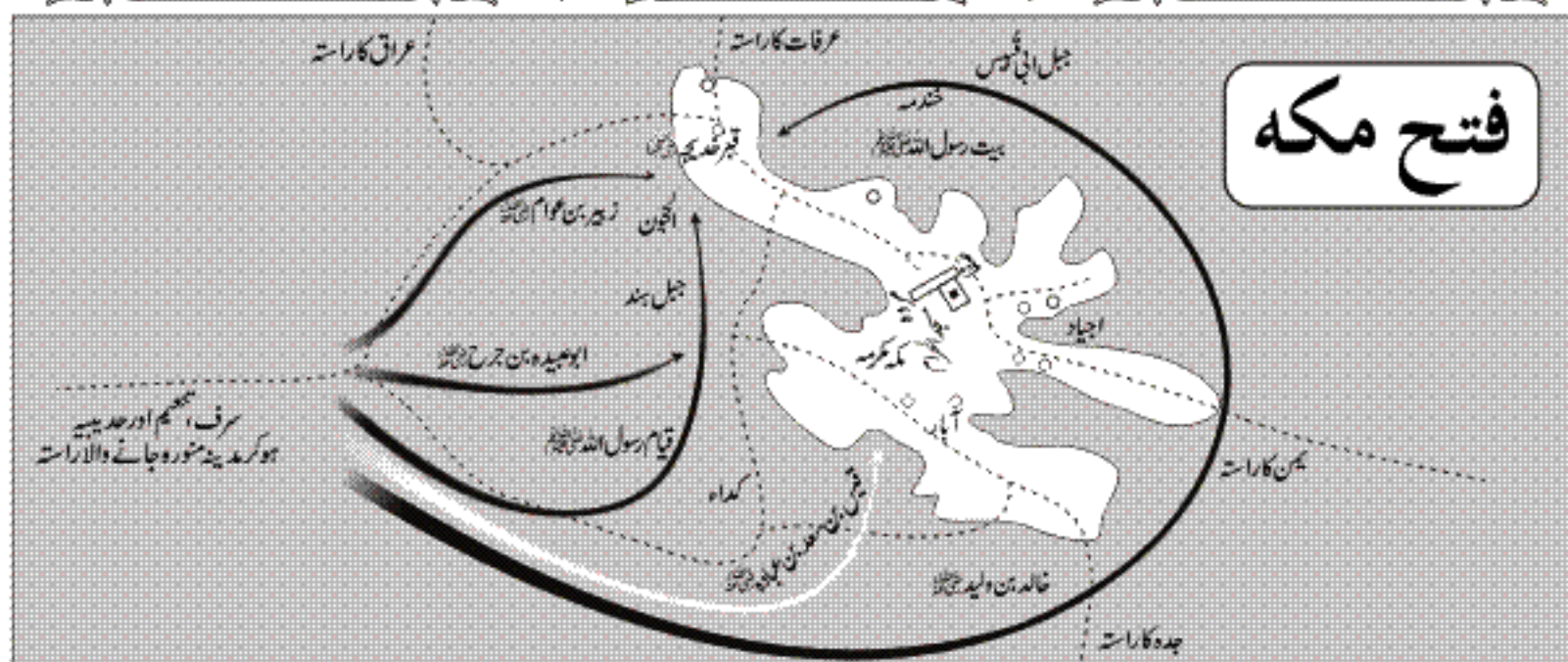
﴿أَحْسَنَ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ﴾ [المجد: 7]

”ہر شے کو اس کی اپنی خلقت، اپنی بناوٹ میں بہت خوشنما اور بہت خوب بنایا ہے۔“

ہزاروں قسم کے پرندے ہیں، ہزاروں قسم کے پھول ہیں، ہزاروں قسم کے درخت ہیں، ہر قسم کے جاندار زمین کے اندر رہنے والے، پیٹ کے بل چلنے والے، پاؤں پر دوڑنے والے، سمندروں کے اندر رہنے والے موجود ہیں۔ اپنے اپنے رنگ، اپنی اپنی وضع، اپنے اپنے خواص، اپنی اپنی آواز، اپنے اپنے افعال میں اس قدر حسین و جمیل خوش منظر اور زیبائیکر واقع ہوئے ہیں کہ چشم انتخاب کو ترجیح دینا دشوار ہے۔

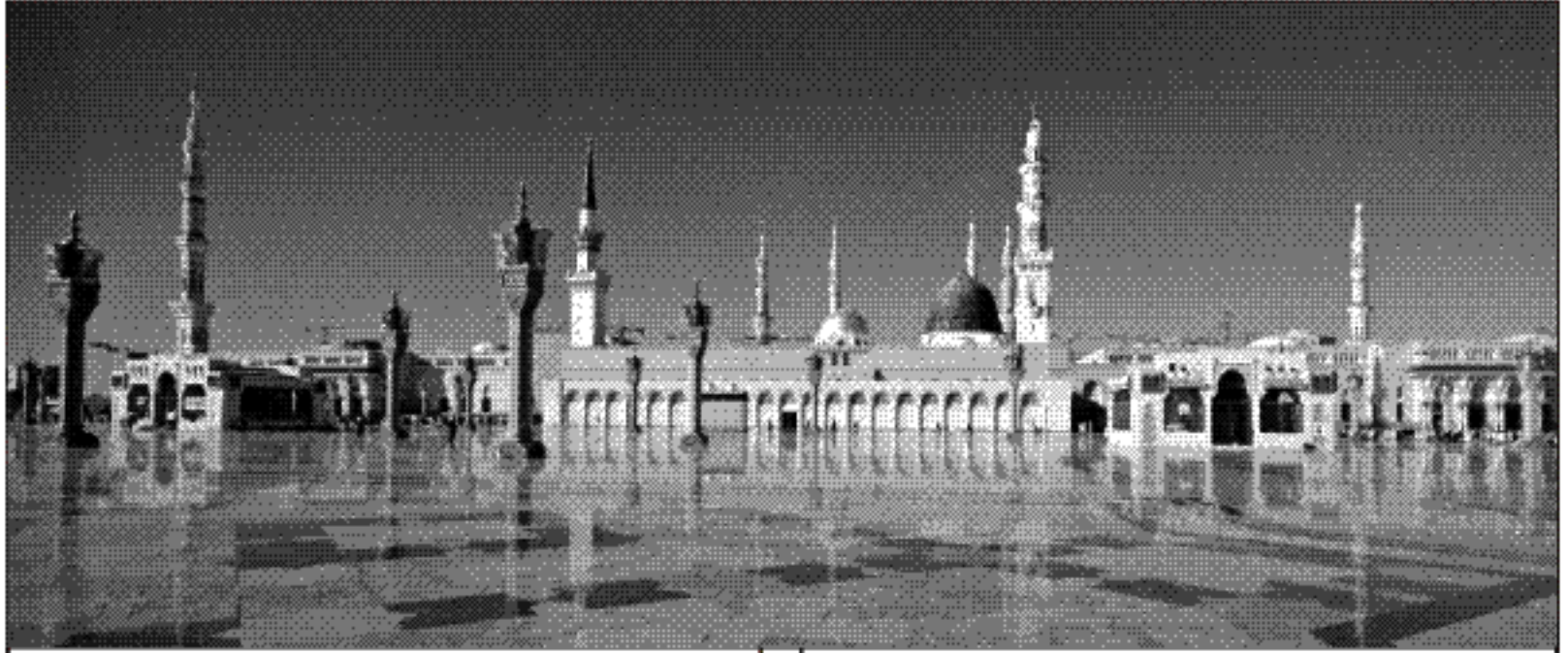
الف الف سلام و تحیۃ علی سید المرسلین و علی
الہ واصحابہ اجمعین





فہرست مضامین رحمۃ اللعالمین جلد سوم

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
635	خصوصیت نمبر 15	599	مقدمہ مولانا سید سلیمان ندوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
640	خصوصیت نمبر 16	602	تمہید از مصنف
643	خصوصیت نمبر 17		❀ ❀ باب 1 ❀ ❀
643	عرب	603	خصائص النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>
646	یہود	603	خصوصیت نمبر 1
647	نصاری	607	خصوصیت نمبر 2
649	ہندو اقوام	608	خصوصیت نمبر 3
650	مجوس	609	خصوصیت نمبر 4
651	خصوصیت نمبر 18	611	خصوصیت نمبر 5
652	خصوصیت نمبر 19	613	خصوصیت نمبر 6
656	خصوصیت نمبر 20	615	خصوصیت نمبر 7, 8, 9
657	خصوصیت نمبر 21	618	خصوصیت نمبر 10
659	خصوصیت نمبر 22	621	خصوصیت نمبر 11
661	خصوصیت نمبر 23	624	خصوصیت نمبر 12
664	خصوصیت نمبر 24	631	خصوصیت نمبر 13
667	خصوصیت نمبر 25	634	خصوصیت نمبر 14

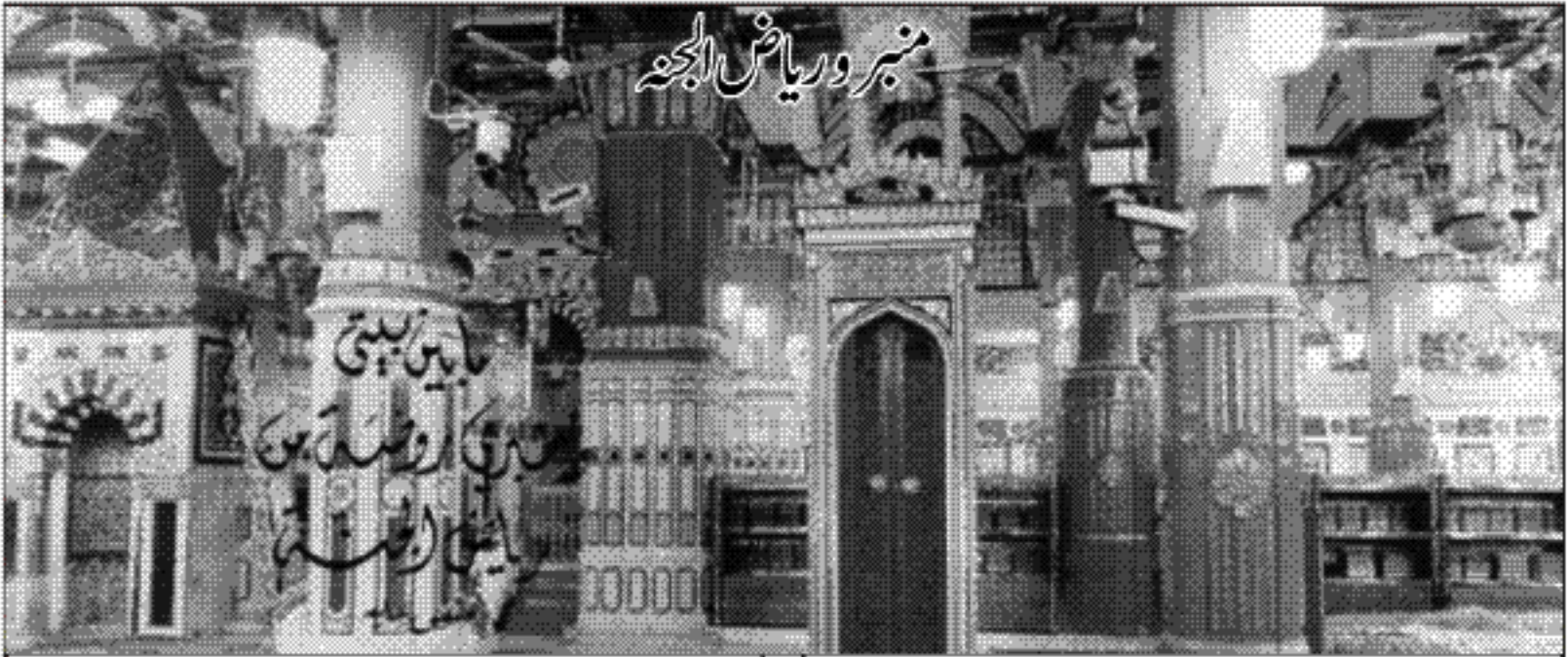


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
686	خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ﷺ	677	خصوصیت نمبر 26
686	نصرت بالرب	678	حالات نوح علیہ السلام
688	روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا	678	حالات ابراہیم علیہ السلام
689	حلت مغنم	679	حالات اسحاق علیہ السلام
690	عطاءئے منصب شفاعت	679	حالات یعقوب علیہ السلام
692	بعثت عامہ	679	حالات یوسف علیہ السلام
692	جوامع الکلم کا عطیہ	679	حالات داؤد علیہ السلام
693	معراج	680	حالات سلیمان علیہ السلام
702	ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء علیہم السلام کی ملاقات کا راز	680	حالات ایوب علیہ السلام
703	قرآن کریم اور معراج شریف	681	حالات موسیٰ علیہ السلام
705	بیداری و خواب کی بحث	681	حالات ہارون علیہ السلام
707	معجزات نبویہ ﷺ	681	حالات زکریا علیہ السلام
711	پانی کا معجزہ	682	حالات یحییٰ علیہ السلام
715	دودھ کی برکت	682	حالات عیسیٰ علیہ السلام
717	تکثیر طعام	683	حالات الیاس علیہ السلام
719	حنین جزع	683	حالات اسماعیل علیہ السلام
721	حیوانات پر اثر	684	حالات اسمعٰیل علیہ السلام
722	افلاک پر اثر معجزہ شق القمر	684	حالات یونس علیہ السلام
732	اس معجزہ کی توثیق	684	حالات لوط علیہ السلام



منبر و ریاض الجنہ

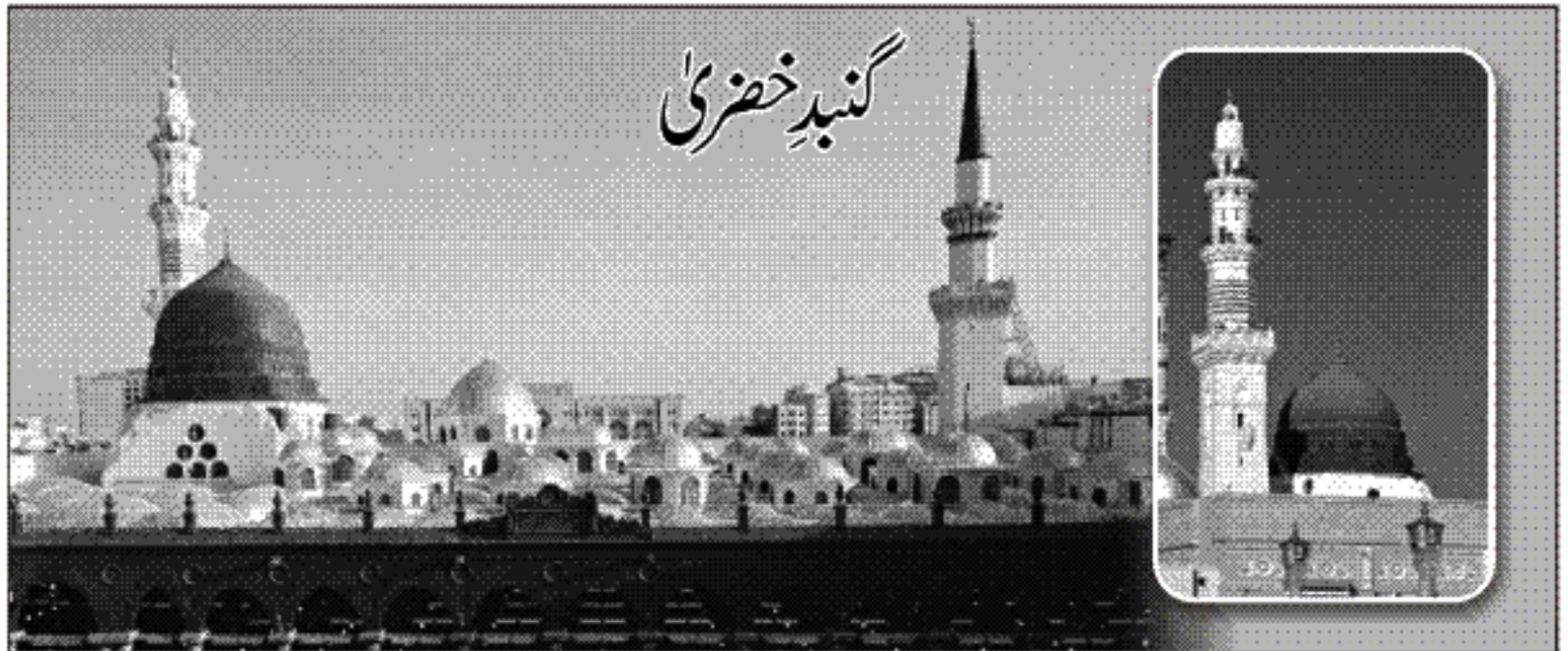
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
734	دعائے عفت	725	معجزات قسم دوم
735	سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	726	اطلاع اخبار مستقبلہ
736	عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	726	جہاز بحری کی اطلاع
736	انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	727	پیش گوئی
736	مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	727	فتوحات ممالک کی پیش گوئی
736	تکبر کی سزا	728	فتح مصر کی پیش گوئی
736	شکستہ استخوان کی دُستی کا معجزہ	728	ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیش گوئی
737	اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	729	شاہ ایران کے متعلق پیش گوئی
755	سنت مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم	729	معجزات قسم سوم
755	الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي	729	393 سال پیشتر کی پیش گوئی
757	الْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي	730	654 سال پیشتر کی پیش گوئی
759	وَالْحُبُّ أَسَاسِي	731	656 سال پیشتر کی پیش گوئی
763	وَالشَّوْقُ مَرْكَبِي	731	700 سال پیشتر کی پیش گوئی
764	ذِكْرُ اللَّهِ إِنِّي سِي	731	855 سال پیشتر کی پیش گوئی
769	الْيَقِينَةُ كَنْزِي	731	1348 سال پیشتر کی پیش گوئی
770	وَالْحُزْنُ رَفِيقِي	732	زمانہ حال کی پیش گوئی
771	وَالْعِلْمُ سَلَاحِي	732	دورِ حاضر کی پیش گوئی
774	وَالصَّبْرُ دَانِي	733	معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
779	وَالرِّضَاءُ غَنِيمَتِي	734	قتل سے مصون رہنے کی دعاء



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
814	پہلی پیش گوئی کہ اس کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا	781	وَالْعَجْزُ فُخْرِي
815	دوسری پیش گوئی کہ قرآن مجید زمین پر ہمیشہ محفوظ رہے گا	783	وَالرُّهْدُ حِرْفَتِي
819	نقشہ حروف تہجی	783	وَالْيَقِينُ قُوَّتِي
822	تیسری پیش گوئی بابت جمع قرأت قرآن مجید	785	وَالصِّدْقُ شَفِيعِي
822	چوتھی پیش گوئی کہ قرآن مجید کا حفظ رکھا جائے گا	786	وَالطَّاعَةُ حَسْبِي
822	پانچویں پیش گوئی کہ قرآن مجید کا حفظ کر لینا آسان ہوگا	787	وَالْجِهَادُ خُلُقِي
823	چھٹی پیش گوئی کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی	789	وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ
	ساتویں پیش گوئی کہ کوئی بطلان قرآن کے مقابلہ		
823	میں نہ ٹھہر سکے گا		
824	اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں	791	✽ باب 2 ✽
824	پہلی پیش گوئی	791	✽ خصال القرآن ✽
825	دوسری پیش گوئی	792	✽ ضرورت قرآن ✽
826	تیسری پیش گوئی	803	✽ فصاحت و بلاغت قرآن ✽
828	چوتھی پیش گوئی	804	✽ معانی عالیہ و مضامین نادرہ ✽
829	پیش گوئی کہ لڑائیوں میں مسلمانوں کو ہی غلبہ رہے گا	806	✽ تاثیر قرآن ✽
830	پیش گوئی کہ روئے زمین پر مسلمانوں کو حکومتیں حاصل ہوں گی	807	✽ نمونہ تعلیم قرآن ✽
830	پیش گوئی کہ اہل ایمان کی دنیوی حالت اچھی ہو جائے گی	808	✽ قبولیت قرآن ✽
831	مہاجرین کے متعلق تین پیش گوئیاں	812	✽ خصوصیت قرآن مجید ✽
831	پیش گوئی کہ تنگدستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے	814	✽ قرآن مجید کا مصنف ✽
		814	✽ قرآن مجید کی پیش گوئیاں ✽
		814	✽ قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں ✽

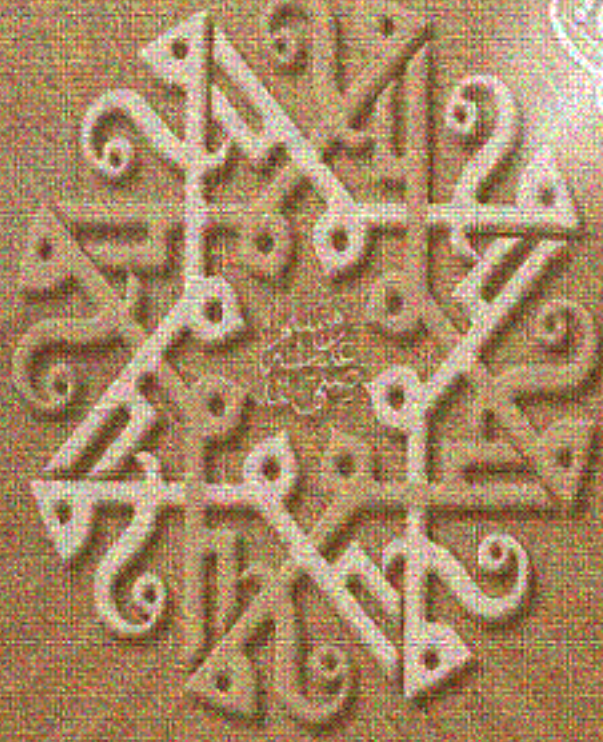


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
850	غزوات نبوی ﷺ کے متعلق پیشگوئیاں	832	پیش گوئی کہ عرب میں بت پرستی معدوم ہو جائے گی
852	یہود اور منافقین کے معاہدات پر دو پیش گوئیاں	833	پیش گوئی کہ مہاجرین کو دنیا میں اچھا ٹھکانا ملے گا
854	مسلمانوں کی تعداد کے متعلق پیش گوئی	833	پیش گوئی کہ اصحاب رسول ترقی و کمال حاصل کریں گے
855	یہودیوں کے متعلق 9 پیش گوئیاں	834	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش گوئی
858	عیسائیوں کے متعلق تین پیش گوئیاں	834	غیر اقوام کے مسلمان ہونے کی پیش گوئی
859	سلطنت روم و ایران کے متعلق دو پیشگوئیاں	835	اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں
	باب 3	839	پیش گوئی کہ قرآن مجید کے مخاطبین اولیٰ میں فتنہ عام پھا ہوگا
862	خصائص اسلام	839	مستہزئین مکہ کے متعلق پیش گوئی
862	اسلام ہی دین التوحید ہے	841	قریش کے دشمنوں کے متعلق پیش گوئی
867	اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے	843	کفار مکہ کے متعلق پیش گوئی
872	اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے	843	کفار عرب کے متعلق پیش گوئی
877	اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلہ کو حل کیا	843	پہلی پیش گوئی کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے
879	اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے	843	دوسری پیش گوئی کہ مشرکین عرب مرعوب ہوں گے
884	تذکیل	844	اہل مکہ کے خلاف دو پیشگوئیاں
885	اسلام ہی دین العمل ہے	845	ابولہب کے متعلق پیش گوئی
886	اصول ارث و موارث	844	ابولہب کی عورت کے متعلق پیش گوئی
889	اسلام ہی بانی اخوت ہے	845	منافقین کے متعلق پانچ پیش گوئیاں
895	اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند کیا	848	مخلفین جہاد کے متعلق دو پیش گوئیاں



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
920	اسلام ہی فیضِ رساں دین ہے	898	اسلام ہی غیر متعصب دین ہے
	اسلام ہی نے ہدایت الہیہ کو ربوبیت خالقہ کی طرح	903	اسلام ہی دینِ الحبت ہے
923	کل عالم کے لئے عام بنایا	908	اسلام ہی مساوات کا بانی ہے
927	اسلام دین البر ہے	912	اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا
928	اسلام دین التقویٰ ہے	914	اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے
931	اسلام دین الصدق ہے	915	اسلام ہی اپنے مہد و گہوارہ میں آج تک قائم ہے
933	اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے	916	اسلام ہی دین تمدن ہے





وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ



حَمْدٌ لِلَّهِ الْعَلِيِّ

قَاضِي مَحْسِنِ اِيْمَانِ سَلَمَانِ
مَنْصُورِ اَلْفَوَارِي اَلْقَرْنِيَّةِ

MARKAZ

Al-Hrmain-ul-Islami

GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABD-PAKISTAN.

CONTACT: 0304 3010777